محقق ومدلل جدید مسائل

(نئے مسائل کا مستند ومعتبر مجموعہ)

پیش لفظ

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم

جمع وترتیب

(حضرت مولانا) مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

تحقیق وتخریج

طلباء دار الافتاء، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۷ء

ناشر: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

محقق ومدلل جدید مسائل

(نئے مسائل کا مستند و معتبر مجموعہ)

نام کتاب

محقق ومدلل جدید مسائل

(نئے مسائل کا مستند ومعتبر مجموعہ)

اشاعت ثانی

۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء

کمپوزنگ وتصحیح: مفتی شمشیر احمد بستوی/مفتی عبد المتین کانڑگانوی

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندر بار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

مکتبہ الامین کتابستان دیوبند: PH: (01336) 221212 - 09412680528

فهرس الموضوعات

کتاب الإیمان والعقائد

(ایمان اور عقائد کا بیان)

باب البدعات والرسومات

(بدعات ورسومات کا بیان)

کتاب الطهارة

(پاکی کا بیان)

باب التیمم

کتاب الصلوۃ

(نماز کا بیان)

باب الأذان

(اذان کا بیان)

باب الجمعة

باب الإمامة

(امامت کا بیان)

فصل فی سجدة التلاوة

(سجدۂ تلاوت کا بیان)

باب صلاة المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

باب القبلة

(قبلہ کا بیان)

كتاب الزكوٰة

(زکوۃ کا بیان)

مسائل زكوٰة

کتاب الصوم

(روزہ کا بیان)

مسائلِ روزہ

مسائلِ اعتکاف

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

مسائل نکاح

معیشت کا کردار انسانی زندگی پر

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کا بیان)

مسائلِ خرید وفروخت

شیئرز کے احکام

شیئرز کا مختصر تعارف

باب الربوا

(سود کا بیان)

بیمہ (انشورنس) کے احکام

کتاب الإجارہ

(کرایہ داری کا بیان)

مسائلِ اجارہ

جدہ فقہ اکیڈمی کی قرارداد

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی قرارداد

ناجائز کاموں پر اجرت وصول کرنا

طاعات پر اجرت وصول کرنا

کتاب الحظر والإباحة

(مباحات ومحظورات کا بیان)

مباح وممنوع مسائل

مسائل الجوالة والإنترنت

(مسائلِ موبائل وانٹرنیٹ)

کتاب اللباس والزینة

(لباس اور زینت کا بیان)

مسائلِ زیب و زینت

پیشِ لفظ

مسلمان احکام الٰہی کا پابند ہے، اپنے آپ کو پابند سمجھتا ہے اور سمجھنا بھی چاہیئے، اور اس کا کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہونا چاہیئے، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے: **لا یجوز لمسلم أن یتصرف أو یفعل فعلاً إلا بعد معرفة حکم الله فیه .** (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۵/۸)

عامۃ المسلمین کو درپیش مسائل مہمہ کے حل کی طرف ہر زمانے کے علماء نے خصوصی توجہ دی، جو ان کی ذمہ داری ہے، اور انہوں نے اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی، کررہے ہیں، اور کرتے رہیں گے، کیوں کہ یہ دین قیامت تک کیلئے ہے، اور اس میں ہر زمانے میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل موجود ہے، حالات بدلتے رہے ہے، بدل رہے ہیں، اور بدلتے رہیں گے، اور تبدیلیٔ حالات کے ساتھ ساتھ نت نئے مسائل کا پیدا ہونا جہاں امر طبعی ہے، وہیں ان کا حل پیش کرنا بھی امر ضروری ہے۔

کتاب ''محقق و مدلل جدید مسائل'' تقریباً چار سو باون (۴۵۲) عوام کو درپیش مسائل کا مجموعہ ہے، جن کو برخوردار مولوی حذیفہ سلمہ ''بیان مصطفی'' میں لیٹیسٹ مسائل کے عنوان سے لکھتے رہے۔

جامعہ میں دار الِافتاء کے قیام کے بعد جامعہ کے موقر استاذ شعبۂ اِفتاء کے ذمہ دار عزیزم مفتی محمد جعفر صاحب رحمانی نے، اپنی نگرانی میں طلباء افتاء سے ان مسائل کی تخریج وتحقیق کا کام کروا کر، انہیں مسائلِ جدیدہ کا ایک مستند مجموعہ بنادیا (**تقبل الله مساعیه الجمیلة**).

اب جامعہ ان مسائل کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے، دعا کرتا ہوں اللہ تعالی ہماری تمام نیک کاوشوں کو شرف قبولیت سے نواز کر اپنی رضاء نصیب فرمائے۔ فقط

(مولانا) غلام محمد وستانوی

۱۴۳۰/۱۱/۱۱ھ

۲۰۰۹/۱۰/۳۱ء

مقدمہ

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
خادم الافتاء والتدریس، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

اسلام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا ایسا دین ہے، جو پورے عالم انسانی کی دنیوی کامیابی اور اخروی نجات کا ضامن ہے، اور فقہ اسلامی ایسا قانون ہے، جو پیغام نبوت سے مستنبط وماخوذ ہے، اس میں ہر عہد وزمانہ کے معاشی، معاشرتی، سیاسی، صنعتی تبدیلیوں اور جدید ترقیات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی دشواریوں وپریشانیوں کا حل موجود ہے۔

اگر ہمارے سامنے قرآن وسنت، آثار صحابہ اور سلف صالحین کی تشریحات موجود ہوں، اور جدید مسائل کی صحیح خدوخال سے ہم واقف ہوں، تو نئے مسائل پر حکم شرعی کا انطباق کرکے، ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوسکتے ہیں کہ: ''اسلام میں قیامت تک تمام پیش آنے والے مسائل کا حل موجود ہے''۔

کیوں کہ قرآن وحدیث میں ایسی کلیات اور اصول موجود ہیں کہ ان میں غور وفکر کرکے، قیامت تک تمام پیدا ہونے والے حوادث، واقعات اور نوازل کے احکامِ شرعیہ مستنبط کیئے جاسکتے ہیں۔

چنانچہ جب ہم تاریخِ اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد، اللہ رب العزت نے اس امت میں ایسے افراد واشخاص پیدا فرمائے، جنہوں نے نصوصِ قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر وہ اصول وقواعد مقرر ومرتب کیئے، جنہیں بنیاد بنا کر ان تمام مسائل کا شرعی حل نکالنا آسان ہے، جن کا ذکر نصاً وصراحۃً قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی میں موجود نہیں ہے۔

اسی پر بس نہیں، بلکہ فقہاء مجتہدین نے جب اصول وقواعد کو بنیاد بنا کر مسائل کا استنباط واستخراج فرمایا ،اور فروعات وجزئیاتِ مستنبطہ ومخرجہ میں ان کے مابین اختلاف پیدا ہوا تو ان اقوال ومسائلِ مختلف فیہا میں، تصحیح وترجیح کے لیے اللہ رب العزت نے اصحابِ تصحیح وترجیح کو بھی پیدا فرمایا، جنھوں نے قولِ صحیح وقولِ راجح کی نشان دہی فرما کر نہ صرف امتِ مسلمہ پر احسان کیا، بلکہ اسلامی قوانین کو ایسے صاف ستھرے، روشن اور تابناک شکل وصورت میں پیش فرمایا کہ وہ دیگر قوانینِ عالم میں ممتاز ونمایاں نظر آتے ہیں، اور ایک منصف طبیعت، صحیح الفطرت انسان بول اٹھتا ہے: سچ فرمایا ارض وسماء، جن وانس کے خالق ومالک نے:

﴿**الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**﴾.

(آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طورِ دین کے پسند کرلیا)۔(سورة المائدہ: ۳)

یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ جب تک تصحیح وترجیح کا کام مکمل نہ ہوا، اللہ رب العزت اہلِ تصحیح وترجیح کو پیدا فرماتے رہے۔ جیسا کہ محقق علامہ ابن ہمام کے تلمیذِ رشید محقق علامہ شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ فرماتے ہیں: "**إن المجتهدين لم يفقدوا حتى نظروا في المختلف ورجحوا وصححوا**". جب تک مختلف فیہ مسائل میں غور وفکر اور تصحیح وترجیح کا کام مکمل نہ ہوا مجتہدین مفقود نہ ہوئے۔

(عقود رسم المفتی: ص/۱۲٦)

آج عالمگیریت (Globlization) نے بہت سے نت نئے مسائل لاکھڑے کر دیئے جن کا شرعی حل امت کے سامنے پیش کرنا امت کے علماء ومفتیانِ کرام کی ذمہ داری ہے، اور ظاہر ہے جب یہ ان کی ذمہ داری ہے، تو ضرور اللہ رب العزت ان میں ایسی اہلیتیں اور صلاحیتیں ودیعت فرمائیں گے، جو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے درکار ہوتی ہیں، کیوں کہ خدائی قانون ﴿**لا يكلف الله نفساً إلا وسعها**﴾۔(اللہ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اس کی بساط کے مطابق) [سورة البقرة: ۲۷٦] اس پر شاہد ہے۔

معلوم ہوا کہ تخریج واستنباط کا کام تا قیامت جاری وساری رہیگا، اور ہر زمانہ میں مجتہدین فی المذہب پیدا ہوتے رہیں گے، جو اپنے مذہب کے اصول وقواعد کی بنیاد پر تخریج واستنباط کا فرض انجام دیتے رہیں گے۔

نوازل کیا ہے؟

نوازل نازلۃ کی جمع ہے، نزل ینزل سے صیغہ اسمِ فاعل، بمعنی اترنے والی، یعنی پیش آمدہ سختی ومصیبت۔

اصطلاحِ احناف میں نوازل کا اطلاق فتاوی اور واقعات پر ہوتا ہے، اور فتاوی وواقعات وہ مسائل ہیں جن کو متاخرین فقہاء نے اس وقت مستنبط کیا جب ان سے ان کے بارے میں سوال کیا گیا، اور انہوں نے اس سلسلہ میں متقدمین اہلِ مذہب کی کوئی روایت نہیں پائی، (یہاں متاخرین سے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے تلامذہ اور ان کے تلامذہ کے تلامذہ وغیرہ مراد ہیں)۔

اسبابِ نوازل:

بنیادی طور پر دو سببوں سے نئے مسئلوں نے جنم لیا، (۱) علمی وصنعتی ترقی وپیش قدمی۔ (۲) فسق وفجور

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا: ''**تحدث للناس أقضية بقدر ما أحدثوا من الفجور**''. لوگ جس قدر فجور میں مبتلا ہوں گے اس قدر نئے مسائل پیدا ہوں گے۔

(المنتقى شرح المؤطا للباجي:٦/ ١٤٠)

نوازل سے متعلق اجتہاد کا حکم اور اس کی اہمیت:

اسلام قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کے لیے دین ہے، اور اس میں اس کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، اور یہ حل اسی وقت ممکن ہے جبکہ امت کا ایک طبقہ جو اس کا اہل ہو، نوازل میں اجتہاد کرکے اس کے حکمِ شرعی سے لوگوں کو مطلع کریں، اس لیے نوازل میں اجتہاد واجبِ کفایہ ہے۔

اجتہاد فی النوازل کی اہمیت بنیادی طور پر ان تین باتوں سے عیاں ہوتی ہے:

(۱)اجتہادفی النوازل سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ یہ شریعت ہر مکان وزمان کے لیے ہے۔

(۲)اجتہادفی النوازل کے ذریعہ امت کواس بات پر متنبہ وبیدار کیا جاتا ہے کہ جن مسائل میں وہ مبتلا ہورہی ہے، وہ قواعدِ دین اور مقاصدِ شرعیہ کے مخالف ہیں۔

(۳)اجتہادفی النوازل کے ذریعہ تمام شعبہائے زندگی میں احکامِ شرع پرعمل پیراہونے کی کھلی وصریح دعوت دی جاتی ہے وغیرہ۔

نوازل(مسائلِ جدیدہ)کوحل کرنے کا طریقہ:

نوازل کوحل کرنے کے لیے بنیادی طور پر یہ تین باتیں ضروری ہوتی ہیں:(۱)تصورِ نازلہ (Portry in the mind)

(۲)تکییفِ نازلہ(Conditioning fitting)۔(۳)تطبیقِ نازلہ(Adaptation)

تصور:...... کسی بھی شئ پرحکمِ شرعی لگانے کے لیےاس کا صحیح خاکہ ذہن میں ہونا ضروری ہوتا ہے، کیوں کہ تصورِ شئ ''اصل'' اوراس پرحکمِ شرعی کالگانا اس کی ''فرع'' ہے،اور بدونِ اصل فرع متصور نہیں ہوتی۔

تصورِ شئ کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں: (۱) فہمِ نفسِ نازلہ، کہ فی ذاتہ یہ کیا ہے؟(۲) فہمِ اثراتِ نازلہ، کہ اس سے کون کون سے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

تکییف:...... سے مراد اصولِ شرعیہ میں سے کسی اصل کی طرف کسی مسئلہ کو پھیرنا۔

تطبیق:...... سے مراد نازلہ پرحکمِ شرعی کو منطبق وچسپاں کرنا۔

اب ان تینوں باتوں کو آپ درج ذیل مسئلہ سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، مثلاً ''مسئلۂ بیمہ'' نازلہ ہے،......بیمہ کی حقیقت یقین دہانی ہے، کمپنی بیمہ کرانے والے افراد کو بعض خطرات سے حفاظت

اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کراتی ہے، کمپنی بیمہ کے طالب شخص سے ایک متعینہ رقم بالاقساط وصول کیا کرتی ہے، اور ایک معینہ مدت کے بعد اسے یا اس کے پسماندگان کو حسبِ شرائط واپس کردیتی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ فی صد کے حساب سے مزید رقم بھی بطور سود دیتی ہے۔

اس کی متعدد قسمیں ہیں، زندگی کا بیمہ (Life insurance)، املاک کا بیمہ (Goods insurance)، ذمہ داری کا بیمہ (Third party insurance)، مستندات کا بیمہ وغیرہ، عقد کی یہ صورت سود وقمار پر مشتمل ہے۔ (یہ ہے تصورِ نازلہ)

اب ہم نے اس عقد کو دلائلِ شرعیہ:...... ﴿یآ یھا الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا أضعافاً مضاعفة واتقوا اللہ لعلکم تفلحون﴾. [آل عمران: ۱۳۰] ...... ﴿الذین یأکلون الربوا لا یقومون إلا کما یقوم الذي یتخبطه الشیطٰن من المس﴾. [البقرة: ۲۷۵] ...... ﴿یآیھا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾. [المائدة: ۹۰] ...... ﴿یمحق اللہ الربوا ویربي الصدقات﴾. [البقرة: ۲۷۶] ...... ﴿یآیھا الذین آمنوا اتقوا ا للہ وذروا ما بقي من الربوا إن کنتم مؤمنین﴾. [البقرة: ۲۷۸] ...... عن جابر قال: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاھدیه". [أبو داود: ۲/ ۱۱۷، صحیح مسلم: ۲/ ۲۷] ...... کی طرف پھیرا، تو یہ سب دلیلیں سود وقمار کو حرام قرار دیتی ہیں۔ (یہ تکییف ہے)

اس لیے بیمہ حرام قرار پایا۔ (یہ تطبیق ہے)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر شخص تصورِ نازلہ، تکییف اور تطبیق کے ذریعہ احکامِ شرعیہ معلوم کرسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! ...... اس کے لیے کچھ ضوابط ہیں:

۱- ...... نئے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کوشاں شخص کے لیے، مصادر و دلائلِ احکام سے پوری

طرح واقف ہونا، مقاصدِ شرعیہ کا عالم ہونا، علمِ لسانِ عرب کا حامل اور اصولِ فقہ کا عارف ہونا، نیز غور وفکر میں اپنی پوری طاقت صرف کرنا ضروری ہے۔

۲-......جس حکمِ شرعی کا استنباط کیا گیا، اس کا کسی معتبر دلیلِ شرعی کی طرف منسوب ہونا لابدی ہے، کبھی یہ دلیل نص، اجماع، قیاس تو کبھی استصلاح وغیرہ بھی ہوسکتی ہے۔

لمحۂ فکریہ:

بعض نوجوان مفتیانِ کرام جن کو اللہ رب العزت نے فقہی ملکہ، تصورِ صحیح اور فہمِ دقیق کی دولت سے نوازا، بسا اوقات جدید مسائل کے حل میں ان کے قلمِ افتاء سے نصوصِ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ اور اجماعِ امت کی مخالفت جیسی عظیم غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں، عامۃً اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں: (۱) تاویل واجتہاد، (۲) بعض خارجی موثرات سے متاثر ہونا۔ جیسے بعض لوگوں نے سودی بینکوں کے معاملات کو حلال اور اس میں عمل کو جائز قرار دیا، حالانکہ یہ صریح نصوص کی مخالفت ہے، اور بعض لوگوں نے ٹی وی وغیرہ پر خبریں پڑھنے اور پروگرام پیش کرنے کے لیے عورتوں کی مشارکت کو جائز قرار دیا، حالانکہ یہ مقاصدِ شرعیہ اور قواعدِ کلیہ کے مخالف ہے۔

جبکہ دوسرے بعض، خود ساختہ مفتیان، جو فقہی ملکہ، تصورِ صحیح اور فہمِ دقیق سے محروم ہونے کے باوجود، جدید مسائل کے حل میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، اور فقہی ذوق وتحقیق سے عاری، مقاصدِ شرعیہ سے ناواقف، دلائلِ شرعیہ سے تہی دامن، اور قرآن وحدیث کا خاطر خواہ علم نہ ہونے کی وجہ سے، اپنے فتوی میں محض عرف ورواج، عمومِ بلویٰ، تعامل اور ضرورت جیسی دلیلوں کو ذکر کرکے، بہت سی ناجائز وحرام چیزوں کے حلال وجواز کا فتوی دیدیتے ہیں، جبکہ انہیں سمجھنا چاہیے کہ عرف ورواج کے بدلنے سے صرف وہی مسائلِ اجتہادیہ بدلتے ہیں، جن کی بناء فقہاء کرام نے اپنے زمانے کے عرف ورواج پر رکھی تھی، اور آج وہ عرف بدل چکا۔

اسی طرح عمومِ بلویٰ کا اعتبار مسائلِ منصوصہ میں نہیں ہوتا، بلکہ مسائلِ اجتہادیہ میں ہوتا ہے، ورنہ آج غیبت، سودخوری، گانا، موسیقی اور غیر اسلامی تہواروں میں شرکت وغیرہ عام ہو چکا ہے، کیا اس ابتلاء کی وجہ سے ان کی حرمتِ منصوصہ ختم ہو جائے گی؟......اسی طرح تعاملِ ناس سے ہر تعامل مراد نہیں، بلکہ وہی تعامل مراد ہے جس پر علماء عصر نے کوئی نکیر نہ کی ہو۔اسی طرح ضرورت وہی ہے جس کو شریعت نے ضرورت قرار دیا:" **الضرورة بلوغه حداً إن لم يتناول الممنوع هلك أو قارب وهذا يبيح تناول الحرام**". ضرورت کی حد یہ ہے کہ آدمی ممنوع چیز کے استعمال نہ کرنے سے ہلاک ہو جائے یا ہلاکت سے قریب ہو جائے۔(الموسوعة الفقهية: ۱۹۱/۲۸)

آج لوگوں کا یہ حال بن چکا ہے کہ ان کی زینتوں نے ضرورتوں کا درجہ لے لیا، تو کیا ہم ان کو محرماتِ شرعیہ کے استعمال کی رخصت دیدیں گے؟

دورِ حاضر کے مفتیانِ کرام کے لیے مسائلِ جدیدہ حل کرنے کے لیے دو چیزیں درکار ہیں:

(۱) اجتہاد (۲) تدیُّن

یہاں اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ فقہاء کے اقوال کو واقعات پر صحیح طور پر منطبق کرنا آتا ہو، اور یہ اجتہاد ختم نہیں ہوا، بلکہ قیامت تک باقی رہے گا۔......اور تدین سے مراد یہ ہے کہ اغراض کا تابع نہ ہو، کہ کھینچ تان کرنا جائز کو بھی حدِ جواز میں لے آئے۔

زیرِ نظر کتاب "**محقق ومدلل جدید مسائل**" تقریباً ساڑھے چار سو، ان حوادث ونوازل پر مشتمل قیمتی ذخیرہ ہے، جنہیں برادرم مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی حفظہ اللہ ورعاہ، بعنوان "**عصر حاضر کے پیش آمدہ جدید مسائل**" بیانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھتے رہے، جب جامعہ میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا تو باہم مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ ہم ابتداءً طلباء افتاء کو تمرین کے لیے مختلف ابوابِ فقہیہ، مثلاً، کتاب الایمان والعقائد، کتاب الطہارت، کتاب

الصلوۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوۃ، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب البیوع، کتاب الاجارۃ، کتاب الوقف، کتاب الحظر والاباحۃ وغیرہ کے مسائل دیا کریں، اور جب ان میں ایک گونا فقہ سے مناسبت اور مصادر ومراجع سے مراجعت پر قدرت پیدا ہوجائے، تو جدید مسائل پر تمرین اور تخریج وتحقیق کا کام کروایا جائے، اس طرح کے لائحہ عمل سے جہاں ان عزیزوں کی تمرین وتدریبِ افتاء ہوگی، وہیں مسائلِ جدیدہ پر تخریج وتحقیق کا کام بھی ہوتا رہے گا، جو وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

چنانچہ: ۲۹-۱۴۲۸/ مطابق 08-2007 کے طلباء افتاء نے موصوف محترم کے انہیں ساڑھے چارسو(۴۵۰) مسائلِ جدیدہ، مطبوعہ در بیانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تمرین اور تخریج وتحقیق کا کام مکمل کیا۔ اور ۳۰-۱۴۲۹/ مطابق 9-2008 کے طلباء نے بھی مذکورہ بالا ابواب سے متعلق تقریباً آٹھ سو چوراسی (۸۸۴) مسائل کی تمرین کے علاوہ، ساڑھے تین سو (۳۵۰) جدید مسائل پر تمرین اور تحقیق وتخریج کا کام کیا، جو انشاء اللہ کتابی شکل میں طبع ہوکر منظر عام پر آجائے گا۔ دراصل مولانا موصوف کی فکر یہ ہے کہ تمام مسائلِ جدیدہ کا ایک محقق ومدلل ''انسائیکلوپیڈیا'' تیار ہوجائے، اور عوام وخواص دونوں کی ضرورت پوری ہوجائے۔

کتاب الایمان والعقائد، کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوۃ، کتاب النکاح، کتاب البیوع، کتاب الاجارۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، مسائل الجوالۃ والانترنت، اور کتاب اللباس والزینۃ سے متعلق جن جدید مسائل پر تحقیق وتخریج کا کام مکمل ہوا، وہ آپ کے سامنے ہیں، آئندہ جن ابواب سے متعلق جدید مسائل پر کام کیا جائے گا وہ بھی ان شاء اللہ آپ کے سامنے آتا رہے گا۔

ہمیں یہ دعوی ہرگز نہیں کہ تحقیق وتخریج کے اس کام میں ہم سے کہیں خطا ولغزش نہ ہوئی ہو، بلکہ عین ممکن ہے کہ کسی مسئلہ کی تخریج کے لیے ہم نے جو مستدلات نقل کیے، اس سے قریب تر اور بہتر، کوئی اور مستدل موجود ہو، جو ہمارے علم میں نہیں آسکا، اس لیے اربابِ علم وفضل اور اصحابِ افتاء سے مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ ہمیں اپنے علم سے افادہ فرماکر اس مستدل کی نشاندہی کردیں۔ ہم ضرور بالضرور اس سے مستفید ہوں گے۔ (إن نرید إلا الإصلاح)

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے معاونین خصوصی عزیزان من: مفتی عبدالمتین اشاعتی ومفتی شمشیر احمد اشاعتی صاحبان کاشکریہ ادانہ کروں، کہ ان حضرات نے پوری جدو جہدوعرق ریزی کے ساتھ پوری کتاب کی تصحیح، پروف ریڈنگ اور کمپوزنگ جیسے تھکا دینے والے کاموں کو بحسنِ خوبی، ذوق وشوق، اور بڑی محنت ولگن کے ساتھ انجام دیا۔ فجز اہما اللہ خیر الجزاء۔

دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام میں اخلاص کے ساتھ ساتھ اس کے لیے درکار اہلیتیں، لیاقتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائے، اور اسے ہمارے لیے نجاتِ آخرت کا ذریعہ بنائے، اور رئیس الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم کا سایہ تادیر عافیتوں کے ساتھ ہم پر باقی رکھے، جن کی علم نوازی اور سرپرستی میں تمام شعبہائے جامعہ مصروف عمل ہیں۔ آمین……فقط

محمد جعفر ملی رحمانی

۱۴۳۰/۸/۹ھ/م: ۲۰۰۹/۸/۱ء

ایک اہم وضاحت

از: ابوحمزہ وستانوی

استاذ: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

اللہ رب العزت نے کائنات وانسان کو پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد دنیوی وانسانی نظام کو ویسے ہی اس کی حالت پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کی نشو ونما اور انتظام وانصرام کا اعلی بندو بست فرمایا تا کہ کائنات میں توازن و برابری قائم رہ سکے، کیوں کہ اگر اللہ اپنی مخلوق کو اپنے سہارے کے بغیر چھوڑ دیتا تو پورا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

انسان کی نظر میں دو چیزیں بڑی اہم ہیں: (۱) خود اس کی زندگی، (۲) کائنات، کائنات کو عالم کبیر اور انسان کے اندرون و بیرون کو عالمِ صغیر سے موسوم کیا جاتا ہے، انسان اللہ کی دی ہوئی عقل سے اپنے مسائل کچھ نہ کچھ درجہ حل کر لیتا ہے، مگر کائنات جو عالمِ کبیر ہے، وہ اس کے بس میں نہیں اس لئے کہ اس کی عقل محدود، اس کا علم ناقص، اس کی طبیعت کمزور، اور اس کی قدرت محدود، غرضیکہ وہ گرچہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں اشرف ہے مگر اس کی تمام چیزیں محدود ہیں، اب ظاہر سی بات ہے کہ وہ اپنی محدود ملکات کے ذریعہ کائنات کا نظام نہیں چلا سکتا تھا، کیوں کہ اتنے عظیم نظام کو چلانے کیلئے غیر محدود وملکات کی حامل ذات کی ضرورت ہے، اس لئے اللہ نے عالم کبیر کی تمام ذمہ داریاں اپنے ذمہ لے لی، البتہ انسان کو اپنے بارے میں محدود اختیارات دے رکھے ہیں، جس سے وہ اپنے بعض امور انجام دے سکتا ہے، مگر یہ بھی محدود ہیں، کیوں کہ اس کی عقل کی رسائی و پرواز بہت زیادہ نہیں، اس لئے اسے اللہ کے تعاون کی ضرورت تھی، اللہ نے یہ فضل وکرم فرمایا کہ ہر زمانہ میں انبیاء کو مبعوث کر کے اس کے مسائل کو اپنے غیر محدود علم وقدرت سے حل کر دیا، گویا انسان اپنے مسائل کو حل کرنے میں بھی اللہ کا محتاج ہے، اس کے بغیر وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ عقل بغیر وحی کے صحیح رہنمائی نہیں کر سکتی۔

سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو اس لئے نبی بنا کر مبعوث کیا گیا کہ انسانی عمارت کی بنیاد واساس صحیح طور پر قائم ہو، ورنہ بنیاد ہی اگر کج ہوگی تو عمارت کا کیا پوچھنا؟ پھر ہر زمانہ میں اس زمانہ کے احوال کے اعتبار سے شریعتیں اتاری جاتی رہیں، اور وہ شریعتیں اپنے ایک محدود زمانے کے اعتبار سے مکمل ہوا کرتی تھیں، اس کے ذریعہ اس محدود زمانہ کی ضرورتیں پوری ہو جاتیں، تاہم ضرورت تھی ایک جامع ومکمل شریعت کی، تو اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اس ضرورت کو بھی پورا کر دیا، اور اعلان کر دیا: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾۔ (سورۃ المائدۃ: ۳)

اللہ رب العزت نے شریعتِ محمدیہ میں ایسے اصول اور ضروری جزئیات بیان کر دیئے کہ اس کی روشنی میں قیامت تک مسائل حل کیے جاتے رہیں گے، مگر بہر حال سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کی وجہ سے اس کے لئے وارثینِ علومِ نبوت کا ہونا ضروری تھا، تو اللہ نے اس امت پر یہ احسانِ عظیم اور فضل فرمایا کہ ہر زمانہ میں علماء وفقہاء کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جو پیش آمدہ تمام مسائل کو خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات سے، ان کا تعلق معاشرت سے ہو، یا سیاست ومعیشت سے، ان کا واسطہ اخلاق ومروت سے ہو، یا ظاہر وباطن سے، حل کرتی رہی، اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا، علامہ ندوی رحمہ اللہ تعالی نے کیا خوب فرمایا: ''دین حق کی حفاظت کے لئے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کا ہونا ضروری ہے''۔

صنعتی انقلاب کے بعد نت نئے مسائل پیدا ہوتے گئے اور علماء اسے حل کرتے رہے، خلافتِ عثمانیہ نے '' **مجلة الأحكام العدلية** '' کو اسی ضرورت کے پیشِ نظر تیار کروایا تھا، جو ایک تاریخی کارنامہ ہے، اس کے بعد جب خلافت کا سقوط واقع ہو گیا، اور مسلمانوں کے مسائل حکومت کے ذریعہ حل نہیں ہو سکتے تھے، تو اللہ رب العزت نے دنیا بھر میں المجامع الفقہیۃ (فقہی اکیڈمیاں) قائم کروائی اور اب اہم اہم جدید مسائل انہیں کے ذریعہ حل ہو رہے ہیں، ضرورت اس بات کی تھی

کہ قرآن وحدیث اصول وقواعد اور جزئیاتِ فقہیہ کی روشنی میں ہر باب سے متعلق پیش آمدہ جدید مسائل کے حل پر مشتمل ایک ایسی عظیم کتاب تیار کی جائے جو تمام مسائل کو محیط نہ سہی مگر اکثر مسائل کو جامع ہو، جب جامعہ میں دارالاِفتاء کا قیام عمل میں آیا تو بندہ کے ذہن میں یہ صورت آئی کہ ہمارا دارالاِفتاء اس کے لئے معین ثابت ہوسکتا ہے، وہ اس طرح کہ طلباء افتاء کو شروع سال میں مختلف ابواب فقہیہ سے متعلق مسائل پر تمرین کروائی جائے، اور بعد میں جدید مسائل پر، مگر محقق ومدلل انداز میں، یعنی ہر مسئلہ کو حتی الاِمکان کتاب اللہ وسنت رسول اللہ، اور ساتھ ہی ساتھ قواعد فقہ وجزئیاتِ فقہیہ سے حل کروایا جائے، کہ اس سے، جہاں طلباء افتاء کی تمرین وتدریب ہوجائے گی وہیں مسائلِ جدیدہ پر تخریج وتحقیق کا کام بھی ہوجائے گا۔

الحمدللہ محض اللہ کے فضل، اس کی توفیق، اور نصرت سے یہ کام شروع ہوچکا ہے، پہلے سال کے طلبہ سے تقریباً چارسو، ان مسائل پر کام کروایا گیا، جن کو ناکارہ بیانِ مصطفیٰ میں عوام کی ضرورت کیلئے صرف مسائل کی صورت میں بعنوان ''عصر حاضر کے پیش آمدہ جدید مسائل''، لکھتا رہا، ان طلباء نے ماشاءاللہ بحسن خوبی اور انتہائی جانفشانی سے، دن رات ایک کرکے اس کام کو انجام دیا، اور حضرت مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی بڑی دلچسپی وجدوجہد سے اس پر نگرانی فرماتے رہے، اللہ تعالی دنیا و آخرت میں انہیں بہترین صلہ عطاء فرمائے، آمین

یہ کتاب طلباء سالِ اول کے اکثر، اور سالِ دوم کے بعض مسائل مخرّجہ ومحقّقہ پر مشتمل آپ کے ہاتھوں میں ہے، انشاءاللہ ہر سال اسی طرح کام ہوتا رہیگا، اور یہ کوشش کی جائے گی کہ جدید مسائل کا انسائیکلو پیڈیا تیار کردیا جائے، تاکہ وقت کی ایک ضرورت پوری ہوجائے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی اپنی نصرت واعانت شاملِ حال رکھے، ویسے تو اکثر جدید مسائل فتاویٰ کی دیگر کتابوں میں بکھرے ہوئے موجود ہیں، البتہ محقق ومدلل نہیں ہیں، ورنہ علامہ شامیؒ، حضرت تھانویؒ، مفتی کفایۃ اللہ صاحبؒ، مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ،

مولانا عبدالرشید لدھیانویؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ، قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ، مولانا عبدالحق صاحبؒ، مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اور مفتی شبیر احمد صاحب نے ان مسائل کو اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، بعض تو بہت زیادہ محقق ہیں، مگر سب نہیں، ہم نے اس میں عوام وخواص دونوں کی رعایت کرتے ہوئے متن کے انداز میں مسائل، اور حاشیہ میں ان کی دلائل کو نقل کرنے کی کوشش کی ہے ہم اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے وہ آپ فیصلہ کر سکتے ہیں، اللہ قبول فرمائے، اور ہم سب کیلئے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الإیمان والعقائد

(ایمان اور عقائد کا بیان)

ایمان :...... ایمان امن سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے ''امن دینا''۔کسی بات پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے اس کو تکذیب وتردید سے مامون کردیا۔

لغوی تعریف:......قلب کی تصدیق کو ایمان کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:......قلب کے اعتقاد اور زبان کے اقرار کو ایمان کہتے ہیں۔

ایمان کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) ایمانِ معصوم — جیسے: انبیاء کا ایمان

(۲) ایمانِ مطبوع — جیسے: ایمانِ ملائکہ

(۳) ایمانِ مقبول — جیسے: مؤمنین کا ایمان

(۴) ایمانِ موقوف — جیسے: مبتدعین کا ایمان

(۵) ایمانِ مردود — جیسے: منافقین کا ایمان

عقائد:...... '' **العقائد ما يقصد فيه نفس الاعتقاد دون العمل** ''. جس میں نفسِ اعتقاد کا قصد کیا جائے ،نہ کہ عمل کا۔(التعريفات للجرجاني)

بسا اوقات انسان اپنی بے لگام زبان سے ایسے کلماتِ کفریہ کہہ جاتا ہے،جن سے اس کے ایمان جانے اور نکاح ختم ہوجانے کا بھی خطرہ پیدا ہوتا ہے،لیکن اسے احساس تک نہیں ہوتا،اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں صحیح روش پر چل رہا ہوں،اگر توبہ نہ کرے تو زندگی بھر خسارہ کا بھگتان اٹھانا پڑتا ہے اور آخرت بھی برباد ہوجاتی ہے۔

اس کتاب میں ان مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو ایمانیات اور عقائد سے متعلق ہیں،مثلاً کون شخص کب ،کس وقت اور کیسے ایمان سے خارج ہوتا ہے؟ کن کلمات کے ادا کرنے سے اس کا ایمان جاتا رہتا ہے؟اور کن کلمات کی ادئیگی سے وہ دوبارہ ایمان میں داخل ہوتا ہے؟

اللہ کو " گاڈ " کہہ کر پکارنا

مسئلہ(۱): اللہ کو " گاڈ " کہہ کر پکار سکتے ہیں، کیوں کہ اللہ کے بہت سارے نام ہیں (۱) اور انگریزی زبان میں اللہ کو " گاڈ " کہا جاتا ہے (۲)، نیز اس لئے بھی کہ ان اسماء کا تلفظ ہر زبان میں مختلف ہے۔

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿ **لله الأسماء الحسنى فادعوه بها** ﴾ .(بني اسرائيل: ۸۰)

(۲) ما في " **تفسير المظهري** " : والمراد بها الألفاظ الدالة على الذات المتصفة بالصفات (فادعوه بها) أي فسموه بتلك الأسماء .(۳/ ٤٦٤)

ما في " **الحديث الشريف** ": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **لله تسعة وتسعون إسماً من حفظها دخل الجنة** ". (الصحيح لمسلم : رقم الحديث: ۲٦٧٧، كتاب الذكر والدعاء، باب في أسماء الله تعالى وفضل من أحصاها)

ما في " **شرح النووي على هامش المسلم** " : فليس معناه أنه ليس له أسماءٍ غير هذه التسعة والتسعين ، وإنما مقصود الحديث أن هذه التسعة والتسعين من أحصاها دخل الجنة .

(۲۷۵/۸، دار احياء التراث العربي)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (وصح شروعه) أيضاً مع كراهة التحريم (بتسبيح وتهليل) وتحميد وسائر كلم التعظيم الخالصة له تعالى ، ولو مشتركة كرحيم وكريم في الأصح ، ....(كما صح لو شرع بغير عربية) أي لسان كان. "درمختار".

قال ابن عابدين الشامي : قوله : (وجميع أذكار الصلاة) في التاتارخانية عن المحيط : وعلى هذا الخلاف لو سبح بالفارسية في الصلاة أو دعا أو أثنى على الله تعالى أو تعوذ أو هلل أو تشهد أو صلى على النبي صلى الله عليه وسلم بالفارسية في الصلاة : أي يصح عنده .(۱۸۲/۲، ۱۸۳، باب صفة الصلاة)

ما في " **البحر الرائق** " : وأما إذا شرع (الصلاة) بالفارسية فإنما يصح لما بيناه من =

''بھگوان میری مدد کرے گا'' کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ(۲): اگر کوئی شخص کسی بات پر یہ قسم کھائے یا لکھے کہ'' بھگوان میری مدد کرے گا'' تو ایسا کہنا یا لکھنا شرک ہے، ایسے شخص کو فوراً استغفار کرنا چاہیے، کیوں کہ مدد تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا جائز ہے، بھگوان کا وہ مفہوم نہیں جو خدا کا ہے۔(۱)

= أن التكبير هو التعظيم وهو حاصل بأي لسانٍ كان .... (كما لو قرأ بها عاجزاً) أي قرأ بالفارسية حالة العجز عن العربية فإنه يصح وهذا بالاتفاق .(۱/ ۵۳٦)

ما في '' **إمداد الفتاوى** '' : من الأسماء التوفيقية علم ومنها ألقاب وأوصاف وترجمة اللفظ بمنزلته فالأسماء العجمية ترجمة تلك الألقاب والأوصاف ولذا انعقد الإجماع على إطلاقها اهـ.

(٥١٣/٤، مسائل شتى ، مكتبة دار العلوم كراتشي)

ما في '' **المنهج لإبن حجر** '' : وبهذا يتقرر أن أسماء الله دالة على ذاته وعلى صفاته فهي من جهة دلالتها على الذات مترادفة لدلالتها على مسمى واحد ، وهو الله عز وجل .(۱/٥٣٦، مكتبة الرشيد)

ما في '' **قاموس أطلس الموسوعي** (الإنكليزي- والعربي): الله عز وجل الباري ، خالق السموات والأرض. (**God**) (ص:٥٥٤)

ما في '' **سنغم دكشنري** (انجليزي ، عربي ، اردو): **خدا، پروردگار، پرستش کے لائق، احکم الحاکمین، الہ، رب، معبود، حاکم، قوی، Cop**: اللہ، یؤلہ۔(٣٨/٢، فتاوی محمودیه : ۱/ ٢٦٧)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في '' **القرآن الكريم** '' : ﴿**وما النصر إلا من عند الله**﴾.(الأنفال:١٠)

ما في '' **تفسير روح المعاني** '' : ﴿**وما النصر إلامن عند الله**﴾ أي وما النصر بالملائكة وغيرهم من الأسباب إلا كائن من عنده عزوجل ، فالمنصور هو من نصره الله سبحانه والأسباب ليست بمستقلة ، أو المعنى لا تحسبوا النصر من الملائكة عليهم السلام فإن الناصر هو الله تعالى لكم وللملائكة ، وعليه فلا دخل للملائكة في النصر أصلاً ، وجعل بعضهم القصر على الأول إفرادي وعلى الثاني قلبي ، ﴿**إن الله عزيز**﴾ لا يغالب في حكمه ولا ينازع في قضيته . ﴿**حكيم**﴾ يفعل كل ما يفعل حسبما تقتضيه الحكمة الباهرة، =

''یا محمد''، ''یارسول اللہ'' کہنا

مسئلہ(۳): اگر کوئی شخص ''یا محمد'' اور ''یارسول اللہ'' کہتا ہے درود وسلام کے ساتھ یا بلا درود وسلام، اس اعتقاد کے ساتھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری آواز کو بذاتِ خود ہر وقت، ہر جگہ سنتے ہیں، یا یہ کہ بنفس نفیس خود مجلسِ درود میں تشریف فرما ہوتے ہیں، تو اس شخص کا یہ اعتقاد نا جائز ہی نہیں بلکہ موجبِ کفر ہے، اس لیے کہ یہ صورتیں غیر اللہ کے لیے علمِ غیب کو ثابت کرنے کو متضمن ہیں اور علمِ غیب اللہ تعالی شانہ کی صفتِ خاصہ ہے، اور اگر یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ محض تخیل کے طور پر شاعرانہ اور عاشقانہ انداز میں خطاب کرتا ہے، جیسا کہ اہل معانی و بلاغت نے بیان کیا ہے کہ بعض اوقات معدوم کو موجود فرض کر کے یا غیر حاضر کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا جاتا ہے، تو یہ صورت فی ذاتہ بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک جائز ہے۔(۱)

=والجملة تعليل لما قبلها وفيها إشعار بأن النصر الواقع على الوجه المذكور من مقتضيات الحكم البالغة .

(۲۵۲/۶)

ما في '' **الحديث النبوي** '' : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : كنت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً فقال : **يا غلام ! وإذا سألت فاسأل الله ، وإذا استعنت فاستعن بالله ، واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوک بشيء لم ينفعوک إلا بشيء قد كتب الله لک ، ولو اجتمعوا على أن يضروک بشيء لم يضروک إلا بشيء قد كتب الله عليک** ''.

(مشكاة المصابيح : ۲/ ۴۵۳ ، باب التوكل والصبر)(فتاوى محموديه: ۳۶۷/۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في '' **شرح فقه الأكبر** '' : وبالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرد به سبحانه ولا سبيل إليه للعباد إلا بإعلام منه وإلهام بطريق المعجزة أو الكرامة أو إرشاد إلى الاستدلال بالأمارات فيما يمكن فيه ذلك .... وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد أن النبي عليه الصلوة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى: ﴿**قل لا يعلم من في السمٰوٰت والأرض الغيب إلا الله**﴾ كذا في المسايرة.

(ص۱۸۵، الناس في حق رجال الغيب ثلاثة أحزاب ، مكتبة أشرفي بكڈپو ديوبند) =

فرقۂ قادیانیت کا مختصر تعارف

مسئلہ(۴): قادیان ضلع گورداس پور'' پنجاب'' کا ایک قصبہ ہے، یہیں مرزا غلام احمد کی پیدائش ہوئی تھی، اس نے پہلے مسیحِ موعود ہونے کا دعوی کیا، پھر اس کے بعد نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور اپنا ایک مستقل دین قائم کیا اور اس پر ایمان لانے والوں کو صحابہ کا ہم رتبہ قرار دیا، اور اس کی بیوی کو ام المؤمنین کا لقب دیا، اس ملت ومذہب پر ایمان لانے والے فرقہ کو فرقۂ قادیانیت کہا جاتا ہے۔

فرقۂ قادیانیت کے عقائد

قادیانیوں کے عقائد یہ ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں تھے۔(۱) خدا کی وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منقطع نہیں ہوئی ۔مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے۔مسیحِ موعود نبی ہونگے۔اللہ تعالی کے ہاتھ پیر ہیں۔

= قال في البزازية : وعلى هذا قال علمائنا من قال أرواح المشايخ حاضرة يكفر.

(الفتاوی البزازية على هامش الهندية: ۳۲۶/۶، الثاني فيما يتعلق بالله تعالى)

ولقوله تعالى : ﴿**إن الذين ينادونک من وراء الحجرات أكثرهم لا يعقلون**﴾.(الحجرات :٤)

وقد ذكر أنها نزلت في الأقرع بن حابس رضي الله عنه نادى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : يا محمد ! وفي رواية : يا رسول الله ! فلم يجبه .

(مختصر تفسير ابن كثير : ۳۵۹/۳، روح المعاني :۲۱۰/۱٤، الدر المنثور في التفسير المأثور:۸۹/٦، جامع الفتاوی: ۸٤/۱، امداد الفتاوی: ۳۸۵/۵)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " : ﴿ **ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين**﴾.

(الأحزاب:٤٠)

ما في " **الصحيح البخاري** " : أن ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : " **لم يبق من النبوة إلا المبشرات ، قالوا: وما المبشرات؟ قال: الرؤيا الصالحة** ". (۱۰۳۵/۲، كتاب التعبير) =

اہلِ سنت والجماعت کے عقائد

مسئلہ(۵): خدا کی وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی منقطع ہوچکی ہے اوروحی نام ہے اس کلام اللہ کا جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہو(۱)، اور جب سلسلۂ نبوت ہی ختم ہو چکا تو وحی بھی منقطع ہوچکی ہے۔ مہدی موعود قریش کے خاندان سے ہونگے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے(۲)۔

= ما في " **الحديث النبوي** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه وأجمله إلا موضع لبنة من زاو ية فجعل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون : هلا وضعت هذه اللبنة ؟ قال : فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين** ".

(الصحيح البخاري : ۱/ ۵۰۱، باب خاتم النبيين)

ما في " **الصحيح البخاري** " : عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " **كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي وإنه لا نبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون، قالوا : فما تأمرنا يا رسول الله ؟ قال : فُوا ببيعة الأول فالأول أعطوهم حقهم، فإن الله سائلهم عما استرعاهم** ".

(۱/ ۴۹۱، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل)

ما في " **السنن الترمذي** " : عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي** ". (۲/۵۳، باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما في " **فتح الباري لإبن حجر العسقلاني** " : الوحي هو كلام الله المنزل على النبي صلى الله عليه وسلم . (۱/۱۲، كتاب بدء الوحي ، مكتبة دار السلام الرياض)

(۲) ما في " **السنن الترمذي** " : عن عبد الله قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي يؤاطئ إسمه إسمي** ".(۲/ ۴۷، أبواب الفتن)

ما في " **السنن لأبي داود** " : عن أبي سعيد الخدري قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :=

مسیحِ موعود نبی نہیں ہونگے بلکہ وہ اس امت کے حاکموں کی طرح ایک حاکم ہونگے (۱)۔

اللہ تعالی انسان جیسے ہاتھ پیر سے منزّہ ہے اور جہاں قرآنِ کریم میں وجہ، ید، نفس وغیرہ کا ذکر آیا ہے، اس کی کیفیت اللہ ہی کے شایانِ شان ہے (۲)۔

= " **المهدي مني ، أجلى الجبهة ، أقنى الأنف ، يملأ الأرض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً ، ويملك سبع سنين** ". (ص: ٥٨٨، كتاب المهدي)

(١) ما في " **الصحيح البخاري** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ، ويضع الحرب ، ويفيض الماء ، حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها** ".(١/ ٤٩٠)

ما في " **فتح الباري** " : أي حاكماً والمعنى أنه ينزل حاكماً بهذه الشريعة ، فإن هذه الشريعة باقية لا تنسخ ، بل يكون عيسى حاكماً من حكام هذه الأمة .

(٦/ ٦٠٠، كتاب أحاديث الأنبياء ، باب نزول عيسى بن مريم عليهما السلام)

(٢) ما في " **الكتاب** " : ﴿ **ليس كمثله شيء** ﴾.(الشورى : ١١)

ما في " **شرح كتاب الفقه الأكبر** " : ولله سبحانه يد ووجه ونفس كما ذكره الله تعالى في القرآن أي كما يليق بذاته وصفاته.(ص٦٦)

گستاخِ رسول مرتد اور خارجِ اسلام ہے

مسئلہ(٦): اگرکوئی شخص شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں (العیاذ باللہ) گالی بکے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں (نعوذ باللہ) گستاخانہ کلمات کہے مثلاً یہ کہے کہ آپ شہوت پرست تھے وغیرہ، تو شرعاً ایسا شخص مرتد اور خارج از اسلام ہے، اس کو توبہ، تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح لازم ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " :﴿ **إن الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة وأعد لهم عذاباً مهيناً** ﴾.(الأحزاب:۵۷)

وقوله تعالى :﴿**والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب أليم** ..... إلى قوله ...... **ألم يعلموا أنه من يحادد الله ورسوله فإن له نار جهنم خالداً فيها، ذلك الخزي العظيم**﴾.(التوبة:٦١-٦٣)

ما في " **التفسير المظهري** " : من آذى رسول الله صلى الله عليه وسلم بطعن في شخصه أو دينه أو نسبه أو صفة من صفاته أو بوجه من وجوه الشين فيه صراحة أو كناية أو تعريضاً أو إشارة كفر، ولعنة الله في الدنيا والآخرة وأعد لهم عذاب جهنم .... قال ابن همام : كل من أبغض رسول الله صلى الله عليه وسلم بقلبه كان مرتداً فالسباب بالطريق الأولى ويقتل عندنا حداً.(۷/ ۳۸۲ ، مكتبة زكريا ديوبند)

ما في " **السنن للنسائي وأبي داود** " : عن ابن عباس رضي الله عنه :"**أن أعمى كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت له أم ولد وكان له منها ابنان وكانت تكثر الوقيعة برسول الله صلى الله عليه وسلم وتسب فيزجرها فلا تنزجر وينهاها فلا تنتهي فلما كان ذات ليلة ذكرت النبي صلى الله عليه وسلم فوقعت فيه فلما صبر أن قمت إلى المغول فوضعته في بطنها فاتكأت عليه فقتلتها فأصبحت قتيلاً ، فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فجمع الناس وقال أنشد الله رجلاً لي عليه حق فعل ما فعل إلا قام فأقبل الأعمى يتدلدل فقال : يا رسول الله أنا صاحبها كانت أم ولدي وكانت بي لطيفة رفيقة ولي منها ابنان مثل اللؤلؤتين ولكنها كانت تكثر الوقيعة فيك** =

....

....

=وتشتمک فأنهاها فلا تنتهي فأزجرها فلا تنزجر فلما كانت البارحة ذكرتک فوقعت فيک فقمت إلى المغول فوضعته في بطنها فاتكأت عليها حتى قتلتها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ألا أشهدوا أن دمها هدر".

(١٥٢/٢، كتاب المحاربة ، الحكم فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم،السنن لأبي داود : ٥٩٩/٢، كتاب الحدود ، باب الحكم فيمن سب النبى صلى الله عليه وسلم)

ما في " **السنن لأبي داود** ": عن علي رضي الله عنه **أن يهودية كانت تشتم النبي صلى الله عليه وسلم وتقع فيه فخنقها رجل حتى ماتت فأبطل رسول الله صلى الله عليه وسلم دمها.**

(٦٠٠/٢،كتاب الحدود ، باب الحكم فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم)

ما في " **بذل المجهود** ": اختلف العلماء فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابن القاسم عن مالك يقتل من سبه صلى الله عليه وسلم منهم إلا أن يسلم ، وأما المسلم فيقتل بغير استتابة ، وروي عن الأوزاعي ومالك في مسلم أنها ردة يستتاب منها ، وعن الكوفيين إن كان ذمياً عزر ، وإن كان مسلماً فهي ردة.(٤٢٦/١٢)

ما في " **المصنف لإبن عبد الرزاق** ": عن عكرمة مولى ابن عباس رضي الله عنهما : **أن النبي صلى الله عليه وسلم سبه رجل فقال من يكفيني عدوي؟ فقال الزبير : أنا فبارزه ، فقتله الزبير ، فأعطاه النبي صلى الله عليه وسلم سلبه.**(٣٠٧/٥، باب من سب النبي صلى الله عليه وسلم)

ما في " **رد المحتار على الدرالمختار**" : قال الحنابلة : إنه يقتل ساب الرسول صلى الله عليه وسلم ولا تقبل توبته سواء كان مسلماً أو كافراً وعامة هؤلاء لما ذكروا المسئلة قالوا يستتاب ، فإن تاب وإلا قتل كالمرتد. (٢٨٣/٦)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": قال العلامة الحصكفي: وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة إلا الكافر بسبّ النبي صلى الله عليه وسلم من الأنبياء فإنه يقتل حداً ولا تقبل توبته مطلقاً، ومن شك في عذابه وكفره كفر، من نقص مقام الرسالة بقوله بأن سبه النبي صلى الله عليه وسلم أو بفعله بأن بغضه قتل =

....

....

....

=حداً كما مر التصريح به ، لكن صرح في آخر الشفاء بأن حكمه كالمرتد . درمختار.

ما في " **رد المحتار**" : وحاصله أنه نقل الإجماع على كفر الساب ، ثم نقل عن مالك ومن ذكر بعده أنه لا تقبل توبته .... ثم قال : وبمثله قال أبوحنيفة وأصحابه أي قال إنه يقتل يعني قبل التوبة لا مطلقاً .(رد المحتار :٦/٢٨٢)

ما في " **التاتارخانية** " : من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبياً بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر .(٤/٢٤٣، فصل فيما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : ومن قال لا أدري أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إنسياً أو جنياً يكفر كذا في فصول العمادية. (٢/٢٦٣، فصل فى أحكام المرتدين)

ما في " **البزازية على هامش الهندية** " : ومن سمع حديثه عليه السلام فقال : سمعناه كثيرا بطريق الاستخفاف يكفر .

(٦/ ٣٢٧، الفصل الثالث في الأنبياء ، كذا في مجمع الأنهر:٢/ ٥٠٦، البحر الرائق : ٥/ ٢٠٣)

وما في " **الهندية** " : ما كان في كونه كفراً اختلاف فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط ....وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته .(٢/ ٢٨٣، قبيل باب العاشر في البغاة ، كذا في الفتاوى التاتارخانية :٤/٢٣٤، كتا ب أحكام المرتدين)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": وقد صرح في النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوي وحاوي الزاهدي ، وغيرهما بأن حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سب الرسول فإنه مرتد ، وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد.

(٦/ ٢٨٤،كتاب الجهاد، حكم سباب الأنبياء، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ١/ ٥١)

ڈارون کا نظریہ رکھنے والے کے لیے توبہ اور تجدیدِ ایمان ضروری ہے

مسئلہ(۷): آج ہر چیز کے بارے میں تحقیق ہو رہی ہے، اور لوگ اپنی اپنی تحقیق پیش کر رہے ہیں، ان ہی میں سے ایک ''ڈارون'' نام کا شخص ہے، جس نے اپنی تحقیق کے مطابق یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان مٹی سے نہیں پیدا کیا گیا ہے، بلکہ اس کی ابتداء بندر سے ہوئی ہے، جبکہ اللہ تعالی نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے، لہذا اس کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے، یہ بے سر و پا اور ملحدانہ عقیدہ ہے، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اس لئے اگر کوئی شخص (معاذ اللہ) اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہو تو اسے فوراً اپنے اس عقیدے سے توبہ کرنا چاہیے اور تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کرنا چاہیے(۱)۔

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿**يا أيها الذين اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيراً ونساء**﴾.(النساء :۱)

وقال تعالی: ﴿**يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلنكم شعوباً وقبائل لتعارفوا**﴾.

(الحجرات : ۱۳)

وقال تعالی : ﴿**هو الذي خلقكم من نفس واحدة وجعل منها زوجها ليسكن إليها**﴾.

(الأعراف: ۱۸۹)

وقال تعالی: ﴿**قل هو الذي أنشأكم وجعل لكم السمع والأبصار والأفئدة**﴾.(الملك : ۲۳)

وقال تعالی : ﴿**ولقد خلقنا الإنسان من صلصال من حمإ مسنون**﴾.(النحل :۲۶)

وقال تعالی:﴿ **الله يبدأ الخلق ثم يعيده ثم إليه ترجعون**﴾.(الروم:۱۱)

وقال تعالی: ﴿**هو الله الخالق البارئ المصور له الأسماء الحسنٰى**﴾.(الحشر : ۲۴)

وقال تعالی: ﴿**نحن خلقنكم فلو لا تصدقون ، أفرأيتم ما تمنون، ء أنتم تخلقونه أم نحن الخالقون**﴾.

(الواقعة : ۵۷- ۵۹) =

....

....

= وقال تعالى: ﴿**الذي أحسن كل شيء خلقه وبدأ خلق الإنسان من طين ، ثم جعل نسله من سلٰلة من ماء مهين**﴾. (السجدة : ٨،٧)

وقال تعالى: ﴿**يا أيها الإنسان ما غرك بربك الكريم، الذي خلقك فسواك فعدلك**﴾.(الانفطار :٦،٧)

وقال تعالى: ﴿**وأنه خلق الزوجين الذكر والأنثى، من نطفة إذا تمنى**﴾.(النجم : ٤٦-٤٧)

وقال تعالى: ﴿**اقرأ باسم ربك الذي خلق ، خلق الإنسان من علق**﴾.(اقرأ : ١- ٢)

وقال تعالى: ﴿**ولقد خلقنا الإنسان من سلٰلة من طين**﴾.(المؤمنون : ٢٣)

وقال تعالى: ﴿**وإذ قال ربك للملئكة إني خالق بشراً من صلصال من حمأ مسنون ، فإذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له سٰجدين**﴾.(الحجر: ٢٨-٢٩)

وقال تعالى: ﴿**إنا خلقناكم من طين لازب**﴾.(الصافات: ٣٧)

وقال تعالى: ﴿ **خلقكم من نفس واحدة ثم جعل منها زوجها وأنزل لكم من الأنعام ثمٰنية أزواج**﴾.

(الزمر: ٣٩)

وقال تعالى: ﴿**إذ قال ربك للملئكة إني خالق بشراً من طين**﴾.(صٓ: ٣٨)

وقال تعالى: ﴿**فجعل منه الزوجين الذكر والأنثى**﴾.(القيامة : ٧٥)

وقال تعالى: ﴿**هل أتى على الإنسان حين من الدهر لم يكن شيئاً مذكوراً ، إنا خلقنا الإنسان من نطفة أمشاج نبتليه فجعلناه سميعاً بصيراً**﴾.(الدهر : ٧٦)

وقال تعالى: ﴿**فلينظر الإنسان مم خلق ، خلق من ماء دافق ، يخرج من بين الصلب والترائب**﴾.(الطلاق : ٦-٧)

وقال تعالى: ﴿**خلق الإنسان من صلصال كالفخار**﴾.(الرحمن : ٥٥) =

....

....

= وقال تعالى: ﴿**لقد خلقنا الإنسان في أحسن تقويم**﴾.(التين : ٥)

ما في " **السنن الترمذي** ": عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " **إن الله خلق آدم من قبضة قبضها من جميع الأرض، فجاء بنو آدم على قدر الأرض فجاء منهم الأحمر والأسود وبين ذلك والسهل والحزن والخبيث والطيب** " .(٢/١٢٤، أبواب التفسير)

ما فى " **الصحيح البخاري** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **خلق الله آدم وطوله ستون ذراعاً ثم قال : اذهب فسلم على أولئك النفر من الملائكة فاستمع ما يحيونك به فإنه تحيتك وتحية ذريتك فقال : السلام عليكم فقالوا : السلام عليك ورحمة الله فزاده ورحمة الله فكل من يدخل الجنة على صورة آدم فلم يزل الخلق ينقص حتى الآن** ".

(١/ ٤٦٨)

ما في " **السنن لأبي داود** " : وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **إن الله قد ذهب عنكم عبية الجاهلية وفخرها بالآباء، مؤمن تقي وفاجر شقي أنتم بنو آدم وآدم من تراب ليدعن رجال فخرهم بأقوام إنما هم فحم من فحم جهنم أو ليكونن أهون على الله من العجلان التي تدفع بأنفها النتن** ".(ص٦٩٧، كتاب الأدب، باب في التفاخر بالأحساب)

ما في" **الصحيح البخاري** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **استوصوا بالنساء خيراً فإن المرأة خلقت من ضلع وإن اعوج شيء في الضلع أعلاه فإن ذهبت تقيمه كسرته وإن تركته لم يزل أعوج فاستواصوا بالنساء** ".

(١/ ٤٦٩، كتاب الأنبياء، رقم الحديث : ٣٢٢١)

ما في " **السنن للترمذي** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **لينتهين أقوام يفتخرون بآبائهم الذين ماتوا إنما هم فحم جهنم أو ليكونن أهون على الله من الجعل الذي يدهده الخرء بأنفه إن الله قد أذهب عنكم عبية الجاهلية إنما هو مؤمن تقي وفاجر شقي** ،=

اجمیر شریف کے سات چکر لگانا

مسئلہ(۸): حج پوری دنیا میں صرف ایک ہی جگہ ''مکہ مکرمہ'' میں، سال میں ایک ہی مرتبہ، مقررہ وقت پر ماہِ ذی الحجہ میں، مخصوص افعال کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے، لہذا اگر کوئی شخص حج کی نیت سے اور ثواب سمجھ کر اجمیر کا چکر لگائے تو ثواب تو نہیں ملے گا، البتہ بدعت کا گناہ ضرور ہوگا، کیوں کہ شریعت میں اس کی ممانعت آئی ہے، لہذا ان افعال سے اجتناب ازحد ضروری ہے۔(۱)

= **الناس كلهم بنو آدم وآدم خلق من تراب** ". (۲/ ۲۳۱، باب من فضل اليمن)

ما في "**مجمع الزوائد**" : عن عقبة بن عامر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "**إن أنسابكم هذه ليست بسِباب على أحد، وإنما أنتم ولَد آدم طَفُّ الصاع لم تملئوه ليس لأحد فضل على أحد إلا بالدين، أو عمل صالح، حَسْبُ الرجل أن يكون فاحشاً بذيئاً بخيلاً جباناً** ". (۸/ ۱۰٤، رقم الحديث : ۱۳۰۷۷، باب لا فضل لأحد على أحد إلا بالتقوى)

ولقوله عليه السلام: " **إن ربكم واحد وأباكم واحد فلا فضل لعربي على عجمي ولا أحمر على أسود إلا بالتقوى** ". (مجمع الزوائد : ۱۰٤/۸، باب لا فضل لأحد على أحد إلا بالتقوى، رقم الحديث: ۱۳۰۷۹)

وعن أبي سعيد قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **إن أباكم واحد وإن دينكم واحد أبوكم آدم وآدم خلق من تراب** ".

(مجمع الزوائد : ۱۰٤/۸، باب لا فضل لأحد على أحد إلا بالتقوى، **آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱۱۵/۹**)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب**" : ﴿ **ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرين**﴾.

(آل عمران:۸۵)

ما في " **الصحيح لمسلم**" : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد** ".

(٢/٧٧، كتاب الأقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة ومحدثات الأمور)=

....

....

= ما في " **الصحيح البخاري** " : عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **قاتل الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد**".(١/ ٦٢،كتاب الصلوة ، باب الصلاة في البيعة)

ما في " **مجمع الأنهر** ": الحج شرعاً " زيارة مكان مخصوص" المراد بالزيارة الطواف ، والوقوف ، وبالمكان المخصوص البيت الشريف، والجبل المسمى بعرفات ، في زمان مخصوص وهو أشهر الحج ، بفعل مخصوص وهو الطواف والسعي محرماً .

(١/٣٨٢،كتاب الحج ،كذا في رد المحتارعلى الدرالمختار:٣/ ٣٩٩، كتاب الحج)

ما في " **عمدة القاري** ": الحج قصد إلى زيارة البيت الحرام على وجه التعظيم بأفعال مخصوصة .

(٩/ ١٧٣،كتاب الحج ،كذا في فتح الباري : ٣/٤٧٦ ،كتاب الحج)

ما في " **السنن لأبي داود** ": عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم : " **لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد ؛ مسجد الحرام ، ومسجدي هذا ، والمسجد الأقصى**".

(١/٣٧٨،كتاب المناسك ، باب في إتيان المدينة ،كذا في مجمع الزوائد:٤/ ٣ ٠ ٥ ،كتاب الحج)

ما في " **بذل المجهود** ": وشد الرحال كناية عن السفر ، أي لا يقصد بالسفر موضع بنية التقرب إلى الله تعالى إلا إلى أحد ثلاثة مساجد ؛ مسجد حرام في مكة ، ومسجدي هذا أي المسجد النبوي ، والمسجد الأقصى .(٧/ ٥٤٩)

ما في " **حجة الله البالغة** " : أقول : كان أهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورونها ، ويتبركون بها ، وفيه من التحريف والفساد ما لا يخفى ، فسدّ النبي صلى الله عليه وسلم الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ، ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله ، والحق عندي أن القبر ومحل عبادة ولي من أولياء الله والطور كل ذلك سواء في النهي والله أعلم .

(١/٤٣٢، المساجد ، مكتبة دار المعرفة، فتاوى دارالعلوم ديوبند :١/١١٣،كتاب السنة والبدعة ،

فتاوی رحیمیه :٩/٣٥)

پردہ کا مزاق اڑانے والے کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۹): اگرکسی شخص نے اپنی بیوی کو پردۂ شرعی کا حکم دیا اور جواباًاس عورت نے کہا کہ میں اخیر عمر تک یہ لعنت قبول نہ کروں گی ،تو شرعاً عورت کا یہ کلمہ،کلمۂ کفر ہے، کیوں کہ اس میں صریح نصِ قطعی سے ثابت شدہ حکمِ حجاب کا انکار ہی نہیں بلکہ اہانتِ حکمِ شرعی ہے،اورنصِ قطعی سے ثابت شدہ حکم کا انکاراوراس کی توہین کرنے سے انسان کافر ہوجاتا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " : ﴿**يا أيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن**﴾.(الأحزاب : ٥٩)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وفي الفتح : من هزل بلفظ كفر ارتد ، وإن لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر العناد.(٦/ ٢٧٠،كتاب الجهاد، باب المرتد)

ما في " **البحر الرائق** " : ويكفر إذا أنكر آية من القرآن أو سخر بآية منه.

(٥/ ٢٠٥،كتاب السير ، باب أحكام المرتدين ،كذا في الفتاوى التاتارخانية :٤/ ٢٥٠، فيما يتعلق بالقرآن)

ما في " **شرح الفقه الأكبر** " : وفي جواهر الفقه : من أنكر آية من كتاب الله .... كفر، وفيه : من جحد القرآن أي كله أو سورة منه أو آية ، قلت : وكذا كلمةً أو قراءة متواترة ، أو زعم أنها ليست من كلام الله تعالى كفر ، أي إذا كان كونه من القرآن مجمعاً عليه .(ص١٦٧، فصل في القراءة والصلوة)

وفيه أيضاً : إن استحال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر ، إذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية ، وكذا الاستهانة بها كفر ، بأن يعدها هينة سهلة .(ص١٥٢، استحلال المعصية ولو صغيرة كفر)

ما في " **التفسير البيضاوي** " : الكفر لغة ستر النعمة وأصله الكفر بالفتح .... وفي الشرع : إنكار ما علم بالضرورة مجيء الرسول به ، وإنما عد منه لبس الغيار وشد الزنار ونحوهما كفراً لأنها تدل على =

لہٰذا اس عورت پر توبہ، تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح ضروری ہے(۱)۔

تاریخی جنتری پر اعتقاد ویقین رکھنا

مسئلہ(۱۰): آج کل ایک تاریخی جنتری عام ہورہی ہے، جس میں پیشن گوئیاں لکھی ہوئی ہیں، ان پیشن گوئیوں پر اعتقاد ویقین رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، بلکہ یہ اعتقاد ویقین کفر تک پہونچا دیتا ہے۔(۲)

= التكذيب فإن من صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجترئ عليها ظاهراً لا لأنها كفر في أنفسها. (ص۲۳، تفسير سورة البقرة)

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** ": ما كان في كونه كفر اختلاف فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط، ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وتجديد النكاح بينه وبين امرأته .(۲/۳۸۳،كتاب السير ، موجبات الكفر أنواع ، قبيل الباب العاشر في البغاة ، كذا في الفتاوى التاتارخانية : ٤/ ٢٣٣،كتاب أحكام المرتدين في إجزاء ، أحسن الفتاوى :١/ ٣٩، **آپ کے مسائل اور ان کا حل**:۱/۵۰)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الحديث** " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه :" **من أتى كاهناً أو عرافاً فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم** ".

(السنن الترمذي :۱/۳۵، السنن لأبي داود:ص٥٤٥،كتاب الطهارة ، باب ما جاء في كراهية إتيان الحائض)

ما في " **الصحيح لمسلم** " : عن بعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **من أتى عرافاً فسأله عن شيء لم تقبل له صلوته أربعين ليلة** ".

(۲/۲۳۳،كتاب السلام ، باب تحريم الكهانة)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : والكاهن : من يتعاطى الخبر عن الكائنات في المستقبل ويدعي معرفة الأسرار ، والعراف : المنجم . (٦/ ٢٩٣،كتاب الجهاد ، مطلب في الكاهن والعراف)

ما في " **النبراس شرح شرح العقائد للفرهاري**" : والمنجم إذا ادعى العلم بالحوادث الآتية وكذا =

مرنے کے بعد روحوں کا واپس آنا

مسئلہ(۱۱): بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد روحیں دوبارہ دنیا میں اپنے گھروں کو واپس آتی ہیں، ان کا یہ عقیدہ سراسر غلطی پر مبنی ہے، کیوں کہ مرنے کے بعد مردوں کی ارواح کا مکان پر آنا نہ تو قرآنِ کریم کی کسی آیت سے ثابت ہے اور نہ تو کسی صریح حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے، البتہ مرنے کے بعد ارواح کا مستقر قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے(۱)، چنانچہ اس سلسلے میں اصولی جواب تو وہی ہے جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے دیا ہے، آپ ''اشرف الجواب'' میں رقمطراز ہیں: ''اگر مردہ منعم علیہ ہے تو اسے دنیا میں آکر لپٹے پھرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر معذب ہے تو فرشتگانِ عذاب کیونکر چھوڑ سکتے ہیں''۔

= الحالية الغائبة عن الحواس فهو مثل الكاهن فيكون كافراً و كذلك يكون مصدقه كافراً .

(ص :٣٤٣، باب مسئلة علم الغيب، مكتبه إمداديه ملتان ، فتاوى محموديه :١/ ٥٠٠)

الحجة على ما قلنا:

(١) (١) ما في " **الكتاب** " : ﴿**كلا إن كتاب الفجار لفى سجين** .... **كلا إن كتاب الأبرار لفى نعيم**﴾ . (سورة التطفيف: ١٨/٧)

ما في " **التفسير المظهرى** " : وجه التطبيق أن مقر أرواح المؤمنين فى عليين أو فى السماء السابعة و نحو ذلك كما مر، ومقر أرواح الكفار فى سجين ومع ذلك لكل روح منها إتصال لجسده فى قبره ـ (١٩٦/١٠)

ما في " **الحديث النبوى** " : عن أبى هريرةؓ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لا عدوى ولاطيرة ولا هامة ولا صفر ـ (الصحيح للبخارى: ٨٥٧/٢، كتاب الطب، باب لا هامة)

ما في " **مجمع الزوائد** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **إن أرواح المؤمنين في أجواف طير خضر تعلق في شجر الجنة ، قال : بلى ، قالت : فهو ذاك** ". =

نیز دوسرا عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء اپنے جسموں کو جہاں منتقل کرنا چاہیں کرسکتے ہیں، یہ عقیدہ بھی سراسر غلط ہے، کیوں کہ جس طرح روح اپنے تصرفات کیلئے جسم کی محتاج ہوتی ہے اسی طرح جسم بھی بغیر روح کے تصرف نہیں کرسکتا، اور ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد جسم کے تصرفات ختم کردیئے جاتے ہیں، لیکن اگر اللہ تعالی کی مدد و نصرت ہوجائے تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی (۱)۔

علاج کیلئے خلافِ توحید منتر پڑھ کر دم کروانا

مسئلہ (۱۲): ایسا شخص جو قرآن وحدیث اور ادعیۂ ماثورہ کے خلاف کسی دوسرے الفاظ سے علاج کرتا ہے، مثلاً بتوں اور شیطانوں کے نام سے، یا کسی اور کلماتِ کفر سے، یا ایسے الفاظ سے جن کے معنی معلوم نہیں، تو اس کے پاس علاج کرانا جائز نہیں اور جب یہ بات یقینی ہے کہ غیر مسلم عامل خلافِ

= وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **روح المؤمن طائر يعلق في شجر الجنة حتى يبعث يوم القيامة** " . (مجمع الزوائد :٣/٥٥، رقم الحديث : ٣٩٣٦ ، ٣٩٣٧)

ما في " **السنن للنسائي** " : قال عليه الصلاة والسلام : " **إنما نسمة المؤمن طائر في شجر الجنة حتى يبعثه الله إلى جسده يوم القيامة** ".(١/ ٢٢٥)

(١) ما في "**مجمع الزوائد**" : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "**ما من نفس تموت وهي من الله على خير تحبه أن ترجع إليكم ولها نعيم الدنيا وما فيها إلا القتل في سبيل الله فإنه يحب أن يرجع فيقتل مرة أخرى ، لما يرى من ثواب الله له** ".(٥/٣٨٦)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : وفيه بيان أن الجنة مخلوقة موجودة وهو مذهب أهل السنة ، وهي التي أهبط منها آدم ويتنعم فيها المؤمنون في الآخرة ، وفيه أن مجازاة الأموات بالثواب والعقاب قبل يوم القيامة وإن الأرواح باقية لا تفنى فيتنعم المحسن ويعذب المسيء وهو مذهب أهل السنة .(٧/٣٣٩)

توحید منتر ہی سے علاج کرتا ہے تو اس کے پاس علاج کرانا بالکل حرام ہے۔(۱)

وید، بائبل، قرآن وغیرہ کو ایک ہی تصور کرنا

مسئلہ(۱۳): بعض جاہل پیر اور موجودہ دور کے پڑھے لکھے مرد وخواتین جو خود کو سیکولر، اسکالر، پروفیسر وغیرہ کہتے ہیں، اور ہندوؤں کی کتاب وید، بائبل، قرآن وغیرہ کو ایک ہی تصور کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ سب پر عمل کرنا واجب ہے، یہ سب آسمانی کتابیں ہیں، تو یہ کلماتِ کفر ہیں، اس قسم

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الحديث النبوي** " : عن زينب امرأة عبد الله عن عبد الله قال : **سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : " إن الرقى والتمائم والتولة شرك ". قالت قلت : لم يقول هذا والله لقد كانت عيني تقذف فكنت اختلف إلى فلان اليهودي يرقيني ، فإذا رقاني سكنت فقال عبد الله : إنما ذلك عمل الشيطان كان ينخسها بيده ، فإذا رقاها كف عنها إنما يكفيك أن تقولي كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : " أذهب البأس رب الناس ، اشف أنت الشافي ، لا شفاء إلا شفاءك ، شفاءً لا يغادر سقماً "**.(السنن لأبي داود: ص٥٤٢، باب في تعليق التمائم)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : " إن الرقى " أي رقية فيها إسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها مما لا يجوز شرعاً ، ومنها ما لم يعرف معناها. (۸/۳۷۱، كتاب الطب والرقى)

ما في " **الحديث النبوي** " : عن مغيرة بن شعبة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : **" من اكتوى أو استرقى فقد برئ من التوكل "**.(سنن الترمذي :۲/۲٥، باب ما جاء في كراهية الرقية)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : " استرقى " أي بالغ في دفع الأمراض باستعمال الكلمات التي ليست من أسماء الله تعالى وكلمات كتابه ، ولا من الأدعية المأثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(مرقاة المفاتيح :۸/۳۷٥، كتاب الطب والرقى، **آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱/۳۰۹، جامع الفتاوی:۲/۲۱۷)**

کا عقیدہ رکھنے والے، اس کی دعوت دینے والے سب دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں۔(۱)

عملیات کے ذریعے کسی شخص کو چور یا مجرم قرار دینا

مسئلہ(۱٤): عملیات کے ذریعہ متہم چور یا مجرم کو واقعۃً چور یا مجرم سمجھنا، بالکل ناجائز اور بد گمانی ہے(۲)، ایسے عملیات سے اجتناب کرنا چاہیے، کیوں کہ اس سے عقائد فاسد ہوتے ہیں،

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": عن جابر أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بنسخة من التوراة فقال: يا رسول الله! هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله صلى الله عليه وسلم يتغير، فقال أبوبكر: ثكلتك الثواكل، ما ترى ما بوجه رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فنظر عمر إلى وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله، رضينا بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد نبياً، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **والذي نفس محمد بيده ، لو بدا لكم موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل، ولو كان حياً وأدرك نبوتي لاتبعني** ". رواه الدارمي. (ص: ۳۲، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ما فی " **مرقاة المفاتيح** ": (فقال: أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله) غضب الله توطئة لذكر غضب رسوله إيذاناً بأن غضبه غضبه ، كذا قال الطيبي، وإيماء إلى أن التعوذ إنما هو من غضب الله حقيقة وإنما يتعوذ من غضب رسوله لأنه سبب لغضبه تعالى. (۱/۳۹۹، ٤۰۰)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ومن اعتقد أن الإيمان والكفر واحد فهو كافر، ومن لا يرضى بالإيمان فهو كافر، كذا في الذخيرة. (۲/۲۵۷، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالى: ﴿ **يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم** ﴾.
(سورة الحجرات: ۱۲) =

اورتہمت وبہتان کا بھی دروازہ کھلتا ہے،لہذا اس کے ذریعہ کسی کو چور قرار دیکر زبردستی اس سے مالِ مسروقہ وصول کرنا،اس کو گرفتار کرنا،سزا دینا،اور ذلیل ورسوا کرنا جائز نہیں (۱)۔

= ما فی " **التفسیر الکبیر للرازی** ": قال الرازي تحت قوله تعالی: ﴿**یا أیها الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن**﴾ قوله: ﴿**اجتنبوا کثیراً من الظن**﴾ فهم منه أن المعتبر الیقین فیقول القائل: أنا أکشف فلاناً یعني أعمله یقیناً وأطلع علی عیبه مشاهدة فأعیب فأکون قد اجتنبت الظن ، فقال تعالی: ولا تتبعوا الظن ، ولا تجتهدوا في طلب الیقین في معایب الناس. (۱۱۰/۱۰)

ما فی " **شرح کتاب الفقه الأکبر** ": لا یأخذ الفال من المصحف.(ص: ۱۸۳)

(۱) ما فی " **بستان العارفین** ": قال الفقیه رحمه الله تعالی: لا ینبغي للرجل أن یعرض نفسه للتهمة ولا یجالس أهل التهمة ، ولا یخالطهم ، فإنه یصیر منهما .... وروي عن النبي صلی الله علیه وسلم أنه قال:" **من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یقفن مواقف التهم**".

(۵۳، الباب الرابع وستون في النهي عن التهمة ، بحواله فتاوی محمودیه: ۷۶/۲۰)

ما فی " **مشکوٰة المصابیح** ": عن أبي هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :" **المسلم أخو المسلم لا یظلمه ولا یخذله ولا یحقره، التقویٰ ههنا، ویشیر إلی صدره ثلاث مرات، بحسب امرءٍ من الشر أن یحقر أخاه المسلم ، کل المسلم علی المسلم حرامٌ ، دمه وماله وعرضه**".

(ص: ۴۲۲،کتاب الأدب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، خیر الفتاوی: ۸۷/۱)

دعوتِ ختان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں

مسئلہ(۱۵): دعوتِ ختان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، نہ تو نصاً اس کا کہیں ذکر ہے، اور نہ ہی ضابطہ مشروعیتِ دعوت: " الدعوة في السرور" میں داخل ہے، پھر اس کو سنت سمجھنے میں بدعت ہونے کی قباحتِ شنیعہ، مزید تبدیع (بدعت) کے لئے عدمِ ثبوت ہی کافی تھا، اور یہاں تو قرون مشہود لہا بالخیر میں صراحت سے اس پر نکیر موجود ہے، اس لیے یہ دعوت جائز نہیں۔(۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **المسند للإمام أحمد بن حنبلؒ**": عن عبيد الله أو عبد الله بن طلحة بن كريز عن الحسن قال: دعي عثمان بن أبي العاص إلى ختان فأبى أن يجيب، فقيل له فقال: إنا كنا لا نأتي الختان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا ندعى له.

(۱۳/۵۴۳، رقم الحديث:۱۷۸۳۳، مكتبة دارالحديث قاهرة)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح**": عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **فإن خير الحديث كتاب الله، وخير الهدي هدي محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة**".(ص: ۲۷)

ما فی " **الصحيح البخاری**": عن عائشة قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم:" **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد**". (۱/۳۷۱، مشكوة المصابيح:ص۲۷)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار**": (ومبتدع) أي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة . "**درمختار**". قوله: (وهي اعتقاد) ...... وحينئذ فيساوي تعريف الشمني لها بأنها ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أوعمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .

(۲/۲۹۹، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام)

داڑھی کا حکمِ شرعی اور اس کا مزاق واستہزاء

مسئلہ(۱٦) داڑھی رکھنا واجب اور شعارِ اسلام میں سے ہے، داڑھی کا حلق کرنا، یا ایک مشت سے کم داڑھی کا رکھنا بالاجماع حرام ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ادنی سے ادنی سنت کا مزاق اڑانا اور استہزاء کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور مذاق کرنے کے مترادف ہے جو کہ حرام وکفر ہے، اور داڑھی چونکہ شعارِ اسلام میں سے ہے اور وجوب کا درجہ رکھتی ہے، لہذا اس کا مذاق اڑانا اور استہزا کرنا تو اشد کفر اور حرام ہوگا، ایسے آدمی کا نکاح اور ایمان کی تجدید کرنا لازمی، اور آئندہ ایسے اقوال وافعال سے توبہ کرنا ضروری ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **الکتاب** ": قال تعالی:﴿**یا أیها الذین آمنوا لا تحلوا شعائر الله**﴾.(المائدة:۲)

ما في " **الصحیح البخاری** ": عن ابن عمر عن النبي صلی الله علیه وسلم قال: " **خالفوا المشرکین وفروا اللحی واعفوا الشوارب**". وکان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض علی لحیته فما فضل أخذه ، وفي روایة آخر بعد هذه الروایة ، قال:" **انهکوا الشوارب واعفوا اللحی**".

(۸۷۵/۲، باب تقلیم الأظفار، مشکوة المصابیح:ص ۳۸۰، کتاب اللباس، باب الترجل)

ما في " **السنن أبی داود** ": عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "**عشر من الفطرة.................... قص الشارب وإعفاء اللحی**".

(۱/ ۹، باب السواك من الفطرة، السنن النسائي: ۷/۱)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** ": ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته. درمختار.

(۵۸۳/۹، کتاب الحظر والإباحة، فتاوی محمودیه: ۵۳۷/۲)

نماز کا تمسخر اور مذاق اڑانے والے کا حکم

مسئلہ(۱۷): نماز شعائرِ اسلام میں سے ایک اہم ترین اور بنیادی شعار ہے، لہذا اس کا تمسخر اور مذاق اڑانے والا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائیگا، ایسے شخص پر تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح لازم اور ضروری ہے، جب تک توبہ کر کے تجدیدِ ایمان ونکاح نہ کرے اس وقت تک تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے شخص سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کردیں، اور اگر ایسی حالت میں عورت کو اپنے ساتھ رکھا تو اس درمیان جو بھی اولاد پیدا ہوگی وہ اولاد الزنا کہلائے گی۔البتہ تجدیدِ نکاح سے پہلے جو اولاد پیدا ہوگی ان کا نسب شخصِ مذکور سے ثابت ہوگا۔(۱)

نئے مکان کی بنیادوں پر خون ڈالنا

مسئلہ(۱۸): بعض مسلمان نیا مکان تعمیر کرتے وقت اس کی بنیادوں پر جو خون ڈالتے ہیں یہ گناہِ

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** ": قال الله تعالى:﴿**ذلک ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب**﴾.

(سورة الحج:۳۲)

وقال تعالى:﴿ **يا أيها الذين آمنوا لا تحلوا شعائر الله**﴾.(سورة المائدة:۲)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال الحصكفي: وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفراً اتفاقاً ، يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد زنا، وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح. "**درمختار**".

قال ابن عابدين: قوله: (وأولاده أولاد زنا) كذا في فصول العمادي لكن ذكر في نور العين: ويجدد بينهما النكاح إن رضيت زوجته بالعود إليه وإلا فلا تجبر، والمولود بينهما قبل تجديد النكاح بالوطء بعد الردة يثبت نسبه منه، لكن يكون زنا. (۳۹۱،۳۹۰/۶، كتاب الجهاد، باب المرتد)

(فتاوى محمودیہ:۵۱۴/۲، آپ کے مسائل کا حل:۵۶/۱، آپ کی مسائل اور ان کا حل:خير الفتاوى:۸۲/۱، جامع الفتاوى:۳۶۵/۲)

کبیرہ ہے، ہندؤوں اور بت پرستوں کا عقیدہ اور شعار ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ۔(۱)

بچوں کے گلے یا ہاتھ میں کالا ڈورا باندھنا

مسئلہ(۱۹): بچے کی پیدائش پر مائیں اپنے بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کیلئے اس کے گلے یا ہاتھ کی کلائی میں کالے رنگ کی ڈوری باندھ دیتی ہیں، یا بچے کے سینے یا سر پر کاجل سے سیاہ رنگ کا نشان لگا دیا جاتا ہے تاکہ بچے کو بری نظر نہ لگے، اگر اس سے اعتقاد میں کوئی خرابی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، صرف مقصد یہ ہو کہ بدنما کردے تاکہ کسی کی نظرِ بد نہ لگے۔(۲)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى: ﴿ **ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه ، وهو في الآخرة من الخٰسرين** ﴾. (سورة آل عمران : ۸۵)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : لقوله عليه السلام : " **من تشبه بقوم فهو منهم** ". أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار .

(۸/۲۲۲، كتاب اللباس ، رقم الحديث : ۴۳۴۷، أحسن الفتاوى : ۸/۲۲۸)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما " **السنن النسائي** " : عن أبي سعيد قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتعوذ من عين الجان ، وعين الإنس، فلما نزلت المعوذتان أخذ بهما وترك ما سوى ذلك .

(۲/۲۷۰، كتاب الاستعاذة ، الاستعاذة من عين الجان)

ما في " **الدر المختار** ": ولا الرتيمة هي خيط يربط بأصبع أو خاتم لتذكر الشيء ، والحاصل أن كل ما فعل تجبراً كره ، وما فعل لحاجة لا . عناية . "درمختار" .

قوله : (ولا الرتيمة) .... وفي المنح : إنما ذكر هذا لأن من عادة بعض الناس شد الخيوط على =

حدیث میں "طلب العلم" سے مرادعلمِ دین ہے نہ کہ علمِ دنیوی

مسئلہ(۲۰): آج کل تعلیم گاہوں میں جوعلم پڑھاجاتا ہے وہ علم نہیں بلکہ ہنر، پیشہ اورفن ہے، وہ بذاتِ خودنہ اچھاہے نہ برا،اس کاانحصاراس کے صحیح یاغلط مقصداوراستعمال پرہے،حدیث میں جس علم کوفرض قراردیاگیاہےاس سےعلمِ دین مرادہے جوکہ اصل ہے،مثلاً: قرآن،تفسیرِقرآن،حدیث،فقہ وغیرہ،اور اسی کے حکم میں وہ علم بھی مرادہوگا جودین کے لیے وسیلہ وذریعہ کی حیثیت رکھتاہوجیسےنحو،صرف، بلاغت، منطق وقراءۃ وغیرہ۔(۱)

= بعض الأعضاء و كذا السلاسل وغيرها ، وذلك مكروه لأنه محض عبث ، فقال : إن الرتم ليس من هذا القبيل كذا في شرح الوقاية اهـ. .... وفيها لا بأس بوضع الجماجم في الزرع والمبطخة لدفع ضرر العين ، لأن العين حتى تصيب المال والآدمي والحيوان ويظهر أثره في ذلك عرف بالآثار ، فإذا نظر الناظر إلى الزرع يقع نظره أولاً على الجماجم لارتفاعها ، فنظره بعد ذلك إلى الحرث لا يضره ، روي أن امرأة جاء ت إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقالت: نحن من أهل الحرث وإنا نخاف عليه العين ، فأمر النبي صلى الله عليه وسلم أن يجعل فيه الجماجم .... قال عياض : قال بعض العلماء : ينبغي إذا عرف واحد بالإصابة بالعين أن يجتنب ويحترز منه ، وفي النسائي : أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : "إذا رأى أحدكم من نفسه أو ماله أو أخيه شيئاً يعجبه فليدع بالبركة ، فإن العين حق" والدعاء بالبركة أن يقول : تبارك الله أحسن الخالقين ، اللهم بارك فيه ، ويؤمر العائن بالاغتسال ويجبر إن أبى ، ملخصاً ، والله سبحانه وتعالى أعلم .(رد المحتار: ۵۲۲/۹۔۔۵۲٤، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۲٤/۸)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **مرقاة المفاتيح**": لقوله عليه السلام :" **طلب العلم فريضة على كل مسلم**".

قال الملا علي القاري : (طلب العلم) أي الشرعي (فريضة) أي مفروض فرض عين (على كل مسلم) .... قال الشارح : المراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته ونبوة رسوله ، وكيفية الصلاة فإن تعلمه فرض عين .

(۱/٤۳٤، كتاب العلم ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۲۱، المكتبة الأشرفية ديوبند ، وكذا =

باب البدعات والرسومات

(بدعات ورسومات کا بیان)

ماہِ محرم کی بعض بدعات وخرافات کا حکم

مسئلہ(۲۱): ماہِ محرم میں تعزیہ مع علم کے نکالنا اوراس کے ساتھ مرثیہ پڑھنا، نیز جلوس کے ساتھ شریک ہونا اورنذرِ حسین کی سبیل نکالنا، اس کا پینا اور پلانا اوراس کو کارِثواب سمجھنا یہ جملہ امور بدعت وناجائز اورروافض کا شعار ہیں(۱)، البتہ ایصالِ ثواب بلاتقییداتِ مخترعہ کے درست ہے(۲)۔

= في فتح الباري : ۱۷۸/۱، كتاب العلم ، باب فضل العلم ، رقم الحديث : ۵۹ ، مكتبة شيخ الهند ديوبند ، وكذا في رد المحتار: ۱۲۱/۱، مقدمة ، قبيل مطلب في فرض الكفاية)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الصحيح البخاري** ": عن عائشة قالت : قال النبي صلى الله عليه وسلم : " **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد** ".

(۳۷۱/۱، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود، مشكوٰة المصابيح : ۲۷/۱، باب الاعتصام بالكتاب و السنة ، الفصل الأول)

تعزیہ داری درعشرِ محرم یاغیرآن وساختن ضرائح وصورتِ قبوروعلم تیارکردن دلدل وغیرذلک ایں ہمہ امور بدعت است نہ درقرنِ اول بودنہ درقرنِ ثانی نہ درقرنِ ثالث۔

(مجموعة الفتاوى على هامش الخلاصة الفتاوى :۳۴۴/۴، كتاب الكراهية ، باب ما يحل استعماله وما لا يحل)

(۲) والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكرا أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة .

أما الكتاب فلقوله تعالى: ﴿**وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا**﴾. (الإسراء :۲۴)

وأما السنة فأحاديث كثيرة منها ما في الصحيحين حين ضحى بالكبشين فجعل أحدهما عن أمته وهو مشهور تجوز الزيادة به على الكتاب ، ومنها ما رواه أبوداود : .... اقرؤوا على موتاكم سورة يٰسٓ. (البحر الرائق : ۱۰۵/۳، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت)

نئے سال (New Year) کی آمد پر خوشی منانا

مسئلہ(۲۲): نئے سال کی آمد پر جو خوشی منائی جاتی ہے، اور اس خوشی کے اظہار کیلئے جو افعال اختیار کئے جاتے ہیں مثلاً: پٹاخے پھوڑنا، تالیاں بجانا، سیٹیاں بجانا، ناچ گانا کرنا، Happy New Year کہنا، یا نئے سال کی مبارکبادی دینے کیلئے موبائل سے ایک دوسرے کو SMS بھیجنا وغیرہ، یہ سب ناجائز ہیں، اور اس میں شرکت یہود ونصاری کی مشابہت اختیار کرنا ہے، جس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔(۱)

بسنت اور تل سنکرات ہندوانہ رسمیں ہیں

مسئلہ(۲۳): بسنت میلہ ایک ہندوانہ تہوار ہے، اس کے کسی بھی عمل میں شرکت غیروں کی مشابہت اختیار کرنا ہے، جس پر حدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے(۲)، اسی طرح تل سنکرات بھی غیر اسلامی تہوار ہے جس میں پتنگ بازی، ناچ گانا ہوتا ہے، نیز اس میں وقت، پیسہ اور

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی "**السنن أبی داود**": لقوله علیه السلام:" **من تشبه بقوم فهو منهم**".(ص: ۵۵۹)

ما فی "**مشکوٰة المصابیح**": عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "**أبغض الناس إلی الله ثلثة ؛ ملحد في الحرم ، مبتغ في الإسلام سنة الجاهلیة ، ومطلب دم امرئ مسلم بغیر حق لیهریق دمه**". رواه البخاري (ص: ۲۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۲۹/۸)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی "**السنن أبی داود**": عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "**من تشبه بقوم فهو منهم**".(ص: ۵۵۹) =

جانوں کے ضیاع جیسی عظیم قباحتیں اور برائیاں موجود ہیں، جوشرعاً ناجائز اور حرام ہیں(۱)۔

اپریل فول منانا شرعاً ممنوع ہے

مسئلہ(۲٤): اپریل فول منانا شریعتِ اسلامیہ میں کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں سراسر جھوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لیا جاتا ہے، اور یہ دونوں چیزیں حرام ہیں(۲)، نیز اس میں صنم پرستی کا توہم بھی پایا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ فرانس میں سترہویں عیسوی سے پہلے سال کا آغاز یکم جنوری کے بجائے یکم اپریل سے ہوا کرتا تھا، اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی ''وینس'' کی طرف منسوب کرکے مقدس سمجھا کرتے تھے، جس کا ترجمہ یونانی زبان میں Aphro dite کہا جاتا ہے، اور شاید اسی یونانی نام سے مشتق کرکے اس مہینے کا نام اپریل رکھ دیا گیا ہے۔

= (۱) ما فی '' **الکتاب** '': قال تعالیٰ:﴿**ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم**﴾ . (سورة لقمان:٦)

وقوله تعالیٰ:﴿**إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين ، وكان الشيطن لربه كفوراً**﴾.

(سورة الإسراء:٢٧) (فتاویٰ حقانیه: ١٠٩/٢)

الحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی '' **الصحیح البخاری** '': عن أبي هريرة عن النبي صلی الله علیه وسلم قال: '' **آية المنافق ثلاث؛ إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أؤتمن خان**''. (١٠/١)

ما فی '' **الجامع الترمذی** '': عن أنس عن النبي صلی الله علیه وسلم في الكبائر قال:'' **الشرک بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس وقول الزور**''. (٢٢٩/١)

ما فی '' **السنن أبی داود** '': عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:'' **من تشبه بقوم فهو منهم**''.(سنن أبي داود:ص٥٥٩، فتاوی حقانیه:١٠٩/٢، فتاوی حقانیه: ١١١/٢)

ختمِ قرآن پر مٹھائی تقسیم کرنا

مسئلہ(۲۵): تراویح میں ختمِ قرآن پر مٹھائی تقسیم کرنا بہت سی خرابیوں کو مستلزم ہے، مثلاً:

۱/......اس کو مستقل ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے، اس لئے یہ دین میں بدعت پیدا کرنا ہے(۱)۔

۲/......مٹھائی تقسیم کرنے کا اس طرح التزام کیا جاتا ہے کہ اس رسم کو کسی بھی حال میں ترک نہیں کیا جاتا اور التزام (ضروری سمجھنا) سے مستحب کام بھی مکروہ اور واجب الترک ہو جاتا ہے(۲)۔

۳/......اس مٹھائی کے لئے چند خاص لوگوں سے چندہ بھی لیا جاتا ہے، تو اس صورت میں چندہ دینے والے کی رضا متیقن نہیں ہوتی ہے، بلکہ ظنِ غالب یہ ہے کہ مروت اور غلبۂ حیا کی وجہ سے رقم دی گئی ہو، لہذا اس رقم سے خریدی گئی مٹھائی حلال نہ ہوگی (۳)۔

۴/......لیکن اگر کوئی اظہارِ مسرت وتشکر کی بنا پر اپنی طرف سے مٹھائی تقسیم کردے تو کوئی حرج نہیں ہے(۴)۔

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الحديث النبوي** ": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد** ".(صحيح البخاري: ص٤٧٧، كتاب الصلح ، باب قول الله تعالى)

(۲) ما في " **فتح الباري** " : قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها ، التيامن مستحب في كل شيء أي من أمور العبادة ، لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته.(۲/ ٤٣٧)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر.(۳/۲٦)

(۳) ما في " **الحديث النبوي** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه** ". (السنن الكبرى للبيهقي: ٦/ ١٦٦، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح :ص٢٥٥)

(٤) ما في " **شعب الإيمان للبيهقي** " : عن ابن عمر قال : تعلم عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه =

مروجہ رسمِ قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب کا حکم

مسئلہ(۲۶): مروجہ رسمِ قرآن خوانی اسلاف سے ثابت نہیں، البتہ ایصالِ ثواب احادیث سے ثابت ہے، مگر اس کے لیے مجلس کا اہتمام پھر شیرینی تقسیم کرنا یہ سب کسی آیتِ قرآنی، یا حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، یا فعلِ صحابہ وغیرہ سے ثابت نہیں۔(۱)

=البقرة في اثني عشرة سنة فلما أتمها نحر جزوراً.

(۳۳۱/۲، باب تعظيم القرآن، فصل في تعليمه، أحسن الفتاوى: ۱/ ۳۷۷، فتاوى شيخ الإسلام: ص۵۵، فتاوى محموديه: ۷۶/۳،)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري. وقال العيني في شرح الهداية: ومنع القاري للدنيا ، والآخذ والمعطي آثمان، فالحاصل ....فإذا لم يكن للقاري ثواب الطعام لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر، ولولا الأجرة لما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان.

(۷۷/۹، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحريم مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل ونحوه)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": ونقل العلامة الحلواني في حاشية المنتهى الحنبلي عن شيخ الإسلام تقي الدين ما نصه: ولا يصح الاستئجار على القراءة وإهدائها إلى الميت، لأنه لم ينقل عن أحد من الأئمة الإذن في ذلك. وقد قال العلماء: إن القارئ إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب له فأي شيء يهديه إلى الميت؟ وإنما يصل إلى الميت العمل الصالح، والاستئجار على مجرد التلاوة لم يقل به أحد من الأئمة .... وممن صرح بذلك أيضاً الإمام البركوي قدس سره في آخر الطريقة المحمدية فقال: الفصل الثالث في أمور مبتدعة باطلة أكبّ الناس عليها على ظن أنها قرب مقصودة، إلى أن قال: ومنها الوصية من الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته أو بعده وبإعطاء دراهم لمن يتلو القرآن لروحه أو يسبح أو يهلل له، وكلها بدع منكرات باطلة، والمأخوذ منها حرام للآخذ، وهو عاصٍ بالتلاوة والذكر لأجل الدنيا اهـ ملخصاً. (۷۸/۹، فتاوى محموديه: ۹٤/۳)

موجودہ قرآن خوانی محض ایک رسم ہے

مسئلہ(۲۷): مروجہ قرآن خوانی محض ایک رسم بن چکی ہے(۱)،اس میں تلاوتِ قرآن پر اجرت لینا و دینا،خواہ اجرت طے کی جائے یا مشہور ومعروف ہونے کی وجہ سے دل ہی میں مخفی رکھی جائے (۲)،خواہ روپئے کی شکل میں ہو یا شیرینی، کپڑا، غلہ، کھانا وغیرہ کی شکل میں ہو، بہرصورت مکروہِ تحریمی ہے(۳)۔

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **فتح الباري** ": قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مکروهات إذا رفعت عن رتبتها .(۲/ ۴۳۷)

ما في " **السعاية في كشف ما في شرح الوقاية** ": أن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة ، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل له في الشرع .(ص: ۲۶۵، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)

(۲) ما في " **الأشباه والنظائر** " :" المعروف كالمشروط".(ص:۳۴۴)

(۳) ما في " **رد المحتار** " : ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور ، وهي بدعة مستقبحة .... وفي البزازية : ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم ، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص ، والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره .... وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى اهـ.(۳/ ۱۴۸،كتاب الصلاة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل البيت ، بيروت)

ما في " **رد المحتار** ": قال تاج الشريعة في شرح الهداية : إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري ، وقال العيني في شرح الوقاية : ويمنع القاري للدنيا والآخذ والمعطي آثمان ، فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز، لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال ، فإذا لم يكن للقاري ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر ولو لا =

دلہن پر قرآن کا سایہ کرنا

مسئلہ(۲۸): دلہن پر قرآن کا سایہ کرنے کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں، اور اس امر کو سنت یا ضروری سمجھنا بدعت، گمراہی اور گناہ کبیرہ ہے، لہذا اس سے اجتناب لازم ہے۔(۱)

= الأجرة ما قرأ أحدٌ لأحد في هذا الزمان .... المفتى به جواز الأخذ استحساناً على تعليم القرآن لا على القراء ة المجردة، ولصلة القاري بقراء ته لأن هذا بمنزلة الأجرة والإجارة في ذلك باطلة وهى بدعة ولم يفعلها أحد من الخلفاء .(۹/ ٦۷، ٦۸، كتاب الإجارة)

ما في " **زاد المعاد**" : تعزية أهل الميت ولم يكن من هديه أن يجتمع للعزاء ويقرأ له القرآن ، لا عند قبره ولا غيره وكل هذا بدعة حادثة مكروهة . (١/ ١٤٦)

الحجة على ما قلنا:

(١) ما فی " **كتاب التعريفات للجرجانی** ": البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون، ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي. (ص: ٤٧)

ما فی " **مشکوٰة المصابيح** ": ولقوله عليه السلام:" **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد**".

(ص: ٢٧، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول)

وأيضاً: وقال أيضاً:" **كل بدعة ضلالة**". (ص: ٣٠، شرح الطيبي: ١/ ٣٢٤)

ما فی " **مرقاة المفاتيح شرح مشکوٰة المصابيح** ": قال في الأزهار: أي كل بدعة سيئة ضلالة لقوله عليه الصلاة والسلام:"**من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها**"..........قال النووي: البدعة كل شيء عمل على غير مثال سبق، وفي الشرع إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم..........قال الشافعي رحمه الله : ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع فهو ضلالة. (١/ ٣٣٧،٣٣٨، فتاوى عثماني: ١/ ١١٣، فتاوى حقانيه: ١/ ٨٠، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ٥/ ٢٠٢)

سیرت النبی کے جلسے جلوس کرنا

مسئلہ(۲۹): سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر جلسے جلوس کرنا شرعاً جائز ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وحالات پر مسلمانوں کو مطلع کرنا، جس کے ذریعہ زندگی مطابقِ سنت ہو اور دین کی پابندی کا شوق پیدا ہو، اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ وموجبِ اجروثواب ہے، بشرطیکہ اس میں التزام مالا یلزم اور کوئی عمل خلافِ شرع نہ ہو، مثلاً زمان ومکان کی تخصیص کرنا(۱)، اور یہ خیال رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محفل میں تشریف لاتے ہیں، اس لیے آپ کی تعظیم میں قیام کرنا وغیرہ، کیوں کہ یہ بدعت اور نصِ صریح کے خلاف ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الصحيح لمسلم** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : " **لا تختصوا ليلة الجمعة من الليالي ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام إلا أن يكون في صوم يصوم أحدكم** ". (۱/ ۳٦۱ ، كتاب الصيام ، كراهية انفراد يوم الجمعة)

ما في " **البحر الرائق** " : وعرفها الشمني : بأنها ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (۱/ ٦۱۱ ، كتاب الصلوة ، باب الإمامة ، كذا في رد المحتار على الدر المختار: ۳/ ۳٥۲، كتاب الصلوة)

ما في " **روح المعاني** " : وقال صاحب جامع الأصول : الابتداع من المخلوقين إن كان في خلاف ما أمرا لله تعالى به ورسوله فهو في حيز الذم والإنكار ، وإن كان واقعاً تحت عموم ما ندب الله تعالى إليه وحض عليه أو رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فهو في حيز المدح وإن لم يكن مثاله موجوداً كنوع من الجود والسخاء .(٥/ ۲۹٥ ، مکتبه زکریا دیوبند)

(۲) ما في " **الكتاب** " : ﴿**قل لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله**﴾.(النحل : ٦٥)

ما في " **شرح الفقه الأكبر**" : وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاده أن النبي عليه الصلاة والسلام =

جلسے جلوس وغیرہ کی ابتدا تلاوت کلام اللہ سے کرنا

مسئلہ(۳۰): کسی دینی تقریب یا اہلِ اسلام کے جلسے وجلوس کی ابتداء کلام اللہ شریف سے ہو تو نہایت مستحسن اور باعثِ برکت ہے، مگر یہ فرض اور واجب کے درجے میں نہیں ہے کہ اس کے ترک سے کوئی گناہ لازم آتا ہو، ہاں؛ البتہ اس کے ترک سے برکت اور ثواب سے محرومی رہے گی۔(۱)

= يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى:﴿ **قل لا يعلم من في السموات** ﴾ الآية .

(ص ١٥١، حكم تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب)

ما في " **السنن لأبي داود**" : عن أبي أمامة قال : خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم متوكئاً على عصى فقمنا إليه ، فقال:" **لا تقوموا كما تقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضاً** ".

(٢/ ٦١٠،كتاب الأدب ، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه)

ما في " **السنن الترمذي** " : عن العرباض بن سارية قال : " **وعظنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً بعد صلاة الغداة موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل : إن هذه موعظة مودع فما ذا تعهد إلينا يا رسول الله ؟ قال : أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن عبد حبشي فإنه من يعيش منكم يرى اختلافاً كثيراً وإياكم ومحدثات الأمور فإنها ضلالة فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ** ".

(٢/ ٩٦، أبواب العلم ، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة)

ما في " **الفتاوى الحديثية** " : ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ووضع أمه له من القيام وهو أيضاً بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس إنما يفعلون ذلك تعظيماً له فالعوام معذورون لذلك بخلاف الخواص والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب.

(ص ١١٢، مطلب في أن القيام في أثناء مولده الشريف بدعة، فتاوى محموديه: ٣/ ٢١٨)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **مرقاة المفاتيح** " : عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **كل أمر ذي بال لا يبدأ فيه بالحمد لله فهو أقطع** ". رواه ابن ماجة .=

....

....

....

= (قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : **كل أمر ذي بال**) أي ذي شأن واعتبار يرجى منه حسن مآل ، في النهاية : البال الحال والشأن ، وأمر ذو بال، أي شريف يحتفل به ويهتم ، والبال في غير هذا القلب ، وقال غيره : إنما قال ذوبال لأنه من حيث إنه يشغل القلب كأنه ملكه وكأنه صاحب بال (لا يبدأ) وفي رواية : لم يبدأ (بالحمد لله) بإسقاط همزة الوصل وبإثباتها حكاية (فهو) أي ذلك الأمر (أقطع) أي مقطوع البركة على وجه المبالغة ، أي أقطع من كل مقطوع ، (رواه ابن ماجة) ، وكذا أبوداود ، والنسائي في عمل اليوم والليلة ، و البيهقي في شعب الإيمان ، " وفي رواية : "فهو أبتر " أي ذاهب البركة ، رواه الخطيب في الجامع ، وفي رواية : " فهو أجذم " ، وفي رواية : لا يبدأ فيه ببسم الله الرحمن الرحيم ، رواه ابن حبان من طريقين ، وحسنه ابن الصلاح وتقدم الجمع بين الحديثين في أول الكتاب والله تعالى أعلم بالصواب.

(۲۸۵/٦، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرع، مكتبة أشرفية ديوبند)

ما في " **السعاية** " : قال الطيبي في حاشية المشكاة : فيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال ، فكيف من أصر على بدعة أو منكر وجاء حديث ابن مسعود : " **إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه** ". انتهى.

(۲/ ۲٦۳، باب صفة الصلوة ، قبيل فصل في القراءة ، مكتبة سهيل اكيدمي لاهور)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : وقد كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وآله وأصحابه إذا اجتمعوا أمروا أحدهم أن يقرأ سورة من القرآن كذا في الغرائب.

(٥/ ٣١٦، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عند قراءة القرآن، مكتبة دار إحياء التراث العربي بيروت، فتاوى محموديه : ۳/ ٥٥٨، فتاوى حقانيه : ۷٥/۲، جامع الفتاوى :۲/ ٤۷٥، فتاوى محموديه: ٥۸۸/۳)

مزاروں پر چڑھاوے چڑھانا اور منت مانگنا

مسئلہ(۳۱): مزاروں پر چڑھاوے چڑھانا اور منتیں مانگنا بدعت وحرام ہے، لہذا اس سے کلی اجتناب ضروری ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما فی " **السنن أبی داود**": عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:" **لا نذر في معصية وكفارته كفارة يمين**".

(ص: ٤٦٧، كتاب الأيمان والنذور، باب من رأى عليه كفارة إذا كان في معصية، سنن ابن ماجة: ١٥٤، أبواب الكفارات، باب النذر في المعصية)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدارهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل حرام. درمختار. ومنها أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر.

(٣/ ٤٢٧، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص٦٩٣، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به)

ما فی " **البحر الرائق** ": وقد قدمنا أن النذر الذي لا يصح بالمعصية للحديث: " **لا نذر في معصية الله** ". فقال الشيخ قاسم في شرح الدرر: وأما النذر الذي ينذره العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أو مريض أو له حاجة ضرورية فيأتي بعض الصلحاء فيجعل ستره على رأسه فيقول: يا سيدي فلان إن رد غائبي أو عوفي مريضي أو قضيت حاجتي فلك من الذهب كذا أو من الفضة كذا أو من الطعام كذا أو من الماء كذا أو من الشمع كذا أو من الزيت كذا فهذا النذر باطل بالإجماع.

(٢/ ٥٢٠، كتاب الصوم، فصل في النذر، الفتاوى الهندية: ١/ ٢١٦، كتاب الصوم، في المتفرقات ، قبيل كتاب المناسك، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ١/ ٣١٠)

دعا میں کسی نبی یا ولی کو وسیلہ بنانا

مسئلہ(۳۲): اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرنے اور اپنی حاجت طلب کرنے میں کسی نبی، یا ولی کو بطورِ وسیلہ کے ذکر کرنا اور یوں کہنا کہ اے اللہ بوسیلۂ فلاں نبی، یا بوسیلۂ فلاں ولی میرے حال پر رحم فرما، اور میری حاجت پوری کر، یہ جائز اور مسنون ہے اور اجابتِ دعا میں نہایت مؤثر ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الجامع الترمذي** " : عن عثمان بن حنيف أن رجلاً ضريرا البصر أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال : أدع الله أن يعافيني، قال : "**إن شئت دعوت وإن شئت صبرت فهو خير لک فادعه قال: فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه ويدعو بهذا الدعاء ، أللهم إني أسألک وأتوب إليک بنبيک محمد نبي الرحمة إني توجهت بک ، إلى ربي في حاجتي هذه لتقتضي لي أللهم فشفعه فيّ**".

(۱۹۸/۲، باب الدعوات)

ما في " **الصحيح البخاري** " : عن ابن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " **بينما ثلاثة نفر يتماشون أخذهم المطر، فمالوا إلى غار في الجبل ، فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبل فأطبقت عليهم ، فقال بعضهم لبعض : انظروا أعمالاً عملتموها لله صالحةً ، فادعوا الله بها لعله يفرجها ، فقال أحدهم : اللهم إنه كان لي والدان شيخان كبيران ، ولي صبية صغار ، كنت أرعى عليهم ، فإذا رحت عليهم فحلبت بدأت بوالدي أسقيهما قبل ولدي ، وإنه ناء بي الشجر فما أتيت حتى أمسيت فوجدتهما قد ناما ، فحلبت كما كنت أحلب ، فجئت بالحلاب فقمت عند رؤوسهما ، أكره أن أوقظهما من نومهما ، وأكره أن أبدأ بالصبية قبلهما ، والصبية يتضاغون عند قدميّ ، فلم يزل ذلک دأبي ودأبهم حتى طلع الفجر ، فإن كنت تعلم أني فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج لنا فرجة نرى منها السماء ، ففرج الله لهم فرجة حتى يرون منها السماء . وقال الثاني : اللهم إنه كانت لي ابنة عم أحبها كأشد ما يحب الرجال النساء ، فطلبت إليها نفسها ، فأبت حتى آتيها بمائة دينار ، فسعيت حتى جمعت مائة دينار فلقيتها بها ، فلما قعدت بين رجليها ، قالت:** =

تعویذ کے جائز ہونے کی شرطیں

مسئلہ(۳۳): علماء کرام نے تعویذ کو تین شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا ہے :

۱/......تعویذ کلامِ الٰہی، اسماء الٰہی اور صفاتِ الٰہی سے ہو۔

۲/......عربی زبان میں اور ایسے کلمات کے ذریعہ ہوں جن کے معانی معلوم ہوں۔

۳/......اعتقاد یہ ہو کہ تعویذات بذاتہا مؤثر نہیں بلکہ مؤثرِ حقیقی اللہ کی ذات ہے، اگر اس کی مشیت ہو تو اسے اثر انداز بنا سکتا ہے ورنہ نہیں۔(۱)

= **یا عبد الله اتق الله ، ولا تَفتَح الخاتم إلا بحقه ، فقمت عنها ، اللهم فإن كنت تعلم أني قد فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج لنا منها ، ففرج لهم فرجةً . وقال الآخر : اللهم إني كنت استأجرت أجيراً بفرق أرز ، فلما قضى عمله قال : أعطني حقي ، فعرضت عليه حقه فتركه ورغب عنه ، فلم أزل أزرعه حتى جمعت منه بقراً وراعيها ، فجائني فقال : اتق الله ولا تظلمني وأعطني حقي ، فقلت : اذهب إلى ذلک البقر وراعيها ، فقال : اتق الله ولا تهزأ بي ، فقلت : إني لا أهزأ بک ، فخذ ذلک البقر وراعيها ، فأخذه فانطلق بها ، فإن كنت تعلم أني فعلت ذلک ابتغاء وجهک ، فافرج ما بقي ، ففرج الله عنهم".** (۴۸۳/۲ ، كتاب الأدب ، باب إجابة دعاء من برَّ والديه ، رقم الحديث : ۵۹۷۴)

ما في " **الصحيح البخاري** " : عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **يا معاذ ! أتدري ما حق الله على العباد؟ قال : الله ورسوله أعلم ، قال: أن يعبدوه ولا يشركوه به شيئاً ، أتدري ما حقهم عليه ؟ قال : الله ورسوله أعلم ، قال: ألا يعذبهم** ".

(۱۰۹۷/۲، كتاب الأدب، تكملة فتح الملهم : ۶۲۰/۵، مكتبة أشرفية ديوبند، فتاوی حقانیه:۲۱۷/۱، فتاوی عثماني: ۲۶۲/۱، فتاوی محموديه : ۵۷۲/۱، جامع الفتاوی : ۲۵۷/۲، خير الفتاوی : ۱۹۸/۱، فتاوی بينات: ۶۴۱/۱، فتاوی مفتي محمود: ۵۹/۱، إمدادالفتاوی : ۴۰۶/۵، فتاوی رحيميه : ۴۳۹/۲، جامع الفتاوی: ۷۳/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " : ﴿**قل أعوذ برب الفلق ، من شر ماخلق، ومن شر غاسق إذا وقب، ومن شر النفّٰثٰت في العقد، ومن شر حاسد إذا حسد**﴾.(سورة الفلق : ۱- ۵)=

....

....

....

= ما في " **التفسير المنير**" : أجاز أكثر العلماء الاستعانة بالرقى أو الرقية ، لأن النبي صلى الله عليه وسلم اشتكى فرقاه جبرئيل عليه السلام ، وقال : بسم الله أرقيك من كل شيء يؤذيك ، والله يشفيك كما تقدم. (١٥/ ٨٧٩، مكتبه رشيديه كوئٹه)

ما في " **السنن لأبي داود**" : عن خارجة بن الصلت التميمي عن عمه : " **أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم فأسلم ثم أقبل راجعاً من عنده فمر على قوم عندهم رجل مجنون موثوق بالحديد ، فقال أهله: إنا حُدثنا أن صاحبكم هذا قد جاء بخير فهل عندك شيء تداوونه ، فرقيته بفاتحة الكتاب فبرأ فأعطوني مائة شاة فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبرته فقال : هل إلا هذا ، وقال مسدد في موضع آخر : هل قلت غير هذا ؟ قلت لا قال : خذها فلعمري لمن أكل برقيته باطل لقد أكلت برقية حق**".(٢/ ٥٤٤،كتاب الطب ، باب كيف الرقى)

ما في " **بذل المجهود**" : وفيه دليل على أن الرقية على قسمين : حق وباطل ، فرقية الحق : ما كانت بالكتاب والسنة أو غيرهما من ذكر الله تعالى، وإن كان بغير ذلك مما لا يعرف معناه لا يجوز لاحتمال أن يكون فيها كفر. (١١/ ٦٢٤)

ما في " **فتح الباري**" : وفي الحديث جواز الرقية بكتاب الله ، ويلتحق به ما كان بالذكر والدعاء المأثورة ، وكذا غير المأثورة مما لا يخالف ما في المأثورة. (٤/ ٥٧٧،كتاب الإجارة ما يعطى)

ما في "**تكملة فتح الملهم**" : وأما الأحاديث التي ورد فيها النهي عن الرقى، أوالأحاديث التي أثنى فيها على الذين لا يسترقون فإنها محمولة على رقى الكفار التي تشتمل على كلمات الشرك أو الاستمداد بغير الله تعالى أو الرقى التي لا يفهم معناها ، فإنها لا يؤمن أن تؤدي إلى الشرك منع احتياطاً.

(٤/ ٢٩٥،كتاب الطب ، باب الطب والرقى)

ما في " **رد المحتارعلى الدر المختار**" : قالوا : إنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب ، ولا =

نمازِ عیدین کے بعد مصافحہ کرنا

مسئلہ(۳۴): آج کل لوگ بالالتزام نمازِ عیدین کے بعد مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں، جبکہ یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین سے بالکل ثابت نہیں ہے، لہذا یہ مکروہ اور بدعت ہے(۱)

=يدرى ما هو، ولعله يدخله سحراً أو كفراً وغير ذلك، وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات فلا بأس به. (۹/ ٤٤٣، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس)

ما في " **السنن لأبي داود** " : عن عائشة قالت : كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول للإنسان إذا اشتكى يقول بريقه ثم قال به في التراب تربة أرضنا بريقة بعضنا يشفي سقيمنا بإذن ربنا.

(۲/ ٥٤٣، كتاب الطب، باب كيف الرقى)

ما في " **فتح الباري** " : وقد أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط : أن يكون بكلام الله تعالى، أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربي أو ما يعرف معناه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالى. (۱۰/ ۲٤۰، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن، فتاوى عثماني :۱/ ۲۷۸، كتاب الذكر والتعويذات، فتاوى محموديه: ۱۷/ ۱۰۱، ۱۰٤)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن** " : ﴿**وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا**﴾.(الحشر: ۷)

ما في " **روح المعاني** " : وفي الكشاف : الأجود أن تكون عامة في كل ما أمر به صلى الله عليه وسلم ونهى عنه . (۱۵/۷۱)

ما في " **تفسير القشيري** " : هذا أصل من أصول وجوب متابعته، ولزوم طريقته وسيرته .(۳/۳۰٤)

ما في " **الصحيح لمسلم والسنن النسائي** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة** ".(۱ /۲۸۵، كتاب الجمعة، السنن النسائي :۱/ ۵۵۰)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوة بكل حال لأن الصحابة=

نیز علامہ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے(۱)۔

عید کے موقع پر مبارکبادی دینا

مسئلہ(۳۵): کسی کو روزے پورے کرنے پر ضروری نہ سمجھتے ہوئے اور ثواب کا اعتقاد رکھے بغیر مبارک بادی دیتے ہوئے "عید مبارک" کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۲)

= ما صافحو بعد أداء الصلوة. (۹/٤٦٥، کتاب الحظر والإباحة)

ما في " **المدخل** " : وأما المصافحة فإنها وضعت في الشرع عند لقاء المؤمن لأخيه ، وأما في العيدين على ما اعتاده بعضهم عند الفراغ من الصلاة يتصافحون فلا أعرفه.(۱/٤۳۹)

ما في " **إمداد الفتاوى** " : مصافحہ کردن مطلقاً سنت است بوقتِ خاص مخصوص نیست پس تخصیصِ آں بروزِ جمعہ وعیدین وبعد نمازِ پنجگانہ وتراویح بے اصل است، ہاں اگر درہمیں اوقات یکسے بعد مدتے ملاقات شود باو مصافحہ کردن مضائقہ ندارد، نہ ایں کہ از خانہ یا مسجد یا عیدگاہ ہمراہ آیند وپس از نماز مصافحہ ومعانقہ کنند۔(٥/٢٦٠، کتاب البدعات)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : فإن محل المصافحة المشروعية أول الملاقاة وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغير مدة مديدة ثم إذا صلوا يتصافحون ، فأين هنا من السنة المشروعية ؟ ....ولهذا صرح بعض علمائنا فإنها مكروهة (حينئذ وإنها) من البدع المذمومة .(۸/٤٩٤)

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : ولأنها من سنن الروافض .(۹/٤٦٥)

(إمدادالفتاوى :۱/۱۸۸، أحسن الفتاوى :۱/۳۵۳، فتاوى حقانيه :۲/، ٥٢/٩٥، فتاوى محموديه :۳/۱٤۳)

والحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**": والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا ينكر ، وقال المحقق ابن أمير الحاج : بل الأشبه أنها جائزة مستحبة في الجملة ، ثم ساق آثاراً بأسانيد صحيحة عن الصحابة في فعل ذلك ثم قال : والمتعامل في البلاد الشامية والمصرية " عيد مبارك عليك " ونحوه وقال : يمكن أن يلحق بذلك في المشروعية والاستحباب لما بينهما من التلازم فإن من قبلت طاعته في زمان كان ذلك=

جمعہ کے دن ممبر پر بیٹھ کر سورۂ کہف تلاوت کرنا

مسئلہ(۳۶): جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے(۱)، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ مسجد میں اذانِ اول کے بعد کوئی شخص ممبر پر بیٹھ کر بآوازِ بلند تلاوت کرے اور لوگ اس کو سنیں، کیوں کہ اس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوگا، لہذا یہ عمل نہ کرنا اولیٰ ہے(۲)۔

=الزمان عليه مباركاً على أنه قد ورد الدعاء بالبركة في أمور شتى فيؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا أيضاً.(۳/۴۷، كتاب الصلاة)

ما في " **الموسوعة الفقهية** ": ذكر الشهاب ابن حجر أيضاً أن هذه التهنئة على اختلاف صيغها مشروعة.(۲۷/۲۵۰، صلاة العيدين ، خير الفتاوى : ۳/ ۱۲۴، فتاوى حقانيه: ۲/ ۷۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **المستدرك للحاكم** " : عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **إن من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة أضاء له من النور ما بين الجمعتين** ".(۲/۳۶۸)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : لا يقرأ جهراً عند المشغلين بالأعمال ومن حرمة القرآن .... رجل يكتب الفقه وبجنبه رجل يقرأ القرآن ولا يمكنه استماع القرآن كان الإثم على القاري ولا شيء على الكاتب.(۵/۱۶-۱۸)

ما في " **مجموعة رسائل اللكنوي** " : القراءة خارج الصلاة فالأحاديث جاءت متعارضة فيها ، فمنها ما يدل على أفضلية الجهر ومنها ما يدل على أفضلية السر ، والجمع بينهما على ما ذكره النووي وتبعه من جاء بعده أنه يختلف باختلاف الأحوال والأشخاص ، فكم من شخص السر له أفضل ، وكم من شخص الجهر له أفضل ، مثلاً من كانت طويته صافية عن الرياء والعجب ونحو ذلك ، ولم يكن هناك من يتأذى بقرائته أو كان هناك من يسمع بالخشوع استحب له الجهر وإلا فلا ، نعم لو التزم جهر سورة أو نحوها في موضع معين التزاماً لم يعهد في الشرع وخيف منه ظن العوام لزومه حتماً كما في كثير من التخصيصات الفاحشة ، فحينئذ لا يخلو عن كراهة البتة ، ولذا قال في "مصاب الاحتساب" : قراءة الفاتحة =

بلکہ دن یا شب کے شروع حصہ میں پڑھ لینا افضل ہے(۱)۔

قرآن میں علامت کے طور پر کوئی چیز رکھنا

مسئلہ(۳۷): قرآنِ کریم اللہ کا مقدس کلام ہے جو اَز حد قابلِ تعظیم وتکریم ہے(۲)،اس کے اندر بلا ضرورت کسی بھی چیز کا رکھنا مکروہ ہے (۳)۔ ہاں ! اگر بطورِ علامت کے ضرورۃً کوئی

= بالجماعةجهراً بعد الصلاة بدعة. (۳/ ۲ ۰ ٥)

ما في " **المدخل** " : لا يجهر بعضكم على بعض في القرآن ، لأن المسجد إنما بني للصلاة، وقراء ة القرآن تبع للصلاة ما لم تضر التلاوة بالصلاة التي بنيت المساجد لها فإذا أضرت بها منعت.(۱/ ۷۹)

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر ا لمختار** " : ومن جملتها أحكام يوم الجمعة قراء ة الكهف أي يومها وليلتها ، والأفضل في أولهما مبادرة للخير وحذراً من الإهمال.

(۲/ ٤٠، مطلب ما اختص به يوم الجمعة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " :﴿ **لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعاً من خشية الله، وتلك الأمثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون**﴾.(الحشر :۲۱)

ما في " **التفسير المظهري** " : يعني لو جعل في الجبل تميزاً وأنزل عليه القرآن تخشع وتشقق وتصدع من خشية الله مع صربته ورزانته حذرا من أن لا يؤدي حق الله عز وجل في تعظيم القرآن.(۹/٥٤٢)

ما في " **فتح القدير للشوكاني** " : ﴿**لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعاً من خشية الله**﴾ أي من شأنه وعظمته وجودة ألفاظه وقوة مبانيه وبلاغته واشتماله على المواعظ التيي تلين لها القلوب .... وهذا تمثيل وتخييل يقتضي علو شأن القرآن.(۲/۸۱۳)

(۳) ما في " **كنز العمال** " : مر رسول الله صلى الله بكتاب في الأرض فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **لعن الله من فعل هذا، لا تضعوا كتاب الله إلا موضعه** ".(۱/۶۲۱) =

چیز رکھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے(۱)۔

ولادت کے بعد بچہ کو دیکھنے کے لیے آنا اور پیسہ وغیرہ دینا

مسئلہ(۳۸): بچے کی ولادت کے بعد اس کو دیکھنے کے لیے آنا، اور اس کو کچھ رقم دینے کو ضروری سمجھنا شرعِ اسلامی میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، ہاں اگر کوئی شخص برضا ورغبت کچھ رقم یا کوئی شئ بطور ہدیہ دیدے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، کیوں کہ انسان اس عمل کو عرف وعادت کی بناء پر کرتا ہے نہ کہ تعبداً (عبادت کے طور پر)۔(۲)

= ما في " **الهندية** " : ويكره أن يجعل شيئاً في كاغدة فيها إسم الله تعالى كانت الكتابة على ظاهرها أو باطنها.(۳۲۲/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : كاغذ فيه مكتوب بسم الله الرحمن الرحيم جعل فيه شيء قال أبو بكر الاسكاف : يكره سواء كانت الكتابة في ظاهره أو باطنه.(۳۷۸/٤)

(۱) ما في " **الأشباه والنظائر**" : بقاعدة فقهية : " المشقة تجلب التيسير " .... اعلم أن أسباب التخفيف في العبادات وغيرها سبعة .... والرابع النسيان.(۲۷٦/۱، ۲۷۷)

ما في " **تعليق الأشباه والنظائر** " : قوله : " والرابع: النسيان " وهو عدم استحضار الشيء وقت الحاجة . (۲۷۸/۱)

والحجة على ما قلنا

(۲) ما في " **اتحاف أولي الألباب بحقوق الطفل وأحكامه** ": الهدية للمولود عند ولادته لا بأس بها في الأصل، لأن الأصل في الهدية وفي جميع المعاملات الحل والصحة إلا ما قام الدليل على تحريمه فإذا جرت العادة بأن الناس إذا ولد لهم الولد أهدى إليه أقاربه شيئاً من المال فلا بأس أن يفعل ذلك الإنسان تبعاً للعادة والعرف لا تعبداً لله عز وجل. (ص: ۱۰۵، بحواله فتاوى اسلاميه: ۳۲۷/۲)

سالگرہ منانا انگریزوں کی دین اور احمقانہ رسم ہے

مسئلہ(۳۹): آج کل عام طور پر جو مسلمان مالدار اور متوسط گھرانے کے ہیں، اپنے بچوں کی سالگرہ منانے کا اہتمام کرتے ہیں، شرعاً یہ عمل بالکل جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ انگریزوں کی جاری کردہ ایک احمقانہ رسم ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار**﴾.(هود :١١٣)

ما فى " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبي**" : أي تحرقكم بمخالطتهم ومصاحبتهم وممالاتهم على إعراضهم وموافقتهم في أمورهم .(١٠٨/٥)

ما في " **التفسير للبيضاوي** " : وإنما عد منه لبس الغيار وشد الزنار ونحوهما كفراً ، لأنها تدل على التكذيب، فإن من صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجترئ عليها ظاهراً لا لأنها كفر في أنفسها.

(ص: ٢٣، سورة البقرة)

ما في " **المصنف لإبن أبي شيبة**" : عن طاوس : أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " **إن الله بعثني بالسيف بين يدي الساعة ، وجعل رزقي تحت ظل رمحي ، وجعل الذل والصغار على من خالفي ، ومن تشبه بقوم فهو منهم** ".(١٠/ ٣٠٤، كتاب فضل الجهاد، رقم الحديث :١٩٧٨٣)

ما في " **السنن لأبي داود** " : عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **من تشبه بقوم فهو منهم** ".(ص٥٥٩، كتاب اللباس)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار " فهو منهم" أي من الإثم والخير ، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (٢٢٢/٨)

ما في " **كنز العمال** " : عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " **من كثر** =

مسابقاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ کا شرعی حکم

مسئلہ(۴۰): حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تیاری اور اس پر ابھارنے کیلئے اپنے اصحاب کے درمیان گھوڑ دوڑ کا مسابقہ کرایا(۱)، تاکہ دین کا قیام مضبوط ہو جائے، اسی طرح سے مسابقاتِ قرآنیہ کرنا شرعاً جائز وممدوح ہے، کیوں کہ جس طرح سے جہاد دین کے قیام کا ذریعہ ہے، اسی طرح سے مسابقاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ، قرآن وحدیث کے علوم کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور مسابقات کے ذریعے ان ہی علوم کے حاصل کرنے پر ابھارا جاتا ہے جو حفاظتِ دین میں مفید ومعاون ہوں (۲)۔

= **سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله**".(۹/ ۱۱، رقم الحديث :۳۴۷۳)

ما في " **الزواجر عن اقتراف الكبائر**" : قال مالك بن دينار رحمه الله : أوحى الله إلى نبي من الأنبياء أن قل لقومك : " **لا يدخلوا مداخل أعدائي ، ولا يلبسوا ملابس أعدائي ، ولا يركبوا مراكب أعدائي ، ولا يطعموا مطاعم أعدائي فيكونوا أعدائي كما هم أعدائي**".(ص۲۵، فتاوی محمودیه: ۳/ ۱۷۹)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **عمدة القاري**" : قال ابن التين : أنه صلى الله عليه وسلم سابق بين الخيل على حلل أتته من اليمن ، فأعطى السابق ثلاث حلل وأعطى الثاني حلتين ، والثالث حلة ، والرابع ديناراً ، والخامس درهماً، والسادس فضة ، وقال : " **بارك الله فيك وفي كلكم وفي السابق والفسكل**".

(۴/ ۲۳۶، باب هل يقال مسجد بني فلان)

(۲) ما في " **رد المحتار**" : أنه لو قال واحد من الناس لجماعة من الفرسان أو لإثنين : من سبق فله كذا من مال نفسه ، أو قال للرماة : من أصاب الهدف فله كذا جاز لأنه من باب التنفيل فإذا كان التنفيل من بيت المال كالسلب ونحوه جاز ، فما ظنك بخالص ماله؟ وعلى هذا الفقهاء إذا تنازعوا في المسائل ، وشرط للمصيب منهم جعل جاز إذا لم يكن من الجانبين على ما ذكرنا في الخيل ، إذ التعلم في البابين يرجع إلى تقوية الدين وإعلاء كلمة الله تعالى.(۱۰/ ۴۰۰، فصل مسائل شتى) =

....

....

....

= ما في " **مجمع الأنهر**" : لو اختلف اثنان في مسئلة وأراد الرجوع إلى شيخ وجعلا على ذلك جعلاً أي لو وقع الاختلاف بين اثنين وشرط أحدهما لصاحبه أنه إن كان الجواب كما قلت أعطيتك كذا ، وإن كان كما قلتُ لا أخذ منك شيئاً فهذا جائز لأنه لما جاز في الأفراس لمعنى يرجع إلى الجهاد يجوز هنا للحديث على الجهد في طلب لأن الدين يقوم بالعلم كما يقوم بالجهاد .(٤/ ٢١٧، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات)

ما في " **أحكام المسابقات** ": اختلفوا في إجراء هذه المسابقات العلمية على عوض يأخذه الفائز منهم ، القول الأول يجوز بذل العوض في هذا النوع من السبق ، وبه قال الحنفية........ أنه لما جاز بذل العوض في الخيل والرماية لمعنى يرجع إلى الجهاد فإنه يجوز بذل العوض في السبق للحث على الجهد في طلب العلم ، لأن الدين يقوم بالعلم كما يقوم بالجهاد.(ص:٢١٢)

کتاب الطهارة

(پاکی کا بیان)

تنگ ایئر رنگ (بالی) کو غسل میں حرکت دینا ضروری ہے

مسئلہ (۴۱) : ایئر رنگ (Ear,Ring) یعنی کان کی بالی اتنی زیادہ تنگ ہو کہ پانی سوراخ میں داخل نہ ہوسکتا ہو تو اس کو حرکت دینا ضروری ہوگا، ورنہ حرکت دینے اور نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔(۱)

انجکشن لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا

مسئلہ (۴۲): انجکشن لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، مگر یہ کہ اس کی وجہ سے خون نکل کر ایسی جگہ کی طرف بہے، جس کا وضو یا غسل میں دھونا واجب ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وجب تحريك القرط والخاتم الضيقين ولو لم يكن قرط فدخل الماء الثقب عند مروره أجزأه وإلا أدخله ولا يتكلف في إدخال الشيء سوى الماء من خشب ونحوه كذا في البحر الرائق.(۱/ ۱٤)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (ولو) كان (خاتمه ضيقاً نزعه أو حركه) وجوباً (كقرط، ولو لم يكن بثقب أذنه قرط فدخل الماء فيه) أي الثقب (عند مروره) على أذنه (أجزأه كسرّة وأذن دخلهما الماء، وإلا) يدخل (أدخله) ولو بأصبعه، ولا يتكلف بخشب ونحوه، والمعتبر غلبة ظنه بالوصول.

"درمختار".(۱/ ۲۸۹،مطلب في أبحاث الغسل، جديد فقهى مسائل: ۸۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** ": (وينقضه خروج) كل خارج (نجس) بالفتح ويكسر (منه) أي من المتوضئ الحي معتاداً أو لا، من السبيلين أو لا (إلى ما يطهر) بالبناء للمفعول: أي يلحقه حكم التطهير."درمختار".(۱/ ۲٦۰،۲٦۱، مطلب: نواقض الوضوء)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": القراد إذا مص عضو إنسان فامتلأ دماً إن كان صغيراً لا ينقض وضوئه كما لو =

ٹوتھ برش مسواک کے قائم مقام ہوگا یانہیں؟

مسئلہ (۴۳): مسواک میں دو چیزیں مطلوب ہیں، ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، دوسرے منہ اور دانتوں کی صفائی، ٹوتھ پیسٹ اور برش کے استعمال سے دوسری چیز حاصل ہوگی، مگر اتباعِ سنت کا ثواب نہیں ملے گا، اس لیے بلا عذر ٹوتھ پیسٹ اور برش استعمال نہ کریں۔(۱)

مسواک نہ ہونے کی صورت میں انگلی یا کپڑے کا استعمال

مسئلہ (۴۴): اگر مسواک میسر نہ ہو، یا منہ میں دانت نہ ہوں، یا مسواک کے استعمال سے کسی تکلیف یا ضرر کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں سیدھے ہاتھ کی انگلی یا کسی کھردرے کپڑے سے دانت صاف کرنا مسواک کے قائمِ مقام ہوسکتا ہے۔(۲)

= مصت الذباب أو البعوض، وإن كان كبيراً ينقض وكذا العلقة إذا مصت عضو إنسان حتى امتلأت من دمه انتقض وضوءه ـ كذا في محيط السرخسي. (۱/۱۱، الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

ما في "**الهداية**": والدم والقيح إذا خرجا من البدن فتجاوزا إلى موضع يلحقه حكم التطهير والقيء ملأ الفم. (۱/۸، فصل في نواقض الوضوء، منتخبات نظام الفتاوی: ۱/۴۴، فتاوی حقانیه: ۲/۵۱۴، جدید فقهی مسائل: ۱/۹۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**فقه السنة للسيد سابق**": وإن كانت السنة تحصل بكل ما يزيل صفرة الإنسان وينظف الفم كالفرشاة ونحوها .... وعن عائشة رضي الله عنها: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "**السواك مطهرة للفم، مرضاة للرب**". رواه أحمد والنسائي والترمذي.

(فقه السنة للسيد سابق: ۱/۳۴، سنن الوضوء، السواك، فتاوی حقانیه: ۲/۴۹۹، منتخبات نظام الفتاوی: ۱/۴۴)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**الفتاوى الهندية**": ولا يقوم الأصبع مقام الخشبة فإن لم توجد الخشبة فحينئذ يقوم الأصبع من يمينه مقام الخشبة كذا في المحيط والظهيرية. (۱/۷، الفصل الثاني في سنن الوضوء) =

اسپرے اور ٹینچر کا استعمال جائز نہیں ہے

مسئلہ (۴۵): اسپرے(Spray)اور ٹینچر (Tenture) کا استعمال جائز نہیں ہے، کیوں کہ دونوں میں شراب کے جوہر ہوتے ہیں اور شراب حرام ہے، اس لیے ان پر نجس ہونے کا حکم لگے گا، اگر یہ بدن یا کپڑے پر لگ جائیں یا لگائے جائیں تو دونوں کو (بدن اور کپڑا) دھونا واجب ہے۔

کبھی ان کا استعمال بطورِ دوا کے ہوتا ہے، اگر کوئی متبادل دوا نہ ملے، یا اس کے حصول کی طاقت نہ ہو یا اس کی تلاش تک مرض کے بڑھ جانے اور شدت اختیار کرنے کا غالب گمان ہو تو بقدرِ ضرورت اس کا استعمال جائز ہے۔(۱)

= ما في " **رد المحتار** " : وعند فقده أو فقد أسنانه تقوم الخرقة الخشنة أو الأصبع مقامه.

(۱/۲۳۶، مطلب فی منافع السواك)

ما في " **البحر الرائق** " : وتقوم الأصبع أو الخرقة الخشنة مقامه عند فقده أو عدم أسنانه في تحصيل الثواب لا عند وجوده. (۱/۴۳، کتاب الطهارة، فتاوی حقانیه: ۲/۵۰۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**السنن الكبرى للنسائي**" : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "**ما أسكر كثيره فقليله حرام**". (۴/۱۸۶، رقم الحديث: ۶۸۲۰)

ما في " **تبيين الحقائق** " : قال النبي صلى الله عليه وسلم: " كل مسكر حرام"۔ وأيضا قال النبي صلى الله عليه وسلم: "ما أسكر كثيره فقليله حرام". (۷/۱۰۳)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : وجوز في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد مباحاً يقوم مقامه."درمختار". (۵/۳۴۹، مکتبه نعمانیه)

ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي**" : الضرورات تبيح المحظورات۔ ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها. (۱/۳۰۷،۳۰۸، جدید فقهی مسائل: ۱/۱۰۶، احسن الفتاوی: ۱/۹۵)

فلٹر کیا ہوا پیشاب ناپاک ہے

مسئلہ(۴۶) : پیشاب نجس ہے، اگر اسے فلٹر (Filter) کیا جائے تب بھی نجس ہی رہے گا، کیوں کہ فلٹر کرنے سے محض اس کی بد بو زائل ہوگی، حقیقت تبدیل نہ ہوگی، لہٰذا اس سے انتفاع جائز نہیں ۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **قضايا طبية معاصرة** " : مما ينبغي أن ينبه له أنّ نجس العين ، ومثله المحرم أكله وشربه لا يجوز للمسلم أن يتقصد تحويله إلى مادة أخرى، فإن الله إذا حكم بنجاسة شيء فإنه يحكم بحرمة الاستفادة منه ،كالبول والغائط ودم الحيض والنفاس والميتة.

وهذا لا يقتصر على النجس وحده، بل عام في كل الأعيان النجسة، ومثلها الأعيان المحرمة.......................وعلى ذلك فإن ما حرم الله أكله هو كالنجس، لا يجوز بيعه كما لا يجوز تحويله إلى شيء آخر، فيباع وينتفع به.

(۱/۳۲۱، ۳۲۲، تحديد الأعيان النجسة ،لا يجوز تعمد تحويل النجاسات والمحرمات إلى مادة أخرى)

ما في " **القرآن الكريم** " : قال الله تبارك وتعالى:﴿**وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذي ظفر ومن البقر والغنم حرمنا عليهم شحومهما إلا ما حملت ظهورهما أو الحوايا أو ما اختلط بعظم، ذلك جزينٰهم ببغيهم وإنا لصادقون**﴾. (سورةالأنعام : ۱۴۷)

ما في " **مختصر تفسير ابن كثير** " : قال ابن كثير عند تفسير هذه الآية: قال عبد الله بن عباسؓ: بلغ عمر بن الخطاب رضي الله عنه أن سمرة باع خمراً، فقال: قاتل الله سمرة ؛ ألم يعلم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ((لعن الله اليهود حرمت عليهم الشحوم فجملوها فباعوها))؟ أخرجه البخاري في البيوع برقم :۲۲۲۳. (۱/۶۲۸، جدید فقہی مسائل: ۱/۱۰۸، منتخبات نظام الفتاوی: ۱/۲۶)

نیرودھ لگا کر جماع کرنے سے غسل واجب ہوگا

مسئلہ(۴۷) : نیرودھ (کنڈوم) لگا کر مباشرت کرنے سے غسل واجب ہوگا، کیوں کہ یہ بہت باریک ہوتا ہے، جو فریقین (میاں بیوی) کے مابین لطف اندوزی کو مانع نہیں ہوتا، لہٰذا اگر حشفہ (سپاری) چھپ جائے تو غسل واجب ہوگا۔(۱)

بے بی ٹیوب کے داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا

مسئلہ (۴۸): عورت کی شرمگاہ میں بے بی ٹیوب (Baby,Tube) کے داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ غسل کا وجوب مرد کے عضوِ خاص سے ہوتا ہے نہ کہ کسی اور چیز کے داخل کرنے سے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار**" : ولو لف على ذكره خرقة وأولج ولم ينزل قال بعضهم: يجب الغسل، وقال بعضهم: لا يجب ، والأصح إن كانت الخرقة رقيقة بحيث يجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل وإلا فلا، والأحوط وجوب الغسل في الوجهين.

(۱/۱۵، رد المحتار:۱/۳۰۳، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:ص۴۵،۵۵، كتاب الطهارة، منتخبات نظام الفتاوى :۱/۲۶)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح**" : (و) منها (إدخال أصبع ونحوه) كشبه ذكر مصنوع من نحو جلد (في أحد السبيلين) على المختار لقصور الشهوة.

(ص۵۵، فصل عشرة أشياء لا يغتسل منها مذي)

ناخن پالش وضواور غسل کو مانع ہے

مسئلہ(۴۹) : ایسی تزیین حرام ہے جوشرعی فرائض کی صحت کو مانع ہو،اور جو چیز بدن تک پانی پہونچنے سے مانع ہواس کی موجودگی میں وضواور غسل صحیح نہیں ہوتا، چنانچہ گندھا ہوا خشک آٹا صحتِ وضو سے مانع ہے حالانکہ وہ ناخن پالش جتنا سخت نہیں ہوتا، اس لیے وضواور غسل کی صحت کے لیے ناخن پالش کا نکالنا ضروری ہے۔(۱)

ٹشو پیپر سے استنجاء درست ہے

مسئلہ(۵۰): کاغذ(Tessu Paper)اگرخاص طور سے استنجاء ہی کے لیے بنایا گیا ہو تواس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " :أو لزق بأصل ظفره طين يابس أو رطب لم يجز ....وما تحت الأظفار من أعضاء الوضوء حتى لو كان فيه عجين يجب إيصال الماء إلى ما تحته كذا في الخلاصة وأكثر المعتبرات.(۱/ ٤، الباب الأول في الوضوء)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار** " : (ولا يمنع) الطهارة (ونيم) أي خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته (وحناء) ولو جرمه به يفتى (ودرن ووسخ) عطف تفسير، وكذا دهن ودسومة (وتراب) وطين ولو (في ظفر مطلقاً) أو قروياً أو مدنياً في الأصح بخلاف نحو عجين . "درمختار"......... قوله : (بخلاف نحو عجين) أي كعلك وشمع وقشر سمك وخبز ممضوغ متلبد۔ جوهرة...........نعم ذكر الخلاف في شرح المنية في العجين، واستظهر المنع لأن فيه لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء .

(۱/۲۸۸،۲۸۹ مطلب في أبحاث الغسل، أحسن الفتاوى :۲/۲۶،۲۷، فتاوى محموديه :۵/۴۱، خير الفتاوى: ۲/ ۴۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والبحر الرائق** " : (وكره) تحريماً (بعظم وطعام وروث) يابس كعذرة يابسة وحجر استنجي به،إلا بحرف آخر (وآجر وخزف وزجاج و) شيء محترم ."درمختار".=

مصنوعی دانتوں کا حکم وضو اور غسل میں

مسئلہ (۵۱) : مصنوعی دانت دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جو کہ فکس (Fixed) ہوتے ہیں، اور دوسرے وہ جو فولڈ (Fold) ہوتے ہیں، جو فکس ہوتے ہیں ان کا حکم اصلی دانتوں کی طرح ہوگا، اور جو فولڈ ہوتے ہیں احناف کے نزدیک ان کو وضو میں نکالنا مستحب ہے اور غسل میں نکالنا واجب ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک وضو اور غسل دونوں میں نکالنا ضروری ہوگا۔(۱)

مصنوعی اعضاء کا حکم وضو اور غسل میں

مسئلہ (۵۲) : سرجری کے (Surgery) کے ذریعہ جوڑے ہوئے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کا حکم مصنوعی دانتوں کی طرح ہوگا، یعنی وہ اعضاء جو جوائنٹ (Joint) کئے جاتے ہیں دو طرح

= قولـه : (وشيء محترم) أي مـاله احترام واعتبار شرعاً............ويدخل أيضاً الورق، قال في السراج: قيل إنه ورق الكتابة، وقيل ورق الشجر وأيهما كان فإنه مكروه اهـ . وأقره في البحر وغيره.........وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه، وله احترام أيضاً لكونه آلة لكتابة العلم.......... .....ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقاً، وإذا كانت العلة في الأبيض كونه آلة الكتابة كما ذكرناه يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعاً للنجاسة غير متقوّم.

(۱/۵۵۲، باب الأنجاس، مطلب: إذا دخل المستنجي في ماء قليل، البحرالرائق : ۱/۴۸۰)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولا يستنجى بكاغد وإن كانت بيضاء كذا في المضمرات.

(۱/۵۰، الفصل الثالث في الاستنجاء) (فتاوى رحيميه: ۱/۵۲،۵۴، أحسن الفتاوى: ۲/۱۰۸، فتاوى حقانيه: ۲/ ۵۱۰، اسلامى فقه: ۱/۱۵۳)

والحجة على ما قلنا:

ما في " **رد المحتار** " : يقال باب مضبب أي مشدود بالضباب وهي الحديدة العريضة التي يضبب بها =

کے ہیں، ایک وہ جو بدن سے جدا نہیں کئے جاسکتے ہیں، اور دوسرے وہ جو بغیر مشقت کے بدن سے جدا کئے جاسکتے ہیں، تو اول کا حکم عضوِ اصلی کی طرح ہوگا، یعنی ان کو نکالا نہیں جائے گا، اور ثانی کا حکم یہ ہوگا کہ ان کو وضو کے وقت نکالا جائے گا جب کہ وہ اعضاءِ وضو سے متعلق ہوں، اور غسل میں مطلقاً نکالا جائے گا۔(۱)

پلاسٹر پر وضو اور غسل میں مسح کافی ہوگا

مسئلہ (۵۳) : ہاتھ یا پیر میں پلاسٹر (Plaster) ہو تو وضو اور غسل میں اس پر مسح کر لینا کافی ہوگا۔(۲)

نقلی چوٹی کا استعمال اور وضو و غسل میں اس کا حکم

مسئلہ (۵۴) : نقلی چوٹی کا استعمال شرعاً جائز نہیں ہے، اگر کوئی عورت نقلی چوٹی استعمال کرتی

= وضبب أسنانه بالفضة إذا شدها بها اهـ.

(۹/ ٤٩٦، الحظر والإباحة ، أحسن الفتاوی : ۲/ ۳۲، فتاویٰ حقانیه: ۲/ ۵۲۲، فتاویٰ عثماني: ۱/ ۲٤٥، فتاوی محمودیه: ٥/ ٨٤، جدید فقهی مسائل: ۱/ ۸۷، أحسن الفتاوی: ۲/ ۳۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : قال الحصكفي : وكذا الإناء المضبب بذهب أوفضة."درمختار"…..قوله : (وكذا الإناء المضبب) أي الحكم فيه كالحكم في المفضض، يقال باب مضبب: أي مشدود بالضباب، وهي الحديدة العريضة التي يضبب بها وضبب أسنانه بالفضة إذا شدها بها. (۹/ ٤٩٦، الحظر والإباحة ، منتخبات نظام الفتاوی : ۱/ ٤۲، جدید فقهی مسائل: ۱/ ۸۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية** " : ويجوز المسح على الجبائر وإن شدها على غير وضوء لأنه عليه السلام فعل =

ہے، اور وضو میں صرف اسی پر مسح کرتی ہے تو اس کا وضو صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر اس کے علاوہ چوتھائی سر کا مسح کرے تو وضو درست ہوگا، اور اگر غسل میں بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جاتا ہو تو اس کو نکالے بغیر غسل درست ہے۔(۱)

= ذلك وأمر علياً به. ولأن الحرج فيه فوق الحرج في نزع الخف فكان أولى بشرع المسح.

(۱/٤٤-٤٦، باب المسح على الخفين)

ما في " **فتح القدير** " : (ويجوز المسح على الجبائر) قال قاضيخان: هذا إذا كان يضره المسح على الجراحة......اهـ. (۱/۱٥۹-۱٦۱)

ما في "**نصب الراية للزيلعي** " : فرواه ابن ماجة في سننه من حديث عمرو بن خالد عن زيد بن علي عن أبيه عن جده الحسين بن علي أبي طالبؓ قال: " **انكسرت إحدى زندي، فسألت النبي صلى الله عليه وسلم فأمرني أن أمسح على الجبائر**". (۱/۲٤٦،۲٤۷)

ما في "**حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح والبدائع** " : قال في البدائع: إن كان المسح على عين الجراحة لا يضر بها لا يجوز المسح إلا على عين الجراحة.

(ص۷۷ ، بدائع الصنائع:۱/۱٥۱، فصل في بيان ما ينقض المسح، منتخبات نظام الفتاوى: ۱/٤۳، احسن الفتاوى: ۲/٦۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **مشكوة المصابيح** " : " **لعن الله الواصلة والمستوصلة، والواشمة والمستوشمة**". متفق عليه. (مشكوٰة المصابيح:ص ۳۸۱)

ما في "**الهداية والفتاوى الهندية** " : وليس على المرأة أن تنقض ضفائرها في الغسل إذا بلغ الماء أصول الشعر، لقوله عليه السلام لأم سلمة رضي الله عنها يكفيك إذا بلغ الماء أصول شعرك وليس عليها بل ذوائبها هو الصحيح . (۱/۱٤، فصل في الغسل، الفتاوى الهندية:۱/۱۳، الباب الثاني في الغسل) =

ناپاک چیز ملا کر بنائے گئے کریم کا استعمال اور وضو میں اس کا حکم

مسئلہ (۵۵) : وہ مرہم (Antiseptic,Cream) جس کے بنانے میں کتے کی زبان استعمال ہوتی ہے اس کا استعمال جائز نہیں ہے، لیکن اگر کسی سخت ضرورت کی بنا پر اسے لگالیا تو بوقتِ وضو اس کو دھو کر زائل کرنا ضروری ہے، ورنہ نماز صحیح نہیں ہوگی۔(۱)

کافروں کے برتن دھونے سے پاک ہوجاتے ہیں

مسئلہ(۵۶) : کافروں کے برتن دھونے سے پاک ہوجاتے ہیں، حضرت ثعلبہ الخشنی سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم جس علاقہ میں رہتے ہیں وہ اہلِ کتاب کا علاقہ ہے، ہم ان کی ہانڈیوں میں کھانا پکاتے ہیں اوران کے برتنوں میں پانی پیتے ہیں،

= ما في "**حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح**" : ولا يفترض المضفور من شعر المرأة إن سرى الماء في أصوله اتفاقاً لحديث أم سلمة أنها قالت: يارسول الله! إني امرأة أشد ضفر رأسي افأنقضه لغسل الجنابة؟ قال: إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات من ماءٍ ثم تفيضي على سائر جسدك الماء فتطهرين، وأما إن كان شعرها ملبداً أو غزيراً فلا بد من نقضه ولا يفترض إيصال الماء إلى اثناء ذوائبها على الصحيح .(ص٥٦) (فتاوى حقانيه: ۲/۵۳٦، اسلامی فقه: ۱/۱۷۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**بداية المجتهد**" : **وسبب الخلاف** : هل جميع أجزاء الحيوان تابعة للّحم في الحلية والحرمة ، أم ليست بتابعة للّحم ؟ فمن قال إنها تابعة للّحم قال : إذا لم تعمل الذكاة في اللحم لم تعمل فيما سواه ، ومن رأى أنها ليست بتابعة قال : وإن لم تعمل في اللحم فإنها تعمل في سائر أجزاء الحيوان.
(۲/۲٥٤، كتاب الذبائح ، الباب الأول : في معرفة محل الذبح والنحر، المسئلة الثانية ، المكتبة المدنية بديوبند، منتخبات نظام الفتاوى: ۱/۲٤، احسن الفتاوى: ۱/۹۱)

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم دوسرے برتن نہ پاؤ، تو ان کو خوب اچھی طرح پانی سے دھولو۔(۱)

نجاست ملی ہوئی صابون پاک ہے

مسئلہ (۵۷) : جس صابون میں نجاست ملی ہو احناف کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے، البتہ حنابلہ کے نزدیک ناجائز ہے، اور شوافع کے یہاں جواز وعدم جواز دونوں قول ملتے ہیں۔(۲)

پیٹرول وغیرہ کے ذریعہ وضو یا غسل یا کپڑے دھونا

مسئلہ (۵۸) : پیٹرول یا اس جیسی چیز کے ذریعہ احناف کے نزدیک کپڑے وغیرہ دھونا تو جائز

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**السنن الترمذي**" : عن أبي ثعلبة الخشني أنه قال: يا رسول الله! إنا بأرض أهل الكتاب، فنطبخ في قدورهم ونشرب في آنيتهم؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**إن لم تجدوا غيرها فارحضوها بالماء**". (۲/۲، كتاب الاطعمة، باب ما جاء فى الا كل فى آنية الكفار رقم الحديث:۱۷۹۷)

ما في "**تحفة الأحوذي**" : قال الخطابی: والأصل في هذا: أنه إذا كان معلوماً من حال المشركين أنهم يطبخون في قدورهم الخنزير، ويشربون في آنيتهم الخمر؛ فإنه لا يجوز استعمالها إلا بعد الغسل والتنظيف. (۵/۵۲۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**" : قال الحصكفي: (و) يطهر (زيت) تنجس (بجعله صابوناً) به يفتى للبلوى. "درمختار"........ قال ابن عابدين: ثم هذه المسئلة قد فرّعوها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذي عليه الفتوى، واختاره أكثر المشائخ خلافاً لأبي يوسفؒ كما في شرح المنية والفتح وغيرهما۔ وعبارة المجتبى: جعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد ويفتى به للبلوى اهـ. (۱/۵۱۹، باب الأنجاس، فتاوى حقانيه: ۲۷۹/۲، جديد فقهى مسائل: ۱/۱۱۵)

ہے لیکن وضو اور غسل جائز نہیں۔(۱)

واشنگ مشین میں پاک وناپاک کپڑے دھونے کا طریقہ

مسئلہ(۵۹)　واشنگ مشین (Washing Machine) میں دھوئے جانے والے کپڑے پاک اور ناپاک دونوں طرح کے ہوتے ہیں، لہذا ان کے دھونے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ جن کپڑوں کے بارے میں یقین ہے کہ یہ پاک ہیں انہیں پہلے دھولیا جائے، اور اس کے بعد ناپاک اور مشکوک کپڑوں کو دھولیا جائے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سب ایک ساتھ دھولئے جائیں، اور

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الهداية** ": ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر يمكن إزالتها به كالخل وماء الورد ونحو ذلك مما إذا أعصر انعصر وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى.

(۱/ ۵٤، باب الأنجاس وتطهيرها)

ما في " **النتف في الفتاوى** " : فكل نجاسة تصيب النفس أو الثوب، فإزالتها تجوز بثلاثة أشياء: بالماء المطلق، وبالماء المقيد، وبالمائعات من الطعام والشراب مثل اللبن والخل والرُّب والدهن وأشباهها إلا أنها مكروهة لما فيها من الإسراف وهو قول أبي حنيفة ومحمد وأبي عبد الله۔ وفي قول أبي يوسف إزالة النجاسة من الثوب بهذه (الأشياء) جائزة فأما من البدن فلا يجوز إلا بالماء المطلق.

(ص۲۵، أنواع من الطهارة۔ فتاوى محموديه:۵/ ۲٤۷، کراچی)

ما في " **الهداية** " : ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر يمكن إزالتها كالخل وماء الورد، ولا يجوز التوضي بماء الفواكه ولا بما أعتصر من الشجر.　(۱/ ۵٤، باب الأنجاس وتطهيرها)

ما في " **خلاصة الفتاوى** " : ولا يتوضأ بشيء من الأشربة.

(۱/ ۹، جديد فقهى مسائل : ۱/ ۸٦ ، فتاوى محموديه : ۵/ ۲٤٦)

کھنگالتے وقت تمام کپڑوں کو تین بار پانی میں ڈال کر نچوڑ لیا جائے۔(۱)

قرآن کی کیسٹ یا سی ڈی کو بلا وضو چھونا جائز ہے

مسئلہ (۶۰) : جس کیسٹ یا سی ڈی میں کلام پاک ٹیپ کیا گیا ہو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے، کیوں کہ کیسٹ یا سی ڈی میں ایسے نقوش مکتوب نہیں ہوتے جنہیں ہم پڑھ سکیں، بلکہ محض آواز محبوس (روکی ہوئی) ہوتی ہے۔(۲)

قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر اور کتب حدیث وفقہ بلا وضو چھونا مکروہ ہے

مسئلہ(۶۱) : قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر خواہ (اردو، فارسی، انگریزی) کسی بھی زبان میں ہو، اسی طرح کتبِ احادیث وکتبِ فقہیہ کو بلا وضو چھونا مکروہ ہے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** ": ويطهر محل النجاسة (غير المرئية بغسلها ثلاثاً) وجوباً....... (والعصر كل مرة) تقريراً لغلبة الظن في استخراجها في ظاهر الرواية۔"مراقي الفلاح"۔قال العلامة الطحطاوي: (تقريراً لغلبة الظن) أي بالغسل ثلاثاً والعصر كذلك لكنه ليس بتقدير لازم عندنا.(ص۸۷ ، باب الأنجاس،حلبي كبيري: ص۱۸۳، باب الأنجاس، فتاوى حقانيه: ۵۸۲/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **كشف الأسرار لفخر الإسلام البزدوي** " : أما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله المكتوب في المصاحف، المنقول عن النبي صلى الله عليه وسلم نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم والمعنى جميعاً في قول عامة العلماء .(۶۷/۱، جدید فقهی مسائل:۱۰۱/۱، اسلامی فقه:۱۲۷/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في "**حلبي كبير** " : ويكره أيضاً للمحدث ونحوه مس تفسير القرآن وكتب الفقه وكذا كتب السنن لأنها لا تخلوا عن آيات..........وفي الخلاصة: وكذا كتب الأحاديث والفقه عندهما . (ص۵۹) =

حالتِ جنابت میں قرآن کی کمپوزنگ جائز نہیں

مسئلہ(۶۲): حالتِ جنابت میں قرآن کی کمپوزنگ بالکل جائز نہیں، البتہ بلا وضو کمپوزنگ کو اکثر فقہاء جائز قرار دیتے ہیں، لیکن با وضو ہونا بہتر اور احتیاطی عمل ہے۔(۱)

پمپنگ سیٹ کے ذریعہ کنویں کا ناپاک پانی نکالنا

مسئلہ (۶۳) : بعض صورتوں میں ناپاکی وغیرہ کے گرجانے پر کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے، اس لئے پمپنگ سیٹ (Pumping,set) کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ زیادہ آسان اور بہتر ہے، کیوں کہ مقصود پانی نکالنا ہے، خواہ وہ کسی بھی طریق سے ہو۔(۲)

= ما في "**الفتاوى الهندية**" : ولو كان القرآن مكتوباً بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة و كذا عندهما على الصحيح هكذا في الخلاصة.

(۳۹/۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، جديد فقهى مسائل:۱۰۵/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الفتاوى الهندية**" : والجنب لا يكتب القرآن وإن كانت الصحيفة على الأرض ولا يضع يده عليها وإن كانت ما دون الآية۔ وقال محمدؒ: أحب إلي أن لا يكتب وبه أخذ مشائخ بخارىٰ هكذا في الذخيرة. (۳۹/۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، فتاوى حقانيه: ۵٦٦/۲، جديد فقهى مسائل:۱۰۲/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**نور الإيضاح**" : تنزح البئر الصغيرة بوقوع نجاسة وإن قلت من غير الأرواث.

(ص۲۸، فصل في مسائل الآبار)

ما في "**الفتاوى الهندية والهداية**" : إذا وقعت في البئر نجاسة نزحت وكان نزح ما فيها من الماء طهارة لها بإجماع السلف رحمهم الله كذا في الهداية. (۱۹/۱، الباب الثالث في المياه، الفصل الأول فيما يجوز به التوضؤ وهو ثلاثة أنواع ، الهداية :۲٤/۱، فصل في البير، جديد فقهى مسائل:۱۱۲/۱)

باب التيمم

ٹرین میں تیمّم سے نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

مسئلہ (٦٤) : ٹرین میں تیمّم سے نماز کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں: (۱) ریل گاڑی کے دوسرے ڈبے میں بھی پانی نہ ہو۔ (۲) کم از کم ایک میل یا اس سے کچھ دور کہیں پانی کے وجود کا علم نہ ہو۔ (۳) ریل گاڑی کے تختہ پر اتنی مقدار میں غبار ہو کہ بخوبی ہاتھ کو لگے۔ (۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى: ﴿**وإن كنتم مرضٰى أو على سفر أو جاء أحد منكم من الغائط أو لٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيداً طيباً**﴾. (سورة النساء: ٤٣)

ما في " **سنن الدار قطني ومجمع الزوائد** " : لقوله عليه السلام : " **الصعيد الطيب وَضوء المسلم ، وإن لم يجد الماء عشر سنين**".

(١٩٦/١، رقم الحديث: ٧١١، باب في جواز التيمم لمن لم يجد الماء سنين كثيرة، مجمع الزوائد: ٣٦٤/١، رقم الحديث: ١٤٠٨، باب في التيمم)

ما في "**الدر المختار مع رد المحتار** " : (من عجز)......(عن استعمال الماء) المطلق الكافي لطهارته لصلاة تفوت إلى خلف (لبعده) ولو مقيماً في المصر (ميلاً) أربعة آلاف ذراع، وهو أربع وعشرون أصبعاً........ (أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرك، أو لم يجد من يوضيه .... (أو برد) يهلك الجنب ....(أو خوف عدو) كحية أو نار على نفسه ولو من فاسق أو حبس غريم أو ماله ولو أمانة . ثم إن نشأ الخوف بسبب وعيد عبد أعاد الصلاة، وإلا لا، لأنه سماوي (أو عطش)........ (أو عدم آلة) طاهرة.......(تيمم) لهذه الأعذار كلها. "در مختار".

قوله : (ثم إن نشأ الخوف الخ) اعلم أن المانع من الوضوء إن كان من قبل العباد : كأسير منعه الكفار من

....

....

....

الوضوء، ومحبوس في السجن، ومن قيل له: إن توضأت قتلتك جاز له التيمم ويعيد الصلوة إذا زال المانع، كذا في الدرر والوقاية، أي وأما إذا كان من قبل الله تعالى كالمرض فلا يعيد .

(۱/۳۹٥ـ٤٠١، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في "**التصحيح والترجيح على مختصر القدوري**" : ومن لم يجد الماء وهو مسافر أو كان خارج المصر بينه وبين المصر نحو الميل أو أكثر، أو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه، أو خاف الجنب إن اغتسل بالماء يقتله البرد أو يمرضه، فإنه يتيمم بالصعيد.

(ص١٤٥، باب التيمم، وكذا في النهر الفائق :١/٩٧، باب التيمم ، الفتاوى الولوالجية :١/٦٩، الفصل السابع في التيمم، نصب الراية :١/٢٠٢، باب التيمم ، بدائع الصنائع : ٣/٣١٥، فصل في بيان شرائط أركان)

ما في " **مجمع الزوائد** " : عن عائشة قالت: " **كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا وقع بعض أهله فكسل أن يقوم ضرب يده على الحائط فيتيمم** ".

(۱/۳٦۸، باب التيمم على الجدار، رقم الحديث:١٤٢٧)

ما في "**الهداية والبدائع**" : وكذا يجوز بالغبار مع القدرة على الصعيد عند أبي حنيفة ومحمد لأنه تراب رقيق.

(۱/۳٤،كتاب الطهارة، باب التيمم ،بدائع الصنائع :١/٣٤٠/٣٤١،كتاب الطهارة، فصل فيما يتيمم به)

ما في " **رد المحتار والتبيين والتاتارخانية**" : ولو أن الحنطة أو الشئ الذي لا يجوز عليه التيمم إذا كان عليه التراب فضرب يده عليه وتيمم إن كان يستبين بمده عليه جاز وإلا فلا.

(۱/٤٠٦، باب التيمم ، تبيين الحقائق :١/١٢٣، باب التيمم ، الفتاوى التاتارخانية :١/١٤٤، الفصل الخامس في التيمم ، نوع آخر فيما يجوز به التيمم، احسن الفتاوى: ٢/٥٥)

پہاڑی کوئلہ کی راکھ پر تیمّم صحیح اور درست ہے

مسئلہ (٦٥): پہاڑی کوئلہ جو کان سے نکالا جاتا ہے حکماً پتھر ہے، اس لئے یہ جنسِ ارض میں شمار ہوگا، لہذا اس پر اور اس کی راکھ پر تیمّم کرنا صحیح اور درست ہے، اور جو کوئلہ لکڑی کو جلا کر حاصل ہوتا ہے، اس پر جنسِ ارض کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، اس لئے اس پر اور اس کی راکھ پر تیمّم کرنا صحیح نہیں ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (فلا يجوز) بلؤلو ولو مسحوقاً لتولده من حيوان البحر، ولا بمرجان لشبهه للنبات لكونه أشجاراً نابتةً في قعر البحرعلى ما حرره المصنف، ولا (بمنطبع) كفضة وزجاج (ومترمد) بالاحتراق إلا رماد الحجر فيجوز كحجر مدقوق أومغسول ."درمختار". قوله : (ومترمد) أي ما يحترق بالنار فيصير رماداً .بحر.(١/ ٤٠٥،٤٠٦ ، باب التيمم)

ما في "**حلبي كبير والبحر الرائق**" : ولا يجوز عندنا بما ليس من جنس الأرض، وهو ما يلين بالنار أو يترمد كالذهب والفضة والحديد والرصاص والصفر والنحاس ونحوها مما ينطبع ويلين بالنار وكالحنطة وسائر الحبوب والأطعمة من الفواكه وغيرها وأنواع النباتات مما يترمد بالنار إذا لم يكن عليها غبار.(ص٧٦، البحرالرائق:١/ ٣٢١، جديد فقهی مسائل:١/ ١١٢)

کتاب الصلوۃ

(نماز کا بیان)

چلتی، یارکی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ(٦٦) : **(الف)** ٹرین اگرکسی جگہ رکی ہوئی ہوتو اس میں نماز پڑھنا درست ہے، اور ایسی صورت میں اس میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا واجب ہوگا، کیوں کہ یہ زمین کے حکم میں ہے(۱)۔
(ب) لیکن اگرٹرین اتنی دیر تک رکتی ہے کہ مسافر باہر نکل کر نماز پڑھ سکتا ہے، تو ٹرین کی بہ نسبت زمین پرنماز پڑھنا بہتر ہے، لیکن اگرٹرین میں نماز پڑھ لیتا ہے تب بھی اس کی نماز ہوجائے گی (۲)۔
(ج) اور اگرٹرین چل رہی ہواور اس میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے سر چکرانے لگتا ہو، یا اور کوئی عذر ہو جو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے مانع ہو، تو ایسی حالت میں اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے(۳)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " :وأجمعوا أن السفينة إذا كانت مربوطة في الشط أنه لا تجوز الصلوٰة فيها قاعداً، وفي الطحاوي: المربوط كالشط......ولكن الأصح أنه لا تجوز الصلوة فيه إلا قائماً في قولهم . (۵۲۸/۱)

(۲) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : قال محمد : وإذا استطاع الرجل الخروج من السفينة للصلوة فأحب له أن يخرج وصلى على الأرض، وإن صلى فيها جاز.(۵۲۸/۱)

(۳) ما في " **رد المحتار** " : (صلى الفرض في فلك) جار (قاعداً بلا عذر صح) لغلبة العجز وقالا : لا يصح إلا بعذر وهو الأظهر."درمختار".(۵۷۲/۲)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : وأجمعوا أنه إذا كان بحيث لو قام يدور رأسه يجوز فيها قاعداً...... منهم من قال على قول أبي حنيفة: إنما يصلي قاعداً إذا كانت جارية وأما إذا كانت ساكنة لم تجز الصلوة فيها قاعداً. (۵۲۸/۱)=

دورانِ نماز گھڑی پر نظر کرنا مکروہ ہے

مسئلہ(۶۷): دورانِ نماز گھڑی دیکھنے اور سمجھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی مگر یہ عمل مکروہ ہے، کیوں کہ یہ ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو اعمالِ نماز میں داخل نہیں، لیکن اگر بلا قصد گھڑی پر نظر پڑ جائے اور ٹائم سمجھ میں آجائے تو مکروہ نہیں ہے۔(۱)

جس چیز پر ناک اور پیشانی نہ ٹکے اس پر سجدہ درست نہیں

مسئلہ(۶۸): ہر ایسی چیز پر سجدہ کرنا جائز ہوگا جس پر ناک اور پیشانی لگ جائیں، اگر کسی ایسی چیز پر سجدہ کیا جس پر ناک اور پیشانی نہ ٹک سکیں تو سجدہ جائز نہ ہوگا، اور جب سجدہ نہ ہوگا تو نماز بھی نہ ہوگی، روئی کے گدے پر یہ دونوں چیزیں ٹک جاتی ہیں لہذا اس پر سجدہ کرنا جائز ہوگا۔(۲)

= ما في " **الفتاوى التاتارخانية**" : وقد ذكر الحسن بن زياد في كتابه باسناده عن سويد بن غفلة قال: سألت أبا بكر وعمر رضي الله عنهما عن الصلوة في السفينة فقالا: إن كانت جارية يصلي قاعداً، وإن كانت ساكنة يصلي قائماً. (۱/۵۲۹، جديد فقهى مسائل:۱/۳۲/۱۶۹، فتاوى عثمانى: ۱/۴۰۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : قال الحصكفي: (ولا يفسدها نظره إلى مكتوب وفهمه ولو مستفهماً وإن كره ـ"درمختار"ـ قوله : (وإن كره) أي لاشتغاله بما ليس من أعمال الصلوة، وأما لو وقع عليه نظره بلا قصد وفهمه فلا يكره.

(رد المحتار:۲/۳۹۷،۳۹۸، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا قرأ قوله تعالى جدك بدون ألف لا تفسد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:ص۱۸۷، جديد فقهى مسائل:۱/۱۳۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار**" : وشرطُ سجودٍ فالقرار لجبهةٍ وقُربُ قعودٍ حدُّ فصلٍ محرَّرُ

."درمختار". قوله : (لجبهةٍ) أي يفترض أن يسجد على ما يجد حجمه، بحيث إن الساجد لو بالغ لا يتسفل=

باب الأذان

(اذان کا بیان)

بہت ساری اذانیں ایک ساتھ ہوں تو کس کا جواب دیں؟

مسئلہ(۶۹): اگر کوئی شخص کئی مسجدوں کی اذانیں سنے، اگر اذانیں یکے بعد دیگرے ہوں تو صرف پہلی اذان کا جواب دینا مستحب ہے، خواہ وہ کسی بھی مسجد کی ہو، اور اگر اذانیں ایک ساتھ ہوں تو صرف اپنی مسجد کی اذان کا جواب دے۔(۱)

ٹیپ ریکارڈ سے اذان وامامت درست نہیں

مسئلہ(۷۰): ٹیپ ریکارڈ (Tape Record) سے نہ اذان درست ہے اور نہ امامت، اس لیے کہ مؤذن اور امام وہی ہوسکتا ہے جو ناطق ہو اور قوتِ گویائی رکھتا ہو، اور ٹیپ ریکارڈ میں یہ چیز مفقود ہے، نیز اذان وامامت کا مسئلہ بڑا اہم اور عظیم الشان ہے، اس لیے اعلیٰ درجہ کا متقی وپرہیزگار عالم، عامل، عاقل، اخلاقِ حمیدہ سے متصف، حسنِ قرأت سے اچھی طرح واقف، صحیح العقیدہ، تندرست وجیہ الصوت، نماز کے مسائل کا جاننے والا، اور ظاہری عیوب سے پاک ہونا چاہئے، اور مذکورہ

= رأسه أبلغ مما كان عليه حال الوضع، فلا يصح على نحو الأرز والذرة ، إلا أن يكون في نحو جوالق، ولا على نحو القطن والثلج والفرش إلا إن وجد حجم الأرض بكبسه.

(رد المحتار:۲/۱۴۳،۱۴۴، جدید فقهی مسائل:۱/۱۳۲، فتاوی حقانیه:۳/۸۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : وفي التاترخانية : إنما يجيب أذان مسجده .وسئل ظهير الدين عمن سمعه في آن من جهاتٍ ماذا يجب عليه ؟ قال : إجابة أذان مسجده بالفعل ."در مختار" . قوله : (قال إجابة أذان مسجده بالفعل) قال في الفتح : وهذا ليس مما نحن فيه، إذ مقصود السائل، أي مؤذن يجيب باللسان استحباباً أو وجوباً . والذي ينبغي إجابة الأول سواء كان مؤذن مسجده أو غيره . فإن سمعهم معاً أجاب معتبراً كون إجابته لمؤذن مسجده ، ولو لم يعتبر ذلك جاز.

(رد المحتار:۲/۷۰،۷۱، كتاب الصلاة، باب الأذان، جديد فقهی مسائل: ۱/۱۳۳، احسن الفتاوی:۲/۲۹۲)

چیزوں میں سے ایک چیز بھی ٹیپ ریکارڈ میں نہیں پائی جاتی ہے، لہذا ٹیپ ریکارڈ سے نہ اذان، درست ہے نہ امامت۔(۱)

باب الجمعة

شہراور دیہات میں جمعہ

مسئلہ(۷۱): شہروں میں جمعہ صحیح ہے دیہاتوں میں نہیں (۲)، البتہ جن دیہاتوں میں پہلے سے نمازِ جمعہ ہوتی ہے وہاں بند نہ کیجائے، کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے(۳)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البدائع** " :وأما أذان الصبي الذي لا يعقل فلا يجزئ، ويعاد؛ لأن ما يصدر لا عن عقل لا يعتد به كصوت الطيور۔ ومنها: أن يكون عاقلاً، فيكره أذان المجنون والسكران الذى لا يعقل، لأن الأذان ذكر معظمٌ، وتأذينهما ترك لتعظيمه. (۱/٦٤٦، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن)

ما في " **البدائع** " : وأما بيان من هو أحق للإمامة وأولى بها فالحر أولى بالإمامة من العبد، والتقي أولى من الفاسق، والبصير أولى من الأعمى، وولد الرشدة أولى من ولد الزنا .... ثم أفضل هؤلاء أعلمهم بالسنة ، وأفضلهم ورعاً ، وأقرؤهم لكتاب الله تعالى، وأكبرهم سناً، ولا شك أن هذه الخصال إذا اجتمعت في إنسان. كان هو أولى؛ لما بينّا أن بناء أمر الإمامة على الفضيلة والكمال.

(۱/٩٦٩، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة، جديد فقهى مسائل:۱/١٣٦، خير الفتاوى:٢/٢٢٥، فتاوى حقانيه:٣/٥٩)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **البدائع** " : وأما الشرائط التي ترجع إلى غير المصلي فخمسة في ظاهر الروايات : المصر الجامع ، والسلطان ، والخطبة ، والجماعة ، والوقت.(۲/١٨٨)

وما في " **رد المحتار** " : وفي القنية : صلوة العيد في القرى تكره تحريما۔ "درمختار"۔ قوله : (صلاة العيد) ومثله الجمعة. (٣/٤٦ ، باب العيدين)

(۳) ما في "**رد المحتار مع الدر المختار**":واستشهد له بما في التجنيس عن الحلواني: أن كسالى =

شہر کی تعریف: جمعہ کے مسئلہ میں شہر سے مراد ایسی بستی ہے جہاں ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہوں، تھانہ یا تحصیل اور ڈاکخانہ ہو، کوئی عالم یعنی مسائلِ ضروریہ بتانے والا اور کوئی معالج موجود ہو(۱)۔

باب الإمامة

(امامت کا بیان)

نس بندی کرانے والے شخص کی امامت

مسئلہ(۷۲): جس شخص نے مجبوراً نس بندی کروائی ہو تو اس کی نماز بلا کراہت درست ہے، اور اگر برضا ورغبت کروائی ہو تو جب تک توبہ نہ کرلے اس کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہوگی۔(۲)

= العوام إذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون، لأنهم إذا منعوا تركوها وأدائها مع تجويز أهل الحديث لهما أولى من تركها أصلاً. (۵۲/۳، باب العيدين)

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والبحر والبدائع** ": (المصر وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها) وعليه فتوى أكثر الفقهاء ." درمختار"......... قال الشامي : عن أبي حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أو علم غيره يرجع الناس إليه فيما يقع من الحوادث .(۳/۵،۶ ، باب الجمعة ، البحر الرائق : ۲/ ۲۴، بدائع الصنائع : ۲/ ۱۸۹، كفايت المفتي : ۳/ ۲۴۹، فتاوى دار العلوم : ۵/ ۱۰۲، جديد فقهى مسائل:۱/ ۱۶۶، كتاب الفتاوى:۳/ ۳۶، فتاوى حقانيه:۳/ ۳۸۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية** ":ويكره استخدام الخصيان لأن الرغبة في استخدامهم حث على هذا الصنع ومثله محرمة.(الهداية :۴/ ۴۷۴، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : قال الحصكفي: (ويكره) تنزيهاً (إمامة عبد) وفاسق وأعمى اهـ. قوله : (وفاسق) من الفسق : وهو الخروج عن الاستقامة ، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا ونحو ذلك. (۲/ ۲۹۸، باب الإمامة، جديد فقهى مسائل:۱/ ۱۳۷)

فصل فی سجدة التلاوة

(سجدہ تلاوت کا بیان)

ٹی وی پر آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۷۳): اگر ٹی وی (T.V) پر پروگرام براہِ راست (Telecast) نشر کیا جائے تو اس کے ذریعہ آیتِ سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔

اور اگر پہلے ویڈیو ریکارڈ (Video,Ricord) کیا جائے، پھر نشر کیا جائے تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔(۱)

آیتِ سجدہ ٹائپ یا کمپوز کرنے سے سجدۂ تلاوت لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۷٤): آیتِ سجدہ ٹائپ کرنے والے (Type-Writer) پر، اسی طرح کمپوزنگ کرنے والے (Composer) پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا، مگر یہ کہ وہ آیتِ سجدہ زبان سے پڑھے تو اس صورت میں سجدۂ تلاوت لازم ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (يجب بـ) سبب (تلاوة آية)......... (بشرط سماعها فالسبب التلاوة والسماع وإن لم يوجد السماع، كتلاوة الأصم، والسماع شرط في حق غير التالي."درمختار".(۲/۵۷۵، باب سجود التلاوة)

ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار** " : ولا تجب إذا سمعها من طير هو المختار..... وإن سمعها من الصدى لا تجب عليه كذا في الخلاصة .(۱/۱۳۲، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة۔ رد المحتار:۲/۵۸۳، باب سجود التلاوة، فتاوی حقانیه:۳/۳۳۸، احسن الفتاوی: ۲/٦۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **البحر الرائق ورد المحتار ونصب الراية** " : وفي إضافة السجود إلى التلاوة إشارة إلى أنه =

ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو پر آیتِ سجدہ سننے سے لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۷۵): ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو پر آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا، البتہ اگر قاری براہِ راست ریڈیو پر آیتِ سجدہ کو تلاوت کرے تو سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔(۱)

باب صلاۃ المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

جس راہ سے سفر کیا جائے اسی راہ کا اعتبار ہوگا

مسئلہ(۷۶): اگر کسی مقام کی مسافت، ریل اور بس سے سفر کرنے میں مختلف ہو، یعنی بس کے ذریعہ مسافتِ شرعی، جس کے متعلق ہمارے اکابر کا اختلاف ہے، کہ بعض نے ۴۸؍میل شرعی =۸۷؍ کلومیٹر۸۲۷؍میٹر۴۰؍سینٹی میٹر کہا ہے، اور بعض نے ۴۸؍میل انگریزی =۷۷؍کلومیٹر ۲۴۸؍میٹر۵۱؍ سینٹی میٹر، ۲؍ملی لیٹر، یعنی تقریباً سوا ستہتر (77.1/4-K.M.) کلومیٹر کہا ہے، سے کم ہو، اور ریل

= كتبها أو تهجأها لا يجب عليه السجود. (۲/۲۰۹، رد المحتار:۲/۵۷۵، نصب الراية:۲/۱۷۸)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": (يجب بـ) سبب (تلاوة آية) .... (بشرط سماعها) فالسبب التلاوة والسماع وإن لم يوجد السماع، كتلاوة الأصم، والسماع شرط في حق غير التالي. "درمختار".

(۲/۵۷۵، باب سجود التلاوة، جديد فقهى مسائل:۱/۱۷۱، فتاوى حقانيه:۳/۳۴۴)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار**" : ولا تجب إذا سمعها من طير هو المختار .... وإن سمعها من الصدى لا تجب عليه. (۱/۱۳۲، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة، رد المحتار:۲/۵۸۳، باب سجود التلاوة)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** ": (يجب بـ) سبب (تلاوة آية).......... (بشرط سماعها) فالسبب التلاوة والسماع وإن لم يوجد السماع، كتلاوة الأصم، والسماع شرط في حق غير التالي."درمختار".

(۲/۵۷۵، باب سجود التلاوة، جديد فقهى مسائل:۱/۱۷۰، فتاوى حقانيه: ۳/۳۳۸)

کے ذریعہ مسافت شرعی کی بقدر یا اس سے زائد ہو، یا اس کے برعکس ہو، تو جس راہ سے سفر کیا جائے گا قصر واتمام میں اسی کا اعتبار ہوگا۔(۱)

سسرال میں قصر کرے یا اتمام؟

مسئلہ(۷۷): (الف) اگر کسی شخص کا سسرال اس کے وطن سے مسافتِ شرعی کی بقدر دور نہ ہو، تو وہ نماز میں اتمام یعنی پوری نماز پڑھیگا(۲)۔

(ب) اگر سسرال مسافتِ شرعی کی دوری پر ہو، اور بیوی بچوں کے ساتھ وہاں قیام پذیر نہ ہو تو یہ اس کا وطنِ اقامت ہوگا، پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت ہے تو نماز پوری پڑھے، ورنہ قصر کرے (یعنی چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھے)، بشرطیکہ مقیم امام کی اقتدا نہ کی ہو، ورنہ مقیم امام کی متابعت کی وجہ سے نماز پوری پڑھنی ہوگی (۳)۔

نوٹ: سفرِ شرعی کی مسافت کم از کم ۴۸ر میل ہے، اگر اس سے (یعنی ۴۸ر میل سے) کم کا سفر ہو تو وہ شرعی سفر نہیں ہوگا۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : فإذا قصد بلدة وإلى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، والآخر دونها فسلك الطريق الأبعد كان مسافراً عندنا هكذا في فتاوى قاضي خان. (۱۳۸/۱)

ما في " **البحر الرائق** " : فالحاصل أن تعتبر المدة من أي طريق أخذ فيه. (۲۲۸/۲، ۲۲۹، جدید فقهی مسائل:۱۴۳/۱، فتاوی حقانیه: ۳۵۳/۳، احسن الفتاوی:۱۰۵/٤، ایضاح المسائل:۷۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهنيدية** " : ولا بد للمسافر من مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين وإلا لا يترخص أبداً۔ (الفتاوى الهندية:۱۳۹/۱)

(۳) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : قال الحصكفي : (الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو =

وطنِ اصلی سے تعلق باقی رکھتے ہوئے کسی اور مقام پر مستقل قیام کی صورت میں قصر واتمام کا حکم

مسئله(۷۸): کھانے پینے کی طرح رہائش انسان کی بنیادی ضرورت ہے فرمانِ خداوندی ہے: ﴿**والله جعل لکم من بیوتکم سکنا**﴾ ۔ اللہ نے تمہارے گھر تمہاری رہنے کی جگہ بنائی ۔ (سورۃ النحل:۸۰) اسی لیے انسان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی رہائش کے لیے جس جگہ مکان بناتا ہے اور اس میں رہائش اختیار کرتا ہے اس کو فقہاء کرام اس کا وطنِ اصلی قرار دیتے ہیں، جس طرح وطنِ اصلی اور مستقل قیام گاہ انسان کی ضرورت ہے اسی طرح سفر اور نقل وحرکت بھی اسکی ضروت ہے، اس لیے شریعت نے سفر وحضر کے احکام الگ الگ رکھے ہیں۔ فقہاء عظام نے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو سامنے رکھتے ہوئے وطن کی تین قسمیں بیان فرمائی ہے: ۱/ وطنِ اصلی ۔ ۲/ وطنِ اقامت ۔۳/ وطنِ سکنیٰ ۔ وطنِ اصلی:...... وہ جگہ ہے جہاں انسان کی پیدائش ہو، یا وہ شہر ہے جس میں اس نے شادی کی ہو۔

= تأهله أو توطنه ."در مختار"........... قال الشامي: قوله: (أو تأهله) أي تزوجه، قال في شرح المنية: ولو تزوّج المسافر ببلد ولم ينو الإقامة به فقيل لا يصير مقيماً، وقيل يصير مقيماً؛ وهو الأوجه.(۲/ ٦١٤)

ما في " **الفتاوى الهندية وقاضيخان على هامش الهندية** " : ويبطل الوطن الأصلي إذا انتقل عن الأول بأهله وأما إذا لم تنتقل بأهله ولكنه أهلاً ببلدة أخرى فلا يبطل وطنه الأول ويتم فيها.

(١٤٢/١، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ٧٢/١ ،الدر المختار مع رد المحتار:٦١٤/٢)

ما في " **تنوير الأبصار مع الدر والرد** " : قال التمرتاشي: (من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوباً) ." تنوير". (رد المحتار:٥٩٩/٢ـ٦٠٣، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر)

ما في " **الهداية** ": وإن اقتدى المسافر بالمقيم فيصح في الوقت أتم أربعا.

(١٤٦/١، باب صلوة المسافر،جديد فقهى مسائل:١٤٣/١)

وطنِ اقامت:......وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کی ہو۔
وطنِ سکنیٰ:......وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو۔ (۱)

جائے ملازمت میں مستقل رہنے کا عزمِ مصمم کرنے سے وہ جگہ وطنِ اصلی شمار ہوگی

مسئلہ(۷۹): بعض لوگ ملازمت وغیرہ کیلئے اپنے وطنِ اصلی سے تعلق رکھتے ہوئے کسی اور جگہ اقامت اختیار کر لیتے ہیں، اور ان کا سال کا زیادہ تر حصہ اسی جائے قیام پر گزرتا ہے، عید، بقرعید ، یا طویل تعطیلات میں ہی وہ اپنے وطنِ اصلی جاتے ہیں، اگر اس طرح کے لوگ جائے ملازمت میں اپنا ذاتی مکان بنالیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہاں رہائش پذیر ہوں، اور اس جگہ مستقلاً رہنے کا عزمِ مصمم کرلیں تو یہ جگہ ان کے لئے وطنِ اصلی ہے۔(۲)

جائے ملازمت میں کرایہ یا ادارہ کے مکان میں رہتا ہو تو وہ جگہ وطنِ اصلی شمار ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ(۸۰): جن لوگوں نے جائے ملازمت میں ذاتی مکان نہ بنایا ہو، کرایہ کے مکان یا ادارہ وکمپنی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **تبيين الحقائق والهندية والبدائع** " : اعلم أن الأوطان ثلاثه: وطن أصلي وهو مولود إنسان أو البلدة التي تـأهل فيها - ووطن الإقامة وهو الموضع ١لذي ينوي المسافر أن يقيم فيه خمسه عشر يوماً فصاعداً- ووطن السكنى وهو المكان الذي ينوي أن يقيم فيه أقل من خمسة عشر يوماً.

(١/٥١٧، الفتاوى الهندية : ١٤٢/١، بدائع الصنائع : ١/ ٢٨٠، فتاوى حقانيه: ١/ ٣٧٥)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **البحر الرائق والبدائع**" : والوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدته أو بلدة أخرىٰ اتخذها داراً وتوطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها بل التعيش بها.

(٢/ ٢٣٩، بدائع الصنائع : ١/ ٢٨٠، خير الفتاوى: ٢/ ٦٨٤)

کی طرف سے دیئے گئے مکان میں اہل عیال کے ساتھ رہتے ہوں، اور مستقلاً رہنے کا عزم بھی ہو، نیز ان کی حالت و پوزیشن (Possession) کچھ ایسی ہو کہ اس عزم وارادہ کے منافی ومخالف نہ ہو تو یہ جگہ ان کیلئے وطنِ اصلی ہوگی، اور انہیں وہاں نمازیں پوری پڑھنی ہوگی۔(۱)

جائے ملازمت میں تنہا رہتا ہو تو وطنِ اصلی شمار ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(**۸۱**): اگر کوئی آدمی جائے ملازمت میں تنہا رہ رہا ہو، بال بچے ساتھ نہ ہو اور مکان بھی ذاتی نہ ہو، اور اس جگہ مستقلاً رہنے کا عزمِ مصمم ہو اور اس کی حالت اس عزم کے منافی ومخالف نہ ہو تو یہ جگہ اس کے لیے وطنِ اصلی ہوگی، اور وہ وہاں نمازیں پوری پڑھے گا، جیسا کہ وطنِ اصلی کی اس تعریف سے مفہوم ہوتا ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه........ قوله : (أو توطنه) أي عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل. (۲/٦١٤)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : والحاصل أن شروط الاتمام ستة: النية والمدة واستقلال الرأي وترك السير واتحاد الموضع وصلاحيته قهستاني ." در مختار" ...... قوله : (ستة) زاد في الحلية شرطاً آخر وهو أن لا تكون حالته منافية لعزيمته. قال: كما صرحوا به في مسائل۔: أي كمسئلة من دخل بلدةً لحاجة ومسئلة العسكر فافهم . (۲/٦٠٩)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه."در مختار" .... قال في الشرح : (أو توطنه) أي عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل.

(۲/٦١٤، خيرالفتاوى : ۲/٦٧٥)

وفيه أيضاً: قوله : (ستة) زاد في الحلية شرطاً آخر وهو أن لا تكون حالته منافية لعزيمته.

(رد المحتار على الدر المختار:۲/٦٠٩) =

لیکن اگر شخصِ مذکور اس جگہ مستقلاً رہنے کا عزم نہ رکھتا ہو، یا رکھتا ہو لیکن اس کی حالت اس عزم کے منافی ومخالف ہو تو اس کیلئے یہ جگہ وطنِ اقامت ہوگی، اگر پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت ہو تو نمازیں پوری پڑھے گا ورنہ قصر کرے گا۔(۱)

باب القبلة

(قبلہ کا بیان)

اوقاتِ نماز میں تقویم کی رعایت کرنا درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ(**۸۲**): دورِ حاضر میں تقویم کی بنیاد علمِ فلکیات (Astronomy) پر ہوتی ہے، لہذا اوقاتِ نماز میں تقویم کی رعایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ہاں اگر دوسرے ذرائع سے وقت کا علم ہو جائے تو تقویم کو ترک کر دیا جائے گا۔(۲)

= (۱) ما في " **تبيين الحقائق**" : ووطن إقامة وهو الموضع الذي ينوي المسافر أن يقيم فيه خمسة عشر يوماً فصاعداً . (۱/۵۱۷)

ما في " **البحر الرائق** " :أما وطن الإقامة فهو الوطن الذي يقصد المسافر الإقامة فيه وهو صالح لها نصف شهر. (۲/۲۳۹)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار والبدائع** " : (ويبطل وطن الإقامة) يسمىٰ أيضا الوطن المستعار والحادث وهو ما خرج إليه بنية إقامة نصف شهر، سواء كان بينه وبين الأصلي مسيرة السفر أو لا.

(۲/٦۱٤، بدائع الصنائع :۱/ ۲۸۰، خير الفتاوى: ۲/ ٦۷۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : قال الشامي رحمه الله : فينبغي الاعتماد في أوقات الصلوة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الالات كالربع والاصطرلاب ، فإنها إن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك.

(۲/۱۱۲، باب شروط الصلوة ، مبحث في استقبال القبلة، جديد فقهى مسائل:۱/ ۱۲۵)

قبلہ نما آلہ کے ذریعہ تعیینِ قبلہ جائز ہے

مسئلہ(۸۳): قبلہ کی تعیین کرنا جائز ہے، شریعت نے جہت کی تعیین میں سہولت رکھی ہے کہ کسی بھی طرح انسان کو جہتِ قبلہ کا ظنِ غالب ہو تو وہ اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھے، چونکہ قبلہ نما سے بھی ظنِ غالب حاصل ہوتا ہے، لہذا اس کے ذریعہ تعیینِ قبلہ جائز ہے۔(۱)

ٹرین اور بس میں استقبالِ قبلہ کا حکم

مسئلہ(۸٤): ٹرین اور بس میں استقبالِ قبلہ ابتداءِ صلوۃ اور دورانِ صلوۃ دونوں میں بھی ضروری ہے، کیونکہ ان میں اگر انحراف عن القبلہ ہو جائے تو قبلہ درست کرنا ممکن ہوتا ہے، لہذا اگر نماز شروع کرتے وقت قبلہ ٹرین کے بائیں رخ پر ہو تو مصلی بائیں طرف رخ کر کے نماز پڑھے، اور اگر دائیں رخ پر ہو جائے تو اپنا رخ دائیں طرف کرلیں۔(۲)

ہوائی جہاز میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا

مسئلہ(۸۵): ہوائی جہاز میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ جس طرح کشتی میں نماز ہو جاتی ہے اسی طرح ہوائی جہاز میں بھی نماز ہو جائے گی۔(۳)

---

(۱) (رد المحتار: ۱۱۲/۲، باب شروط الصلوة ، مبحث في استقبال القبلة ، جدید فقهی مسائل: ۱۲٦/۱، فتاوی حقانیه: ۷۷/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": (والمربوطة بلجة البحر إن كان الريح يحركها شديداً فكالسائرة، وإلا فكالواقفة) ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت."درمختار".

(۵۷۳/۲، باب صلوة المريض ، مطلب في الصلاة في السفينة، جدید فقهی مسائل: ۱۲۷/۱، فتاوی حقانیه: ۷۸/۳، احسن الفتاوی: ۸۸/٤)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **الفقه على المذاهب الأربعة**": ومثل السفينة القطر البخارية والطائرات الجوية ونحوها.

(۲۰٦/۱، جدید فقهی مسائل: ۱۲۹/۱، احسن الفتاوی: ۸۹/٤)

سمندری جہاز میں نماز کا حکم

مسئلہ(۸٦): سمندری جہاز (Steamer) میں نماز کے وہی احکام ہیں جو کشتی کے ہیں، اگر جہاز ساحل پر لنگر انداز ہو اور کھڑے ہوکر پڑھنا ممکن ہو تو کھڑے ہوکر پڑھے، ورنہ بیٹھ کر جب کہ نکلنا ممکن نہ ہو، اور اگر حالتِ قیام میں سر چکرائے تو بیٹھ کر ادا کرلے، اگر چلتے ہوئے جہاز میں قیام ممکن ہو تو کھڑے ہوکر پڑھے ورنہ بیٹھ کر ادا کریں، استقبالِ قبلہ ہر حال میں ضروری ہے۔

والحجة على ما قلنا:

ما في "**الدر المختار مع رد المحتار**": صلى الفرض في فلك جار قاعداً بلا عذر صح لغلبة الحجز، وأساء وقالا لا يصح إلا بعذر وهو الأظهر۔"برهان"۔ والمربوطة في الشط كالشط في الأصح، والمربوطة بلجة البحر إن كان الريح يحركها شديداً فكالسائرة وإلا كالواقفة ، ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت ."درمختار"..........قوله : (لغلبة العجز) أي لأن دوران الرأس فيها غالب والغالب كالمتحقق، فأقيم مقامه كالسفر أقيم مقام المشقة والنوم مقام الحدث. (٥٧٢/٢)

ما في "**فتح القدير**" : ومن صلى في السفينة قاعداً من غير علة أجزأه عند أبي حنيفة رحمه الله والقيام أفضل وقالا لا يجزئه إلا من عذر، لأن القيام مقدور عليه۔ فلا يترك إلا لعلة وله أن الغالب فيها دوران الرأس وهو كالمتحقق إلا أن القيام أفضل لأنه أبعد عن شبهة الخلاف في غير المربوطة والمربوطة كالشط وهو الصحيح.

(٤٦٢/١، باب صلوة المريض، جديد فقهی مسائل: ١٣٠/١، فتاوی حقانیه:٣٩٤/٣، احسن الفتاوی:٨٩/٤)

کتاب الزکوٰۃ

(زکوٰۃ کا بیان)

زکوٰۃ عبادت، طہارت، اورمعاشرت میں مساوات کا اہم ترین ذریعہ ہے

لغت میں زکوۃ کے معنی ہے ''پاک ہونا''، چونکہ زکوۃ مزکی کو گناہوں اور رذیلۂ بخل سے پاک کرتی ہے، اور زکوۃ کی ادائیگی سے مزکی کا بقیہ مال پاک ہوجاتا ہے، اس لیے زکوۃ کوزکوۃ کہتے ہیں(۱)۔

اصطلاحِ شرع میں زکوۃ کہتے ہیں'' خالص خدا کی خوشنودی اور رضا مندی کے لیے حکمِ شارع کے مطابق ایک مقررہ ومتعین مال کا کسی مستحق (فقیر،ضرورت مند) مسلمان کو مالک بنادینا''۔

بعض علماء نے یوں تعریف کی ہے'' مالِ مخصوص کی مقدارِ مخصوص کا شخصِ مخصوص کو مالک بنا دینا محض باری تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر'' زکوۃ کہلاتا ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ''**الدر المختار مع رد المحتار**'' : هي لغةً الطهارة والنماء .... والنماء أي الزيادة ، ولها معان آخر: البركة. (۳/۱۷۰)

ما في ''**القرآن الكريم**'' : قال الله تعالىٰ:﴿**خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها**﴾.

(سورة التوبة : ۱۰۳)

وقوله تعالىٰ : ﴿**يمحق الله الربوا ويربي الصدقات**﴾. (سورة البقرة:۲۷٦)

ما في ''**مشكاة المصابيح**'' : فقال صلى الله عليه وسلم : ''**إن الله لم يفرض الزكوة إلا ليطيب ما بقي من أموالكم**''............ وقال : ''**إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس**''. (ص:۱۵٦ ـ ۱٦۱)

ما في ''**فتاوى النوازل**'' : فالمال ينمي بها من حيث لا يرى وهي مطهرة لمؤديها من الذنوب.

(ص:۱۳۳)

(۲) ما في ''**التنوير مع الدر والرد**'' : هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير......مع قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالى.'' تنوير''. (رد المحتار:۳/۱۷۰ـ۱۷۳، الفتاوى الهندية:۱/۱۷۰، البحرالرائق:۲/۳۵۲، تبيين الحقائق:۲/۳، النهرالفائق :۱/٤۱۱)

زکوۃ عبادت ہے:

اسلام میں نماز کے بعد سب سے اہم فریضہ زکوۃ ہے، قرآن میں بیسیوں جگہ صلوۃ کے ساتھ زکوۃ کا تذکرہ ہے، اور اس سلسلہ میں بکثرت احادیث وارد ہیں (۱)، اور عدمِ ادائے زکوۃ پر سخت وعید آئی ہے (۲)۔

---

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : قال الله تعالیٰ:﴿**وأقيموا الصلوة و اٰتوا الزكوة**﴾.(سورة البقرة :۴۳) .
﴿**والذين هم للزكوة فاعلون**﴾. (سورة المؤمنون :٤). ﴿**خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها**﴾. (سورةالتوبة :۱۰۳)

ما في " **الصحيح البخاري** " : وقال ابن عباس: حدثني أبوسفيان فذكر حديث النبي صلى الله عليه وسلم فقال:"يأمرنا بالصلوة والزكوة والصلة والعفاف". (۱/۱۸۷)

ما في " **مشكاة المصابيح** " : عن أنس أن أبابكر كتب له هذا الكتاب لما وجهه إلى البحرين:" **بسم الله الرحمن الرحيم، هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين، والتي أمر الله بها رسوله، فمن سئلها من المسلمين فليعطها، ومن سئل فوقها فلا يعط**.
(ص: ۱۵۸)

وما فيه أيضاً : " **إن الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم**".

ما في " **اللمعات على هامش المشكاة** " : والصحيح أن وجوب الأصل في شرعية الزكوة والصدقة مراعاة الفقراء ومواساتهم ." لمعات". (مشكاة المصابيح : ص۱۵۵)

ما في " **مشكاة المصابيح** " : **فقال صلى الله عليه وسلم:" إن الله لم يفرض الزكوة إلا ليطيب ما بقي من أموالكم**". (ص :۱۵٦)

(۲) ما في "**القرآن الكريم** " : قال الله تعالى:﴿**والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب أليم**﴾. [سورة التوبة :۳٤]

ما في " **الصحيح البخاري** " :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من اٰتاه الله مالاً فلم يؤده زكوته مثل له ماله يوم القيامة شجاعاً أقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيامة ثم يأخذ بلهزمتيه يعني بشدقيه ثم يقول: أنا مالك أنا كنزك، ثم تلا:﴿**ولا يحسبن الذين يبخلون**﴾ الآية . (۱/۱۸۸، مشكوة : ۱۵۵)

زکوۃ طہارت ہے:

زکوۃ حبِّ مال اور دولت پرستی جو کہ ایمان کش اور مہلک (روحانی بیماری) ہے، اس کے گندے اور زہریلے اثرات سے نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ ہے، مال ودولت کی حیثیت انسانی معیشت میں خون کی طرح ہے، اگر گردشِ خون میں ذرہ برابر فتور آجائے تو انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، ایسے ہی اگر گردشِ دولت منصفانہ اور عادلانہ نہ ہوتو معاشرہ کی زندگی میں خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اس خطرہ کے زوال کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے زکوۃ وصدقات کا نظام قائم کیا، نظامِ زکوۃ کے قیام کے بغیر انسانی معاشرہ اختلالِ زوال سے محفوظ نہیں رہ سکتا، قدرت نے زکوٰۃ کے ذریعے ان پھوڑے پھنسیوں کا علاج کیا جو بر بنائے انجمادِ دولت معاشرے کے جسم پر نکل آتی ہیں، اور پھر اس انجمادِ دولت کا مواد تعیش پسندی اور فضول خرچی کی شکل میں نکلتا ہے(۱)۔

---

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : قوله تعالى:﴿**خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها**﴾.

(التوبة:۱۰۳)

ما في " **مشكاة المصابيح** " : فقال صلى الله عليه وسلم: إن الله لم يفرض الزكوة إلا ليطيب ما بقي من أموالكم. (ص:۱۵٦)

ما في " **فتاوى النوازل** " : أن الزكوة تطهر نفس المؤدى عن انجاس الذنوب وتزكى أخلاقه بتخلق الجود والكرم وترك الشح والضن، اذا الانفس مجبولة على الضن بالمال، فتتعود السماحة وترتاض لأدائها الأمانات وإيصال الحقوق إلى مستحقيها . وقد تضمن ذلك كله ، قوله تعالى : ﴿**خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها**﴾. [التوبة:۱۰۳] .... فالمال ينمي بها من حيث لا يرى وهي مطهرة لمؤديها من الذنوب. (ص:۱۳۳)

زکوۃ ذریعۂ مساوات ہے:

اگر زکوٰۃ کا نظام برقرار رہے تو پریشان حال وبے سہارا بندگانِ خدا کی خدمت واعانت ہوتی ہے، نیز زکوٰۃ کی وجہ سے عدمِ ارتکازِ دولت یعنی دولت زیادہ سے زیادہ سیر وگردش میں رہتی ہے، اور معاشی خوشحالی برقرار رہتی ہے، علاوہ ازیں ساری دولت چند سرمایہ داروں کے ذخیرہ اندوزی سے محفوظ رہتی ہے ، اور سماج ومعاشرہ میں مساواتِ انسانی پروان چڑھتی ہے(۱)۔

زکوۃ اور ٹیکس میں فرق:

واضح رہے کہ ہمارے زمانہ میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو یہ کہتا ہے کہ زکوٰۃ کا جو نصاب اور شرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی وہ ان کے اپنے دور کے مطابق تھی ، آج اسلامی حکومت جو بھی ٹیکس اس دور کے تقاضوں کے مطابق وصول کرتی ہے وہی زکوٰۃ ہے، گویا کہ انہوں نے زکوٰۃ اور ٹیکس کو ایک ہی قرار دیا، ان حضرات نے اسلام کے ایک نہایت اہم اور بنیادی رکن کو مشکوک بنانے کی ناکارہ کوشش کی ہے، حالانکہ زکوٰۃ اور ٹیکس کے مابین واضح فرق ہے۔(۲)

---

(۱) ما في " **اللمعات على هامش المشكاة** " : " إن الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم وترد إلى فقرائهم" .... إن وجوب الأصل في شرعية الزكوة والصدقة مراعات الفقراء ومواساتهم "لمعات". (ص:۱۵۵)

ما في " **البدائع** " : أن اداء الزكوة من باب اعانة الضعيف، واغاثة اللهيف، وإقدار العاجز، وتقويه على أداتها وافترض الله عزوجل من التوحيد والعبادات، والوسيلة إلى اداء الفرض. (۳/۳۷۳)

(۲) ما في " **موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر** " : لقد حاول بعضهم الخلط بين الزكاة والضرائب مع أنه لا علاقة بينهما، فالزكاة هي حق الله في أموال الناس ولا توجه إلا للخير ، أما الضرائب فهي حق الدولة التي قد توجهها للمصلحة أو لغير المصلحة .... وثمة فروق كثيرة بين الزكاة والضرائب : .... الزكاة عبادة مالية فرضها الله وجعلها حقا في مال الأغنياء ، وجعل ركناً من أركان الإسلام، =

وجوہِ فرق

اختلافِ حقیقت:

۱/......عہدِ نبوی اور خلفاء راشدین کے دور میں مسلمانوں سے زکوۃ وصول کی جاتی تھی اور غیر مسلموں سے جزیہ یعنی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔

۲/......زکوۃ کا نصاب اور شرح ہمیشہ غیر متبدّل رہی، جب کہ جزیہ (Tax) کی شرح میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے،اس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے نہ کہ ٹیکس،اور احکامِ زکوۃ مقدّراتِ شرعیہ (یعنی جس میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی) میں سے ہیں،جبکہ ٹیکس کی شرح ایسی نہیں ہے۔

= أما الضرائب فهي من وضع الحاكم عند الحاجة إليها وهي مختلفة عن الزكاة في المقدار والهدف والباعث .... أما مقدار الزكاة فهو محدد بنص الشرع يزيد ولا ينقص .... أماالضرائب فقد ترتفع وقد تنخفض وقد تلغى أصلا .... وهدف الضرائب معاونة الحكومة في إقامة المصالح العامة للدولة كإنشاء دور التعليم والمستشفيات وتعبيد الطرق .... أما الزكاة فلا تصرف إلا للأصناف الثمانية الواردة في آية ﴿إنما الصدقات﴾ [التوبة : ٦٠]

والباعث على إخراج الزكاة هو الإيمان بالله وامتثال أوامره ، والنجاة من حساب الآخرة ، وإقامة ركن من أركان الإسلام ، أما الباعث على إخراج الضرائب فامتثال أمر الدولة ؛ فالضرائب تؤخذ من جميع الممولين على السواء سواء أكانوا مسلمين أم غير مسلمين ، في حدود حاجة الدولة ، وعلى ذلك فإن الضرائب لا تحسب من الزكاة ، ولا يعفى الإنسان من الزكاة أنه يدفع ضرائب الدولة .... فالضرائب حق مالي بحت ، و الزكاة حق ديني ومالي . **والخلاصة** : ...... أن الضرائب لا تسقط الزكاة ولا بد من أداء الزكاة سواء أكان المزكى يدفع ضرائب أم لم يكن يدفع ضرائب ، أما الضرائب فيجوز أن تسقطها الحكومة لأنها حق الحكومة الذي يجوز لها التنازل عنه إذا كا نت ميسورة بخلاف الزكاة فهي حق الله للفقراء والمساكين وبقية الأصناف الثمانية. (۱/۳۲۷،۳۲۸)

اختلافِ مقاصد:

ٹیکس کا مقصد عوام کی آمدنی سے ایک حصہ لے کر اس سے نظامِ حکومت چلانا، رفاہِ عامہ کے کام کرنا، ملکی ضروریات کو پورا کرنا ہوتا ہے، جب کہ زکوۃ کا بنیادی مقصد تطہیرِ مال اور تزکیۂ نفس ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها﴾.

ترجمہ:......اے پیغمبرؐ! آپ ان (مسلمانوں کے) اموال سے زکوۃ وصول کرکے ان اموال کو پاک کیجئے اور ان کا تزکیۂ نفس کیجئے۔(۱)

آیتِ مذکورہ بالا سے دو مقصد واضح ہوئے:

۱/...... کمائی میں جو کوتاہیاں اور لغزشیں صادر ہوتی ہیں، زکوۃ وصدقات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں اور کمائی پاک وطیب بن جاتی ہے۔

۲/...... مال کی محبت سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں کے جراثیم سے انسان کا دل پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

اختلافِ محاصل:

اسلامی نقطۂ نظر سے معاشی معاشرہ تین طبقوں پر تقسیم ہے:

۱/ اہلِ نصاب یا غنی............جن سے زکوۃ وصول کی جائے۔

۲/ فقراء ومساکین............جن میں زکوۃ تقسیم کی جائے۔

۳/ متوسط درجہ کے لوگ......جو نہ زکوۃ دینے کے اہل ہیں نہ لینے کے۔

مذکورہ تقسیم سے پتہ چلا کہ زکوۃ پہلے طبقہ سے لے کر دوسرے طبقہ کو دیجائے گی، گویا زکوۃ کا مال امراء کی جیب سے نکلتا ہے اور غرباء پر تقسیم ہوتا ہے۔ جب کہ ٹیکس (Tax) کی رقم کا اکثر وبیشتر حصہ غریبوں کی جیب سے

(۱) (سورۃ التوبۃ:۱۰۳)

نکلتا ہے، مثلاً بلاواسطہ ٹیکس جیسے انکم ٹیکس (Incomtax)، پراپرٹی ٹیکس (PropertyTax) وغیرہ، یہ امراء پر لگائے جاتے ہیں۔اور بالواسطہ ٹیکس جیسے سیلز ٹیکس (Salestax) اور دیگر بے شمار اشیاء پر لگائے جانے والے ٹیکس، جو ادا تو صنعت کار کرتے ہیں، لیکن یہ ٹیکس قیمتِ فروخت میں شامل کر کے ان کا بوجھ صارفین پر ڈالتے ہیں،اور صارفین کا بیشتر حصہ غریب طبقہ ہی ہوتا ہے۔

اختلافِ مصارف:

۱- زکوۃ کا سب سے بڑا مصرف غرباء کی کفالتِ عامہ ہے، جب کہ ٹیکس سے عملاً امیر طبقہ ہی زیادہ مفاد حاصل کرتا ہے۔

۲- زکوۃ کے ذریعہ طبقاتی تقسیم میں بہت حد تک کمی واقع ہوتی ہے، جب کہ ٹیکس کا بار (بوجھ) غرباء پر زیادہ ہوتا ہے،اور فائدہ امیر زیادہ حاصل کرتے ہیں۔

اختلافِ مزاج ونتائج:

۱-......ٹیکس عموماً آمدنی پر لگتے ہیں جس سے دولت جمع کرنے کی ہوس بڑھتی ہے، جب کہ زکوۃ عموماً بچت پر لگتی ہے، جس سے سرمایہ حرکت وگردش میں رہتا ہے۔

۲-......زکوۃ میں فرد کی ضرورتوں اور اخراجات کا لحاظ رکھا جاتا ہے، جب کہ ٹیکس عام آمدنی پر لگتے ہیں

۳-عام ٹیکس حکومتی نظم ونسق پر خرچ ہوتے ہیں، جب کہ زکوۃ کا بیشتر حصہ ضرورت مند افراد پر خرچ ہوتا ہے۔

۴-......ٹیکس دہندہ اسے بوجھ سمجھ کر کبھی بھی پوری مالیت ظاہری نہیں ہونے دیتے، جس کی بناء پر رشوت کی راہیں کھلتی ہیں، جب کہ زکوۃ دینی فریضہ اور مالی عبادت ہونے کی بناء پر بیشتر مسلمان بخوشی ادا کرتے ہیں، اور رشوت کا امکان نہیں ہوتا۔

....

....

ازالہ:

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ اور ٹیکس میں ہر ایک کی حقیقت، مقاصد، محاصل، مصارف، نتائج اور مزاج، کسی ایک چیز میں بھی مماثلت ومشابہت نہیں ہے، بلکہ ان حضرات کو زکوۃ اور ٹیکس میں مغالطہ ہوا، اس لیے کہ انہوں نے محلِ زکوۃ، تعیینِ اشیاء، شرحِ زکوۃ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تدبیری امر سمجھا، جبکہ یہ الہامی اور منزل من اللہ امر ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یا مرضی کو کچھ عمل دخل نہ تھا۔......﴿وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحيٌ يوحى﴾. (۱)

مسائل زکوۃ

شرائطِ زکوۃ

مسئلہ(۸۷): زکوۃ اسی شخص پر واجب ہوگی جس میں وجوبِ زکوۃ کی شرطیں موجود ہوں اور وہ شرائط یہ ہیں:...... صاحبِ مال کا آزاد ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، مقدارِ نصاب کا مالک ہونا، ملک کا تام ہونا، مالِ نصاب پر حولانِ حول یعنی ایک سال گزر جانا، مال کا ضرورتِ اصلیہ اور قرض سے خالی ہونا۔(۲)

---

(۱) (سورة النجم : ۳، ٤)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية** " : الزكوة واجبة على العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (۱٦٥/۱)

ما في " **البحر الرائق والبدائع** " : وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الأصلية .(البحر الرائق :۳٥۳/۲، ۳٥٥، بدائع الصنائع : ۳۷۷/۲ ، تبيين الحقائق: ۱۹/۲، الفتاوى الهندية : ۱۷۲/۱، الفتاوى التاتارخانية : ۳/۲ ، فتح القدير: ۱٦۳/۲، كتاب الزكاة، نوادر الفقه:۳۱/۲)

ادائیگیٔ زکوۃ کے لیے کوئی تاریخ متعین نہیں

مسئلہ(۸۸): زکوۃ کی ادائیگی کے واجب ہونے کے لیے کوئی مہینہ یا تاریخ متعین نہیں، بلکہ جس دن نصاب پر سال پورا ہوا اسی تاریخ کو زکوۃ کی ادائیگی واجب ہوگی، مثلاً کوئی شخص یکم محرم الحرام کو صاحبِ نصاب ہوا، تو آئندہ یکم محرم الحرام کو اس پر زکوۃ کی ادائیگی واجب ہوگی (۱)، مگر عام لوگ رمضان المبارک میں زکوۃ ادا کرتے ہیں، بعض تو وہ ہوتے ہیں کہ رمضان ہی میں ان کے نصاب پر سال پورا ہوتا ہے، وہ وقت پر ہی ادا کر رہے ہیں، اور بعض لوگ وہ ہوتے ہیں کہ ان کے نصاب پر سال پہلے ہی پورا ہو چکا ہوتا ہے، مگر زکوۃ کی ادائیگی رمضان میں کرتے ہیں، ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ جس وقت سال پورا ہوا اسی وقت ادا کرتے، کیونکہ ادائے زکوۃ میں تاخیر کرنا مکروہِ تحریمی ہے (۲)، اور بعض وہ ہوتے ہیں جو رمضان المبارک کی فضیلت وبرکت (ثواب میں ستر "۷۰" گنا اضافہ) سے فائدہ اٹھانے کے لیے پیشگی زکوۃ دیتے ہیں جو کہ جائز ہے، مگر تین شرطوں کے ساتھ:

۱/...... بوقتِ تعجیل (پیشگی زکوۃ ادا کرتے وقت) سال شروع ہو چکا ہو۔

۲/...... آخر سال میں وہ نصاب کامل ہو جس کی پیشگی زکوۃ دی گئی۔

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** " : وشرط وجوب أدائها حولان الحول على النصاب الأصلي.(ص: ۳۸۹)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وتجب على الفور عند تمام الحول، حتى يأثم بتأخيره من غير عذر، وفي رواية الرازي على التراخي حتى يأثم عند الموت، والأول أصح كذا في التهذيب.

(۱/ ۱۷۰، كتاب الزكاة، الباب الأول وتفسيرها وصفتها وشرائطها)

۳/......درمیان میں اصل نصاب فوت نہ ہو(۱)۔

برتنوں پر زکوۃ واجب نہیں

مسئلہ(۸۹): گھر کے وہ برتن جو کم استعمال میں آتے ہیں ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔(۲)

گڈول پر فروخت کردہ بلڈنگ پر زکوۃ

مسئلہ(۹۰): گڈول(Good Will)پر فروخت کی ہوئی بلڈنگ کی رقم پر بھی زکوۃ واجب ہوگی، جب رقم وصول ہوجائے تو سالِ موجودہ وگذشتہ کی زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔(۳)

---

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : وشرح الطحطاوي : وإنما يجوز التعجيل بشرائط ثلاثة : أحدها: أن يكون الحول منعقداً وقت التعجيل ، والثاني : أن يكون النصاب كاملاً في التي عجل عنه في آخر الحول ، والثالث : أن لا يفوت أصله فيما بين ذلك. (۲/۲۸،كتاب الزكاة، فتاوی حقانیه:۳/۴۸۶)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والتبيين والفتح** " :(و) فارغ (عن حاجته الأصلية) لأن المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك بما يدفع عنه الهلاك تحقيقاً كثيابه أو تقديراً كدينه اهـ."درمختار"........ قوله : (وفسره ابن ملك) أي فسر المشغول بالحاجة الأصلية ، والأولى فسرها وذلك حيث قال : وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد ، أو تقديراً كالدين ...... وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها.

(رد المحتار : ۳/۱۷۸، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً ، تبيين الحقائق :۲/۲۳، كتاب الزكاة ، فتح القدير :۲/۱۷۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۷۳، فتاوی رحیمیه:۷/۱۵۳)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **نور الإيضاح** " : وزكاة الدين على أقسام : فإنه قوي ووسط وضعيف ، فالقوي وهو بدل =

نابالغ لڑکی کی طرف سے زکوۃ

مسئلہ(۹۱): اگر باپ نے اپنی نابالغ لڑکی کو اپنی طرف سے سونا دلایا، اور اس کو اس کا مالک بھی بنادیا تو نابالغ ہونے کی وجہ سے نہ لڑکی پر زکوۃ واجب ہوگی (۱)، اور نہ (مالک نہ ہونے کی وجہ سے) باپ پر، البتہ بالغ ہونے کے بعد بچی پر زکوۃ واجب ہوگی، اور صرف بچی کو دلا دینے اور مالک نہ بنانے کی صورت میں باپ پر زکوۃ واجب ہوگی (۲)۔

ٹیوب ویل کے ذریعہ سیراب کیجانے والی زمین کی پیداوار پر عشر

مسئلہ(۹۲): جو زمین ٹیوب ویل (Tube-Well) کے ذریعہ سیراب اور جدید طریقۂ کاشت پر کاشت کیجائے اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ بطورِ عشر واجب ہوگا، اور یہ بیسواں حصہ

= القرض ومال التجارة إذا قبضه ، وكان على مقرّ ولو مفلساً ، أو على جاحد عليه بينة زكاه لما مضى، ويتراخى وجوب الأداء إلى أن يقبض أربعين درهماً ففيها درهم لأن ما دون الخمس من النصاب عفو لا زكوة فيه وكذا فيما زاد بحسابه.

(نور الإيضاح : ص۱۵۷، كتاب الزكاة ، حاشيةالطحطاوي :ص۷۱۵، كتاب الزكاة ،الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۵، كتاب الزكاة)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار والهداية** " : (وشرط افتراضها: عقل وبلوغ وإسلام وحرية)۔"درمختار"۔ قوله: (عقل وبلوغ) فلا تجب على مجنون وصبي لأنها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها .(۳/۱۷۳، كتاب الزكاة ، مطلب في أحكام المعتوه ۔ الهداية :۱/۱۶۵، كتاب الزكاة)

(۲) ما في " **رد المحتار** " :(وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) ."درمختار". قوله : (ملك نصاب) فلا زكاة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك .(۳/۱۷۴، كفاية المفتى: ۴/۲۶۷)

کاشت پر آنے والے مصارف کو منہا (وضع) کئے بغیر لازم ہوگا۔(۱)

چارے اور تعمیری فرنیچر وغیرہ کے لیے لگائی گئی فصل پر عشر

مسئلہ (۹۳): آج کل لوگ اپنی زمینوں میں جانوروں کے لیے چارے، اسی طرح تعمیری فرنیچر اور کھیلوں کے سامان کی لکڑیوں کے لیے درختوں کی فصل لگاتے ہیں، پھر یہ چارے اور درخت بڑے اونچے داموں میں فروخت کئے جاتے ہیں، تو اس میں بھی عشر (قیمت کا دسواں حصہ) واجب ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار**" : لأن العلة في العدول عن العشر إن نصفه في مستقى غرب ودالية هي زيادة الكلفة كما علمت ، وهي موجودة في شراء الماء .

(۲۶۸/۳، كتاب الزكاة ، باب العشر، مطلب مهم في حكم أراضي مصر اهـ . خير الفتاوى :۴۴۵/۳، فتاوى حقانيه: ۵۶۷/۳، فتاوى عثماني: ۱۲۹/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار**" : (حتى لو أشغل أرضه بها يجب العشر)۔"درمختار" . قوله: (حتى لو أشغل أرضه بها يجب العشر) فلو استنمى أرضه بقوائم الخلاف وما أشبهه أو بالقصب أو الحشيش وكان يقطع ذلك ويبيعه كان فيه العشر.(۲۶۸/۳ ، كتاب الزكاة ، باب العشر، مطلب مهم في حكم أراضي مصر اهـ)

ما في " **الهداية والهندية** " : أما الحطب والقصب والحشيش لا تستنبت في الجنان عادةً بل تنقى عنها حتى لو اتخذها مقصبةً أو مشجرةً أو منبتاً للحشيش يجب فيها العشر.

(۱۸۱/۱، باب زكاة الزروع والثمار، الفتاوى الهندية :۱۸۶/۱، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية :۲۷۶/۱، فصل في العشر ، الفتاوى الولوالجية :۲۰۰/۱، ۲۰۱، كتاب الزكاة ، الفصل الرابع فيما يمر على العاشر الخ، فتاوى حقانيه: ۵۸۷/۳)

فکس ڈپوزٹ میں رکھی ہوئی رقم پر زکوۃ واجب ہے

مسئلہ(۹۴): فکس ڈپوزٹ (Fixed-Deposit) میں رکھی ہوئی رقم پر زکوۃ واجب ہے، جب مل جائے تو اصل رقم پر سالہائے گذشتہ کی زکوۃ بھی واجب ہوگی (۱)، اور بطورِ سود ملی ہوئی پوری رقم کا تصدق بلانیتِ ثواب واجب ہوگا (۲)۔

پستول اور کلاشنکوف پر زکوۃ

مسئلہ(۹۵): پستول (Revolver) کلاشنکوف اگر اپنی حفاظت کے لیے ہے تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے (۳)، اور اگر اس کا کاروبار کرتا ہے تو اس میں لگی مالیت پر زکوۃ واجب ہوگی، اور وجوبِ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (ولو كان الدين على مقرّ ملئى أو) على (معسر أو مفلس) أي محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة)، وعن محمد لا زكوة، وهو الصحيح، ذكره ابن مالك وغيره لأن البينة قد لا تقبل (أو علم به قاض) سيجيء أن المفتى به عدم القضاء بعلم القاضي (فوصل إلى ملكه لزم زكوة ما مضى). "درمختار". (۳/۱۸٤، ۱۸۵، مطلب: في زكاة ثمن المبيع وفاء)

(۲) ما في " **رد المحتار** " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه، وإن كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكما والأحسن ديانة التنزه عنه. (۷/۳۰۱، مطلب فيمن ورث مالا حراما)

وما فى" **رد المحتار**" : لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه .

(۹/۵۵۳، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " **قواعد الفقه** " : بقاعدة فقهية : " ما حصل بسبب خبيث فالسبيل رده ".

(ص:۱۱٤، رقم القاعدة :۲۹۳، فتاوی حقانیه:۳/۵۰۵،، فتاوی محمودیه:۹/۳۳٤، کتاب الفتاوی: ۳/۳۲٦، فتاوی اسلامیه:۱/۴۵۲)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **فتح القدير** " : وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة، لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية أيضاً .(۲/۱۷۲) =

اداءِ زکوۃ کے دن کی مالیت معتبر ہوگی (۱)۔

قیمتی پتھروں پر زکوۃ

مسئلہ (۹۶): قیمتی پتھروں میں زکوۃ واجب نہیں، لیکن اگر ان کی تجارت کی جائے تو زکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

= ما في " **الدر المختار مع رد المحتار وتبيين الحقائق**" : (و) فارغ (عن حاجته الأصلية) لأن المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك بما يدفع عنه الهلاك تحقيقاً كثيابه أو تقديراً كدينه اهـ ."درمختار"............. قوله : (وفسره ابن ملك) أي فسر المشغول بالحاجة الأصلية ، والأولى فسرها وذلك حيث قال : وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد ، أو تقديراً كالدين .... وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها.

(۱۷۸/۳، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً ، تبيين الحقائق :۲۳/۲، كتاب الزكاة)

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**": وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الأداء۔ وفي السوائم يوم الأداء إجماعاً، وهو الأصح ."درمختار"........... قوله : (وهو الأصح)...... فإنه ذكر في البدائع أنه قيل : إن المعتبر عنده فيها يوم الوجوب . وقيل يوم الأداء اهـ . وفي المحيط : يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح . فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما ، وعليه فاعتبار يوم الأداء يكون متفقاً عليه عنده وعندهما.(۲۱۱/۳، باب زكاة الغنم، فتاوى حقانيه:۵۱۸/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار**" : (لا زكوة في اللآلي والجواهر) وإن ساوت ألفاً اتفاقاً (إلا أن تكون للتجارة) . "در مختار"........... قوله : (والجواهر) كاللؤلؤ والياقوت والزمرد وأمثالها. درر عن الكافي .

(۱۹٤/۳، قبيل باب السائمة ، الفتاوى الهندية :۱۸۰/۱، الباب الثالث في زكوة الذهب والفضة =

انعامی بانڈز پر زکوۃ واجب ہوگی

مسئلہ(۹۷): انعامی بانڈز (Price Bands) پر زکوۃ واجب ہے، جب بانڈز مالیت کی شکل اختیار کرکے حاصل ہو تو موجودہ وگذشتہ سالوں کی زکوۃ دینا واجب ہوگا۔(۱)

نفسِ انعامی بانڈز سے زکوۃ کی ادائیگی درست نہیں؟

مسئلہ(۹۸): اگر کوئی شخص انعامی بانڈز ہی زکوۃ میں دے تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، کیوں کہ ادائیگیٔ زکوۃ کے صحیح ہونے کے لیے مستحقِ زکوۃ کو مالِ زکوۃ کا مالک بنانا ضروری ہے، جب کہ یہ

= والعروض، الفصل الثاني في العروض، الجوهر النيرة:١/١٧٨، ١٧٩، باب زكوة الذهب، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد:١/٣٥٨، موانع وجوب الزكوة، المصنف لإبن أبي شيبة:٣/٣٥، الموضوع:٣٦، في اللؤلؤ والزمرد، فتاوى حقانيه:٣/٥١٢، فتاوى عثماني:٢/٩٣)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الدر المختار**" : (ولو كان الدين على مقرّ ملئى أو) على (معسر أو مفلس) أي محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة)، وعن محمد لا زكوة، وهو الصحيح، ذكره ابن مالك وغيره لأن البينة قد لا تقبل (أو علم به قاض) سيجيء أن المفتى به عدم القضاء بعلم القاضي (فوصل إلى ملكه لزم زكوة ما مضى) ."درمختار". (٣/١٨٤، ١٨٥، مطلب: في زكاة ثمن المبيع وفاء)

ما في " **الهداية**" : ولو كان الدين على مقر ملئى أو معسر تجب الزكوة لإمكان الوصول إليه ابتداء.........الخ . (١/١٦٧، كتاب الزكاة)

ما في " **الفتاوى الهندية وحاشية الطحطاوي**" : ووسط وهو ما يجب بدلاً عن مال ليس للتجارة كعبيد الخدمة وثياب البذلة إذا قبض مائتين زكى لما مضى في رواية الأصل . (١/١٧٥، كتاب الزكاة، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص٣٩٥، كتاب الزكوة، فتاوى حقانيه:٣/٥٠٦)

بانڈز مال نہیں بلکہ اس مال کی رسید ہے جو حکومت (Bank) کے پاس موجود ہے۔(۱)

وجوبِ زکاۃ کے لیے صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے

مسئلہ(۹۹): اگر کوئی ملازم فنڈ کی رقم کی وصولیابی سے پہلے صاحبِ نصاب نہیں تھا، اور نہ ہی رقم اتنی ملی کہ جس سے وہ صاحبِ نصاب بنتا تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ وجوبِ زکوۃ کے لیے صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے۔(۲)

زکوۃ کی رقم سے مسجد کی کوئی چیز خریدنا

مسئلہ(۱۰۰): زکوۃ کی رقم سے مسجد کے لیے جنریٹر (Genrater) یا اور کوئی چیز خریدنا جائز نہیں ہے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **التنوير مع الد ر والرد** " : (هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالىٰ) ." تنوير".

(ردالمحتار : ۳/ ۱۷۰۔۱۷۳، كتاب الزكاة ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۷۵، كتاب الزكاة ، الباب الثامن ، تبيين الحقائق : ۲/ ۳، النهر الفائق : ۱/ ۴۱۱، كتاب الزكاة ، الفقه الحنفي وأدلته : الجزء الأول ، كتاب الزكاة : ۳۱۵، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص۳۸۹، كتاب الزكاة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم، إذا ملك ملكاً تاماً، وحال عليه الحول ." المضمرات". الملك التام أن يكون ملكه ثابتاً من جميع الوجوه ، ولا يتمكن النقصان فيه بوجه. (۳/۲)

ما في " **التنوير مع الدر والرد** " :(وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي)..........(تام) ." تنوير".

(۳/ ۱۷۴، فتاوی محمودیه:۹/ ۳۴۴)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **رد المحتار** " : (لا) يصرف (إلى بناء) نحو (مسجد)۔"در مختار"۔ قوله: (نحو مسجد) =

پرائیویٹ فنڈ پر زکوۃ

مسئلہ(۱۰۱): کوئی شخص کسی پرائیویٹ کمپنی کا ملازم ہے، اور وہ کمپنی پرائیویٹ فنڈ (P.F) کاٹتی ہے تو چونکہ یہ کمپنی اپنے ملازموں کا پرائیویٹ فنڈ کسی دوسری مستقل کمپنی کو دے دیا کرتی ہے، جس میں ملازمین کا ایک نمائندہ ہوتا ہے، یہ کمپنی چونکہ ملازمین کی وکیل ہوتی ہے، اور وکیل کا قبضہ موکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے(۱)، اس لیے اس فنڈ پر زکوۃ واجب ہوگی بشرطیکہ بقدرِ نصاب ہو(۲)۔

تجارتی پلاٹ پر بازاری قیمت کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی

مسئلہ(۱۰۲): اگر کسی شخص نے کوئی پلاٹ (Plot) بیچنے اور فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہو تو اس پر بازاری قیمت (Market Rate) کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی، مثلاً جس وقت خریدا، اس وقت اس کی قیمت صرف پچاس ہزار تھی، لیکن سال پورا ہوا اس روز اس کی قیمت بازار کے اعتبار سے ایک لاکھ روپئے ہوں تو ایک لاکھ کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔(۳)

= كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه۔زيلعي. (۲۹۱/۳، باب المصرف ، النهر الفائق : ۴۶۲/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الولوالجية** " : لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك.

(۳۲٦/٤ ، كتاب الوكالة)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وأما شروط وجوبها .... كون المال نصاباً.

(۱۷۳/۱، كتاب الزكاة ، تبيين الحقائق : ۱۹/۲، كتاب الزكاة)

ما في " **خلاصة الفتاوى والتاتارخانية** " : الزكاة إنما تجب إذا ملك نصاباً تاماً ...... اهـ.

(۲۲۵/۱، كتاب الزكاة ، الفتاوى التاتارخانية :۲/۲، جدید فقهی مسائل:۲۱۵/۱، فتاوی حقانیه:۵۰۲/۳، فتاوی عثمانی:۵٦/۲، فتاوی محمودیه: ۴۰۴/۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۷۴/۳،کتاب الفتاوی:۳۲۸/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **البدائع** " : وسواءٌ كان مال التجارة عروضاً أو عقاراً أو شيئاً مما يكال أو يوزن لأن =

پگڑی کی رقم پرزکوۃ

مسئلہ(۱۰۳): مکان یادوکان کا کرایہ دار جو رقم مالکِ مکان کوبطورِ پگڑی ادا کرتا ہے،اس کی زکوۃ مالکِ مکان یادوکان پرلازم ہوگی،اس لیے کہ وہ اس رقم کا مالک ہوچکا ہے۔(۱)

سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء پرزکوۃ

مسئلہ(۱۰٤): سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء جیسے عنبر،موتی،مونگا،اورمچھلی وغیرہ کی اگر تجارت کیجائے توزکوۃ واجب ہوگی،ورنہ نہیں۔(۲)

= الوجوب في أموال التجارة تعلق بالمعنى وهو المالية والقيمة وهذه الأموال كلها في هذا جنس واحد.(۲/٤١٦)

ما في " **رد المحتار والهندية** " : وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الأداء، وفي السوائم يوم الأداء إجماعا وهو الأصح ، ويقوم في البلد الذي المال فيه ولو في مفازة .(۲/۲۱۱، الفتاوى الهندية :۱/۱۸۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۷۱، ایضاح النوادر:۲۱۷، احسن الفتاوی:٤/۳۱٥، فتاوی رحیمیه:٦/١٥٠)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **التنوير مع الدر والرد** " : (وسببه ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد ." تنوير". (۳/۱۷٤_۱۷٦، كتاب الزكاة)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : الملك التام...... أن يكون ملكه ثابتاً من جميع الوجوه.

(۲/۳، ایضاح النوادر:۱۸٦)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : الزكوة واجبة في عروض التجارة، وفي المضمرات: يريد بالعروض ما خلا الذهب والفضة والسوائم. (الفتاوى التاتارخانية:۲/۱۷)

ما في " **البحر الرائق** " : قيد بكونها للتجارة لأنها لو كانت للغلة فلا زكاة فيها لأنها ليست للمبايعة.

(۲/۳۹۸)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (و)لا في (لؤلؤ) هو مطر الربيع (وعنبر) حشيش يطلع في =

گیس کی رقم پر زکوۃ واجب ہوگی

مسئلہ(۱۰۵): اگر کوئی شخص دس پندرہ سلینڈر خریدے اور پھر سلینڈر کا نہیں بلکہ گیس کا کاروبار کرے، یعنی سلینڈر خالی ہونے پر گیس جمع کرلے اور خالی سلینڈر واپس کردے تو زکوۃ گیس کی قیمت پر واجب ہوگی، سلینڈر پر لگی ہوئی رقم پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۱)

فروخت کرنے کی نیت سے خریدی گئی چیز پر زکوۃ

مسئلہ(۱۰۶): اگر کوئی چیز اس نیت سے خریدے کہ نفع مل جائے تو بیچ دونگا، تو جب تک فروخت نہ کردے زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۲)

= البحر أو خثي دابة (وكذا جميع ما يستخرج من البحر حلية) ولو ذهباً كان كنزاً في قعر البحر لأنه لم يرد عليه القهر فلم يكن غنيمة . "درمختار" .... قوله : (هو مطر الربيع) أي أصله منه ، قال القهستاني : هو جوهر مضيء يخلقه الله تعالى من مطر الربيع الواقع في الصدف الذي قيل إنه حيوان من جنس السمك يخلق الله تعالى اللؤلؤ فيه كما في الكرماني.................. قوله : (ولو ذهبا)......أي ولو كان ما يستخرج من البحر ذهباً مكنوزاً بصنع العباد في قعر البحر فإنه لا خمس فيه وكله للواجد ، والظاهر أن هذا مخصوص فيما ليس عليه علامة الإسلام ولم أره ، فتأمل.

(۳/۲٦۰،كتاب الزكاة، باب الركاز، اسلامی فقه: ۱/٤٥٦)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : وكذلك آلات المحترفين أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الانتفاع كالقدوم والمبرد أو تستهلك ....قال: وقوارير العطارين ولحم الخيل والحمير المشتراة للتجارة ومقاودها وجلالها إن كان من غرض المشترى بيعها بها ففيها الزكاة وإلا لا .

(۳/۱۸۳،كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهوكسب المال بالمال بعقد شراء أو إجارة=

ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں پر زکوۃ

مسئلہ(۱۰۷): اگر کسی شخص کا کاروبار ٹرانسپورٹ (Transport) کا ہے جس میں اس کی ٹرکیں یا بسیں چلتی ہیں، یا کسی کی کوئی ٹرک یا بس ٹرانسپورٹ میں چلتی ہے تو ان ٹرکوں اور بسوں سے حاصل ہونے والے منافع پر زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

برقی ٹرانسفر مشین کی آمدنی پر زکوۃ واجب ہوگی

مسئلہ(۱۰۸): اگر کسی شخص کے پاس برقی ٹرانسفر مشین (Transfer Machine) یعنی برقی رو کی طاقت گھٹانے اور بڑھانے والی مشین ہے تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ اس سے حاصل ہونے والے منافع پر زکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

بسی کی رقم پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ(۱۰۹): چندلوگوں نے آپس میں مل کر بسّی لگائی، مثلاً دس لوگوں نے دودو ہزار روپے بسّی

= أو استقراض ولو نوى التجارة بعد العقد أو اشترى شيئاً ناوياً إن وجد ربحاً باعه لا زكاة عليه.

(۱۹۴/۳، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية والتاتارخانية** " : ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها أو يؤاجرها لا تجب فيها الزكوة كما لا تجب في بيوت الغلة. (۲۵۱/۱، الفتاوى التاتارخانية :۱۹/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : (ومنها فراغ المال) عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة ....وكذا كتب العلم إن كان من أهله وآلات المحترفين ،كذا في السراج الوهاج . (۱۷۲/۱،۱۷۳، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها الخ، فتاوى حقانيه:۵۵۱/۳، فتاوى رحيميه:۱۶۱/۷)

میں لگائے، پھر قرعہ اندازی کے ذریعہ یہ رقم کسی ایک شخص کے پاس جمع کی گئی، تو اس پر صرف دو ہزار روپئے ہی کی زکوۃ واجب ہوگی (جو اس کے ذاتی ہے) بقیہ اٹھارہ ہزار کی حیثیت قرض کی ہوگی جس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(۱)

مشترکہ کاروبار کی مالیت پر زکوۃ

مسئلہ(۱۱۰): آج کل لمیٹیڈ کمپنیوں کا رواج عام ہو چکا ہے جس میں چند اشخاص مشترکہ کاروبار کرتے ہیں، کمپنی کا مجموعی سرمایہ نصابِ زکوۃ کے بقدر یا اس سے زائد ہوتا ہے، لیکن اگر اس کی مجموعی مالیت حصہ داروں پر تقسیم کیجائے اور ہر ایک کے حصہ میں بقدرِ نصاب نہ آتی ہو تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی (۲)، کیونکہ وجوبِ زکوۃ کے لیے نصابِ کامل کا ہونا ضروری ہے، اور اگر ہر ایک کے حصہ میں بقدرِ نصاب آتی ہے تو زکوۃ واجب ہوگی (۳)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : قال أصحابنا رحمهم الله تعالى: كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن المبيع وضمان المتلفات وارش الجراحة ...... الخ .
(۱/ ۱۷۲، کتاب الفتاوی:۱/ ۳۲۶)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : قال العلامه الحصكفي: (ولا تجب) الزكوة عندنا (في نصاب) مشترك (من سائمة) ومال تجارة (وإن صحت الخلطة فيه)............ وإن تعدد النصاب تجب إجماعاً، ويتراجعان بالحصص، وبيانه في الحاوي، فإن بلغ نصيب أحدهما نصاباً زكاه دون الآخر ."درمختار" .... قوله : (في نصاب مشترك) المراد أن يكون بلوغه النصاب بسبب الاشتراك وضم أحد المالين إلى الآخر بحيث لا يبلغ مال كل منهما بانفراده نصاباً. (۳/ ۲۳۵،۲۳۶، باب زكاة المال)

(۳) ما في " **بدائع الصنائع ورد المحتار** " :لما قال العلامة أبو بكر الكاساني: فأما إذا كانت مشتركة =

فنڈز کی مختلف صورتیں اوران پرزکوۃ کا حکم

مسئلہ(**۱۱۱**): فنڈز (Funds) کی مختلف صورتیں ہیں اوران کے احکام بھی مختلف ہیں:

۱-...... گورنمنٹ پرائیوٹ فنڈ (G.P.F)، اس میں حکومت کی حیثیت مستاجر(اجرت پر رکھنے والا) اور ملازم کی حیثیت اجیر (اجرت پر کام کرنے والا) کی ہوتی ہے، فنڈ کی رقم حکومت کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے ملازم کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے مِلک کا فقدان ہوتا ہے، اس لیے اس فنڈ پرزکوۃ واجب نہیں ہوگی، ہاں اگر یہ فنڈ مل جائے اور بقدرِ نصاب ہوتو سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہوگی (۱)، گذشتہ سالوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

۲-......اگرملازم اس فنڈ سے کسی بیمہ کمپنی میں حصہ لے، تو کمپنی کے فنڈ کی رقم پر قابض ہونے کی وجہ سے ملازم کا قبضہ مان لیا جائے گا، کیوں کہ وہ کمپنی اس ملازم کی وکیل ہوگی، اور وکیل کا قبضہ مؤکل کا

= (بین اثنین) فقد اختلف فیہ، قال أصحابنا: إنه یعتبر في حال الشرکة ما یعتبر في حال الانفراد، وھو کمال النصاب في حق کل واحد منھما، فإن کان نصیب کل واحد منھما یبلغ نصاباً تجب الزکوة، وإلا فلا.

(۲/ ۴۳۳، کتاب الزکاة ، فصل في نصاب الغنم ، رد المحتار: ۳/ ۱۷۴، کتاب الزکاة،ایضاح النوادر:۴ ۳۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **الھدایة** " : الزکاة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملکاً تاماً وحال علیه الحول اھـ. (۱/ ۱۶۵،کتاب الزکاة)

ما في " **السنن لأبي داود** " : وقال النبي صلی الله تعالی علیه وسلم: ولیس في مال زکوة حتی یحول علیه الحول.

(ص ۲۲۱، کتاب الزکاة ، سنن الدار قطني : ۲/ ۹۰ ، السنن الکبری : ۴/ ۱۶۰، کتاب الزکاة ، السنن لإبن ماجه : ۱۲۸، کتاب الزکاة، المؤطا للإمام محمد : ص۱۷۴، کتاب الزکاة، نصب الرایة: ۲/ ۳۳۴، کتاب الزکاة)=

قبضہ کہلاتا ہے(۱)، اور فنڈ کی رقم پر ہر سال زکوۃ واجب ہوگی، اس طرح ملک ملکِ تام ہوگی (۲)۔

جوائنٹ فیملی کی کمائی پر زکوۃ

مسئلہ(۱۱۲): اگر کچھ افراد ایک ساتھ رہتے ہوں مگر اپنی سب کمائی سربراہ کو دے دیتے ہوں، وہ اس سے ان کے کھانے پینے، رہنے وغیرہ کا انتظام کرتا ہو، اور پھر بقیہ رقم سے کوئی چیز مثلاً، سونا چاندی وغیرہ خریدا جاتا ہو تو اگر وہ اتنا ہو جائے کہ تقسیم کیا جائے تو ہر کسی کا حصہ نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، اسی طرح اگر کچھ افراد مل کر کاروبار وغیرہ کرلے تو بھی یہی حکم ہوگا۔ (۳)

پولٹری فارم اور مچھلی کے تالاب پر زکوۃ

مسئلہ(۱۱۳): مرغی فارم(Poultry Forms)، مچھلی کے تالاب کی زمین اور ان کے لیے درکار اسباب وسامان پر زکوۃ نہیں ہے، ہاں اگر فارم اور تالاب کی آمدنی بقدرِ نصاب ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

= (۱) ما في " **الفتاوى الولوالجية** " : لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك.

(۳۲۶/٤، كتاب الوكالة)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وأما شروط وجوبها ....(ومنها كون المال نصاباً) فلا تجب في أقل منه............(ومنها الملك التام). (۱۷۱/۱، ۱۷۲، كتاب الزكاة)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حوليّ) نسبة للحول لحولانه عليه (تام) بالرفع صفة ملك ."درمختار". (۱۷٤/۳، كتاب الزكاة)

ما في " **المختصر القدوري** " : الزكوة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصاباً كاملاً، ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (ص: ٤۳، كتاب الزكاة)

ما في " مجمع البحرين وملتقى النيرين " : يفترض على كل مسلم حر مالك لنصاب حولي. (۱۷۹/۱)

اگر مرغیوں سے انڈے مقصود ہیں اور انہی کی خرید وفروخت کیجاتی ہے تو صرف انڈوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوۃ واجب ہوگی، مرغیوں کی مالیت پر نہیں، اور اگر انڈے مقصود نہیں بلکہ مرغیوں اور چوزوں کو خریدا گیا اس لیے کہ کاروبار کیا جائے تو ان کی مالیت کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

ادائیگیٔ زکوۃ میں موجودہ قیمت معتبر ہوگی

مسئلہ (۱۱۴): زکوۃ ادا کرتے وقت بازار میں سونے کی جو موجودہ قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہوگا، اسی طرح چاندی وغیرہ کا حکم ہے۔ مثلاً زید نے دو ہزار آٹھ (2008) میں دس تولہ سونا پینتالیس ہزار (45000) کا خریدا، اور اب دو ہزار نو (2009) میں اس کی قیمت ساٹھ ہزار (60,000) ہوگئی تو اس دوسری قیمت کا اعتبار ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار على رد المحتار** " : والأصل أن ماعدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدي إلى الثني ، وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء أو إجارة أو استقراض ، ولو نوى التجارة بعد العقد أو اشترى شيئاً للقنية ناوياً أنه إن وجد ربحاً باعه لا زكاة عليه۔ " در مختار" ..... قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : الثني بكسر الثاء المثلثة وفتح النون في آخره ألف مقصورة : وهو أخذ الصدقة مرتين في عام كما في القاموس ، ومنه كما في المغرب قوله صلى الله عليه وسلم : " **لا ثِنَيَّ في الصدقة** ". (۱۹۴/۳، ۱۹۵، كتاب الزكاة)

ما في " **البدائع** " : وأما صفة هذا النصاب فهي أن يكون معداً للتجارة، وهو أن يمسكها للتجارة؛ وذلك بنية التجارة مقارنة لعمل التجارة.(۴۱۷/۲، فصل في صفة نصاب التجارة، فتاوى حقانيه:۵۲۰/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (وجاز دفع القيمة......الخ) وتعتبر القيمة يوم الوجوب، =

سونے چاندی کے اعضاء پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ (۱۱۵): بسا اوقات انسان مصالحِ خاصہ کی بناء پر سونے چاندی کے اعضاء مثلاً ناک، دانت وغیرہ بناتا ہے، یا سونے کے تاروں سے اسے باندھتا ہے، اگر بوقتِ ضرورت بسہولت انہیں نکال کر دوبارہ اپنے محل میں لگانا ممکن ہو تو زیورات کے حکم میں ہونگے اور ان پر زکوۃ واجب ہوگی (۱)، اور اگر نکالنا ممکن نہ ہو تو اجزاء انسانی میں شمار ہوں گے اور ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، کیونکہ وجوبِ زکوۃ کے لیے مالِ نامی یا محتملِ نمو ہونا ضروری ہے (۲)، اور اس صورت میں یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

سونے اور چاندی کا نصاب موجودہ زمانے کے اعتبار سے

مسئلہ (۱۱۶): سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ یعنی ۸۷ر گرام ۴۷۹ ملی گرام، اور چاندی کا

= وقالا يوم الأداء .... ويقوم البلد الذي المال فيه، ولو في مفازة ."درمختار"..... قال الشامي : وفي المحيط : يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح اهـ.(۲۱۱/۳، کتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم، فتاوى محموديه:۴۲۲/۹، فتاوى عثمانی:۵۴/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : الزكوة واجبة في الذهب والفضة مضروبة كانت أو غير مضروبة، وفي الخانية مصوغاً كان أو غير مصوغ، حلياً كان للرجال أو للنساء عندنا، نوى التجارة أم لا، إذا بلغت الفضة مائتي درهم والذهب عشرين مثقالاً .(۱۱/۲)

(۲) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : إن مطلق المال ليس بسبب إنما السبب المال النامي، وطريق النماء في الحيوانات النسل وفيما عداها من المال التجارة.(۳/۲)

ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : فرضت على كل حر مسلم مكلف مالك النصاب من نقد ولو تبراً أو حلياً أو آنية أو مايساوي قيمته من عروض تجارة فارغ عن الدين عن حاجته الأصلية نامٍ ولو تقديراً ...... اهـ.(ص : ۳۸۹، جديد فقهى مسائل:۲۰۴/۱، فتاوى حقانيه:۵۳۴/۳)

نصاب ساڑھے باون تولہ چھ سو بارہ گرام ۳۵ رملی گرام ہے، مالِ تجارت یا نقد روپیہ اس وقت نصاب شمار ہوگا جب کہ اس کی مالیت سونے یا چاندی کے مذکورہ وزن کی قیمت کے برابر ہو۔(۱)

کن کن چیزوں پر زکوۃ واجب ہوتی ہے؟

مسئلہ(۱۱۷): شرعاً زکوۃ صرف سونے، چاندی(۱)، نقدی(۲)، مالِ تجارت(۳)، زرعی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية والخلاصة والتاتارخانية** " : تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم، وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروباً كان أو لم يكن، مصوغاً أو غير مصوغ، حلياً كان للرجال أو للنساء، تبراً كان أو سبيكة كذا في الخلاصة .

(الفتاوى الهندية : ۱۷۸/۱، الباب الثالث ، الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة ، خلاصة الفتاوى : ۲۳۷/۱، الفتاوى التاتارخانية : ۱۱/۲،۱۲)

ما في " **التنوير مع الدر والرد والتبيين** " : نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم، كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل ." تنوير". (۲۲٤/۲، تبيين الحقائق : ۷۰/۲، كفاية المفتى:۳۰۱/٤)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية والفقه الحنفي وأدلته** " : الزكاة واجبة في الذهب والفضة.

(الفتاوى التاتارخانية :۱۱/۲، الفقه الحنفي وأدلته :۳۳٤/۱ ، الجوهرة النيرة :۱۸۰/۱، فتح القدير: ۲۲۵/۲، البحرالرائق : ۳۹۸/۲)

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : أن الزكوة تجب في النقد كيف أمسكه للنفقة أو للنماء......اهـ. (ص : ۳۸۹)

(۳) ما في " **الفتاوى الهندية** " : الزكوة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب ، كذا في الهداية. (۱۷۹/۱، الفصل الثاني في العروض)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : والأموال النامية التي هي سبب لوجوب الزكاة قسمان : السائمة =

پیداوار(۱)اورمویشیوں پرفرض ہوتی ہے(۲)۔

شیئرز پرزکوۃ

مسئلہ(۱۱۸): سال پورا ہونے پرشیئرز کی بازاری قیمت(Market-Value)کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی۔(۳)

شیئرز کی مختلف صورتیں اوران پرزکوۃ کاحکم

مسئلہ(۱۱۹): ۱/ اگرشیئرز ایسی کمپنی کے ہیں جوتجارت کرتی ہے،مثلاً لوہا، کپڑا،سمینٹ، الکٹرانک سامان، پہننے اوراوڑھنے کی چیزیں وغیرہ فروخت کرتی ہے،توشیئرز اورمنافع دونوں پرزکوۃ واجب ہوگی(۴)۔

= وأموال التجارة . وأموال التجارة قسمان : مال التجارة وضعاً وهو الحجران، ومال التجارة جعلاً وهو كل مايشترى للتجارة ، ونماء السائمة بالعسل ، ونماء مال التجارة بتغير الأسعار . (۲/٤)

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وهو فرض، وسببه الأرض النامية بالخارج حقيقة......اهـ.

(۱/۱۸۵، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار)

(۲) ما في " **بدائع الصنائع والهندية** " : فتجب الزكوة عند كمال النصاب من كل جنس من السوائم ، وسواء كانت كلها ذكوراً أو اناثاً أو مختلطة ، وسواء كانت من نوع واحد أو أنواع مختلفة كالعراب والبخاتي في الإبل والجواميس في البقر ، والضأن والمعز في الغنم ...... اهـ.

(بدائع الصنائع:۲/٤۳٦، الفتاوى الهندية :۱/۱۷٦)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الأداء . "در مختار". وفي الشامي : وفي المحيط : يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح اهـ .(۳/۲۱۱، جديد فقهى مسائل:۱/۲۱۱،فتاوى حقانيه:۳/۵۰۳، فتاوى نظام الفتاوى اندورائيه:۱/۱۱۰، فتاوى عثمانى:۲/۷۱)

والحجة على ما قلنا:

(٤) ما في " **الفتاوى الهندية والهداية** " : ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالاً من جنسه =

۲/ اوراگرشیئرز ایسی کمپنی کے ہیں جوتجارت نہیں کرتی ، بلکہ محض کرایہ وصول کرتی ہے، جیسا کہ ریلوے کمپنی اوربس کمپنی وغیرہ تومحض منافعِ شیئرز پرزکوۃ واجب ہوگی (۱)۔

۳/ اگرشیئرزایسی کمپنی کے ہیں جوخام مال خرید کرسامان اور چیزیں تیارکرکےفروخت کرتی ہے،تو شیئرزاورمنافع دونوں پرزکوۃ واجب ہوگی (۲)۔

کمپنی میں موجودشیئرزکی قیمت پرزکوۃ

مسئلہ(۱۲۰): اگرکسی شخص نے کمپنی کےشیئرزمیں اتنی رقم لگارکھی ہےجوچاندی کےنصاب کی قیمت کے برابرہوتوحولانِ حول (سال گزرنے) کی صورت میں اس پرزکوۃ واجب ہوگی۔(۳)

= ضمه إلى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه أو لا. (۱/۱۷۵، الهداية :۱/۱۷۳)

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها ويؤاجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا تجب في بيوت الغلة ...... اهـ. (۱/۱۸۰)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية والتبيين** " : الزكاة واجبة في عروض التجارة كائناً ما بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب كذا في الهداية اهـ. (الفتاوى الهندية:۱/۱۷۹، تبيين الحقائق:۲/۷۷)

والحجة على ما قلنا

(۳) ما في " **رد المحتار** " : فـ (تجب) زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول."درمختار". قوله : (إذا تم نصاباً) الضمير في" تم" يعود للدين المفهوم من الديون ، والمراد إذا بلغ نصاباً بنفسه أو بما عنده مما يتم به النصاب. (۳/۲۳٦، باب زكاة المال)

وما فيه **أيضاً** : (وشرطه) أي شرط افتراض أدائها (حولان الحول) وهو في ملكه (وثمنية المال كالدراهم والدنانير) لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة.

(۳/۱۷۵،۱۸٦، كتاب الزكاة) =

شیئرز پر زکوۃ کی ادائیگی میں مارکیٹ ویلو کا اعتبار ہوگا

مسئلہ(۱۲۱): جس وقت کمپنی نے اپنے شیئرز مارکیٹ میں لانچ کئے، اس وقت اس پر درج قیمت کو (Face-Value) کہتے ہیں، اور بازار میں جس قیمت میں وہ فروخت ہورہا ہے اسے (Market-Value) کہتے ہیں، اور جس وقت کمپنی بند ہوجائے اس وقت شیئرز کی جو قیمت ہوتی ہے اسے (Break up value) کہتے ہیں۔ زکوۃ کی ادائیگی میں بازاری قیمت (Market-Value) کا اعتبار ہوگا۔(۱)

کپڑوں میں لگے سونے چاندی کے تاروں پر زکوۃ

مسئلہ(۱۲۲): اگر کپڑوں میں سونے یا چاندی کے تار ہوں تو ان کے وزن کا اندازہ کرکے اس کی قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

= ما في " **الفتاوى الهندية** " : ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالا من جنسه ضمه إلى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه أولا اهـ.(۱/۱۷۵، كتاب الزكاة ، الباب الأول، فتاوی عثمانی:۲/۷۱)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما في " **رد المحتار** " : وتعتبر القيمة يوم الوجوب ، وقالا يوم الأداء ." درمختار". وفي الشامي: وفي المحيط : يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح اهـ.

(۳/۲۱۱، باب زكاة الغنم، فتاوی دارالعلوم:۶/۱٤۱، اسلام اور جدید معیشت وتجارت: ص۹۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **البدائع** " : لا يعتبر في هذا النصاب صفة زائدة على كونه فضة ، فتجب الزكاة فيها ، سواء كانت دراهم مضروبة أو نقرة ، أو تبراً أو حلياً مصوغاً ، أو حلية سيف ، أو منطقة أو لجام أو سرج ، أو الكواكب في المصاحف والأواني وغيرها ، إذا كانت تخلص عند الإذابة إذا بلغت مائتي درهم سواء =

قرض پر زکوۃ

مسئلہ (۱۲۳): جورقم قرضِ حسنہ کے طور پر دی گئی اس کے وصول ہونے پر سالہائے گذشتہ کی زکوۃ واجب ہوتی ہے، اگر وصول ہونے سے پہلے دیدیا تو یہ بھی جائز ہے، اور اگر وصولی کی بالکل ہی امید نہ ہوتو زکوۃ واجب نہیں ہوگی، لیکن خلافِ توقع وامید وصول ہوجائے تو سالہائے گذشتہ کی زکوۃ دینا بھی واجب ہوگا۔(۱)

ادائیگیٔ زکوۃ کے لیے نیت ضروری ہے

مسئلہ (۱۲۴): زکوۃ کی نیت کئے بغیر زکوۃ ادا کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ مالِ زکوۃ دیتے یا نکالتے وقت زکوۃ کی نیت کرنا ضروری ہے۔(۲)

= كان يمسكها للتجارة أو للنفقة ، أو للتجمل أو لم ينو شيئاً.

(بدائع الصنائع : ۲/ ٤٠٦ ، كتاب الزكاة ، فصل في بيان النصاب ، فتاوی حقانیه : ۳/ ٥١٣)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : وزكاة الدين على أقسام : فإنه قوي ووسط وضعيف ، فالقوي وهو بدل القرض ومال التجارة إذا قبضه وكان على مقر ولو مفلساً أو على جاحد عليه بينة زكاه لما مضى. (ص:٣٩٠، كتاب الزكاة ، فتاوی حقانیه : ۳/ ٥٣٢ـ ٤٩٨)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (ولو كان الدين على مقر مليء أو) على (معسر أو مفلس) أي محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة) وعن محمد لا زكوة، وهو الصحيح ." درمختار".

(۳/ ١٨٤، ١٨٥، مطلب : في زكاة ثمن المبيع وفاءً، فتاوی حقانیه:۳/ ٤٩٨، فتاوی محمودیه:۳/ ٤٠٢، فتاوی عثمانی:۲/ ٦٤)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي** " : وأما الزكاة فلا يصح أدائها إلا بالنية.(١/ ٨٤)

ما في " **المختصر القدوري والهندية** ": ولا يجوز أداء الزكاة إلا بنية مقارنة للأداء أو مقارنة لعزل=

ضمانت کی رقم واپس ملنے پر زکوۃ لازم ہوگی

مسئلہ(۱۲۵): اگر کوئی شخص بطورِ ضمانت کچھ رقم حکومت یا سرکار کے پاس جمع کرے، اور پھر ایک مدت کے بعد وہ رقم اسے واپس مل جائے تو گذشتہ سالوں کی زکوۃ بھی واجب ہوگی۔(۱)

سیکورٹی ڈپوزٹ پر زکوۃ لازم نہیں

مسئلہ(۱۲۶): بعض دفعہ مکانات یا دوکانیں کرایہ پر لیتے ہوئے مالکِ مکان کو کچھ پیشگی رقم بطورِ ضمانت (Securety-Deposit) دی جاتی ہے، اس رقم کی زکوۃ نہ تو دینے والے پر واجب ہوگی اور نہ ہی لینے والے پر، کیونکہ یہ رہن کے حکم میں ہے، اور رہن میں نہ راہن (رہن رکھنے والا) پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اور نہ مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا گیا) پر۔ اور جب رہن کی رقم واپس مل جائے تو سالہائے گذشتہ کی زکوۃ بھی واجب نہیں ہوگی۔(۲)

=مقدار الواجب.

(المختصر القدوري :ص۴۳، الفتاوی الهندية :۱/ ۱۷۰، تنوير الأبصار مع الدر على الرد : ۳/ ۱۸۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار وحاشية الطحطاوي** " : (ولو كان الدين على مقر مليء أو على (معسر أو مفلس) أي محكوم بإفلاسه (أو) على (جاحد عليه بينة) وعن محمد لا زكاة ، وهو الصحيح ، ذكره ابن ملك وغيره لأن البينة قد لا تقبل (أو علم به قاض) سيجيء أن المفتى به عدم القضاء بعلم القاضي (فوصل إلى ملكه لزم زكاة ما مضى) ."درمختار".

(رد المحتار: ۳/ ۱۸۴،۱۸۵، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ۳۹۰، فتاوی حقانيه:۳/ ۵۰۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۵۳، کتاب الفتاوی:۳/ ۲۷۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : قال العلامة الحصكفي : ولا في مرهون بعد قبضه ."در مختار". قال ابن عابدين : أي لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ، ولا على الراهن لعدم اليد ، وإذا استرده الراهن لا يزكي عن =

زیورات میں لگے نگ پر زکوۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۱۲۷): سونے یا چاندی سے اگر ایسی چیز ملی ہوئی ہو کہ جس کو اس سے الگ کیا جا سکتا ہو تو وہ سونے چاندی کے حکم میں نہیں ہے، لہذا نگ بھی ایسی ہی چیزوں میں سے ہے کہ اسے اصل زیور سے نکالا جا سکتا ہے، اس لیے نگ میں زکوۃ واجب نہیں، لیکن اس نگ کے وزن کو معلوم کر کے اس وزن کو زیور کے وزن سے منہا (وضع) کر کے زکوۃ کا حساب درست ہوگا۔ البتہ وہ کھوٹ جو سونے چاندی میں ملا دی گئی ہو وہ سونے چاندی ہی کے وزن میں شمار ہوگی، اور اس کھوٹ ملے سونے چاندی کی جو قیمت بازار میں ہوگی اسی کے حساب سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔(۱)

=السنين الماضية ، وهو معنى قول الشارح : "بعد قبضه" ويدل عليه قول البحر : ومن موانع الوجوب الرهن. (۳/ ۱۸۰، مطلب : في زكاة ثمن المبيع وفاء)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتح القدير**" : (وإذا كـان الـغالب على الورق الفضة فهو في حكم الفضة، وإذا كان الغالب عليها الغش فهو في حكم العروض يعتبر أن تبلغ قيمته نصاباً) .... قوله : (فهو في حكم الفضة) أي فتجب فيه الزكاة كأنه كله فضة لا زكاة العروض ولو كان أعدها للتجارة، بخلاف ما إذا كان الغش غـالبـاً، فـإن نـواهـا للتجارة اعتبرت قيمتها ، وإن لم ينوها فإن كانت بحيث يتخلص منها فضة تبلغ نصاباً وحـدهـا أو لا تبـلغ، لكن عنده ما يضمه إليها فيبلغ نصاباً وجب فيها لأن عين النقدين لا يشترط فيهما نية التجارة ولا القيمة ، وإن لم يخلص فلا شيء عليه.(۲/ ۲۱۸۔ ۲۲۰ ، باب زكاة المال ، فصل في الفضة)

ما في " **رد المحتار**" : (و) يـضـم (الذهب إلى الفضة) وعكسه بجامع الثمنية (قيمة) وقالا بالإجزاء ."در مختار"........ قوله : (ويضم الخ) أي عند الاجتماع ، أما عند انفراد أحدهما فلا تعتبر القيمة إجماعاً ." بدائع" . لأن المعتبر وزنه أداء ووجوباً كما مر . وفي البدائع أيضا أن ما ذكر من وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان أقل ، فلو كان كل منهما نصاباً تاماً بدون زيادة لا يجب الضم ، بل ينبغي=

مکان یا فلیٹ کے کرایہ پر زکوۃ لازم ہوگی

مسئلہ(۱۲۸): اگر کسی نے مکان یا فلیٹ (Flat) کرایہ پر دینے کے لیے خریدا نہ کہ اپنی رہائش کے لیے، تو اس سے حاصل ہونے والے کرایہ پر جب کہ وہ بقدرِ نصاب ہو زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

استعمالی چیزیں مثلاً فریج وغیرہ پر زکوۃ لازم نہیں ہوگی

مسئلہ (۱۲۹): استعمالی چیزیں جیسے فریج (Freeze)، واشنگ مشین (Washing-Machine)، موٹر سائیکل (Moter-Cycle)، ٹیپ ریکارڈ (Tape-Record) اور کمپیوٹر (Computer) وغیرہ پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

=أن يؤدي من كل و احد زكاته ، فلو ضم حتى يؤدي كله من الذهب أو الفضة فلا بأس به عندنا ، ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً ، وإلا يؤدي من كل منهما ربع عشره. (۳/۲۳٤، باب زكاة المال، فتاوى حقانيه:۳/٥٥٤، فتاوى محموديه:۹/۳٦۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۷۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (واللازم) مبتدأ (في مضروب كل) منهما (ومعموله ولو تبراً أو حلياً مطلقاً)....... (أو) في (عرض تجارة قيمته نصاب) ....(من ذهب أو ورق) .... (مقوماً بأحدهما ربع عشر)."درمختار". (۳/۲۲۷_ ۲۲۹ ، باب زكاة المال)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية**" : وفي فتاوى الشيخ الفقيه أبي الليث إذا اشترى جوالق بعشرة آلاف درهم ليؤاجرها من الناس فحال عليها الحول ، فلا زكاة فيها لأنه اشتراها للغلة لا للتجارة.(۲/۱۹)

ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية**" : إذا آجر داره أو عبده بمائتي درهم لا تجب الزكاة ما لم يحل الحول بعد القبض في قول أبي حنيفة رحمه الله ، فإن كانت الدار والعبد للتجارة وقبض أربعين درهماً بعد الحول ، كان عليه درهم بحكم الحول الماضي قبل القبض ، لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزل ثمن التجارة في الصحيح من الرواية.

(۱/۲٥۳، فتاوى حقانيه:۳/٥٥۱، فتاوى محموديه:۹/٤۲٥، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۷۱)

ہاں اگران چیزوں کی تجارت کرتا ہواوران کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر ہوتو زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

ادائیگیٔ زکوۃ میں قمری سال معتبر ہوگا

مسئلہ(۱۳۰): زکوۃ اس وقت واجب ہوگی جب کہ نصابِ زکوۃ پرقمری سال (اسلامی سال) کے اعتبار سے پورا سال گذر جائے، انگریزی تاریخ کا اعتبار نہیں ہوگا، مثلاً اگرکوئی آدمی ذوالحجہ کی ۹/تاریخ کوصاحبِ نصاب ہواتو آئندہ سال ۹/ذوالحجہ کواس کے نصاب پرسال پورا ہوگا،اورادائیگیٔ زکوۃ واجب ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (ولا في ثياب البدن) المحتاج إليها لدفع الحر والبرد ، ابن ملك (وأثاث المنزل ودور السكنى ونحوها) وكذا الكتب وإن لم تكن لأهلها إذا لم تنو للتجارة.

"درمختار". (۱۸۲/۳، كتاب الزكاة)

ما في " **الفتاوى الهندية**" : ومنها فراغ المال عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة. (۱۷۲/۱)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية**" : ولاتجب الزكوة في الشحوم والادهان التي يحتاج إليها ليدهن بها الجلود ، وآلات الصناع الذين يعملون بها ، وظروف الأمتعة لا تجب فيها الزكاة.(۱۹/۲، فتاوی عثمانی:۵۱/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار**" : (وحولها) أي الزكاة (قمري) بحر عن القنية (لا شمسي) وسيجيء الفرق في العنين."در مختار"........ قوله : (وسيجيء الفرق) عبارته مع المتن: وأجل سنة قمرية بالأهلة على المذهب وهي ثلاث مائة وأربع وخمسون وبعض يوم . وقيل شمسية بالأيام وهي أزيد بأحد عشر يوماً اهـ.

(۲۲۳/۳، باب زكاة الغنم ، مطلب : استحلال المعصية القطعية كفر، فتاوی حقانيه:۴۸۴/۳)

پیشگی ادائیگی زکوۃ کا حکم

مسئلہ(۱۳۱): اگر کوئی آدمی نصاب پر سال گذرنے سے پہلے ہی پیشگی زکوۃ دیدے تو جائز ہے، سال پورا ہونے پر نصاب باقی ہے تو یہ پیشگی ادا کردہ زکوۃ، زکوۃ ہوگی، ورنہ صدقۂ نافلہ ہوگی۔(۱)

زکوۃ کی رقم سے حج میں جانا

مسئلہ(۱۳۲): اگر کوئی شخص اس لیے زکوۃ کی رقم لیتا ہے تا کہ حج میں جائے تو اس کا یہ عمل جائز نہیں ہے۔(۲)

حج کے لیے الگ رکھے ہوئے روپیوں پر زکوۃ

مسئلہ(۱۳۳): جو روپئے حج کے لیے الگ کر رکھا ہے اس پر بھی زکوۃ واجب ہوگی۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الولوالجية والتاتارخانية** " : يجوز تعجيل الزكاة بعد ملك النصاب، لأنه عجل بعد وجوب السبب وهو ملك النصاب .... ولا يجوز التعجيل على ملك النصاب لفقد السبب أصلاً.(الفتاوى الولوالجية : ۱۹۳/۲، الفتاوى التاتارخانية : ۲۷/۲،۲۸، فتاوى محموديه:۴۴۶/۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۶۸/۳، فتاوى رحيميه:۱۴۴/۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (و) لا إلى (غني) يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان ...... اهـ."درمختار".

(رد المحتار : ۲۹۵/۳،۲۹۶، فتاوى محموديه : ۵۶۶/۹)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** " : فرضت على حر مسلم مكلف مالك النصاب من نقد ولو تبراً أو حلياً أو آنية أو مايساوي قيمته، من عروض تجارة فارغ عن الدين، وعن حاجته الأصلية =

حج میں خرچ کے بعد بچی ہوئی رقم پر زکوۃ

مسئلہ(۱۳٤): اگر کسی شخص نے حج میں جانے کے لیے حج کمیٹی یا کسی ٹور والے کو پیشگی رقم جمع کردی تو آمد ورفت کا کرایہ، معلم فیس، پر زکوۃ واجب نہیں، البتہ جو رقم اس کو کرنسی کی صورت میں واپس دی جائے، اور وہ خرچ کے بعد بچ جائے تو سال پورا ہونے پر اس کی زکوۃ واجب ہوگی۔(۱)

غصب اور رشوت وغیرہ کے ذریعہ حاصل کیے گئے مال پر زکوۃ

مسئلہ(۱۳۵): غصب، رشوت، سود، چوری اور خیانت وغیرہ کے ذریعہ حاصل کئے ہوئے مال میں زکوۃ واجب نہیں، کیونکہ یہ سب مالِ حرام ہے، اور مالِ حرام کا حکم یہ ہے کہ وہ ان کے اصل مالکوں، یا ان کے ورثاء کو واپس کردیا جائے اگر وہ معلوم ہوں، اور اگر معلوم نہ ہوں تو بلا نیتِ ثواب صدقہ کردیا جائے۔(۲)

= نام ولو تقديراً ." مراقي الفلاح " .... قوله : (وعن حاجته الأصلية) كثيابه المحتاج إليها لدفع الحر والبرد وكالنفقة ، ودور السكنى وآلات الحرب والحرفة وأساس المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها اهـ.........أن الزكاة تجب في النقد كيف أمسكه للنفقة أو للنماء اهـ.

(ص: ۳۸۹، فتاوی حقانیه:۳/٤۹۳، فتاوی محمودیه:۹/۳۳۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۷۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار**" : ويخالفه ما في المعراج في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة .... إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول، وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكي ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول.(۳/۱۷۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار**" : وإلا فلا زكاة، كما لو كان الكل خبيثاً اهـ."درمختار". قوله: (كما لو كان الكل خبيثاً) في القنية: ولو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة، لأن الكل واجب التصدق عليه .... قلت : لكن قدمنا عن القنية والبزازية أن ما وجب التصدق بكله لا يفيد التصدق ببعضه،=

ایک سے زائد مکان ہوں تو ان پر زکوۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ(۱۳۶): اگر کسی شخص کے کئی مکان ہوں، ایک میں وہ رہائش پذیر ہے، اور دوسرے مکانوں کو کرایہ پر دے رکھا ہے تو جو مکان کرایہ پر دے رکھا ہے، ان سے حاصل ہونے والا کرایہ بقدرِ نصاب ہو تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

نوٹ:۔...... کرایہ پر دیئے ہوئے مکانوں کی مالیت (قیمت) پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

= لأن المغصوب إن علمت أصحابه أو ورثتهم وجب رده عليهم، وإلا وجب التصدق به.

(۲۱۸/۳، باب زكاة الغنم، قبيل مطلب: في التصدق من المال الحرام)

والحجة على ما قلنا:

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (ولا في ثياب البدن) المحتاج إليها .... (وأثاث المنزل ودور السكنى ونحوها) ." درمختار" .... قوله : (ونحوها) أي كثياب البدن الغير المحتاج إليها وكالحوانيت والعقارات. (۱۸۲/۳، مطلب : في زكاة ثمن المبيع وفاء)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية**" : وفي فتاوى الشيخ الفقيه أبي الليث : إذا اشترى جوالق بعشرة آلاف درهم ليؤاجرها من الناس فحال عليها الحول فلا زكاة فيها لأنه اشتراها للغلة لا للتجارة............ ولو اشترى الرجل عبداً للتجارة ثم آجره يخرج من أن يكون للتجارة لأنه لما آجره فقد قصد المنفعة.

(۱۹/۲)

کتاب الصوم

(روزہ کا بیان)

روزہ صحتِ جسمانی وروحانی کے لیے ایک نسخۂ کیمیا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:...... ﴿یآیھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾....... اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ۔(۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:...... ((بني الإسلام علی خمس؛ شهادة أن لا إلٰه إلا الله وأن محمدا رسول الله ، و إقام الصلوة وإيتاء الزكوة ، والحج ، وصوم رمضان))....... اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوۃ اور حج ادا کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔(۲)

روزہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:......

لغت میں......بات چیت یا کھانے پینے سے رکے رہنے کو روزہ کہتے ہیں۔

اصطلاح میں......از صبحِ صادق تا غروبِ شمس، اکل وشرب، جماع، اور بری باتوں سے بچنے کو

---

(۱) (البقرة:۱۸۳)

(۲) (صحيح البخاري : ٦/١)

روزہ کہتے ہیں(۱)۔

اسلام ایک متنوع العبادات مذہب ہے جیسے نماز، زکوۃ، روزہ، حج وغیرہ، تمام عبادتوں کا منشا ومقصد خدا تعالیٰ کی اطاعت، فرمانبرداری اور کمالِ بندگی ہے، مگر کچھ عبادتیں ایسی ہیں جو عمل میں جھلکتی ہیں، مثلاً نماز، زکوۃ، حج، اور کچھ عبادتیں ایسی ہیں جو عمل میں نہیں جھلکتی، جیسے روزہ جو نہ قولی ہے نہ فعلی بلکہ صرف امساک ہے۔

روزہ کی تعریف:" **هو الإمساک عن الأکل والشرب**" کے ظاہر پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک منفی عمل ہے، لیکن اپنی حقیقت اور روح کے اعتبار سے ایجابی عمل ہے۔

فرضیتِ روزہ:.......

" **کتب علیکم الصیام** " اسلام کے ارکانِ خمسہ میں روزہ کا درجہ تیسرے نمبر پر ہے، اسلام نے فرضیتِ احکام میں یہ روش اختیار کی کہ پہلے نماز کو جو ذرا ہلکی عبادت ہے فرض کیا، پھر اس کے بعد زکوۃ، پھر زکوۃ کے بعد روزہ۔ چونکہ روزہ کی تکلیف نفس پر شاق اور گراں گزرتی ہے اس لیے اس کو تیسرے درجے پر رکھا۔ روزہ کی فرضیت ۱۰ر شعبان المعظم ۲ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔

تاریخِ روزہ:.......

" **کما کتب علی الذین من قبلکم**"...... " **قبلکم**" اس لفظ سے تاریخی حقیقت کا اظہار ہی نہیں بلکہ روزہ کی طبعی مشقت مسلمانوں پر سہل ہونا ثابت کیا گیا ہے، کہ تم سے پہلی امتیں بھی اس مشقت کو برداشت کرچکی ہیں۔

والحجة على ما قلنا

(۱) الصيام في اللغة مطلق الإمساك عن الشيء؛ واصطلاحاً: فهو الإمساك عن المفطرات يوماً كاملاً من طلوع الفجر الصادق إلى غروب الشمس. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ۱/۴۷۳، =

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی ابتدا زمانۂ آدم علیہ السلام ہی سے ہوگئی تھی، آپ کے دور میں ایامِ بیض یعنی ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ر تاریخ کے روزے فرض تھے، اور یہود عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کی مشابہت سے منع فرمایا ہے کہ وہ ایک روزہ رکھتے ہیں تو ہمیں ان کی مخالفت میں دو روزے رکھنا چاہئے۔

اسی طرح ہندو دھرم میں اُپاس اور بدھ مذہب میں برت (روزہ) مذہب کا رکن ہے۔

الغرض: آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر قوم وملت میں روزے کا وجود کسی نہ کسی شکل میں رہا ہے۔

حکمتِ روزہ:......نفس کو قابو کرنے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے:

۱ر......نفس کو تمام شہوتوں اور لذتوں سے روکا جائے، کیوں کہ جب سرکش گھوڑے کو دانا پانی نہ ملے تو وہ تابع ہو جاتا ہے اسی طرح نفس کی سرکشی روزے سے دور ہوتی ہے۔

۲ر......نفس پر عبادت کا بہت سا بوجھ لاد دیا جائے، جس طرح جانور کو دانا پانی کم ملے اور بوجھ بہت سا لاد دیا جائے تو وہ نرم ہو جاتا ہے یہی حال نفس کا ہے۔

۳ر......نفس کو قابو میں کرنے کے لیے ہر وقت اللہ سے مدد چاہیں، پتہ چلا کہ قوتِ نفس کو توڑنے کے لیے اور اپنی تمام قوتوں کو اعتدال میں لانے کے لیے روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

= النصوص الفقهية المختارة طبقاً للمذاهب الأربعة المعتبرة:۱۷۷، فتح القدير:۲/۳۰۶،۳۰۷، تبيين الحقائق:۲/۱۴۵)

وفي ردالمحتار: عرفه الحنفية بأنه: عبارة عن إمساك مخصوص وهو الإمساك عن المفطرات الثلاثة بصفة مخصوصة. (رد المحتار:۳/۳۲۷)

روزہ کا فلسفہ:.......

روزہ انسانی جسم وصحت کے لیے نسخۂ کیمیاء ہے، جس کی بناء پر نظامِ ہضم درست رہتا ہے جو انسانی صحت کے لیے لازم ہے (طب)۔ مشہور مقولہ ہے: " **المعدة بیت الداء والحمیة رأس الدواء**".
......معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز ہی اصل دوا ہے۔

روزہ مسلمانوں میں سپاہیانہ لگن، ولولہ اور جوش پیدا کرتا ہے جو ایک مجاہدِ اسلام کے لیے ضروری ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿**وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة**﴾. ...... اور ان سے مقابلہ کے لیے جس قدر بھی تم سے ہوسکے سامان درست رکھو قوت سے۔ (۱)

روزہ انسان کے اندر صفاتِ ملکوتی پیدا کرتا ہے، تاکہ انسان راہِ اعتدال اختیار کرے جو اس امت کا خاصہ ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**وکذلک جعلنکم أمة وسطا**﴾. ...... اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امتِ عادل بنایا ہے۔ (۲)

روزہ بکھری ہوئی انسانیت اور منتشر اذہان کو مساوات ومواسات کا درس دیتا ہے، اور یہی دین کا خلاصہ ہے (۳) " **الدین النصیحة** ". (دین خیرخواہی ہے)۔ (۴)

روزہ کے ذریعہ انسان کے دل میں صلہ رحمی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ مصیبت زدہ انسان ہی کسی کی

---

(۱) (الأنفال: ٦٠)

(۲) (البقرة: ١٤٣)

(۳) إن فريضة الصيام مدرسة للتربية الإسلامية تحقق أروع معاني المساواة والتكافل الاجتماعي، وتوقف الناس جميعاً غنيهم وفقيرهم أمام شريعة الله سواءٌ.

(موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر: ١/ ٢٩١)

(٤) (صحيح البخاري: ١/ ١٣)

پریشانی اوردکھ درد کا صحیح اندازہ واحساس کرسکتا ہے(۱)، ورنہ ؎

جو ہے بے درد وہ درد دلِ جاناں کیا جانے

روزہ کے جسمانی وروحانی مقاصد:......

مشہور ومعروف مفکرِ اسلام ''علامہ ابوالحسن علی ندویؒ'' فرماتے ہیں کہ:

حیوانی طبیعت کے ہاتھ جب زندگی کی باگ ڈور آتی ہے تو وہ انسان کے حواس پر غالب آجاتی ہے، اورمعدہ جوکہ انسانی زندگی کے لیے چکی کے کیل کی حیثیت رکھتا ہے جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے، جب اس میں فساد آتا ہے تو انسان کے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں رہتے، جس کی بناء پر انسانی طبیعت عبادت میں نہیں لگتی، جب کہ عبادت میں دلجمعی اور توجہِ قلب الی اللہ (جوتمام عبادتوں کی جان ہے) ضروری ہے، اور یہ فسادِ طبیعت وفسادِ معدہ کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتی (۲)۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

☆ روزہ کے ذریعہ انسان کے اندر صفاتِ خداوندی پیدا ہوتی ہیں۔

☆ روزہ کے ذریعہ انسان گویا بے نیازی کا اظہار کرتا ہے۔

---

(۱) إنه جوع مفروض لكي يتعلم الغني معنى الجوع، ولكي يحس بما يعاينه الجائعون.

(موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر:۱/۲۹۱)

(۲) يقول العلامة أبو الحسن علي الحسني الندوي (المفكر المعروف): .... إذا تغلبت الطبيعة الحيوانية، وملكت زمام الحياة، واستحوذت على مشاعر الإنسان وحواسه، وأصبحت "المعدة" هي القطب الذي تدور حوله الحياة شق على الإنسان كل ما يحول بينه وبين رغبته، وما يشغله عن إرضاء شهوته...... فلا يجد في أعوام طوال وقتاً صافياً، وقلباً فارغاً، وعقلاً يقظاً، وضميراً حياً، فتثقل عليه العبادة والذكر وما يتصل بها، ولا يجد لذتها بطبيعة الحال. ﴿**وإنها لكبيرة إلا على الخاشعين**﴾.[البقرة:۴۵]

(موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر:۱/۲۹۱)

☆ روزہ کے ذریعہ انسان ملکوتی صفات کا خوگر بنتا ہے۔

☆ روزہ کے ذریعہ انسان دن بھر کے لیے فرشتہ صفت نظر آتا ہے۔

☆ روزہ کے ذریعہ انسان ''تخلقوا باخلاق اللّٰہ'' کا مظہر ہوتا ہے(۱)۔

علامہ ابن القیم جوزیؒ فرماتے ہیں:

☆ روزہ متقیوں کے لیے لگام، محاربین کے لیے جنت اور ابرار و مقربین کے لیے تہذیبِ اخلاق ہے(۲)۔

☆ روزہ اعضاءِ ظاہرہ و باطنہ کی حفاظت میں عجیب تاثیر رکھتا ہے کہ بدنِ انسانی سے فاسد اور مخلوط مادہ کو زائل کرتا ہے۔

☆ روزہ انسان کو خواہشاتِ نفسانی اور شہوات سے باز رکھتا ہے۔

☆ روزہ انسان کو تقویٰ کے اعلیٰ مراتب پر فائز کرتا ہے(۳)۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مقاصدِ شرعیہ، فوائدِ طبیہ اور اسرارِ الٰہیہ ہیں جن کا عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم مشاہدہ کرتی ہے، اور یہ شہادت دیتی ہے کہ روزہ اللہ رب العزت کی طرف سے اس کے

---

(۱) قد أشار إلى مقاصد الصوم الإمام الغزالي رحمه الله فقال : ...... المقصود من الصوم التخلق بأخلاق الله عز وجل وهو الصمدية والاقتداء بالملائكة في الكف عن الشهوات بحسب الإمكان، فإنهم منزهون عن الشهوات.

(۲) يقول العلامة ابن القيم الجوزي: فهو لجام المتقين وجنة المحاربين ورياضة الأبرار والمقربين.

(۳) وللصوم تأثير عجيب في حفظ الجوارح صحتها ، ويعيد إليها ما استلبته منها أيدي الشهوات ، فهو من أكبر العون على التقوى كما قال الله تعالى : ﴿**يـآيها الذين اٰمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون**﴾. [البقرة :۱۸۳] =

بندوں پر ایک احسانِ عظیم اور نعمتِ بے نظیر ہے(۱)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها﴾. ...... اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنے لگو تو احاطہ نہ کر پاؤ گے۔(۲)

مسائلِ روزہ

بلا عذرِ شرعی رمضان کا روزہ نہ رکھنا

مسئلہ: (**۱۳۷**) اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھے اور اعلانیہ طور پر کھائے پیئے، تو وہ فاسق اور اسلامی شعائر کی توہین کرنے والا ہے، اور اس کی سزا بڑی سخت ہے جو کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔(۳)

= (۱) والمقصد أن مصالح الصوم: لما كانت مشهودة بالعقول السليم والفطر المستقيمة شرعه الله لعباده رحمةً لهم وإحساناً إليهم ...... اهـ. (موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر: ۱/ ۲۹۱)

(۲) (سورة النحل: ۱۸)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : قال الشرنبلالي : .... تعمد من لا عذر له الأكل جهاراً يقتل لأنه مستهزئ بالدين أو منكر لما ثبت منه بالضرورة ، ولا خلاف في حل قتله والأمر به.

(۳/ ۳۴۹ ، كتاب الصوم)

ما في " **النهر الفائق**" : أكل في رمضان شهرة عمداً بلا عذر قال في القنية : يؤمر بقتله .... ويحتمل أن يكون عبر بالقتل عن الضرب البليغ لكن الظاهر أن المراد به يقتل بالسيف.

(۱/ ۲۱، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص۶۶۳ ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۱/ ۱۰۱) =

بیڑی، سگریٹ یا گٹکھا وغیرہ سے روزہ افطار کرنا

مسئلہ: (۱۳۸) بعض لوگ بیڑی، سگریٹ، پان، تمباکو اور گٹکھا وغیرہ کے اس قدر عادی ہوتے ہیں کہ رمضان المبارک میں انہیں چیزوں سے روزہ افطار کرتے ہیں، جبکہ سنت یہ ہے کہ کھجور میسر ہو تو اس سے روزہ افطار کیا جائے، ورنہ پانی سے، اس لیے ان کا یہ عمل خلافِ سنت ہے، البتہ اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔(۱)

= ما في " **البحر الرائق** " : من أكل نهاراً في رمضان عياناً عمداً شهرة يقتل لأنه دليل الاستحلال ، واعلم أن هذا الذنب الإفطار لا يرتفع بالتوبة بل لا بد من التكفير.

(٤٨٥/٢ ، تبيين الحقائق :١٧٧/٢، فتاوى محموديه :١٦٢/١٠)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **السنن الترمذي** " : عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **من وجد تمراً فليفطر ومن لا فليفطر على ماء ، فإن الماء طهور** ".

(١٤٩/١، كتاب الصوم ، باب ما يستحب عليه الإفطار)

ما في " **السنن لأبي داود** " : عن سلمان بن عامر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **إذا كان أحدكم صائماً فليفطر على التمر فإن لم يجد التمر فعلى الماء فإن الماء طهور** " .

(ص ٣٢١ ، كتاب الصيام ، باب ما يفطر عليه)

ما في " **مرقاة المفاتيح** " : وهذا الترتيب لكمال السنة لأصلها ، وفيه بحث لا يخفى لأنه إن كان التمر موجوداً وبدأ بالماء أو اقتصر عليه ، فلا شك في مخالفة السنة . (٤٢٣/٤ ، قبيل باب تنزيه الصوم)

ما في " **تحفة الأحوذي** " : فيه دليل على مشروعية الإفطار بالتمر فإن عدم الماء فبالماء.

(٤٣٣/٣ ، كتاب الصوم ، باب ما يستحب عليه الإفطار ، رقم الحديث :٦٩٥ ، فتاوى محموديه: ٢١٠/١٠ ، فتاوى حقانيه :١٤٧/٤)

غروب سے پہلے روزہ افطار کرلینا

مسئلہ (۱۳۹): اگر مؤذن نے آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے مغرب کی اذان دیدی، اور لوگوں نے مؤذن کی اذان سن کر وقت کے ہوجانے کا یقین کرتے ہوئے افطار کرلیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا، قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں (۱)، اگر اذان سننے کے بعد افطار کا وقت ہونے کا یقین نہیں ہوا تھا بلکہ شبہ تھا کہ وقت ہوا یا نہیں تو اس صورت میں قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوں گے (۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن لأبي داود** " : عن أسماء بنت أبي بكر قالت : " **أفطرنا يوماً في رمضان في غيم في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ثم طلعت الشمس ، قال أبو أسامة : قلت لهشام : أمروا بالقضاء ؟ قال : وبد من ذلک** ". (ص ۳۲۲، كتاب الصيام ، الفطر قبل غروب الشمس)

ما في " **بدائع الصنائع** " : ولو تسحر على ظن أن الفجر لم يطلع فإذا هو طالع ، أو أفطر على ظن أن الشمس قد غربت فإذا هي لم تغرب فعليه القضاء ولا كفارة عليه لأنه لم يفطر متعمداً بل خاطئاً.

(۲۵۷/۲ ، كتاب الصوم ، فيما يفسد الصوم)

ما في " **بذل المجهود** " : وبد من ذلك بتقدير حرف الاستفهام ، أي وهل بد من القضاء ، يعني أن قضاء الصوم الذي أفطر نهاراً غلطا لازم ، وهو مذهب الأئمة الأربعة ، لأنه إذا أفطر غلطا في غيم ، ثم بدت الشمس يقضي يوماً مكانه ولا تلزم الكفارة. (۵۰۱/۸، كتاب الصيام ، الفطر قبل غروب الشمس)

ما في " **خلاصة الفتاوى** " : إذا تسحر على يقين أن الفجر لم يطلع أو أفطر على يقين أن الشمس قد غربت فإذا الفجر طالع والشمس لم تغرب فعليه القضاء ولا كفارة .... وإن شك في غروب الشمس فعليه أن يدع الأكل فإن أكل وهو شاك فعليه القضاء واختلفوا في وجوب الكفارة.

(۲۵۶/۲، كتاب الصوم ، الفصل الثالث)

(۲) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : الفجر طالع والشمس لم تغرب .... عملاً بالأصل فيهما ، أي في الأول والثاني فإن الأصل في الأول بقاء الليل فلا تجب الكفارة ، وفي الثاني بقاء النهار فتجب على إحدى الروايتين كما علمت. (۳۴۰/۳، كتاب الصوم ، قبيل مطلب في جواز الإفطار)

حالتِ حمل میں روزہ افطار کرنا

مسئلہ(۱۴۰): حالتِ حمل میں اگر کمزوری یا ہلاکت کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے، اسی طرح دودھ پلانے والی اگر بچہ کے کمزور یا ہلاک ہونے کے اندیشہ سے روزہ نہ رکھے تو اس کے لیے شرعاً افطار جائز ہے، مگر رفعِ عذر کے بعد قضا لازم ہوگی۔(۱)

قے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۱۴۱): اگر قے ازخود آجائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا، گو منہ بھر کر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ قے کا خود بخود آجانا روزہ کو نہیں توڑتا ہے، البتہ اگر چنے کی مقدار یا اس سے زائد قے کو قصد وارادہ کے ساتھ لوٹالیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، بلا قصد قے کے لوٹ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، خواہ منہ بھر کر ہی ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية والخلاصة** " : الحامل والمرضع إذا خافتا على أنفسهما أو ولدهما أفطرتا وقضتا ولا كفارة عليهما.

(الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۰۷، الباب الخامس في الأعذارالتي تبيح الإفطار، خلاصة الفتاوى : ۲٦٥/۱، الفصل الخامس في الحظر والإباحة ، تنوير الأبصار مع الدر على الرد :٤۰۳/۳ ، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم ، فتاوى رحيميه :۲۷۰/۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **التنوير مع الدر والرد** " : قال العلامة الحصكفيؒ: (وإن ذرعه القيء وخرج) ولم يعد (لا يفطر مطلقاً) ملأ أو لا (فإن عاد) بلا صنعه (و) لو (هو ملء الفم مع تذكره للصوم لا يفسد) ."در مختار" .... قال ابن عابدين رحمه الله : إن كان ملء الفم وأعاده أو شيئاً منه قدر الحمصة فصاعداً أفطر إجماعاً لأنه خارج أدخله جوفه ولوجود الصنع. (۳۹۲/۳) =

حائضہ عورت روزہ افطار کرسکتی ہے

مسئلہ(۱٤۲): اگر کسی عورت نے حیض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تو اس کے لیے کھانا پینا جائز ہے مگر بہتر ہے کہ سب کے سامنے نہ کھائے، اور اگر روزہ رکھا اور حیض آ گیا تو دن بھر روزہ دار کی طرح رہنا ضروری ہوگا، اور بعد میں قضا لازم ہوگی۔(۱)

روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا مکروہ ہے

مسئلہ(۱٤۳): روزہ کی حالت میں ٹوتھ پاوڈر یا پیسٹ کرنا مکروہ ہے کیونکہ ٹوتھ پیسٹ میں معجون کا مزہ معلوم ہوتا ہے۔(۲)

= ما في " **فتح القدير والبحر الرائق** " : قال ابن الهمام رحمه الله : والكل إما أن خرج أو عاد أو أعاده ، فإن ذرعه وخرج لا يفطر قل أو كثر لاطلاق ما رويناه وإن عاد بنفسه وهو ذاكر للصوم كان ملء الفم فسد صومه عند أبي يوسف ، لأنه خارج شرعاً حتى انتقضت به الطهارة وقد دخل ، وعند محمد لا يفسد، وهو الصحيح اهـ. (۳۹۲/۲ ، كذا في البحر الرائق : ٤۷۹/۲، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، فتاوی حقانيه : ١٦٤/٤، كتاب الفتاوی:۳۹۱/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الجوهرة النيرة والهندية** " : وإذا حاضت المرأة أفطرت وقضت وكذا إذا نفست وهي تأكل سراً أو جهراً ولا يجب عليها التشبه ....وإذا قدم المسافر أو طهرت الحائض في بعض النهار أمسكا بقية يومهما. (۲۱۰/۱، الفتاوى الهندية: ۲۰۷/۱، فتاوی بينات:۸۵/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **فتاوی قاضيخان على هامش الهندية** " : قال قاضيخان: وكذا إذا ذاقت شيئاً بلسانها لأن فيه تعريض الصوم للفساد. (فتاوی قاضيخان على هامش الهندية : ۲۰٤/۱، الفصل الرابع فيما يكره للصائم وما لا يكره ، الفتاوى الهندية : ۱۹۹/۱) =

روزہ دار شخص کا ''گل'' سے دانت صاف کرنا

مسئلہ(۱۴۴) : روزہ کے دوران تمبا کو کا پتہ جلا کر گل بنا کر دانت صاف کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس میں گل کے اجزاء حلق میں داخل ہونے کا احتمال ہے، جبکہ روزہ دار کے لیے ہر ایسا عمل منع ہے جس میں روزہ کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو، اگر گل کے اجزاء حلق میں داخل ہو گئے تو روزہ فاسد ہوگا۔(۱)

= ما في " **فتح القدير** " : قوله لما بينا من أنه تعريض للصوم على الفساد إذ قد يسبق شيء منه إلى الحلق فإن من حام حول الحمى يوشك أن يقع فيه. (فتح القدير:۲/۲۴۹، فتاوی حقانيه: ۴/۱۶۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۲۹۰، جديد فقهی مسائل:۱/۱۸۸، كتاب الفتاوی:۳/۴۰۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وكره له ذوق شيء ، وكذا مضغه بلا عذر ، وكره مضغ علك أبيض ممضوغ ملتئم ، وإلا فيفطر. (۳/۳۵۲ ، مطلب فيما يكره للصائم)

ما في " **رد المحتار**" : (أو ذاق شيئاً بفمه) وإن كره (لم يفطر) وإن كره أي لعذر كما يأتي.

(۳/۲۳۳ ، كتاب الصوم ، مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

ما في " **البناية شرح الهداية** " : ومن ذاق شيئاً بفمه لم يفطره لعدم الفطر (صورة ومعنى) أما صورة فلأنه لم يصل إلى الجوف شيء من المنفذ المعهود ، وأما معنى فلأنه لم يصل إلى البدن ما يصلحه ، (ويكره له) أي للصائم (ذلك) أي ذوق الشيء بالفم (لما فيه) أي لما في الذوق من تعريض الصوم على الفساد) لأنه لا يؤمن أن يصل إلى جوفه.

(۲/۶۷۵، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فتاوی قاضيخان على هامش الهندية: ۱/۲۰۴، الفصل الرابع فيما يكره الخ ، المحيط البرهاني: ۲/۵۶۳، كتاب الصوم ، الفصل السادس فيما يكره للصائم الخ ، الفتاوی التاتارخانية : ۱/۱۱۲، كتاب الصوم ، الفصل السادس فيما يكره للصائم أن يفعله الخ ، فتاوی محموديه : ۱۰/۱۵۹، فتاوی حقانيه : ۴/۱۷۴، فتاوی دار العلوم : ۶/۴۰۴ ، كتاب الفتاوی :۳/۴۰۱، إمداد الفتاوی : ۲/۱۴۱)

روزہ کی حالت میں کسی چیز کا چکھنا مکروہ ہے

مسئلہ(۱٤٥): روزہ کی حالت میں بلاعذر کسی بھی چیز کا چکھنا مکروہ ہے، ہاں اگرکسی خاتون کا شوہر بداخلاق ہواور کھانا خراب ہونے کی صورت میں مار پیٹ کرتا ہو، تو ایسی حالت میں عورت کے لیے پکی ہوئی چیزیں چکھنا بلا کراہت جائز ہے، لیکن پھر بھی اگر کھانا حلق میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

روزہ کی حالت میں ممسکِ حیض دوا کا استعمال

مسئلہ(۱٤٦): اگرکوئی عورت روزہ کی حالت میں ممسکِ حیض (حیض کو روکنے والی) دوا استعمال کرتی ہے، اور اس کے استعمال سے کوئی نقصان نہ ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس سے شرعی احکام متأثر نہیں ہوتے ہیں، یعنی حیض نہ آنے پر روزہ اور نماز کی ادائیگی ضروری ہے، لیکن اگر اس دوا کا استعمال عورت کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو تو ایسا کرنے سے احتراز بہتر ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الفتاوى الهندية والفقه الإسلامي وأدلته**" : وكره ذوق شيء ومضغه بلا عذر كذا في الكنز. ومن العذر في الأول ما لو كان زوج المرأة وسيدها سيء الخلق فذاقت المرقة .

(الفتاوى الهندية : ۱/۱۹۹ ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۲/٦۷۰، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۲۰٤، الفصل الأول فيما يكره للصائم الخ ، فتح القدير:۲/۲٤۹)

ما في "**الفتاوى الولوالجية**" : الصائم إذا ضاق شيئاً بلسانه ولم يدخل حلقه لم يفطر.

(۱/۲۱۹، فتاوى حقانيه :۲/۱٥٦)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**نور الإيضاح**" : ويشترط لصحة أدائه ثلاثة : النية ، والخلو عما ينافيه من حيض ونفاس ، والخلو عما يفسده. (ص:۱۲٥، كتاب الصوم ، فتاوى حقانيه :۲/۱٥۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۲۷۸، فتاوى حقانيه: ٤/۱٥۸، جامع الفتاوى:٥/۳۱۷)

استمناء بالید مفسدِ صوم ہے

مسئلہ (۱۴۷): اخراجِ منی یعنی جان بوجھ کر آلۂ تناسل سے منی نکالنا خواہ کسی بھی غرض سے ہو مفسدِ صوم ہے، اس کی وجہ سے غسل بھی واجب ہوگا، لیکن اگر منی نہیں نکلی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(۱)

روزہ کی حالت میں کسی عورت کا فوٹو دیکھنا مفسدِ صوم نہیں

مسئلہ (۱۴۸): محض کسی عورت یا فوٹو کے دیکھنے سے یا کسی کا خیال اپنے دل میں جما لینے اور تفکر کرنے سے اگر احتلام ہو جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد نہ ہوگا، اور نہ ہی اس پر قضا وکفارہ لازم ہوگا، گوکہ یہ فعل بجائے خود ناجائز وحرام ہے خصوصاً روزہ کی حالت میں۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار**": (وكذا الاستمناء بالكف) أي في كونه لا يفسد، لكن هذا إذا لم ينزل، أما إذا أنزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار.

(۳/۳۷۱، كتاب الصوم، مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

ما في "**البحر الرائق والتاتارخانية**": الصائم إذا عالج ذكره حتى أمنىٰ يجب عليه القضاء وهو المختار. (البحرالرائق: ۲/ ۴۷۵، الفتاوى التاتارخانية: ۲/۱۰۶، فتاوى رحيميه: ۷/۲۶۲، فتاوى محموديه: ۱۰/۱۶۰، حقانيه: ۴/۱۸۴)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح والهندية وفتح القدير**": أو أنزل بنظر إلى فرج امرأته لم يفسد أو فكر وإن أدام النظر والفكر حتى أنزل لأنه لم يوجد منه صورة الجماع ولا معناه وهو الإنزال عن مباشرة ولا يلزم من الحرمة الإفطار.

(ص:۳۶۱، الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۴، فتح القدير:۲/۳۳۳)

ما في "**الفتاوى التاتارخانية**": وإذا نظر إلى امرأته بشهوة فأمنى، وفي الخانية: أو تفكر فأمنى لا يفسد، وفي الظهيرية: وكذا إن احتلم، وفي الفتاوى العتابية: ولا يفسد بالنظر إلى فرج امرأته إن أمنى.

(۲/۱۰۶، فتاوى رحيميه: ۷/۲۶۲)

وکس،عطروغیرہ سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا

مسئلہ (۱۴۹): وکس(viks)،جھنڈوبام،عطریا اورکوئی سونگھی جانے والی چیز کے سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا،بشرطیکہ اس کے اجزاء حلق میں نہ جائیں۔(۱)

قصداً دھواں منہ میں لینے سے روزہ ٹوٹ جائیگا

مسئلہ (۱۵۰) : دھواں ان چیزوں میں سے ہے جن کے منہ کے اندر قصداًداخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اورسگریٹ، بیڑی، یاسگاروغیرہ کادھواں اندرضرورجاتاہے،اگرکسی نے قصداً انہیں پی لیاتوروزہ فاسدہوگا،اورقضاکے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : وكذا إذا دخل الدخان أوالغبار أو ريح العطر أو الذباب حلقه لا يفسد صومه.　　(١/ ٢٠٨)

ما في " **رد المحتار** " : (أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) ولو ذاكراً استحساناً لعدم إمكان التحرز عنه.........(أو ادهن أو اكتحل أو احتجم) وإن وجد طعمه في حلقه .....وفي القهستاني: طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد في حلقه لم يفطر كما في المحيط.

(٣/٢٦٦،٣٦٧ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، رمضان کے شرعی احکام:ص/١٧٧)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : من أدخل بصنعه دخاناً حلقه بأي صورة كان الادخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر أو عود أو غيرهما.　　(ص:٣٦١)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) .... ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه."درمختار".　　(٣/٣٦٦ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، كتاب الفتاوى: ٣/٣٩٥)

کلی کے بعد منہ کی تری نگل لیا تو روزہ فاسد ہوا یا نہیں؟

مسئلہ (۱۵۱) : اگر کسی شخص نے کلی اچھی طرح کرلی، اور پانی کی کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی، اوراس نے اس تری کو تھوک کے ساتھ نگل لیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا، کیوں کہ اس سے بچنا دشوار ہے۔(۱)

روزہ کی حالت میں دانت اکھڑوانا

مسئلہ (۱۵۲) : روزہ کی حالت میں دانت اکھڑوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر خون تھوک کے ساتھ نگل گیا اور خون تھوک پر غالب تھا تو روزہ ٹوٹ جائیگا، اور اگر دونوں برابر ہوں تب بھی استحساناً روزہ ٹوٹ جائیگا۔(۲)

روزے میں بواسیر کے مریض کو پائپ سے دوا پہونچانا

مسئلہ (۱۵۳) : روزے میں بواسیر کے مریض کو پائپ کے ذریعہ دوا اندر تک پہنچائی جائے تو

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والفتاوى الهندية** " : (أو بقي بلل في فيه بعد المضمضة وابتلعه مع الريق). "درمختار". قوله : (أو بقي بلل في فيه بعد المضمضة) ....إذا بقي بعد المضمضة ماء فابتلعه بالبزاق لم يفطر لتعذر الاحتراز. (۳/ ۳٦۷ ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۰۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار** " : الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن كانت الغلبة للبزاق لا يضره، وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه، وإن كا نا سواء أفسد أيضاً استحساناً.

(۱/ ۲۰۳، رد المحتار: ۳/ ۳٦۸)

ما في " **تبيين الحقائق** " : لو دخل دمعه أو عرق جبينه أو دم رعافه حلقه فسد صومه.

(۲/ ۱۷۲، كتاب الفتاوى: ۳/ ۲۹۹، احسن الفتاوى: ٤/ ٤۳٦، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۲۸۹، فتاوى رحيميه: ۷/ ۲۵۹)

روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر صرف بواسیری جگہوں پر یا اوپری سطح پر مرہم لگایا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۱)

روزہ میں دانتوں کے درمیان کی چیز نکال کر کھانا

مسئلہ (**۱۵٤**): روزہ کی حالت میں اگر کسی شخص نے دانتوں کے درمیان کی چیز اپنے ہاتھ سے نکال لیا، پھر اس کو کھالیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البحر الرائق** " : وأطلق الدواء فشمل الرطب واليابس لأن العبرة للوصول لا لكونه رطباً أو يابساً، وإنما شرطه القدوري لأن الرطب هو الذي يصل إلى الجوف عادة حتى لو علم أن الرطب لم يصل لم يفسد ، ولو علم أن اليابس وصل فسد صومه . كذا في العناية.

(۲/٤۸۷، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **البحر الرائق وخلاصة الفتاوى** " : قوله : (أو أكل ما بين أسنانه)........وقيد بأكله لأنه لو أخرجه ثم ابتلعه فسد صومه.

(البحر الرائق : ۲/٤۷۸، خلاصة الفتاوى : ۱/۲۵۵، رمضان کے شرعی احکام:ص/۲۱۹)

جن علاقوں میں طویل دن ہو وہاں روزہ کس طرح رکھے؟

مسئلہ (۱۵۵) : جن علاقوں میں ۲۰/ یا ۲۲/ گھنٹوں کا دن ہوتا ہے، وہاں طویل روزہ رکھنا ہوگا، البتہ ضعفاء اور کمزوروں کو استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے رخصت دی جائے گی، مگر جب دن چھوٹے ہو جائیں تو اس وقت قضاء لازم ہوگی، البتہ جہاں ایک طویل عرصہ تک دن باقی رہے، مثلاً چھ مہینے وغیرہ تو وہاں روزہ اندازاً ہوگا، قریبی ملک میں جتنے گھنٹے کا دن ہوگا اس کے برابر روزہ رکھا جائے گا۔(۱)

روزے کی حالت میں دل یا پیٹ کا آپریشن کروانا

مسئلہ (۱۵٦): روزے کی حالت میں دل یا پیٹ کے آپریشن سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ روزہ معدے میں کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے، جبکہ پیٹ اور دل کے آپریشن سے معدہ میں کوئی چیز نہیں جاتی ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتح القدير** " : وكذا لو نذر صوم الأبد فضعف عن الصوم لا شتغاله بالمعيشة له أن يفطر و يطعم ، لأنه استيقن أن لا يقدر على قضائه ، فإن لم يقدر على الإطعام لعسرته يستغفر الله ويستقيله ، وإن لم يقدر لشدة الحر كان له أن يفطر ويقضيه في الشتاء إذا لم يكن نذر الأبد .

(۲/۲٦۲، فصل في العوارض، فتاوى حقانيه:٤/١٤٥، نوادر الفقه:١/٢٧٧)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : وكذا لو ابتلع خشبة أو خيطاً ولو فيه لقمة مربوطة إلا أن ينفصل منها شيء ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد. بدائع ."درمختار". قوله : (مفاده) أي مفاد ما ذكر متناً وشرحاً ، وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد ، وهو المراد بالاستقرار وإن لم يغب بل .=

روزے کی حالت میں پلاسٹک سرجری کروانا

مسئلہ (۱۵۷): روزے کی حالت میں پلاسٹک سرجری (Palastic Surgery) کسی ایسے عضو کی کی جائے کہ جہاں معدہ یا دماغ تک دوا پہونچنے کا منفذ یعنی راستہ نہ ہو، مثلاً ہاتھ، پیر وغیرہ کی سرجری ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر کان، آنکھ، ناک وغیرہ کی سرجری کی جائے اور دوا نہ ڈالی جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں اگر دوا ڈالی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

روزے میں انجکشن لگوانا

مسئلہ (۱۵۸): روزہ میں انجکشن لگوانا جائز ہے، روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۲)

= بقي طرف منه في الخارج أو كان متصلاً بشيء خارج لا يفسد لعدم استقراره.

(۳/ ۳٦۹، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

ما في " **البحر الرائق** " : ولو شد الطعام بخيط وأرسله في حلقه وطرف الخيط في يده لا يفسد الصوم إلا إذا انفصل. (۲/ ٤۸۷، رمضان کے شرعی احکام:ص/۱۸۹)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **بدائع الصنائع** " : وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من المخارق الأصلية كالأنف والأذن و الدبر ؛ بأن استعط أو احتقن أو أقطر في أذنه، فوصل إلى الجوف أو الدماغ فسد صومه، أما إذا وصل إلى الجوف فلا شك فيه؛ لوجود الأكل من حيث الصورة، وكذا إذا وصل إلى الدماغ ؛ لأن له منفذاً إلى الجوف ، فكان بمنزلة زاوية من زوايا الجوف.

(۲/٦۰٦ ، فصل أركان الصيام، رمضان کے شرعی احکام:ص/۱۸۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : أو ادهن أو اكتحل أو احتجم وإن وجد طعمه في حلقه، =

اِن ڈور کاپی داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا

مسئلہ(**۱۵۹**): اِن ڈور کاپی (Indoors Copy) ایک پتلی سی نلکی ہوتی ہے، جس کو پیچھے کی راہ سے داخل کرکے اندرونی معائنہ کیا جاتا ہے، اس کے داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، بشرطیکہ اس پر کوئی سیال (Liquid) یا غیر سیال دوا نہ لگائی گئی ہو۔(۱)

= لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن ، والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على أن من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه إنه لا يفطر.

(۳/۳٦٦ ، ۳٦۷ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع ، ومن اغتسل في ماء وجد برده في باطنه لا يفطره هكذا في النهر الفائق.

(۱/۲۰۳، كتاب الصوم ، الباب الرابع ، البحر الرائق : ۲/٤۷٦، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، النهر الفائق : ۳/۱٦، ۱۷، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " **بدائع الصنائع** " : وأما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن غير المخارق الأصلية ، بأن داوى الجائفة والآمة فإن داواها بدواء يابس لا يفسد ، لأنه لم يصل إلى الجوف ولا إلى الدماغ ، ولو علم أنه وصل يفسد في قول أبي حنيفة ، وإن داواها بدواء رطب يفسد عند أبي حنيفة ، وعندهما لا يفسد ، هما اعتبر المخارق الأصلية لأن الوصول إلى الجوف من المخارق الأصلية متيقن به ومن غيرها مشكوك فيه فلا نحكم بالفساد مع الشك ، ولأبي حنيفة إن الدواء إذا كان رطباً فالظاهر هو الوصول لوجود المنفذ إلى الجوف ، فيبنى الحكم على الظاهر. (۲/۲٤۳، كتاب الصوم ، فصل في فساد الصوم ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۰٤ ، الباب الرابع ، فتاوى محموديه : ۱۰/۱٥۲، فتاوى حقانيه : ٤/۱٦۲، فتاوى رحيميه : ۷/۲٥۷ ، فتاوى عثماني : ۲/۱۸۱، إمداد الفتاوى : ۲/۱٤٤، فتاوى دار العلوم : ٦/٤۰۸، أحسن الفتاوى : ٤/٤۳۲ ، خير الفتاوى : ٤/٤۲، رمضان کے شرعی احکام: ص/۱۹۸)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار** " :ولو أدخل اصبعه في استه أو المرأة في فرجها لا يفسد =

چیونگ گم چبانے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

مسئلہ (۱٦۰): چیونگ گم (Chewing gum) چبانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیوں کہ اس کا مزہ حلق میں پایا جاتا ہے۔(۱)

روزے میں اجنبیہ عورت کو شہوت سے چھونا

مسئلہ (۱٦۱): اگر روزے کی حالت میں کسی اجنبیہ کو شہوت کے ساتھ چھولیا، اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد ہوگا، اور اگر انزال نہ ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ اجنبیہ کو چھونے کا گناہ لازم آئے گا۔(۲)

=وهو المختار إلا إذا كانت مبتلةً بالماء أو الدهن ، فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن هكذا في الظهيرية. (الفتاوى الهندية : ۱/۲۰٤، رد المحتار:۳/۳٦۹)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : إذا ابتلع سمسمة كانت بين أسنانه لا يفسد صومه ، وفي جامع الجوامع أبويوسف فطره ، وإن تناولها الخارج إن مضغها لا يفسد صومه إلا أن يجد طعمه في حلقه ، وفي الفتاوى العتابية : لو مضغ يفسد ولا كفارة.(۲/۱۰٤، كتاب الصوم، رمضان كے شرعی احکام:ص:۲۰۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو مس المرأة ورأى ثيابها فأمنى فإن وجد حرارة جلدها فسد وإلا فلا كذا في معراج الدراية. (۱/۲۰٤)

ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** ": وكذا إذا قبل امرأة بشهوة فأمنى أو مسها بشهوة فأمنى عليه القضاء دون الكفارة اهـ. (۱/۲۰۹)

روزے کی حالت میں خون نکلوانا

مسئلہ (۱۶۲) : روزہ کی حالت میں خون چیک کرانے کے لئے خون نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۱)

روزے کی حالت میں دوا زبان کے نیچے رکھنا

مسئلہ (۱۶۳): امراضِ قلب سے متعلق وہ دوائیں (Tablets) جنہیں نگلا نہیں جاتا، بلکہ زبان کے نیچے دبا کر رکھا جاتا ہے، اگر روزہ کی حالت میں اس دوا کو اس طریقہ پر استعمال کیا جائے کہ دوا یا لعاب میں مل جانے والے اجزاء کو نگلنے سے بچا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ اس صورت میں دوا کی کوئی شئ پیٹ میں داخل نہیں ہوتی ہے، مریض کو جو افاقہ ملتا ہے وہ دوا کا اثر ہے اور محض اثر مفسدِ صوم نہیں ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **جامع الترمذي** " : لقوله عليه السلام : " **ثلاث لا يفطرن الصائم : الحجامة والقيء والاحتلام** ". (۱۵۲/۱، أبواب الصوم)

ما في " **المختصر القدوري والبدائع** " : وكان أنس يحتجم وهو صائم...... ولأن الحجامة ليس فيها إلا إخراج الدم فصارت كالافتصاد أو ادهن أو اكتحل أو احتجم أو قبل لم يفطر.

(المختصر القدوري : ص ۵۲ ، بدائع الصنائع : ۱۶۶/۲، أحسن الفتاوى : ۴۳۵/۴)

(۲)ما في " **رد المحتار** " : (أو إدهن أو اكتحل أو احتجم) وإن وجد طعمه في حلقه . "در مختار". لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن ، والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على أن من اغتسل في ماءٍ فوجد برده في باطنه أنه لا يفطر.(۳۶۷/۲، احسن الفتاوى:۴۳۵/۴)

والحجة على ما قلنا:

ما في " **رد المحتار** " : (كطعم أدوية) أي لو دق دواء فوجد طعمه في حلقه. زيلعى وغيره . وفي القهستاني: طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد في حلقه لم يفطر كما في المحيط.

(۳۶۷/۳، موقع علماء الشريعة ، مفطرات الصيام المعاصرة)

روزے میں انہیلر یا گیس پمپ کا استعمال

مسئلہ (۱٦٤): جن لوگوں کو تنفس کا مرض ہوتا ہے، انہیں بعض اوقات انہیلر یا (Spray Asthma) یا گیس پمپ استعمال کرنا پڑتا ہے، ”جس کے ذریعہ ہوا اوراس کے ساتھ دوا جو غالباً سفوف کی شکل میں ہوتی ہے“ کا نہایت مختصر جزء پھیپھڑے تک پہونچ جاتا ہے، یہ حلق ہی کے راستہ سے جاتا ہے، لیکن معدہ میں نہیں جاتا، اگر چہ یہ بات جدید تحقیق سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ سفوف کا یہ جزء معدہ تک نہیں پہونچتا تب بھی روزہ فاسد ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک قصداً وارادۃً دھویں یا غبار کو حلق میں داخل کرنے سے بھی روزہ فاسد ہوتا ہے، جب کہ یہ دھواں بھی معدہ تک نہیں پہونچتا۔(۱)

روزے میں بھپارا لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۱٦٥): بعض دوائیں بھاپ کے ذریعہ اندر لی جاتی ہیں، اس کا ایک سادہ طریقہ تو وہی ہے جو زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے کہ ابلتے ہوئے گرم پانی میں دوا ڈال دی جاتی ہے، اوراس سے نکلنے والی بھاپ کو ناک کے ذریعہ کھینچا جاتا ہے، آج کل اس کے لئے مشینی طریقے ایجاد ہوئے ہیں، اس طرح بھاپ لینا روزہ کو فاسد کردے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ”**رد المحتار**“ : أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان۔”تنویر“۔ ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان کا ن اهـ . (۳/۳٦٦ ، کتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، کتاب الفتاوی:۳/۳۹٤، فتاوی محمودیه:۱۰/۱۵٤، فتاوی حقانيه:٤/۱۷۰، جامع الفتاوی:۵/۳۱۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في ”**رد المحتار وحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح والفقه الإسلامي وأدلته**“ : ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر۔”درمختار“۔ قوله: (أنه لو أدخل حلقه الدخان) أي بأي صورة کان الإدخال ، حتی لو تبخر ببخور ، فآواه إلى نفسه واشتمه ذاکراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه،=

روزے میں جوف تک دوا پہونچانا کیسا ہے؟

مسئلہ(۱٦٦): بعض سیال یا غیر سیال دوائیں (Injection of Liquid) اینما یا کسی اور طریقہ سے اندر پہونچائی جاتی ہیں، یہ دوائیں چوں کہ جوف تک پہونچتی ہیں اس لئے مفسدِ صوم ہیں، خواہ سیال ہوں یا غیر سیال، اس لئے کہ اعتبار سیال یا غیر سیال کا نہیں بلکہ وصول اِلی الجوف (پیٹ تک پہونچنا) کا ہے۔(۱)

بحالتِ روزہ دبر، کان یا ناک میں دوا پہونچانا

مسئلہ(۱٦۷): احتقان یعنی پیچھے کی راہ سے دوا کا اندر پہونچانا، استعاط یعنی ناک میں دوا چڑھانا ، اقطار یعنی کان میں دوا ٹپکانا ، ان تینوں صورتوں میں وصول اِلی الجوف ہو ہی جاتا ہے، اس لئے روزہ

= وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس. ولا يتوهم أنه كشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله اهـ.

(رد المحتار: ۳/۳٦٦ ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص ۳٦۱،۳٦۲، الفقه الإسلامي وأدلته :۲/٦٥۷، جدید مسائل اور ان کا حل:۱/۱۸٦)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البحر الرائق والهندية** " : إن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه أو داوى جائفة أو آمة بدواء ، ووصل الدواء إلى جوفه أو دماغه أفطر." كنز" ...... أطلق الدواء فشمل الرطب واليابس لأن العبرة للوصول لا لكونه رطباً أو يابساً ، وإنما شرطه القدوري لأن الرطب هو الذي يصل إلى الجوف عادة حتى لو علم أن الرطب لم يصل لم يفسد ، ولو علم أن اليابس وصل فسد صومه كذا في العناية.

(البحرالرائق : ۲/٤۸٥،٤۸۷ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۰٤، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

فاسد ہوجائیگا۔(۱)

بحالتِ روزہ امراضِ معدہ میں آلات داخل کرنا

مسئلہ(۱۶۸): امراضِ معدہ کی تحقیق کے لئے بعض جدید آلات معدہ میں داخل کیے جاتے ہیں، اگران پرکوئی سیال مادہ(Liquid) وغیرہ لگایا گیا ہو، جس سے آلہ کا داخل ہونا آسان ہوجاتا ہے، تو اس آلہ پر لگے لکویڈ(Liquid) کے معدہ میں داخل ہونے کی وجہ سے روزہ فاسد ہونا چاہیے، کیوں کہ اس پرغیبوبت فی الجوف صادق آرہا ہے، جوفسادِ صوم کی شرط ہے، جیسا کہ شامی کی یہ عبارت

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البحر الرائق والفتاوى الهندية ورد المحتار** " : وإن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه......... ووصل الدواء إلى جوفه أو دماغه أفطر.

(البحر الرائق :۲/۴۸۵، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، الفتاوى الهندية :۱/۲۰۴، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، رد المحتار: ۳/۳۷۶، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

ما في " **رد المحتار** " : قلت : ولم يقيدوا الاحتقان والاستعاط والإقطار بالوصول إلى الجوف بظهوره فيها اهـ. (۳/۳۷۶ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية وحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح وفتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : وإذا احتقن يفسد صومه.

(الفتاوى التاتارخانية : ۲/۱۰۲، الفصل الرابع ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص۳۶۷ ، باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء من غير كفارة ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية :۱/۲۱۰، الفصل السادس فيما يفسد الصوم)

ما في " **خلاصة الفتاوى** " :وما وصل إلى جوف الرأس والبطن من الأذن والأنف والدبر فهو مفطر بالإجماع وفيه القضاء وهي مسائل الإفطار في الأذن والسعوط والوجور والحقنة.اهـ.

(۱/ ۲۵۳، خير الفتاوى:۴/ ۵۹)

اس پر شاہد ہے۔(۱)

مرد کے آگے کے راستے میں نلکی ڈالنا

مسئلہ (**۱۶۹**): اگر مرد کے آگے کے راستے میں نلکی ڈالی جائے، اور اس پر کوئی لکویڈ (Liquid) وغیرہ لگی ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ: مثانہ اور معدہ کے درمیان منفذ ہے، جس سے یہ دوا یا لکویڈ (Liquid) معدہ تک پہونچ جاتی ہے۔(۲)

روزہ دار کا حوض یا تالاب میں غوطہ لگانا

مسئلہ (**۱۷۰**): اگر روزہ دار کسی حوض یا تالاب میں غوطہ لگائے، اور پانی کان میں داخل ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **رد المحتار** " : مفاد ما ذكرنا متناً وشرحاً وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد وهو المراد بالاستقرار. (٣٦٩/٣، جديد فقهى مسائل:١٨٦/١)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما في " **البحر الرائق** " : وإن أقطر في إحليله لا.....أي لا يفطر، أطلقه فشمل الماء والدهن وهذا عندهما خلافاً لأبي يوسف رحمه الله. (٤٨٨/٢ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة على ما قلنا:

(٣) ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : لو دخل الماء في أذنه اختلفوا فيه، والأصح هو الفساد لوصوله إلى الرأس ووصول ما فيه صلاح البدن غير معتبر.اهـ.

(١٠٢/٢، كتاب الصوم ، الفصل الرابع فيما يفسد الصوم وما لا يفسد ، فتاوى حقانيه :١٦٥/٤)

روزہ میں پان تمباکو وغیرہ کا استعمال مفسدِ صوم ہے

مسئلہ (**۱۷۱**): روزہ میں پان تمباکو کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائیگا، اس لئے کہ شریعت نے أکل کا کوئی قطعی معنی متعین نہیں کیا ہے، اور جن الفاظ کے مفہوم کی شارع کی طرف سے تحدید وتعیین نہ ہوئی ہو، ان کا معنی ومصداق عرف سے متعین ہوتا ہے، بس عرف میں جن چیزوں کے چبانے کو کھانا کہا جاتا ہے، سو ان چیزوں کا چبا لینا ہی کھا لینے کے حکم میں ہے، اس لئے پان تمباکو کھانے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

نیز یہ کہ ان چیزوں کے استعمال میں اس بات کا قوی امکان ہوتا ہے، کہ اس کے اجزاء لعابِ دہن کے ساتھ حلق تک پہونچ جائیں، اور شریعت میں جہاں کسی بات کا قوی امکان پایا جاتا ہو، اور عملاً اس بات کی تحقیق دشوار ہو کہ وہ بات واقع ہوئی بھی ہے یا نہیں؟ تو وہاں امکان کو واقع ہونے کا درجہ دیا جاتا ہے، لہذا اس کے استعمال پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الفتاوی الهندية**": وإن أكل ورق الشجر فإن كان مما يؤكل كورق الكرم فعليه القضاء والكفارة. (۱/۲۰۵، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في "**حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح**": وعلى هذا الورق الحبشي والحشيشة والقطاط إذا أكله فعلى القول الثاني لا تجب الكفارة لأنه لا نفع فيه للبدن، وربما يضره وينقص عقله، وعلى القول الأول تجب، لأن الطبع يميل إليه وتنقضي به شهوة البطن انتهى. قلت: وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان، إذا شربه في لزوم الكفارة.

(ص: ۳٦٤، باب ما يفسد به الصوم وتجب به الكفارة، جديد فقهي مسائل: ۱/۱۹۰)

روزہ کی حالت میں دھاگا بانٹنا

مسئلہ(۱۷۲) : اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں رنگین دھاگہ منھ میں پکڑ کر بانٹے جس کی وجہ سے رنگ کا اثر تھوک میں آجائے اور وہ اس تھوک کو نگل لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائیگا صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن الكبرى للبيهقي** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **الفطر مما دخل وليس مما خرج** ". (۲٦۱/٤ ، باب الإفطار بالطعام وبغير الطعام)

ما في " **رد المحتار** " : (أو ذاق شيئاً بفمه) وإن كره (لم يفطر) .... وكذا لو فتل الخيط ببزاقه مراراً وإن بقي فيه عقد البزاق إلا أن يكون مصبوغاً وظهر لونه في ريقه وابتلعه ذاكراً ، ونظمه ابن الشحنة فقال:

مكرر بل الخيط بالريق فاتلاً بادخاله في فيه لا يتضرر

وعن بعضم :

أن يبلغ الريق بعد ذا يضر كصبغ لونه فيه يظهر

قوله : (وكذا لو فتل الخيط ببزاقه مراراً الخ) .... وذكر الزندويستي إذا فتل السلكة وبلها بريقها ثم أمرها ثانياً في فيه ثم ابتلع ذلك البزاق فسد صومه. اهـ.

(۳۳۳/۳ ، ۳۳٤ ، كتاب الصوم ، مطلب في حكم الاستمناء بالكف)

ما في " **البحر الرائق** " : وفي الفتاوى الظهيرية : صائم عمل الإبريسم فأخذ الإبريسم في فيه فخرجت خضرة الصبغ أو صفرته أو حمرته واختلطت بالريق فاخضر الريق أو أصفر أو أحمر فابتلعه وهو ذاكر صومه فسد صومه.

(٤۹۰/۲ ، كتاب الصوم ، باب فى ما يفسد وما لا يفسد ، وكذا في الفتاوى الهندية : ۲۰۲/۱ ، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، النوع الأول ما يوجب القضاء دون الكفارة ، وكذا في فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۲۱۲/۱ ، الفصل السادس فيما يفسد الصوم) =

طلوعِ فجر کے بعد دوا کا اثر منہ میں محسوس ہونا

مسئلہ(۱۷۳): دوائی کھانے کے بعد اگر طلوعِ فجر کے وقت یا اس کے بعد، منہ میں دوائی کا اثر محسوس ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، بشرطیکہ حلق سے نیچے نہ جائے، لیکن جب حلق سے اتر کر پیٹ کے اندر پہنچ جائے تو پھر روزہ باقی نہیں رہے گا، بلکہ فاسد ہو جائے گا۔(۱)

دانت کا خون اگر زیادہ ہے تو مفسد صوم ہے

مسئلہ (۱۷٤): روزے کی حالت میں اگر دانت سے خون نکل کر حلق میں چلا جائے، اور خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح خون تھوک سے زیادہ یا مساوی یعنی برابر ہو تب بھی روزہ فاسد ہو جائے گا، اور صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔(۱)

= ما في " **كتاب المبسوط للسرخسي** " : ثم حاصل المذهب عندنا أن الفطر متى حصل بما يتغذى به أو يتداوى به تتعلق الكفارة به زجراً ، فإن الطباع تدع إلى الغذاء و كذلك الدواء لحفظ الصحة إو إعارتها.(۳/۷۹ ، كتاب الصوم ، إمداد الفتاوى :۲/۱۳۱، فتاوى حقانيه:٤/۱٦۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السعاية في كشف ما في شرح الوقاية** " : قال العلامة عبدالحي : ودخول شيء في فمه فإنه لو دخل شيء من الخارج في فمه لا يفسد صومه ما لم يدخل في حلقه ، وهذا آية كونه خارجاً فإنه لو كان داخلاً لفسد صومه في هذه الصورة لأن دخول شيء من الخارج إلى الداخل مفسد له.

(۱/۲۷۸،كتاب الطهارة ، فرض الغسل، فتاوى حقانيه : ٤/۱٦۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه.......... وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه وإن كانا سواء أفسد أيضاً استحساناً. (۱/ ۲۰۳، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في " **رد المحتار** " : أو خرج الدم بين أسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل إلى جوفه، أما إذا وصل فإن =

بحالتِ روزہ حلق میں دھواں داخل کرنا

مسئلہ(۱۷۵): اگر رمضان المبارک میں خوشبو کے لئے مسجد یا گھر میں لوبان، اگربتی وغیرہ جلائی جائے، اور قصداً وارادۃً (جان بوجھ کر) دھواں سونگھا جائے اور حلق میں داخل کرلیا جائے، تو اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا۔(۱)

کان میں دوا یا تیل ڈالنا مفسدِ صوم ہے

مسئلہ(۱۷۶): اگر کوئی شخص کان میں دوا یا تیل ڈالے، تو چونکہ وہ دوا یا تیل دماغ تک پہونچ جاتا ہے اور دماغ کو فائدہ دیتا ہے، لہٰذا روزہ فاسد ہوجائے گا۔(۲)

= غلب الد م أو تساويا فسد وإلا لا، إلا إذا وجد طعمه." بزازية ".

(۳/۳۶۷،۳۶۸ ، بـاب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، فتاوى رحيميه : ۷/۲۵۸، فتاوى حقانيه : ۴/۱۶۴، كتاب الفتاوى:۳/۳۸۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** " : من أدخل بصنعه دخاناً حلقه بأي صورة كان الإدخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر أو عود أو غيرهما حتى من تبخر ببخور فآواه إلى نفسه واشتم دخانـاً ذاكراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عن إدخال المفطر جوفه ودماغه ، وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس. مراقي الفلاح .

(ص:۳۶۱،۳۶۲، بـاب فـي بيـان مـا يـفسـد الصوم ، رد المحتار : ۳/۳۶۶، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده، فتاوى رحيميه : ۷/۲۶۲، فتاوى محموديه : ۱۰/ ۱۵۳، كتاب الفتاوى:۳/۳۹۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : أو أقطر في أذنه دهناً اتفاقاً أو أقطر في أذنه ماء في الأصح لوصول المفطر دماغه بفعله فلا عبرة بصلاح البدن وعدمه.

(ص: ۳۶۸، بـاب مـايفسد الصوم ويوجب القضاء ، الفتاوى التاتارخانية :۲/۱۰۱، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسد ، الفصل الرابع) =

اندرونی زخم کی راہ سے مفطرات کا پہنچنا

مسئلہ (۱۷۷): منہ، کان، ناک، مقعد، فرج، شکم، اور کھوپڑی کے اندرونی زخم کی راہ سے مفسدِ صوم (روزہ کو توڑ دینے والی) اشیاء جوفِ معدہ یا دماغ تک پہونچ جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔(۱)

عورت کی شرمگاہ میں نلکی کا داخل کرنا

مسئلہ (۱۷۸): اگر عورت کے آگے کے راستے میں نلکی ڈالی جائے، اور اس پر لکویڈ (Liquid) یا کوئی اور دوا وغیرہ لگی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۲)

= ما في " **فتح القدير والفتاوى الهندية** " : ومن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه لقوله عليه السلام : "**الفطر مما دخل**" ولوجود معنى الفطر.

(فتح القدير: ۳۴۶/۲، باب ما يوجب القضاء أو الكفارة ، الفتاوى الهندية :۱/ ۲۰٤، فتاوى رحيميه : ۲٤٦/۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۲۸۵/۳، جدید فقہی مسائل:۱۸۳/۱، خير الفتاوى:۷٦/٤، جامع الفتاوى:۳۱۹/۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البدائع** " : وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من المخارق الأصلية كالأنف والأذن و الدبر بأن استعط أو احتقن أو أقطر في أذنه فوصل إلى الجوف أو إلى الدماغ فسد صومه.

(۲/ ٦۰٦ ،كتاب الصوم ، فصل في أركان الصيام ، فتاوى رحيميه :۲٤٦/۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : أو أدخل اصبعه اليابسة فيه أي دبره أو فرجها ولو مبتلة فسد ." درمختار" .... قوله : لبقاء شيء من البلة في الداخل. (۳٦۹/۳، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " **الهندية والبحر الرائق** " : ولو أدخل اصبعه في استه أو المرأة في فرجها لا يفسد وهو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن هكذا في الظهيرية.

(۲۰٤/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ،البحرالرائق : ٤۸۷/۲ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده) =

عورت کی شرمگاہ میں سیال یا جامد دوا رکھنا

مسئلہ (**۱۷۹**) : اگر بحالتِ صوم عورت کی شرمگاہ میں سیال یا جامد دوا رکھی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

= ما في " **رد المحتار**" : وأما في قبلها فمفسد إجماعاً لأنه كالحقنة ." درمختار". ....قلت : الأقرب التخلص بأن الدبر والفرج الداخل من الجوف ، إذ لا حاجز بينهما وبينه فهما في حكم.

(۳/۳۷۲، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، خير الفتاوی:٤/٧٧)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية والبحر الرائق والخلاصة**" : وفي الإقطار في إقبال النساء يفسد بلا خلاف وهو الصحيح هكذا في الظهيرية .

(۱/۲۰٤، الباب السابع فيما يفسد ومالا يفسد ، البحرالرائق :۲/٤۸۸ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، خلاصة الفتاوی :۱/۲٥۳)

ما في " **رد المحتار** " : بأن الدبر والفرج الداخل من الجوف إذ لا حاجز بينهما وبينه فهما في حكم.

(۳/۳۷۲، فتاوی حقانيه :٤/۱٦۸، فتاوی رحيميه:۷/۲٥٦)

آلاتِ تحقیق کا عورت کی شرمگاہ میں داخل کرنا

مسئلہ (۱۸۰): بسا اوقات تحقیقِ مرض کیلئے بعض آلات عورت کے آگے کی راہ سے رحم تک پہونچائے جاتے ہیں، اگر ان آلات پر کوئی دوا وغیرہ لگائی گئی ہو تو دوا کا کچھ نہ کچھ جزء اندر باقی رہے گا، اس لیے روزہ فاسد ہوگا (۱)۔ البحر الرائق میں ہے کہ: ''جب انگلی پانی یا تیل سے تر ہو تو پانی یا تیل کے پہنچنے کی وجہ سے روزہ فاسد ہوگا'' (۲)۔ اسی طرح رد المحتار میں ہے: ''اندر کچھ نہ کچھ تری کے باقی رہ جانے کی وجہ سے روزہ فاسد ہوگا۔ (۳)

لیڈیز ڈاکٹر کا روزہ دار عورت کی شرمگاہ میں ہاتھ ڈالنا

مسئلہ (۱۸۱): حمل کے ابتدائی ایام میں لیڈیز ڈاکٹر بعض مرتبہ دستانہ پہن کر اور بعض مرتبہ دستانے کے بغیر حاملہ عورت کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر معائنہ کرتی ہے، تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر لیڈیز ڈاکٹر خشک دستانہ پہن کر، یا خشک انگلی داخل کر کے معائنہ کرتی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر گیلا دستانہ یا گیلی انگلی شرمگاہ میں داخل کرتی ہے، یا ایک مرتبہ خشک دستانہ یا خشک انگلی داخل کرنے کے بعد جب اس پر رطوبت لگ جائے ، نکال کر دوبارہ داخل کرتی ہے تو روزہ فاسد ہوجائے گا، قضا

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **موقع علماء الشريعة : مفطرات الصيام المعاصرة للشيخ ابن عثيمين رحمه ال له تعالى**" : إن المنظار لا يفطر إلا إذا وضع مع المنظار مادة دهنية مغذية تسهل دخول المنظار فههنا يفطر الصائم بهذه المادة لا بدخول المنظار لأنه لا يفطر إلا المغذي.

(۲) ما في " **البحر الرائق** " : إلا إذا كانت الاصبع مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن. (۲/۴۸۷)

(۳) ما في " **رد المحتار**" : لبقاء شيء من البلة في الداخل . (۳/۳۶۹، خير الفتاوى:۴/۷۷)

لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔(۱)

سگریٹ نوشی سے روزہ ٹوٹ جائے گا

مسئلہ (۱۸۲): سگریٹ پینے سے سگریٹ کا دھواں منہ کے ذریعے حلق کے اندر چلا جاتا ہے، جو فسادِ صوم کا سبب ہے، لہذا سگریٹ نوشی مفطرِ صوم ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو أدخل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد وهو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن ، هكذا في الظهيرية.

(۱/ ۲۰٤ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء ، البحر الرائق :۲/ ٤۸۷ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم ، الدر المختار مع رد المحتار:۳/ ۳۲۹ ، الفتاوى التاتارخانية :۲/ ۱۰۳، كتاب الصوم ، الفصل الرابع ما يفسد الصوم ، بدائع الصنائع :۲/ ۲٤٤، كتاب الصوم ، مفسداته ، تبيين الحقائق : ۲/ ۱۸۳، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، خير الفتاوى :٤/ ۸۷ ، بهشتي زيور:۱۳۱، ۱۳۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **بدائع الصنائع** " : قال علاؤالدين : ولو دخل الغبار أو الدخان أو الرائحة في حلقه لم يفطره ، وإن أدخله حلقه متعمداً ، روي عن أبي يوسف أنه إن تعمد عليه القضاء ولا كفارة عليه.

(۲/ ٦۰۰ ، كتاب الصوم ، فصل أركان الصيام)

ما في " **الفقه على المذاهب الأربعة ورد المحتار** " : قال عبد الرحمن الجزائري : شرب الدخان المعروف وتناول الأفيون والحشيش ونحوذلك ، فإن الشهوة فيه ظاهرة.

(الفقه على المذاهب الأربعة :۱/ ٤۹۰،كتاب الصوم ، باب ما يوجب القضاء والكفارة ، ومثله في رد المحتار : ۳/ ۳٦٦ ،كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، فتاوى حقانيه:٤/ ۱۸۵)

روزہ دار کے حلق میں مکھی یا مچھر چلا جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۱۸۳): اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی یا مچھر چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، گرچہ وہ مکھی یا مچھر پیٹ ہی میں پہونچ جائے۔(۱)

نکسیر سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۱۸۴): اگر کسی روزہ دار کی نکسیر پھوٹ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، البتہ نکسیر کا خون حلق کے اندر چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں۔(۲)

روزے کی حالت میں چہرے پر کریم لگانا

مسئلہ (۱۸۵): روزے کی حالت میں چہرے اور جسم پر کریم لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اس

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وما ليس بمقصود بالأكل ولا يمكن الاحتراز عنه كالذباب إذا وصل إلى جوف الصائم لم يفطره كذا في إيضاح الكرماني.

(۲۰۳/۱ ، كتاب الصوم ، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في " **مجمع الأنهر** ": وإن دخل في حلقه غبار أو دخان أو ذباب وهو ذاكر لصومه لا يفطر.

(۳٦۱/۱ ، كتاب الصوم، الهداية :۲۱۸/۱ ، باب ما يوجب القضاء والكفارة ، الجوهرة النيرة :۳۳٤/۱، كتاب الصوم ، مطلب في ما لا يفسد الصوم ، الاختيار لتعليل المختار:۱۹۰/۱، خير الفتاوى :۸٥/٤)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : ولو دخل دمعه أو عرق جبهته أو دم رعافه حلقه فسد صومه .

(۲۱۱/۱ ، النهر الفائق :۱٥/۲، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، أحسن الفتاوى :٤۳۸/٤)

لیے کہ روزہ اس وقت ٹوٹتا ہے جب کوئی چیز بعینہ فطری منفذ کے ذریعے پیٹ یا دماغ تک پہنچے، اگر کوئی چیز مساماتِ بدن کے ذریعے جسم میں داخل ہوتو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۱)

ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا

مسئله (**۱۸۶**) : ناک میں دوا ڈالنے اور پانی پہونچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح پانی حلق میں پہنچنے سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے، لہذا غسلِ جنابت میں غرغرہ اور استنشاق میں مبالغہ نہیں کرنا چاہئے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار**" : إذا ادهن أو اكتحل أو احتجم وإن وجد طعمه في حلقه، "**در مختار**" "**وفی الشامية**": لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على أن من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه أنه لا يفطر . (۳۲۷/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**رد المحتار**" : أو استعط في أنفه شيئاً۔"درمختار"۔ قال الشامي : والسعوط: الدواء الذي صب في الأنف اهـ. (۳۷٦/۳ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في "**فتاوى قاضيخان على هامش الهندية**" : وكذا السعوط والوجور والقطور في الأذن، أما الحقنة والوجور فلأنه وصل إلى الجوف ما فيه صلاح البدن.

(۲۱۰/۱، الفصل السادس ، فيما يفسد الصوم ، وكذا في الفتاوى الهندية : ۲۰٤/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، وكذا في مراقي الفلاح :ص ٦٧٢ ، باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء .

ما في "**تبيين الحقائق ورد المحتار**" : وان احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه أو داوى جائفة أو آمة بدواء ووصل إلى جوفه أو دماغه أفطر.

(تبيين الحقائق :۱۸۱/۲، رد المحتار: ۳۷٦/۳ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، بدائع الصنائع :۱۳۹/۱،

روزہ کی حالت میں لفافہ کا گوندزبان سے چاٹنا

مسئلہ (۱۸۷): اگرروزہ کی حالت میں زبان سے لفافہ کا گوندچاٹ کرتھوک نگل گیاتوروزہ فاسد ہوجائیگا،اوراگرچاٹنے کے بعدتھوک دیاتواس سے روزہ فاسدنہیں ہوگا،مگرایسا کرنامکروہِ تنزیہی ہے۔(۱)

البحر الرائق : ۲/۴۸٦، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، جديد فقهى مسائل: ۱/۱۸۷، فتاوى دارالعلوم: ٦/۴۱٦، فتاوى محموديه: ۱۰/۱۳۹)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : قال في العلائية: وكره له ذوق شيء، وكذا مضغه بلا عذر قيد فيهما قاله العيني ككون زوجها أو سيدها سيء الخلق فذاقت۔ وفي الشامية: الظاهر أن الكراهة فى هذه الأشياء تنزيهية." رملي" .

(۳/۳۹۵ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، مطلب فيما يكره للصائم، كتاب الفتاوى: ۳/۴۰۰، احسن الفتاوى: ۴/۴۵۲)

مسوڑھوں سے خون نکل کر حلق میں چلا گیا

مسئلہ (۱۸۸): اگر مسوڑھوں سے خون نکل کر حلق میں داخل ہوجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر تھوک خون کے برابر ہے یا زیادہ ہے، اور حلق میں خون کا ذائقہ محسوس ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائیگا (۲)، اور اگر خون کم ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔(۱)

روزہ کی حالت میں بیوی سے ہمبستری کرنا

مسئلہ (۱۸۹): اگر روزہ کی حالت میں بیوی سے با قاعدہ ہم بستری نہیں کی، بلکہ صرف بوس وکنار ہونے یا ساتھ میں لیٹنے کی وجہ سے انزال ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا (۲)، اور قضاء لازم ہوگی، اور اگر با قاعدہ ہم بستری کرلی ہے تو قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار**" : أو خرج الدم بين أسنانه ودخل حلقه ، يعني ولم يصل إلى جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد ، وإلا لا ؛ إلا إذا وجد طعمه ." در مختار". قلت : ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان ودخل الدم إلى جوفه في النهار ، ولو نائماً فيجب عليه القضاء.

(۳/ ۳٦۸، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، أحسن الفتاوى : ٤/ ٤٤٧، فتاوى دار العلوم :٦/ ٤١٤، كتاب الفتاوى:۳/ ۳۹۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والهندية**" : ولو قبلة فاحشة بأن يدغدغ أو يمص شفتيها أو لمس ولو بحائل لا يمنع الحرارة أو استمنى بكفه أو بمباشرة فاحشة ولو بين المرأتين فأنزل قيد للكل حتى لو لم ينزل لم يفطر ." در مختار". وقيل : إن تكلف له فسد اهـ . قال الرملي : ينبغي ترجيح هذا لأنه ادعى في سببية الإنزال تأمل.

(۳/ ۳۷۹ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۰٤، الباب الرابع فيما يفسد ومالا يفسد ، إمداد الفتاوى : ٦/ ١٦٤، فتاوى دار العلوم :٦/ ٤١٧۔ ٤٢٠، فتاوى محموديه : ١٠/ ١٤٥)

بحالتِ روزہ حلق میں پانی چلا جائے

مسئلہ (۱۹۰) : اگر وضو وغیرہ کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے، اور روزہ سے ہونا یاد بھی ہو تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں، لیکن پھر دن بھر کھانا بھی جائز نہیں ہے۔(۱)

مرد کا اپنے عضوِ مخصوص کی سپاری عورت کی شرمگاہ میں داخل کرنا

مسئلہ (۱۹۱): مرد اپنے عضو مخصوص کی سپاری عورت کی شرمگاہ میں داخل کرے، تو مرد اور عورت دونوں کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور دونوں پر قضاء وکفارہ لازم ہوگا، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار وفتاوى قاضيخان على هامش الهندية** " : (وإن أفطر خطأً) كأن تمضمض فسبقه الماء۔درمختار۔ قوله : (فسبقه الماء) أي يفسد صومه إن كان ذاكراً له وإلا فلا.

(۳/۳۷٤ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۲۰۹، الفصل السادس فيما يفسد الصوم)

ما في " **الجوهرة النيرة والفتاوى التاتارخانية** " : فالمخطيء هو أن يكون ذاكراً للصوم غير قاصد للشرب كما إذا تمضمض وهو ذاكر للصوم فسبق الماء إلى حلقه .... فسد صومه.

(۱/۲۰۱،كتاب الصوم ، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۱۰۲، الفصل الرابع في ما يفسد الصوم وما لا يفسده، إمداد الفتاوى : ۲/۱۲۹، امداد الفتاوى:۲/۱۲۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار وفتاوى قاضيخان** " : (وإن جامع) المكلف آدمياً مشتهى (في رمضان أداء) لما مر (أو جومع) أو توارت الحشفة (في أحد السبيلين) أنزل أو لا .... اهـ. ". درمختار" .(۳/۳۸۵،۳۸٦، مطلب في حكم الاستمناء بالكف ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۲۱۳، الفصل السادس فيما يفسد الصوم، احسن الفتاوى:٤/٤٥٧)

روزہ میں نسوار کا استعمال

مسئلہ (۱۹۲): نسوار منہ میں ڈالنے سے لعاب کے ساتھ مل کر پیٹ کے اندر چلی جاتی ہے، جو فسادِ صوم کا ذریعہ ہے، بلکہ نسوار کے عادی لوگ تو اس کو غذا کا نعم البدل سمجھتے ہیں، اس لئے نسوار منہ میں ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔(۱)

بندوق کی گولی پیٹ میں رہ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا

مسئلہ (۱۹۳): اگر کسی شخص کو بندوق کی گولی پیٹ میں لگے، اور پیٹ میں ہی رہ جائے تو اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار وحاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: اختلفوا في معنى التغذي ، قال بعضهم : أن يميل الطبع إلى أكله وتنقضي شهوة البطن به ، وقال بعضهم: هو ما يعود نفعه إلى صلاح البدن ، وفائدته فيما إذا مضغ لقمة ثم أخرجها ثم ابتلعها ، فعلى الثاني يكفر لا على الأول ، وبالعكس في الحشيشة لأنه لا نفع فيها للبدن ، وربما تنقص عقله ويميل إليها الطبع وتنقضي بها شهوة البطن.

(۳۸٦/۳ ، حاشية الطحطاوی علی مراقي الفلاح : ص ۳٦۱، باب في بيان ما لا يفسد الصوم ، فتاوی حقانيه : ۱٦۷/٤، خير الفتاوی:٤/۷۳، فتاوی عثمانی:۱۹۲/۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية وخلاصة الفتاوى وفتح القدير والمبسوط للسرخسي** " : ولو طعن برمحٍ أو أصابه سهم وبقي في جوفه فسد. اهـ.

(۲۰٤/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ،خلاصة الفتاوی : ۲٥۳/۱، کتاب الصوم ، الفصل الثالث فيما يفسد الصوم ، فتح القدير: ۳٤٦/۲، باب ما يوجب القضاء والكفارة ، وكذا في المبسوط للسرخسي : ۹۸/۳، كتاب الصوم ، دار المعرفة بيروت ، فتاوی حقانيه : ۱٦۷/٤)

روزہ کی حالت میں کچھ کھا پی لینا

مسئلہ (۱۹٤): اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں کسی کے مجبور کرنے پر، یا غلطی سے کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ فاسد ہوجائے گا، اور اس صورت میں اس پر صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں۔(۱)

روزے میں مٹی کھانے سے روزہ ٹوٹ جائیگا

مسئلہ (۱۹۵): اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں ایسی مٹی کھالے، جس کے ذریعے سر دھویا جاتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر کسی کو مٹی کھانے کی عادت ہے تو اس پر فسادِ صوم کی وجہ سے قضاء وکفارہ دونوں واجب ہوں گے۔(۲)

روزے میں دانتوں کے درمیان کی چیز نکال کر کھانا یا نگلنا

مسئلہ (۱۹٦): روزے کی حالت میں دانتوں کے درمیان اٹکے ہوئے ذرہ کو کھالیا، اور وہ ذرہ چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو روزہ فاسد ہوجائیگا، اور اگر کسی نے دانتوں کے درمیان پھنسی ہوئی چیز کو ہاتھ سے باہر نکالا، پھر دوبارہ اس کو کھالیا یا نگل لیا تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا،

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوی الهندية** " : لو أكل مكرهاً أو مخطأً عليه القضاء دون الكفارة۔ كذا في فتاوی قاضيخان.

(۲۰۲/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، فتاوی قاضيخان على هامش الهندية : ۲۰۹/۱، الفصل السادس فيما يفسد الصوم، رمضان کے شرعی احکام:۱۹۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوی الهندية** " : ولو أكل الطين الذي يغسل به الرأس فسد صومه، وإن كان يعتاد أكل هذا الطين فعليه القضاء والكفارة، هكذا في الظهيرية.

(۲۰۲/۱، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، رمضان کے شرعی احکام:۱۷٤)

اگر چہ وہ چیز تل کے برابر ہو، یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔(۱)

روزہ کی حالت میں رال یا لعاب نگل لینا

مسئلہ (۱۹۷) : اگر کسی شخص نے عورت کے منہ پر بوسہ اس طرح لیا، کہ عورت کی رال یا لعاب، یا مرد کی رال یا لعاب اس کے منہ میں گیا، اور اس نے اپنے رال یا لعاب کے ساتھ اس کو بھی نگل لیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا، اور اس صورت میں قضاء وکفارہ دونوں لازم ہونگے۔(۲)

جمائی لیتے وقت پانی کا قطرہ منہ میں چلا گیا

مسئلہ (۱۹۸): روزے کی حالت میں کسی شخص نے جمائی لی، اور جمائی لیتے وقت سر اوپر کو اٹھایا اور پرنالہ جاری تھا، جس کی وجہ سے پانی کا قطرہ اس کے حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ایسے

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وإن أكل ما بين أسنانه.... إن كان كثيراً يفسد، والحمصة وما فوقها كثير وما دونها قليل، وإن أخرجه وأخذ بيده ثم أكل ينبغي أن يفسد كذا في الكافي.....وإذا ابتلع سمسة بين أسنانه لا يفسد صومه لأنه قليل، وإن ابتلع من الخارج يفسد....اهـ. (۱/۲۰۲،۲۰۳، بهشتی زیور:ص:۱۳۰)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : ومنه ابتلاع بذاق زوجته أو بذاق صديقه لأنه يتلذذ به. (ص:۳٦٥)

ما في " **رد المحتار والفتاوى الهندية** " : وكذا لو خرج البزاق من فمه ثم ابتلعه ، وكذا بزاق غيره لأنه مما يعاف منه ، ولو بذاق حبيبه أو صديقه وجبت كما ذكره الحلواني لأنه لا يعاف.

(۳/۳۸۷، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، مطلب في جواز الإفطار بالتحري، الفتاوى الهندية : ۱/۲۰۳)

ہی اگر بارش یا اولے کا پانی حلق میں داخل ہوگیا تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

آنسو یا پسینہ روزے دار کے منہ میں چلا جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۱۹۹) : اگر روزہ دار رو رہا ہو اور روتے ہوئے کثیر مقدار میں آنسو اس کی آنکھ سے بہتے رہے اور منہ میں داخل ہوتے گئے، یہاں تک کہ سارا منہ کھارا ہو جائے، یا اس نے بہت سے آنسوؤں کو نگل لیا تو روزہ فاسد ہوگا۔ یہی حکم چہرے کے پسینے کا بھی ہے کہ جب وہ روزے دار کے منہ میں داخل ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۲)

روزہ کی حالت میں بتکلف قے کرنا

مسئلہ(۲۰۰): اگر کسی شخص نے روزے کی حالت میں بتکلف منہ بھر کر کھانا، پانی یا پت کی قے کیا، یا قے کو از خود لوٹا لیا، تو اس صورت میں اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو تثاءب فرفع رأسه فوقع في حلقه قطرة ماء انصب من ميزاب فسد صومه، هكذا في السراج الوهاج. والمطر والثلج إذا دخل حلقه يفسد صومه وهو الصحيح كذا في الظهيرية. (۲۰۳/۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : والدموع إذا دخلت فم الصائم.........إن كان كثيراً حتى وجد ملوحته في جميع فمه واجتمع شيء كثير فابتلعه يفسد صومه، وكذا عرق الوجه إذا دخل فم الصائم كذا في الخلاصة. (۲۰۳/۱، رمضان کے شرعی احکام:۲۰٤)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **الفتاوى الهندية** " : إذا قاء أو استقاء ملء الفم........ فلا فطر على الأصح إلا في الإعادة =

روزہ کی حالت میں حقہ پینا

مسئلہ (۲۰۱): اگر روزہ دار بحالتِ روزہ حقہ پیتا ہے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۱)

وہ افعال جن کے عمداً کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

مسئلہ (۲۰۲): جان بوجھ کر کوئی ایسا کام کرنا، جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس سے روزے کی قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں، مثلاً جان بوجھ کر کھا پی لیا، یا جس سے محبت ہے اس کا تھوک نگل لیا جیسے شوہر اپنی بیوی کا، یا دوست اپنے دوست کا تھوک نگل لے(۲)، خواہ مسئلہ معلوم ہو یا نہ

= والاستقاء بشرط ملء الفم ـ هكذا في النهر الفائق......... وهذا كله إذا كان القيء طعاماً أو ماء أو مرّة ....اهـ. (۱/ ۲۰٤)

ما في " **رد المحتار** " : وإن ذرعه القيء و خرج ولم يعد لايفطرمطلقا ملأ أو لا ، وإن أعاده أو قدرحمصة منه فأكثر ." حدادي ". أفطر إجماعاً ولا كفارة إن ملأ الفم وإلا لا هو المختار ، وإن استقاء أي طلب القيء عامداً أي متذكراً لصومه إن كان ملء الفم فسد بالإجماع مطلقاً . (۳/ ۳۹۳ ، باب مايفسد الصوم وما لا يفسده، كتاب الفتاوی:۳/ ۳۹۱، احسن الفتاوی:٤/ ٤٤٣، خير الفتاوی:٤/ ٦٦)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه."درمختار". (۳/ ۳٦٦ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية** " : إذا أكل متعمداً ما يتغذى به أو يتداوى به يلزمه الكفارة. (۱/ ۲۰٥)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : ولو ابتلع بزاق غيره فسد صومه بغير كفارة إلا إذا كان بزاق صديقه ، فحينئذ تلزمه الكفارة كذا في المحيط. (۱/ ۲۰۳)

ما في " **رد المحتار ومراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** ": ولو بزاق حبيبه أو صديقه وجبت كما =

ہوجان بوجھ کرشوہراور بیوی کا ہم بستر ہوجانا، جب کہ روزہ یاد ہو(۱)، کچے چاول، گوشت یا گندم کھا لینا، سگریٹ، حقہ، بیڑی وغیرہ پینا یا مروج طریقے پرنسوار کا استعمال، ان تمام چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

ٹافی (چاکلیٹ) چنا یا سینگ پھلی کا دانہ روزے دار کے منہ میں چلا گیا

مسئلہ (۲۰۳): چندروزے دار کھیل میں مشغول ہوں، یایوں ہی گولیوں سے (جو بچے کھاتے ہیں)، مثلاً چنے یا سینگ پھلی کے دانوں سے کھیل رہے ہوں، اور ایک نے دوسرے کی طرف دانہ اچھالا اور وہ اس کے منہ میں چلا گیا، درآنحالانکہ اس کو اپنا روزہ بھی معلوم تھا تو اس کا روزہ فاسد ہوجائے گا۔(۲)

روزہ کی حالت میں استنجاء کرنے میں مبالغہ کرنا

مسئلہ (۲۰۴): اگر کوئی عورت رمضان شریف میں استنجاء کرتے وقت اپنی انگلی کو فرج (شرمگاہ) کے اندر کسی قدر داخل کر کے صفائی کرے، اور پانی اس حد تک پہونچ جائے جہاں سے معدہ اسے جذب کرلیتا ہے، یا وہ خود معدہ میں پہونچ جاتا ہے تو روزہ فاسد ہوجائے گا، ورنہ نہیں، مگر احتیاط بہتر ہے۔(۳)

= ذکره الحلواني لأنه لا يعاف. (۳/۳۸۷، مراقي الفلاح : ص۳٦٥)

(۱) ما في "**الفتاوى الهندية**" : من جامع عمداً في أحد السبيلين فعليه القضاء والكفارة ولا يشترط الإنزال في المحلين كذا في الهداية. (۱/ ۲۰۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**البحر الرائق**" : وفي الفتاوى الظهيرية : لو أن رجلاً رمى إلى رجل حبة عنب فدخلت حلقه ، وهو ذاكر لصومه يفسد صومه.(۲/٤٧٥ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في "**الدر المختار مع رد المحتار**" : (أو أدخل أصبعه اليابسة فيه) أي دبره أو فرجها ولو مبتلة =

روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر دھواں حلق میں لینا

مسئلہ (۲۰۵): اگر کسی شخص نے قصداً وارادۃً (جان بوجھ کر) اگر بتی یا لوبان یا کسی اور چیز کا دھواں روزہ کی حالت میں سونگھا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۱)

آٹے کا غبار روزہ دار کے حلق میں چلا گیا

مسئلہ (۲۰۶): اگر بلا اختیار دھواں یا غبار، چاہے وہ آٹے ہی کا کیوں نہ ہو، حلق میں چلا جائے، تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا، کیونکہ اس سے بچنا ناممکن ہے۔(۲)

= فسد .... ولو بالغ في الاستنجاء حتى بلغ موضع الحقنة فسد." درمختار". قوله: (ولو مبتلة فسد) لبقاء شيء من البلة في الداخل، وهذا لو أدخل الأصبع إلى موضع الحقنة.

(۳۶۹/۳، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** ": من أدخل بصنعه دخانا حلقه بأي صورة كان الإدخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر أو عو د أوغيرهما حتى من تبخر ببخور فآواه إلى نفسه، واشتم دخانا ذاكرا لصومه أفطر، لإمكان التحرز عن إدخال المفطر جوفه ودماغه.

(ص:۳۶۱،۳۶۲، باب في بيان ما لا يفسد الصوم، رد المحتار :۳/ ۳۶۶، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ه، بدائع الصنائع :۲/ ۶۰۰، كتاب الصوم، فصل في أركان الصيام، كتاب الفتاوى:۳/۳۹۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح والبدائع والتبيين والهندية وفتاوى قاضيخان** ":
أودخل حلقه غبار ولو كان غبار دقيق من الطاحون أ ودخل حلقه ذباب أو دخل أثر طعم الأدوية فيه أي في حلقه لأنه لا يمكن الاحتراز عنها فلا يفسد الصوم بدخولها وهو ذاكر لصومه.

(ص: ۳۶۲، باب بيان مالا يفسد الصوم، بدائع الصنائع : ۲/۶۰۰، كتاب الصوم، فصل في أركان =

ذیابیطس کا مریض روزے کا فدیہ دے سکتا ہے

مسئلہ (**۲۰۷**) : اگر کوئی شخص ذیابیطس کا سخت مریض ہو، یا بہت زیادہ بوڑھا ہو، اور اس کے لیے روزہ رکھنا دشوار ہو، تو روزہ نہ رکھ کر فدیہ دیدے تو جائز ہے۔(۱)

ٹی بی کا مریض روزہ رکھے یا نہیں؟

مسئلہ:(**۲۰۸**) اگر ٹی بی کے مریض کو روزہ رکھنے کی وجہ سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو اور ماہر ڈاکٹر یا حکیم منع کرے تو روزہ نہ رکھے، جب تندرست ہوجائے اور روزہ رکھنے کے قابل ہوجائے تو فوت شدہ روزوں کی قضاء کرے اور اگر موت تک صحت کی توقع نہیں ہے تو فدیہ دیدے، ایک روزے کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے اور اگر یہ فدیہ دینے کے بعد تندرست ہوجائے تو فدیہ کا حکم باطل ہوجائے گا، اور فوت شدہ روزوں کی قضاء لازم ہوگی۔(۲)

= الصيام ، تبيين الحقائق : ۲/۱۶۶۔ ۱۷۱ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۰۳، الباب الرابع فيما يفسد ومالا يفسد ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۲۰۸)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي) ."درمختار". قوله : (وللشيخ الفاني) أي الذي فنيت قوته أو أشرف على الفناء ....ومثله ما في القهستاني عن الكرماني : المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(ردالمحتار : ۳/ ۴۱۰، فتح القدير: ۲/ ۳۶۲ ، فصل في العوارض ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۰۷، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار، فتاوى دارالعلوم :۶/ ۴۷۴، فتاوى حقانيه:۴/ ۱۹۵)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر وعلى الذين** =

ہلاکت کا خطرہ ہوتو روزہ افطار کی رخصت ہے

مسئلہ (۲۰۹): اگرکسی بیمار شخص کوروزے کی وجہ سے ہلاکت یا کسی عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو، اوراس اندیشہ کوکسی مسلم دیانتدار ڈاکٹر کی سند بھی حاصل ہو، تواب اس کوافطار کی رخصت دی جائیگی ۔(۱)

= **يطيقونه فدية طعام مسكين﴾**. (البقرة: ٨٤)

ما في " **التفسير المنير** " : (**فمن كان منكم مريضاً أو على سفر**) مجازاً بالحذف تقديره : من كان مريضاً فأفطر ، أو على سفر فأفطر (**فعدة من أيام أخر**) أما المسافر والمريض مرضاً شديداً يشق معه الصوم ، فيباح لهما الإفطار ، وعليهما القضاء في أيام أخر ، ثبت بالأسانيد عن ابن عباس أن آية (**وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين**) ليست بمنسوخة ، وإنها محكمة في حق من لا يقدر على الصيام .... وأجمع العلماء على أن الواجب على الشيخ الهرم الفدية ومثله المريض الذي لا يرجى برءه ، ومقدار الفدية عند أبي حنيفة نصف صاع (مدان) من بر ، أو صاع من غير كالتمر أو الشعير ، ومد من الطعام من غالب قوة البلد عن كل يوم عند الجمهور. (١/٤٩٤ ـ ٥٠٦)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : المريض إذا خاف على نفسه أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط ، ثم معرفة ذلك باجتهاد المريض .... أو بإخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق كذا في فتح القدير ، والصحيح الذي يخشى ان يمرض بالصوم فهو كالمريض هكذا في التبيين .... ولو قدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فدا حتى يجب عليه الصوم هكذا في النهاية.

(١/٢٠٧، كتاب الصوم ، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الافطار ، رد المحتار : ٣/٤٠٣ ، كتاب الصوم ، فتاوى رحيميه :٧/٢٥٧ ، فتاوى محموديه : ١٠/١٨٦، فتاوى حقانيه :٤/١٩٥)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الفتاوى الهندية والبدائع** " : (ومنها المريض) المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط.=

سخت پیاس یا بھوک کی وجہ سے روزہ توڑ سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲۱۰): بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے ہلاک ہونے یا نقصان عقل کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں روزہ توڑا جاسکتا ہے، اور اس صورت میں روزہ کی قضاء بدونِ کفارہ واجب ہوگی، اگر روزہ نہ توڑا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا۔(۱)

روزہ دار جان کنی کے عالم میں ہو تو کیا کرے؟

مسئلہ(۲۱۱): اگر کوئی روزہ دار جان کنی کے عالم میں ہے، اور افطار نہ کرنے کی حالت میں ہلاکت کا اندیشہ ہے، تو اس کو روزہ افطار کرادینا اور شربت، دوا وغیرہ دینا جائز ہی نہیں، بلکہ واجب ہے۔(۲)

= (الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۰۷، الباب الأول في الأعذار التي تبيح الإفطار، بدائع الصنائع: ۲/ ۶۰۹، فصل في حكم من أفسد صومه، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۲۷۱، فتاوی حقانیه: ۴/ ۱۹۰-۱۹۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفقه الحنفي في ثوبه الجديد**" : للصائم الإفطار إذا أصابه عطش أو جوع شديدين، خشي منه على نفسه الهلاك أو نقصان عقله، وعليه القضاء، وأما الكفارة فلا تجب عليه. (۱/ ۴۳۹، كتاب الصوم، الموسوعة الفقهية: ۲۸/ ۵۶، بدائع الصنائع: ۲/ ۲۵۲، كتاب الصوم، الأمور التي تبيح الفطر)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وبقي الإكراه وخوف هلاك أو نقصان عقل ولو بعطش أو جوع شديد ...... الفطر وقضوا، لزوما ما قدروا بلا فدية. (۳/ ۳۵۹، ۳۶۰، كتاب الصوم، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم، الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/ ۱۷۰۱، كتاب الصوم، الفصل السادس، الأعذار المبيحة للفطر، فتاوی حقانیه: ۴/ ۱۹۲ــ ۴/ ۱۹۰، جدید مسائل کا حل: ۱۱۷)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الكتاب** " : ﴿**فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر، يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر**﴾. (سورة البقرة: ۱۸۴) =

امتحان کی وجہ سے رمضان کا روزہ ترک کردینا

مسئلہ(۲۱۲): امتحان کی وجہ سے فرض روزہ چھوڑنا یا روزہ توڑنا جائز نہیں ہے، بلکہ امتحان کے ایام میں بھی روزہ رکھ کر امتحان دے، ان شاء اللہ خدا تعالی کی مدد ہوگی۔(۱)

= ما في " **أحكام القرآن للجصاص** " : وهذه الآية أصل في أن كل ما يضر بالإنسان ويجهده ويجلب له مرضاً أو يزيد في مرضه أنه غير مكلف به . (۱/ ۲۷۰)

ما في " **الدر المنثور** " : أخرج ابن جرير عن الحسن وإبراهيم النخعي قالا : إذا لم يستطع المريض أن يصلي قائماً أفطر. (۱/ ۳٤٤)

ما في " **البحر الرائق** " : (لمن خاف زيادة المرض الفطر) لقوله تعالى : ﴿فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ . فإنه أباح الفطر لكل مريض لكن القطع بأن شرعية الفطر فيه إنما هو لدفع الحرج .... أطلق في المرض فشمل ما إذا مرض قبل طلوع الفجر أو بعده بعد ما شرع .... وأشار باللام إلى أنه مخير بين الصوم والفطر لكن الفطر رخصة والصوم عزيمة فكان أفضل إلا إذا خاف الهلاك فالإفطار واجب. (۲/ ٤۹۲ ، ٤۹۳ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض)

ما في " **البدائع** " : وروي عن أبي حنيفة أنه إن كان بحال يباح له أداء صلاة الفرض قاعداً فلا بأن يفطر ، والمبيح المطلق بل الموجب هو الذي يخاف منه الهلاك لأن فيه إلقاء النفس إلى التهلكة لا لإقامة حق الله تعالى وهو الوجوب ، والوجوب لا يبقى في هذه الحالة وأنه حرام فكان الإفطار مباحاً بل واجباً.

(۲/ ۲٤٥ ، كتاب الصوم ، حكم فساد الصوم)

ما في " **حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح** " : لمن خاف زيادة المرض أو خاف بطء البرء بالصوم جاز له الفطر لأنه قد يفضي إلى الهلاك فيجب الاحتراز عنه.

(ص ٦٨٤، كتاب الصوم ، فصل في العوارض ، خير الفتاوی: ٤/ ٤٢)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : **﴿يآيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من** =

....

....

....

= **قبلكم لعلكم تتقون**﴾. (البقرة :١٨٣)

ما في " **التفسير المظهري** " : ﴿**يآيها الذين آمنوا كتب**﴾ أي فرض ﴿**عليكم الصيام**﴾...... وفي الشرع : عبارة عن الإمساك عن الأكل والشرب والجماع مع النية في وقت مخصوص. (٢١٢/١)

ما في " **التفسير الكبير**" : يعني هذه العبادة كانت مكتوبة على الأنبياء والأمم من لدن آدم إلى عهدكم ما أخلى الله أمة من إيجابها عليهم لا يفرضها عليكم وحدكم. (٢٣٩/٢)

ما في " **الصحيح البخاري** " : **بني الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً رسول الله ، وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة ، والحج وصوم رمضان**".

(ص:٦، رقم الحديث :٨ ، كتاب الصوم ، باب دعاؤكم إيمانكم)

ما في " **السنن الترمذي** " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **من أفطر يوماً من رمضان ، غير رخصة ، ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله وإن صامه** ".

(رقم الحديث : ٧٢٣، كتاب الصوم ، باب ما جاء في الإفطار متعمداً ، السنن الكبرى للبيهقي :٣٨٥/٤ ، المصنف لإبن أبي شيبة :٣٤٣/٦)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : وقد ذكر المصنف منها خمسة ، وبقي الإكراه وخوف هلاك أو نقصان عقل ولو بعطش أو جوع شديد ولسعة حية لمسافر سفراً شرعياً ولو معصية أو حامل أو مرضع ، أما كانت أو ظئراً على الظاهر خافت بغلبة الظن على أنفسها أو ولدها .... أو مريض خاف الزيادة لمرضه ، وصحيح خاف المرض ، وخادمة خافت الضعف بغلبة الظن بأمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم مستور.

(٣٥٩/٣ ، الهداية :٢٢٤/١ ، كتاب الصوم ، فتاوى رحيميه : ٢٠٦/٧ ، خير الفتاوى : ٤٣/٤)

روزہ دار کا دورانِ روزہ دانتوں کا خلال کرنا

مسئلہ(۲۱۳): روزہ کی حالت میں روزہ دار نے خلال کیا جس سے گوشت وغیرہ کا ریشہ نکلا اور اس نے اس کو باہر نکالے بغیر نگل لیا تو اگر وہ کثیر یعنی چنے سے بڑا ہے، تو مفسدِ صوم ہے، ورنہ نہیں، اور اگر اس کو ہاتھ سے باہر نکالا پھر نگل لیا تو اگرچہ چنے سے کم ہو تب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱)

غیر مسلم کی چیز سے افطار کرنا

مسئلہ(۲۱٤): غیر مسلم کی بھیجی ہوئی پاک اور حلال چیز قبول کرنا اور اس سے افطار کرنا جائز ہے، اور اگر غیر مسلم کی بھیجی ہوئی چیز پاک اور حلال نہیں تو اسے قبول کرنا اور اس سے افطار کرنا جائز نہیں۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : (أو ابتلع ما بين أسنانه وهو دون الحمصة) لأنه تبع لريقه ، ولو قدرها أفطر .... (أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل إلى جوفه ، وأما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد ، وإلا لا ، إلا إذا وجد طعمه ـ بزازية ـ "در مختار" ... قوله : (لأنه تبع لريقه) عبارة البحر : لأنه قليل لا يمكن الاحتراز عنه ، فجعل بمنزلة الريق . (۳۲۸/۳)

وفيه **أيضاً** : ولو أكل لحماً بين أسنانه إن مثل حمصة فأكثر قضى فقط ، وفي أقل منها لا يفطر ، إلا إذا أخرجه من فمه فأكله ولا كفارة لأن النفس تعافه . " درمختار" ..... قوله : لأن النفس تعافه فهو كاللقمة المخرجة ، وقدمنا عن الكمال أن التحقيق تقييد ذلك بكونه ممن يعاف ذلك.

(۳۵۳/۳ ، كتاب الصوم ، مطلب فيما يكره للصائم ، الفتاوى الهندية : ۲۰۲/۱، ۲۰۳، كتاب الصوم ، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ، تبيين الحقائق : ۱۷۲/۲، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، النهر الفائق : ۱۸/۲، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **خلاصة الفتاوى** " : الأكل والشرب في أواني المشركين مكروه ولا بأس بطعام المجوس =

روزہ دار عورت کا چھوٹے بچے کو منہ سے چبا کر کھلانا

مسئلہ(۲۱۵): اگر کوئی روزہ دار عورت اپنے چھوٹے بچے کو بلاضرورت اپنے منہ سے کوئی چیز چبا کر کھلائے تو یہ مکروہ ہے، البتہ اگر اس کی ضرورت اور مجبوری ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۱)

= إلا ذبيحتهم وفي الأكل معهم. (٣٤٦/٤ ، كتاب الكراهية)

ما في " **النتف في الفتاوى** " : ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء : اللحم والشحم والمرق ، ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها. (ص٤٣٥ ، كتاب الجهاد ، ما لا يؤكل من أطعمة الكفار)

ما في " **المحيط البرهاني في الفقه النعماني** " : رجل أهدى إلى إنسان أو أضافه إن كان غالب ماله من حرام لا ينبغي أن يقبل ويأكل من طعامه ما لم يخبر أن ذلك المال حلال استقرضه أو ورثه وإن كان غالب ماله من حلال فلا بأس بأن يقبل ما لم يتبين له أن ذلك من الحرام وهذا لأن أموال الناس لا يخلو عن قليل حرام وتخلو عن كثير فيعتبر الغالب ويبنى الحكم عليه.

(١١٠/٦، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفتاوى الهندية :٣٤٢/٥ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، الاختيار لتعليل المختار :٤٣٦/٢ ، كتاب الكراهية ، باب في الكسب ، مجمع الأنهر في ملتقى الأبحر:١٨٦/٤ ، كتاب الكراهية ، في الأكل ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ٤٠٠/٣ ، كتاب الحظر والإباحة ، فتاوى دار العلوم :٤٩٤/٦ ، كفايت المفتي :٢٤٧/٤)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الجوهرة النيرة** " : ويكره للمرأة أن تمضغ لصبيها الطعام إذا كان لها منه بد ، ولا بأس إذا لم يكن لها منه بد صيانة الولد. (٣٤٢/١ ، الهداية :٢٢٠/١ ، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : ولا بأس للمرأة أن تمضغ لصبيها الطعام إذا لم يكن لها بد منه.

(٣٨٠/٢ ، مكتبة إدارة القرآن كراتشي)

ما في " **اللباب في شرح الكتاب** " : ويكره للمرأة أن تمضغ لصبيها الطعام إن كان لها منه بد أي مَحيد بأن تجد من يمضغ لصبيها كمفطرة لحيض أو نفاس أو صغر، أما إذا لم تجد بداً منه فلها المضغ لصيانة الولد . (١٥٨/١، ١٥٩، دار الإيمان سهارنفور)

پائریا کے مرض میں مبتلا شخص کا روزہ

مسئلہ (۲۱۶): اگر کوئی پائریا (دانتوں کی ایک بیماری) کے مرض میں مبتلا ہو، اور خون برابر اس کے مسوڑھوں سے آتا رہتا ہو، تو صرف خون کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، الیکن اگر خون حلق سے نیچے اتر جائے، اور خون تھوک پر غالب یا اس کے مساوی ہو تو روزہ فاسد ہوجائے گا ورنہ نہیں (۱)

روزہ کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار کرنا

مسئلہ (۲۱۷): رمضان میں بحالتِ روزہ اپنی بیوی سے بوس وکنار کرنے سے اگر انزال ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوی الهندية** " : ترطبت شفتاه ببزاقه عند الكلام أو غيره فابتلعه لا يفسد للضرورة كذا في الزاهدي .... في الحجة رجل له علة يخرج الماء من فمه ثم يدخل و يذهب في الحلق لا يفسد صومه كذا في التاتارخانية . ولو بقي بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم يفطره .(۱/۲۰۳، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار والهندية** " : (أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل إلى جوفه ، أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد ، و إلا لا، إلا إذا وجد طعمه. بزازية."درمختار".

(رد المحتار: ۳/۳۶۸، الفتاوی الهندية : ۱/۲۰۳، فتاوی رحیمیه:۷/۲۵۹، فتاوی بینات:۳/۸۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **فتاوی قاضيخان على هامش الهندية** " : إذا قبل امرأته بشهوة فأمنى أو مسها بشهوة فأمنى عليه القضاء دون الكفارة لوجود قضاء الشهوة بصفة النقصان .

(۱/ ۲۰۹، الفتاوی الهندية : ۱/ ۲۰۴، الباب الرابع فيما يفسد وفيما لا يفسد ، الهداية مع فتح القدير: ۲/۳۳۵ ، كتاب الصوم ، رد المحتار: ۳/ ۳۹۶ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، كتاب الفتاوی:۳/ ۳۹۰، فتاوی رحیمیه:۷/ ۲۶۱، جامع الفتاوی:۵/۳۲۳)

روزہ کی حالت میں بیوی سے زبردستی جماع کرنا

مسئلہ (۲۱۸) : رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرنے سے روزہ فاسد ہوجائیگا، اور اگر میاں بیوی دونوں کی رضامندی تھی تو دونوں پر قضا وکفارہ دونوں واجب ہوں گے، اور اگر شوہر نے بیوی سے زبردستی جماع کیا، تو عورت پر صرف قضا واجب ہوگی ،اور مرد پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہونگے۔(۱)

موسمِ گرما کے طویل ایام میں روزہ رکھنا لازم ہے

مسئلہ (۲۱۹): موسمِ گرما میں دن بڑا ہونے کی صورت میں بھی روزہ رکھنا لازم ہے، دن بڑا ہونے کی وجہ سے روزے کے بدلے میں فدیہ دینا جائز نہیں ہوگا (۲)، ہاں اگر بڑھاپے یا بیماری کی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **خلاصة الفتاوى** " : الصائم إذا جامع امرأته متعمداً في نهار رمضان فعليه القضاء والكفارة إذا توارت الحشفة أنزل أو لم ينزل ، وعلى المرأة مثل ما على الرجل إن كانت مطاوعة ، وإن كانت مكرهة فعليها القضاء دون الكفارة.

(۱/ ۲۵۹ ، جنس آخر في المجامعة ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية:۲۱۲/۱، الفصل السادس فيمايفسد الصوم وما لا يفسده ، تبيين الحقائق :۱۷۸/۲، كتاب الصوم ، باب مايفسد الصوم وما لا يفسد ، بدائع الصنائع :۶۰۲/۲،كتاب الصوم ، فصل في أركان الصيام ، الفتاوى الهندية :۲۰۵/۱، النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة، رمضان کے شرعی احکام:ص/۲۲۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**يآيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون**﴾. (سورة البقرة:۱۸۳)

وقوله تعالى : ﴿**وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر، ثم أتموا الصيام إلى الليل**﴾.(سورة البقرة :۱۸۷) =

وجہ سے روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں اور آئندہ روزے رکھنے کے قابل ہونے کی امید بھی نہیں، تو اس صورت میں فدیہ دینا جائز ہوگا(۱)، البتہ فدیہ دینے کے بعد اگر روزہ رکھنے کی استطاعت پیدا ہوگئی تو فدیہ کا حکم باطل ہوجائے گا اور فوت شدہ روزوں کی قضاء کرنا لازم ہوگا۔

طویل عرصہ کے دن اور رات والے علاقوں میں روزے کے اوقات کا تعین

مسئلہ (**۲۲۰**): جہاں پر طویل عرصہ کا دن اور پھر اسی طرح رات کا سلسلہ رہتا ہے وہاں جس طرح نماز کے اوقات کا اندازہ سے تعیین کیا جاتا ہے اسی طرح ماہ رمضان کی آمد اور روزے کے اوقات کا بھی تعیین کیا جائے گا، لیکن سب سے آسان صورت یہ ہے کہ ایسے مقام کے باشندوں کو ان مقامات کے مطابق عمل کرنا چاہیے جو ان سے قریب ہیں، اور وہاں معمول کے مطابق دن رات کی آمد ورفت کا سلسلہ ہے۔(۲)

= ما في " **الفتاوى الهندية** " : فهو عبارة عن ترك الأكل والشرب والجماع من الصبح إلى غروب الشمس بنية التقرب.(۱/۱۹٤، كتاب الصوم، الباب الأول)

(۱) ما في " **القرآن الكريم** ": ﴿**وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين**﴾.(سورة البقرة : ۱۸٤)

ما في " **التفسير المنير** " : وأجمع العلماء على أن الواجب على الشيخ الهرم الفدية ومثله المريض الذي لا يرجى برؤه. (۱/٥۰٦)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كما يطعم في الكفارة كذا في الهداية ـ والعجوز مثله كذا في السراج الوهاج .... ولؤقدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فداه حتى يجب عليه الصوم هكذا في النهاية.

(۱/۲۰۷، كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعذار، الهداية : ۱/۲۲۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **السنن لأبي داود** " : ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال فقال : " **إن يخرج وأنا فيكم فأنا حجيجه دونكم، وإن يخرج ولست فيكم فامرء حجيج نفسه، والله خليفتي على كل** =

....

....

= مسلم ، فمن أدركه منكم فليقرأ عليه بفواتح سورة الكهف ، فإنها جواركم من فتنته ، قلنا : وما لبثه في الأرض ؟ قال : أربعون يوماً ، يوم كسنة ، ويوم كشهر ، ويوم كجمعة ، وسائر أيامه كأيامكم ، فقلنا : يا رسول الله ! هذا اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم وليلة ؟ قال : لا ، أقدروا له قدره ".

(ص٥٩٣، كتاب الفتن ، باب خروج الدجال)

ما في " **بذل المجهود** " : إنما أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتقدير بأن يقدر للصلاة قدر اليوم والليلة ، وهو أربعة وعشرون ساعة ، لأن طول يوم الدجال كان لشعبذة منه لا حقيقة ، فلهذا أمر بأن يقدروا له ، وأما في البلاد التي يكون اليوم أطول فالصلاة فيه مقدرة على قدره لأنه على حقيقته.

(۱۲/۳۷۳، كتاب الملاحم ، باب خروج الدجال)

ما في " **رد المحتار** " : لو مكثت الشمس عند قوم مدة ، قال في إمداد الفتاح : قلت : وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص ، كذا في كتب الأئمة الشافعية ، ونحن نقول بمثله ، إذ أصل التقدير مقول به إجماعاً في الصلوات.

(۲/۲۲، كتاب الصلاة ، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار)

وما في " **رد المحتار** " : لم أر من تعرض عندنا لحكم صومهم فيما إذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أو بعده بزمان لا يقدر فيه الصائم على أكل ما يقيم بنيته ، ولا يمكن أن يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم لأنه يؤدي إلى الهلاك ، فإن قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير، وهل يقدر ليلهم بأقرب البلاد إليهم كما قاله الشافعية هنا أيضاً ، أم يقدر لهم بما يسع الأكل والشرب ، أم يجب عليهم القضاء فقط دون الأداء كل محتمل ، فليتأمل . ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب أصلاً كالعشاء عند القائل به فيها ، لأن علة عدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب ، وفي الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم .

(۲/۲۳، كتاب الصلاة ، مطلب في طلوع الشمس من مغربها، نوادرالفقه : ۱/۲۷۷، فتاوى حقانيه : ٤/١٤٥)

افطار کا مدار جنتری یا کارڈ پر نہیں، غروب پر ہے

مسئلہ(۲۲۱): افطار کا مدار غروبِ آفتاب پر ہے جنتری پر نہیں، جنتری غروب کے تابع ہوتی ہے، اس میں غلطی کا امکان بھی ہے، البتہ جو جنتری طلوع وغروب کا وقت بتانے میں تجربہ سے صحیح ثابت ہو چکی ہو، تو صحیح گھڑی سے اس کے وقتِ افطار کے مطابق افطار کرنا جائز ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب** " : ﴿**أتموا الصيام إلى الليل**﴾. (سورة البقرة: ۱۸۷)

ما في " **السنن الترمذي** " : عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **إذا أقبل الليل وأدبر النهار وغابت الشمس فقد أفطرت** " .

(۱/ ۱۵۰، كتاب الصوم ، باب ما جاء إذا أقبل الليل۔۔ رقم الحديث :۶۹۸)

ما في " **المبسوط للسرخسي** " : الصوم في الشريعة عبارة عن إمساك مخصوص ، وهو الكف عن قضاء الشهوتين ، شهوة البطن وشهوة الفرج ، من شخص مخصوص وهو أن يكون مسلماً طاهراً من الحيض والنفاس في وقت مخصوص وهو ما بعد طلوع الفجر إلى وقت غروب الشمس بصفة مخصوص وهو أن يكون على قصد التقرب.

(۵۶/۳، كتاب الصوم ، الفقه الحنفي وأدلته : ۱/ ۳۵۸ ، كتاب الصوم ، رد المحتار على الدر المختار : ۲۹۶/۳ ، البحر الرائق :۲/ ۴۵۲ ، كتاب الصوم)

ما في " **رد المحتار** " : قلت : ومقتضى قوله : لا بأس بالفطر بقول عدل صدقه إنه لا يجوز إذا لم يصدقه ولا بقول المستور مطلقاً ، وبالأولى سماع الطبل أو المدفع الحادث في زماننا لاحتمال كونه لغيره ولأن الغالب كون الضارب غير عدل فلا بد حينئذ من التحري فيجوز لأن ظاهر مذهب أصحابنا جواز الإفطار بالتحري كما نقله في المعراج عن شمس الأئمة السرخسي ، لأن التحري يفيد غلبة الظن وهي كاليقين.

(۳۴۲/۳ ، كتاب الصوم ، مطلب في جواز الإفطار بالتحري)

وما فيه **أيضاً** : فينبغي الاعتماد في أوقات الصلاة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب =

ہلالِ رمضان وعید کے سلسلے میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر پر اعتماد کرنا

مسئلہ (۲۲۲): اگر قاضی، یا ہلال کمیٹی کسی شہادت پر مطمئن ہوکر عید یا رمضان کا اعلان ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر کرے، تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات ودیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے اعلان پر عید وغیرہ کا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ریڈیو اسٹیشن والوں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے، صرف وہی فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے، قدیم زمانہ میں توپ، دف اور قنادیل کی روشنی کو اعلانِ رمضان یا عیدین کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، تاہم ضروری ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قاضی یا ہلال کمیٹی کا اعلان انتہائی احتیاط سے سنا جائے۔(۱)

= المواقيت وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والأصطرلاب فإنها إن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية في ذلك.

(۲/ ۱۰۰، كتاب الصلاة ، مبحث في استقبال القبلة، فتاوى رحيميه : ۷/ ۲٦٤)

والحجة على ما قلنا:

(۱)ما في " **رد المحتار** " : قلت : والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن ، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.

(۳/ ۳٥٤ ، كتاب الصوم ، مبحث في صوم يوم الشك)

ما في " **فتح القدير** " : ولو سمع من وراء حجاب كثيف لا يشف من ورائه لا يجوز له أن يشهد ، ولو شهد وفسره للقاضي بأن قال سمعته باع ولم أر شخصه حين تكلم لا يقبله لأن النغمة تشبه النغمة إلا إذا أحاط بعلم ذلك ، لأن المسوّغ هو العلم غير أن رؤيته متكلما بالعقد طريق العلم به فإذا فرض تحقق طريق آخر جاز . (فتح القدير: ۷/ ۳٥۸ ، كتاب الشهادات ، فصل يتعلق بكيفية الأداء ومسوّغه)

رؤیتِ ہلال کے سلسلے میں ماہرینِ فلکیات اورسائنسدانوں کا حساب غیر معتبر ہے

مسئلہ (۲۲۳): چاند سے متعلق ماہرینِ فلکیات اورسائنسدانوں کا حساب شرعاً معتبرنہیں ہے، یعنی ان ماہرین کے کہنے سے لوگوں پر روزہ فرض نہ ہوگا، اس لئے کہ ان کی باتیں یقینی اورحتمی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ ایک تخمینہ اوراندازہ ہوتا ہے، اورصرف تخمینہ اوراندازہ پرحکمِ شرعی مرتب نہیں ہوتا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الصحيح لمسلم** " : عن ابن عمر يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " **إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب ، الشهر هكذا وهكذا وهكذا، عقد الإبهام في الثالثة ، والشهر هكذا وهكذا وهكذا يعني تمام ثلثين** ".

(٤/٤١٧ ، كتاب الصوم ، باب فضل شهر رمضان ، رقم الحديث : ٢٥٠٨، إعلاء السنن : ٩/١١٨، كتاب الصوم ، باب تعليق الصوم برؤية الهلال ، وكذا إفطاره ، وكذا في الصحيح البخاري : ١/٣٣٦، كتاب الصوم ، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم لا نكتب ولا نحسب ، رقم الحديث : ١٩١٣، عمدة القاري : ١٠/٤٠٨، فتح الملهم :٦/ ١٧٨، كتاب الصيام ، رقم الحديث : ٢٥٠٨، السنن لأبي داود : رقم الحديث : ٢٣١٩)

ما في " **بذل المجهود** " : قوله صلى الله عليه وسلم : (**إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب..الخ**) قال الباجي : وإجماع السلف الصالح حجة عليهم ، وقال ابن بزيزة : وهو مذهب باطل ، فقد نهت الشريعة عن الخوض في علم النجوم ، لأنها حدس وتخمين ليس فيها قطع ولا ظن غالب ، مع أنه لو ارتبط الأمر بها لضاق ، إذ لا يعرفها إلا القليل.

(٨/٤٣٩ ، ٤٤٠ ، أول كتاب الصيام ، باب الشهر يكون تسعاً وعشرين ، رقم الحديث : ٢٣١٩)

ما في " **الفتاوى التاتارخانية** " : ذكر في التهذيب في كتاب الصوم، يجب صوم رمضان برؤية الهلال أو باستكمال شعبان ثلاثين ولا يجوز تقليد المنجم في حسابه لا في الصوم ولا في الإفطار.

(٢/ ٩٧، كتاب الصوم، الفصل الثاني فيما يتعلق برؤية الهلال)

ما في " **رد المحتار** " : ولا عبرة بقول المؤقتين ، ولو عدولاً على المذهب ." درمختار". قوله : (ولا =

ہیلی کاپٹر سے چاند دیکھ کر گواہی دینا

مسئلہ(۲۲٤): اگر ہیلی کاپٹر سے افق پر جا کر چاند کو دیکھا جائے، اور وہ چاند زمین سے دیکھنے والوں کو نظر نہ آئے، تو شرعاً اس کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ وہ حتمی طور پر چاند ہی ہے صرف اندازہ نہیں۔(۱)

= عبرة بقول المؤقتين) أي في وجوب الصوم على الناس بل في المعراج : لا يعتبر قولهم بالإجماع ، ولا يجوز للمنجم أن يعلم بحساب نفسه ، وفي النهر: فلا يلزم بقول المؤقتين إنه : أي الهلال يكون في السماء ليلة كذا ، وإن كانوا عدولاً في الصحيح كما في الإيضاح ....قلت :.......ووجه ما قلناه أن الشارع لم يعتمد الحساب بل ألغاه بالكلية بقوله :" **نحن أمة أمية ، لا نكتب ولا نحسب ، الشهر هكذا وهكذا**". (۳/ ۳۵٤،۳۵۵، كتاب الصوم ، مطلب: لا عبرة بقول المؤ قتين في الصوم)

ما في " **الفقه على المذاهب الأربعة** " : هل يعتبر قول المنجم ؟ لا عبرة بقول المنجمين فلا يجب عليهم ولا على من وثق بقولهم ، لأن الشارع علق الصوم على امارة ثابتة لا تتغير أبداً . وهي رؤية الهلال أو إكمال العدة ثلاثين يوماً ، أما قول المنجمين فهو إن كان مبنياً على قواعد رقيقة فإنا نراه غير منضبط بدليل اختلاف آرائهم في أغلب الأحيان ، هذا هو رأي ثلاثة من الأئمة ، وخالفه الشافعية اهـ.

(الفقه على المذاهب الأربعة : ۱/ ٤۸۱ ،كتاب الصوم ، هل يعتبر قول المنجم؟، فتاوی محموديه: ۱۰/ ۹۰، فتاوی حقانيه:٤/ ۱۳۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوی التاتارخانية** ": فإذا جاء من خارج المصر أو جاء من أعلى الأماكن في مصر، ذكر الطحاوي أنه تقبل شهادته.

(۲/ ۹۲، كتاب الصوم، الفصل الثاني فيما يتعلق برؤية الهلال، مكتبة دارالإيمان سهارنفور)

ما فی " **فتح القدير** ": وذكر الطحاوي أنه تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع، وإليه الإشارة في كتاب الاستحسان، وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر.

(۲/ ۳۲۸،كتاب الصوم ، فصل في رؤية الهلال، الفتاوی الولوالجية:۱/ ۲۳۷، كتاب الصوم، الفصل الثالث في روية الهلا ل والنية) =

سعودی عرب میں عیداور ہندوستان میں روزہ

مسئلہ(۲۲۵): اگرکوئی شخص ابتدائے رمضان میں سعودی عرب میں تھا، بعدمیں وہ ہندوستان آیا، اب وہاں چونکہ دودن یا ایک دن پہلے رمضان شروع ہوا تھا، اس لیے جس دن وہاں عید تھی اس دن یہاں ہندوستان میں انتیسواں یا تیسواں روزہ تھا، اس اعتبار سے اس کا اکتیسواں یا بتیسواں روزہ ہورہا ہے، تب بھی وہ رمضان کے مطابق روزہ رکھے گا، اس لئے کہ اگرکسی شخص نے چاند دیکھا اورروزہ رکھااوراس کے تیس روزے پورے ہوگئے، تب بھی وہ امام ہی کے ساتھ افطار کرے گا۔ **" لو صام ورأى هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلا مع الا مام ".** (۱)

= ما فی " **رد المحتار** ": وصحح في الأقضية الاكتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد أو كان على مكان مرتفع۔ "درمختار"۔ قال ابن عابدين : قلت: .... فأما إذا كانت متغيمة أو جاء من خارج المصر أو كان في موضع مرتفع فإنه يقبل عندنا اهـ۔ فقوله: عندنا يدل على أنه قول أئمتنا الثلاثة، وقد جزم به في المحيط وعبر عن مقابله بقيل۔ ثم قال: وجه ظاهر الرواية أن الرؤية تختلف باختلاف صفو الهواء و كدرته وباختلاف انهباط المكان وارتفاعه، فإن هواء الصحراء أصفى من هواء المصر، وقد يرى الهلال من أعلى الأماكن ما لا يرى من الأسفل ، فلا يكون تفرده بالرؤية خلاف الظاهر بل على موافقة الظاهراهـ .

(۳۵۷/۳، کتاب الصوم ، مطلب: ما قاله السبكي من الاعتماد على قول الحساب مردود، امداد المفتين:۴۰۵/۲، مفتی شفیع صاحبؒ)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن الترمذي** " : لقوله عليه السلام : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " الصوم يوم تصومون ، والفطر يوم تفطرون".

(۱۵۰/۱، کتاب الصوم ، باب ما جاء الصوم يوم تصومون الخ)

ما في " **رد المحتار**" : تنبية : لو صام رائي هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلا مع الإمام لقوله عليه السلام : "صومكم يوم تصومون ، و فطركم يوم تفطرون". رواه الترمذي وغيره.

(۳۵۱/۳ ، کتاب الصوم ، مبحث في صوم يوم الشك) =

سحر ہندوستان میں اور افطار سعودی عرب میں

مسئلہ (۲۲۶): اگر کوئی آدمی رمضان کے مہینے میں شام کو مثلاً پانچ بجے ہندوستان سے سعودی عرب کیلئے چلا، اور ہندستان میں افطار کا وقت چھ بجے ہے، اب راستے میں کہیں سورج غروب نہیں ہوا، جب سعودی پہونچا تو وہاں ابھی افطار کا وقت نہیں ہوا تھا، تو وہ ہندستان کے وقت کے مطابق افطار نہیں کرے گا، بلکہ سعودی کے وقت کے اعتبار سے افطار کرے گا، گرچہ روزہ لمبا ہو جائے، اس لئے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وأتمو الصيام إلى الليل﴾. اور اصول بھی یہ ہے کہ سحری، افطار اور دیگر عبادات میں اسی جگہ کا وقت معتبر ہوتا ہے، جہاں وہ عبادت انجام دی جا رہی ہے۔(۱)

= ما في " **البدائع** " :وأما يوم صوم رمضان فوقته صوم شهر رمضان لا يجوز في غيره فيقع الكلام فيه في موضيعن : أحدهما في بيان وقت صوم رمضان ، والثاني في بيان ما يعرف به وقته ، أما الأول فوقت صوم رمضان شهر رمضان ، لقوله تعالى : ﴿**فمن شهد منكم الشهر فليصمه**﴾. [البقرة:۱۸۵] أي فليصم في الشهر . وقول النبي صلى الله عليه وسلم : وصوموا شهركم أي في شهركم لأن الشهر لا يصام وإنما يصام فيه. (بدائع الصنائع :۲/ ۵۷۰ ،كتاب الصوم ، فصل في شرائطها)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : والمراد بالغروب : زمان غيبوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة الشرق . قال صلى الله عليه وسلم : " **إذا أقبل الليل من ههنا فقد أفطر الصائم** ". [أخرجه البخاري ۴/ ۱۹۶، رقم الحديث : ۱۹۵۴، ومسلم :۲/ ۷۷۲ ، ۵۱ ۱۱۰۰] أي إذا وجدت الظلمة حساً في جهة المشرق فقد ظهر وقت الفطر أو صار مفطراً في الحكم .

(رد المحتار:۳/ ۳۳۰ ، كتاب الصوم ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص۳۴۶ ، كتاب الصوم)

ما في " **قواعد الفقه** " : بقاعدة فقهية : " تحكم المكان أصل في الشرع ".(ص:۶۸، رقم القاعدة :۷۶)

خوشبوسونگھنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

مسئلہ (۲۲۷): لوبان، عود، اگربتی، اور دیگر خوشبو جات سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگران کا دھواں حلق میں قصداً داخل کیا گیا تو روزہ فاسد ہوجائیگا۔(۱)

روزہ کی حالت میں آپریشن کے ذریعے چربی نکلوانا

مسئلہ(۲۲۸): خون کی نالی میں چربی جم جانے کی صورت میں آپریشن(Opration) کیا جاتا ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ اس آپریشن میں معدہ میں کسی چیز کو داخل نہیں کیا جاتا، محض خون کی نالی میں سے جمی ہوئی چربی کو نکالا جاتا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ منافذِ اصلیہ سے داخل ہونے والی شیٔ ہی روزہ کو توڑتی ہے۔(۲)

صدقۂ فطر طلباء مدارس کو دینا بہتر ہے

مسئلہ(۲۲۹): دینی مدارس کے غریب طلباء کو فطرہ دینا سب سے زیادہ ثواب ہے، کیوں کہ اس صورت میں فطرہ کی ادائیگی کے ساتھ صدقۂ جاریہ کا ثواب بھی ملتا ہے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : (أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) .... ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه ."در مختار". (۳/۳٦٦، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **رد المحتار** " : والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ . (۳/۳٦۷)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في "**الفتاوى الهندية** " : التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل كذا في الزاهدي. (۱/۱۸۷، الباب السابع في المصرف) =

....

....

....

= ما في " **رد المحتار على الدر المختار**": وبهـذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من أن طالب العلم يـجوز له أخذ الزكاة ولو غنياً إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية إلى مـا لا بد منه . "در مختار" ..... قـلـت : ورأيتـه فـي جامع الفتاوى ونصه ، وفي المبسوط : لا يجوز دفع الـزكاة إلى من يملك نصاباً إلا إلى طالب العلم والغازي ومنقطع الحج لقوله عليه الصلاة والسلام : " **يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وإن كان له نفقة أربعين سنة** ". (من أن طالب العلم) أي الشرعي.

(۲۵۸/۳ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " **الـدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر**" : ومـنـقطع الغزاة عند أبي يوسف ومنقطع الحج عند مـحـمد إن كان فقيراً هو المراد بقوله تعالى : ﴿**وفي سبيل الله**﴾ وفسـره في الظهيرية بطلبة العلم ، وفي البدائع بجميع القرب.

(۳۲۷/۱ ، مـنـحة الـخـالـق عـلـى البحر الرائق : ٤٢٢/٢ ، حاشية الشلبي على تبيين الحقائق :۱۱٦/۲، الموسوعة الفقهية :۳۱٦/۲۲)

مسائلِ اعتکاف

رمضان کےعشرۂ اخیر کےاعتکاف میں روزہ شرط ہے

مسئلہ(۲۳۰): رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہےاس میں روزہ شرط ہے اگرکسی شخص نے بغیر روزہ کے اعتکاف کیاتو اعتکاف مسنون ادانہیں ہوگا، بلکہ یہ اعتکاف نفل ہوجائیگا، البتہ اگرکسی دن روزہ نہ رکھ سکےتو صرف اسی دن کےاعتکاف کی قضالازم ہوگی ۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : وينقسم إلى واجب وهو المنذور وتنجيزاً وتعليقاً وإلى سنة مؤكدة وهو في العشر الأخير من رمضان .... وأما شروطه ، منها الصوم وهو شرط الواجب منه.

(۲۱۱/۱، كتاب الصوم ، الباب السابع في الاعتكاف)

ما في " **مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي** " : والاعتكاف على ثلاثة أقسام : واجب في المنذور وسنة كفاية مؤكدة في العشر الأخير من رمضان.

(ص ۷۰۰، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، الدر المختار مع رد المحتار:۳۸۳/۳ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **رد المحتار**" : ومقتضى ذلك أن الصوم شرطاً أيضاً في الاعتكاف المسنون ، لأنه مقدر بالعشر الأخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو سفر ، ينبغي أن لا يصح عنه بل يكون نفلاً ، فلا تحصل به إقامة سنة الكفاية .... أما على قول غيره فيقضي اليوم الذي أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه .... والحاصل : أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناءِ على لزوم صومه ، بخلاف الباقي لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو الاعتكاف العشربتمامه.

(۳۸۴/۳ ـ ۳۸۷ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، فتاوى محموديه : ۲۲۰/۱۰)

محلّہ کی ہر مسجد میں اعتکاف ہوتو بہتر ہے

مسئلہ(۲۳۱): اگرکسی محلّہ میں کئی مسجدیں ہوتو بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف ہولیکن اگر محلّہ کی کسی ایک مسجد میں بھی اعتکاف کرلیا جائے تو پورے محلّہ کے لوگ ترکِ سنت کے گناہ سے انشاء اللہ بری ہوجائیں گے۔(۱)

مسجد سے متصل حجرے میں اعتکاف کرنا

مسئلہ(۲۳۲): مسجد سے متصل ایسے حجرہ میں اعتکاف کرنا جس میں نماز نہ ہوتی ہو بلکہ وہ حجرہ امام، مؤذن یا مسجد کا سامان رکھنے کیلئے بنایا گیا ہو شرعاً درست نہیں ہے، اس لئے کہ اعتکاف کیلئے ایسی مسجد شرط ہے جس میں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱)ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وسنة مؤكدة .... سنة كفاية ، نظيرها إقامة التراويح بالجماعة ، فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين. (۳۸۳/۳ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **رد المحتار** " : قوله : (والجماعة فيها سنة على الكفاية) أفاد أن أصل التراويح سنة عين ، وهل المراد أنها سنة كفاية لأهل كل مسجد من البلدة أو مسجد واحد منها أو من المحلة ، ظاهر كلام الشارح الأول ، حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا السنة وأساء وا.

(۴۳۱/۲ ، كتاب الصلاة ، صلاة التراويح ، مجمع الأنهر:۳۷۹/۱ ، باب الاعتكاف)

ما في " **جامع الرموز** " : الاعتكاف سنة مؤكدة مطلقاً ، وقيل سنة على الكفاية ، حتى لو ترك في بلدة لأساء وا.

(۴۳۱/۱ ، فصل في الاعتكاف ، بحواله فتاوى محموديه :۲۲۲/۱۰ ، كتاب الفتاوى :۴۵۴/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **النهر الفائق** " : وروى الحسن عن الإمام أن كل مسجد له إمام ومؤذن معلوم يصلى فيه الخمس بالجماعة يصح الاعتكاف فيه ، وصححه المشايخ. (۴۴/۲ ،كتاب الصوم ، باب الاعتكاف) =

ضرورت کی وجہ سے نکلنے پر اعتکاف باقی رہے گا یا نہیں؟

مسئلہ(۲۳۳): اگر معتکف کسی جنازہ میں شرکت کرنے کیلئے جائے، یا کسی میت کی تجہیز وتکفین کیلئے جائے، گرچہ ضرورت کی وجہ سے ہی ہو، یا اس کے ذمہ لازم ہو تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا، مگر معتکف گنہگار نہ ہوگا، اور اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔

= ما في " **البدائع** " : وروی الحسن بن زیاد عن أبي حنیفة أنه لا یجوز إلا في مسجد تصلی فیه الصلاة کلها. (۲۸۰/۲ ، کتاب الاعتکاف ، شرائط صحته)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** ": هو لبث مسجد جماعة ، هو ماله إمام ومؤذن أدیت فیه الخمس أو لا ، وعن الإمام اشتراط أداء الخمس فیه ، وصححه بعضهم قال : لا یصح في کل مسجد ، وصححه السروجي. (۳۸۱/۳ ، کتاب الصوم ، باب الاعتکاف ، فتاوی محمودیه : ۲۲۸/۱۰)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **النهر الفائق** " : وعن هذا فسد إذا عاد مریضاً أو شهد جنازة تعینت إلا أنه لأ یأثم ، بل یجب علیه الخروج. (۴۷/۲ ، کتاب الصوم ، باب الاعتکاف)

ما في " **تبیین الحقائق** " : وکذا لو خرج لجنازة یفسد اعتکافه وکذا لصلاتها ولو تعینت علیه.

(۲۲۹/۲ ، باب الاعتکاف ، الفتاوی الهندیة : ۲۱۲/۱ ، الباب التاسع في الاعتکاف ، البحر الرائق: ۵۲۹/۲، کتاب الصوم ، باب الاعتکاف)

ما في " **رد المحتار**" : أما علی قول غیره فیقضی الیوم الذي أفسده لاستقلال کل یوم بنفسه .... والحاصل : أن الوجه یقتضي لزوم کل یوم شرع فیما عندهما بناء علی لزوم صومه ، بخلاف الباقي لأن کل یوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعیة وإن کان المسنون هو الاعتکاف العشر بتمامه.

(۳۸۴/۳ ـ ۳۸۷ ، کتاب الصوم ، باب الاعتکاف ، فتاوی محمودیه : ۲۶۹/۱۰)

علاج ومعالجہ کے لیے اعتکاف سے نکلنا

مسئلہ (۲۳۴) : اگر کوئی شخص بحالتِ اعتکاف بیمار ہو جائے اور صحت یاب نہ ہونے کی صورت میں علاج ومعالجہ کیلئے مجبوراً خارجِ مسجد ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے، یا بقاءِ مرض کے ساتھ مسجد میں رہنا ممکن نہ ہو، جس کی وجہ سے گھر جانا پڑے، تو ان تمام صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اور اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔(۱)

دوسرے محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرنا

مسئلہ(۲۳۵) : اگر کوئی شخص کسی دوسرے محلّہ کی مسجد میں رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرے تو

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : ولا فرق بين فساده بصنعه بلا عذر كالجماع مثلاً إلا الردة ، أو لعذر كخروجه لمرض. (۳۸۹/۳ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : وكذا إذا خرج ساعة بعذر المرض فسد اعتكافه.

(۲۱۲/۱ ، الباب التاسع في الاعتكاف)

ما في " **الموسوعة الفقهية** " : أما المرض الشديد الذي يتعذر معه البقاء في المسجد ، أو لا يمكن البقاء معه في المسجد ، بأن يحتاج إلى خدمة أو فراش أو مراجعة طبيب ، فقد ذهب الحنفية إلى أن خروجه مفسد لإعتكافه. (۲۲۳/۵)

ما في " **رد المحتار** " : أما على قول غيره فيقضي اليوم الذي أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه .... والحاصل : أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناءً على لزوم صومه ، بخلاف الباقي لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو الاعتكاف العشر بتمامه.

(۳۸٤/۳ ـ ۳۸۷ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف، فتاوى محموديه : ۲۲۰/۱۰، فتاوى عثماني: ۱۹۵/۲، أحسن الفتاوى : ٥۰۸/٤)

اس مسجد کے محلّہ والوں کی طرف سے اعتکافِ مسنون ادا ہو جائیگا (۱)، مگر محلّہ والوں کو چاہیے کہ خود ہی اعتکاف کریں، دوسرے شخص سے اعتکاف کرا کے خود ثواب سے محروم نہ ہوں (۲)۔

معتکف کورٹ میں جائے تو اعتکاف فاسد ہو گا یا نہیں؟

مسئلہ (۲۳۶): اگر معتکف کو پولس یا اور کوئی شخص کسی مقدمہ میں جبراً پکڑ کر لے جائے اور دو تین گھنٹہ کے بعد چھوڑ دے، یا معتکف کو پیشی کیلئے یا اداءِ شہادت کیلئے کورٹ جانا پڑے، تو ان تمام صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جائیگا، اور اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔ (۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **جامع الرموز** " : الاعتكاف سنة مؤكدة مطلقاً ، وقيل سنة على الكفاية حتى يترك في بلدة لا ساءوا. (۱/۳۷٦ ، فصل في الاعتكاف ، بحواله فتاوى محموديه : ۱۰/۲۳۰)

ما في " **رد المحتار**" : وأما أفضل الاعتكاف ففي المسجد الحرام ، ثم في مسجده صلى الله عليه وسلم ، ثم في المسجد الأقصى ، ثم في الجامع ، قيل : إذا كان يصلى فيه بجماعة فإن لم يكن ففي مسجده أفضل لئلا يحتاج إلى الخروج ، ثم ما كان أهله أكثر.

(۳/۳۸۱ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، النهر الفائق : ۲/٤٤ ، خلاصة الفتاوى : ۱/۲٦۷)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": وأما شروطه : منها مسجد الجماعة ، فيصح في كل مسجد له أذان وإقامة هو الصحيح. (۱/۲۱۱ ، كتاب الصوم ، خلاصة الفتاوى : ۲/۲٦۷ ، كتاب الصوم ، الفصل السادس في الاعتكاف ، فتاوى دار العلوم : ٦/۵۱۰ ، فتاوى محموديه : ۱۰/۲۳۰)

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السمٰوٰت والأرض ، أعدت للمتقين**﴾. (**آل عمران : ۱۳۳**) .... وقوله تعالى : ﴿**فاستبقوا الخيرات**﴾. (سورة البقرة : ۱٤۸)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **الموسوعة الفقهية** " : اتفق الفقهاء على أن الخروج بسبب الإكراه لحكومة لا يفسد =

....

....

....

= الاعتكاف قبل تمام الاعتكاف ، إلا أن الحنفية أطلقوا القول بأن الإكراه لا يفسد الاعتكاف إذا دخل المعتكف مسجداً آخر من ساعته ، وهذا استحباب منهم ، أما إذا لم يدخل مسجداً آخر ، فيبقي الحكم على أصل القياس وهو البطلان . (۲۲۳/٥ ، الخروج حالة الإكراه)

وما فيه **أيضاً** : ذهب الحنفية والمالكية إلى أن الخروج لأجل الشهادة مفسد للاعتكاف.

(۲۲۳/٥ ، الخروج لأداء الشهادة)

ما في " **النهر الفائق** " : إن الخروج عامداً أو ناسياً أو مكرهاً بأن أخرجه السلطان أو الغريم أو خروج للبول ، فحبسه الغريم ساعة أو لعذر المرض مفسد عند الإمام. (٤٦/٢ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **تبيين الحقائق** ": قوله : (أو لأداء الشهادة) أي وإن تعين عليه ، كل ذلك مفسد.

(۲۲۸/۲ ، باب الاعتكاف ، البحر الرائق :٥٢٩/٢ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)

ما في " **رد المحتار**" : أما على قول غيره فيقضى اليوم الذي أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه .... والحاصل : أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناء على لزوم صومه ، بخلاف الباقي لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو الاعتكاف العشر بتمامه.

(۳۸٤/۳ ـ ۳۸۷ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، فتاوی محمودیه :۱۰/ ۲۸۰)

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

نکاح نعمت، طلاق ضرورت

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ومن آیاته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجاً لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة﴾. ......اوراسی کی نشانیوں میں ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی بیویاں بنائیں، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اوراس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت وہمدردی پیدا کردی۔ (سورۃ الروم:۲۱)

نکاح اللہ کی ایک نعمت ہے، جب یہ رشتہ قائم کیا جاتا ہے تو اس میں پائیداری ودوام مقصود ہوتا ہے،اس رشتہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ زوجین کواولاد کی نعمت سے نوازتا ہے،اوراللہ رب العزت کا یہ فیصلہ کہ دنیا تاقیامِ قیامت آباد رہے، پورا ہوتا ہے۔......"فإنه لما حكم الله تعالىٰ ببقاء العالم إلى يوم القيامة ومعلوم أنه لا يبقى ما لم يكن بينهم معاملة يتهيأ بها معاشهم من البيع والإجارة ونكاح مبقياً لهذا الجنس بالتوالد". (نورالأنوار:ص۱۷۸)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:......اللہ رب العزت نے بہت سی حکمتوں، مصلحتوں اور منفعتوں کے پیشِ نظر نکاح کو جائز قرار دیا، منجملہ ان مصالح وحِکم کے ایک حکمت ومصلحت یہ ہے کہ اس روئے زمین پر نوعِ انسانی، اصلاحِ ارض اوراقامتِ شرائع کے لیے اس کی نائب بن کر قیامت تک باقی رہے، اور یہ مصلحتیں اسی وقت متحقق ہوسکتی ہیں جبکہ ان کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ستونوں پر ہوں، اوروہ ہے نکاح۔

ویسے تو نسلِ انسانی کا وجود مرد وعورت کے ملاپ سے ممکن تھا، خواہ وہ ملاپ کسی بھی طرح کا ہوتا، لیکن اس ملاپ سے جو نسل وجود میں آتی وہ اصلاحِ ارض اوراقامتِ شرائع کے لیے موزوں ومناسب نہ ہوتی، نسلِ صالح نکاح سے ہی وجود میں آسکتی ہے، کیوں کہ قاعدہ ہے: "فاسد سے فاسد اور باطل سے باطل وجود میں آتا ہے"۔ "ما بني على فاسد أو باطل فهو فاسد وباطل".

(موسوعة القواعد الفقهية:۴۳۹/۹)

نکاح کے ذریعہ انسان اولاد حاصل کرتا ہے، جب وہ ان کی تعلیم وتربیت کو بہتر طریقے سے انجام دیتا ہے تو یہی اولاد اس کے لیے دنیوی زندگی میں آنکھوں کی ٹھنڈک، اوراس کے مرنے کے بعد ذکرِ حسن ہوا کرتی ہے، اولاد لطفِ روحانی (Soul enjoyment) اور رونقِ زندگانی (Gaity of life) ہے، اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عزیز میں ارشادفرماتے ہیں: ﴿المال و البنون زینة الحیوة الدنیا و البٰقیٰت الصالحات خیر عند ربک ثواباً و خیرٌ أملاً﴾. ......مال اوراولاد دنیوی زندگی کی ایک رونق ہیں، اور باقی رہ جانے والے اعمالِ صالحہ آپ کے پروردگار کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بھی کہیں بہتر ہے، اور امید کے اعتبار سے بھی کہیں بہتر ہے۔(سورۃ الکہف:۴۶)

انسان کی آنکھ بند ہونے کے بعد یہی اولاد اس کی نام لیوا ہوتی ہے، اوراس کے لیے دعاء خیر کرتی ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، مگر تین چیزوں سے اس کو برابر فائدہ پہونچتا رہتا ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں ایک نیک اولاد کو بھی ذکر فرمایا۔

عن أبی هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "**إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة أشياء؛ من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له**". (سنن أبی داود:۲/ ۳۹۸، صحیح مسلم:۲/ ۴۱، الوصیۃ)

نکاح مرد وعورت دونوں میں ملاپ کا بہترین ذریعہ ہے، اوریہی ملاپ عورت میں پائی جانے والی کمی کو پورا کرنے کا سبب بنتا ہے، کیوں کہ ہرکوئی اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ عورت پیدائشی طور پر کمزور ہے، مرد جن اعمالِ شاقہ (Difficult workes) کا متحمل ہے عورت اس کا تحمل نہیں کرسکتی ،عورت کومرد کی ضرورت ہے، تاکہ مرد کسبِ معاش میں اس کا معاون ومددگار، اوراس کی عزت وآبرو کا پاسبان ہو،ٹھیک اسی طرح مرد کوبھی عورت کی ضرورت ہے، تاکہ وہ اس کے مال کی حفاظت وصیانت اوراس کے امورِخانہ داری کے فرائض کوانجام دے، اور متاعبِ حیات (Troublesome of life) کو اس سے دور کردے، اور مرد کی یہ ضرورت اسی وقت پوری ہوگی جبکہ وہ کسی عورت سے رشتۂ نکاح کو قائم

کرے، اسی مقدس رشتے کو قرآنِ حکیم نے میثاقِ غلیظ سے تعبیر فرمایا: ﴿وأخذن منکم میثاقاً غلیظاً﴾ اور وہ (بیویاں) تم سے ایک مضبوط اقرار لے چکی ہیں۔ (سورۃ النساء: ۲۱)

نکاح خاندانوں میں اتحاد وارتباط اور اسبابِ بغض وعداوت کے دور کرنے اور عفت و پاکدامنی کا بہترین ذریعہ ہے۔ (ردالمحتار: ۴/ ۵۸)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: «**یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءة فلیتزوج، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیه بالصوم، فإنه له وجاء**». ......اے نوجوانو کی جماعت! تم میں جو نکاح کی استطاعت رکھے اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرلے، کیوں کہ اس سے نگاہیں نیچی رہتی ہیں، اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔

(أخرجه الشیخان في صحیحیهما واللفظ لمسلم)

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لیے ہو، اس کو توڑنے اور ختم کرنے کی نوبت ہی نہ آئے، کیوں کہ اس معاملہ کے ٹوٹنے کا اثر صرف میاں بیوی پر ہی نہیں پڑتا، بلکہ نسل واولاد کی تباہی و بربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت پہونچتی ہے، اور پورا معاشرہ بری طرح متأثر ہوتا ہے۔ اسی لیے شریعتِ اسلامیہ نے میاں بیوی کو وہ ہدایتیں دی، جس پر عمل پیرا ہونے سے یہ رشتہ زیادہ سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہوتا چلا جاتا ہے۔

اگر بیوی کی طرف سے کوئی ایسی صورت پیش آئے جو شوہر کے مزاج سے ہم آہنگ نہ ہو، تو شوہر کو حکم دیا گیا کہ وہ افہام وتفہیم اور زجر وتنبیہ سے کام لے، اگر بات بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو خاندان ہی کے چند افراد کو حکم اور ثالث بنا کر معاملہ طے کرلیا جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿**وإن خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکماً من أهله وحکماً من أهلها، إن یریدا إصلاحاً یوفق الله بینهما**﴾. ......اور اگر تمہیں دونوں کے درمیان کشمکش کا علم ہو تو تم ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک حکم عورت کے خاندان سے مقرر کردو، اگر دونوں کی نیت اصلاحِ حال کی ہوگی تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کردے گا۔ (سورۃ النساء: ۳۵)

لیکن بعض اوقات میاں بیوی کے مزاج کا ہم آہنگ نہ ہونا اور دونوں میں اس قدر بغض وعداوت ہوجانا کہ دونوں ایک ساتھ رہکر ایک دوسرے کے حقوقِ واجبہ ادانہ کرسکتے ہوں، اور اصلاحِ حال کی تمام کوششیں ناکام ہوچکی ہوں، اور تعلقِ نکاح کے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے میاں بیوی کا آپس میں مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہو، تو ایسی صورت میں اس ازدواجی تعلق کو ختم کرنا ہی طرفین کے لیے سامانِ راحت وسلامتی ہوتا ہے، اس لیے شریعت نے طلاق کو مباح قرار دیا۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:......محاسنِ طلاق میں یہ داخل ہے کہ شریعت نے طلاق کا اختیار صرف مرد کو دے رکھا ہے، کیوں کہ وہ عورت کے مقابلہ میں کامل العقل ہوتا ہے، اور کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے وہ اس کے عواقب ونتائج پر غور کرلیتا ہے، جبکہ عورت کی صفت عقل ودین میں نقصان ہونا ہے، اور وہ خواہشات سے مغلوب ہوتی ہے۔ اور یہ بھی محاسنِ طلاق میں داخل ہے کہ آدمی کو دینی ودنیوی مکارہ سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ (ردالمحتار:۲/ ۴۲۹)

لیکن اس خلاصی وچھٹکارے کے لیے اسی طریق وترتیب کو اپنانا ضروری ہے جو شریعت نے بتلائی ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا شرعاً حرام ہے۔

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ''شریعت نے معاہدۂ نکاح کو توڑنے اور فسخ کرنے کا طریقہ وہ نہیں رکھا، جو عام خرید وفروخت کے معاملات اور معاہدات کا ہے، کہ ایک مرتبہ معاہدہ فسخ کردیا تو اسی وقت اسی منٹ فریقین آزاد ہوگئے، اور پہلا معاملہ بالکل ختم ہوگیا، اور ہر ایک کو اختیار ہوگیا کہ دوسرے سے معاہدہ کرلے، بلکہ معاملۂ نکاح کو بالکل قطع کرنے کے لیے اول تو اس کے تین درجے تین طلاقوں کی صورت میں رکھے گئے، پھر اس پر عدت کی پابندی لگادی گئی''۔ (معارف القرآن:۱/ ۵۵۷)

طلاق کا شرعی طریقہ:

(۱)......طلاق کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ شوہر اپنی مدخولہ بیوی کو ایسے طہر کی حالت میں جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو، ایک طلاقِ رجعی دے، یعنی یوں کہہ دے کہ ''میں نے تجھے ایک طلاقِ رجعی دی''، اور اس کو چھوڑ دے یعنی دوسری طلاق نہ دے، یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے، اس طلاق کو طلاقِ احسن کہتے

ہیں، کیوں کہ اگر شوہر کو اپنے فعلِ طلاق پر ندامت ہو تو وہ تدارک پر قادر ہوگا، یعنی اگر عدت کے اندر رجوع کرنا چاہے تو رجوع کرسکتا ہے، اور اگر عدت گزر گئی اور دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو بلا حلالہ نکاحِ جدید کرسکتا ہے۔

طلاقِ رجعی میں عدت کے اندر رجوع کرنے کے لیے نہ تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے، نہ ہی عورت کی رضامندی ضروری ہے، نہ عدت میں ترکِ زینت کا حکم ہے، نہ میاں بیوی کو زمانۂ عدت میں علیحدہ رہنے کا حکم ہے، بلکہ زوج اور زوجہ کے لیے ایک گھر میں رہنا جائز ہے۔(غایۃ الأوطار:۲/ ۱۰۸)

(۲)...... اپنی مدخولہ بیوی کو ایسے تین طہر میں جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو ایک ایک کر کے تین طلاقیں دیدینا طلاقِ حسن ہے، کیوں کہ اس طرح طلاق دینے کی صورت میں اگر دو طلاقیں دینے کے بعد شوہر اپنے اس اقدام پر نادم وشرمسار ہو تو عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔

(۳)...... ۱-...... مدخولہ بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دینا۔ ۲-...... ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں عورت کے ساتھ صحبت کر چکا۔ ۳-...... طلاقِ بائن دینا۔ ۴-...... ایک طہر میں ایک سے زائد (دو یا تین) طلاق دینا۔ ۵-...... غیر مدخولہ کو بیک وقت ایک سے زائد طلاق دینا۔ ۶-...... نابالغہ یا آئسہ (جس عورت کو حیض آنا بند ہو چکا ہو) کو ایک مہینہ میں ایک سے زائد طلاق دینا، یہ سب طلاقِ بدعت ہے، اس طرح طلاق دینے سے آدمی گناہ گار ہوتا ہے، البتہ طلاق بہر صورت واقع ہوجاتی ہے۔

ایک غلط فہمی:

عامۃً لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کے لیے تین طلاق دینا ہی ضروری ہے، اور جب تک تین طلاقیں نہیں دی جائیں گی نکاح ختم نہیں ہوگا، اس کی وجہ احکامِ شرعیہ سے ناواقفیت ہے۔ ایک طلاق دیکر بھی نکاح ختم کیا جاسکتا ہے (جس کا طریقہ اوپر گذر چکا)، نیز طلاق ضرورۃً مباح ہے، اور جو چیز ضرورۃً مباح ہوتی ہے وہ بقدرِ ضرورت ہی مباح ہوتی ہے، اور ضرورت ایک طلاق سے پوری ہوجاتی ہے، فقہ کا قاعدہ ہے: " الضرورات تبيح المحظورات ، وما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها ". [الأشباہ والنظائر:۳۰۷-۳۰۸] اس لیے زائد طلاقیں دینے سے پرہیز کیا جائے، تاکہ گناہ لازم نہ آئے۔

مسائل نکاح

منگنی کے موقع پرلڑکے والوں کا مٹھائی لانا

مسئلہ(۲۳۷) نکاح سے قبل منگنی کے موقع پرلڑکے والے،لڑکی والوں کے یہاں جومٹھائی وغیرہ لے کرآتے ہیں اگر یہ بطورِشرط اور مجبور ہوکر دینا ہوتا ہوتو یہ رشوت ہے، جوکہ ناجائز وحرام ہے، اور اگر بطورِشرط اور مجبور ہوکرنہیں دیتے بلکہ بطیبِ خاطرہی دیتے ہیں،لیکن رسم ورواج کی بناء پر دیتے ہیں تو بھی ناجائز ہے، کیونکہ قاعدہ ہے:" **المعروف کالمشروط**" معروف مشروط کی طرح ہے، ہاں اگرکہیں عرف نہ ہواور نہ ہی رسم ورواج ہو، بلکہ بلاطلب ، بلاشرط ، بلا رسم ورواج کی پابندی کے بطیبِ خاطر دیتے ہیں تو یہ ہدیہ ہوگا،اوراس کالینا جائزاوردرست ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **مشکوٰة المصابیح** ": عن أبي مرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **ألا لا تظلموا، ألا لايحل مال امرئٍ إلا بطيب نفس منه.** رواه البيهقي في شعب الإيمان، والدارقطني في المجتبیٰ. (ص:۲۵۵، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني)

ما فی " **مجموعة الفتاوی مترجم للشيخ العلامة عبد الحی اللکنوی** ": قال في الوسيلة الأحمدية شرح الطريقة المحمدية: ولعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي، ومن الرشوة ما أخذه ولي المرأة قبل النكاح، إذا كان بالسؤال أو كان إعطاء الزوج بناءً على عدم رضائه على تقرير عدمه، أما إذا كان بلا سؤال ولا عن عدم رضائه فيكون هدية.

(۲/ ۲۳۰، استفتاء نمبر:۷۲، بحواله فتاوی محموديه:۱۱/ ۱۸۷)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده، لأنه رشوة.=

دعوتِ ولیمہ لڑکے والے کو کرانا چاہئے

مسئلہ(۲۳۸) شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے دعوتِ ولیمہ مسنون ومشروع ہے، لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کھانے اور کھلانے کا رواج بعد کی رسم ہے، صحابہ، تابعین، اور تبعِ تابعین کے زمانے میں یہ رسم نہیں تھی ، اس لیے یہ طریقہ خلافِ سنت ہے، اور گاؤں برادری کو بھوج (ضیافت/کھانا) نہ دینے پر لڑکی کے باپ کو طعنہ دینا ناجائز اور گناہِ کبیرہ ہے۔

اگر لڑکی والے دباؤ میں آکر، یا رسم ورواج کا پابند ہوکر کھلا بھی دیں، یا شہرت وتفاخر کے طور پر کھلائے تو اس کا کھانا حرام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''کسی کا مال بغیر اس کی رضا اور خوشی کے استعمال کرنا حلال نہیں'' (۱)۔

اسی طرح ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لیے کھلانے والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے، اور ان کا کھانا نہ کھایا جائے (۲)، اس لیے لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کا التزام کرنا، اور

= **"درمختار"**. قال الشامي : قوله : (عند التسليم) أي بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً، وكذ لو أبىٰ أن يزوجها فللزوج الاسترداد قائماً أو هالكاً لأنه رشوة ."بزازية".

(٤/٣٠٧، كتاب النكاح، باب المهر، البحر الرائق:٣/٣٢٥، باب المهر، الفتاوىٰ البزازية على هامش الهندية: ٤/١٣٦، الفصل الثاني عشر في الهبة)

والحجة على ما قلنا

(١) **"لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه"**. (مشكوة المصابيح : ص٢٥٥، باب الغصب والعارية)

(٢) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **"المتباريان لا يجابان ولا يؤكل طعامهما"**. قال الإمام أحمد: يعني المتعارضين بالضيافة فخراً ورياءً".

(مشكوة المصابيح : ص٢٧٩، باب الوليمة، الفصل الثالث، فتاوى محموديه:١١/٢٣٩)

اس کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے، حالانکہ آج معاملہ ایسا ہوگیا ہے کہ زیادہ تر لڑکی والوں کی طرف سے ہی اس کا التزام کیا جارہا ہے، اس لیے یہ چیزیں واجب الترک ہیں۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتوی ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے باراتیوں یا برادری کو کھانا دینا لازم یا مسنون اور مستحب نہیں ہے، اگر بغیر التزام کے وہ اپنی مرضی سے کھانا دیدیں تو مباح ہے، نہ دیں تو کوئی الزام نہیں (۱)۔

عورت کو لانا شوہر کی ذمہ داری ہے

مسئلہ(۲۳۹) رخصتی کے وقت عورت کو لانے کی ذمہ داری بھی شوہر پر ہوگی، کیونکہ ہمارا عرف ایسا ہی ہے، عورت خود نہیں جاتی ہے۔(۲)

وہ چیزیں جو مرد پر عورت کے لیے لازم ہیں

مسئلہ(۲۴۰): مرد، عورت کے لیے ان تمام چیزوں کو جن کا تعلق روزمرہ زندگی سے ہے، اپنی استطاعت کے مطابق مہیا کرے مثلاً: ماکولات، مشروبات، ملبوسات، سکنیٰ، نیز صحت کی حفاظت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، اور صفائی ستھرائی کے اعتبار سے جن اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً صابون، کنگھی، تیل اور پاؤڈر جس سے بدبو کو دور کیا جاتا ہے، مرد کے ذمہ لازم ہے، رہی وہ

---

(۱) (كفاية المفتي : ۵/۱۵۶۔ ۱۵۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**الحديث**": **ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن، وما رأوه سيئاً فهو عند الله سيئٌ**. (المعجم الأوسط للطبراني: ۲/۳۸۴، رقم الحديث: ۳۶۰۲)

ما في "**الأشباه والنظائر**": بقاعدة فقهية : "العادة محكمة". (۱/۳۲۸)

چیزیں جن کے بغیر زندگی کا گزران ہوسکتا ہوان کا مہیا کرنا مرد پر لازم نہیں، ہاں اگر مرد ان چیزوں کو لادے، تو عورت پر ان کا استعمال لازم ہوگا، جیسے میک اَپ، عطریات وغیرہ، علاج ومعالجہ کی ذمہ داری مرد پر واجب نہیں ہے، لیکن اگر وہ علاج ومعالجہ کرائے تو یہ اس کی طرف سے احسان ہوگا، نیز دھوبی کا خرچہ اگر مرد کی اجازت سے ہوتو پھر مرد پر لازم ہے، ورنہ نہیں۔ اسی طرح دایا کی مزدوری اس پر ہوگی جس نے دایا کو لایا ہے، اگر مرد نے لایا ہے تو مزدوری مرد پر واجب ہوگی، اور اگر عورت کے والدین نے دایا کو بلوایا تو اب اس کی مزدوری بھی ان پر لازم ہوگی۔(۱)

والحجة على ما قلنا

ما فی " **الفتاوی الهندية** ": والنفقة الواجبة المأكول والملبوس والسكنىٰ، أما المأكول فالدقيق والماء والملح والحطب والدهن كذا في التتارخانية۔ وكما يفرض لها قدر الكفاية من الطعام كذلك من الادام كذا في فتح القدير۔ ويجب لها ما تنظف به وتزيل الوسخ كالمشط والدهن وما تغسل به الرأس من السدر والخطمى وما تزيل به الدرن كالأشنان والصابون على عادة أهل البلد، وأما ما يقصد به التلذذ والاستمتاع مثل الخضاب والكحل فلا يلزمه بل هو على اختياره إن شاء هيأه لها وإن شاء تركه فإذا هيأه لها فعليها استعماله، وأما الطيب فلا يجب عليه منه إلا ما يقطع به السهوكة لا غير، ويجب عليه ما يقطع به الصنان، ولا يجب الدواء للمرض ولا أجرة الطبيب ولا الفصد ولا الحجامة كذا في السراج الوهاج، وعليه من الماء ما تغسل به ثيابها وبدنها من الوسخ كذا في الجوهرة النيرة .... وأجرة القابلة عليها إن استأجرتها ولو استأجرها الزوج فعليه اهـ.

(الفتاوی الهندية: ۵۴۹/۱، الباب السابع عشر في النفقات، الفتاوی التاتارخانية:۲۴۲/۳، كتاب النفقات، رد المحتار: ۲۹۱/۵، باب النفقة، بدائع الصنائع: ۱۵۳/۵)

ما فی " **الكتاب** " : لقوله تعالى : ﴿**لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفساً إلا وسعها**﴾. (سورة الطلاق:۷)

باپ کی طرف سے بیٹی کو سامانِ جہیز دینا

مسئلہ(۲۴۱): باپ اپنی بیٹی کو رخصتی کے وقت اپنی وسعت کے مطابق بطورِ تحفہ کے جو جہیز دیتا ہے یہ جائز ہے اور مستحسن ہے(۱)۔لیکن لڑکا مطالبہ کرے کہ اگر آپ فلاں فلاں چیز دیں تو میں آپ کی لڑکی سے نکاح کروں گا، اور اس پر لڑکی کے باپ کو مجبور کرے تو یہ شرعاً ناجائز وحرام اور مردانیت سے گراہوا فعل ہے(۲)، نیز یہ ہندوانہ رسم ہے جو مسلمانوں میں رائج ہوگئی ہے، لہذا اس سے بچنا لازم اور ضروری ہے(۳)۔

جہیز لڑکی کی ملک ہے یا باپ کی؟

مسئلہ(۲۴۲): جہیز میں دیا گیا سامان لڑکی کی ملک ہے، باپ دوبارہ واپس نہیں لے سکتا، اور نہ خسر وغیرہ لے سکتے ہیں، لیکن یہ مسئلہ عرف پر مبنی ہوگا، اگر کسی جگہ کا عرفِ دائمی یہ ہو کہ باپ جو سامان دیتا ہے وہ بطورِ جہیز دیتا ہے نہ کہ بطورِ عاریت، تو اب یہ سامان لڑکی کا ہی سمجھا جائیگا، لیکن اگر کسی جگہ کا عرف یہ ہو کہ باپ جو سامانِ جہیز دیتا ہے وہ بطورِ عاریت ہے تو اب لڑکی اس سامان کی مالک نہیں

والحجة على ما قلنا

(۱) ما فی "**الحديث**": عن علي رضي الله عنه قال: **جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها اذخر.** (سنن النسائي: ۲/۷۷، باب جهاز الرجل ابنته)

(۲) ما فی "**الكتاب**": قال الله تعالى: ﴿**الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض**﴾. (سورة النساء:۳۴)

(۳) قال الله تعالى: ﴿**يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل**﴾. (سورة النساء : ۳۰)

ما في " **السنن لأبي داود**" : وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **من تشبه بقوم فهو منهم**" .

(ص۵۵۹، كتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

بنے گی، بلکہ باپ ہی اس کا مالک رہیگا،لیکن اگر باپ اشرافِ ناس میں سے ہے،اور جو سامانِ جہیز دیا گیا ہے وہ بقدرِ عرف ورواج ہے تو اب وہ لڑکی کا سامان سمجھا جائیگا،اوراگر سامان عرف ورواج کی مقدار سے زائد ہے تو وہ زائد سامان عاریۃً ہوگا،اور لڑکی کے باپ ہی کا مال سمجھا جائیگا لڑکی کا نہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما فی "**النهر الفائق**": ولو جهز بنته وسلمه إليها ليس له في الإستحسان استرداده منها وعليه الفتوى. (۲/۲٦٥، كتاب النكاح، باب المهر)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": (جهز ابنته ثم ادعى أن ما دفعه لها عارية وقالت هو تمليك أو قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه، وقال الأب) أو ورثته بعد موته (عارية فـ) المعتمد أن (القول للزوج، ولها إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عاريةً، و) أما (إن مشتركاً) كمصر والشام، (فالقول للأب) كما لو كان أكثر مما يجهز به مثلها .... واستحسن في النهر تبعاً لقاضيخان أن الأب إن كان من الأشراف لم يقبل قوله أنه عارية . "**درمختار**". قوله: (فالمعتمدالخ) عبر عنه في فتح القدير بأنه المختار للفتوى۔ ومقابله ما نقله قبله من أن القول لها: أي بدون تفصيل بشهادة الظاهر لأن العادة دفع ذلك هبة........ قلت: ومقتضاه أن المراد من استمرار العرف هنا غلبته .... قال الشيخ الإمام الأجل الشهيد: المختار للفتوىٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لاعاريةً لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية فالقول للأب.

(٤/٣٠٧۔٣٠٩، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب أنفق على معتدة الغير، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية، الفتاوى الهندية:١/٣٢٧، الفصل السادس عشر في جهاز البنت، وكذا فيه أيضاً:٤/٤٠٢، الباب الحادي عشر في المتفرقات)

ما فی "**درر الحكام شرح مجلة الأحكام**": بقاعدة فقهية:" العادة محكمة ".

(درر الحكام:١/٤٤، المادة:٣٦، الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفيؒ:١/٣٢٨)

وأيضاً: " إنما تعتبر العادة إذ اطردت أو غلبت ".

(١/٥٠، المادة:٤١، رد المحتار: ٤/٣٠٨، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية ، الأشباه والنظائر:١/٣٣٣، خير الفتاوى:٤/٦٠٣)

نکاح میں انجام پانے والی بدعات وخرافات

مسئلہ(۲۴۳): نکاح میں گانا بجانا، ناچنا نچوانا، ویڈیو شوٹنگ کرنا، فوٹو کھچوانا، عورتوں کا بے پردہ گھومنا، مرد وعورت کا ایک ساتھ کھانا کھانا، عورتوں کا غیر محرموں کے ساتھ باتیں کرنا، مستی مذاق کرنا، محرمات کا داماد کے گال پر ہاتھ پھیر کر انگلیاں پھوڑنا، بہنوئی کے جوتے چپل چھپا دینا، بارات کا راستہ روکنا، گولہ اور پٹاخے پھوڑنا، عورتوں کا اشعار اور گیت گانا، مرد کا ہاتھ پاؤں پر مہندی لگانا، دولہا اور دلہن کو سہرا اور گجرا وغیرہ پہنانا، دولہا دلہن کا ایک جگہ بیٹھنا جبکہ دلہن کا منہ کھلا ہوا ہو، اور نو جوان لڑکے لڑکیاں ارد گرد ہوں، گھوڑے پر دولہے کا سوار ہونا، جوان عورتوں کا بارات میں شامل ہونا اور دولہا کے ناک کان کھینچنا، یہ سب ہندوانہ رسمیں ہیں جو ناجائز اور حرام ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی دی ہوئی شریعتِ مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور بدعات وخرافات سے پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین۔(۱)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما فی "**الكتاب**": لقوله تعالى:﴿**ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه ، وهو في الآخرة من الخاسرين**﴾ . (سورة ال عمران:۸٤)

ما فی "**الحديث**":عن عائشةؓ قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم : " **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد** " . (صحيح البخاري: ۱/ ۳۷۱، مشكوة المصابيح:ص۲۷)

ما فی "**الحديث**": عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " **ليس منا من تشبه بغيرنا لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى** " . (جامع الترمذي:۲/ ۹۹)

ما فی "**الحديث**": عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **أبغض الناس إلى الله ثلاثة: ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية، ومطلب دم امرئٍ مسلم بغير حق ليهريق دمه** ". رواه البخاري . (مشكوة المصابيح:ص۲۷) =

منگنی سے پہلے لڑکی کا فوٹو دیکھنا

مسئلہ(٢٤٤): نکاح کے ارادے سے کسی لڑکا لڑکی کا آپس میں آمنے سامنے دیکھنا تو جائز ہے(۱)

= ما فی "**الحديث**": عن جابر قال: قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم : " **فإن خير الحديث كتاب الله، وخير الهدي هدي محمدٍ ، وشر الأمور محدثاتها ، وكل بدعةٍ ضلالة** ". رواه مسلم .

(مشكوة المصابيح:ص٢٧)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": (وكذا مريد نكاحها) ولو عن شهوة بنية السنة لا قضاء الشهوة. "درمختار". قوله: (بنية السنة)........ولو أراد أن يتزوج امرأة فلا بأس أن ينظر إليها، وإن خاف أن يشتهيها لقوله عليه الصلاة والسلام للمغيرة بن شعبة حين خطب امرأة "انظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما". رواه الترمذي والنسائي وغيرهما. (٥٣٢/٩، الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس)

ما فی "**الحديث**": عن أنس بن مالك أن المغيرة بن شعبة أراد أن يتزوج امرأة فقال له النبي صلى الله عليه وسلم : " **اذهب فانظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم يعني بينكما ففعل فتزوجها**".

(سنن ابن ماجه:ص١٣٤، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها، سنن الترمذي : ٢٠٧/١، باب ماجاء في النظر إلى المخطوبة، سنن أبي داود: ٢٨٤/١، باب الرجل ينظر المرأة وهويريد تزويجها، الصحيح لمسلم: ٤٥٦/١، باب ندب من أراد نكاح امرأة)

ما فی "**موسوعة فتاوى النبي صلى الله عليه وسلم**": قوله: "وأبي حميد" أخرجه أحمد مرفوعاً: "إذا خطب أحدكم امرأة فلا جناح عليه أن ينظر منها، إذا كان إنما ينظر إليها لخطبة، وإن كانت لا تعلم". (١٩٨/٢، في إباحة النظر إلى المخطوبة)

ما فی "**مرقاة المفاتيح** ": وفي هذا دلالة على جواز ذكر مثل هذا للنصيحة، وفيه استحباب النظر إليها قبل الخطبة حتى إن كرهها تركها من غير إيذاء، .... وإنما يباح له النظر إلى وجهها وكفيها فحسب لأنهما ليسا بعورة في حقه، فيستدل بالوجه على الجمال وضده، بالكفين على سائر أعضائها باللين =

مگر تصویر اور فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔اور یہ عدمِ جواز تصویر سازی کی حرمت کی بناء پر ہے، کیوں کہ فوٹو دیکھنے کے لیے فوٹو نکالنا ہوگا، جو شرعاً ممنوع ہے۔(۱)

= والخشونة. (۲۵۱/۶، باب النظر إلی المخطوبة)

(۱) ما فی "**الحدیث**": وعن ابن عباس قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : " **لا تدخل الملائکة بیتاً فیه صورة تمثال، والمصورون یعذبون یوم القیامة في النار، یقول لهم الرحمن: قوموا إلی ما صورتم، فلا یزالون یعذبون حتی تنطق الصور ولا تنطق** ".

(مجمع الزوائد:۲۲۷/۵، رقم الباب:۵۹، ما جاء في التماثیل والصور، سنن الترمذي: ۳۰۵/۱، باب ماجاء في المصورین)

ما فی "**الحدیث**": لقوله علیه السلام :" **إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون**".

(الصحیح البخاري :۸۸۰/۲، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، الصحیح لمسلم : ۲۰۱/۲،کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویرصورة الحیوان)

ما فی "**الجامع لأحکام القرآن للقرطبي**": قال القرطبيؒ: یدل علی المنع من تصویر شيء أي شيء کان. (۲۷٤/۱٤)

ما فی "**ردالمحتار علی الدر المختار**": " لاتمثالَ إنسان أو طیر" ."درمختار". قوله : (أو طیر) لحرمة تصویر ذي الروح .(۵۱۹/۹، الحظر والإباحة، فصل في اللبس)

ما فی "**شرح النووي علی هامش المسلم**": قال أصحابنا وغیرهم من العلماء:" تصویر صورة الحیوان حرام شدید، وهو من أکبر الکبائر، لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور في الأحادیث، وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیره، فصنعته حرام بکل حال، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالی، وسواء کان في ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو إناء أو حائط أو غیرها.

(۱۹۹/۲، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم صورة الحیوان،ردالمحتار:٤۱٦/۲، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب : إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترك السنة أولی، فتاوی رحیمیه:۱۵۲/۸)

منگنی کے بعد منگیتر لڑکا اور لڑکی کا ساتھ گھومنا

مسئلہ(۲۴۵): آج کل یہ رواج عام ہوچلا ہے کہ منگنی کے بعد لڑکے منگیتر لڑکی کے ساتھ سیر وتفریح کے لیے نکل جاتے ہیں، اور اس سے اختلاط کرتے ہیں، جب کہ محض منگنی کر لینے سے نکاح نہیں ہوتا، اس لیے نکاح سے پہلے منگیتر لڑکی اجنبیہ ہی ہے، اور اجنبی مرد کا اجنبیہ عورت کے ساتھ اختلاط حرام ہے(۱)، کیوں کہ یہ اختلاط حرام میں وقوع کا ذریعہ ہے، اور فقہ کا قاعدہ ہے: کہ ''ذریعۂ حرام بھی حرام ہوتا ہے''(۲)۔

شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کا آپسی میل ملاپ

مسئلہ(۲۴۶): آج کل مغربی کلچر و یورپی تہذیب کو آئیڈیل بنانے والے ملکوں نے، قانونِ اسلام کے خلاف اباحیت کا نعرہ لگاتے ہوئے، منگنی کے بعد عقدِ نکاح سے قبل، زوجین کو باہم محبت و پیار کے تعلقات قائم کرنے، اور ایک دوسرے کے ساتھ عرصۂ دراز گزارنے کو نہ صرف جائز قرار دیا، بلکہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی '' **السنن لأبي داود** '': عن ابن عمر نهى النبي صلى الله عليه وسلم أن يمشي الرجل بين المرأتين. (۲/۷۱۵، كتاب الأدب، باب في مشي النساء في الطريق)

ما فی '' **رد المحتار على الدر المختار** '': وقال العلامة ابن عابدين تحت قوله: (الخلوة بالأجنبية حرام) أي الحرة لما علمت من الخلاف في الأمة وقوله:(حرام) قال في القنية: مكروهة كراهة تحريم.

(۹/۵۲۹، الحظر والإباحة، فصل في النظر)

(۲) ما فی '' **المقاصد الشرعية للخادمی** '': وبقاعدة فقهية سداً للذرائع :'' أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً''.

(المقاصد الشرعية للخادمي:ص۴۶)

ما فی '' **اعلام المؤقعين** '': '' وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود''.(۳/۱۷۵، فتاوى رحيميه:۸/۱۵۱)

نوبت اب یہاں تک پہونچ چکی، کہ جب وہ عورت حاملہ ہوجاتی ہےتب نکاح کرتے ہیں (**لاحول ولا قوۃ إلاباللہ**)،اس طرح کا اختلاط (میل ملاپ) سراسر حرام اوراسلامی نقطۂ نظر کے خلاف ہی نہیں، بلکہ عقلاً بھی مہذب قانون، اور ثقافتِ انسانی کے خلاف ہے، اور ایک غیر فطری وغیر اخلاقی کوشش ہے، کیونکہ اباحیت کا یہ نعرہ عورتوں کے ساتھ ظلم اور کھلی زیادتی ہے، اس لئے کہ شادی سے قبل اگران جنسی تعلقات نے منفی تعلقات اور خواہشات کو تکمیل تک پہونچادیا، اور پھر رشتہ نہ ہوسکا تو اس کا خمیازہ تنہا عورت ہی کو بھگتنا پڑتا ہے، اللہ مغرب کی اندھی تقلید سے ہماری حفاظت فرمائے ،اور قرآنی واسلامی قانون پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی ”**الحدیث**“: وعن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : ” **لا يخلون رجل بإمرأة إلا كان ثالثهما الشيطان** “.

(مشكوة المصابيح:۱۹/٤، باب النظرإلى المخطوبة، جامع الترمذي:۳۹/۲، باب في لزوم الجماعة)

ما فی ”**الحدیث**“: عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى : ” **أن يمشي يعني الرجل بين المرأتين** “. (أبوداود:۷۱۵/۲، كتاب الأدب، باب في مشي النساء في الطريق)

ما فی ”**رد المحتار على الدر المختار**“: وفي الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام . قوله : (حرام) قال في القنية: مكروهة كراهة تحريم. (۵۲۹/۹،الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس)

ما فی ”**رد المحتار على الدر المختار**“: ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزاً عطست أو سلمت، فيشمتها ولا يرد السلام عليها، وإلا لا انتهى . قوله: (وإلا لا) أي وإلا تكن عجوزاً بل شابة لا يشمتها، ولا يرد السلام بلسانه. (۵۳۰/۹، الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس)

ما فی ”**مرقاة المفاتيح**“: قال النووي : نظر الرجل إلى المرأة الأجنبية حرام من كل شيء من يدفعها، وكذلك نظر المرأة إلى الرجل سواء كان بشهوة أو بغيرها.

(مرقاة المفاتيح:۲۵۲/۶، باب النظر إلى المخطوبة، شرح الطيبي:۲۵۲/۶، البحرالرائق:۳۵۲/۸۔۳۵۶، =

شادی میں بارات کی رسم

مسئلہ(۲۴۷): شادی میں بارات کی رسم ایسی بری رسم ہے، جو بہت سارے خرافات کوشامل ہے، اورسنت وشریعت کے بالکل خلاف ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بارات کوبھی شادی کا بہت بڑا رکن سمجھا جاتا ہے، اس کیلئے دولہا اور کبھی دلہن والے بڑے اصرار وتکرار کرتے ہیں، اصل غرض اس سے محض ناموری وتفاخر ہے، اور ریا کاری وتفاخر کیلئے کوئی بھی عمل کرنا حرام ہے۔(۱)

= کتاب الکراهية، فصل في النظر واللمس، الفتاوی الهندية:۵/۳۲۸، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه)

ما فی "**الکتاب**": ولقوله تعالی:﴿**ولا تقربوا الزنی إنه کان فاحشة وساء سبيلا**﴾.

(بني اسرائيل:۳۲)

ما فی "**التفسير الکبير**": الزنا اشتمل علی أنواع من المفاسد: وثالثها: أن المرأة إذا باشرت الزناء وتمرنت عليه يستقذرها کل طبع سليم، وکل خاطر مستقيم، وحينئذ لا تحصل الألفة والمحبة ولا يتم السکن والازدواج، ولذلك فإن المرأة إذا اشتهرت بالزنا تنفر عن مقارنتها طباع أکثر الخلق.(۳۳۲/۷)

ما فی "**الحديث**": وعن الحسن مرفوعاً قال: وبلغني أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: "**لعن الله الناظر والمنظور إليه**". (شعب الإيمان للبيهقي:۶/۱۶۲، رقم الحديث:۷۷۸۸، فصل في الحمام، مشکوة المصابيح:۴/۲۱، الفصل الثالث، فتاوی رحيميه:۸/۱۵۱، آپ کے مسائل اور ان کاحل:۵/۳۴)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی "**الکتاب**": لقوله تعالی: ﴿**يآيها الذين اٰمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والأذی، کالذي ينفق ماله ريآء الناس ولا يؤمن بالله واليوم الآخر**﴾.(سورة البقرة:۲۶۳)

ما فی "**الحديث**": عن شداد بن أوس قال: سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: "**من صلی يرائي فقد أشرک ومن صام يرائي فقد أشرک ومن تصدق يرائي فقد أشرک**". رواه أحمد.

(مشکوة المصابيح:ص۴۵۵) =

موجودہ زمانہ میں بارات کی ضرورت نہیں

مسئلہ(۲۴۸): بارات کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب راستوں میں امن وامان نہیں تھا، اکثر اوقات ڈاکوؤں سے دوچار ہونا پڑتا تھا، دولہا دلہن کے جان ومال، اسباب وزیورات وغیرہ کے لٹنے کا خطرہ رہا کرتا تھا، اس لیے ان کی حفاظت کی خاطر رسمِ بارات کی ایجاد ہوئی تھی، کہ دولہا دلہن کے پیچھے ایک آدمی ضرور جاتا تھا، مگر اب تو نہ وہ ضرورت باقی رہی اور نہ مصلحت، صرف افتخار واشتہار یعنی فخر اور دکھلاوا باقی رہ گیا ہے، جو شرعاً ممنوع وحرام ہے۔(۱)

شادی کی دعوت میں بن بلائے جانا

مسئلہ(۲۴۹): آج کل شادیوں کی دعوت میں ہوتا یہ ہے کہ بلایا جاتا ہے پچاس آدمیوں کو اور جا پہنچتے ہیں سو آدمی، اول تو بن بلائے اس طرح کسی کے گھر جا کر کھالینا حرام ہے، حدیث میں ہے کہ: ''جو شخص دعوت میں بن بلائے جائے وہ چور ہوکر داخل ہوا اور لٹیرا ہوکر نکلا، یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے جیسے چوری اور لوٹ مار کا ہوتا ہے(۲)، نیز اس میں میزبان شخص کی بے ابروئی اور بے عزتی بھی ہوتی ہے، کہ اس نے صرف پچاس لوگوں کا کھانا پکایا تھا، اب سو آدمی پہنچ گئے جس کی وجہ سے کھانا گھٹ گیا، جبکہ کسی کو

= ما فی ''**الحدیث**'': عن محمود بن لبيد أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: '' **إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر، قالوا : يا رسول الله ! وما الشرك الأصغر؟ قال: الرياء** ''. رواه أحمد ، وزاد البيهقي في شعب الإيمان: يقول الله لهم يوم يجازى العباد بأعمالهم : '' **اذهبوا إلى الذين كنتم تراؤون في الدنيا فانظروا هل تجدون عندهم جزاء وخيراً** ''.(مشكوة المصابيح :ص٤٥٦)

(۱) ما فی ''**الأشباه والنظائر**'': ''الضرورات تبيح المحظورات'' . ''ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها''۔''ما جازبعذر بطل بزواله''.(۱/۳۰۷،۳۰۸،۳۱۰)

(۲) ما فی ''**الحدیث**'': عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ''**ألا** ! =

ذلیل ورسوا کرنا گناہ ہے(۱)، پھران باتوں کی وجہ سے اکثر جانبین سے ایسی ضدا ضدی اورنا چاقی ونااتفاقی پیدا ہوتی ہے کہ عمربھراس کااثر دلوں میں رہتا ہے،اورجن باتوں سے ناچاقی ونااتفاقی پیدا ہوتی ہو وہ حرام ہیں(۲)۔

= **لا تظلموا، ألا ! لا يحل مال امرئٍ إلا بطيبِ نفس منه"**. رواه البيهقي في شعب الإيمان والدارقطني في المجتبى. (مشكوة المصابيح:ص۲۵۵، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني)

ما في " **الحديث**": عن عبد الله بن عمر قال: قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم: **من دُعِيَ فلم يُجب فقد عصى الله ورسوله، ومن دخل على غير دعوةٍ دخل سارقاً وخرج مغيراً** (أي غاصباً). رواه أبوداود. (مشكوة المصابيح:ص۲۷۸)

(۱) ما في " **الحديث**": عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : **المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه ، التقوىٰ هٰهنا ، بحسب امرئٍ من الشر أن يحتقر أخاه المسلم** . هذا حديث حسن غريب.

(جامع الترمذي:۲/۱٤، ابواب البر والصلة، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم)

(۲) ما في " **الكتاب**" : لقوله تعالى : ﴿**وأطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا إن الله مع الصبرين**﴾. (سورة الأنفال:٤٦)

ما في "**الحديث**": عن ابن عمر قال : خطبنا عمر بالجابية فقال : " **يا أيها الناس! إني قمت فيكم كمقام رسول الله فينا، فقال: أوصيكم بأصحابي ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم، ثم يفشو الكذب حتى يحلف الرجل يستحلف، ويشهد الشاهد، ولا يستشهد، ألا ! لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان، عليكم بالجماعة وإياكم والفرقة ، فإن الشيطان مع الواحد وهو من الإثنين أبعد ، من أراد بحبوبة الجنة فليلزم الجماعة ، من سرته حسنته وسائته سيئته فذلكم المؤمن**". هذا حديث حسن.

(جامع الترمذي :۲/۳۹، باب في لزوم الجماعة)

توأمین (جڑوا) کا نکاح

مسئلہ(۲۵۰): توأمین (یعنی دو جڑی ہوئی بہنیں) کی تین صورتیں ہیں:......ا-......بعض اعضاء الگ ہوں، بعض کمر سے ایک ہوں، ہاتھ پاؤں اگر چہ الگ الگ ہوں، مگر پیشاب پاخانہ ایک ہی راستہ سے ہوتا ہوتو یہ ایک عورت کے حکم میں ہے، کسی ایک مرد سے ان کا نکاح درست ہے۔

۲/......تمام اعضاء الگ الگ ہوں، مگر بعض میں کسی ایک جگہ پر ایسا جوڑ ہو کہ بغیر کسی خطرے کے آپریشن (Operation) کے ذریعہ دونوں کو جدا کیا جاسکتا ہو، تو وہ الگ الگ عورتیں ہیں، بغیر جدا کئے ہوئے کسی ایک ہی مرد سے نکاح کرنا حرام ہوگا، کیوں کہ اس صورت میں دو بہنوں کا ایک ہی نکاح میں جمع ہونا لازم آئیگا، جس کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔

۳/......جسم خلقی طور پر اس طرح سے جڑے ہوئے ہوں، کہ ماہر سے ماہر ڈاکٹر بھی بغیر جان کے خطرے کے آپریشن (Operation) نہ کرسکتا ہو، تو بقول حکیم الامت علامہ تھانویؒ ایسی دو بہنوں کا نکاح کسی ایک مرد کے ساتھ کرنا جمع بین الأختین کی وجہ سے حرام ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": لقوله تعالى: ﴿**وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف إن الله كان غفورا رحيما**﴾. (سورة النساء:۲۳)

ما في "**الدر المنثور في التفسير المأثور**": وأخرج ابن أبي شيبة وابن المنذر عن وهب بن منبه أنه سئل عن وطء الأختين الأمتين فقال: أشهد أنه فيها أنزل الله على موسى عليه السلام ، بأنه ملعون من جمع بين الأختين . (الدرالمنثور في التفسير المأثور:۲/۲٤٥)

ما في "**التفسير الكبير للرازي**": إن هذه الآية دالة على تحريم الجمع أيضاً، لأن المسلمين أجمعوا على =

....

....

= أنه لا يجوز الجمع بين الأختين في حل الوطیء.(۳۱/٤)

ما فی "**الحديث**": عن قتادة أن ابن مسعود رضي الله عنهما قال: حرم الله عز وجل اثنتي عشرة امرأة وأنا أكره اثنتي عشرة، الأمة وأمها، والأختان يجمع بينهما، والأمة إذا وطئها أبوك والأمة إذا وطئها ابنك، والأمة إذا زنت، والأمة في عدة غيرك، والأمة لها زوج، وأمتك مشركة، وعمتك وخالتك من الرضاعة.

(المعجم الكبير للطبراني:۳٤۳/۹، رقم الحديث:۹۷۰۹، دار احياء التراث، مجمع الزوائد: ۳۵۳/٤، باب فيما يحرم من النساء وغير ذلك، رقم الحديث:۷٤۲۰)

ما فی "**الفقه الإسلام وأدلته**": قال الحنفية والحنابلة: يحرم الجمع بين الأختين ومن في حكمهما إذا كانت واحدة منهما في اثناء العدة من طلاق بائن بينونة صغرٰی أو کبرٰی، لقوله عليه السلام : " **من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجمع ماء ہ في رحم اختين** ".

(۶۶۶۵/۹، الجمع بين الأختين ونحوهما في العدة، مكتبه كوئٹه، الموسوعة الفقهية المقارنة التجريد: ٤٤۳۳/۹، نكاح الأخت في عدة أختها المطلقة)

ما فی "**الفتاوی الهندية**": فإنه لا يجمع بين الأختين بنكاح ولا بوطء بملك يمين سواء كانتا أختين من النسب أو من الرضاع هكذا في السراج الوهاج، والأصل أن كل امرأتين لو صور إحداهما من أي جانب ذكراً لم يجز النكاح بينهما رضاع أو نسب لم يجز الجمع بينهما هكذا في المحيط.

(۲۷۷/۱، القسم الرابع المحرمات بالجمع)

ما فی " **الفتاوی التاتارخانية**": وفي التجريد : والجمع بين الأختين لا يجوز فإذا تزوج أختين معاً فسد نكاحهما. (۲۷٤/۲، الفصل الثاني في بيان ما يجوز من الأنكحة ومالا يجوز، فتح القدير:۲۰۳/۳، فصل في بيان المحرمات، البحرالرائق:۱۶۸/۳،كتاب النكاح، فصل في المحرمات، فتاوی دارالعلوم:۵۰۸/۷، خير الفتاوی:۲۷۵/٤)

مقلدلڑکی کا نکاح غیر مقلدلڑکے سے

مسئلہ(۲۵۱): مقلد کیلئے غیر مقلدلڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا یااس کا برعکس نامناسب ہے، کیونکہ مقلدین وغیر مقلدین میں بہت سے اصولی وفروعی اختلافات ہیں، یہ لوگ صحابہ کومعیارِحق نہیں مانتے ، ائمۂ اربعہ پر سبّ وشتم کرتے ہیں، بہت سے اجماعی مسائل کے منکر ہیں، صحابہ کرام کااجماع ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے، جبکہ یہ لوگ اسے بدعتِ عمری کہتے ہیں، اور تہجد کی آٹھ رکعت تراویح کیلئے پیش کرتے ہیں، جمعہ کی پہلی اذان کو بدعتِ عثمانی کہتے ہیں، ایک مجلس میں تین طلاق کے وقوع (جن پر صحابہ وجمہور علماء کا اجماع ہے) کا انکار کرتے ہیں، صحابہؓ نے عورتوں کومسجد میں آنے سے روکا ہے، جس پر صحابہ کا اجماع ہے، یہ لوگ اس کوٹھکراتے ہیں، اور بعض چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کو جائز کہتے ہیں، یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ان کے ساتھ نکاحی تعلق قائم کرنا کیسے گوارہ ہوسکتا ہے، لہذاان سے نکاحی تعلق قائم کرنا ہی بہترنہیں ہے، لیکن اگرنکاح کرلیا گیا تو منعقد ہوجائے گا۔(۱)

بعض وہ محللات جنہیں معاشرہ محرمات تصور کرتا ہے

مسئلہ(۲۵۲): چچی، ممانی اور بھابھی سے، چچا، ماموں یا بھائی کے طلاق دیدینے یاان کے انتقال کرجانے کے بعد جب عدت گزرجائے تو نکاح جائز ہے، بھابھی کی وہ لڑکی جواپنے بھائی کے علاوہ دوسرے شوہر سے ہو، اس سے بھی نکاح کرنا جائز ہے، اسی طرح بھتیجے یا بھانجے کی بیوی جس کوطلاق ہوچکی ہو، یااس کا شوہر مرگیا ہو، تو عدت کے بعداس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي النهر: تجوز مناكحة المعتزلة، لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة إن وقع إلزاماً في المباحث.

(۱۳٤/٤، ۱۳۵، المكتبة النعمانية بديوبند ، النهرالفائق: ۱۹٤/۲، خير الفتاوى:۳۲۳/٤)

نیز سوتیلی ماں کی بہن سے بھی نکاح جائز ہے، اور سوتیلے باپ کی وہ لڑکی جو اس کی ماں کے بطن سے نہ ہو، بلکہ کسی دوسری عورت کے بطن سے ہو، سے نکاح کرنا جائز ہے۔ باپ کے علاوہ دوسرے شوہر سے پیدا ہونے والی لڑکی سے نکاح جائز ہے، بہنوئی کی وہ بیٹی جو بہن کے پیٹ سے نہ ہو سے نکاح کرنا جائز ہے(۱)۔ بیوی کے پہلے شوہر کی وہ لڑکی جو بیوی کے بطن سے نہ ہو، سے نکاح کرنا جائز ہے، کیوں کہ اس لڑکی اور بیوی کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں، بلکہ وہ اجنبیہ کے حکم میں ہے(۲)۔ چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی بہن کی لڑکیوں سے نکاح جائز ہے(۳)۔

ان تمام کا نکاح آپس میں جائز ہے، کیوں کہ ایک کے ساتھ دوسرا محرم جمع نہیں ہو رہا ہے، اور فقہ کا ضابطہ ہے کہ: ایسی دو عورتوں کو آپس میں جمع کرنا، کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد تصور کیا

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الكتاب**": لقوله تعالى: ﴿**وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين**﴾. (سورة النساء: ٢٤)

ما فی "**مختصر تفسير ابن كثير**": أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (٣٧٤/١)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال۔"درمختار"۔ قوله: وكذا بنت ابنها. بحر. (١٠٥/٤، فصل في المحرمات)

(۲) ما فی "**الفتاوى الهندية**": ويجوز بين امرأة وبنت زوجها فإن المرأة لو فرضت ذكراً حلت له تلك البنت بخلاف العكس. (٢٧٧/١، القسم الرابع، المحرمات بالجمع)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها.

(٢٨٤/٢، فصل في المحرمات، مكتبه نعمانيه ديوبند)

(۳) ما فی "**أحكام القرآن للجصاص**": وخص تعالى العمات والخالات بالتحريم دون أولادهن ولا خلاف في نكاح جواز بنت العمة وبنت الخالة. (١٥٦/٢، باب ما يحرم من النساء تحت قوله وخالاتكم)

جائے تو دوسری اس پر حرام ہو، تو ان دونوں کے درمیان نکاح درست نہیں (۱)، اور یہ بات ان تمام مسائل میں نہیں پائی جاتی ہے۔

مہر حد سے زیادہ مقرر کرنا

مسئلہ (۲۵۳): آج کل یہ رواج عام ہو چکا ہے کہ بوقتِ نکاح مہر مؤجل (ادھار مہر) بطورِ تفاخر زیادہ سے زیادہ مقرر کیا جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بابرکت اور مسعود نکاح وہ ہے جس میں مالی بار (مہر) کم سے کم ہو (۲)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں ازدیادِ مہر (مہر زیادہ کرنا) سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ خبردار! عورتوں کا مہر زیادہ باندھ کر غلو مت کرو، اگر زیادہ مہر دنیا میں عزت کی بات ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقوی اور پسندیدہ چیز ہوتی، تو اللہ کے نبی ؐ اس کے زیادہ مستحق تھے کہ وہ اپنا مہر زیادہ باندھتے (۳)، اس لئے اپنی وسعت وطاقت کے مطابق مقدارِ مہر متعین ومقرر کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی شخص مہر زیادہ مقرر کردے، پھر ادا نہ کرے اور عورت سے معاف کرائے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

---

(۱) ما فی "**الفتاوی الهندیة**": والأصل أن كل امرأتين لو صورنا إحداهما من أي جانب ذكراً لم يجز النكاح بينهما. (۲۷۷/۱، القسم الرابع المحرمات بالجمع)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی "**الحدیث**": لقوله عليه السلام: " **إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة** ". رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكوة المصابيح:ص۲٦۸)

(۳) ما فی "**الحدیث**": عن أبي العجفاء قال: قال عمر بن الخطاب: " **ألا لا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أوتقوى عند الله لكان أولاكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم، ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية** ". (جامع الترمذي: ۲۱۱/۱، أبواب النكاح)

۱- ...... یہ کہ شوہر عورت کے مرض الموت میں مہر معاف کرائے، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ معافی شرعاً معتبر نہیں، کیوں کہ اب عورت کے جمیع مال میں بشمولِ مہر ورثاء کا حق وابستہ ہو چکا ہے(۱)۔

۲- ...... یہ کہ عورت اپنی حیات میں بخوشی معاف کردے خواہ وہ شوہر کے مرتے وقت ہی کیوں نہ ہو(۲)۔ معافی کی یہ صورت شرعاً معتبر ہے۔

مہر فاطمی کی مقدار موجودہ زمانہ میں

مسئلہ(**۲۵٤**): مہرِ فاطمی چارسواسّی''۴۸۰'' درہم ہیں، جن کی مقدار ہمارے زمانے میں ایک کلو چارسوانہتر (۱-۴۶۹) گرام، سات سوساٹھ (۷٦۰) ملی گرام چاندی ہوتی ہے، جو اس کی قیمت ہوگی وہی مہرِ فاطمی ہوگا، اور ایضاح المسائل میں چارسواسی درہم کی مقدار ڈیڑھ کلو، تیس گرام، نوسو ملی گرام ذکر کی گئی ہے۔(۳)

---

(۱) ما فی ''**البحر الرائق**'': ولا بد في صحة حطها من أن لا تكون مريضة مرض الموت۔

(۲٦٥/۳، كتاب النكاح، باب المهر، رد المحتار: ٤/۲٤۸، كتاب النكاح، باب المهر)

(۲) ما فی '' **الكتاب**'' : لقوله تعالى : ﴿**واتـو النساء صدقٰتهن نحلة فإن طبن لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيئاً مريئاً**﴾. (سورة النساء : ٤)

ما فی ''**البحر الرائق**'': ولا بد في صحة حطها عن الرضا حتى لو كانت مكروهة لم يصح.

(۲٦٤/۳، كتاب النكاح، باب المهر، رد المحتار: ٤/۲٤۸، كتاب النكاح ، باب المهر، بدائع الصنائع : ۵۱۹/۳، كتاب النكاح ، باب المهر، مجمع البحرين وملتقى النيرين في الفقه الحنفي:ص۵۲۵)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما فی ''**مـرقاة المفاتيح**'': عـن عمر بن الخطاب : '' **مـا عـلـمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نـكـح شيـئـاً مـن نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتي عشرة أوقية** ''. .... قوله : (من اثنتي عشرة أوقية) وهي أربع مائة وثمانون درهماً. (۲۹/٦، باب الصداق، الفصل الثاني) =

عورت سے جبراً نکاح کے کاغذات پر دستخط لینا

مسئلہ(۲۵۵): بوقتِ نکاح اگر عورت سے زبردستی دستخط کروالی جائے، یا انگوٹھا لگوالیا جائے، اور وہ زبانی قبول نہ کرے تو نکاح صحیح نہیں ہوگا۔(۱)

= ما فی " **الحديث**" : عن أبي العجفاء قال : قال عمر بن الخطاب : " **ألا لا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوى عند الله لكان أولكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم ، ما علمت رسو ل الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية** ".هذا حديث حسن صحيح ، والأوقية عند أهل العلم أربعون درهماً ، وثنتا عشرة أوقية هو أربع مائة وثمانون درهماً.

(جامع الترمذي : ۲۱۱/۱، أبواب النكاح ، باب ماجاء في مهور النساء ، وكذا في سنن أبي داود: ۲۸۷/۱، باب الصداق، امداد المفتيين:۴۷۱/۲، عزيز الفتاوى:۴۵۰/۱، احسن الفتاوى:۳۱/۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الدراية** ": قال العلامة العثماني رحمه الله : روي عن ابن عباس أن جارية بكراً أتت النبي صلى الله عليه وسلم ، فذكرت أن أباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم. رواه الإمام العلامة أحمد ، ورجاله ثقات وقال ابن القطان : صحيح .

(ص:۲۲۱، اعلاء السنن : ۷۷/۱۱، كتاب النكاح، باب لا يشترط الولي في صحة النكاح البالغة)

ما فی " **البحر الرائق** ": وقال ابن نجيم تحت قول صاحب الكنز: ولا تجبر بالغة على النكاح أي لا ينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها عندنا. انتهى. (۱۹۴/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": وقال في الهندية : لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً. (۲۸۷/۱،كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وقال العلامة الحصكفي: فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت . بحر. (۷۳/۴، كتاب النكاح، مطلب التزوج بإرسال كتاب) =

غیر اسلامی مذہب اختیار کرنے سے نکاح ٹوٹ جائے گا

مسئله(۲۵٦): کوئی شادی شدہ مسلمان مرد یا عورت ایسے مذہب کو اختیار کرلے جس کو علماء نے کفر قرار دیا تو وہ کافر ہوجائے گا اور نکاح بھی ٹوٹ جائے گا، جیسے قادیانی، پرویزی، اسماعیلی، غالی شیعہ، گوہرشاہی، آغاخانی وغیرہ۔(۱)

= ما فی " **البحر الرائق** ": قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: أفاد المصنف أن انعقاد النكاح بكتاب أحدهما يشترط فيه سماع الشاهدين قرأة الكتابة مع قبول الآخر.

(۱۵۷/۳، کتاب النکاح، آپ کے مسائل اور ان کا حل:ص/۱۱۳، خیر الفتاوی:۲۵۷/٤)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الكتاب**": لقوله تعالى:﴿**ولا تنكحوا المشركٰت حتى يؤمنّ**﴾. وقال تعالى: ﴿**ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا**﴾. (سورة البقرة:۲۲۱)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": (و) حرم نكاح (الوثنية) بالإجماع۔"درمختار"۔ وفي الفتح: ويدخل فی عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والإباحية. وفي شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقده۔

(رد المحتار: ٤/ ۱۲۵، كتاب النكاح، باب المهر)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في عليّ، أو أن جبريل غلط في الوحي. أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (۱۳۵/٤، كتاب النكاح، مطلب مهم في وطء السراري)

ما فی "**الدر على الرد**": (ولا) يصلح (أن ينكح مرتد أو مرتدة أحداً) من الناس مطلقاً. " درمختار ".

(۳۷٦/٤، باب نكاح الكافر، مطلب: الولد يتبع خير الأبوين ديناً)

ما فی "**الهداية**": وإذا ارتد أحد الزوجين عن الإسلام وقعت الفرقة بغير طلاق وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله.

(۳۲۸/۲، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، رد المحتار:۳٦٦/٤، كتاب النكاح، باب نكاح =

بیوی کوخون دینے سے نکاح میں کوئی نقص نہیں آتا

مسئلہ(۲۵۷): بیوی کوخون دینے سے نکاح میں کوئی نقص نہیں آتا، اور جس عورت کونکاح سے قبل خون دیا ہواس سے بھی نکاح جائز ہے، کیوں کہ خون دینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔(۱)

ایک مجلس میں تین طلاق

مسئلہ(۲۵۸): ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، اس میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور عورت شوہر کے نکاح سے خارج ہوجائے گی، اب بغیر حلالہ کے شوہر کا اس کو اپنے پاس رکھنا ناجائز اور حرام ہے۔(۲)

= الکافر، الفتاوی التاتارخانية:۲/۳۸۹، کتاب النکاح، نوع منه نکاح لمرتد، بدائع الصنائع:۳/۴٦۵، کتاب النکا ح، فصل في عدم نکاح الکافر المسلمة، اللباب في شرح الکتاب:۲/۱٦۱، کتاب النکاح، الجوهرة النیرة:۲/۱۴۷، مطلب في نکاح أهل الشرك)

ما فی " **قواعد الفقه**": وبقاعدة فقهية: الإسلام يعلو ولا يعلی عليه .(ص۵۸، خیر الفتاوی:۴/۲٦۳، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۵/۳۴۰)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب**": قال تعالی:﴿ **فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم فإن الله غفور رحيم**﴾. (المائدة:۳)

ما فی " **الفتاوی الهندية**": يجوز للتعليل شرب الدم والبول وأکل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (۵/ ۳۵۵، الباب الثاني عشر في التداوي والمعالجات)

ما فی " **الأشباه والنظائر**": بقاعدة فقهية : " الضرورات تبيح المحظورات" . " ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها".(۱/۳۰۷، ۳۰۸)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " **الکتاب**": قال الله تعالی:﴿ **الطلاق مرتٰن، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان**﴾. =

حلالہ کس طرح کیا جائے

مسئلہ(۲۵۹): حلالہ کی صورت یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ (جس عورت کو تین طلاق دیدی گئیں) عدت گزارنے کے بعد کسی مرد سے نکاح کرلے، اور بعد از نکاح میاں بیوی کے تعلقات بھی پائے جائیں، اس کے بعد شوہرِ ثانی اپنی مرضی سے اسے طلاق دیدے یا مرجائے، تو اس کی عدت گزر جانے کے بعد از سرِ نو شوہرِ اول اس کے ساتھ نکاح کرلے، اس طریقے وہ عورت اس کیلئے

= ﴿**فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره**﴾.(سورة البقرة:۲۲۹،۲۳۰)

ما فی "**الحديث**": عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: **ثلٰث جدهن جد وهزلهن جد، النكاح والطلاق والرجعة.** (مشكوة المصابيح:۲۸٤،كتاب الطلاق)

ما فی "**الحديث**": عن محمود بن لبيد قال: أخبر رسو ل الله صل الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلٰث تطليقات جميعاً فقام غضبان ، ثم قال : **أيلعب بكتاب الله عز وجل وأنا بين أظهركم؟** حتى قام رجل فقال : يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! ألا أقتله؟ رواه النسائي.

(مشكوة المصابيح :ص۲۸٤، كتاب الطلاق)

ما فی "**الحديث**": عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال : " **فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فأنفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم** ".

(سنن أبي داود:ص۳۰٦، كتاب الطلاق)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": (والبدعي ثلٰثة متفرقة) قوله : (ثلاثة متفرقة) وكذا بكلمة واحدة بالأولى .... وعن ابن عباس يقع به واحدة ، وبه قال ابن اسحق وطاوس وعكرمة لما في مسلم أن ابن عباس قال: كان الطلاق على عهد رسو ل الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة ، فقال عمر : إن النا س قد استعجلوا في أمر كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم فأمضاه عليهم، وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث.(٤/٤٣٤، كتاب الطلاق)

حلال اور جائز ہوگی۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": ﴿**فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره**﴾.(البقرة:۲۲۹)

ما في " **الموسوعة الفقهية الكويتية** " : وإنما تنتهي الحرمة وتحل للزوج الأول بشروط : النكاح ... أول شروط التحليل : النكاح ، لقوله تعالى : ﴿**حتى تنكح زوجاً غيره**﴾ فقد نفى حل المرأة لمطلقها ثلاثاً .... صحة النكاح : يشترط في النكاح الثاني لكي تحل المرأة للأول : أن يكون صحيحاً ، ولا تحل للأول إذا كان النكاح فاسداً ، حتى لو دخل بها ..... الوطء في الفرج : ذهب الجمهور إلى أنه يشترط مع صحة الزواج : أن يطأها الزوج الثاني في الفرج ، فلو وطئها دون الفرج ، أو في الدبر لم تحل للأول . لأن النبي صلى الله عليه وسلم علق الحل على ذوق العسيلة منهما، فقال لامرأة رفاعة القرظي : " **أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة ؟ لا ، حتى تذوقي عُسيلته ويذوق عسيلتك** " .

(۲۵۵/۱۰ ، تحليل، خير الفتاوى:۲٦۵/٤)

معیشت کا کردار انسانی زندگی پر

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿نحن قسمنا بینھم معیشتھم في الحیوٰۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضھم بعضاً سخریاً﴾ . ...ہم نے تو ان کے درمیان ان کی دنیوی زندگی (تک) میں ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے، اور ہم نے ایک کے درجے دوسرے سے بلند کر رکھے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔ (زخرف:۳۲)

تفسیر:......آیت سے دو امور مستنبط ہوتے ہیں: (۱) دنیا میں معاشی تقسیم یوں ہی اٹکل پچو نہیں، ایک خاص نظام تکوینی کے ماتحت چل رہی ہے۔ (۲) معاشی حیثیت سے بھی درجات کا فرق بالکل فطری وطبعی ہے، کوئی دائن ہوگا، کوئی مدیون، کوئی دولتمند، کوئی بے مایہ۔

نیز ﴿ورفعنا بعضھم بعضاً سخریاً﴾ ......معاشرہ میں فرقِ مراتب بالکل فطری وطبعی ہے، کوئی دولتمند ہوگا کوئی نادار، کوئی افسر کوئی ماتحت، بے طبقات معاشرہ سے اس کا لفظ ہی سرے سے بے معنی ہے، باقی بڑے چھوٹے کا نفس فرق تو قائم رہے گا، اور اسے قائم رہنا چاہئے۔ (ماجدی)

ارشادِ خداوندی ہے:﴿وجعلنا لکم فیھا معایش﴾ ......اور ہم نے اس میں معاش کے سامان تمہارے لیے بھی بنائے۔ (حجر:۲۰)

تفسیر:......معایش کے تحت میں ماکولات، مشروبات، ملبوسات داخل ہیں۔ (ماجدی)

زمانۂ سیاست واقتصادیت:

موجودہ زمانہ سیاسی اور اقتصادی زمانہ کہلاتا ہے، ہر نئی بننے والی حکومت اور ہر سرمایہ دار کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ اگر ملک کی معیشت مضبوط ہے تو حکومت مضبوط اور کاروبار مستحکم ہے، معیشت کی خوشحالی رعایا کی خوشحالی کا ذریعہ ہے، جب کہ بات اس کے بالکل برعکس ہے، کیوں کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ جو ممالک معیشت میں آگے ہیں دیکھنے میں آتا ہے کہ وہاں کی رعایا خوشحال تو ہے مگر قسما قسم کے انفیکشن اور ڈپریشن

سے دوچار ہیں، ایسے ہی سرمایہ دار کہ ملک کی معاشی ترقی میں ان کا اہم کردار ہوتا ہے، ہر سرمایہ دار کو یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ میرا کاروبار مزید ترقی کرے، مجھے زیادہ سے زیادہ بینیفٹ (نفع) ملے۔

سب کچھ ہے پھر بھی کچھ نہیں:

دراصل ملک کی استحکامیت کا انحصار محض معیشت پر ہی نہیں جیسا کہ آج کل کا نظریہ ہے، بلکہ بسا اوقات سرمایہ داروں کی معاشی حالت ظاہراً بڑی بہتر ہوتی ہے، مگر آئے دن حوادث وواقعات رونما ہوتے رہتے ہیں، اخباروں کی سرخیاں ہماری نظروں سے گزرتی ہیں، کہ فلاں کروڑ پتی کے پاس اسبابِ عیش مہیا ہیں، معاشی حالت بہتر ہے، لیکن اس کی زندگی اجیرن بنی ہوئی ہے، راتوں کو نیند حرام ہے جس کی وجہ سے ہائی پاور نیند کی گولیاں حلق سے نیچے اتارنی پڑتی ہیں، اعلی اور طاقتور غذاؤں کے کھانے سے ڈاکٹروں نے منع کیا ہوا ہے، صرف دال روٹی وہ بھی بغیر نمک کے کھانے کی اجازت ہے، ہمارے ملک میں بھی اس کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں، کہ بہت سے سرمایہ داروں کی حالت " **خشب مسندة** " کی ہے، کہ ظاہراً جتنے ٹیپ ٹاپ میں ہیں اتنے ہی باطناً پریشان۔﴿**فلا تغرنکم الحیاة الدنیا**﴾تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے۔......غرضیکہ اسباب مکمل طور پر مہیا ہیں، سب کچھ ہیں مگر پھر بھی کچھ نہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:﴿**من أعرض عن ذکري فإن له معیشة ضنکاً**﴾. ...... جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا، تو اس کے لیے (قیامت سے پہلے دنیا اور قبر میں) تنگی کا جینا ہو۔

دنیا میں تنگی باعتبارِ قلب ہے، کہ ہر وقت دنیا کی حرص میں، ترقی کی فکر میں، کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے۔

خلاصۂ کلام:......معیشت کی اصل تنگی دین سے اعراض ہے۔

کچھ نہیں پھر بھی سب کچھ ہے:

اس کے برعکس علماء، صلحاء، فقراء کی زندگی جن کے پاس اسبابِ معیشت بالکل نہیں، یا قلیل مقدار میں ہے لیکن خوش عیشی عروج پر ہوتی ہے، بظاہر تو پریشان مگر روحانی چین وسکون حاصل ہے۔ان کے پاس

کچھ بھی نہیں مگر پھر بھی سب کچھ ہے، ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے: ﴿من عمل صالحاً من ذکر أو أنثی وھو مؤمن فلنحیینه حیٰوۃ طیبة﴾…… نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔(نحل:۹۷)

علامہ تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بشارت سے یہ مراد نہیں کہ مومن صالح کو کبھی فقر یا مرض طاری نہ ہوگا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اس کے قلب میں ایسا نور پیدا ہوگا جس سے وہ ہر حال میں صابر وشاکر اور تسلیم ورضا سے رہے گا اور سکون وجمعیت خاطر کی اصل یہی رضا ہے۔(ماجدی)

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

آج کل بہت سارے کمزور مسلمان مغربی ویورپی ممالک کی بڑھتی ہوئی معیشت اور نگاہوں کو خیرہ کرنے والی ترقی، اور تونگر کافروں کو دیکھ کر دل ہی دل میں سوچتے رہتے ہیں، کہ اللہ تعالی نے ان کو دنیا کی تمام نعمتیں دے رکھی ہے، عیش وعشرت کی زندگی مہیا کی ہے، اور ہم مسلمان ہیں، اسلام کے نام لیوا ہیں، مگر ہماری معیشت ایسی کہ عیش (گزران) کے لیے بھی کافی نہیں، یہ ایک غیر اسلامی فکر ہے، کیوں کہ ارشادِ خداوندی ہے:……﴿ولولا أن یکون الناس أمة واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفاً من فضة ومعارج علیھا یظھرون، ولبیوتھم أبواباً وسرراً علیھا یتکئون، وزخرفاً وإن کل ذلک لما متاع الحیوٰۃ الدنیا، والآخرۃ عند ربک للمتقین﴾……اور اگر یہ بات نہ ہوتی کی سب لوگ ہوجائیں ایک دین پر تو ہم دیتے ان لوگوں کو جو منکر ہیں رحمٰن سے ان کے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں اور ان کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھیں، اور سونے کے، اور یہ سب کچھ نہیں ہے مگر برتنا دنیا کی زندگانی کا اور آخرت تیرے رب کے یہاں انہی کے لیے ہے جو ڈرتے ہیں۔[زخرف:۳۳،۳۴،۳۵]

یعنی اللہ کے ہاں اس دنیوی مال ودولت کی کوئی قدر نہیں، نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب ووجاہت عند اللہ کی دلیل ہے، یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں

کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ، قفل اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کی بنا دیتا، مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے، عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے (اِلا ماشاء اللہ)، اور یہ چیز مصلحتِ خداوندی کے خلاف ہوتی، اس لیے ایسا نہیں کیا گیا، حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''یعنی کافر کو اللہ نے پیدا کیا، کہیں تو اس کو آرام دے، آخرت میں تو دائمی عذاب ہے، کہیں تو آرام ملتا، مگر ایسا ہو تو سب ہی کفر کا راستہ پکڑ لیں''۔ (عثمانی)

علماء پر ایک جاہلانہ اعتراض:

آج کل معاشرے میں علماء کرام کے بارے میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ معیشت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، بلکہ الٹا معاشرے پر بوجھ ہیں، اور ان کو بے کار پرزہ سمجھا جاتا ہے، اس سے بعض دیندار لوگ بھی متاثر ہو کر یہ کہتے ہیں کہ واقعی علماء حضرات کو اپنے گزران کے لیے کوئی ہنر سیکھنا ناگریز ہے، تاکہ دین کے کام کے ساتھ ساتھ اپنے اور اپنی بیوی اور بال بچوں کی گزران کا انتظام کر سکیں۔

یہ اعتراض بالکل بے جا اور غلط ہے، کیوں کہ اولاً تو بہت سے علماء کرام ایسے ہیں جو تبلیغ، تصنیف، تالیف، خطابت، تدریس وغیرہ کے فرائض کے ساتھ ساتھ کسبِ معاش کے لیے کسی نہ کسی ذریعہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں، تاکہ حلال روزی کا اکتساب ہو، اور بہت سے علماء کرام جو اللہ کے بھروسے پر دین کی خدمت کر رہے ہیں، انہیں ''قوت لا یموت'' کے مقدار تنخواہ ملتی ہے، یہ حضرات دینی کام کی نہیں بلکہ حبسِ وقت کی تنخواہ لیتے ہیں۔

علماء کرام کے معیشت میں حصہ نہ لینے کی وجہ:

علماء کرام دین کے کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے کسی دنیاوی کاروبار میں پوری طرح میدانِ

معیشت میں مشغول نہیں ہوسکتے، کیوں کہ اس اشتغال سے امورِ دینیہ متاثر ہوں گے، جب کہ دین حوائجِ اصلیہ میں مقدم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:...... ﴿للفقراء الذين أحصروا في سبيل الله لا يستطيعون ضرباً في الأرض، يحسبهم الجاهل أغنياء من التعفف، تعرفهم بسيماهم، لا يسئلون الناس إلحافاً﴾ ...... (اصل) حق ان حاجت مندوں کے لیے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہیں، ملک میں کہیں چل پھر نہیں سکتے، ناواقف انہیں غنی خیال کرتا ہے، ان کی احتیاطِ سوال کے باعث تو انہیں ان کے بشرہ ہی سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔ (البقرۃ:۲۷۳)

قرآن میں مال ودولت کے لیے کلمہ خیر اور قباحت کا استعمال:

قرآن کریم میں دنیا اور مال ودولت کے لیے بعض جگہ ایسے لفظ استعمال کیے گئے ہیں جو ان کی قباحت اور شناعت پر استدلال کرتے ہیں، مثلاً ﴿إنما أموالكم وأولادكم فتنة وما الحيوٰة الدنيا إلا متاع الغرور﴾ اور ان کے لیے تعریفی کلمات بھی ہیں، جیسے ﴿وابتغوا من فضل الله﴾ (اور ڈھونڈو فضل اللہ کا) یعنی تجارتی نفع، اس کو فضل اللہ سے تعبیر کیا جارہا ہے، اور بعض جگہ مال کے لیے خیر کا لفظ استعمال کیا گیا، جیسے ﴿وإنه لحب الخير لشديد﴾ (اور آدمی مال کی محبت پر بہت پکا ہے)۔ ''الخیر'' یہاں مال کے معنی میں ہے، تو ایک ظاہر بیں انسان کو بعض اوقات ان دونوں قسم کی تعبیرات میں تعارض وتضاد محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تو کہہ رہے تھے، کہ متاع الغرور یعنی دھوکہ کا سامان ہے، اور ابھی کہہ رہے ہیں کہ فضل اللہ اور خیر ہے۔

حقیقت میں یہ تعارض نہیں بلکہ یہ بتانا منظور ہے کہ دنیاوی مال واسباب جتنے بھی ہیں یہ انسان کی حقیقی منزل اور منزلِ مقصود نہیں، بلکہ منزلِ مقصود آخرت اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہے، اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے ان اسباب کی ضرورت ہے ان کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا، لہٰذا جب تک انسان ان اسباب کو محض راستہ کا ایک مرحلہ سمجھ کر استعمال کرے منزلِ مقصود قرار نہ دے، تو اس وقت تک یہ خیر ہے، اور جب انسان ان کو منزلِ مقصود بنالے تو جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس منزلِ مقصود کو

حاصل کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرنا شروع کر دے، تو یہ فتنہ اور متاع الغرور ہے، لہذا جب تک دنیا اور اس کا مال و اسباب محض وسائل کے طور پر استعمال ہو اور جائز حدود میں استعمال کیا جائے تو اس وقت تک اللہ کا فضل اور خیر ہے، اور جب اس کی محبت دل میں گھر کر جائے اور انسان اس کو منزلِ مقصود بنالے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرنا شروع کر دے تو وہ فتنہ اور متاع الغرور یعنی دھوکہ کا سامان ہے۔

دنیا میں مال و اسباب کی مثال:

علامہ جلال الدین رومی رحمہ اللہ نے بڑی پیاری مثال دی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو دنیا کے مال و اسباب جتنے بھی ہیں ان کی مثال پانی کی سی ہے اور تیری مثال اے انسان! کشتی کی سی ہے، کشتی بغیر پانی کے نہیں چل سکتی، کشتی کے لیے پانی اسی وقت تک فائدہ مند ہے جب تک کشتی کے چاروں طرف ہو، نیچے ہو، دائیں ہو، بائیں ہو، لیکن اگر پانی اندر آ جائے تو اس کو ڈبو دے گا اور غرق کر دے گا۔

آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاکِ کشتی است

جب تک پانی کشتی کے نیچے ہو تو اس کو سہارا دیتا ہے، اس کو آگے بڑھاتا ہے، اگر کشتی کے اندر گھس جائے تو کشتی کی ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔

معیشت کے وسائل:

حضرت مقداد بن معدیکرب فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے سے بہتر کوئی کمائی نہیں، اللہ کا نبی داود (علیہ السلام) اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا تھا، **سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " ما أكل أحد طعاماً قط خيراً من أن يأكل من عمل يده . إن نبي الله داود كان يأكل من عمل يده ".** (صحیح البخاري: ۲/۳۴، حدیث نمبر ۲۰۷۲)

معاشی وسائل کی دو قسمیں ہیں: ایک مادی، دوسری معنوی وروحانی۔

پھر "**مادی وسائل**" کی دو قسمیں ہیں: ایک جائز، دوسری ناجائز۔

قسمِ اول: ...... جائز ذرائعِ معاش ...... تجارت، زمینداری، دوکانداری، ملازمت اور صنعت وحرفت وغیرہ (بشرطیکہ چند قواعد کا پاس ولحاظ کیا جائے)

قسمِ ثانی: ...... ناجائز ذرائعِ معاش ...... سود، جوا، چوری، غصب، ڈاکہ، زنا وغیرہ، ان ذرائع سے کمائی قطعاً ناجائز وحرام ہے۔

"**روحانی**" اور معنوی وسائل وذرائع: ...... مثلاً نماز، دعا، تقوی، صبر، روحانی اعمال، توکل۔

(۱) **نماز**: ...... ارشادِ خداوندی ہے: ﴿واستعینوا بالصبر والصلوة﴾. مدد لو صبر اور نماز سے۔ (بقرۃ:۴۵)

معیشت کی تنگی کو دور کرنے کے لیے دو رکعت صلوۃ الحاجۃ پڑھنا چاہیے۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے اللہ تعالی اس کا پانچ طرح سے اکرام فرماتے ہیں، (ان میں سے) ایک یہ ہے کہ اس کے رزق کی تنگی دور کردی جاتی ہے۔ (الكبائر للذهبي: ص ٢٤)

حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روزی کی برکت چاشت میں ملی۔

(۲) **دعاء**: ...... ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿أدعوني أستجب لكم﴾. ...... مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ (المؤمن:۶۰)

حدیث میں ہے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ (مستدرک حاکم: ۱/۶۷۴، حدیث نمبر: ۱۸۶۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سحری کے وقت اللہ تعالی آواز لگاتے ہیں: "**ألا مسترزق فأرزقه**"...... کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے تاکہ اس کو رزق عطا کروں۔

(ابن ماجہ: أبواب إقامة الصلاة، ما جاء في ليلة، حدیث نمبر: ۱۳۸۸)

(۳) **تقوی**: ...... ارشادِ خداوندی ہے: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ○ ويرزقه من

حیث لا یحتسب﴾ ......اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کشائش پیدا کر دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہونچاتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ (طلاق:۲،۳)

غیب سے روزی:

غیب سے روزی کے دو طریقے ہیں: متعارف، غیر متعارف

متعارف : ......مثلاً کرنسی (ڈالر یا روپیہ) کی شکل میں عطا کر دے، یا کسی آدمی کے دل میں یہ بات ڈالدے کہ فلاں متقی کی مدد کر۔

غیر متعارف : ......قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالی ہے: **﴿کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقاً قال یٰمریم أنی لک هذا قالت هو من عند الله ، إن الله یرزق من یشاء بغیر حساب﴾**. ......زکریا علیہ السلام محراب میں تشریف لائے مریم کے پاس کھانے کی چیزیں تھیں، پوچھا مریم یہ کہاں سے آئیں؟ وہ کہنے لگی اللہ کے پاس سے، بلاشبہ اللہ تعالی رزق دیتا ہے بلاحساب وکتاب کے۔ (آل عمران:۳۷)

متقی (پرہیزگار) آدمی کے تھوڑے رزق میں اللہ تعالی برکت ڈال دیتے ہیں، بقول علامہ تھانوی رحمہ اللہ: تھوڑا روپیہ یا تھوڑی چیز بہت ہو جائے۔

۴) **صبر**:......ارشادِ باری تعالی ہے: **﴿واستعینوا بالصبر والصلوة﴾**. ......مدد لو صبر اور نماز سے۔ (بقرة:۴۵)

حدیث میں ہے کہ جو شخص بھوکا یا محتاج ہو اور اپنی حاجت لوگوں سے چھپائے رکھے، تو اللہ تعالی کے ذمہ ہے کہ اس کو ایک سال کی روزی حلال طریقے سے عطا فرمائیں۔

(معجم الأوسط للطبراني:۲/۲۱، حديث نمبر:۲۳۵۸)

اللہم مادہ پرستوں کے ذہن میں یہ بات اتار دے کہ صبر سے بھی معیشت کا مسئلہ حل ہوتا ہے۔

(۵) **روحانی اعمال** ......بعض اعمال ایسے ہیں کہ ان کے کرنے سے اللہ تعالی رزق کا مسئلہ حل کر دیتے ہیں، یہ دو طرح ہیں: منصوص، غیر منصوص یعنی مجرباتِ اولیاء اللہ۔

منصوص :......جیسے نماز، ایک منصوص روحانی عمل ہے، جس سے روزی کا مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا، اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔(ترغیب وترہیب:۲/۲۹۴، حدیث نمبر۲)

غیر منصوص یعنی مجرباتِ اولیاء اللہ:......جیسے ''یا باسط'' ہر نماز کے بعد۷۲/مرتبہ پڑھا جائے تو رزق کا مسئلہ ان شاء اللہ حل ہوجائے گا۔(اس طرح کے مجربات کے لیے ''اعمالِ قرآنی'' مؤلفہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہے)۔

(۶) **توکل**......ارشادِ خداوندی ہے:﴿ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ﴾. ......اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا، اللہ تعالی اس کے لیے کافی ہے۔(طلاق:۳)

توکل کا معنی:

توکل کا وہ معنی نہیں جو آج کل کے جاہل صوفیوں نے سمجھ رکھا ہے، کہ خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب وآلات کو چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے، بلکہ توکل کا صحیح معنی یہ ہے کہ خدا کے پیدا کردہ آلات واسباب کو اختیار کیا جائے، اور حصولِ ثمرات ونتائج میں اس کی ذات پر اعتماد وبھروسہ کیا جائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''

لو أنکم کنتم توکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقتم کما ترزق الطیر تغدوا خماصاً وتروح بطاناً''. ......''اگر تم اللہ پر کما حقہ بھروسہ کرو تو تم کو رزق اس طرح دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے، کہ وہ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہوکر لوٹتے ہیں۔

(ترمذی:۲/۶۰، أبواب الزہد، باب ما جاء فی الزہادۃ فی الدنیا)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''اگر بندہ اللہ پر توکل کرے تو وہ اس طرح روزی پہنچاتا ہے جس طرح پرندوں کو، متوکلین کو رزق ایسی جگہ سے پہنچ جاتا ہے جہاں سے ان کو وہم وگمان بھی نہ ہو''۔(احیاء العلوم)

تنبیہ :...... صحابۂ کرام، اولیاءِ عظام وغیرہ کے توکل کے حالات وواقعات کو دیکھ کر، ہم جیسے کمزور یقین والوں کو ان پاکیزہ لوگوں کی نقل نہیں اتارنی چاہیے، کیوں کہ وہ حضرات بڑے مجاہدوں کے بعد ایسے بلند مقامات پر فائز تھے، کہ ہمارے لیے وہاں تک رسائی بظاہر ممکن نہیں، اس لیے ہمیں تو صرف اللہ تعالی کے کمالات کا یقین پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

اس لیے ہم کو چاہیے کہ:...... مادی وسائل کے ساتھ ساتھ روحانی وسائل وذرائع کو بھی اپنائیں، تاکہ فلاحِ دارین نصیب ہو۔

☆☆☆☆☆

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کا بیان)

بیع کی لغوی تعریف:...... بیچنا، خرید وفرخت کرنا۔

اصطلاحی تعریف:...... انسان کا اپنی مملوکہ چیز کو دوسرے کے قبضہ میں دینا آپس کی رضامندی سے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاوے:''باہمی رضامندی سے مال سے مال کا تبادلہ کرنا''

شراء :...... قیمت ادا کر کے چیز کو قبضہ میں لے لینا۔

بیع میں استعمال ہونے والے چند قابلِ توجہ الفاظ:

بائع:...... بیچنے والا

مشتری:...... خریدنے والا

ثمن:...... دونوں کے درمیان طے شدہ بھاؤ

قیمت:...... بازار کی عام نرخ یعنی بھاؤ

مبیع:...... جس چیز کو بیچا جارہا ہے

بیع وشراء کی مشروعیت قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے

قرآن:...... ارشادِ خداوندی ہے:﴿وأحل الله البیع وحرم الربوا﴾. ترجمہ...... حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

حدیث:...... فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے پاکیزہ کمائی کون سی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی خود اپنے ہاتھ سے کمائے، ہر تجارت برکت والی ہے۔ (مسند احمد، مسند بزار)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ بیع وشراء اور تجارت کے پیشہ سے منسلک تھے، مگر آپ نے منع نہیں فرمایا، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی کام انجام دیا جائے اور آپ منع نہ

فرمائیں یہ اس کام کے شرعاً جائز ہونے کی دلیل ہے)۔

اجماع:...... تمام مسلمانوں کا سلفاً وخلفاً بیع کے جواز پر اجماع ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک لوگ خرید وفروخت اور تجارت میں مشغول ہیں کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر امت کا اجماع ہے۔

قیاس:...... قیاس وعقل بھی اس کی متقاضی ہیں کہ بیع وشراء مشروع ہو، کیوں کہ ہر انسان اپنی ہر حاجت کو خود پورا نہیں کرسکتا، بلکہ وہ روٹی، کپڑا اور مکان وغیرہ بہت سی حاجاتِ ضروریہ کا محتاج ہے، اب وہ تنِ تنہا ان تمام حوائج کو پورا نہیں کرسکتا، بلکہ اگر کھیتی بوئے تو کاٹنے کے لیے دوسرے کا محتاج، آٹا پیسے تو گوندھنے کے لیے دوسرے کا محتاج، کپڑا پہننا ہے تو نساج اور جولاہا کا محتاج، آلاتِ حرفت وصنعت وغیرہ کا کام کرنا ہے تو انجینئر اور پلمبر کا محتاج۔

بیع وشراء کی حکمتِ مشروعیت:

اسی سے بیع وشراء اور تجارت کی مشروعیت کی حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ جب انسان بہت سی اشیاء کے حصول میں دوسروں کا محتاج ہے تو اب ان کے حصول کے لیے اس کو ان کا عوض ادا کرنا پڑے گا، کیوں کہ اگر بلاعوض یہ سب اشیاء ضروریہ حاصل کرتا ہے تو غصب یا چوری ہوگی اور اس صورت میں فسادِ عظیم برپا ہونے کا خطرہ ہے، اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔ ﴿إن الله لا يحب المفسدين﴾۔

چنانچہ مذکورہ حکمت ومصلحت کے پیش نظر ہی اللہ تعالیٰ نے تجارت کرنے کا حکم فرمایا، خرید وفروخت کو مباح قرار دیا، تاکہ منافع کا تبادلہ ہوتا رہے اور دنیوی زندگی کے اسباب کے سلسلہ میں آپس میں تعاون جاری رہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیع کا حاصل یہی ہے کہ اپنی مملوکہ چیز کو قیمت کے عوض میں دوسروں کی طرف منتقل کیا جائے، چونکہ یہ دوسروں کی ہاتھ کی چیزوں کا محتاج ہے اور وہ بلاعوض دیتا نہیں لہذا اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ یہی ہے کہ بیع وشراء کا راستہ اختیار کیا جائے۔

بیع کی مشروعیت زندگی کے اہم حاجات میں سے ہے، بیع آبادی کے فروغ اور کثرت کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے، بلکہ بیع زندگی کے لیے چکی کے اس پاٹ کی مانند ہے جس کے بغیر چکی ادھوری ہوتی ہے۔

چونکہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے، یعنی تمام افراد مجموعی طور پر (روٹی کپڑا اور مکان میں) ایک دوسرے کے منافع کے محتاج ہیں، بہت ساری ضروریات وحاجات ایسی ہیں جو اپنی تکمیل میں بہت سے ان اجزاء کی محتاج ہوتی ہیں جو اجزاء علیحدہ جگہوں اور علیحدہ شخصوں سے صادر ہوتے ہیں، ہر چیز کے کچھ ماہر ہوتے ہیں، مثلاً کسان کو لے لیجئے کہ اگر وہ کھیتی کرنا چاہے تو اس کے لیے ہل اور دیگر آلاتِ حرفت کی ضرورت ہے اور آلاتِ حرفت وصنعت ایک جگہ یا ایک شخص کے پاس تیار نہیں ہوتے بلکہ اگر آلہ لوہے کا ہے تو لوہار کی ضرورت اور لکڑی کا ہے تو بڑھئی کی ضرورت ہے۔

اسی طرح لوہار اور بڑھئی اس پیشہ کو اس لیے اپناتے ہیں تا کہ اہل وعیال کے نفقہ کا انتظام ہو، اور انہیں اپنی زندگی بچانے کے لیے، ماکولات کی ضرورت ہے تو وہ محتاج ہونگے کسان کے، جو یہ اشیاء ان کو مہیا کرتا ہے۔

اب ذرا اور آگے چلیں اور غور کریں تو کسان، لوہار، بڑھئی سب کو کپڑے کی ضرورت ہے جو ان کے بدن کو ڈھانپ سکے، لہذا اب یہ سب کے سب جولاہا اور نساج کے محتاج ہیں، غرضیکہ ہر ایک انسان دوسرے کا محتاج ہے۔﴿سنة الله في خلقه ولن تجد لسنة الله تبديلاً﴾۔ اور لوگوں کی ضرورتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہونا یہی بیع وشراء کے مشروع ہونے کا اصل سبب ہے، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے: "حاجة الناس أصل في شرع العقود". (لوگوں کی حاجت معاملات کے جواز کی بنیاد ہے)۔ (المبسوط للسرخسی: ۱۵/ ۷۵)

بیع وشراء کی اہمیت وفضیلت:

جب اللہ تعالی نے خود قرآن حکیم میں بیع کو حلال قرار دیا ہے تو یہیں سے اس کی اہمیت وفضیلت آشکارہ ہو جاتی ہے۔

بیع کے فوائد واثرات ظاہر وباہر، اس کے انوارات روشن وعیاں اور اس کے منافع کثیر ہیں۔

بیع کے مقابل ''ربا'' یعنی ''سود'' ہے، کہ جس میں بندوں کا خسارۂ عظیم ہے، اس لیے اس کو حرام قرار دیا، کیوں کہ اس میں ناحق اور ظلماً مالِ غیر کو کھانا لازم آتا ہے، چنانچہ مقروض شخص جب دین کی ادائیگی نہیں کر پاتا تو قرض پر سود بڑھتا چلا جاتا ہے، بسا اوقات شرحِ سود اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ مقروض اپنا پورا سامان، جائداد وغیرہ بیچ کر بھی ادا نہیں کر پاتا، چنانچہ مرابی یعنی سود خور اس کو ہڑپ کر جاتا ہے اور سود کا نقصان تو ظاہر و باہر ہے اور دن بدن اس کا مشاہدہ ہمارے سامنے ہے کہ مالدار سود دینے والے مالدار تر بنتے جاتے ہیں اور غریب، غریب تر ہوتے جاتے ہیں، حتی کہ ہلاکت کی نوبت آجاتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ بیع وشراء معاشرہ کے لیے عنوانِ اتحاد، راہِ ہدایت کی راہ یابی کا جھنڈا، معیشت کا رکنِ رکین اور اصل بنیاد وجڑ ہے، جس پر مصالحِ عزیزہ مبنی ہوتے ہیں، نیز بیع انسانوں کے لیے دنیا میں فضل وخیرات اور آخرت میں سعادت کا ذریعہ ہے۔

امام محمد شیبانیؒ سے سوال کیا گیا کہ جس طرح آپ نے فقہ کو مدون فرمایا اور اس پر کتابیں لکھیں تو زہد یعنی تصوف کے بارے میں کچھ تصنیف نہیں فرمائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس موضوع پر ''کتاب البیوع'' لکھ دی ہے۔ (المبسوط:۱۲/۱۱۰)

مطلب یہ ہے کہ کتاب البیوع میں حلال وحرام کے احکام ہیں، جن سے لوگوں سے معاملات کے وقت انسان کے تدین وایمانداری کا پتہ چلتا ہے کہ کون کتنا پانی میں ہے، اور حلال وحرام میں کس قدر تمیز کرتا ہے، جب درہم دینار (روپیہ پیسہ) سامنے ہو تو اس وقت انسان کے زہد وتقوی یا حرص وطمع کا اندازہ ہوتا ہے، صرف پھٹے پرانے کپڑے پہننے اور سوکھی روٹی کھانے کا نام ہی تقوی نہیں، کہ اس کو اختیار کرکے آدمی اپنے آپ کو متقی اور پرہیزگار سمجھ بیٹھے، بلکہ اصل تقوی حرام خوری سے اجتناب کرنے اور رزقِ حلال کو اختیار کرنے کا نام ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''حرام اشیاء سے اجتناب کرو اللہ تعالی کے ہاں بڑے عبادت گزار شمار ہونگے''۔ ''**اتق المحارم تكن أعبد الناس**''۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۳۰۶، کتاب الزہد)

مسائلِ خرید وفروخت

خریدتے وقت چیزیں چکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ(۲۶۰): کھانے کی چیزیں، آم، خربوز، تربوز، وغیرہ چکھنے کی تین صورتیں ہیں:

۱-......خریدنے کا ارادہ نہ ہوتو منع اور مکروہ ہے، نقصان کا بدلہ دے۔

۲-......خریدنے کا عزم تھا، چکھنے کے بعد پسند آئی، پھر ارادہ بدل گیا تو نقصان کا بدلہ دے، یا مالک سے معافی چاہے۔

۳-......چکھنے کے بعد پسند نہ آئے تو نہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔(۱)

ویڈیو کانفرنس کے ذریعے بیع وشراء کرنا

مسئلہ(۲۶۱): ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ بیع وشراء کا معاملہ کرنا جائز ہے، اس لیے کہ اس میں بائع

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": (أو كان) المبيع (طعاماً فأكله أو بعضه) أو أطعمه عبده أو مدبره أو أم ولده أو لبس الثوب حتى تخرق فإنه يرجع بالنقصان استحساناً عندهما، وعليه الفتوىٰ .بحر. وعنهما يرد ما بقي ويرجع بنقصان ما أكل وعليه الفتوى. "**درمختار**".

(۱۹۲/۷، باب خيار العيب، مطلب فيما لو أكل بعض الطعام)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ولو اشترى طعاماً فوجد به عيباً وقد أكل بعضه يرجع بنقصان عيب ما أكل ويرد ما بقي بحصته وهذا قول محمد رحمه الله تعالىٰ وبه كان يفتي الفقيه أبوجعفر وبه أخذ الفقيه أبو الليث .(۸٤/۳، الفصل الثالث فيما يمنع الرد بالعيب وما لا يمنع اهـ.البحرالرائق: ۸۸/٦، باب خيار العيب ، تبيين الحقائق:٣٤٥/٤، باب خيار العيب، خلاصة الفتاوى: ۱۰۷/۳، الجنس الثاني فيما يمنع الرد بالعيب، الهداية :٤٣/٣، باب خيار العيب، فتاوى رحيميه:۲۱۷/۹)

اور مشتری ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہیں، اور بات بھی کرتے ہیں (۱)۔

نوٹ: - مشتری جس چیز کو بھی بغیر دیکھے ٹیلی فون، انٹرنیٹ اور ویڈیو کانفرنس کے ذریعے خریدے،

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفقه الاسلامی وأدلته**": ومجلس العقد: هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد، وبعبارة أخرى: اتحاد الكلام في موضع التعاقد. (١٠٦/٤، الفرع الثاني شروط الإيجاب والقبول)

ما فی " **الفقه الاسلامی وأدلته**": ليس المراد من اتحاد المجلس كون المتعاقدين في مكان واحد، لأنه قد يكون مكان أحدهما غير مكان الآخر، إذا وجد بينهما واسطة اتصال، كالتعاقد بالهاتف أو بالمراسلة، وإنما المراد باتحاد المجلس اتحاد الزمن أوالوقت الذي يكون المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد.

(١٠٨/٤، التعاقد بالهاتف والمراسلة)

ما فی "**البحر الرائق**": رجل في البيت فقال للذي في السطح: بعت منك بكذا، فقال: اشتريت صح إذا كان كل منهما يرى صاحبه، ولا يلتبس الكلام للبعد، ولو تعاقد البيع وبينهما النهر المزد حصائي يصح البيع، قلت: وإن كان نهراً عظماً تجري فيه السفن قال رضي الله عنه: وقد تقرر رأي (بح) في أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا، فعلى هذا الستر بينهما الذي لا يمنع الفهم والسماع لا يمنع اهـ. (٤٥٦/٥، كتاب البيع)

ما فی "**الجوهرة النيرة**": الانعقاد عبارة عن انضمام كلام أحد المتعاقدين إلى الآخر.

(٥/٢، كتاب البيوع)

ما فی "**خلاصة الفتاوی**": رجلان يمشيان قال أحدهما الآخر بعت منك كذا بكذا، وقال الآخر بعد ما مشى خطوة وخطوتين : اشتريت صح. (١٥/٣، كتاب البيوع، جنس آخر في المجلس)

ما فی "**مجموعة الفتاوی لإبن تيمية**": إنما تنعقد بكل ما دل على مقصودها من قول أو فعل، فكل ما عده الناس بيعاً وإجارةً فهو بيع وإجارة ، وإن اختلف اصطلاح الناس في الألفاظ والأفعال، وليس لذلك حد مستمر، لا في شرع ولا في لغة، بل بتنوع اصطلاح الناس.(٨/٢٩) =

اس کو نہ دیکھنے کی وجہ سے خیارِ رؤیت، اور عیب کی صورت میں خیارِ عیب حاصل ہونا چاہیے(۱)۔

وی پی کے ذریعے مال منگوانا

مسئلہ(۲۶۲): وی، پی (V.P) کے ذریعہ خریدار مال منگواتا ہے، اور پھر رقم بھی پوسٹ (Post) ہی کے ذریعہ صاحبِ مال تک پہونچ جاتی ہے یہ جائز ہے۔(۲)

= (۱) ما فی ''**الحدیث**'': عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''**من اشترى شيئاً لم يره فهو بالخيار إذا رآه**''. (سنن الدارقطني:۳/۵، كتاب البيوع)

ما فی ''**البحر الرائق**'': شراء ما لم يره جائز وله أن يرده إذا رآه وإن رضي قبله۔''كنز''۔ قوله: (شراء ما لم يره جائز) أي صحيح لما رواه ابن أبي شيبة والبيهقي مرسلاً عن مكحول مرفوعاً: ''**من اشترى شيئاً لم يره فله الخيار إذا رآه شيئاً إن شاء أخذه وإن شاء تركه**''.

(۶/۴۲، كتاب البيع، باب خيار الرؤية، سنن الدارقطني:۳/۴، كتاب البيوع)

ما فی ''**البحر الرائق**'': من وجد بالمبيع عيباً أخذه بكل بالثمن أو رده . ''كنز''. قوله: (من وجد بالمبيع عيباً أخذه بكل الثمن أو رده) لأن مطلق العقد يقتضي وصف السلامة فعند فواته يتخير كيلا يتضرر بلزوم ما لا يرضى به.اهـ. (۶/۵۸،۵۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی '' **الهداية** '': والكتاب كالخطاب ، وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب وأداء الرسالة. (۳/۱۹، قواعد الفقه:ص۹۹)

ما فی ''**رد المحتار على الدر المختار**'': إلا إذا كان بكتابة أو رسالة فيعتبر مجلس بلوغها .''درمختار''. قوله: (إلا إذا كان بكتابة أو رسالة) صورة الكتاب أن يكتب أما بعد ؛ فقد بعت عبدي فلاناًمنك بكذا، فلما بلغه الكتاب قال في مجلسه ذلك اشتريت تم البيع بينهما، قال في الهداية: والكتاب كالخطاب، وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتابة وأداء الرسالة.

(۷/۲۶، كتاب البيوع ، مطلب في حكم البيع الهزل)

روزنامہ یا ماہنامہ اخبار ورسائل کی خریداری

مسئلہ (۲۶۳): اخبار ورسائل کی خریداری میں پورے سال کی رقم دی جاتی ہے، اور روز بروز یا ماہانہ بمہانہ اخبار ورسائل خریدار کو پہونچتے رہتے ہیں، بیع کی یہ صورت بیعِ استجرار کے حکم میں ہے، جس کو متأخرین نے جائز قرار دیا ہے۔(۱)

تالاب میں غیر مقبوضہ مچھلی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲٦٤): اگر کسی شخص نے مچھلیوں کو تالاب میں پالا ہے تو وہ اسی کی مملوک ہوگی، مگر بغیر پکڑے ہوئے مقبوضہ نہ ہوگی، لہذا اگر وہ شخص مچھلیاں بغیر پکڑے بیچ دے، تو یہ بیع جائز نہیں ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": ما يستجرّه الإنسان من البياع إذا حاسبه على أثمانها بعد استهلاكها جاز استحساناً. "**درمختار**". (۷/ ۳۰، كتاب البيوع، مطلب: البيع التعاطي)

ما فی "**بحوث فی قضايا فقهية معاصرة**": أما بيع الاستجرار فهو مأخوذ من قولهم: استجرّ المال إذا أخذه شيئاً فشيئاً وهو في اصطلاح الفقهاء المتأخرين: أن يأخذ الرجل من البياع الحاجات المتعددة شيئاً فشيئاً دون أن يجري بينهما مساومة أو إيجاب وقبول في كل مرة. (ص۵۵، فتاوی رحیمیه: ۹/ ۱۹۹، فتاوی محمودیه: ۱٦/ ۱۹۸)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الهداية** ": ولا يجوز بيع السمك قبل أن يصطاد لأنه باع ما لا يملكه، ولا في حفيرة إذا كان لا يؤخذ إلا بصيد. اهـ. (۳/ ۵۱، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد)

ما فی "**موسوعة تكملة فتح الملهم مع التكملة**": "فيحرم بيع كل شيء قبل قبضه طعاماً كان أو غيره". (۱/ ۳۵۰، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض)

ما فی "**مجمع الأنهر**": " لا يصح بيع المنقول قبل قبضه لنهيه عليه السلام عن بيع ما لم يقبض، ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك ". (۳/ ۱۱۳، باب البيع الفاسد، كذا في الهداية: =

نقد اور اُدھار میں کمی زیادتی

مسئلہ (۲٦٥): اگر بیع اس طرح کی جائے کہ ادھار، مثلاً: ۱۰/روپئے میں، اور نقد ۸/روپئے میں تو جائز ہے، مگر مدت اور قسطوں کو متعین کرلیا جائے، اور مجلس ہی میں اُدھار یا نقد پر اتفاق کرلے، یہ کہنا کہ ایک مہینے پر دس روپئے میں، اور دو مہینے پر ۱۲/روپئے میں، تو یہ جائز نہیں ہے، اسی طرح کوئی قسط چھوٹ جائے تو اضافہ جائز نہ ہوگا۔(۱)

= ٣/٧٧، كتاب البيوع ، باب التولية، وكذا في البحرالرائق:٦/١٩٣، كتاب البيوع ، فصل في بيان التصرف في البيع، وكذا في تبيين الحقائق:٤/٤٣٥، كتاب البيوع، فصل في معرفة المبيع ، فتاوى محموديه:١/٩٤، احسن الفتاوى:٦/٤٨٠)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الحديث**" : عن أبي هريرة قال : " **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة**"......... وقد فسر بعض أهل العلم قالوا : بيعتين في بيعة أن يقول : أبيعك هذا الثوب بنقدٍ بعشرة وبنسيئة بعشرين ولا يفارقه علىٰ أحد البيعتين فإذا فارقه علىٰ أحدهما فلا بأس به إذا كانت العقدة على أحد منهما.

(جامع الترمذي :١/٢٣٣، أبواب البيوع، باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة، إعلاء السنن:١٤/٢٠٥)

ما في " **الحديث**" : وعن سماك عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: " **نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن صفقتين في صفقةٍ**".

(إعلاء السنن:١٤/٢٠٦، كتاب البيوع، باب النهي عن بيعتين في بيعة)

ما في " **المبسوط للسرخسي**": وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا وبالنقد بكذا أو (قال) : إلى شهر بكذا أو إلى شهرين بكذا فهو فاسد، لأنه لم يعاطه على ثمنٍ معلوم ، ولنهي النبي صلى الله عليه وسلم عن شرطين في البيع ، وهذا هو تفسير الشرطين في بيع ....وهذا إذا افترقا على هذا، =

ہڈیوں کی خرید وفروخت کا شرعی حکم

مسئلہ(۲٦٦): سور کے علاوہ تمام جانوروں کی ہڈیوں کی تجارت جائز ہے، اگر چہ مردار کی ہڈیاں ہوں۔ چونکہ ہڈی پاک ہے سوائے خنزیر کے۔(۱)

= فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وأتما العقد عليه فهو جائز، لأنهما ما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد. (۹/۱۳، باب البيوع الفاسدة ، بيروت)

ما في " **الهداية** ": لأن للأجل شبهاً بالبيع ، ألا ترى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل .(الهداية:۷٤/۳، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، البحر الرائق :۱۹۰/٦، كتاب البيوع ، باب البيوع المرابحة والتولية، كتاب البيوع:۲۱۳/۵، فتاوى رحيميه:۱۹۵/۹،فتاوى محموديه:۱۵۱/۱٦،آپ کے مسائل اور ان کا حل:۷۲/٦)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": إذا كان الحيوان ذكياً أو ميتاً وبينما إذا كان العظم رطباً أو يابساً وما ذكر من الجواب يجري على إطلاقه إذا كان الحيوان ذكياً لأن عظمه طاهر رطباً كان أو يابساً يجوز الانتفاع به جميع أنواع الانتفاعات رطباً كا ن أويابساً .... وأما إذا كان الحيوان ميتاً فإنما يجوز الانتفاع بعظمه إذا كان يابساً ولا يجوز الانتفاع إذا كان رطباً.

(۳۵٤/۵، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات وفيه العزل وإسقاط الولد)

ما فی " **الموسوعة الفقهية** ": كما ذهبوا إلى أن عظم مأكول اللحم المذبوح شرعاً طاهر يجو ز الانتفاع به ، إلا أنهم اختلفوا في عظم الميتة أو المذبوح الذي لا يؤكل لحمه ، فذهب الجمهور وهم المالكية والشافعية والحنابلة وإسحاق إلى أن عظام الميتة نجسة سواء كانت ميتة ما يؤكل لحمه وما لا يؤكل لحمه، وسواء في غير مأكول اللحم ذبح أو لم يذبح ، وإنما لا تطهر بحال ويحرم استعمالها .... وقال تعالى : ﴿ **حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير**﴾. [سورة المائدة:۳] ....ولأن ابن عمر رضي الله عنهما كره أن يدهن في عظم فيل لأنه ميتة والسلف يطلقون الكراهة ويريدون بها التحريم........وذهب الحنفية إلى طهارةعظام الميتة۔ (۱۵۹/۳۰،۱٦۰، فتاوی احياء العلوم ،بحواله جديد مسائل کا حل :ص۱۷٤) =

فری سروس (Free Service) کا حکم

مسئلہ(۲۶۷): آج کل عام طور پر کمپنیاں بہت سی چیزوں پر فری سروس دیتی ہیں، مثلاً: کمپنی کے ذمہ ہوتا ہے کہ ایک سال کے درمیان اگر کوئی خرابی پیدا ہو جائے، تو بلا معاوضہ درست کر کے دی جائے گی، اسے وارنٹی (Warantee) بھی کہا جاتا ہے، مثلاً: فریج، کمپیوٹر، واشنگ مشین، کولر وغیرہ پر ایک سال یا دو سال کی وارنٹی دی جاتی ہے، اور یہ عرفِ عام کی وجہ سے جائز ہے۔(۱)

= ما في " **سنن الدار قطنی** ": عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **إن الله حرم الخمر وثمنها وحرم الميتة وثمنها وحرم الخنزير وثمنه** ". (۷/۳، كتاب البيوع، رقم الحديث:۲۷۹۲، أحاديث البيوع المنهي عنها: ص۴۰۲، احسن الفتاوی:۴۸۲/۶، فتاوی محمودیه:۳۶/۱۶)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الحديث**": عن كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " **الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحاً حرم حلالاً وأحل حراماً، والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً** ". قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح. (سنن الترمذي: ۳۴۳/۲، رقم الحديث: ۱۳۵۲، السنن الكبرى للبيهقي: ۷۹/۶، بذل المجهود: ۳۱۹/۱۱، السنن لأبي داود:ص۵۶۰)

ما في " **فقه النوازل وقضايا الفقه والفكر المعاصر للزحيلي**": ضمان الأداء وهو يتعلق بأمرين: فما كان منه متعلقاً بسلامة المبيع من العيوب المصنعية والفنية، فإنه يتخرج على ضمان العيب الذي لا يعلم إلا بامتحان وتجربة واستعلام، وأما ما كان منه متعلقاً بصلاحية المبيع وقيامه بالعمل، فإنه يتخرج على ضمان العيب الحادث في المبيع عند المشتري، والمستند إلى سبب سابق، والراجح جواز ضمان الأداء.

(۱۱۹/۳، وكذا في قضايا الفقه والفكر المعاصر للدكتور وهبة الزحيلي:۲۴۵، انعام الباري:۳۲۱/۶، كتاب البيوع، مكتبة الحراء كراچی)

ما في " **بدائع الصنائع للكاساني** ": ولأن الكفالة جوازها بالعرف. (۶۰۶/۴، كتاب الكفالة) =

کرنسی کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا

مسئلہ(۲۶۸): مختلف ملکوں کی کرنسیاں ایک دوسرے کے ساتھ کمی وزیادتی، ادھار ونقد بیچنا اور تبادلہ کرنا شرعاً جائز ہے۔(۱)

= ما في " **الهداية** ": وأما الكفالة بالمال فجائزة معلوما ما كان المكفول به أو مجهولاً إذا كان ديناً صحيحاً، ..... أو بما يدركك فى هذا البيع لأن مبنى الكفالة على التوسع فيحتمل فيها الجهالة وعلى الكفالة بالدرك إجماع. (۹۸/۳، ۱۰۰، كتاب الكفالة)

ما في " **العناية على هامش فتح القدير** ": تكلفت عنه بمالك عليه أو بما يدركك فى هذا البيع يعنى من الضمان بعد ان كان دينا صحيحاً لأن مبنى الكفالة على التوسع فإنها تبرع ..... وعلى الكفالة بدرك بفتح الراء وسكونها وهو التبعة دليل على جوازها بالمجهول لايصح، لأنه التزام فلايصح مجهولاً كالثمن فى البيع وقلنا أن الضمان بدرك صحيح بالإجماع وهو ضمان المجهول. (۱۷۲/۷، كتاب الكفالة)

ما في " **فتاوى قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية** ": رجل باع داراً وكفل رجل المشترى بما أدركه فيها من درك فأخذ المشترى بذلك عنه رهناً ذكر فى الأصل أن الرهن باطل ولا ضمان على المرتهن والكفالة جائزة. (۶۴/۳، كتاب الكفالة والحوالة، فصل فى الكفالة بالمال)

ما في " **قواعد الفقه** ": بقاعدة فقهية : " استعمال الناس حجة يجب العمل بها". (۵۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتح القدير والفتاوى الهندية** " : قال : وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنساء لعدم علة الحرمة والأصل فيه الإباحة ، وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء .

(فتح القدير: ۱۱/۷، الفتاوى الهندية :۱۱۷/۳، كتاب الفتاوى:۲۶۲/۵، فتاوى حقانيه:۱۰۴/۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱۹۲/۶)

مبیع کا رنگین یا سادہ فوٹو دیکھ کر آرڈر دینا

مسئلہ(۲۶۹): تجارت میں یہ صورت بہت عام ہوچکی ہے کہ بڑے بڑے تاجر جن کو ہول سیلر(Hole Saler) کہا جاتا ہے،خود یا کسی ایجنٹ کے ذریعہ ریٹیل(Retail) میں بیچنے والے کے پاس رنگین یا سادہ فوٹو دیکھنے کیلئے بھیج دیتے ہیں اور ان کی تفصیلات بھی لکھ دیتے ہیں اور پھر خریدار ان کو دیکھنے کے بعد آرڈر دیتا ہے تو شرعاً یہ جائز ہے(۱)، البتہ اس صورت میں مشتری کو خیارِ رؤیت حاصل ہوگا، یعنی آرڈر دی گئی اشیاء جب موصول ہوں، تو ان کو دیکھنے کے بعد خریدار کو اختیار ہوگا چاہے تو مقررہ پوری قیمت میں لے لے یا واپس کردے(۲)۔

قسط وار ادائیگیٔ قیمت کی سہولت ختم کرنا

مسئلہ(۲۷۰): طے شدہ قسطوں میں رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں بائع کو یہ اختیار حاصل ہے کہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البحر الرائق والفتاوى الهندية** " : قال في الهداية : والكتاب كالخطاب وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب وأداء الرسالة ، وصورة الكتابة أن يكتب : أما بعد ! فقد بعت عبدي فلاناً منك بكذا فلما بلغه الكتاب قال في مجلسه ذلك : اشتريت تم البيع بينهما، وصورة الإرسال أن يرسل رسولاً فيقول البائع : بعت هذا من فلان الغائب بألف درهم فاذهب يا فلان فقل له ، فذهب الرسول فأخبره فقبل المشتري في مجلسه ذلك.(البحر الرائق :۵/ ۴۵۰، الفتاوى الهندية :۳/ ۹)

ما في " **قواعد الفقه** " : بقاعدة فقهية : " الكتاب كالخطاب ".(قواعد الفقه :ص۹۹)

(۲) ما في " **الهداية والفتاوى الهندية والبحر الرائق** " : من اشترى شيئاً لم يره فالبيع جائز وله الخيار إذا رآه إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده.

(الهداية :۳/ ۳۵، الفتاوى الهندية :۳/ ۵۷، البحرالرائق:۶/ ۴۲)

قسط وارادائیگئ قیمت کی سہولت ختم کرکے پوری قیمت کا مطالبہ کرے۔(۱)

طے شدہ عرصہ کے بعد مال کی رقم ادا کرنا

مسئلہ(۲۷۱): ڈی،اے(D.A)یعنی خریدار مال کی طے شدہ عرصہ کے بعد رقم ادا کرتا ہے، شرعی طور پر یہ معاملہ ادھار خریداری کے معاملہ میں داخل ہوکر جائز ہوگا۔(۲)

ڈی،اے،ایل،سی(D.A.L.C)کا شرعی حکم

مسئلہ(۲۷۲): ڈی،اے،ایل،سی(D.A.L.C)یہ بھی ڈی،اے(D.A)کی طرح ہی ہے، صرف اتنا فرق ہوتا ہے کہ اس میں بینک رقم کا ذمہ دار ہوتا ہے،لہذا یہ بھی شرعاً جائز ہے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : إذا كان لإنسان على آخر ألف ثمن جعله أقساطاً إن أخل بقسط حل الباقي فالأمر كما اشترط ، وعلى هذا إذا لم يف المدين بالشرط تحول باقي الدين معجلاً.

(درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ۱/ ۲۳۰، نوازل فقهية معاصرة للشيخ خالد سيف الله الرحماني :ص۳۲۷)

ما في " **رد المحتار** " : عليه ألف ثمن جعله ربه نجوماً إن أخل بنجم حل الباقي فالأمر كما شرط ملتقط وهي كثيرة الوقوع . (ردالمحتار:۷/ ۵٤)

ما في " **قواعد الفقه** " : " يلزم مراعاة الشرط بقدر الإمكان ". (ص۱٤۳، درر الحكام : ۱/ ۸٤)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية وفتح القدير** " : ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلوماً .

(۳/ ۲۱، فتح القدير: ٦/ ۲٤۲)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : (وصح بثمن حال) وهو الأصل (ومؤجل إلى معلوم) لئلا يفضي إلى النزاع ." در مختار". (۷/ ۵۲)

(۳) (حواله سابقه، ايضاح المسائل:۵۹)

پروفارماانوائس (Profarmainvoice) کے ذریعہ بیع کرنا

مسئلہ(۲۷۳): پروفارماانوائس (Profarmainvoice) جس میں ایکسپورٹر (Exporter) ''مال برآمد کرنے والا شخص'' امپورٹر (Importer) ''مال درآمد کرنے والا شخص'' کو اپنے مال کی پوری تفصیل یعنی نمونہ (Model)، ریٹ (Rait)، شرائط وغیرہ کے تفصیلی کاغذات بھیجتا ہے، تو امپورٹر ان تفصیلی کاغذات کو بالتفصیل پڑھتا ہے، اس کے بعد اس پر معاہدہ اور معاملہ کی منظوری وتصدیق کی مہر اور دستخط کرکے ایکسپورٹر کے پاس بھیج دیتا ہے، جو دراصل جانبین کے درمیان معاہدہ کی ایک قانونی شکل ہوجاتی ہے، اس طرح کے معاملہ (معاہدہ) کو پروفارماانوائس کہا جاتا ہے، اب اس صورت میں ایکسپورٹر ان کاغذات کو اپنے یہاں کے بینک میں جمع کرکے رقم بھی حاصل کرسکتا ہے، درحقیقت یہ معاملہ جانبین کے درمیان ایک پختہ معاہدہ ہوجاتا ہے، اس طرح کے معاہدہ میں کوئی قباحت نہیں ہے، اس لیے یہ جائز ہوگا، اور ہر دو فریق یعنی ایکسپورٹر وامپورٹر (Importer& Exporter) پر اس عہد وپیمان کا پاس ولحاظ ضروری ہوگا(۱)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**القرآن الكريم**" : لقوله تعالی:﴿ **وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسؤلا**﴾. (سورة الإسراء: ۳٤)

ما في "**التفسير الكبير للرازي**" : وحاصل القول فيه: أن مقتضى هذه الآية أن كل عقد وعهد جرى بين إنسانين فإنه يجب عليهما الوفاء بمقتضى ذلك العقد والعهد.(۳۳۷/۷، مکتبه علوم اسلامیه لاهور)

ما في "**الدر المنثور في التفسير المأثور**" : وأخرج ابن أبي حاتم عن سعيد بن جبير رضي الله عنه في قوله: ﴿إن العهد كان مسؤلا﴾. قال: يسأل الله ناقض العهد عن نقضه .

وأخرج ابن أبي حاتم عن كعب الأحبار رضي الله عنه قال: وإنما يهلك هذه الأمة بنكثها عهودها.

(۳۲۸/٤، دارالکتب العلمية بيروت) =

اب اس معاہدہ نامہ کی تکمیل کے بعد دو صورتیں سامنے آتی ہیں:

ا-......ایکسپورٹر ان کاغذات کو دکھا کر بینک سے سودی قرض حاصل نہیں کرتا ہے بلکہ اس کا مقصد جانبین کے درمیان معاملہ کو مضبوط کرانا ہوتا ہے، لہذا یہ صورت جائز ہے۔

۲-......ایکسپورٹر اس معاہدہ نامہ کو دکھا کر بینک سے پیکنگ کریڈٹ کے نام سے سودی قرض حاصل کرتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ تجارت کو فروغ دے، لہذا یہ صورت ناجائز وحرام ہوگی (۲)۔

= ما في " **تبيين الحقائق** ": ولو دخل في المبيع أشياء فإن كان لا يتفاوت آحاده كالمكيل والموزون وعلامته أن يعرض بالنموذج يكتفي برؤية بعضه لجريان العادة بالاكتفاء بالبعض في الجنس الواحد ووقوع العلم به بالباقي إلا إذا كان الباقي أردأ فيكون له الخيار فيه.

(۳۲۵/٤، باب خيارالرؤية)

ما في " **الهداية** " : والأصل في هذا أن رؤية جميع المبيع غير مشروط لتعذره فيكتفي برؤية ما يدل على العلم بالمقصود ، ولو دخل في المبيع أشياء فإن كان لا يتفاوت آحادها كالمكيل والموزون وعلامته أن يعرض بالنموذج يكتفي برؤية واحد منها إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذ يكون له الخيار.(۳۶/۳، باب خيارالرؤية)

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى : ﴿**يـآيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾.(آل عمران : ۱۳۰)

وقال أيضاً : ﴿**وأحل الله البيع وحرم الربوا**﴾.(البقرة:۲۷۵)

ما في " **الصحيح لمسلم** " : عن جابر رضي الله عنه قال :" **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء**".(۲۷/۲)

ما في " **شرح النووي على هامش المسلم** " : وفيه تحريم على الإعانة على الباطل، والله أعلم.

(۲۷/۲،۲۸) =

فیکس کے ذریعہ تجارت کرنا

مسئلہ(۲۷۴): فیکس کے ذریعہ سودا کرنا جائز ہے۔(۱)

گاہکوں کے لیے ترغیبی انعامات

مسئلہ(۲۷۵): بسااوقات بائع مبیع پر ترغیبی انعام رکھتا ہے، اس صورت میں مبیع اور ثمن دونوں متعین ہوتی ہیں، اور ہر خریدار کو اپنی مبیع حاصل ہوتی ہے، کمپنی اپنے منافع میں سے انعام دیتی ہے، لہذا بیع کی یہ صورت جائز ہے، لیکن اس وقت مکروہ ہوگی جب کہ مشتری کو مبیع کی ضرورت نہ ہو اور وہ

= ما في "**موسوعة فتح الملهم**" : قوله : (موكله) يعني الذي يؤدي الربا إلى غيره ، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي، ثم آخذ الربا أشد من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام .

(۵۷٤/۷)

ما في "**بدائع الصنائع**" : وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "**كل رباً في الجاهلية فهو موضوع تحت قدمي**". (۸۲/۷، فصل في شرائط جريان الربا)

ما في "**الأشباه والنظائر لإبن نجيم**" : بضابطة فقهية : "ما حرم أخذه حرم إعطاء ه".

(۴۸٦/۱، ايضاح المسائل:٦٠)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار**" : إلا إذا كان بكتابة أو رسالة فيعتبر مجلس بلوغها. درمختار. قوله : (إلا إذا كان بكتابة أو رسالة) صورة الكتابة أن يكتب أما بعد ! فقد بعت عبدي فلاناً منك بكذا ، فلما بلغه الكتاب قال في مجلسه ذلك : اشتريت تم البيع بينهما، ....قلت : ويكون بالكتابة من الجانبين ، فإذا كتب اشتريت عبدك فلاناً بكذا فكتب إليه البائع قد بعت فهذا بيع كما في التاترخانية ، قوله :(فيعتبر مجلس بلوغها) أي بلوغ الرسالة أو الكتابة ، قال في الهداية : والكتاب كالخطاب، وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتابة وأداء الرسالة . (٢٦/٧)

ما في "**قواعد الفقه**" : وبقاعدة فقهية : "الكتاب كالخطاب". (ص ۹۹)

محض انعام کی طمع ولالچ میں اس چیز کو خریدے۔(۱)

مثلی اشیاء کا نمونہ دکھا کر بیع کرنا

مسئلہ(۲۷۶): مثلی اشیاء یعنی ایسی چیزیں جن کا نمونہ (Sample) پیش کیا جاسکتا ہو اور نمونہ دیکھ کر تمام مال کا آسانی سے اندازہ کرلیا جاسکتا ہو، جیسے گیہوں، چاول، دیگر غلے وغیرہ، اورلوہا پیتل، اسٹیل، شیشہ، تانبا اور دیگر دھات وغیرہ، نیز موزہ، جوتا، نکیل، تلوار، تیر اور دیگر ہتھیار، اسی طرح دورِ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فقه وفتاوى البيوع** " : أن يقول التاجر : من اشترى مني ألف مثلاً فله جائزة مقدار هكذا ، فهنا الجائزة معلومة والقدر معلوم ، فهذا ليس فيه محظور من حيث الشكل الظاهر، لكن قد يكون فيه محظور من جهة المشتري ، فربما يشتري ما تبلغ قيمته الألف وليس له حاجة كاملة فيما اشتراه ولكن من أجل الجائزة ، فيضع ماله طلباً للحصول على هذا الجائزة. (ص ۲۸۱)

ما في " **نوازل فقهية معاصرة للشيخ خالد سيف الله الرحماني**" : بناء على تعيين المبيع والثمن ، وحصول كل مشترى على مبيعه المطلوب وتوزيع الجوائز من قبل الشركات من مكاسبها الخاصة ، يجوز هذا العمل ، ولو كان العوض الحاصل لأحد الجانبين مجهولاً أو محتملاً ويتلقى الواحد ويحرم الثاني يكون ذلك نوعا من الميسر ويحرم ، لكن الصورة المذكورة هي " إحقاق بعض وإنجاح بعض" حسب قول الجصاص وغير شاملة للميسر والقمار ، فلا بأس فيها، وهذا هو رأي العلامة المفتي محمد شفيع من كبار علماء هذا العصر. (ص۳۲۷، البيع بالتقسيط ، الجوائز المغرية للعملاء والزبائن)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وما ذكره الله تعالى من تحريم الميسر - وهو القمار - يوجب تحريم القرعة في العبيد يعتقهم المريض ثم يموت ، لما فيه من القمار وإحقاق بعض وإنجاح بعض ، وهذا هو معنى القمار بعينه ، وليست القرعة في القسمة كذلك ، لأن كل واحد يستوفي نصيبه لا يحقق واحد منهم. والله أعلم. (۱/۳۹۹ ، باب تحريم الميسر، كتاب الفتاوى:۲۴۷/۵)

حاضر کے مشتری کپڑے، ایسی چیزوں کی خرید وفروخت میں بائع کا صرف نمونہ دکھا کر اور مشتری کا صرف نمونہ دیکھ کر بیع کرنا صحیح اور درست ہے، اور مشتری کو خیارِ رویت بھی حاصل نہ ہوگا، ہاں عیب کی صورت میں خیارِ عیب حاصل ہوگا، لہذا اس طرح کی بیع جائز ہے۔(۱)

قیمتی اشیاء کا نمونہ دکھا کر بیع کرنا

مسئلہ(۲۷۷): ذوات القیم یعنی قیمتی اشیاء جن کی مثل (Sample) پیش کر کے اندازہ نہ لگایا جاسکتا ہو، جیسے بکری، گائے، بھینس اور دیگر جانور، ان کے ریوڑ کی بیع ایک جانور کا نمونہ (Sample) دکھا کر جائز نہیں ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الهداية وتبيين الحقائق** " : والاصل في هذا أن رؤية جميع المبيع غير مشروط لتعذره فيكتفى برؤية ما يدل على العلم بالمقصود ولو دخل في المبيع أشياء فإن كان لا يتفاوت آحادها كالمكيل والموزون ، وعلامته أن يعرض بالنموذج يكتفى برؤية واحد منها إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذٍ يكون له الخيار. (الهداية :۳/۳٦، تبيين الحقائق : ٤/٣٢٥، ايضاح النوادر:ص/٢٤)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الهداية** " : وإن كان يتفاوت آحادها كالثياب والدواب لا بد من رؤية كل واحد منها والجوز والبيض من هذا القبيل. (۳/۳۷ ، كتاب البيوع ، باب خيار الرؤية)

ما في " **تبيين الحقائق** " : وإن كان آحاده تتفاوت وهو الذي لا يباع بالنموذج كالثياب والدواب والعبيد فلا بد من رؤية كل واحد من أفراده ، لأنه برؤية بعضها لا يقع العلم بالباقي للتفاوت والجوز والبيض من هذا القسم .

(٤/٣٢٥ ، كتاب البيوع ، باب خيار الرؤية ، دار الكتب العلمية بيروت، ايضاح النوادر:٢٥)

ڈالر، پونڈ، ریال وغیرہ سے عقدِ بیع

مسئلہ(۲۷۸): ایکسپورٹر (Exporter) غیر ملکی تاجروں کے ہاتھ مال فروخت کرتا ہے، تو مال کی قیمت امریکن ڈالر، پونڈ، ریال، درہم، دینار وغیرہ (غیر ہندوستانی کرنسی) ہوتی ہے اور یہ رقم سرکاری بینک کے توسط سے ایکسپورٹر کو موصول ہوتی ہے، لیکن بینک اس کو ہندوستانی کرنسی دیتی ہے، ایسی صورت میں غیر ملکی کرنسی کبھی اَپ (UP) اور کبھی ڈاؤن (Down) ہوتی ہے، اگر اَپ ہو یعنی غیر ملکی کرنسی کا بھاؤ بڑھ جائے تو ایکسپورٹر کو ہندوستانی روپئے زیادہ مل جاتے ہیں، اور اگر ڈاؤن ہو یعنی غیر ملکی کرنسی کا بھاؤ گر جائے تو کم روپئے ملتے ہیں، تو شرعاً یہ زیادتی سود نہیں بلکہ حلال اور جائز ہے اور اس طرح کا معاملہ کرنا بھی درست ہے۔(۱)

بیعِ سلم اور استصناع کی ایک مروجہ صورت

مسئلہ(۲۷۹): آج کل یہ صورت بہت زیادہ عام ہوچکی ہے کہ بائع مشتری سے پیشگی رقم کا مطالبہ کرتا ہے، مثلاً: دس لاکھ کا مال ہے تو کم از کم ایک لاکھ روپئے پہلے ہی بائع وصول کر لیتا ہے، تو

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : ثم ان أنواع العملة المضروبة تقوم بالقروش ، فمنها ما يساوي عشرة قروش، ومنها أقل ، ومنها أكثر ، فإذا اشترى بمائة قرش فالعادة أنه يدفع ما أراد إما من القروش أو مما يساويها من بقية أنواع العملة من ريال أو ذهب ، ولا يفهم أحد أن الشراء وقع بنفس القطعة المسماة قرشاً، بل هي أو ما يساويها من أنواع العملة المتساوية في الرواج المختلفة في المالية . (۷/۶۰)

ما في " **فتح القدير والفتاوى الهندية** " : قال : وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنساء لعدم علة الحرمة والأصل فيه الإباحة وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء لوجود العلة وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء . (۷/۱۱، الفتاوى الهندية :۳/۱۱۷، ايضاح النوادر:۴۳)

اس طرح بیع کا معاملہ کرنا جائز ہے، اگر مال ایک مہینے کے بعد بھیجنے کی بات ہو تو یہ بیعِ سلم ہے، اور اگر اس سے کم مدت ہو تو استصناع کے حکم میں داخل ہے۔(۱)

بیعِ سلم کی صحت کے شرائط

مسئلہ (**۲۸۰**): آج کل عام طور پر چیزوں کو آرڈر دیکر بنانے کا کافی رواج ہو چلا ہے، لہذا فقہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **البحر الرائق** ": عن ابن عباس قال : " **أشهد أن الله أحل السلف المضمون إلى أجل مسمىً قد أحله الله تعالى في الكتاب وأذن فيه** ". قال الله تعالى : ﴿**يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمىً فاكتبوه**﴾[البقرة:۲۸۲]. (۲۵۹/۶)

ما في " **البناية** ": وفي السنة أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص في السلم . (۴۲۰/۷)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": هو بيع آجل وهو المسلم فيه بعاجل وهو رأس المال .

(۴۵۴/۷)

ما في " **البحر الرائق**": والأجل: وأقله شهر أي أقل الأجل شهر روي عن محمد رحمه الله .(۳۱۸/۶)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": (وأقله) في السلم (شهر) به يفتى ."درمختار" . قوله : (به يفتى) وقيل ثلاثة أيام وقيل أكثر من نصف يوم ، وقيل ينظر إلى العرف في تأجيل مثله ، والأول: أي ما في المتن أصح، وبه يفتى. زيلعى. وهو المعتمد. "**بحر**" .وهو المذهب. "**نهر**".

(۷ /۴۶۲، كتاب البيوع، باب السلم)

ما في " **التبيين الحقائق**": أما الاستصناع فللإجماع الثابت بالتعامل من لدن النبي صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا ، وهو من أقوى الحجج ، وقد استصنع النبي صلى الله عليه وسلم خاتماً ومنبراً وقال : " **ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن**". (۵۲۶/۴)

اسلامی کے نقطۂ نظر سے اس کے جواز کیلئے ان آٹھ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱-......بیع کی جنس متعین ہو، مثلاً: گیہوں، چاول، برتن اور گاڑی وغیرہ۔

۲-......نوع اور قسم متعین ہو، مثلاً: چاول ہے تو کونسی قسم کے، باس متی یا کوئی اور؟ اسی طرح اگر مصنوعی چیز ہے جیسے کپڑا یا جوتا، یا گاڑی تو وہ کس کمپنی کے، اور کہاں کے بنے ہوئے ہیں، مثلاً: کانپور، مرادآباد، دلی، جاپان، چین یا تائیوان وغیرہ کے؟

۳-...... مال کی صفت متعین ہو، جیسے ہائی کوالٹی (High Quality) یا لو کوالٹی (Low Quality) یا میڈیم کوالٹی (Medium Quality) وغیرہ۔

۴-......مقدار معلوم ہو مثلاً: کتنا کلو ہے یا کس سائز کا ہے؟

۵-......ادائیگی کی مدت معلوم ہو کہ سامان کتنے دنوں میں دیا جائیگا؟

۶-......ثمن کی مقدار اور صفت معلوم ہو، یعنی کتنے روپئے کا ہوگا، اور کرنسی کونسی ہوگی، ہندوستانی روپئے، امریکی ڈالر، سعودی ریال یا کویتی دینار وغیرہ؟

۷-......سامان کی کچھ رقم پیشگی ادا کرنا ہے یا پوری رقم دینی ہے؟

۸-......بائع مشتری کو کہاں سامان پہونچائے گا، اکل کوا، نندربار یا ممبئی وغیرہ میں؟ (۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الکتاب**": لقوله تعالی: ﴿**یا أیها الذین آمنوا إذا تداینتم بدین إلی أجل مسمیً فاکتبوه ولیکتب بینکم کاتب بالعدل**﴾. (سورة البقرة:۲۸۲)

ما فی "**مشکوٰة المصابیح**": عن ابن عباس قال: قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة وهم یسلفون في الثمار السنة والسنتین والثلث، فقال: "**من أسلف في شيء فلیسلف في کیل ووزن معلوم إلی أجل معلوم**". متفق علیه. (:ص ۲۵۰) =

بیعِ استصناع

مسئلہ(۲۸۱): بیعِ استصناع یہ بھی بیعِ سلم ہی کی طرح کی ایک بیع ہوتی ہے، یعنی کسی چیز کو بنانے کیلئے معاملہ کرکے آرڈر دینا، مگر اس میں صرف اتنا فرق ہوتا ہے کہ ثمن اور مبیع دونوں ادھار ہوتے ہیں، یعنی پیشگی رقم بعض یا کل ادا کرنے کی شرط نہیں ہوتی، اس کے جائز ہونے کیلئے بھی مذکورہ بالا تمام شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔(۱)

بیع الوفا کے جواز کی ایک صورت

مسئلہ(۲۸۲): اگر کسی شخص کو قرض کی سخت ضرورت ہے، اس کے پاس مکان یا دوکان یا زمین موجود ہو، اور وہ اس کو رہن میں رکھ کر قرض کا روپیہ حاصل کرنا چاہتا ہے، مگر رہن رکھنے کی صورت میں مرتہن اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا، اس لیے کوئی شخص رہن رکھ کر بھی قرض دینے

= ما فی " **الهداية**" : قال : ولا يصح السلم عند أبي حنيفة إلا بسبع شرائط : جنس معلوم كقولنا : حنطة أو شعير، ونوع معلوم كقولنا : سقية أو بخسية ، وصفة معلومة كقولنا : جيد أو ردي ، ومقدار معلوم كقولنا: كذا كيلا بمكيال معروف أو كذا وزناً ، وأجل معلوم، والأصل فيه ما روينا والفقه فيه ما بينا، ومعرفة مقدار رأس المال إذا كان يتعلق العقد على مقداره كالمكيل والموزون والمعدود وتسمية المكان الذي يوفيه فيه إذا كان له حمل ومؤنة. (۹۵/۳، فتاوی محمودیه:۲۱۹/۱۶، ایضاح النوادر:۲۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) **ما فی " فتح القدير والفتاوى الهندية "**: الاستصناع طلب الصنعة وهو أن يقول لصانع خف أو مكعب أو أواني الصفر: اصنع لي خفاً طوله كذا وسعته كذا، أو دستاً أي برمة تسع كذا ووزنها كذا على هيئة كذا بكذا ويعطى الثمن المسمى أو لا يعطى شيئاً فيعقد الآخر معه جاز استحساناً تبعاً للعين.

(۱۰۷/۷، الفتاوى الهندية :۲۰۷/۳، ایضاح النوادر:۲۸)

کے لیے تیار نہیں ہے، اور صاحبِ ضرورت اپنی اس ضروری جائداد کو پوری طور سے فروخت کرنا بھی نہیں چاہتا، تو متاخرین فقہاء نے دفعِ ضرورتِ راہن اور جوازِ انتفاعِ مرتہن کے لیے بیع الوفاء کے نام سے بیع کی ایک صورت بیان فرمائی ہے، اور وہ یہ ہے کہ صاحبِ ضرورت، مکان، دوکان یا زمین، اس طرح فروخت کرے کہ فروخت شدہ جائداد مشتری کے پاس من کل الوجوہ امانت تو نہیں مگر مثلِ امانت کے ہوگی، کہ مشتری اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر اس کو فروخت نہیں کرسکتا، اور فائدہ اٹھانے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہیگا جب تک کہ بائع، لی ہوئی پوری رقم واپس نہ کردے، اور جب بائع رقم واپس کردیگا تو مشتری پر لازم ہوگا کہ اتنی ہی رقم لے کر جائداد واپس کردے، جتنے میں اس نے بائع کو دیا تھا، اس عقد کو بیع الوفاء، بیع الأمانت اور بیع الرہن وغیرہ کہا جاتا ہے، صاحبِ ہدایہ نے اس کو بیع الجائز فرمایا ہے۔

اس کا رواج پانچویں صدی ہجری میں ہوا، اس کے جواز و عدمِ جواز میں شدید اختلاف رہا، امام ظہیر الدین اور صدر الشہید وغیرہ اس کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، امامِ ابوشجاع، امام علی، امام ابن نجیم ، امام بیہقی ، سغدی ، قاضی حسن ماتریدی اور امام مرغینانی وغیرہ اس کو حاجتِ ناس کے پیش نظر استحساناً، اور عرفِ عام حادث کا قضیہ کہہ کر جائز قرار دیتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے اصولاً عدمِ جواز کو ثابت کیا ہے، اور بوقتِ ضرورت جواز پر عمل کی اجازت دی ہے، اور محدثِ سہارنپور علامہ خلیل احمدؒ نے جائز قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ دستاویز لکھتے وقت بیع کو مطلق عن الشرط رکھا جائے، اور بیع مع الشرط کی قید نہ لگائی جائے، تاکہ فقہائے متأخرین کے دونوں فریق کے قول پر عمل ثابت ہوجائے، عصرِ حاضر کے علماء وفقہاء میں علامہ قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ اور مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی وغیرہ نے اس کے جائز قرار دینے کو اولیٰ اور مناسب سمجھا ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " البحر الرائق":وصورته: أن يقول البائع للمشتري بعت منك هذا العين بدين لك عليّ على أني =

بیعِ مناقصہ(Tender) کا شرعی حکم

مسئلہ(۲۸۳): مناقصہ یہ مزایدہ کی ضد ہے، مزایدہ بائع کی جانب سے ہوتا ہے اور مشتری بولیاں لگاتے ہیں، جو بھی زیادہ بولی لگادے اس کے حق میں بیع منعقد ہوجاتی ہے، اور مناقصہ میں مشتری کی طرف سے طلب ہوتی ہے، آج کل حکومت کی طرف سے ٹینڈر نوٹس آتے رہتے ہیں، مثلاً حکومت نے اعلان کیا کہ ہمیں کسی تعلیم گاہ میں استعمال کرنے کے لئے ہزاروں کرسیوں کی ضرورت ہے، لہذا ہمیں ٹینڈر دیں کہ کون کتنے میں دے گا، تو اس میں کم قیمت لگانے کی دوڑ ہوتی ہے، جس کسی کی قیمت سب سے کم ہوتی ہے اس کا ٹینڈر منظور کرلیا جاتا ہے یہ جائز ہے۔(انعام الباری:۶/۲۶۹) (۱)

= متى قضيت الدين فهو لي أو يقول البائع بعتك هذا بكذا على أني متى دفعت لك الثمن تدفع العين إلي. (۱۱/٦، كتاب البيع ، باب خيارالشرط ، تبيين الحقائق :٦/٢٣٧، كتاب الإكراه ، رد المحتار:٧/٥٤٥، مطلب في بيع الوفاء)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": والقول السادس في بيع الوفاء: إنه صحيح لحاجة الناس فراراً من الربا ، وقالوا : ما ضاق على الناس أمر إلا اتسع حكمه ."درمختار".(رد المحتار على الدر:٧/٥٥١، كتاب البيوع ، باب الصرف ، مطلب : قاضيخان من أهل التصحيح و الترجيح)

ما فی " **الأشباه والنظائر**" : بقاعدة فقهية : " الأمر إذا ضاق اتسع وإذا اتسع ضاق ".(١/٣٠٤، كتاب الفتاوى:٥/٢٧٩)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فی "**أحكام التعامل في الأسواق المالية المعاصرة للدكتور مبارك بن سليمان**": (تعريف بيع المناقصة) بيع المناقصة : عرف بيع المناقصة بأنه أن يعرض المشتري شراء سلعة موصوفة بأوصافٍ متعينة ، فيتنافس الباعة في عرض البيع بثمن أقلٍ، ويرسو البيع على من رضي بأقل سعرٍ.(١/٦٢٥)

ما فی "**عقود المناقصة في الفقه الإسلامي للشيخ عاطف محمد حسين أبوهربيد**": المناقصات العلنية: هي التي يتقدم فيها المناقصون بعطاء اتهم علناً، ويتناقصون في السعر إلى أن ترسو المناقصة على صاحب السعر الأقل. (ص:٩٠) =

شوروم والوں کا مشتری سے زائد رقم لینا

مسئلہ(۲۸۴): شوروم (Showroom) والے گاڑی خریدنے والے سے فوری قبضہ دینے کی صورت میں، جو رقم زائد از قیمتِ اصلیہ لیتے ہیں، اس کو اون (Own) کہا جاتا ہے، بائع یعنی شوروم والے کیلئے اس رقم کا لینا شرعاً جائز ہے۔(۱)

= ما فی "**عقود المناقصة في الفقه الإسلامي**": (حكم عقد المناقصة)........وقد اختلف هؤلاء المعاصرون في تكييفها على عدة أقوال هي: القول الأول: أن المناقصة هي كالمزايدة ينطبق عليها ما ينطبق على المزايدة، وأحكام المناقصة هي أحكام المزايدة ، إلا أنها تختلف في الشكل، وبه قال الدكتور المصري حيث ذكر أن المناقصة لم تعرف سابقاً في الفقه، إنما عرفت أختها المزايدة وهما متشابهتان في كثير من الإجراء ات ....وقال: فالمزايدة تكون في البيع والإيجار، والمناقصة في الشراء والاستيجار، وترتيباتهما الحديثة متشابهة، وقد يجمعهما نظام واحد، ويمكن أن يقال أن كلا منهما جائز من حيث المبراء ، لأن حقيقتهما واحد .... وممن قال بذلك أيضاً الدكتور علي السالوس .... وكذلك أكد الدكتور سعود الثبيتي ....وأيضاً الشيخ عبد الوهاب أبوسليمان ....ووافقهم في ذلك الشيخ محمد المختار السلامي حيث قال: فكما يجوز بيع الشيء مزايدة يجوز بيعه مناقصة، ولعل الثاني أولىٰ بالجواز لانتفاء السوم على السوم انتفاء تاماً .... وخلاصة القول الأول: أن المناقصة أخت المزايدة ، وأحكامها متشابهة مع الاختلاف في الشكل، والحكم على المناقصة بهذا الاعتبار لا يختلف عن حكم المناقصة.

(ص:۱۱۳،۱۱٤)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الاختيار لتعليل المختار**": ويجوز التصرف في الثمن قبل قبضه، وتجوز الزيادة في الثمن والسلعة والحط من الثمن،ويلتحق بأصل العقد؛ .(مختار) قال: (ويجوز التصرف في الثمن قبل قبضه) لقيام الملك، ولا يتعين بالتعيين ولا يكون فيه غرر الانفساخ .... قال : (وتجوز الزيادة في الثمن =

پھلوں کی بیع پکنے سے پہلے

مسئلہ(۲۸۵): درختوں پر پھل ظاہر ہوگیا لیکن ابھی کارآمد نہیں ہوا، یعنی نہ کھایا جاسکتا ہے، نہ کام میں لایا جاسکتا ہے، تو ان کی بیع بلا کسی شرط (یعنی پکنے تک درخت پر چھوڑے رہنے کی شرط نہیں لگائی، بلکہ بائع کی اجازت سے درخت پر چھوڑ دیا گیا) کے جائز ہے(۱)۔اور اگر یہ شرط لگائی کہ پھل پکنے تک ان کے درختوں پر ہی لگے رہیں گے، تو بیع کی یہ صورت ناجائز ہے(۲)۔

= والسلعة، والحط من الثمن ويلتحق بأصل العقد) . ... ولنا أن بالزيادة والحط غيَّرا وصف العقد من الربح إلى الخسران أو بالعكس، وهما يملكان إبطاله فيملكان تغييره . ولا بد في الزيادة من القبول في المجلس لأنها تمليك، ولا بد أن يكون المعقود عليه قائماً قابلاً للتصرف ابتداء حتى لا تصح الزيادة في الثمن بعد هلاكه. (۲/۲۵۷،۲۵۸، كتاب البيوع)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الفتاوى الهندية**": ولو اشتراها مطلقاً وتركها بإذن البائع طاب له الفضل.

(۳/ ۱۰٦، تبيين الحقائق:٤/ ۲۹۵)

ما في "**الهدايه**": قال: ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها أو قد بدا جاز البيع لأنه مال متقوم ....وعلى المشتري قطعها في الحال تفريغاً لملك البائع وهذا إذا اشتراها مطلقاً أو بشرط القطع. (۳/ ۲٦)

(۲) ما في " **التبيين الحقائق** ": قال: وإن شرط تركها على النخل فسد أي البيع لأنه شرط لا يقتضيه العقد وهو شغل ملك الغير أو نقول: أنه صفقة في صفقة لأنه إجارة في البيع وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صفقة في صفقةٍ. (٤/ ۲۹۵)

ما في " **أحاديث البيوع المنهى عنها** ": الحكمة في ذلك ظاهرة: لأن في بيع الثمرة قبل بدو صلاحها غرراً وخطراً ظاهراً يفضي إلى المفاسد الكثير بين المسلمين من إيقاع التشاحن والتشاجر وأكل مال الغير بغير حق. (ص:۲۱۹)

مگر فقہاء عصر میں سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی رائے بر بناء تعاملِ ناس وعرف جواز کی ہے(۳-۴)۔

معدوم پھلوں کی بیع

مسئلہ(۲۸۶): اگر درخت پر کچھ پھل ظاہر ہو، اور کچھ پھل ظاہر نہ ہوں تو معدوم پھلوں کی بیع کو

---

(۳) ما فی "**تکملة فتح الملهم مع التكملة كاملة**": حكم ما يتعامل به الناس اليوم: قدمنا خلاصة البحث الحديثي والفقهي في المسألة، وبقي الآن حكم ما يتعارفه الناس اليوم في بيع الثمار، فإن العادة جرت في أكثر البلاد أن الثمار لا تباع مقطوعة، وإنما تباع معلقة على الأشجار، وربما يتبايعها الناس قبل بدو صلاحها، وفي بعض الأحيان قبل ظهورها، والعادة أن المشتري يتركها بعد العقد على الأشجار إلى حين الجذاذ، فلو حكمنا بفساد هذه البيوع كلها لم توجد في السوق ثمرة ولا رطبة يحل أكلها .. ..والحاصل أن هذه الصورة وإن كانت غير جائزة في أصل المذهب غير أن فيها سعة عند عموم البلوى، وفي هذه الصورة يقول العلامة ابن عابدين الشامي: لا يخفى تحقق الضرورة في زماننا، ولا سيما في مثل دمشق الشام كثيرة الأشجار والثمار، فإنه لغلبة الجهل على الناس لا يمكن إلزامهم بالتخلص بأحد الطرق المذكورة ....وفي نزعهم عن عادتهم حرج كما علمت، ويلزم تحريم أكل الثمار في هذه البلدان، إذ لا تباع إلا كذلك، والنبي صلى الله عليه وسلم إنما رخص في السلم للضرورة مع أنه بيع المعدوم، فحيث تحققت الضرورة هنا أيضاً أمكن إلحاقه بالسلم بطريق الدلالة فلم يكن مصادماً للنص، فلذا جعلوه من الاستحسان لأن القياس عدم الجواز، وظاهر كلام الفتح الميل إلى الجواز، ولذا أورد له الرواية عن محمد، بل تقدم أن الحلواني رواه عن أصحابنا، وما ضاق الأمر إلا اتسع.

(۱/۳۹۲،۳۹۳، ردالمحتار:۷/۸٦)

(٤) ما فی "**نوازل فقهية معاصرة**": وإن ظهر بعضها دون بعض، فيصح بيع الكل، وأما الاشتراط بتركها على الأشجار إلى وقت إدراكها، فهذا أيضاً يجوز ويعتبر، وما يظهر من الثمار في ذلك الفصل هو أيضاً يضم إلى البيع......هذا ما عندي، والله أعلم بالصواب. (ص: ٣٧٤)

موجود پھلوں کے تابع بنا کر جائز قرار دیا جائے گا۔(۱)

پھل آنے سے پہلے ان کی بیع کرنا

مسئلہ(۲۸۷): پھل آنے سے پہلے بیع ناجائز وحرام ہے،مگراس کے جواز کی متبادل شکل یہ ہوگی کہ معاملہ پھلوں کا نہ کیا جائے، بلکہ زمین سمیت پورے باغ کا کیا جائے، وہ اس طور پر کہ چھ مہینے یا سال بھر کے لئے، یا کئی سال کے لئے متعین رقم کے بدلے میں کرایہ پر دیدیا جائے، اور کرایہ دار کو یہ بھی اجازت ہو کہ وہ خالی زمین میں کچھ بو کر فائدہ اٹھا سکتا ہے، مالک کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا، مگر یہ معاملہ اس وقت صحیح ہوگا جبکہ باغ کی زمین قابلِ کاشت بھی ہو، ورنہ صحیح نہ ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": أفتى الحلواني بالجواز لو الخارج أكثر." درمختار". قوله: (لو الخارج أكثر) ذكر في البحر عن الفتح أن ما نقله شمس الأئمة عن الإمام الفضل لم يقيده عنه بكون الموجود وقت العقد أكثر، بل قال عنه اجعل الموجود أصلاً وما يحدث بعد ذلك تبعاً.

(۸۵/۷،۸۶، كتاب البيوع ، مطلب في بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، احسن الفتاوی:۴۸۷/۶)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": والحيلة أن يأخذ الشجرة معاملة على أن له جزءاً من ألف جزءٍ."درمختار". قال الشامي : ....ففي الأول يشتري الأصول ببعض الثمن ويستأجر الأرض مدة معلومةً بباقي الثمن، لئلا يأمره البائع بالقلع قبل خروج الباقي ، أو قبل الإدراك. وفي الثاني يشتري الموجود من الثمر بكل الثمن، ويحل له البائع ما سيوجد.

(۸۸/۷،۸۹، كتاب البيوع، مطلب: فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن، كفاية المفتی:۳۴/۱۰)

حقِ ایجاد کی بیع

مسئلہ(۲۸۸): حقِ ایجاد کی بیع جائز ہے، مثلاً کسی شخص نے کوئی نئی چیز ایجاد کی تو اس کا حق، یا کوئی نئی کتاب تصنیف کی تو اس کا حق، اسی طرح تمام حقوقِ مجردہ کی بیع جائز ہے۔(۱)

قابلِ انتقال اشیاء کے قبل القبض فروختگی کی صورتیں

مسئلہ(۲۸۹): کسی شئ پر قبضہ کا مطلب شریعت میں یہ نہیں، کہ حقیقی معنیٰ میں بائع مبیع کومشتری کے یہاں منتقل کردے، بلکہ اس کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ مبیع کو اپنے مال سے اس طور پر الگ کردے، کہ مشتری جب چاہے اسے اپنی مرضی سے اٹھا کر لے جائے، اوراس سلسلے میں اس پر کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہ آئے، تو اب اس مبیع پر مشتری کا قبضہ تسلیم کرلیا جائیگا، لہذا اس کے لئے کسی دوسرے کے ہاتھ اس کوفروخت کرنا شرعاً جائز ہوجائیگا، مگر اس علیٰحدہ (تخلیہ) کرنے میں قدرے تفصیل ہے، چونکہ اب اس طرح کی بیع بکثرت ہونے لگی ہے، اورلوگ اس طریقہ کارکوشرعی طور پرنہیں کرتے ہیں، اس لئے ہرصورت کا حکم مختصراً علیحدہ علیحدہ ذکرکیا جارہاہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**السنن لأبی داود**": عن أسمر بن مضرس قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فبايعته فقال:" **من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له**". قال: فخرج الناس يتعادون يتخاطون.(ص: ٤٣٧)

ما فی "**بحوث فی قضايا فقهية معاصرة للشيخ المفتی محمد تقی العثمانی**": وإن كان العلامة المناوي رجح أن هذا الحديث وارد في سياق إحياء الموات ولكنه نقل عن بعض العلماء أنه يشمل كل عين وبئر ومعدن، ومن سبق لشيء منها فهي له، ولا شك أن العبرة لعموم اللفظ لا بخصوص السبب.

(ص: ١٢١،١٢٢، الفقه الإسلامي وأدلته للدكتور وهبة الزحيلي:٢٨٦١/٤، اسلامی قانون اجاره: ٤٤١، فقهی مقالات:٢٢٣/١)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی "**درر الحكام شرح مجلة الأحكام**": إذا أذن البائع للمشتري بتسليم المبيع الذي يكون =

۱-...... کیلی اشیاء یعنی کسی مخصوص پیمانے یا برتن سے ناپ کر بیچی جانے والی اشیاء: جیسے دودھ، تیل وغیرہ کو ناپ کر کے الگ کرنا، مشتری کے قبضے کے ثبوت کے لئے کافی ہوجائے گا، جیسے فون پر بات ہوئی اور مشتری نے کہا: بندے کو دس لیٹر دودھ چاہیے، اور بائع نے اس کو قیمت وغیرہ بتلا کر پکی بات کر کے، اس کو ناپ کر کے الگ کر دیا، تو الگ کرتے ہی اس پر مشتری کا قبضہ شمار ہوگا، اب مشتری اس چیز کو کسی دوسرے سے بھی فروخت کرسکتا ہے۔(۱)

= بحضرة المشتري أولاً ومفرزاً ثانياً وغير مشغول بحق الغير ثالثاً، بحيث لا يكون مانع ولا حائل بين المشتري وقبض المبيع اهـ .

(۲۵۱/۱، المادة :۲۶۳، وكذا في فتاوى قاضيخان على هامش الهندية:۲۵۶/۲، ۲۵۸، باب في قبض المبيع وما يجوز من التصرف قبل القبض وما لا يجوز، وكذا في غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي : ۲۷۸/۲، ۲۷۹، كتاب البيوع)

ما فی "**قواعد الفقه**": وبقاعدة فقهية: " التخلية تسليم " .(ص: ۶۹)

ما فی " **البدائع الصنائع**": ولا يشترط القبض بالبراجم ، لأن معنى القبض هو التمكن والتخلي وارتفاع الموانع عرفاً وعادةً حقيقةً .اهـ.(۵۷۱/۶، كتاب البيوع، فصل فيما يرجع إلى المعقود عليه)

ما فی "**الكتاب**": وقوله تعالى:﴿**ورجلاً سلماً لرجل**﴾. (سورة الزمر:۲۹)

ما فی " **بدائع الصنائع**": وأما تفسير التسليم والقبض: فالتسليم والقبض عندنا هو التخلية، والتخلي أن يخلي البائع بين المبيع وبين المشتري برفع الحائل بينهما على وجه يتمكن المشتري من التصرف فيه فجعل البائع مسلماً للمبيع والمشتري قابضاً له ....ثم لا خلاف بين أصحابنا في أن أصل القبض يحصل بالتخلية في سائر الأموال. (۲۳۶/۷، ۲۳۷، فصل في حكم البيع)

(۱) ما في " **بدائع الصنائع** " : وإن باع مكايلة أو موازنة في المكيل والموزون وخلى، فلا خلاف في أن المبيع يخرج عن ضمان البائع ، ويدخل في ضمان المشتري، حتى لو هلك بعد التخلية قبل الكيل والوزن يهلك على المشتري.اهـ. (۲۳۷/۷، ۲۳۸، فصل في حكم البيع)

۲-...... وزنی اشیاء: جیسے سونا، چاندی، پیتل، تانبا، رانگ، المونیم، لوہا وغیرہ، جب وزن کر کے الگ کردیجائے تو مشتری کا قبضہ شمار کیا جائیگا، اوراس کے لئے ان اشیاء کودوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہوگا۔(۱)

۳-...... ذراعی اشیاء یعنی پیمائشی اشیاء: جیسے کپڑے وغیرہ پیمائش کر کے الگ کرنا مشتری کے قبضے کے لیے کافی ہوگا۔(۲)

نوٹ:...... ان تینوں صورتوں میں جب بائع ان بیچی ہوئی چیزوں کوالگ کردے، اور مشتری کومکمل اختیار ہو کہ وہ ان چیزوں کواٹھا سکتا ہے، پھر وہ چیزیں بائع کی رکھی ہوئی جگہ سے چوری ہوجائیں، یا جل جائیں، یا ٹوٹ پھوٹ جائے تو بائع پر کوئی ضمان نہیں آئے گا، اور بائع سے مشتری دوبارہ اس کا مطالبہ نہیں کرسکے گا۔(۳)

---

(۱) حواله سابق ...... حاشیه نمبر/۲

(۲) ما في " **بدائع الصنائع**" : فإن كان مما لا مثل له من المزروعات والمعدودات المتفاوتة فالتخلية فيها قبض تام بلا خلاف حتى لو اشترى مذروعاً مزارعةً أو معدوداً معاودةً ، ووجدت التخلية يخرج عن ضمان البائع، ويجوز بيعه والانتفاع به قبل الزرع والعد بلا خلاف. (۲۳۷/۷، ۲۳۸، فصل في حكم البيع)

(۳) ما في " **بدائع الصنائع**" : معنى التسليم والتسلّم يحصل بالتخلية، لأن المشتري يصير سالماً خالصاً للمشتري على وجه يتهيأ له تقليبه، والتصرف فيه على حسب مشيته وإرادته، ولهذا لو كانت التخلية تسليماً وقبضاً فيما لا مثل له، (وفيما له مثل إذا بيع مجازفة) ولهذا يدخل المبيع في ضمان المشتري بالتخلية نفسها بلا خلاف، دل أن التخلية قبضٌ .اهـ. (۲۳۷/۷، فصل في حكم البيع، ايضاح النوادر:٦٦)

غیر منقولی اشیاء کو قبل القبض فروخت کرنا

مسئلہ(۲۹۰): غیر منقولی اشیاء جیسے زمین، پلاٹ، عمارت، دوکان، جائیداد وغیرہ کا صرف سودا کر کے معاملہ کر لینا قبضہ کے لیے کافی ہوگا، اور دوسرے کو فروخت کرنا بھی صحیح ہوگا۔(۱)

شیئرز کے احکام

شیئرز کا مختصر تعارف

موجودہ زمانے میں تجارت کی ایک نئی صورت کا اضافہ ہوا ہے، اس کو اسٹاک مارکیٹ (Stock market) یعنی بازارِ حصص کہتے ہیں، پہلے زمانے میں جو شرکت ہوتی تھی وہ چند افراد کے درمیان ہوتی تھی، جس کو آج کل کی اصطلاح میں پارٹنر شپ (Partnership) کہا جاتا ہے، لیکن پچھلی دو تین صدیوں میں تجارت کے وسیع پھیلاؤ کی وجہ سے اس کی ایک صورت وجود میں آئی، جس کو جوائنٹ اسٹاک کمپنی (Joint stockc company) کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے کاروبار میں نئی صورتِ حال پیدا ہوئی، اور اس کے حصص (Shares) کی خرید وفروخت کا نیا مسئلہ وجود میں آیا، اس کی بنیاد پر دنیا بھر میں اسٹاک مارکٹس (Stock Market,s) کام کر رہے ہیں، اور اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الهداية** " :ويجوز بيع العقار قبل القبض عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى. (۷٤/۳، وكذا في الرد على الدر: ۳٦۹/۷، فصل في التصرف في المبيع والثمن قبل القبض، وكذا في البدائع : ٤١/۷، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة :۲۰۰/۲، مكتبة دار إحياء التراث، فتاوى حقانيه:۱۰٥/٦، ايضاح النوادر:۷۲)

شیئرز کی حقیقت

مسئلہ(۲۹۱): شیئرز کو اردو میں ''حصے'' سے اور عربی میں ''سہم'' سے تعبیر کرتے ہیں، اور یہ درحقیقت کسی کمپنی کے اثاثوں میں شیئرز ہولڈر (Shares holder) شیئرز خریدنے والے کی ملکیت کے تناسب کی نمائندگی کرتا ہے، مثلاً: اگر آپ کسی کمپنی کا شیئرز خریدیں تو وہ شیئرز سرٹیفکیٹ (Shares certificate) جوایک کاغذ ہے، وہ اس کمپنی میں آپ کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، لہذا کمپنی کے جو اثاثے اور املاک ہیں شیئرز خریدنے کی وجہ سے آپ ان کے متناسب حصے کے مالک بن گئے۔ جب کمپنی وجود میں آتی ہے تو وہ بازار میں اپنے شیئرز فلوٹ (Floot) کرتی ہے، مثلاً کوئی آدمی ٹیکسٹائل (Textile) کی کمپنی قائم کرے، اوراس کے لئے اس کو دس ارب روپئے کی ضرورت ہے، تو وہ اعلان کرتا ہے کہ ہماری کمپنی ایک ایک ہزار کا شیئرز فلوٹ کررہی ہے، اس کے بعد اس کمپنی کے شیئرز مارکیٹ میں فروخت ہوتے ہیں، اب جو شخص ان کو خریدتا ہے وہ اس کمپنی کا شریک ہوجاتا ہے(۱)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی '' **الكتاب**'': لقوله تعالى :﴿**وإن كثيراً من الخلطاء ليبغي بعضهم على بعض**﴾. (سورة صٓ:۲۴)

ما فی '' **السنن لأبی داود** '' : عن أبي هريرة رضي الله عنه رفعه قال: إن الله تعالى يقول :'' **أنا ثالث الشريكين ما لم يكن أحدهما صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهم**''.(ص: ۴۸۰، باب في الشركة)

ما فی '' **الصحيح البخاری**'': عن زهرة بن معبد أنه كان يخرج به جده عبد الله بن هشام إلى السوق فيشتري الطعام فيلقاه ابن عمر وابن الزبير، فيقولان له أشركنا، فإن النبي صلى الله عليه وسلم قد دعا لك بالبركة فيشركهم . (۱/ ۳۴۰، كتاب الشركة ، باب الشركة في الطعام)

ما فی '' **فتح القدير**'' : قوله : (الشركة جائزة) قيل مشروعيتها بالكتاب والسنة والمعقول... ....الشركة جائزة لأن النبي صلى الله عليه وسلم بعث والناس يتعاملون بها فقررهم عليه وتعاملها الناس من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا من غير نكيرمنكر.

(۱۴۳/۶، كتاب الشركة، رد المحتار: ۴۶۵/۶، كتاب الشركة، فقهی مقالات: ۱/ ۱۴۲،۱۴۳)

چار شرطوں کے ساتھ شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے

مسئلہ(۲۹۲): (۱)......کمپنی حرام کاروبار میں ملوث نہ ہو، مثلاً وہ سودی بینک نہ ہو، سود اور قمار پر مبنی انشورنس کمپنی نہ ہو، شراب کا کاروبار کرنے والی کمپنی نہ ہو، یا ان کے علاوہ دوسرے حرام کام کرنے والی کمپنی نہ ہو، ایسی کمپنی کے شیئرز لینا کسی حال میں جائز نہیں، نہ ابتداءً جاری (Float) ہونے کے وقت لینا جائز ہے، اور نہ ہی بعد میں اسٹاک مارکیٹ سے لینا جائز ہے۔

(۲)......کمپنی کے تمام اثاثے اور املاک سیال اثاثوں (Liquid Assets) یعنی نقد رقم کی شکل میں نہ ہوں، بلکہ اس کمپنی نے کچھ جامد اثاثے (Fixed Assets) حاصل کر لیے ہوں، مثلاً بلڈنگ بنالی ہو، یا زمین خرید لی ہو تو جائز ہے، اور اگر اثاثے سیال یعنی نقد رقم کی صورت میں ہوں تو اس کمپنی کے شیئرز کو فیس ویلیو (Face Value) سے کم یا زیادہ پر فروخت کرنا جائز نہیں، بلکہ برابر سرابر خریدنا ضروری ہے۔

(۳)......حتی الامکان کمپنی سود میں ملوث نہ ہو، اور اگر ہو بھی تو صرف فاضل (Surplus) رقم بینک میں رکھتی ہو، اور اگر کمپنی فنڈ بڑھانے کے لئے رکھے تب تو بالکل ہی جائز نہیں(۱)، لیکن پہلی صورت

---

(۱) ما فی " **الکتاب**": لقوله تعالی:﴿**یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن کنتم مؤمنین، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾. [سورة البقرة:۲۷۸،۲۷۹]..........﴿**الذین یأکلون الربوا لا یقومون إلا کما یقوم الذي یتخبطه الشیطان من المس، ذلک بأنهم قالوا إنما البیع مثل الربوا، وأحل الله البیع وحرم الربوا**﴾.[سورة البقرة:۲۷۵]

ما فی " **السنن الترمذی**" : " **الحلال بین والحرام بین وبین ذلک أمور مشتبهات لا یدري کثیر من الناس أمن الحلال هي أم من الحرام فمن ترکها استبرأ لدینه وعرضه فقد سلم ومن واقع شیئاً منها یوشک أن یواقع الحرام کما أنه من یرعی حول الحمی یوشک أن یواقعه ألا وإن لکل ملک حمیً ألا وإن حمی الله محارمه**".(۱/۲۲۹، أبواب البیوع، باب ماجاء في ترک الشبهات) =

اس شرط کے ساتھ جائز ہے، کہ شیئر زہولڈر کمپنی میں سودی کاروبار کے خلاف آواز اٹھائے، اگر چہ اس کی آواز صدا بصحرا ہی ثابت ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ کمپنی کی اے، جی، ایم (Annual general meting) میں اپنی یہ بات رکھے۔

(۴)......جب منافع تقسیم (Dividend) ہوں تو وہ انکم اسٹیٹ مینٹ (Income statement) کے ذریعے معلوم کرے، کہ آمدنی کا کتنا حصہ ڈپازٹ سے حاصل ہوتا ہے، اور اتنے فیصد رقم کا صدقہ کردے(۱)۔

= ما فی " **الکتاب**": لقوله تعالی:﴿**ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان**﴾.(سورة المائدة:۲)

ما فی "**جواهر الفقه**": قال العلامة المفتي محمد شفیع رحمه الله : إن الإعانة علی المعصیة حرام مطلقاً بنص القرآن أعني قوله تعالی : ﴿**ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان**﴾ ، وقوله تعالی : ﴿**فلن أکون ظهیراً للمجرمین**﴾، ولکن الإعانة حقیقة هي ما قامت المعصیة بعین فعل المعین ولا یتحقق إلا بنیة الإعانة أو التصریح بها أو تعینها في استعمال هذا الشيء بحیث لا یحتمل غیر المعصیة. (۲/۴۴۷)

ما فی " **التفسیر المنیر**": ﴿**وتعاونوا علی البر**﴾ وهو کل خیر أمر به الشرع أو نهی عنه من المنکرات أو اطمأن إلیه القلب، ولا تتعاونوا علی الإثم وهو الذنب .... **والمعصیة** : وهي کل ما منعه الشرع ، أو حاك في الصدر وکرهت أن یطلع علیه الناس، ولا تتعاونوا علی التعدي علی حقوق غیرکم ، والإثم والعدوان یشمل کل الجرائم التي یأثم فاعلها ، ومجاوزة حدود الله بالاعتداء علی القوم ، واتقوا الله بفعل ما أمرکم به واجتناب ما نهاکم (إن الله شدید العقاب) لمن عصی وخالف.

(۷/۴۱۸، الوفاء بالعقود ومنع الاعتداء، والتعاون علی الخیر وتعظیم شعائر الله)

(۱) ما فی "**رد المحتار علی الدر المختار**" : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده علیهم وإلا فإن علم عین الحرام لا یحل له، ویتصدق به بنیة صاحبه، وإن کان مالاً مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا یعلم أربابه ولا شیئاً منه بعینه حل له حکماً والأحسن دیانة التنزه عنه.

(۷/۳۰۱، کتاب البیوع ، باب البیع الفاسد ، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً) =

نیز شیئرز دو مقصد سے خریدے جاتے ہیں:

۱/...... انوسٹمینٹ (Investment) یعنی کمپنی میں شریک ہوکر گھر بیٹھے منافع حاصل کرتے رہنا، یہ صورت مذکورہ چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

۲/...... شیئرز کے خریدنے کی دوسری صورت کیپٹل گین (Capital Gain) کی ہوتی ہے، یعنی کمپنی کا شریک بننا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ لوگ اس کا اندازہ کرتے ہیں کہ کس کمپنی کے شیئرز کی قیمت میں اضافہ ہونے کا امکان ہے، چنانچہ اس کمپنی کے شیئرز خرید لیتے ہیں، اور پھر چند روز بعد جب قیمت بڑھ جاتی ہے تو ان کو فروخت کرکے نفع حاصل کرلیتے ہیں، اس طرح کی خرید وفروخت کے ذریعے نفع حاصل کرنا ان کا مقصود ہوتا ہے، مذکورہ شرائط کی رعایت کے ساتھ یہ خرید وفروخت جائز ہے، لیکن اگر اس میں سٹہ بازی کی صورت پیدا ہوجائے، وہ اس طور پر کہ شیئرز پر قبضہ (Dellivery) کرنے سے پہلے ہی اسے فروخت کیا جائے تو یہ صورت بالکل حرام ہے، اور شریعت میں اس کی اجازت نہیں (۱)۔

= ما فی " **الفتاوی الهندية** ": ينبغي للمسلم أن يتصدق بحصته من الربح .

(۳۳۳/٤، الباب الثاني والعشرون في المضاربة بين أهل الإسلام وأهل الكفر)

(۱) ما فی " **الكتاب** " : لقوله تعالی : ﴿**يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**﴾.(سورة المائدة:۹۰)

ما فی " **نيل الأوطار للشوكانی** ": لقوله عليه السلام : " **الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثلٍ يداً بيد فمن زاد أو استزاد فقد أربی، الآخذ والمعطي فيه سواء** ".

(نيل الأوطار شرح للشوكاني:۲۰۲/۵، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت، فقهی مقالات:۱٤٤/۱)

باب الربوا

(سود کا بیان)

ہندوستانی مسلمانوں کا سود لینا

مسئلہ(۲۹۳): ہندوستان دارالامن والجمہوریہ ہے، اس لیے متفق علیہ طور پر مسلمانوں کے لئے یہاں سود لینا جائز نہیں۔(۱)

پیکنگ کریڈٹ کارڈ کے نام پر سودی قرض لینا

مسئلہ(۲۹۴): پیکنگ کریڈٹ کارڈ (Packing Credit card) کے نام پر، تاجر کا بینک سے سودی قرض حاصل کرنا شرعی طور پر ناجائز اور حرام ہوگا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": قال تعالی:﴿**وأحل الله البيع وحرم الربوا**﴾.(البقرة:۲۷۵)

ما في "**مشكوٰة المصابيح**": عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **درهم ربوا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلثين زينةً** ".

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **الربوا سبعون جزءاً أيسرها أن ينكح الرجل أمه**". (ص۲٤٥،۲٤٦، كتاب البيوع، الفصل الثالث)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": لو أجريت أحكام المسلمين، وأحكام أهل الشرك لا تكون دار الحرب. (۲۸۸/٦، باب المستأمن، ايضاح النوادر:۱۰۳)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الكتاب**": قال الله تعالى: ﴿**يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾. [آل عمران:۱۳۰] وقال أيضاً:﴿**أحل الله البيع وحرم الربوٰا**﴾. (سورة البقرة:۲۷۵)

ما في " **الصحيح المسلم**": عن جابر قال: "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء**". (۲۷/۲) =

بل پر چیز میں مکمل سود کا دخل ہے

مسئلہ (۲۹۵): بی-پی (B-P) یعنی بل پر چیز (Bill purchase) کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ایکسپورٹر کو کبھی پیشگی رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اپنے ارسال کردہ مال کے کاغذات بینک کے حوالہ کرکے ۷۰ یا ۷۵ فیصد تک مال کی قیمت بینک سے پیشگی وصول کر لیتا ہے اور جب امپورٹر کی طرف سے رقم آجاتی ہے، تو بینک اپنے ضابطہ کے مطابق فیصد شرح سود وصول کرکے بقیہ رقم ایکسپورٹر کو دیدیتا ہے، اس میں مکمل طور پر سود کا دخل ہے، لہذا شرعاً ناجائز اور حرام ہوگا، اور جواز کے دائرے میں کسی بھی صورت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (حوالۂ سابق) (۱)

= قال النووي: وفيه تحريم على الإعانة على الباطل، والله أعلم .(شرح النووي على هامش المسلم)

ما فی "**موسوعة فتح الملهم مع التكملة كاملة**": قوله: (وموكله) يعني: الذي يؤدي الربا إلى غيره ، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي، ثم أخذ الربا أشد من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام. (۵۷٤/۷)

ما فی "**بدائع الصنائع**": وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "**كل رباً في الجاهلية فهو موضوع تحت قدمي**". (۸۲/۷)

ما فی "**روح المعاني**": الربا في الأصل الزيادة، من قولهم : ربا الشيء يربو إذا زاد ....وفي الشرع عبارة عن فضل مال لا يقابله عوض في معاوضة مال بمال. اهـ. (۷۹/۳، مکتبہ زکریا)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": وفي الخلاصة : القرض بالشرط حرام ...... والشرط لغوٌ...... وفي الأشباه: كل قرض جر نفعاً حرام اهـ. (۳۹۵/۷،۳۹٤)

ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": لأن الشروط الفاسدة من باب الربا....... الربا هو الفضل الخال عن العوض .... وحقيقة الشرط الفاسدة هي زيادة ما لا يقتضيه العقد ولا يلائمه فيكون فيه فضل خال عن العوض هو الربا بعينه ... ملخصاً.اهـ. (۳۹۹/۷، ایضاح النوادر:۱۵۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) (تاويلات أهل السنة للماتريدي:۲۷۰/۲، ایضاح النوادر:۱۵۲)

بیع نہ ہونے کی صورت میں اِسار یعنی بیعانہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے

مسئلہ(۲۹۶): خریدار نے کسی چیز کا سودا کیا اور کچھ رقم پیشگی دی، اس کو ایڈوانس اور بیعانہ کہا جاتا ہے یہ جائز ہے، لیکن اگر بیع نہ ہوسکے تو بیعانہ کی رقم کا واپس کرنا لازم ہوگا، بائع کے لیے یہ رقم رکھ لینا اور واپس نہ کرنا شرعاً حرام ہے۔(۱)

بینک سے قرض لیکر گاڑی خریدنا

مسئلہ (۲۹۷): بینک کے قرض سے ٹرک، ٹریکٹر، بس یا کار وغیرہ خریدنا، مثلاً ایک شخص پچاس ہزار (50,000) روپئے میں کمپنی سے کوئی گاڑی خریدتا ہے، اور وہ رقم بینک از خود کمپنی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **إعلاء السنن** " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع العربان ، قال مالك : وذلك فيما نرى ، والله تعالى أعلم ، يشتري الرجل العبد أو الوليدة أو يتكارى الدابة ، ثم يقول للذي اشترى منه أو تكارى منه : أعطيتك ديناراً أو درهماً أو أكثر من ذلك أو أقل على أني أخذت السلعة أو ركبت ما تكاريت منك ، فالذي أعطيتك من ثمن السلعة أو من كراء الدابة ، وإن تركت ابتياع السلعة أو كراء الدابة فما أعطيتك لك باطل بغير شيء .

(۱۴/۱۹۷، كتاب البيوع ، باب النهي عن بيع العربان ، رقم الحديث :۴۶۷۲ ، الفقه الإسلامي وأدلته:۵/۳۴۳۴ ، بيع العربون ، الموسوعة الفقهية :۹/۹۳، ۹۴)

ما في " **حجة الله البالغة** " : ونهى عن بيع العربان أن يقدم إليه شيء من الثمن ، فإن اشترى حسب من الثمن وإلا فهو له مجاناً وفيه معنى الميسر .

(۲/۱۹۱، البيوع المنهي عنها ، بيوع فيها معن الميسر ، دارالمعرفة ، بيروت ، بداية المجتهد ونهاية المقتصد :۳/۲۱۸ ، كتاب البيوع ، الباب الرابع في بيوع الشروط والثنيا)

کوادا کرتا ہے، اور یہ شخص گاڑی کا مالک ہوجاتا ہے، مگر بینک خریدار سے اپنے ضابطے کے تحت قسط وار پچپن ہزار (55000) روپئے وصول کرتا ہے، تو شرعاً سود کی بنا پر یہ صورت ناجائز ہے(۱)۔

جواز کی صورت یہ ہے کہ بینک خریدار کے ساتھ اپنا ایک آدمی بھیجے، اور کمپنی سے پچاس ہزار میں گاڑی خرید لے، پھر بینک کا فرستادہ بینک کے ضابطے کے تحت پچپن ہزار میں یہ گاڑی خریدار کے حوالے کرے، تو شرعاً یہ شکل بیعِ مرابحہ کے دائرہ میں داخل ہوکر جائز ہوگی، یا بینک اس خریدار کو اپنا وکیل بنائے جو بینک کی طرف سے پچاس ہزار میں خرید کر بینک کے حوالے کرے، پھر بینک اس گاڑی کو پچپن ہزار میں اس شخص کے ہاتھ فروخت کردے، اور یہ خریدار پچپن ہزار روپئے قسط وار بینک کو ادا کرے تو شرعاً معاملہ کی یہ شکل بھی جائز ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **موسوعة فتح الملهم مع التكملة كاملة** ": عن علي مرفوعاً قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **كل قرض جر منفعة فهو ربا** ". (۵۷٤/۱، كتاب المساقات والمزارعة، اعلاء السنن: ۱٤ / ۵٦۷، كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعته فهو ربا)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": المرابحة بيع بمثل الثمن الأول وزيادة ربح إلى أن جائز اهـ. (۱٦۰/۳)

(۲)ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": (المرابحة بيعما ملكه بما قام عليه وبفضل) ثم باعه مرابحة على تلك القيمة جاز ." درمختار " . أي بزيادة ربح على أن تلك القيمة التي قوم بها الموهوب.......... بخلاف ما كان اشتراه بثمن فإنه يرابح على ثمنه لا على قيمته.(۳٤۹/۷، ۳۵۰)

ما في " **بدائع الصنائع** ": أما تفسيره فقد ذكرناه في أول الكتاب وهو أنه بيع بمثل الثمن الأول مع زيادة، وأما شرائطه قيمتها ما ذكرنا ، وهو أن يكون الثمن الأول معلوماً للمشتري الثاني لأن المرابحة بيع الثمن الأول مع زيادة ربح، والعلم بالثمن الأول شرط صحة البياعات كلها . (۱۷۳/۷، ۱۷٤، قضايا الفقه والفكر المعاصر للزحيلي:ص۲۵٦، ۲۵۷، إمداد الفتاوى :۱۳۵/۳، ۱۳٦، ايضاح النوادر:۱۱۳)

انکم ٹیکس سے بچنے کے لیے فکس ڈپازٹ میں رقم جمع کروانا

مسئلہ(۲۹۸): انکم ٹیکس کی بچت کی غرض سے فکس ڈپازٹ میں رقم جمع کروانا جائز ہوگا، لیکن نیت صرف جمع کروانے کی ہو نہ کہ سود حاصل کرنے کی، ہاں مگر جو سود ملے اسے چھوڑ نا نہیں چاہیے، بلکہ لے کر فقراء میں تقسیم کردے، یا انکم ٹیکس، کسٹم ٹیکس وغیرہ میں بھی دے سکتا ہے۔(۱)

ملٹی لیول مارکیٹنگ (M.L.M) کا شرعی حکم

مسئلہ (۲۹۹): آج کل نیٹ ورک مارکیٹنگ یا ملٹی لیول مارکیٹنگ (Multi Level Mareketing) کے نام سے مشہور تجارتی شکلیں وجود پذیر ہو چکی ہیں، یہ اسلامی نقطۂ نظر سے

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه.

(۳۰۱/۷، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، الفتاوى الهندية: ۳۴۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس)

ما فی "**بذل المجهود شرح السنن لأبي داود**": صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق فأما أن يكون كسبه بعقدٍ فاسد كالبيوع الفاسدة والاستئجار على المعاصي والطاعات، أو بغير عقد، كالسرقة والغصب والخيانة والغلول، ففی جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه، ولكن إن أخذه من غير عقد ولم يملكه ويجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك .... وأما إذا كان عند رجل مال خبيث فأما إن ملكه بعقدٍ فاسدٍ، أو حصل له بغير عقد، ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه، ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء .

(۳۵۹/۱، كتاب الطهارة، رقم الباب: ۳۱، باب الوضوء، مكتبة دارالبشائر الإسلامية)

ناجائز ہے اس لیے کہ یہ قمار کے زمرے میں داخل ہے (۱)۔......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے (۲)۔......حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصاۃ اور بیعِ غرر سے منع فرمایا ہے (۳)۔...... علامہ سرخسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''المبسوط''میں ذکر فرمایا ہے کہ: ''غرر اس معاملہ کو کہتے ہیں جس کا انجام پوشیدہ ہو'' (۴)۔

قرض کی ادائیگی قرض ہی کے مثل ہوگی

مسئلہ(۳۰۰): اگر کسی شخص نے کسی سے ہزار روپئے قرض لیے اور بوقتِ ادائیگی قرض ان ہزار روپئے کی مالیت کم ہوگئی تب بھی اس پر ہزار روپئے ہی لازم ہونگے۔مثلاً حامد نے محمود کو انڈین ایک ہزار روپئے قرض دئے اس وقت انڈین روپئے کی مالیت زیادہ تھی، مثلاً: انڈین پینتالیس (45) روپئے میں ایک امریکی ڈالر ملا کرتا تھا اور اب دس سال کے بعد محمود قرض ادا کرنا چاہتا ہے اس وقت

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الکریم** " : لقوله تعالی : ﴿**إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوه لعلکم تفلحون**﴾.(المائدة : ۹۰)

(۲) ما في " **السنن للترمذي** " : عن أبي هريرة قال :" **نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیعتین في بیعة** ".(۱/۲۳۳)

(۳) ما في " **الصحیح لمسلم** " : عن أبي هريرة قال :" **نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر** " .(۲/۲)

(٤) ما في " **المبسوط للسرخسي** " : الغرر : ما یکون مستور العاقبة .(۱۲/۱۹٤، کتاب البیوع ، دارالمعرفة بیروت ، کتاب التعریفات للجرجاني :ص۱٦٤)

انڈین روپئے کی مالیت اتنی کم ہوگئی کہ نوے (90) روپئے میں ایک امریکی ڈالرمل رہا ہے، تو محمود پر ایک ہزار روپئے ہی لازم ہونگے نہ کہ دو ہزار روپئے، کیونکہ اس پر مثلیت ہی واجب ہے اور وہ ایک ہزار روپئے ہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن الترمذي** " : عن سعيد بن جبير عن ابن عمر قال : " **كنت أبيع الإبل بالنقيع ، فأبيع بالدنانير وآخذ الدراهم وأبيع بالدراهم وآخذ الدنانير ، وآخذ هذه من هذه وأعطي هذه من هذه فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في بيت حفصة فقلت : يا رسول الله رويدك أسئلک إني أبيع الإبل بالنقيع بالدنانير وآخذ الدراهم وأبيع بالدراهم وآخذ الدنانير وآخذ هذه من هذه وأعطي هذه من هذه . فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا بأس أن تأخذها بسعر يومها ما لم تفترقا وبينكما شيء** ". (۱/۲۲۵، السنن لابن ماجة : ص۱٦٤، السنن للنسائي: ۲/۱۹۵، إعلاء السنن: ۱٤/۲۹۰، السنن لأبي داود : ۲/٤۷٦)

ما في " **بذل المجهود في حل سنن أبي داود** " : فذهب أكثر أهل العلم إلى جوازه ، ومنع من ذلك أبو سلمة بن عبد الرحمن وابن شبرمة ، وكان ابن أبي ليلى يكره ذلك إلا بسعر يومه ولا يعتبر غيره السعر ، ولم يبالوا كان ذلك بأغلى أو أرخص من سعر اليوم. (۱۱/٤۷، مكتبة دار البشائر الإسلامية ، بيروت)

ما في " **رد المحتار والأشباه** " : إن الديون تقضى بأمثالها على معنى أن المقبوض مضمون على القابض، لأن قبضه بنفسه على وجد التملك ولرب الدين على المديون مثله.

(٥/٦٧٥، الأشباه والنظائر: ۱/۲۲٥)

ما في " **بحوث في قضايا فقهية معاصرة لشيخ الإسلام المفتي محمد تقي العثماني** " : القرض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضى بأمثالها .... والذي يتحقق من النظر في دلائل القرآن والسنة، ومشاهدة معاملات الناس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية ، دون المثلية في القيمة والمالية. (ص١٧٤)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئاً مثلياً يأخذ مثله في ثاني الحال. (٥/٣٦٦)

بل آف ایکسچینج اگر کمیشن پر ہوتو جائز نہیں

مسئلہ(۳۰۱): بل آف ایکسچینج (Bill of Exchange) کی صورت یہ ہوتی ہے کہ تاجر کوئی ایک سامان بیچتا ہے، اور مشتری کے نام بل بھیج دیتا ہے، کہ آپ کے نام اتنے پیسے واجب ہوگئے، مشتری اس پر دستخط کردیتا ہے کہ ہاں میں نے یہ سامان خریدا ہے، اور یہ رقم میرے ذمہ واجب ہوگئی، میں تین مہینے بعد تمہیں رقم دوں گا، بائع اس کو اپنے پاس رکھ لیتا ہے، پھر اگر بائع یہ چاہتا ہے کہ یہ رقم جلد مل جائے تو وہ تیسرے کے پاس جا کر کہتا ہے، یہ بل تم لے لو اور رقم مجھے فی الفور دیدو، اور اس بل کے سہارے تم تین مہینے بعد یہ رقم فلاں آدمی سے لے لینا، تو اگر اس صورت میں کمیشن کی شرط نہ لگائی جائے اور پوری رقم دیدی جائے، تو جائز ہے، اور اگر کمیشن کاٹے، مثلاً سو روپئے کا بل ہے تو یہ پچانوے 95/ روپئے دیدے، اور خود بعد میں سو/ 100 وصول کرے تو شرعاً یہ جائز نہیں ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الکتاب**" : لقوله تعالی : ﴿**أحل الله البيع وحرم الربوا**﴾. [سورة البقرة:۲۷۵]..........

وقوله تعالی :﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة ، واتقوا الله لعلكم تفلحون**﴾.[آل عمران: ۱۳۰]..........﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين**﴾.[سورة البقرة:۲۷۸]

ما في "**الصحيح المسلم**" : عن جابر قال : "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء**".

(الصحيح لمسلم :۲/۲۷، السنن لإبن ماجة :۱/۱۶۵، باب التغليظ في الربا ، السنن لأبي داود: ۲/۴۷۳، كتاب البيوع ، الصحيح البخاري :۱/۲۸۰، كتاب البيوع)

دوکاندار سے زبردستی قیمت کم کرانا

مسئلہ (۳۰۲): آج کل رواج ہے کہ زبردستی دوکاندار سے پیسے کم کروائے جاتے ہیں، اور مشتری بائع کو اتنا تنگ کردیتا ہے کہ اس کے پاس قیمت کم کرے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں رہتا، وہ بے چارہ سوچتا ہے کہ چلو بھائی اس وبال کو دور کرو، چاہے پیسوں کا نقصان ہی کیوں نہ ہوجائے، یہ کہہ کر اگر دکاندار مال دیدے تو وہ چیز مشتری کیلئے حلال نہ ہوگی، اس لئے کہ مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر زبردستی لینا یا کم کرانا حلال نہیں، لہذا دام کم کرانے کے لئے زیادہ اصرار کرنا مومن کی شان نہیں۔(۱)

بینک کی کروڑ پتی اسکیم

مسئلہ(۳۰۳): آج کل اخباروں میں کروڑ پتی اسکیم کا بڑا زور ہے، یعنی بینک یہ اعلان کرتی ہے، کہ جس کے نام پر یہ قرعہ نکلے گا ہم اسے ایک کروڑ روپیہ دیں گے، یعنی آدمی راتوں رات کروڑ پتی بن جائیگا، اصلاً اس صورت میں ہوتا یہ ہے کہ جتنے لوگوں نے پیسہ رکھوایا، ان سب کے اوپر سود لگایا گیا، لیکن بجائے اس کے کہ یہ سودی رقم ہر ایک کو دی جائے، ایک شخص ہی کو بذریعہ قرعہ اندازی دیدی

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": لقوله تعالى:﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل**﴾.

(سورة النساء:۲۹)

ما في "**التمهيد**": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **لا ضرر ولا ضرار في الإسلام**".

(۲۸٤/٤، كتاب البيوع، مجمع الزوائد:٤/۱۳۹، باب لا ضرر ولا ضرار)

ما في " **الحديث**": لقوله عليه السلام:" **لا يحل مال امرئٍ مسلم إلا عن طيب نفس منه**".

(سنن الدار قطني:۳/۲۲، كتاب البيوع، شعب الإيمان للبيهقي:٤/۳۸۷، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، مجمع الزوائد:٤/۲۱۹، كتاب البيوع، التمهيد:٤/۲۸۱)

جاتی ہے، تو گویا مجموعی مقرضین کے ساتھ انعام کا معاہدہ ہوتا ہے کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ تمہیں انعام دیا جائیگا، جب کہ انعام کے نام پر دی جانے والی یہ رقم انعام نہیں بلکہ سود ہے، جو بذریعہ قمار لوگوں کو دیا جاتا ہے، اور سود و قمار دونوں شرعاً ناجائز وحرام ہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الكتاب**": لقوله تعالىٰ: ﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾. [آل عمران: ۱۳۰]..........﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾.[سورة البقرة: ۲۷۸،۲۷۹]..........﴿**الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس**﴾.[سورة البقرة:۲۷۵]..........﴿**يمحق الله الربوا ويربي الصدقات**﴾.[سورة البقرة:۲۷۶]

ما في " **الحديث**": عن جابر قال : " **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء**". (الصحيح لمسلم :۲/۲۷، السنن لإبن ماجة :۱/۱۶۵، باب التغليظ في الربا، السنن لأبي داود: ۲/۴۷۳، كتاب البيوع ، صحيح البخاري :۱/۲۸۰، كتاب البيوع)

ما في "**مشكوٰة المصابيح**" : عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "**درهم رباً يأكله الرجل وهو يعلم؛ أشد من ستة وثلاثين زنية**". رواه أحمد والدارقطني. وروى البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عباس وزاد: وقال:" **من نبت لحمه من السحت فالنار أولىٰ به**"................. وعن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **الربا سبعون جزءً أيسرها أن ينكح الرجل أمه**". (۲/۸۵۹، رقم الحديث :۲۸۲۵ـ۲۸۲۶، كتاب البيوع ، باب الربا)

ما في " **الكتاب**" : لقوله تعالى :﴿**يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**﴾.(سورة المائدة: ۹۰)

ما في " **الحديث**": عن عبدالله بن عمرو قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **إن الله حرم على أمتي الخمر والميسر**". (المسند لأحمد :۶/۱۱۷، ۱۱۸، رقم الحديث : ۶۵۴۷، =

بینک کی جانب سے بانڈ کے نام پر زائد رقم لینا

مسئلہ(۳۰٤): بعض اوقات حکومت عوام سے قرض لیتی ہے، اوراس کی توثیق کے لیے مقرِض کوایک تحریر دی جاتی ہے، جسے بونڈ کہا جاتا ہے، جب مقرِض اپنا قرض واپس لیتا ہے تو حکومت اسے انعام کے نام سے کچھ زائد رقم دیتی ہے، یہ بھی سود ہی ہے، گرچہ اس صورت میں حکومت کی جانب سے اس کی صراحت نہیں ہوتی، کہ ہم آپ کو اس قرض پر کچھ نفع دیں گے، لیکن اس پر عمل ضرور ہوتا ہے، لہذا " **المعروف کالمشروط**" کے تحت داخل ہوکر اس کی حرمت ثابت ہوگی۔(۱)

= مکتبة دار الحدیث قاهرة ، السنن لأبي داود:۲/۵۱۹، باب ما جاء في السکر)

ما فی " **أحکام القرآن للجصاص**": وأما المیسر فقد روي عن علي أنه قال: " **الشطرنج من المیسر، وقال عثمان وجماعة من الصحابة والتابعین : النرد ، وقال قوم من أهل العلم القمار کله من المیسر**".(۲/۵۸۲)

نوٹ: " النرد " کھجور کے پتوں سے بنا ہوا تھیلا، جس کا نچلا حصہ چوڑا ہوتا ہے، ایک قسم کا کھیل جس کو اردشیر بن بابک شاہِ ایران نے ایجاد کیا تھا۔

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في "**الکتاب**": لقوله تعالی: ﴿**یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا أضعافاً مضاعفة ، واتقوا الله لعلکم تفلحون**﴾.[آل عمران:۱۳۰]......... ﴿**أحل الله البیع وحرم الربوا**﴾.[سورة البقرة:۲۷۵]......... ﴿**یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن کنتم مؤمنین، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾.[سورة البقرة:۲۷۵]

ما في "**الحدیث**": وعن أبي هریرة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " **الربا سبعون جزءً أیسرها أن ینکح الرجل أمه** ". (مشکوٰة المصابیح :۲/۸۵۹ ، رقم الحدیث : ۲۸۲۵-۲۸۲۶، کتاب البیوع ، باب الربا، السنن لإبن ماجه:۱/۱٦٤، باب التغلیظ في الربا) =

گروی رکھی گئی چیزوں سے فائدہ اٹھانا حرام ہے

مسئلہ(۳۰۵): زمین، دوکان، یا باغ اگر کوئی شخص کسی سے گروی رکھ کر قرض لے تو ایسا کرنا صحیح ہے، مگر جس کے پاس چیزیں گروی رکھی گئیں، اس کے لئے ان سے انتفاع جائز نہیں، مثلاً: مکان ہو تو اس کا اس میں رہنا یا کسی کو کرائے پر دینا، زمین ہو تو پیداوار سے فائدہ اٹھانا، باغ ہو تو پھل وغیرہ کھانا یا فروخت کرنا، یہ سب امور نا جائز اور حرام ہونگے۔(۱)

= ما في "**الحديث**": عن جابر قال : "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء**".

(الصحيح لمسلم:۲/۲۷، السنن لإبن ماجة:۱/۱٦٥، باب التغليظ في الربا، الصحيح البخاري : ۱/۲۸۰، كتاب البيوع ، سنن أبي داود:۲/٤٧٣، كتاب البيوع ، باب في آكل الربا وموكله، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٦/۲۷٥)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**" : (وقيل: لا يحل للمرتهن لأنه رباً) ."درمختار". قال الشامي : قال في المنح : وعن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن، لأنه أذن في الربا، لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون رباً. (۱۰/۸۲،۸۳، كتاب الرهن)

ما فى "**بداية المجتهد**": والجمهور على أن ليس للمرتهن أن ينتفع بشيء من الرهن.(٤/٧٠)

ما فى "**رد المحتار على الدر المختار**": قال في الجواهر: رجل رهن داراً وأباح السكنى للمرتهن فوقع بسكناه خلل وخرب .... ثم نقل عن التهذيب أنه يكره للمرتهن أن ينتفع بالرهن وإن أذن له الراهن ، قال المصنف : وعليه يحمل ماء عن محمد بن أسلم من أنه لا يحل للمرتهن ذلك ولو بالإذن لأنه رباً، قلت : تحليله يفيد أنها تحريمة فتأمله.

(۱۰/۱٤۸، فتاوى حقانيه:٦/۲۲۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٦/۱٦٧)

ہاؤس فائنانسنگ کا شرعی حکم

مسئلہ(۳۰۶): بڑے بڑے ملکوں اور شہروں میں سودی کمپنیاں لوگوں کو مکان بنانے کے لئے جو قرض دیتی ہیں، اس کو ہاؤس فائنانسنگ کہا جاتا ہے، چوں کہ یہ تمام معاملات میں سود کا پورا پورا دخل ہوتا ہے، اس لئے شرعی اعتبار سے ایسا معاملہ جائز نہیں، بلکہ حرام ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الکتاب**": لقوله تعالى : ﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾. [آل عمران: ۱۳۰]............﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾.[سورة البقرة: ۲۷۸،۲۷۹]............ ﴿**الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس**﴾.[سورة البقرة:۲۷۵]............ ﴿**يمحق الله الربوا ويربي الصدقات**﴾.[سورة البقرة:۲۷۶]

ما فی "**الحديث**": عن جابر قال : "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء**".

(الصحيح لمسلم :۲/۲۷، السنن لإبن ماجة:۱/۱۶۵، باب التغليظ في الربا ، السنن لأبي داود: ۲/۴۷۳، كتاب البيوع ، صحيح البخاري:۱/۲۸۰،كتاب البيوع)

ما فی "**الحديث**": عن علي مرفوعاً قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **كل قرض جر نفعاً فهو رباً**".

(تكملة فتح الملهم :۱/۵۷۴، كتاب المساقات والمزارعة ، اعلاء السنن:۱۴/۵۶۷،كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة فهو رباً)

ما في "**السنن لإبن ماجة**": عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **أتيت ليلة أسرى على قومٍ بطونهم كالبيوت فيها الحيات ترى من خارج بطونهم فقلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء أكلة الربا**". (۲/۱۶۴، باب التغليظ في الربا، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۶/۱۵۹)

فارن ایکسچینج

مسئلہ(۳۰۷): فارن ایکسچینج بیرر سرٹیفکٹ کی حقیقت یہ ہوتی ہے، کہ جولوگ بیرونِ ہند ملازمت کرتے ہیں، وہ اگر زرمبادلہ ہندوستان لے آئیں، تو حکومت کا قانون یہ ہے کہ وہ بیرونی زر مبادلہ اسٹیٹ بینک میں جمع کرائیں، اور اس کے بدلے حکومت کے طے کردہ نرخ کے مطابق ہندوستانی روپیہ وصول کریں۔

اس سرٹیفیکٹ کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسے دکھا کر کسی بھی ملک کی کرنسی تبادلے کے دن کی قیمت کے اعتبار سے وصول کی جاسکتی ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس سرٹیفکٹ کو ایک مدتِ مخصوص تک اپنے پاس رکھے تو وہ کچھ فیصد نفع کے ساتھ ہندوستانی روپیہ میں اسے بھنا سکتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ مدتِ مخصوصہ گزرنے پر یا اس سے پہلے کسی بھی وقت وہ اس کو بازارِ حصص میں ہی جس قیمت پر چاہے فروخت کرسکتا ہے، چونکہ اس سرٹیفکٹ کی وجہ سے اس کے حامل کو زرمبادلہ حاصل کرنے کا حق مل جاتا ہے، اس لئے عموماً بازارِ حصص میں لوگ اسے زیادہ قیمت میں خریدتے ہیں، مثلاً: ۱۰۰؍روپئے کا سرٹیفکٹ، ۱۱۰؍روپئے میں بک سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ سرٹیفکٹ حکومت کے ذمہ دین کا وثیقہ ہے، اب خود حکومت مدتِ مخصوصہ کے بعد اس ۱۰۰؍روپئے کے وثیقہ کو، ۱۱۰؍روپئے میں لیتی ہے، تو گویا وہ دین پر دس فیصد زیادتی ادا کررہی ہے جو شرعاً واضح طور پر سود ہے۔

اور اگر اس سرٹیفکٹ کا حامل یہ وثیقۂ دین بازارِ حصص میں اس کی اصل قیمت سے زائد پر فروخت کرتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنا دین زیادہ قیمت پر دوسرے کو فروخت کررہا ہے، اور یہ معاملہ بھی سودی ہونیکی وجہ سے ناجائز وحرام ہے۔(۱)

---

(۱) ما فی ''**الکتاب**'': لقوله تعالیٰ:﴿**یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا لربوا أضعافاً مضاعفة**﴾.

[آل عمران: ۱۳۰]..........ولقوله تعالیٰ : ﴿**أحل الله البیع وحرم الربوا**﴾. [سورة البقرة:۲۷۵]

ما فی '' **الحدیث**'': عن فضالة بن عبید صاحب النبي صلی الله علیه وسلم أنه قال: '' **کل قرض جر** =

بینک ڈپازٹس کی اقسام اوران کا حکم شرعی

مسئلہ(۳۰۸): بینک ڈیپازٹس سے مراد وہ رقم ہے جو کوئی شخص کسی مالیاتی ادارے میں بطور امانت رکھوائے، اس کی چند صورتیں ہیں: ا-......کرنٹ اکاؤنٹ(Curent Account)یعنی جاری کھاتہ، بالفاظِ دیگر غیر سودی کھاتہ، اس اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے والے شخص کی یہ شرط ہوتی ہے کہ جب وہ چاہے گا اپنی رقم بینک سے نکلوالے گا، چنانچہ کھاتہ دار(Account Holder)کو مکمل اختیار رہوتا ہے، کہ وہ جب چاہے اور جتنی چاہے اپنی رقم بینک سے نکلوالے، اور بینک اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اس کے مطالبہ کرنے پر فی الفور رقم واپس کردے، برخلاف اکاؤنٹ ہولڈر کے، کہ وہ اس بات کا پابند نہیں ہوتا

= **منفعة فهو وجه من وجوه الربا**". (اعلاء السنن: ۵۰۱/۱٤، كتاب الحوالة، تكملة فتح الملهم ۵۷۵/۱:، كتاب المساقات والمزارعة، وكذا في فيض القدير: ٤٤٨٧/۹، رقم الحديث: ٦٣٣٦، وكذا في الجامع الصغير للسيوطي: ص ۳۹٤ عن علي، رقم الحديث: ٦٣٣٦)

ما فی "**اعلاء السنن**": عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً: "**كل قرض جر منفعة فهو ربا**".....وكل قرض شرط فيه الزيادة فهو حرام. (٥٦٦/١٤)

ما فی "**السنن لأبی داود**": عن جابر قال: **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه.** (۲۱۷/۲، صحيح مسلم: ۲۷/۲، مشكوٰة المصابيح: ۲٤٤/۱)

ما فی "**مشكوٰة المصابيح**": عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**درهم رباً يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلاثين زنية**". رواه أحمد والدارقطني.

وروى البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عباس قال: "**من نبت لحمة من السحت فالنار أولىٰ به**".

(۲٤٦/۱، باب الربا)

ما في "**تكملة فتح الملهم**": وإن هذه الأحاديث تبين علة حرمة الربا، فالحكم يدار عليها، وتكون كل زيادة على القرض رباً، سواء اتضح لنا وجه الظلم فيها أو لم يتضح. (۵۷۵/۱)

کہ بینک سے رقم نکلوانے سے پہلے بینک کوپیشگی اطلاع دے، اس قسم کے اکاؤنٹ ہولڈر کو بینک کوئی نفع یا سودنہیں دیتا، بلکہ بعض ممالک میں تو یہ طریقہ رائج ہے کہ بینک الٹا اکاؤنٹ ہولڈر سے اپنی خدمات کے بدلہ میں فیس کا مطالبہ کرتا ہے، البتہ اس کاؤنٹ میں رکھی گئی رقم کو علیحدہ نہیں رکھا جاتا، بلکہ دوسری رقموں کے ساتھ ملادیا جاتا ہے، اور بینک کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس اکاؤنٹ میں رکھی گئی رقم کو اپنی ضروریات میں خرچ کرے، لہذا اس کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا بھی جائز نہیں، کیونکہ اگر چہ اس میں سود لینے کا گناہ نہیں، مگر تعاون علی الِاثم کا گناہ ضرور ہے(۱)۔اس لیے بلاضرورت اس اکاؤنٹ میں بھی اپنا روپیہ جمع نہ کرے۔

۲-......فکسڈ ڈیپازٹس (Fixed Deposites) یہ وہ رقم ہوتی ہے جو کسی معینہ مدت تک کیلئے بینک میں رکھوائی جاتی ہے، اور رقم رکھوانے والے شخص کو اس مدتِ معینہ سے پہلے رقم نکلوانے کا اختیار نہیں ہوتا، اور عام حالات میں یہ مدت پندرہ دن سے ایک سال تک کے درمیان ہوتی ہے، بینک یہ رقم سرمایہ کاری میں استعمال کرتا ہے، اور رقم رکھوانے والے حضرات کو مارکیٹ کے حالات کے مطابق مختلف ٹرم کے اعتبار سے سود ادا کرتا ہے، لہذا اس اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا بھی جائز نہیں۔(۲)

۳-......سیونگ اکاؤنٹ (Saving Account) یعنی بچت کا کھاتہ، اس اکاؤنٹ میں جو رقم رکھوائی جاتی ہے، اس کی کوئی مدتِ مقررہ نہیں ہوتی ،لیکن اکاؤنٹ ہولڈر قواعد وضوابط کے تحت ہی رقم نکلواسکتا ہے، چنانچہ وہ ایک ہی مرتبہ میں تمام رقم نکلوانے کا اختیار نہیں رکھتا، بلکہ بینک اس کے لئے ایک مقدار مقرر کرتا ہے ، کہ ایک دن میں بھی اتنی مقدار تک رقم نکلوانے کا اختیار ہے ،بعض

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": لقوله تعالى: ﴿**وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله، إن الله شديد العقاب**﴾. (سورة المائدة:۲)

اوقات بڑی رقم نکلوانے کے لئے بینک کوپیشگی اطلاع دینی ضروری ہوتی ہے،اس اکاؤنٹ میں رکھی جانے والی رقم ایک طرح سے فکس ڈیپازٹس کی طرح ہوتی ہے، کہ تمام رقم ایک مرتبہ میں نہیں نکالی جاسکتی ، اور بینک اس اکاؤنٹ میں رکھی جانے والی رقم پر کچھ منافع بھی دیتا ہے، البتہ فکس ڈیپازٹس کے مقابلے میں اس کا نفع کم ہوتا ہے، لہذا اس اکاؤنٹ میں بھی رقم جمع کرانا جائز نہیں ۔(۳)

۴-......لاکرز(Lockers)اس کوعربی زبان میں " خزانات المقفولة "(بندتجوری) کہا جاتا ہے،اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص بینک کے اندر کسی مخصوص تجوری کوکرایہ پر لیتا ہے،اوراس تجوری میں وہ خوداپنی رقم رکھتا ہے،اس رقم سے بینک کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ بینک کے ملازمین کو یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اس نے تجوری کے اندر کیا رکھا ہے، عام طور پر لوگ اس تجوری میں سونا، چاندی، قیمتی پتھراوردستاویزات وغیرہ رکھتے ہیں،اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ شخص لاکرزکو بینک سے کرایہ پر حاصل کرتا ہے، اور دونوں کے درمیان کرایہ داری کا معاملہ طے ہوتا ہے، اور کرایہ داری کے معاہدے کے بعد وہ

(۳/۲) ما في " **الكتاب** " : لقوله تعالى : ﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾. [سورة البقرة:۲۷۷]......... ﴿**الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس ذلك بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربوا، وأحل الله البيع وحرم الربوا**﴾.(سورة البقرة:۲۷۵)

ما فی " **السنن لإبن ماجة** ": عن عبد الله بن مسعود أن رسو ل الله صلى الله عليه وسلم " **لعن آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه**". (۱/۱۶۵، سنن أبي داود:ص۴۷۳، كتاب البيوع، باب اكل الربا)

ما فی "**مشكوٰة المصابيح**": عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**الربوا سبعون جرءً أيسرها أن ينكح الرجل أمه**". (ص: ۲۷۶، باب الربوا)

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **أتيت ليلة أسرى بي على قوم وأيضاً: بطونهم كالبيوت فيها الحيات ترى من خارج بطونهم، فقلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء أكلة الربوا**". رواه أحمد وابن ماجة. (مشكوة المصابيح:ص۲۴۶، باب الربوا)

لاکرز بینک کے پاس بھی بطورِ امانت کے موجود رہتا ہے، لہذا اس پر امانت کے احکام نافذ ہوں گے۔(۱)

قسم اول:...... کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا جائز نہیں، کیونکہ اس میں اگرچہ سود لینے کا گناہ نہیں ہے، مگر تعاون علی الإثم کا گناہ ضرور ہے۔

قسم دوم اور قسم سوم:...... یعنی فکس ڈیپازٹس اور سیونگ اکاؤنٹ، ان میں بھی رقم جمع کرانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس میں رقوم جمع کروانے والوں کو بینک کی طرف سے سود ملتا ہے جو حرام ہے۔

چوتھی قسم:...... لاکرز، جس پر امانت کے احکام نافذ ہوں گے۔

رفاہی اداروں کی رقم سرکاری بینک میں رکھنا

مسئلہ(۳۰۹): رفاہی اداروں کی رقم بغرضِ حفاظت سرکاری بینک میں رکھنا بہرحال جائز ہے، لیکن فکس ڈپازٹ کھاتے میں رکھنا، اور جمع شدہ رقم سے زائد رقم حاصل کرکے ادارے میں خرچ کرنا قطعی حرام اور ناجائز ہے، کیوں کہ اس کھاتے میں رقم رکھنے کا مقصد ہی سود حاصل کرنا ہوتا ہے۔(۲)

---

(۱) ما فی " **الکتاب**" : لقوله تعالی : ﴿**إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل، إن الله نعما يعظكم به ، إن الله كان سميعاً بصيراً**﴾. (سورة النساء :۵۸)

ما فی " **التفسير المنير فی العقيدة والشريعة والمنهج**": وأداء الأمانات واجب ، ولا سيما عند طلبها من صاحبها، ومن لم يؤدها في الدنيا أخذ منه ذلك يوم القيامة ،كما ثبت في الحديث الصحيح أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فيمارواه أحمد والبخاري في الأدب ، ومسلم والترمذي عن أبي هريرة : " **لتؤدن الحقوق إلى أهلها ، حتى يقتص للشاة الجماء من القرناء** "........ وإذا هلكت الأمانة أو ضاعت أو سرقت ، فإن كان ذلك بتعد أو تقصير أو إهمال ضمنت ، وإلا فلا تضمن. (۳/۱۳۰)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الکتاب**": لقوله تعالی : ﴿**الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه** =

فیوچر مارکیٹنگ کا شرعی حکم

مسئلہ(۳۱۰): آج کل بازاروں میں تجارت کی ایک خاص قسم رائج ہے، جس کو فیوچر مارکیٹنگ(Futur Marcketing) کہا جاتا ہے، یعنی مستقبل کی تاریخ پر خرید وفروخت، اس کا آغاز ۱۸۴۸ء میں شیکا گو(Chicago) میں ہوا، اس کے لئے مستقل ایک منڈی شکا گو بورڈ آف ٹریڈ(Chicago Board of trade) کے نام سے قائم کی گئی۔

جاپان کا کہنا ہے کہ یہ تجارتی صورت ۱۸۴۷ء سے ایک صدی پہلے ہی جاپان میں رائج ہوچکی تھی ، بہرحال برائی اور گناہ کی بنیاد ڈالنے پر جاپان اور شکا گو دوڑ میں لگے ہوئے ہیں (اللہ حفاظت فرمائے)۔

اب رہی یہ بات کہ اس کی صورت کیا ہوتی ہے، تو ''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانکا'' میں لکھا ہے، کہ یہ وہ عقدِ تجارت ہے جس کا مقصد کسی چیز کی معین مقدار کو مستقبل کی کسی معین تاریخ میں بیچنا یا خریدنا ہوتا ہے، بہرحال اس میں ایک چیز پر دسیوں نہیں بلکہ کئی بیوع بغیر ایک دوسرے کے قبضہ کے ہوتی ہیں، لہٰذا شرعی نقطۂ نظر سے یہ قطعاً حرام ہے، اس کے جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیے۔(۱)

= **الشیطان من المس ذلک بأنهم قالوا إنما البیع مثل الربوا وأحل الله البیع وحرم الربوا﴾.**

(سورة البقرة:۲۷۵)

ما فی '' **التفسیر الکبیر للإمام الرازی**'': أما ربا النسیئة فهو الأمر الذي كان مشهوراً متعارفاً في الجاهلية ، وذلك أنهم كانوا يدفعون المال على أن يأخذوا كل شهر قدراً معيناً ويكون رأس المال باقياً ثم إذا أحل الدين طالبوا المديون برأس المال، فإن تعذر عليه الأداء زادوا في الحق والأجل، فهذا هو الربا الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به. (۷۲/۳)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی '' **الصحیح المسلم** '': عن حکیم بن حزام قال: ''**نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أبيع ما ليس عندي**''. =

بینک ملازم کا مکان خریدنا

مسئلہ (**۳۱۱**): بینک ملازم اگر اپنا مکان فروخت کررہا ہو، اوراس کی تعمیر میں اکثر رقم

= عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: " **من اشتری طعاماً فلا یبیعه حتی یستوفیه ویقبضه**". (۲/۵)

ما في " **السنن الترمذی** ": عن عمرو بن شعیب قال: حدثني أبي عن أبیه حتی ذکر عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: " **لا یحل سلف وبیع ، ولا شرطان في بیع، ولا ربح ما لم یضمن ، ولا بیع ما لیس عندک** ".(ص: ۲۳۳، ابواب البیوع، باب ما جاء فی کراهیة بیع ما لیس عنده)

ما في " **تحفة الأحوذی** ": وقیل : هو أن یقرضه قرضاً ، ویبیع منه شیئاً بأکثر من قیمته ، فإنه حرام، لأن قرضه رَوَّجَ متاعه بهذا الثمن، وکل قرض جر نفعاً فهو حرام .... " **ولا ربح ما لم یضمن** " یرید به: الربح الحاصل من بیع اشتراه قبل أن یقبضه، وینتقل من ضمان البائع إلی ضمانه فإن بیعه فاسد، وفي " **شرح السنة** ": قیل: معناه إلی الربح في کل شيء إنما یحل أن لو کان الخسران علیه، فإن لم یکن الخسران علیه کالبیع قبل القبض إذا تَلِفَ فإن ضمانه علی البائع، ولا یحل للمشتري أن یسترد منافعه التي انتفع بها البائع قبل القبض، لأن المبیع لم یدخل بالقبض في ضمان المشتري فلا یحل له ربح المبیع قبل القبض. (۴/۴۹۳)

ما في " **الفقه علی مذاهب الأربعة** ": الحنفیة قالوا : من البیع الفاسد بیع الأعیان المنقولة قبل قبضها سواء باعها لمن اشتراها منه أو لغیره، فإذا اشتری حیواناً أو قطناً أو ثیاباً أو نحو ذلك ثم باعها لمن اشتراها منه أو لغیره کان البیع الثاني فاسداً .... ومن ذلك بیع " الکنتراتات،، المعروف في زماننا إذا وقع في الأعیان المنقولة کأن یشتري القطن ثم یبیعه قبل قبضه لمن اشتراها منه أو لغیره، سواء کان بثمنه أو بأقل منه فإنه فاسد، أما بیع الأعیان غیر المنقولة قبل قبضها کبیع الأرض والضیاع والنخیل والدور ونحو ذلك من الأشیاء الثابتة التي لا یخشی هلاکها فإنه یصح ، وقال محمد : لا یصح ، فإذا کانت مهددة بالزوال کالأرض التي علی شاطیء البحر، ویخشی أن یطغی علیها کان حکمها کالمنقول.

(۲/۲۰۰)

حرام کی ہوتو اس مکان کوخریدنا جائز نہیں ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": قوله : (الحرام ينتقل) أي تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدي وتبدلت الأملاك ....قوله: (ولا للمشتري منه) فيكون بشرائه منه مسيئاً لأنه ملكه بكسب خبيث. (۷/۳۰۰،كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

وما فيه أيضاً: قوله : (الحرمة تتعددالخ) نقل الحموي عن سيدي عبد الوهاب الشعراني أنه قال في كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى ذمتين ، سألت عنه الشهاب بن الشلبي فقال : هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً: يأخذ من أحد شيئاً من المسك ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام .(۷/۳۰۱،كتاب البيوع، باب البيع الفاسد)

بیمہ (انشورنس) کے احکام

بیمہ کی حقیقت

بیمہ انگریزی لفظ انشور (Insure) کا ترجمہ ہے، جس کے معنی یقین دہانی کے آتے ہیں، عربی زبان میں بیمہ کے لئے ''تامین'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، چونکہ بیمہ کے ذریعہ انسان اپنے کو مستقبل کے بعض خطرات وحوادث اور نقصانات سے مامون ومحفوظ کرلیتا ہے، اس لئے اسے تامین کہتے ہیں۔

بیمہ کا مفہوم

بیمہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو مستقبل میں جو خطرات درپیش ہوتے ہیں، کوئی انسان یا ادارہ ضمانت لیتا ہے کہ فلاں قسم کے خطرات وحوادث کے مالی اثرات ونقصانات کی میں تلافی وتدارک کروں گا، اور اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ بیمہ کمپنی (Insured) بیمہ دار (Insurer) سے ایک متعین رقم (حسبِ شرائط) قسط وار وصول کرتی رہتی ہے، اور ایک متعین مدت کے بعد وہ رقم اسے یا اس کے ورثاء کو واپس کردیتی ہے، اور اصل رقم کے ساتھ مقررہ شرحِ فیصد کے حساب سے کچھ مزید رقم بطورِ سود دیتی ہے، جسے وہ بونس (منافع) کہتے ہیں، جس کا آغاز قرونِ وسطیٰ میں تقریباً ۱۴۹۸ء میں لویڈز نامی لندن کے ایک مشہور قہوہ خانہ میں ہوا، اور وہیں ایک کمپنی قائم ہوئی جو اس وقت دولت کے بازاروں میں کافی شہرت رکھتی ہے۔

بیمہ کی اقسام

بیمہ کی تین قسمیں ہیں: (۱)......تامین الحیاۃ (زندگی کا بیمہ)۔ (۲)......تامین الأشیاء (املاک کا بیمہ)۔ (۳)......تامین المسؤلیت (ذمہ داری کا بیمہ)

۱- ......تامین الحیاۃ : ......جس کو (Life insurance) یعنی زندگی کا بیمہ کہتے ہیں ، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیمہ کمپنی اپنے ڈاکٹر کے ذریعہ بیمہ دار کا طبی معائنہ کراتی ہے، اور ڈاکٹر اس کی جسمانی حالت دیکھ کر اندازہ کرتا ہے، کہ یہ شخص اتنے سال مثلاً دس سال زندہ رہ سکتا ہے، تو ڈاکٹر کی مذکورہ رپورٹ کے مطابق کمپنی اس کا دس سال کا بیمۂ حیات مقرر کرتی ہے، اس کے بعد بیمہ کمپنی اور بیمہ دار کے مابین ایک رقم مقرر ہوتی ہے، جو بیمہ دار کمپنی کو قسط وار ادا کرتا ہے، مثلاً: ہر ماہ سو روپئے قسط متعین ومقرر ہے تو سالانہ بارہ سو روپئے بن گئے، اور دس سال میں بارہ ہزار روپئے جمع ہو گئے، اب اگر مدتِ مذکورہ سے پہلے بیمہ دار کا انتقال ہو گیا خواہ طبعی موت سے یا کسی حادثہ وغیرہ سے ہو، تو بیمہ کمپنی اصل رقم اس کے ورثاء کو حسبِ شرائط کچھ زائد رقم کے ساتھ واپس کرے گی، اور اگر مدتِ مذکورہ کے بعد انتقال ہو تو اصل رقم مع سود ورثاء کو واپس دے گی، البتہ پہلی صورت میں شرحِ منافع زائد ہوتے ہیں، اور دوسری صورت میں شرحِ منافع کم ہوتا ہے۔

۲-......تامین الأشیاء:......جس کو (Good insurance) اشیاء واملاک کا بیمہ کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سامان مثلاً: گاڑی، موٹر سائیکل، عمارت، کار، اور بحری جہاز وغیرہ کا بیمہ کروانا چاہتا ہے، تو وہ متعین شرح سے بیمہ کمپنی کو فیس ادا کرتا ہے، جس کو پریمیم (Premium) کہتے ہیں، اور اس سامان کو حادثہ لاحق ہونے کی صورت میں کمپنی اس کی مالی تلافی وتدارک کر دیتی ہے، اور اگر اس سامان کو کوئی حادثہ لاحق نہ ہوا ہو، تو ایسی صورت میں بیمہ دار نے جو پریمیم (Premium) ادا کیا ہے، وہ واپس نہیں ملتا ہے۔

۳-......تامین المسؤلیت:...... جس کو تھرڈ پارٹی انشورنس (Thirdparty insurance) یعنی بیمۂ ذمہ داری کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیمہ دار بیمہ کمپنی کو قسط وار رقم ادا کرتا ہے، اور دونوں کے مابین یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ اگر بیمہ دار کی ذات یا گاڑی وغیرہ سے، کسی دوسرے انسان کو نقصان پہنچے، اور اس کا تاوان بیمہ دار کے ذمہ لازم ہو، تو کمپنی اس تاوان کو ادا کرے گی۔

بیمہ کی مذکورہ اقسام کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۳۱۲): تامین الحیاۃ (Life insurance) تامین الأشیاء (Good insurance) اور تامین المسؤلیت (Third party insurance) ان تینوں اقسام کو کمرشیل انشورنش (Commercial insurance) کہتے ہیں، چونکہ ان سب میں سود(۱) اور جوا(۲) پایا جاتا ہے، جو شرعاً ناجائز اور حرام ہیں، اس لیے یہ بھی ناجائز اور حرام ہوں گے، البتہ اگر کسی مقام کے حالات ایسے خراب ہوجائیں کہ جان ومال کا تحفظ اس بیمہ کے بغیر متعذر اور مشکل ہوجائے، یا قانوناً وجبراً لازم ہو، مثلاً: کار، گاڑی، اور موٹر سائیکل وغیرہ بغیر انشورنس کے آپ خرید نہیں سکتے، یا سڑک پر

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**": لقوله تعالى: ﴿**أحل الله البيع وحرم الربوا**﴾. [البقرة:۲۷۵]............﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة**﴾. (آل عمران:۱۳)

ما فی "**السنن لإبن ماجة**": عن عبد الله بن مسعود عن أبيه قال: "**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه**". (۱/۱٦۵، سنن أبي داود:۲/۳۷٤، با ب في اكل الربوا)

ما فی "**السنن الكبرى للبيهقي**": عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً: "**كل قرض جر منفعة فهو ربا**".

(۵/۵۷۱، تكملة فتح الملهم:۱/۵۷٤)

ما فی " **بدائع الصنائع**": وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لا يكون فيه جر منفعة، فإن كان لم يجز نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة، على أن يرد عليه صحاحاً، أو أقرضه وشرط شرطاً له فيه منفعة، لما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن قرض جر نفعاً، ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا، لأنها فضل لا يقابله عوض، والتحرز عن حقيقة الربا وعن شبهة الربا واجب.

(۱۰/۵۹۷،۵۹۸، كتاب القرض)

(۲) ما فی " **الکتاب**": ولقوله تعالی: ﴿**یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون**﴾. (سورة المائدة:۹۰) =

نہیں لاسکتے، تو بربناء ضرورت واضطرار شرعاً بقدرِ ضرورت جواز کی گنجائش ہے(۱)، البتہ اگر اپنی جمع کردہ رقم سے زائد رقم وصول ہو، تو اس کو بلانیتِ ثواب غرباء وفقراء پر صرف کردے(۲)۔

= ما فی " **أحکام القرآن للجصاص**": ولا خلاف بین أهل العلم في تحریم القمار، وأن المخاطرة من القمار، قال ابن عباس: إن المخاطرة قمار، وإن أهل الجاهلیة کانوا یخاطرون علی المال والزوجة، وقد کان ذلك مباحاً إلی أن ورد تحریمه. (۳۹۸/۱)

(۱) ما فی " **أحکام القرآن للجصاص**": ﴿**فمن اضطر في مخمصة غیر متجانف**﴾ فإن الاضطرار هو الضر الذي یصیب الإنسان من جوع أو غیره ولا یمکنه الامتناع منه، والمعنی ههنا من إصابة ضر الجوع، وهذا یدل علی إباحة ذلك عند الخوف علی نفسه أو بعض أعضائه، وقد بین ذلك في قوله تعالی: "**مخمصة**" قال ابن عباس والسدي وقتادة: "**المخمصة المجاعة**" فأباح الله عز وجل عند الضرورة أکل جمیع ما نص علی تحریمه في الآیة ولم یمنع ما عرض.

(۳۹۲/۲، التفسیر الکبیر للرازي:۲۸۹/۴، ۲۹۰)

ما فی "**الأشباه والنظائر**": الضرورات تبیح المحظورات، ومن ثم جاز أکل المیتة عند المخمصة وإساغة اللقمة بالخمر. (۳۷/۱)

ما فی "**درر الحکام شرح مجلة الأحکام**": "الضرر یزال" ."الحاجة تنزل منزلة الضرورة" ."ما أبیح للضرورة یتقدر بقدرها". (۳۷/۱، ۳۸، ۴۲)

(۲) ما فی "**رد المحتار علی الدر المختار**": ویردونها علی أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها، لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه.اهـ. (۵۵۳/۹، الحظر والإباحة)

ما فی " **الفتاوی الهندیة**": وإذا مات الرجل وکسبه خبیث فالأولی لورثته أن یردوا المال إلی أربابه، وإن لم یعرفوا أربابه تصدقوا به. (۳۴۸/۵، الباب الخامس في الکسب، ایضاح النوادر:۱۵۲/۱۵۳)

انشورنس کی حقیقت ان بنیادوں پر قائم ہے

مسئلہ(۳۱۲): ۱-......جورقم بالاقساط ادا کی جاتی ہے وہ انشورنس کمپنی کے ذمہ قرض ہے اوراس پر جوزائدرقم ملتی ہے جس کومنافع سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ سود ہے(۱)۔

۲-......انشورنس کا کاروبار مشروط بالشرط ہوتا ہےاورقرضِ مشروط حرام ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الفتاوى الولوالجية**" : رجل طلب من آخر قرضاً بعشرة دراهم والمقرض لا يرضى إلا بأكثر لا يجوز ، لأن فيه الربا.

(۱۸٤/۳، كتاب البيوع ، الفصل الثاني في الشرط التي تفسد البيع ، مكتبه دارالايمان سهارنفور)

ما في "**أحكام القرآن للجصاص**" :ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار وأن المخاطرة من القمار ، قال ابن عباس : إن المخاطرة قمار، وإن من أهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة ، وقد كان ذلك مباحاً إلى أن ورد تحريمه . (۳۹۸/۱)

ما في "**أحكام القرآن للجصاص**" : والثاني : أنه معلوم أن ربا الجاهلية إنما كان قرضاً مؤجلاً بزيادة مشروطة ، فكانت الزيادة بدلاً من الأجل ، فأبطله الله تعالى وحرمه وقال : ﴿**وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم**﴾. وقال تعالى : ﴿**وذروا ما بقي من الربا**﴾. حظر أن يؤخذ للأجل عوض ، فإذا كانت عليه ألف درهم مؤجلة فوضع عنه على أن يعجله ، فإنما جعل الحط بحذاء الأجل ، فكان هذا هو معنى الربا الذي نص الله تعالى على تحريمه. (٥٦٦/۱)

(۲) ما في "**خلاصة الفتاوى**" : قال الإمام طاهر بن عبد الرشيد البخاري رحمه الله : وفي كفالة الأصل

في الباب الأخير ، القرض بالشرط حرام ، والشرط ليس بلازم يقرض على أن يكسب في بلده كذا يوفي دينه .(۳/۵۳،۵٤، كتاب البيوع ، الفصل الخامس)

۳-......انشورنس مؤجل (ادھار) ہوتا ہے اور قرض میں تأجیل صحیح نہیں (۱)۔

۴-......کمپنی والے اس رقم سے لوگوں کے ساتھ سودی معاملہ کرتے ہیں، تو انشورنس کرنے میں گناہ پر تعاون لازم آرہا ہے (۲)۔

۵-......انشورنس میں قمار کی صورت پائی جاتی ہے، کیوں کہ اس میں خطر اور غرر پایا جاتا ہے، بیمہ پالیسی خریدنے میں نفع کا معاملہ غیر متعین اور غیر معلوم چیز پر معلق رہتا ہے، حوادث کا حال کسی کو معلوم نہیں کہ واقع ہونگے یا نہیں، اور ہوں گے تو کب اور کس شکل کے، ایسی مبہم اور نامعلوم چیز پر کسی نفع کو معلق کرنا شریعت میں قمار کہلاتا ہے، اور قمار کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے (۳)، فقہاء نے غرر کی تعریف یہ کی ہے کہ اس کا انجام معلوم نہ ہو (۴)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غرر کے معاملہ سے بھی منع فرمایا ہے۔ (۵)

---

(۱) ما في " **الهداية** " : قال الإمام المرغيناني : فإن تأجيله لا يصح .... واعتبار الانتهاء لا يصح لأنه يصير بيع الدراهم بالدراهم نسيئة وهو ربوا .(۳/۷٦ ، كتاب البيوع)

(۲) ما في " **القرآن الكريم** " : قال الله تعالى: ﴿**وتعانوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾.(المائدة : ۲)

(۳) ما في " **القرآن الكريم** " : قال الله تعالى:﴿ **إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطٰن فاجتنبوه**﴾.(المائدة : ۹۰)(اس آیت میں قمار کو شیطانی عمل اور بت پرستی کے برابر جرم قرار دیا گیا ہے)۔

(٤) ما في " **المبسوط للسرخسي** " : الغرر : ما يكون مستور العاقبة .

(۱۲/۱۹٤، كتاب البيوع ، دارالمعرفة بيروت ، كتاب التعريفات للجرجاني :ص١٦٤)

(٥) ما في " **الصحيح لمسلم** " :عن أبي هريرة قال : " **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر** ".(٢/٢)

ملازم کا جیون بیمہ (Life insurance) کروانا

مسئلہ(۳۱٤): ملازم پر اگر جیون بیمہ کے لیے رقم جمع کروانے کا کوئی قانون نہیں اور وہ بذاتِ خود کرواتا ہے تو یہ حرام ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى :﴿ **يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين**﴾. [البقرة : ٢٧٨].......... وقوله تعالى : ﴿ **يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفةً**﴾.(آل عمران : ١٣٠)

ما في " **السنن الكبرى للبيهقي** " : عن علي أمير المؤمنين مرفوعاً : " **كل قرض جر منفعة فهو رباً** ". (٥٧١/٥)

ما في " **إعلاء السنن** " : قول عطاء : (كانوا يكرهون) يريد الصحابة رضي الله عنهم . (٥٦٦/١٤، ٥٦٧)

ما في " **فقه النوازل** " :وبعد الدراسة الوافية وتداول الرأي في ذلك قرر المجلس بالأكثرية تحريم التأمين بجميع أنواعه سواء كان على النفس أو البضائع التجارية أو غير ذلك من الأموال.

(٢٧٥/٣، مكتبه دار ابن جوزيه)

ما في " **بدائع الصنائع** " : وأما الذي يرجع إلى نفس القرض، فهو أن لا يكون فيه جر منفعة ، فإن كان لم يجز ، نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة ؛ على أن يرد عليه صحاحاً ، أو أقرضه وشرط شرطاً له فيه منفعةً ؛ لما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن قرض جر نفعاً ؛ ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا؛ لأنها فضل لا يقابله عوض ، والتحرز عن حقيقة الربا وعن شبهة الربا واجب .(بدائع الصنائع : ٥٩٧/١٠، ٥٩٨، كتاب القرض ، فصل في الشرائط، كتاب الفتاوى:٣٥٨/٥، ايضاح النوادر:١٥٤)

سندی کاغذات اور نوٹوں کا بیمہ

مسئلہ(۳۱۵): محکمہ ڈاک وغیرہ میں جو سندی کاغذات اور رجسٹری رقم وغیرہ کا بیمہ کرایا جاتا ہے، وہ شرعاً جائز اور مباح ہے، اس لیے کہ محکمہ ان کاغذات اور نوٹوں کی حفاظت کا خود ذمہ دار ہوتا ہے، اور وہ اپنی ضمانت میں وہ اشیاء قبضہ میں لیتا ہے اور اس طرح کا معاملہ شرعاً جائز اور مباح ہے۔(۱)

ٹیکس سے بچنے کے لیے انشورنس کرانا

مسئلہ(۳۱۶): اگر جیون بیمہ کرانے سے واقعۃً ٹیکس کی بچت ہوتی ہے تو اس کے جواز کی گنجائش ہے، مگر وہ رقم استعمال کرنا کسی بھی حال میں جائز نہ ہوگا، اس کی صورت یہ ہے کہ بلانیتِ ثواب فقراء میں تقسیم کردیا جائے۔(۲)

املاک کا انشورنس جائز نہیں

مسئلہ(۳۱۷): املاک کا انشورنس جائز نہیں لیکن آج کل گاڑی، دکان، کمپنی، فرم، ایکسپورٹ،

---

(۱) ما في " **رد المحتار** " : إن المودع إذا أخذ أجرة على الوديعة يضمنها إذا هلكت ، قلت: ليست مسألتنا من هذا القبيل، لأن المال ليس في يد صاحب السوكرة بل في يد صاحب المركب ، وإن كان صاحب السوكرة هو صاحب المركب يكون أجيراً مشتركاً قد أخذ أجرة على الحفظ ، وعلى الحمل ، وكل من المودع والأجير المشترك لا يضمن ما لا يمكن الاحتراز عنه كالموت والغرق ونحو ذلك .

(رد المحتار : ۲۸۱/۶، ایضاح النوادر:۱۵۳)

(۲) ما في " **رد المحتار** " :(ويردونها على أربابه إن عرفوهم ، وإلا تصدقوا ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه . (۵۵۳/۹، الفتاوى الهندية : ۳۴۹/۵)

ما في " **الأشباه والنظائر** " : بقاعدة فقهية : " الضرورات تبيح المحظورات".

(۱/ ۳۰۷، قواعدالفقه : ص ۸۹، ایضاح النوادر:۱٤٦)

امپورٹ وغیرہ کاخریدنا بغیر انشورنس کے مشکل ہے،اورفسادات کی وجہ سے اموال کی ہلاکت بھی اکثر ہوتی رہتی ہے،لہذا " **الضرورات تبيح المحظورات** " کے تحت عارضی طور پراس کی گنجائش نکل سکتی ہے نہ کہ دائمی طور پر، لیکن اگراس کے بغیر کام ہوسکتا ہوتواس کی اجازت نہیں ہے، پھراگر رقم پریمیم (قسطوں) سے زائد ملے تو اس کے بقدر اپنے پاس رکھے، اوراگر زائد واپس کرنا ممکن ہوتو واپس کردے، ورنہ صدقہ کرنا لازم ہوگا۔(۱)

پراویڈنٹ فنڈ کا انشورنس

مسئلہ(۳۱۸): سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں سے لازمی اور جبری طور پر پراویڈنٹ فنڈ کی طرح جیون بیمہ کے نام سے رقم کاٹی جاتی ہے، پھراس کی موت کی صورت میں اس کے ورثاء کو پینشن زائد رقم کے ساتھ واپس دی جاتی ہے، یااس کی حیات میں ہی ریٹائر ہونے کی صورت میں اس کو یہ رقم مل جاتی ہے، بہرحال یہ رقم انعام کے دائرے میں داخل ہوکر حلال اور جائز ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (رد المحتار : ۳۰۱/۷)

ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم** " : بضابطة فقهية : " الضرر يزال" . (۱/ ۳۰۵، قواعد الفقه :ص۸۸)

ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم** " :" الضرورات تبيح المحظورات" .

(۱/ ۳۰۷، قواعد الفقه:ص ۸۹، كتاب الفتاوى:۳۵۹/۵، فتاوى رحيميه:۲٦۰/۹، ایضاح النوادر:۱٤۸)

ما في " **قواعد الفقه** " : " إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بإرتكاب أخفهما". (ص ٥٦)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية وخلاصة الفتاوى** " : ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة : إما بشرط

التعجيل أو بالتعجيل لو باستيفاء المعقود عليه فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها.

(٤/٤١٣، كذا في خلاصة الفتاوى: ١٠٣/٣، كتاب الفتاوى:٥/٣٥٨، فتاوى رحيميه:٢٦٠/٩)

ای، ایس، آئی (E.S.I) کارپوریشن کا ملازم کا بیمہ کرانا

مسئلہ(۳۱۹): ای، ایس، آئی، کارپوریشن یعنی امپلائز اسٹیٹ کارپوریشن (Employs state insurance corporation) ایک ادارہ ہے، پورے ہندوستان میں جس کمپنی یا فیکٹری میں بیس سے زائد ملازم کام کرتے ہوں، ان میں سے جن ملازمین کی تنخواہ تین ہزار سے کم ہو، ای، ایس، آئی (E.S.I) کارپوریشن ان کا جبری بیمہ کرالیتا ہے، اور جن کی تنخواہ تین ہزار سے زائد ہوتی ہے ان کا جبری بیمہ نہیں کرواتا ہے، اوراس جمع کردہ بیمہ کی رقم سے ملازم کو کچھ بھی واپس نہیں کرتا لیکن اگر ملازم بیمار ہوجائے یا کوئی ناگہانی حادثہ پیش آجائے، تواس کا پوراخرچ کارپوریشن برداشت کرتا ہے، اوراگر ملازم کی موت ہوجائے، تو اس کی فیملی کے افراد کیلئے مدتِ ملازمت کے تناسب سے بصورتِ رعایت پینشن دی جاتی ہے، حتی کہ ملازم کی اولاد ازخود کمانے لگ جائیں، اوراولاد نہ ہونے کی صورت میں اس ملازم کی بیوی کو تاحیات یا نکاحِ ثانی پینشن دی جاتی ہے۔

مذکورہ صورتِ مسئلہ میں جو رقم ای، ایس، آئی (E.S.I) کارپوریشن ملازم کی تنخواہ سے بیمہ کے نام پر لیتی ہے، وہ واپس نہیں ملتی، ہاں البتہ حادثہ کے موقعہ پر مل سکتی ہے، اور حادثہ کا پیش آنا ایسا امر ہے جس میں تردد ہے، چونکہ یہ بیمہ سرکار کی طرف سے جبراً کرایا جاتا ہے، اس لئے مالک وملازم دونوں میں سے شرعاً کوئی بھی گناہ گار نہ ہوگا، نیز ملازم کی موت کے بعد اگر اس کے ورثاء کو بیمہ میں جمع شدہ رقم سے زائد رقم بھی ملے تو بلاشبہ حلال وجائز ہے، اس لئے کہ زائد ملنے کی صورت میں یہ پراویڈیٹ فنڈ کے مشابہ ہوگا، اور ملازم اس رقم کا ابھی مالک بھی نہیں ہوا تھا، لہذا یہ اضافہ شدہ رقم انعام وتعاون کے حکم میں ہوکر جائز ہوگی۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الکتاب**": لقوله تعالی:﴿**فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم**﴾.(سورة المائدة:۳)

ما فی "**التفسير الكبير للرازی**": يعني وهذا من تمام ما تقدم ذكره في المطاعم التي حرمها الله تعالى يعني =

انشورنس میں زائد ملنے والی رقم کا تصدق لازم ہے

مسئلہ (۳۲۰): اگر کسی شخص نے گاڑی کا بیمہ جمع کروایا ہے، اور گاڑی ایکسیڈنٹ وغیرہ کی صورت میں کسی حادثہ کا شکار ہو جائے، اور بیمہ کمپنی اسے جمع کردہ رقم ادا کرے، تو وہ شخص اتنی ہی رقم استعمال کرے جو اس نے انشورنس کمپنی (Insurance Company) میں جمع کروائی ہے، اور زائد ملنے والی رقم غرباء پر تقسیم کردے۔(۱)

= أنها وإن كانت محرمة إلا أنها تحل في حالة الاضطرار .... وقوله: ﴿إن الله غفور رحيم﴾ يعني يغفر لهم أكل المحرم عند ما اضطر إلى أكله.(۲۸۹/٤، ۲۹۰، أحكام القرآن للجصاص:۳۹۲/۲)

ما فی "**الأشباه والنظائر لإبن نجيم**": "الضرورات تبيح المحظورات". ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة وإساغة اللقمة بالخمر. (۳۰۷/۱)

ما فی "**الفقه الإسلامی وأدلته**": لا شك في جواز التأمين التعاوني في الإسلام، لأنه يدخل في عقود التبرعات ومن قبيل التعاون على البر، لأن كل مشترك يدفع اشتراكه بطيب نفس لتخفيف آثار المخاطر وترميم التي تصيب أحد الشريكين أياً كان نوع الضرر، سواء في التأمين على الحياة أو الحوادث الجسمانية. (۳٤۱٦/٥، المبحث الرابع بيع الباطل والفاسد، حكم التأمين والتعاوني)

ما فی "**الفتاوى الهندية**": ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة، أما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها كذا في شرح الطحاوي، وكما يجب الأجرة باستيفاء المنافع يجب بالتمكن من استيفاء المنافع إذا كانت الإجارة صحيحة.

(٤۱۳/٤، الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة وما يتعلق به الخ، خلاصة الفتاوى:۱۰۳/۳، كتاب الإجارة، الهداية:۲۹٤/۳، باب الأجرة متى يستحق)

(۱) ما فی "**رد المحتار على الدر المختار**": والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه. (۳۰۱/۷، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً)

ما فی " **الفتاوی الهندية**": والسبيل في المعاصي ردها وذلك ههنا برد الماخوذ إن تمكن من رده بأن عرف صاحبه وبالتصدق به إن لم يعرفه. (٣٤٩/٥، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب)

كتاب الإجاره

(کرایہ داری کا بیان)

اجارہ کی لغوی تعریف:...... عمل کے بدلہ میں کسی کو کچھ عوض ادا کرنے کو اجارہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:...... متعین اجرت کے بدلہ میں متعین منفعت کی بیع (خرید وفروخت) کو اجارہ کہتے ہیں۔

اجارہ کا ثبوت قرآن، حدیث اور اجماع سے

اجارہ کا ثبوت قرآن سے:......

۱) فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**قالت إحداهما يآبت استأجره إن خير من استأجرت القوي الأمين ، قال إني أريد أن أنكحك إحدى ابنتي هاتين على أن تأجرني ثماني حجج**﴾ ......ان دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان! آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیوں کہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط ہو اور امانت دار بھی ہو، وہ (بزرگ موسی علیہ السلام سے) کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دولڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں، اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو۔

(سورۃ القصص:۲۶، ۲۷)

۲) ارشادِ خداوندی ہے: ﴿**فإن أرضعن لكم فآتوهن أجورهن**﴾. ......پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو ان کو ان کا بدلہ دیدو۔ (سورۃ الطلاق:٦)

۳) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**لو شئت لاتخذت عليه أجراً**﴾. ......اگر تو چاہتا تو اس کام پر مزدوری لے لیتا۔ (سورۃ الکہف:۷۷)

۴) ﴿**وإن أردتم أن تسترضعوا أولادكم فلا جناع عليكم إذا سلمتم ما آتيتم بالمعروف**﴾. ......اور اگر تم کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے بچوں کو کسی اور انّا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، جب کہ ان کے حوالہ کردو جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے قاعدہ کے موافق۔ (سورۃ البقرۃ:۲۳۳)

مذکورہ آیات سے اجارہ کا جواز مفہوم ہوتا ہے۔

اجارہ کا ثبوت حدیث سے:......

۱) **عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " أعط الأجير أجره قبل أن يجف عرقه ".** ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کردو۔(سنن کبری بیہقي:۶/۱۲۱، کتاب الإجارہ)

۲) **عن أبي سعيد الخدري أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن استئجار الأجير حتى يبين له أجره .** ......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کو کرایہ پر لینے سے منع فرمایا یہاں تک کہ مزدور کو اس کی اجرت بتادی جائے۔(الفتح الربانی:۱۵/۱۲۲)

ان دونوں احادیث سے اجارہ کا جواز بالکل واضح ہے، اس لیے کہ ان احادیث میں اجیر کو اجرت کی ادائیگی کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

اجارہ کا ثبوت اجماع سے:......

صاحبِ بدائع الصنائع علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر اصم سے پہلے پوری امت کا اس بات پر اجماع تھا کہ عقدِ اجارہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ سے لیکر آج تک بغیر کسی نکیر کے چلا آرہا ہے، لہذا اس اجماع سے اختلاف کرنے والے کا کوئی اعتبار نہیں، اسی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قیاس اس جگہ متروک ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے بندوں کے حوائج کی وجہ سے عقود کو مشروع کر رکھا ہے اور اجارہ کی حاجت وضرورت پیش آتی رہتی ہے۔

پتہ چلا کہ عقدِ اجارہ بھی دوسرے معاملات کی طرح جائز اور درست ہے۔

(بدائع الصنائع ، شرح المنتهى الإرادات للبهوتى الحنبلى:۳/۳۵۰ ، بداية المجتهد ونهاية المقتصد لإبن رشد المالكى :۱/۱۸۱، الحاوى الكبير للماوردي:۷/۳۸۸، الكتاب الأم للشافعي :۴/۵۸، كشاف القناع:۳/۵۳۷، المغنى والشرح الكبير لإبن قدامه المقدسى:۶/۲۔۳)

اجارہ کی فضیلت، اہمیت اور فوائد:......

عقدِ اجارہ زمانۂ قدیم سے ہوتا چلا آرہا ہے، جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر

ہے، ہر زمانہ میں اجارہ کو اچھی خاصی اہمیت حاصل رہی ہے، کیوں کہ یہ انسانی زندگی کی ضرورت کے ساتھ ساتھ معاشرہ اور ملک کی ضرورت ہے۔

جہاں معیشت کے دیگر شعبے مثلاً بیع، ملازمت، صنعت وحرفت وغیرہ زمانہ کی اہم ضروریات اور معیشت کی بنیادیں ہیں وہیں عقدِ اجارہ بھی معیشت کا ایک اہم شعبہ ہے۔

معاشرہ کی بے شمار ضروریات اجارہ سے متعلق ہیں۔

اجارہ ملازمت، مزدوری، کرایہ داری، خدمات، کارخانے، دوکان، مکان اور اس کے علاوہ معاشرہ کی بے شمار ضروریات پر مشتمل ومحیط ہے۔

حکمتِ مشروعیتِ اجارہ:......

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حاجات وضروریات کے پیش نظر عقدِ اجارہ کو مشروع فرمایا ہے، کیوں کہ بسا اوقات انسان کے پاس نہ اپنا ذاتی گھر ہوتا ہے کہ جس میں وہ سکونت پذیر ہو، نہ زمین ہوتی ہے کہ جس میں وہ کھیتی کرے اور نہ ہی دیگر اشیاء ہوتی ہیں کہ ان سے انتفاع حاصل کرے، تو اب اسے ضرورت ہے کسی دوسرے سے گھر، زمین یا کھیتی کرایہ پر لینے کی، تا کہ سکونت، زراعت یا خدمت حاصل کرے۔

اگر باوجود حاجتِ وضرورت کے عقدِ اجارہ کو مشروع نہ کیا جاتا تو پھر بندہ اپنی ضرورت کے دفع کے لیے کوئی راہ نہیں پا سکتا تھا اور یہ وضعِ شرع کے خلاف ہے، جب کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:...... ﴿**یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر**﴾. اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "**بعثت بالحنیفیة السمحة**". (رواہ الخطیب البغدادی عن جابر)

اجارہ کا حکمِ شرعی:......

اللہ تعالیٰ نے تجارت کو مباح قرار دیا ہے اور کمائی کا حلال اور پاکیزہ ذریعہ قرار دیا، اگر یہ آپس کی رضامندی اور خوشدلی سے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی تجارت میں برکت نازل فرماتے ہیں، جس بیع میں آپس کی رضامندی اور خوشدلی شامل نہ ہو وہ حرام ہے، اس لیے کہ ارشادِ خداوندی ہے: "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ، لیکن کوئی تجارت ہو باہمی رضامندی سے تو مضائقہ نہیں۔

(سورۃ النساء: ۲۹)

مسائلِ اجارہ

اجارہ کی شرائط

مسئلہ(۳۲۱): انعقادِ اجارہ کیلئے عاقدین یعنی اجیر اور مستاجر کا عاقل اور سمجھدار ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے اجارہ، مجنون اور صبیٔ غیر ممیّز کی طرف سے منعقد نہیں ہوتا، اور اگر بچہ عاقل اور سمجھدار ہے، اور اس کو اولیاء کی طرف سے لین دین کی اجازت ہے، تو اس صورت میں اگر صبیٔ ممیّز اپنے مال کو اجارہ کے طور پر دے، تو اس کا یہ عقدِ اجارہ منعقد ہوگا، اور اگر اولیاء کی طرف سے اجازت نہ ہو اور صبیٔ ممیّز نے کسی سے عقدِ اجارہ کرلیا، تو یہ عقدِ اجارہ اولیاء کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر اولیاء اس عقد کی اجازت دیدیں تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**بدائع الصنائع**": قال العلامة الكاساني: أما الذي يرجع إلى العاقد فالعقل، وهو أن يكون العاقد عاقلاً حتى لا تنعقد الإجارة من المجنون والصبي الذي لا يعقل؛ كما لا ينعقد البيع منهما .... حتى إن الصبي العاقل لو أجر ماله أو نفسه، فإن كان مأذوناً ينفذ، وإن كان محجوراً يقف على إجازة الولي عندنا؛ خلافاً للشافعي، وهي من مسائل المأذون. (۵/۵۲۴، كتاب الإجارة، فصل في شرائط الركن، كذا في الفتاوى الهندية: ۴/۴۱۰، كتاب الإجارة، وأما شرائطها)

ما في "**درر الحكام شرح مجلة الأحكام**": يشترط في انعقاد الإجارة أهلية العاقدين يعني كونهما عاقلين مميزين. (۱/۴۹۶، المادة:۴۴۴)

وأيضاً: تبطل الإجارة إن لم يوجد أحد شروطها مثلاً: إيجار المجنون والصبي غير المميز، كاستأجارهما باطلٌ، ولا ينقلب صحيحاً بإجازة أوليائهما، ولا يكون نافذاً.

(۱/۵۱۱، الفصل الرابع في فساد الإجارة وبطلانها، المادة:۴۵۸، كذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۴/۳۰۷۷، المبحث الثالث شروط العقد، اسلامی قانون اجارہ:۳۷)

وہ شرطیں جن سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے

مسئلہ(۳۲۲): اجارۂ فاسدہ یعنی اجارہ میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگانا(۱)، مثلاً کرایہ پر لی ہوئی چیز میں جہالت یعنی وقت کا متعین نہ ہونا(۲)، یا اجرت کا مجہول ہونا(۳) یعنی اجرت کی تعیین نہ کرنا، یا کرایہ پر لی ہوئی چیز کا مشترک ہونا، اوران شریکوں میں سے کسی ایک کی اجازت کے بغیر کرایہ پر دیدینا، ان صورتوں میں اگراجارہ کرلیا تو اجرتِ مثل لازم ہوگی (۴)، جبکہ اجرت متعین نہ ہو۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": الفاسد من العقود ما كان مشروعاً بأصله دون وصفه............ تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع مما مر يفسدها كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل........... وتفسد أيضاً بالشيوع بأن يؤجر نصيباً من داره أو نصيبه من دار مشتركة من غير شريكه أو من أحد شريكيه.

(۹/۶۲ ـ ۶۵، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : تكون الإجارة فاسدة إذا ربطت بشرط فاسد لأن العقد والمنافع يصبحان مالاً متقوماً. (۱/۵۱۳)

(۲) ما في " **درر الحكام** " : تكون الإجارة فاسدة إذا وقعت مع جهل المنفعة ، وجهل المنفعة يكون بجهل العمل أو جهل المدة وما إليها. (۱/۵۱۳)

(۳) ما في " **درر الحكام** " : تكون الإجارة فاسدة بجهالة الأجرة. (۱/۵۱۳)

(٤) ما في " **درر الحكام** " : " الإجارة الفاسدة نافذة لكن الآجر يملك فيها أجر المثل ولا يملك الأجر المسمى ". (۱/۵۱۵، الفصل الرابع في فساد الإجارة وبطلانها)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : وحكم الأول وهو الفاسد وجوب أجر المثل بالاستعمال لو المسمى معلوماً............ لم يزد أجر المثل على المسمى لرضاهما به وينقص عنه لفساد التسمية.

(۹/۶۲ـ۶۷، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة، اسلام کا قانون اجارہ:۱۱۹)

کرایہ کی وصولی کے شرائط

مسئلہ(۳۲۳): کرایہ کی وصولی کے لئے ضروری ہے کہ جس شیٔ کو کرایہ پر لیا جارہا ہے وہ کرایہ دار کے قبضہ میں ہو، اور جس وقت شیٔ ماجور کرایہ دار کے قبضہ میں آئے گی، اس وقت سے کرایہ دار کے ذمہ اس کا کرایہ ادا کرنا لازم ہوگا، اس لئے اگر مالک عقد کے بعد کرایہ کا مطالبہ کرے، اور اب تک مالک نے کرایہ دار کو اس شیٔ ماجور پر قبضہ نہیں دیا تو مالک کیلئے کرایہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں، کیوں کہ شیٔ مأجور پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کی اجرت شرعاً لازم نہیں ہوتی، چنانچہ کرایہ کی چیز پر قبضہ کیلئے چار چیزوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ پائی جائے، تو کرایہ دار پر اس کا کرایہ لازم نہیں ہوگا۔

۱-......شیٔ ماجور کرایہ دار کے قبضہ میں اس طرح آئے کہ کرایہ دار کیلئے اس چیز کا استعمال کرنا ممکن نہ ہو، یا اسی طرح اگر مالک کی طرف سے کوئی ایسا سبب پایا گیا کہ جس کی وجہ سے کرایہ دار اس کو استعمال نہ کرسکے، یا کسی وجہ سے استعمال کرنے میں رکاوٹ ہو تو پھر کرایہ دار پر اس کا کرایہ لازم نہیں ہوگا۔

۲-......عقدِ اجارہ صحیح ہو، فاسد نہ ہو، اگر عقدِ اجارہ صحیح ہو تو مکمل قبضہ کے بعد سے کرایہ دار پر اس کا کرایہ ادا کرنا لازم ہوگا، اگرچہ کہ کرایہ دار اس شیٔ ماجور کا استعمال شروع نہ کرے، ہاں اگر عقد فاسد ہو تو محض قبضہ سے کرایہ لازم نہیں ہوگا، جب تک کہ اس شیٔ ماجور کو استعمال میں نہ لائے۔

۳-......کرایہ دار کو قبضہ دینے کا جو وقت طے کیا گیا، اگر اس وقت کرایہ دار کو قبضہ نہیں دیا، تو کرایہ دار پر اس کے کرایہ کی ادائیگی بھی لازم نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کی مطلوبہ مدت کے بعد وہ شیٔ اس کے قبضۂ قدرت میں آئی ہے۔

۴-......کرایہ دار کو جس جگہ قبضہ دینا طے ہوا تھا، اگر اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قبضہ دیا گیا تو بھی کرایہ دار پر اس کا کرایہ لازم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ان شرائط کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": قال في النهاية: وهذه مقيدة بقيود: أحدها: التمكن فإن منعه =

پل سے گزرنے کا کرایہ وصول کرنا جائز ہے

مسئلہ(۳۲٤): عام طور پر اکثر وبیشتر ممالک میں پل سے گزرنے کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے، شرعی طور پر ''اجارۃ التعاطی'' کی صورت پائے جانے کی وجہ سے علماء نے اس کو جائز لکھا ہے اور اب تو اس کا عام رواج ہوگیا ہے، نیز شرعاً کوئی قباحت بھی نہیں، لہٰذا کرایہ لینا اور دینا دونوں شرعاً جائز ہے۔(۱)

= المالك أو الأجنبي أو سلم الدار مشغولة بمتاعه لا تجب الأجرة . الثاني: أن تكون صحيحة فلو فاسدة فلا بد من حقيقة الانتفاع .الثالث: أن التمكن يجب أن يكون في محل العقد، حتى لو استأجرها لكوفة فأسلمها في بغداد بعد المدة فلا أجر . الرابع : أن يكون متمكناً في المدة، فلو استأجرها إلى الكوفة في هذا اليوم، وذهب بعد مضي المدة بالدابة ولم يركب لم يجب الأجر لأنه إنما تمكن بعد مضي المدة.

(۹/ ۱٤،كتاب الإجارة)

ما فى '' **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** '': وتسليم المأجور شرط في لزوم الأجرة يعني تلزم الأجرة اعتباراً من وقت التسليم، فعلى هذا ليس للآجر مطالبة أجرة مدة قبل التسليم وإن انقضت مدة الإجارة قبل التسليم لا يستحق الأجر. (۱/ ٥٤٥، كتاب الإجارة)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في '' **الفتاوى الهندية** '' : وتنعقد الإجارة بالتعاطي بيانه فيما ذكر محمد رحمه الله في إجارات الأصل في باب إجارة الثياب إذا استأجر رجل من آخر قدوراً بغير أعيانها لا يجوز للتفاوت بين القدور ومن حيث الصغر والكبر فإن جاء بقدور وقبلها المستأجر على الكراء الأول جاز ويكون هذا إجارة مبتدأ بالتعاطي كذا في الظهيرية .(٤/ ٤٠٩،كتاب الإجارة ، الباب الأول)

ما في '' **رد المحتار** '' : (وهل تنعقد بالتعاطي؟) .... قال الشرنبلالي : المسألة من الظهيرية : استأجر من آخر قدوراً بغير أعيانها لا يجوز للتفاوت بينها صغراً وكبراً ، فلو قبلها المستأجر على الكراء الأول جاز ، وتكون هذه إجارة مبتدأة بالتعاطي .(۹/ ۷،كتاب الإجارة، اسلام كا قانون اجاره: ٤۱۱)

سڑک کا کرایہ ٹوکن کے ذریعہ وصول کرنا

مسئلہ(۳۲۵): دنیا کے اکثر ممالک میں اور خاص طور پر غریب ممالک میں سڑک (Road) سے گزرنے کا بھی کرایہ وصول کیا جاتا ہے اس کی دوصورتیں ہیں:

۱/...... جب گاڑی سڑک پر پہونچتی ہے تو وہاں پر کاؤنٹر بنے ہوئے ہوتے ہیں، گاڑی والا کاؤنٹر سے ٹکٹ لے کر یکمشت پہلے ہی اس کی قیمت ادا کر دیتا ہے اور ایجاب وقبول زبانی نہیں ہوتا ہے بلکہ معاطاۃ کے ذریعہ ہوتا ہے، جو کہ شرعاً اجارہ میں بھی جمہور فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

۲/...... گاڑی کاؤنٹر (Counter) سے گزرتے وقت صرف ایک ٹوکن دیا جاتا ہے، جب گاڑی اس سڑک کو چھوڑ کر دوسری سڑک پر آتی ہے تو سڑک کے اختتام پر بھی کاؤنٹر ہوتے ہیں، تو اس کاؤنٹر والے فی میل (Per mile) یا فی کلومیٹر (Per k.m.) کے حساب سے اس گاڑی کے سڑک پر سے گزرنے کا کرایہ وصول کرتے ہیں، تو یہاں پر بھی فی کلومیٹر کے حساب سے اجرت اور منفعت معلوم ہو جاتی ہے، اور اس میں ایجاب وقبول بذریعۂ تعاطی ہوتا ہے، لہذا شرعی اعتبار سے اس طریقہ میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار والبحر الرائق** " : وأما الفعل التعاطي: وهو التناول قاموس . "درمختار" .... قوله : (وهو التناول قاموس) وهو إنما يقتضي الإعطاء من جانب والأخذ من جانب .... كما فهم الطرسوسي ، أي حيث قال : إن حقيقة التعاطي وضع الثمن وأخذ المثمن عن تراض منهما من غير لفظ .... فإن التعاطي ليس فيه إيجاب بل قبض أو معرفة الثمن .

(۲۷/۷، كتاب البيوع ، مطلب البيع بالتعاطي ، كذا في البحر الرائق :۵/ ۴۴۰، كتاب البيوع)

ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار** " : وتنعقد الإجارة بالتعاطي بيانه فيما ذكر محمد في إجارات الأصل في باب إجارة الثياب إذا استأجر رجل من آخر قدوراً بغير أعيانها لا يجوز للتفاوت بين القدور من=

پلوں کا اجارہ (B.O.T) شرعاً جائز ہے

مسئلہ (۳۲۶): آج کل پلوں کے اجارہ کی ایک جدید صورت رائج ہے جس کو انگریزی میں (Built Operate Transfer) کہا جاتا ہے، جس کا مخفف بی، او، ٹی (B.O.T) ہے، اس طریقۂ کار کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ کمپنی اور کسی ملک کے درمیان یہ معاہدہ (Agreement) ہوتا ہے کہ کمپنی (Company) ملک میں کوئی پل (Bridge) یا سڑک (Road) تعمیر کرے گی اور اس ملک سے اس پل پر آنے والے اخراجات میں سے کچھ بھی وصول نہیں کیا جائیگا، بل کہ یہ کمپنی سرمایہ (Capital) بھی خود فراہم کرتی ہے اور اپنے ہی مزدور (Labour) لگا کر سڑک یا پل تعمیر کرتی ہے اور اس کے معاوضہ کے طور پر اس ملک سے یہ معاہدہ کرتی ہے کہ اس پل یا سڑک سے گزرنے کا کرایہ مثال کے طور پر بیس سال تک ہم لیتے رہیں گے، بیس سال کے بعد یہ پل اور اس کا کرایہ اس ملک کو ملے گا، اس طرح پل یا سڑک تعمیر ہونے کے بعد تعمیر کرنے والی کمپنی (Constraction Company) کے قبضہ ہی میں رہتا ہے اور اس کا کرایہ بھی وہی کمپنی وصول کرتی ہے، بیس سال (یا اس کے علاوہ جو بھی کوئی مدت فریقین باہم طے کرلیں) کے بعد وہ پل یا سڑک اس ملک کے قبضہ میں آجاتی ہے، اس طریقہ سے اس ملک کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس کا سرمایہ (Capital) اور محنت دونوں ہی بچ جاتے ہیں اور ایک نئی تعمیر وجود میں آجاتی ہے، یہ معاملہ دنیا کے بیشتر مما لک میں کیا جارہا ہے، جیسے ہندوستان میں سوپر ہائیوے، بروڈہ سے احمد آباد اسی عقد کے ساتھ بنایا گیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ منفعت کے ذریعہ اجرت کی ادائیگی تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے، لہذا اگر بی، او ٹی

= حیث الصغر والکبر ، فإن جاء بقدور وقبلها المستأجر علی الکراء الأول جاز ویکون هذا إجارة مبتدأة بالتعاطي کما في الظهيرية.

(٤ / ٤٠٩ ،کتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة ورکنها، رد المحتار: ٩/ ٧، کتاب الإجارة)

(B.O.T) میں بھی منفعت ہی کو اجرت بنایا جائے اور اس طرح بی، او، ٹی (B.O.T) کا معاہدہ کیا جائے تو شرعاً جائز ہوگا۔(۱)

کار پارکنگ (Car Parking) کا کرایہ

مسئلہ(۳۲۷): کار پارکنگ (Carparking) کا کرایہ آج کل معمول بن چکا ہے، اس کی دو صورتیں رائج ہیں: (۱)...... گاڑی کا ایک متعین کرایہ وصول کیا جاتا ہے، چاہے گاڑی کتنی دیر تک پارکنگ (parking) میں کیوں نہ رہے۔ (۲)...... کار پارکنگ کا کرایہ فی گھنٹہ (Per hour) کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔

مذکورہ دونوں صورتوں کے جواز میں شرعاً کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ پہلی صورت میں منفعت اور اجرت دونوں ہی متعین ہیں اور ایجاب وقبول بھی تعاطی کے ذریعہ ہوا ہے۔

لیکن ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت پر یہ اشکال ہے کہ اس میں ایک متعین کرایہ وصول کیا جاتا ہے

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : إجارة المنفعة بالنفعة تجوز إذا اختلفا جنساً كاستئجار سكنى دار بزراعة أرض ، وإذا اتحدا كإجارة السكنى بالسكنى واللبس باللبس والركوب بالركوب ونحو ذلك .

(رد المحتار : ۸۵/۹ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : أن لا تكون الأجرة منفعة هي من جنس المعقود عليه كإجارة السكنى بالسكنى والخدمة بالخدمة .(۴۱۱/۴، كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة)

ما في " **تبيين الحقائق** " : حتى صح أجرة ما لا يصح ثمناً أيضاً كالمنفعة فإنها لا تصلح ثمناً وتصلح أجرة إذا كانت مختلفة الجنس كاستئجار سكنى الدار بزراعة الأرض وإن اتحدا جنسهما لا يجوز كاستئجار الدار للسكنى بالسكنى و كاستئجار الأرض للزراعة بزراعة أرض أخرى لأن المنافع معدوم .

(۷۹/۶ ، كتاب الإجارة، اسلام كا قانون اجاره:۴۱۲)

مگر عاقدین کے مابین مدت کے بارے میں کوئی گفتگو تحریری یا زبانی نہیں ہوتی، لہذا جب مدتِ اجارہ مجہول ہوئی تو اس سے عقدِ اجارہ بھی درست نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ اجارہ میں مدتِ اجارہ کی تعیین ایک بنیادی شرط ہے جو یہاں مفقود ہے؟

چنانچہ اس اعتراض کا حل یہ ہے کہ پہلی صورت میں مدتِ اجارہ مجہول نہیں ہے بلکہ معلوم ہے اور وہ اس طرح کہ جو ٹکٹ (Ticket) کرایہ لیکر دیا جاتا ہے وہ صرف اس روز کے لیے ہوتا ہے جس دن یہ خریدا گیا ہے، اور اکثر مقامات میں ٹکٹ پر اس دن کی تاریخ بھی درج ہوتی ہے، اس طرح مدتِ اجارہ زیادہ سے زیادہ صرف اس دن کے ختم تک کے لیے ہوتی ہے۔

دوسری صورت میں گاڑی کا کرایہ فی گھنٹہ (Per houre) کے حساب سے لیا جاتا ہے، اس صورت میں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ جب گاڑی پارکنگ میں آکر کھڑی ہوتی ہے تو خود گاڑی والے کو بھی بسا اوقات یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میرا کام یہاں کتنی دیر کا ہے، اس لیے وہ گاڑی کھڑی کرتے وقت حتمی طور پر مدت متعین نہیں کرسکتا، تو پھر یہاں بھی مدتِ اجارہ مجہول ہوئی جس کی وجہ سے عقدِ اجارہ جائز نہیں ہونا چاہئے۔

اس کا شرعی اعتبار سے حل یہ ہوگا کہ جس وقت اس نے گاڑی پارک کی ہے اس وقت تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ گاڑی صرف اسی ایک گھنٹہ کے لئے کھڑی ہوتی ہے، لیکن جب یہ گھنٹہ مکمل ہوجائے اور اگلا گھنٹہ گزر جائے تو پھر یہ عقد دوسرے گھنٹے کیلئے بھی ہوجائے گا، پھر دوسرے کے بعد تیسرا گھنٹہ شروع ہوجائے تو یہ عقد تیسرے میں بدل جائے گا، چنانچہ جب گاڑی پارکنگ ایریا (Parking Area) سے باہر نکالی جائے تو اس وقت مکمل مدت کا حساب لگاکر فی گھنٹہ (Per hour) کے حساب سے اس سے اجرت لی جائے گی۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : إذا عقد الإجارة في أول الشهر على شهر واحد، أو أزيد من شهر، انعقدت مشاهرة، وبهذه الصورة يلزم دفع أجرة شهر كامل، وإن كان الشهر ناقصاً عن ثلاثين يوماً. (۵۶۲/۱، المادة : ۴۸۸، الباب الرابع) =

کارپارکنگ کا سالانہ یا ماہانہ معاہدہ

مسئلہ(۳۲۸): آج کل کارپارکنگ (Car Parking) کا سالانہ یا ماہانہ معاہدہ بھی اکثر ہونے لگا ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ حضرات جوروزانہ کسی جگہ پر اپنی گاڑیاں پارک کرتے ہیں تووہ پارکنگ کے مالکان سے ماہانہ یا سالانہ کارپارکنگ (Car Parking) کا معاہدہ کرلیتے ہیں اوراس معاہدہ میں ایجاب وقبول، کرایہ کا تعین، مدت کا تعین زبانی یا تحریری ہوتا ہے، موجراور مستاجر

= وما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : لو استأجر عقار شهرية كذا دراهم من دون بيان عدد الأشهر يصح العقد ، لكن عند ختام الشهر الأول لكل من الأجر والمستأجر فسخ الإجارة في اليوم الأول وليلته من الشهر الثاني الذي يليه وأما بعد مضي اليوم الأول وليلته فليس لهما ذلك .... إذا دخلت كلمة (كل) على السنة أو الشهر أو الأسبوع أو اليوم أو ما أشبه ذلك مما لا تعلم نهايته بتعيين أدناه وهو الواحد منه لأن الواحد معلوم وتكون الإجارة فاسدة في الباقي لما يكون فيها من الجهالة (سوال) فإن قيل كما أن الشهر الأول معلوم فكذلك الشهر الثاني معلوم فلم خصصتم الأول بصحة العقد؟ (الجواب) قلنا: إنما اختص الأول لوجود جزء منه وحصوله بخلاف سائر الشهور حتى إذا سكن ساعة من الشهر الثاني صح العقد عليه أيضاً والثالث والرابع مثله.

(٥٦٦/١، ٥٦٧، كتاب الإجارة، الباب الرابع، المادة :٤٩٤)

ما في " **نتائج الأفكار تكملة فتح القدير** " : (وإذا تم كان لكل واحد منهما أن ينقض الإجارة لانتهاء العقد الصحيح) قال في المحيط البرهاني : وفي الأصل : إذا استأجر الرجل من آخر داراً كل شهر بعشرة دراهم فإن أبا حنيفة قال : هذا جائز ولكل واحد منها أن ينقض الإجارة في رأس الشهر فإن سكن يوماً أو يومين لزمه الإجارة في الشهر الثاني ، واختلفت عبارة المشائخ في تخريج المسئلة بعضهم قال : أراد بقوله : جائز أن الإجارة في الشهر الثاني جائزة، فأما فيما عدا ذلك من الشهور فالإجارة فاسدة فجهالة المدة أنه إذا جاء الشهرالثاني ولم يفسخ كل واحد منهما الإجارة في رأس الشهر جازت الإجارة في الشهر الثاني لأن الشهر الثاني صار كالشهر الأول إلى آخره.(٩٤/٩، باب الإجارة، اسلام کا قانون اجارہ:٤١٨)

دونوں میں سے ہر ایک عقد کی جملہ تفصیلات طے کر کے عقد کرتے ہیں، تو یہ ماہانہ یا سالانہ معاہدہ کرنا شرعاً بالکل جائز اور درست ہے، اگر ایجاب وقبول، کرایہ یا مدت ان تینوں میں سے کوئی ایک چیز بھی واضح اور طے شدہ نہ ہوتی تو پھر عقد میں جہالت کی وجہ سے عقد جائز نہ ہوتا، اس لیے اس طرح کا عقد کرتے وقت ان چیزوں کو وضاحت کے ساتھ طے کر لینا ضروری ہے۔(۱)

ریلوے اسٹیشن پر پلیٹ فارم کا کرایہ وصول کرنا جائز ہے

مسئلہ(۳۲۹): ریلوے اسٹیشن (Railway Station) میں پلیٹ فارم پر جانے کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے، چونکہ ریلوے اسٹیشن (Railway Station) محکمۂ ریلوے کی ملکیت میں ہوتا ہے، لہذا اس کا کرایہ وصول کرنا جائز ہوگا، نیز اس وجہ سے بھی کہ اس میں مدت، منفعت اور کرایہ سب

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : كما قال العلامة الحصكفي : إن ركنها الإيجاب والقبول ، وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة .... ويعلم النفع ببيان المدة كالسكنى والزراعة مدة كذا."درمختار".(۹/ ٦۔۸، كتاب الإجارة)

ما في " **المغني لإبن قدامة**" : وإذا وقعت الإجارة على مدة معلومة بأجر ة معلومة فقد ملك المستأجر المنافع وملكت عليه الأجرة كاملة في وقت العقد إلا أن يشترطا أجلاً . (٥/ ٢٦٢، كتاب الإجارات)

ما في " **الفتاوى الهندية والهداية**" : ومنها أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع المنازعة فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا .... ومنها أن تكون الأجرة معلومة .

(٤/ ٤١١، كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة ، وكذا في الهداية مع الدراية :٣/ ٢٩٣، كتاب الإجارة)

ما في " **قواعد الفقه**" : بقاعدة فقهية : " جهالة المعقود عليه تفسد العقد ".

(ص ٧٥، اسلام کا قانون اجارہ:٤٢٣)

ہی متعین ہے، اور یہ ٹکٹ (Ticket) صرف اسی دن کیلئے کار آمد ہوگا جس دن کی تاریخ (Date) اس پر ڈالی گئی۔(۱)

جہاز کے ایئر پورٹ پر اترنے کا کرایہ (Air Port Landing Charges)

مسئلہ (۳۳۰): جہاز جب ایئر پورٹ پر اترتا ہے تو اس کا بھی کرایہ وصول کیا جاتا ہے، اور جتنی دیر تک جہاز ایئر پورٹ پر موجود رہتا ہے تو اس کا بھی کرایہ فی گھنٹہ (Per hour) کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے، اس میں کرایہ، منفعت، مدت، ہر چیز طے شدہ ہوتی ہے، اس لئے اس کے جواز میں شرعاً کوئی شک نہیں، ہاں البتہ ایئر پورٹ پر کھڑا جہاز اگر تاخیر سے روانہ ہو تو اس تاخیر کا جرمانہ اس

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : ومنها أن يكون المعقود وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع المنازعة فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا .... ومنها أن تكون الأجرة معلومة .(الفتاوى الهندية :٤١١/٤، كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة وركنها وألفاظها)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : شرط النفاذ ثلاثة أنواع : النوع الأول ؛ الملك والولاية..................شرائط الصحة أنواع : النوع الأول ؛ رضاء العاقدين ، النوع الثاني : تعيين الأجرة ، النوع الثالث : تعيين المأجور ، النوع الرابع : تعيين المنفعة ، النوع الخامس: أن يمكن استيفاء المنفعة ، النوع السادس: وجود شرط الانعقاد.

(٤٩٥/١، ٤٩٦، كتاب الإجارة ،الفصل الثاني في شروط انعقاد الإجارة ونفاذها)

ما في " **بدائع الصنائع** " : ومنها : الملك والولاية فلا تنفذ إجارة الفضولي لعدم الملك والولاية.

(٥٢٨/٥،كتاب الإجارة ، فصل في شرائط الركن)

ما في " **الدر المختار مع رد المحتار**" : وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة ."درمختار". (٧/٩، كتاب الإجارة، اسلام کا قانون اجارہ:٤٥٦)

ایئر لائن (Airline) سے وصول کیا جاتا ہے، اس جرمانہ کی صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ مقررہ وقت سے جتنا اضافی وقت لگا ہے، اتنے وقت کا کرایہ بمع جرمانہ طے شدہ معاہدہ کے مطابق وصول کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر شیڈول کے مطابق جہاز اترنے اور کھڑے رہنے کا کرایہ فی گھنٹہ دس ہزار روپئے ہے، اور تاخیر کی صورت میں فی گھنٹہ پندرہ ہزار روپئے ہے، شرعی اعتبار سے یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے، کیوں کہ تاخیر کی صورت میں اضافی رقم کی ادائیگی درحقیقت عقد ہی کا حصہ ہوگا، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے، کہ اگر کوئی شخص درزی کے پاس جائے اور کہے کہ تم نے آج اگر یہ کپڑا تیار کر کے دیدیا تو اس کی اجرت دو درہم ہے، اور اگر آئندہ کل تیار کر کے دوگے تو اس کی اجرت ایک درہم ہوگی، یہ صورت فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق جائز ہے، بالکل اسی طرح یہ معاملہ بھی ہے کہ اگر جہاز تاخیر سے روانہ ہوگا، تو فریقین کو پہلے سے معلوم ہوگا کہ اس تاخیر میں کتنا کرایہ لازم ہوگا، غرض یہ کہ کسی بھی مرحلہ پر کرایہ میں یا مدت میں جہالت نہ ہوگی، جو بھی صورتِ حال پیش آئیگی اس کا معاملہ فریقین افہام وتفہیم سے طے کر چکے ہوتے ہیں، کوئی جہالت ایسی باقی نہیں رہتی جو باہمی تنازع کا سبب ہو، لہذا یہ صورت بھی شرعاً جائز ہوگی۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**البحر الرائق**": قال رحمه الله: الإجارة (هي بيع منفعة معلومة بأجرة معلومة) .... وأما ركنها فهو الإيجاب والقبول والارتباط بينهما، وأما شرط جوازها فثلاثة أشياء أجر معلوم وعين معلوم وبدل معلوم. (۳/۸، ٤، كتاب الإجارة)

ما في "**المبسوط للسرخسي**": ووجه قوله الآخر أنه خيره بين نوعين من العمل كل واحد منهما معلوم في نفسه والبدل بمقابلة كل واحد منهما مسمى معلوم فيجوز العقد كما لو اشترى ثوبين على أن له الخيار يأخذ أيهما شاء ويرد الآخر وسمى لكل واحد منهما ثمناً، وهذا لأن الأجر لا يجب بنفس العقد =

....

....

....

= وإنما يجب بالعمل وعند العمل ما يلزمه من البدل معلوم وكذلك عقد الإجارة في حق المعقود عليه كالمضاف وإنما ينعقد عند إقامة العمل وعند ذلك لا جهالة في المعقود عليه .... (والفصل الثالث): أن يقول إن خطته اليوم فلك درهم، وإن خطته غداً فلك نصف درهم فعند أبي حنيفة رحمه الله الشرط الأول جائز والثاني فاسد وعندهما الشرطان جائزان.

(١١٢/١٥، باب كل الرجل يستصنع الشيء)

ما فى ''**نتائج الأفكار تكملة فتح القدير**'' : (والمنافع تارةً تصير معلومة بالمدة كاستئجار الدور للسكنى والأرضين للزراعة فيصح العقد على مدة معلومة إلى مدة كانت) لأن المدة إذا كانت معلومة كان قدر المنفعة فيها معلوماً إذا كانت المنفعة لا تتفاوت، وقوله إلى مدة كانت، إشارة إلى أنه يجوز طالت المدة أو قصرت لكونها معلومة ولتحقق الحاجة إليها.

(٦٤/٩، كتاب الإجارة، قبيل باب الأجر.....)

وأيضاً: (إذا كان لكل واحد منهما أن ينقص الإجارة لانتهاء العقد الصحيح) قال في المحيط البرهاني: وفي الأصل إذا استأجر الرجل من آخر داراً كل شهر بعشرة دراهم فإن أبا حنيفة قال: هذا جائز ولكل واحد منهما أن ينقص الإجارة في رأس الشهر فإن سكن يوماً أو يومين لزمه الإجارة في الشهر الثاني . وإطلاق محمد في الكتاب يدل عليه وإنما أجازت الإجارة فيما وراء الشهر الأول وإن كانت المدة مجهولة لتعامل الناس من غير نكير ومنكر . (٩٤/٩)

ما فى '' **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** '': النوع الأول الملك أو الولاية ....شرط الصحة منفعة أنواع........النوع الأول رضاء العاقدين........النوع الثاني تعيين المأجور.......النوع الثالث تعيين الأجرة.........النوع الرابع تعيين المنفعة . (٤٩٥/١، ٤٩٦، اسلامى قانون اجاره:٤٣٨)

دوکان کے سامنے ٹھیلا لگانے والے سے صاحبِ دوکان کا اجرت لینا

مسئلہ(۳۳۱): دوکاندار کا اپنی دوکان کے سامنے اشیاء فروخت کرنے والے سے وہاں کھڑے ہونے کی اجرت لینا جائز نہیں، کیوں کہ دوکان کے سامنے کی جگہ تو عام استعمال کے لئے ہوتی ہے، دوکاندار کی ملکیت میں نہیں ہوتی، اور کرایہ صرف اپنی ملکیت کی اشیاء کا وصول کرنا جائز ہے، ہاں اگر وہ جگہ دوکاندار کی ذاتی ملکیت میں ہے تو پھر کرایہ وصول کرسکتا ہے۔(۱)

مالکِ مکان کا کرایہ دار سے پیشگی رقم وصول کرنا

مسئلہ(۳۳۲): مالکِ مکان یا دوکان پگڑی کی بجائے پیشگی رقم (Advance payment) کے نام سے کچھ رقم کرایہ دار سے وصول کرتا ہے(۲)، اور یہ شرط لگاتا ہے کہ جب

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **بدائع الصنائع** " : ومنها الملك والولاية فلا تنفذ إجارة الفضولي لعدم الملك والولاية.

(۵۲۸/۵، كتاب الإجارة ، فصل في شرائط الركن)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : شرط النفاذ ثلاثة أنواع : النوع الأول : الملك والولاية .

(۴۹۵/۱، كتاب الإجارة ، الفصل الثامن في شروط انعقاد الإجارة ونفاذها)

ما في " **درر الحكام** " : بقاعدة فقهية : " لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي ".

(۹۸/۱، المقالة الثانية في بيان القواعد الكلية الفقهية ، المادة :۹۷، اسلام کا قانون اجارہ: ۴۴۰)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : يعتبر ويراعى كل ما اشترط العاقدان في تعجيل الأجرة وتأجيلها. (۵۴۱/۱، المادة:۴۷۳)

وأيضاً: تلزم الأجرة بشرط التعجيل، يعني لو شرط كون الأجرة معجلة يلزم المستأجر تسليمها، أي إذا شرط إعطاء الأجرة معجلة سواء أكان ذلك في اثناء عقد الأجرة أو بعده.

(۵۳۱/۱، المادة: ۴۶۸، وكذا في البحرالرائق:۸/۷، كتاب الإجارة)

کرایہ دار مکان واپس کرے گا تو یہ رقم بھی واپس کردی جائیگی ، البتہ اس پیشگی رقم کو ہم امانت تصور کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں شرعاً یہ جائز ہے(۱)، اس صورت میں کرایہ دار کیلئے اس رقم کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہ ہوگا(۲)، اور اگر کرایہ دار کو مالک یہ رقم بطور قرض کے دیدے تو پھر اس رقم کو چونکہ مکان کی مدتِ اجارہ کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے، اس لئے اس قرض میں تاجیل ہوئی، اور یہ حضراتِ حنفیہ رحمہم اللہ کے یہاں جائز نہیں ہے(۳)، جبکہ فقہائے شافعیہ رحمہم اللہ کے نزدیک قرض میں مدت مقرر کرنا جائز ہے(۴)، حضراتِ مالکیہ رحمہم اللہ کے نزدیک تاجیل صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے(۵)، سلف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عطاءؒ، حضرت عمرو بن دینارؒ وغیرہ اہلِ علم حضرات بھی قرض میں تاجیل کے قائل ہیں(۶)، البتہ ہمارے زمانہ کے تعاملِ ناس اور ضرورت کے پیشِ نظر جمہور کی رائے قبول کرلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

---

(۱) ما فی " **الهداية** ": إن العين المستأجر أمانة في يد المستأجر. (۳۰۸/۳، باب إجارة الفاسدة)

(۲) ما فی " **النتف فی الفتاوی** ": لا تجوز في الوديعة ثمانية أشياء: لا تباع ولا توهب ولا ترهن ولا يتصدق بها ولا تؤاجر ولا تعار ولا تستعمل متفقاً عليه، والثامن لا تودع إلا من كان في عياله في قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد وفي قول ابن أبي ليلى تودع .

(ص ۳۵۱، كتاب الوديعة ، ما لا تجوز الوديعة فيه ، وكذا في الفتاوى الهندية :۳۳۸/٤، كتاب الوديعة وهو مشتمل على عشرة أبواب، وكذا في الخلاصة:٢٩١/٤ ، كتاب الوديعة، الفصل الأول ، جنس آخر)

(۳) ما فی " **الفتاوی الهندية** " : ولا يثبت الأجل في القروض عندنا كما في الخانية.

(۳٦٨/٥، الباب السابع والعشرون في القرض والدين، الهداية:٧٦/٣، باب المرابحة والتولية)

(٤) ما فی " **أحكام القرآن للجصاص** " : وأجاز الشافعي التأجيل في القرض. (٥٦٨/١)

(٥) ما فی " **اعلاء السنن** " : وقال مالك والليث: يتأجل الجميع بالتأجيل .... وقال أبو حنيفة : كل دين يصح تأجيله إلى القرض، فإن تأجيله لا يصح، ولنا أن الأجل يقتضي جزاء من العوض، والقرض =

کرایہ داراول کا کرایہ دارثانی کو پگڑی پر مکان دینا

مسئلہ(۳۳۳): اگر کرایہ دارخود پگڑی دیئے بغیر مکان حاصل کرے اور دوسرے کرایہ دار سے پگڑی لے کرکرایہ پر دینا چاہے یا مالکِ مکان کرایہ داری کا معاملہ ختم کرکے اپنی چیز کو واپس لینا چاہے اورکرایہ داراس سے یعنی اصل مالک سے پگڑی کے نام پر رقم حاصل کرنا چاہے تو یہ ناجائز اورحرام ہے، جیسا کہ آج کل عام ہو چکا ہے، یادرکھیں یہ رقم جو اصل مالک سے یا دوسرے کرایہ دار سے وصول کی جارہی ہے حرام ہے،اس کا لینا کرایہ دارکیلئے بالکل جائزنہیں ہے(۱)۔

= لایحتمل الزیادة والنقص في عوضه.(٥٧٤/٤، القرض لا یتأجل بالتأجیل)

ما فی " **الکتاب** ": وقوله تعالی: ﴿**یا أیها الذین آمنوا إذا تداینتم بدین إلی أجل مسمی فاکتبوه**﴾.

(سورة البقرة:٢٨٢)

ما فی " **أحکام القرآن للجصاص** ": قال الإمام حجة الإسلام أبو بکر أحمد بن علي الرازي: وقد احتج بعضهم في جواز التاجیل في القرض بهذه الآیة .... قال أبوبکر: قوله تعالی:﴿**إذا تداینتم بدین إلی أجل مسمی**﴾ قد اشتمل علی کل دین ثابت مؤجل.(٥٨٥/١، ٥٨٦، باب عقود المداینات)

(٦)ما فی " **فتح الباری لإبن حجر** " : عن أبي هریرة رضي الله عنه : عن رسول الله صلی الله علیه وسلم " **أنه ذکر رجلاً سأل بعض بني إسرائیل أن یسلفه ألف دینار، فدفعها إلیه إلی أجل مسمی** " . وقال ابن عمر رضي الله عنهما وعطاء : إذا أجَّله في القرض جاز.

(٤٣٢/٥، باب الشروط في القرض، رقم الحدیث:٢٧٣٤)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : في القنیة : الرشوة یجب ردها ولا تملك وفیها دفع للقاضي أو لغیره سحتاً لإصلاح المهم فأصلح ثم ندم یرد ما دفع إلیه.

(٣٥/٨، کتاب القضاء، مطلب في الکلام علی الرشوة والهدیة)

البتہ ایک کرایہ دار دوسرے کرایہ دار سے رقم (پگڑی کے نام پر) اس وقت لے سکتا ہے جبکہ موجودہ کرایہ دار نے اس مکان یا دوکان میں کوئی تعمیری کام کرایا ہو(۱)۔

اگر موجودہ کرایہ دار نے اس مکان میں کوئی تعمیری کام نہ کرایا ہوتو دوسرے کرایہ دار سے پگڑی نہیں لے سکتا، نیز موجودہ کرایہ دار مالکِ مکان سے پگڑی کی رقم کسی بھی صورت میں نہیں لے سکتا ہے(۲)۔

زمین کو متعین مدت واجرت کے ساتھ کرایہ پر لینا

مسئله(۳۳٤): اگر کوئی شخص زمین کو متعین مدت اور متعین اجرت کیساتھ کرایہ پر لے تو عرفِ عام میں اس کو پٹہ کہا جاتا ہے، اگر اس میں اجارہ کی تمام شرائط کامل طریقہ سے پائی جائیں، تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں اور یہ معاملہ مدتِ اجارہ ختم ہونے سے یا زمیندار یا کرایہ دار کی موت واقع ہونے سے ختم ہوجاتا ہے، پھر کرایہ دار کو اپنا قبضہ برقرار رکھنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔(۳)

---

(۱) ما في " **المبسوط للسرخسي** " : فإن آجرها بأكثر مما استأجرها به تصدق بالفضل إلا أن يكون أصلح منها بناء أو زاد فيها شيئاً فحينئذٍ يطيب له الفضل .

(۱۵/۱۳۰، كتاب الإجارة ، باب إجارة الدور والبيوت ، مكتبة دارالمعرفة بيروت)

ما في " **الفتاوى الهندية ورد المحتار** " : ولو زاد في الدار زيادة كما لو وتد فيها وتداً أو حفر فيها بئراً أو طيناً أو أصلح أبوابها أو شيئاً من حوائطها طابت له الزيادة.

(٤/٤٢٥ ، كتاب الإجارة ، الباب السابع في إجارة المستأجر، وكذا في رد المحتار: ۹/۳۸،كتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها)

(۲) ما في " **رد المحتار** " : في القنية : الرشوة يجب ردها ولا تملك وفيها دفع للقاضي أو لغيره سحتاً لإصلاح المهم فأصلح ثم ندم يرد ما دفع إليه.

(۸/۳۵، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، ردالمحتار:۸/۲۵)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **مجموعة رسائل ابن عابدين** " : ويجوز أن يستأجر الساحة ليبنى فيها أو ليغرس فيها نخلاً =

....

....

= أو شجراً لأنها منفعة تقصد بالأراضي ثم إذا انقضت مدة الإجارة لزمه أن يقلع البناء والغرس ويسلمها فارغة لأنهما لا نهاية لهما ففي إبقائهما ضرر بصاحب الأرض.(١٤٨/٢، مكتبه عثمانيه كراتشى)

ما في " **المغني لابن قدامة** " : ولا خلاف بين أهل العلم في إباحة إجارة العقار، قال ابن المنذر: أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن استئجار المنازل والدواب جائز، ولا تجوز إجارتها إلا في مدة معينة معلومة ولا بد من مشاهدته وتحديده فإنه لا يصير معلوماً إلا بذلك، ولا تجوز إطلاقه ولا وصفه وبهذا قال الشافعي.(٢٧١/٥، كتاب الإجارة)

وما في " **المغني لابن قدامة** " : إذا أجره للغراس سنة صح، لأنه يمكنه تسليم منفعتها المباحة المقصودة فأشبهت سائر المنافع، وسواء شرط قلع الغراس عند انقضاء المدة أو أطلق وله أن يغرس قبل انقضاء المدة فإذا انقضت لم يكن له أن يغرس لزوال عقده فإذا انقضت السنة وكان قد شرط القلع عند انقضائها لزمه ذلك وفاء بموجب شرطه، وليس على صاحب الأرض غرامة نقصه.

(٢٩٣/٥، كتاب الإجارة)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : شروط الإجارة أربعة : شرط الانعقاد، شرط النفاذ، شرط الصحة، شرط اللزوم.

شرط الانعقاد ستة أنواع : **النوع الأول** ؛ يرجع إلى العاقد وهو عبارة عن أهلية العاقدين. **النوع الثاني** ؛ يرجع إلى العقد وهو عبارة عن جعل الإيجاب والقبول موافقاً. **النوع الثالث** ؛ يرجع إلى المكان وهو عبارة عن اتحاد المجلس. **النوع الرابع** ؛ يرجع إلى بدل الإجارة وهو عبارة عن ضرورة البدل المذكور ملكاً لذلك لا تكون الإجارة صحيحة إذا جعل بدلها ميتةً أو إنساناً حراً. **النوع الخامس**؛ يرجع إلى المأجور وهو أن يكون مالاً متعارفاً إيجاره. **النوع السادس**؛ يرجع إلى المنفعة وهو عبارة عن أن تكون المنفعة مقصودة من العين في نظر الشرع الشريف ونظر العقلاء ...... وإلا يفرض العمل الذي تقع عليه الإجارة نفس الأجير.

شرط النفاذ ثلاثة أنواع : **النوع الأول**؛ الملك أو الولاية. **النوع الثاني** ؛ أن لا يكون هناك تعلق لغير =

زراعت پر لی ہوئی زمین کا فسخِ اجارہ (Termination)

مسئلہ (۳۳۵): اگر کسی شخص نے کسی سے بطورِ زراعت زمین لی ہو اور مدتِ اجارہ ختم ہو جائے یا فسخ ہو جائے اور کھیتی تیار ہونے میں کچھ وقت باقی ہو، تو مستاجر کو اجازت ہے کہ وہ کھیتی تیار ہونے کے بعد زمین واپس کرے، کیوں کہ پہلے واپس کرنے میں مستاجر کو نقصان ہے، لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جتنا وقت فسخِ اجارہ یا اختتامِ اجارہ کے بعد گزرے گا اس کی اجرتِ مثل کرایہ دار کے ذمہ واجب ہوگی، اس میں فریقین کی رعایت ہے، موجر کی رعایت تو اس طرح ہے کہ اس کو زمین کی اجرتِ مثل ملیگی اور کرایہ دار کی رعایت اس طرح ہے کہ اس کو کھیتی تیار ہونے تک کی مہلت مل جائیگی (۱)، البتہ اگر فریقین میں سے کسی کا انتقال ہونے کی وجہ سے معاملہ فسخ (Termination) ہوا ہے تو پھر کرایہ دار طے شدہ اجرت ہی دے گا۔

= الـمؤجر فلذلك إذا استؤجرت دار مدة معلومة ثم آجرت بعينها لآخر فالإجارة الثانية غير نافذة . **النوع الثالث**؛ وجود شرطي الصحة والانعقاد .

شرط الصحة ستة أنواع : **النوع الأول** ؛ رضاء العاقدين . **النوع الثاني** ؛ تعيين الأجرة . **النوع الثالث** ؛ تـعيين المأجور . **النوع الرابع** ؛ تـعيين المنفعة . **الـنوع الخامس** ؛ أن يـمكن استيفاء المنفعة . **النوع السادس** ؛ وجود شرط الانعقاد.

وشـرط اللزوم نوعان : **النوع الأول** ؛ وجـود شـرط الانـعقاد والنفاذ والصحة لأن الإجارة التي لا تكون مـنعقدة لا تكون لازمة . **النوع الثاني** ؛ أن تـكـون الإجارة خالية من أحد الخيارات ولذلك فالتي يكون فيها أحد الخيارات لا تكون لازمة.

(۱/ ٤٩٥، ٤٩٦، كتاب الإجارة، الفصل الثاني في شروط انعقاد الإجارة ونفاذها، وكذا في الفتاوى الهندية: ٤/ ٤١٠، ٤١١ ، كتاب الإجارة ، مطلب شروط الإجارة)

ومتـى مـات المؤاجر أو المستأجر انقضت الإجارة فى جميع ما ذكرنا فى قول أبى حنيفة وأصحابه وأبى عبد الله ولاتنفسخ فى قول الشافعي ـ(النتف فى الفتاوى: ۳٤۹، كتاب الإجارة، فسخ الإجارة)

اوراگر یہ عقد اجارہ علی العمل ہو یعنی کسی شخص کو کوئی کام کرنے کیلئے اجرت پر رکھا گیا ہو اور پھر اجارہ کو منسوخ کردیا گیا ہو تو چوں کہ اجارہ میں تنسیخ (Termination) جانبین کی رضامندی سے ہوتی ہے کوئی ایک فریق تنہا اپنی مرضی سے اجارہ کو ختم نہیں کرسکتا(۱)، تو ایسی صورت میں جانبین کو یہ چاہیے کہ وہ فسخِ اجارہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے مفادات (Interest) کو سامنے رکھے۔(۲)

زمین کو کاشت کاری پر دینے کا حکم

مسئلہ(۳۳۶): زمین کو چند شرطوں کے ساتھ کاشت کے لئے کرایہ پر دینا جائز ہے۔

۱-......زمین کا قابلِ کاشت ہونا۔

۲-......کرائے پر دی جانے والی زمین میں کاشت کی جانے والی چیز کی تعیین۔

۳-...... کتنی مدت کیلئے کرایہ پر لیا جارہا ہے اس کی تعیین۔

۴-...... متعینہ مدت کی اجرت کی تعیین۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار** " : (والزرع يترك بأجر المثل إلى إدراكه) رعاية للجانبين ، لأن له نهاية ." در مختار"................. قوله : (والزرع يترك) أي بالقضاء أو الرضاء ، قوله : (رعاية للجانبين) أي جانب المؤجر بإيجاب أجر المثل له وجانب المستأجر بإبقاء زرعه إلى انتهائه .(۹/ ٤٥ ، كتاب الإجارة ، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها)

ما في " **المبسوط للسرخسي** " : ولأن في المعاوضات يجب النظر من الجانبين ولا يعتدل النظر بدون اللزوم .(۱۵/ ۷۹، كتاب الإجارة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ما في " **الدر المختار مع رد المحتار** " : وليس للآجر أن يفسخ بنفسه." درمختار".(۹/ ۳٦، كتاب الإجارة ، أيضاً :۹/ ۱۰٤، ۱۰۵ ، كتاب الإجارة ، باب فسخ الإجارة)

اگران میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اجارۂ اُرض (زمین کا اجارہ) فاسد ہو جائے گا، مثلاً: زمین کے اجارہ کے وقت مدتِ اجارہ طے نہ ہوئی، یعنی یہ طے نہ ہوا کہ اس زمین کو کتنی مدت کیلئے اجارہ پرلیا جارہا ہے، یا اس کی اجرت غیر متعین رہی تو پھر جہالت کی وجہ سے یہ عقد فاسد ہو جائے گا، اسی طرح زمین میں کیا کاشت کی جائے گی، اس کی تعیین بھی ضروری ہے، عدمِ تعیین کی بناء پر اجارہ فاسد ہوگا، ہاں اگر مستاجر کو اختیار دیدیا گیا کہ جو اس کا مَن چاہے کاشت کرے، اس صورت میں عقد درست ہوگا، لیکن اگر کسی نے نہ تعیین کی نہ تعمیم کی تو پھر یہ عقد فاسد ہو جائے گا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": (صلاحية الأرض للزرع، وأهلية العاقدين، وذكر المدة).

"درمختار". قوله: (صلاحية الأرض للزرع) فلو سبخة أو نزّة لا تجوز، ولو لم تصلح وقت العقد بعارض على شرف الزوال كانقطاع الماء وزمن الشتاء ونحوه اهـ.......... وإنما شرط محمد بيان المدة في الكوفة ونحوها، لأن وقتها متفاوت عندهم وابتداؤها وانتهاؤها مجهول عندهم اهـ. لكن قال في الخانية بعد ذلك: والفتوى على جواب الكتاب: أي من أنه شرط. (۳۹۸/۹، كتاب المزارعة)

ما فی " **البدائع الصنائع** ": والأصل في شرط العلم بالأجرة قول النبي صلى الله عليه وسلم: **"من استأجر أجيراً فليعلمه أجره"**. والعلم بالأجرة لا يحصل إلا بالإشارة والتعيين أو بالبيان.

(۲۰/۶، ۲۱، كتاب الإجارة)

وأيضاً: وأما في إجارة الأرض فلا بد فيها من بيان ما تستأجر له من الزراعة والغرس والبناء وغير ذلك فإن لم يبين كانت الإجارة فاسدة إلا إذا جعل له ينتفع بها بما شاء.

(۵۴۷/۵، كتاب الإجارة، فصل في شرائط الركن)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": من استأجر أرضاً ولم يعين ما يزرعه ولم يعم على أن يزرع ماشاء فإجارته فاسدة، ولكن لو عين قبل الفسخ ورضى الآجر تنقلب إلى الصحة.

(۶۰۲/۱، كتاب الإجارة، باب إجارة العقار، المادة: ۵۲۴، الهداية: ۳۹۸/۳، كتاب الإجارات، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون فلاناً فيها، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹۴/۶، فتاوی حقانیه: ۲۴۵/۶)

پٹہ دوامی کے جواز کی صورتیں

مسئلہ(۳۳۷): پٹہ دوامی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص حکومت یا کسی وقف کے ادارے یا بیت المال یا کسی کی شخصی ملکیت سے کوئی زمین متعین کرایہ کے ساتھ لے لے، اس عقد میں زمیندار کرایہ دار کے نام پر لکھ دے دیتا ہے کہ یہ زمین ہمیشہ ہمیش کیلئے کرایہ دار کو دی جارہی ہے، جس کے بعد کرایہ دار اور زمیندار اس بات سے بخوبی واقف رہتے ہیں کہ زمین پر اب ملکیت تو زمیندار کی رہے گی، لیکن اس کو ہمیشہ کیلئے استعمال کرنے کا حق کرایہ دار کے پاس ہی رہے گا، اور یہ معاملہ زمیندار یا کرایہ دار میں سے کسی ایک کی موت سے بھی ختم نہیں ہوتا، بلکہ استعمال کا یہ حق ایک نسل کے بعد دوسری نسل کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، اور زمیندار کرایہ دار سے اس زمین کو کبھی بھی اس کی رضامندی کے بغیر واپس نہیں لے سکتا، فقہائے متأخرین نے جن صورتوں میں پٹہ دوامی کی اجازت دی ہے وہ صورتیں درجِ ذیل ہیں:

ا-......جس زمین یا مکان کو پٹہ دوامی کے طور پر دیا گیا ہے، وہ عقد کے شروع ہی سے پٹہ دوامی کے طور پر دیا گیا ہو، اور کرایہ دار کو مالک نے اس امر کی یقین دہانی کرادی ہو کہ کرایہ دار کا قبضہ اس پر سے ختم نہیں کیا جائیگا۔

۲-......کرایہ دار نے مالک کی اجازت سے قبضہ ختم نہ کرنے کی یقین دہانی کے بعد، اس زمین پر اپنا روپیہ اور محنت لگائی ہو، اور کوئی مستقل پائیدار عین قائم کردی ہو، مثال کے طور پر زمین ہموار کر کے اس میں کوئی کنواں یا نہر، یا حوض، یا عمارت وغیرہ تعمیر کرلی ہو۔

۳-...... پٹہ دوامی اوقاف کی زمین میں ہو، یا یہ زمین بیت المال کی ملکیت میں ہو، یا ایسی کرایہ کی زمین میں بھی پٹہ دوامی کیا جاسکتا ہے جس میں مالک نے کرایہ دار کو قبضہ ختم نہ کرنے کی یقین دہانی کرواکر پٹہ دوامی لکھ دیا ہو، جس کی بنیاد پر اس نے اس زمین پر کوئی پائیدار عین تعمیر کرلی ہو، ان شرائط

کے ساتھ زمین کو پٹہ دوامی پر دینا شرعاً جائز ہے، اور کرایہ دار کا قبضہ اس وقت تک ختم کرنا جائز نہ ہوگا، جب تک کہ وہ مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی نہ کرے:

(الف)......جائداد کا متعین کرایہ یا بٹائی کا حصہ پابندی سے ادا کرتا ہے۔

(ب)......کرایہ دار یا کاشتکار کیلئے لازم ہے کہ وہ اس زمین کی وہ اجرت ادا کرتا رہے جو اس وقت اس جائداد کی عرف ورواج میں ہو، یعنی اجرتِ مثل ادا کرتا رہے، اگر اس جائداد کا کرایہ معاملہ کرنے کے بعد بڑھ جائے تو کرایہ دار کیلئے بھی لازم ہوگا کہ وہ بھی اس جائداد کا کرایہ بڑھا دے، اور عرف ورواج کے مطابق کرایہ ادا کرتا رہے، لیکن یہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جائداد کی اجرتِ مثل میں اس حالت کا اعتبار کیا جائے گا جو کرایہ دار کے اس زمین میں عمل اور تصرف کرنے سے پہلے تھی، مثال کے طور پر ایک کرایہ دار نے زمین دس ہزار (10,000) روپئے ماہانہ کرایہ پر لی، بعد میں ایسی ہی حالت وصفت والی زمین کا کرایہ بارہ ہزار (12000) روپیہ ہوگیا، تو اب کرایہ دار کے لیے اس زمین کا کرایہ بارہ ہزار (12000) روپئے ہی ادا کرنا ضروری ہوگا، کاشتکار یا کرایہ دار کے عمل سے اس زمین کے کرایہ میں اگر کوئی اضافہ ہوا ہے تو اس کا اجرتِ مثل میں اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس عمل اور تصرف سے پہلے کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے اجرتِ مثل کا تقرر ہوگا۔

(ج)......کاشتکار یا کرایہ دار اس زمین کو تین سال تک معطل نہ چھوڑے۔

اگر شرائطِ مذکورہ میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کی گئی تو کرایہ دار یا کاشتکار کا اس زمین پر سے دائمی حقِ استعمال ختم ہوجائے گا، اور اگر اس نے ان شرائط کی پابندی کی، تو اس کا اس جائداد پر دائمی حقِ استعمال ثابت ہوجائے گا، اور اس کے انتقال کے بعد یہی حق اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجائے گا، لیکن یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پٹہ دوامی میں جائداد پر جو دائمی ''حق'' کرایہ دار کو ملتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجاتا ہے وہ ملکیت کے

ساتھ نہیں ہوتا، بلکہ ملکیت تو درحقیقت اصل مالک کی ہی رہتی ہے، اوراس زمین یا جائداد کو استعمال کرنے کا حق پٹہ دوامی میں کرایہ دار کو ملتا ہے،اس کے انتقال کے بعد یہی حق ورثاء کی طرف منتقل ہوتا ہے، چونکہ پٹہ دوامی میں ملکیت نہیں ہوتی بلکہ ''حق'' ہوتا ہے، اسی لیے کرایہ دار کے انتقال کے بعد فقہاء کے نزدیک یہ حق ورثاء میں سے صرف لڑکوں کو ملے گا،لڑکیوں اور دوسرے ورثاء کو یہ حق منتقل نہیں ہوگا۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک لڑکے نہ ہونے کی صورت میں لڑکی اوراگر وہ نہ ہوتو حقیقی باپ، بھائی کو،اوروہ بھی نہ ہوتو حقیقی ہمشیرہ کواوروہ بھی نہ ہوتو ماں کوحق دیا جائے گا۔

نوٹ:-...... پٹہ دوامی کی صورت چوں کہ اصل ضابطۂ اجارہ اور فقہاء کی ذکرکردہ تصریحات کے مطابق نہیں ہے، اس لیے فقہاء نے اجارہ کی اس صورت کو ناجائز کہا ہے، البتہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے مختلف فقہاء کی عبارتیں اس صورت کے عدمِ جواز پر نقل کی ہیں، پھر قنیہ سے اس کا جواز ثابت کیا ہے،اوراس کے جواز کی تائید میں امام خصاف رحمہ اللہ کی عبارت پیش کی ہے۔

چونکہ فقہاء کی عبارات اس مسئلہ میں مختلف ہیں اوران کے درمیان اضطراب پایا جاتا ہے، اس لئے ان عبارتوں کے درمیان اس طرح تطبیق دی جائے گی کہ جن عبارتوں سے پٹہ دوامی کا عدمِ جواز ثابت ہوتا ہے، ان کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ چونکہ پٹہ دوامی کی عمومی نوعیت عام شرعی ضابطوں کے خلاف ہے اس لئے یہ صورت ناجائز ہوگی،اور جن عبارتوں سے پٹہ دوامی کا جواز ثابت ہوتا ہے، ان کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ ان سے مراد وہ خاص صورتیں ہیں جن کواوپر بیان کیا گیا، اس لئے اگران خاص خاص صورتوں کے مطابق پٹہ دوامی کواختیار کیا جائے تو جائز طریقۂ کار کی وجہ سے وہ مستثنیٰ ہوگی،اورفقہاء کرام کے فتوی کے مطابق جائز ہوگی۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ''**رد المحتار**'': قال ابن عابدين رحمه الله: وفي وفتاوى العلامة المحقق عبد الرحمن آفندي العمادي مفتي دمشق جواباً لسؤال عن الخلو المتعارف بما حاصله: أن حكم العام قد يثبت =

....

....

= بالعرف الخاص عند بعض العلماء كالنسفي وغيره ، ومنه الأحكار التي جرت بها العادة في هذه الديار، وذلك بأن تمسح الأرض وتعرف بكسرها ويفرض على قدر من الأذرع مبلغ معين من الدراهم ويبقى الذي يبنى فيها يؤدي ذلك القدر في كل سنة من غير إجارة كما ذكره في " أنفع الوسائل " فإذا كان بحيث لو رفعت عمارته لا تستأجر بأكثر تترك في يده بأجر المثل ، ولكن لا ينبغي أن يفتى باعتبار العرف مطلقاً خوفاً من أن ينفتح باب القياس عليه في كثير من المنكرات والبدع ، نعم يفتى به فيما دعت إليه الحاجة وجرت به في المدة المديدة العادة وتعارفه الأعيان بلا نكير كالخلو المتعارف في الحوانيت ، وهو أن يجعل الواقف أو المتولي أو المالك على الحانوت قدراً معيناً يؤخذ من الساكن ويعطيه به تمسكاً شرعياً فلا يملك صاحب الحانوت بعد ذلك إخراج الساكن الذي ثبت له الخلو ولا إجارتها لغيره ما لم يدفع له المبلغ المرقوم ، فيفتى بجواز ذلك قياساً على بيع الوفاء الذي تعارفه المتأخرون احتيالاً عن الربا ، حتى قال في مجموع النوازل : اتفق مشايخنا في هذا الزمان على صحته بيعاً لاضطراب الناس إلى ذلك ، ومن القواعد الكلية : " إذا ضاق الأمر اتسع حكمه " . فيندرج تحتها أمثال ذلك مما دعت إليه الضرورة . والله أعلم .(٩/٣٥،كتاب الإجارة ، مطلب في المرصد والقيمة ومشد المسكة)

ما في " **مجموعة رسائل ابن عابدين** " : وقال ابن عابدين في رسائله : ذكر في البحر عن القنية ما نصه : استأجر أرضاً وقفاً وغرس فيها وبنى ثم مضت مدة الإجارة فللمستأجر أن يستبقيها بأجر المثل إذا لم يكن في ذلك ضرر ولو أبى الموقوف عليهم إلا القلع ليس لهم ذلك انتهى . قال في البحر : وبهذا يعلم مسألة الأرض المحتكرة وهي منقولة أيضاً في أوقاف الخصاف انتهى . ... قال ابن عابدين : قلت : حاصله أن كلام المتون والشروح وإن كان شاملاً للوقف والملك لكن كلام القنية حيث اعتضد بما ذكره الخصاف صار مخصصاً لكلام المتون والشروح بالملك ويكون الوقف خارجاً عن ذلك فللمستأجر الاستبقاء بأجر المثل بشرط عدم الضرر على الوقت أصلاً ولكن اضطرب كلام الخير الرملي =

....

....

= في فتاواه فتارة أفتى بهذا وتارة أفتى بإطلاق المتون والشروح حيث (سئل) في أرض سلطانية وقف معدة لغراس (إلى قوله) أجاب: نعم له الاستبقاء حيث لا ضرر على الجهة ولزوم الضرر على الغارس ثم نقل ما مر عن القنية والبحر ، ثم قال واقف على أن الشرع يأبى الضرر خصوصاً والناس على هذا وفي القلع ضرر عليهم وفي الحديث الشريف عن النبي المختار : " **لا ضرر ولا ضرار** ". والله أعلم........ ...... وفي مجموعة رسائل ابن عابدين : قد يثبت حق القرار بغير البناء والغرس بأن تكون الأرض معطلة فيستأجرها من المتكلم عليها ليصلحها للزراعة ويحرثها ويكبسها وهو المسمى بمشد المسكة فلا تنزع من يده ما دام يدفع ما عليها من القسم المتعارف كالعشرة ونحوه وإذا مات عن ابن توجه لإبنه فيقوم مقامه فيها .... ثم نقل عن مجموعة عبد الله آفندي أنها عند عدم الإبن تعطى لبنته ، فإن لم توجد فلأخيه لأب فإن لم يوجد فلأخته الساكنة فيها فإن لم توجد فلأمه ، (وذكر العلائي) في خراج الدر المنتقى : تنتقل للإبن ولا تعطى البنت حصته وإن لم يترك إبناً بل بنتاً لا تعطى ويعطيها صاحب التيمار لمن أراد ....(وفي) الحامدية : أيضاً في مزرعة وقف تعطلت بسبب تعطل قناتها ودثورها آجرها الناظر لمن يعزل قناتها ويعمرها من ماله ليكون مرصداً له عليها للضرورة الداعية وأذن له بحرثها وكبسها بالتراب وتسويتها ليكون له حق القرار فيها المعبر عنه بالمسكة وبالغراس و البناء ليكون ذلك ملكاً له فإنه يصح ....(وعلمت) أن هذا شامل للأرض الملك والوقف إلا إذا كانت أرض الوقف معدة لذلك كالقرى والمزارع التي أعدت للزراعة والاستبقاء في أيدي فلاحيها الساكنين فيها والخارجين عنها بأجرة المثل من الدراهم أو بقسم من الخارج كنصفه وربعه ونحو ذلك مما هو قائم مقام أجرة المثل ومثل ذلك الأراضي السلطانية فإن ذلك كله لا يتم عمارته والانتفاع به المعتبر إلا ببقائه بأيدي المزارعين ......فكانت الضرورة داعية إلى بقائها بأيديهم إذا كان لهم فيها كردار أو مشد مسكة ما داموا يدفعون أجرة مثلها ولم يعطلوها ثلاث سنين كما مر .(۱۵۴ـ۱٤۷/۲ ، بیروت، اسلام کا قانون اجارہ: ۳۹۰)

اجارة الاعیان یعنی چیزوں کو کرایہ پر دینا

مسئلہ(۳۳۸): اجارۃ الاعیان سے مراد چیزوں کو کرائے پر دینا، گاڑی کو کرائے پر دینا، اس میں ملکیتِ مالک باقی رہتی ہے، مستاجر صرف منفعت پر قابض ہوتا ہے۔

اجارۃ الأعیان کے صحیح ہونے کے لئے چند شرائط ہیں:

ا-...... عقد، منفعتِ مباحہ پر ہو، جیسے کسی کو دوکان، دکانداری کے لئے، یا دھوبی کام کیلئے دینا(۱)، اگر شراب بیچنے کیلئے مکان ودوکان کرائے پر دیا تو یہ جائز نہ ہوگا، اور حاصل ہونے والی اجرت بھی حرام شمار کی جائے گی، اسی طرح سودی بینک یا انشورنس آفس، یا غیر مسلم کی عبادت گاہ کے لیے کرایہ پر دینا وغیرہ جائز نہیں بلکہ حرام ہوگا، اسی طرح گانا بجانا، موسیقی، نوحہ خانی وغیرہ امور کے لیے کرایہ پر دینا اور اجرت لینا جائز نہ ہوگا(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** ": أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحاً شرعاً: كاستئجار كتا ب للنظر والقراء ة فيه والنقل منه، واستئجار دار للسكنى فيها. (۵/۳۸۱۷، ۳۸۱۸)

(۲) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** " : لا يجوز الاستئجار على المعاصي كاستئجار الإنسان للعب واللهو المحرم وتعليم السحر والشعر المحرم وانتساخ كتب البدع المحرمة، وكاستئجار المغنية والنائحة للغناء والنوح لأنه استئجار على معصية والمعصية لا تستحق بالعقد ....فالقاعدة الفقهية إذن: " الاستئجار على المعاصي لا يجوز". (۵/۳۸۱۷، ۳۸۱۸)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو، وعلى هذا الحداء وقراء ة الشعر وغيره ولا أجرة في ذلك، وهذا كله قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى كذا في غاية البيان.

(۴/۴۴۹، الباب السادس عشر في مسائل الشيوع في الإجارة والاستئجار على الطاعات والمعاصي والأفعال المباحة)

۲-......مدت متعین ہو، تاکہ بعد میں جھگڑا وفتنہ پیدا نہ ہو(۱)۔

۳-......لیز(Lease) یعنی اجارہ پر دی جانے والی چیز کا ذوات القیم میں سے ہونا ضروری ہے(۲)۔

۴-......لیز(Lease) یعنی اجارہ کے صحیح ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ لیز (اجارہ) پر دی گئی چیز مؤجر(Leaser) ہی کی ملکیت میں رہے، اور مستاجر(Leaseholder) کو صرف حقِ استعمال منتقل ہو۔

لہذا ہر ایسی چیز جسے صَرف یعنی ختم کئے بغیر یا اپنے پاس سے نکالے بغیر استعمال نہیں کیا جاسکتا، ان کی لیز(Lease) بھی نہیں ہوسکتی، اسی لئے نقد رقم، کھانے پینے کی اشیاء، ایندھن اور گولہ بارود وغیرہ کو لیز(Lease) یعنی کرایہ پر دینا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ انہیں خرچ کئے بغیر ان کا استعمال ممکن نہیں، اور اگر ان مذکورہ اشیاء میں سے کوئی چیز لیز (اجارہ) پر دے دی گئی تو اسے قرض سمجھا جائے گا، اور قرض کے سارے احکام اس پر جاری ہوں گے، اس غیر صحیح لیز (اجارہ) پر جو بھی کرایہ لیا جائے گا، وہ قرض پر لیا جانے والا سود ہوگا(۳)۔

---

(۱) ما في "**الفقه الإسلامی وأدلته**": تعيين المدة والعمل إذا كان لا بد من تعيين المدة في إجارة المنافع كإجارة المنازل ونحوها. (۳۸۱۲/۵)

(۲) ما في "**الفقه الإسلامي وأدلته**": أن تكون الأجرة مالاً متقوماً معلوماً وهذا باتفاق العلماء. (۳۸۲۲/۵)

وأيضاً: والمنفعة يشترط أن تكون متقومة أي ذات قيمة شرعاً أو عرفاً. (۳۸۳۳/۵)

(۳) ما فی "**بدائع الصنائع**": لا يجوز استئجار الدراهم والدنانير والمكيلات والموزونات لأنه لا يمكن الانتفاع بها إلا بعد استهلاك أعيانها. (۵۲۰/۵، كتاب الإجارة) =

۵-......لیز (Lease) پر دی گئی جائیداد مؤجر (Leaser) کی اپنی ذاتی ہو(۱)۔

۶-......مستاجر (Lease holder) کی طرف سے اس چیز کے غلط استعمال، غفلت وکوتاہی کی وجہ سے جو نقصان ہو تو وہ اس کا معاوضہ دینے کا ذمہ دار ہوگا(۲)۔

۷-......لیزنگ (Leasing) میں، مالک طے شدہ چیز کو، طے شدہ مدت کیلئے، مستاجر (Lease Holder) کے قبضہ میں انتفاع کیلئے کسی طے شدہ عوض کے ساتھ دیدے(۳)۔

= ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": والمعقود عليه في الإجارة هي المنفعة لا العين، لهذا كله فإن المقرر أن: " كل ما ينتفع به مع بقاء عينه تجوز إجارته وما لا فلا ".

(۳۸۰۵/۵، دررالحكام شرح مجلة الأحكام: ۴۵۱/۱، المادة: ۴۲۰)

وما في " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": والإجارة بيع المنفعة لا بيع العين، ولا تجوز إجارة الشاة للبنها أوسمنها أو صوفها أو ولدها. (۳۸۰۴/۵)

ما في " **إعلاء السنن** " : عن فضالة بن عبيد رضي الله عنه صاحب النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : " **كل قرضٍ جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا** ".(۵۶۷/۱۴، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا)

(۱) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": ويشترط فيها أن يكون في مقدور المؤجر تسليمها فلا يصح إجارة المغصوب لغيره من في يده. (۳۸۳۴/۵)

(۲) ما فی "**درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : من استحق منفعة معينة بعقد إجارة فله استيفاء مثلها أو ما دونها وليس له أن يتجاوز إلى ما فوقها، فعليه إذا خالف المستأجر ماذونيته بالتجاوز إلى ما فوق المشروط وجب عليه الضمان لكونه تعدى .(۷۰۰/۱، المادة: ۶۰۵)

(۳) ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : تسليم المأجور هو عبارة عن إجازة الآجر ورخصته للمستأجر بأن ينتفع به بلا مانع. (المادة: ۵۸۲)

وأيضاً : تسليم المأجور هو عبارة عن إجازة الآجر ورخصته للمستأجر بقبض المأجور وتسليمه والانتفاع به بلا مانع ولا حائل. (۶۶۵/۱)

۸-......لیز پر دی جانے والی چیز کا اچھی طرح متعین ہونا ضروری ہے(۱)۔

۹-......لیز (Lease) پر دی جانے والی چیز مدت کے دوران مؤجر (Leaser) کے ضمان (Risk) میں رہے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے نقصان ہوجائے، جو مستاجر (Lease Holder) کے اختیار سے باہر ہو، تو یہ اختیار مؤجر (Laser) یعنی مالک برداشت کرے گا(۲)۔

---

(۱) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** " : يلزم تعيين المأجور بناء عليه لا يصح إيجار أحد الحانوتين من دون تعيين أو تمييز. (المادة: ٤٤٩)

وأيضاً : يلزم في صحة الإجارة (أي عدم فسادها) تعيين المأجور..........لأن الجهل بالمأجور يستلزم الجهل بالمنفعة وهو مما يؤدي إلى التنازع، فإن تعيين المأجور بعد العقد وحصل رضاء الطرفين فالإجارة صحيحة. (۱/۵۰۲)

(۲) ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** " : ضمان العين المستأجرة: تعتبر يد المستأجر على العين المستأجرة في إجارة المنافع يد أمانة فلا يضمن ما يتلف بيده إلا بالتعدي أو التقصير في الحفظ ويتقيد في الانتفاع بمقتضى العقد وما شرط فيه وما جرى به العرف.(٥/٣٨٤٧)

اشیاءِ منقولہ اور استعمالی اشیاء کا اجارہ

مسئلہ(۳۳۹): استعمالی اشیاء کا اجارہ جائز ہے، بشرطیکہ مدتِ اجارہ اور اجرت متعین ہو، مثال کے طور پر کوئی شخص ڈیکوریشن (Decoration) کا سامان، یا اسلحہ، یا اشیاءِ منقولہ میں سے کوئی چیز کرایہ پر لے، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مدتِ اجارہ اور اجرت کو متعین کرے، نیز اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس چیز کا استعمال عرف وعادت کے مطابق ہی کرے، مثلاً: گاڑی کرایہ پر لی تو اس کو ان راستوں پر چلائے جہاں عام طور پر گاڑیاں چلتی ہیں، نہ کہ ایسی جگہ جہاں گاڑیاں نہ چلتی ہوں، لہذا اگر غیر معروف راستہ پر گاڑی چلانے کی وجہ سے کوئی نقصان ہو جائے تو مستأجر ضامن ہوگا، اسی طرح اگر موجر اور مستاجر کے مابین یہ طے ہو جائے کہ وہ اشیاء ماجور کو فلاں کام کے لئے استعمال کرے گا، لیکن عقد کرنے کے بعد مستاجر نے کرایہ پر لی ہوئی شئ سے وہ کام نہ لیا، بلکہ دوسرے کام میں استعمال کیا اور کوئی نقصان ہو گیا، تو اس صورت میں بھی مستاجر ضامن ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**درر الحكام شرح مجلة الأحكام**" : يجوز إجارة الألبسة والأسلحة والخيام وأمثالها من المنقولات إلى مدة معلومة في مقابل بدل معلوم .

(۱/۶۱۹، كتاب الإجارة، الفصل الثالث في إجارة العروض)

ما فی " **بدائع الصنائع** ": إذا استأجر دابة ليحمل عليها عشرة مخاتيم شعير، فحمل عليها عشرة مخاتيم حنطة فعطبت، يضمن قيمتها، لأن الحنطة أثقل من الشعير، وليست من جنسه، فلم يكن ماذوناً فيه أصلاً، فصار غاصباً، كل الدابة متعدياً عليها فيضمن كل قيمتها ولا أجر عليه، لأن الأجر مع الضمان لا يجتمعان، لأن وجوب الضمان لصيرورته غاصباً، ولا أجرة على الغاصب على أصلنا.

(۶/۶۰، كتاب الإجارة، فصل في حكم الإجارة) =

مشینری کا اجارہ

مسئلہ(۳۴۰): آج کل بہت سے بینک اور کمپنیاں، مشینری، گاڑیاں اور مختلف ذرائعِ حمل ونقل کا اجارہ کرتی ہیں، اجارہ کرتے وقت وہ مختلف شرائط وضوابط پر مشتمل ایک معاہدہ (Agreement) تیار کرتی ہیں، جن پروجیکٹ (Project) یا مشنری (Machinery) کو بینک (Bank) یا لیزنگ کمپنی (Leasing Company) کرایہ داری پر دینا چاہتی ہے، تو وہ خواہش مند کمپنی سے ایک معاہدہ (Agreement) کرتی ہے، اس کے بعد بینک اس کمپنی کو اپنا مطلوبہ سامان بینک یا لیزنگ کمپنی (Leasing Company) کے اپنے نام پر خریدنے کی اجازت دے دیتا ہے (جس کے مصارف کی تعیین معاہدہ میں طے شدہ ہوتی ہے) معاہدہ کے مطابق بینک یا لیزنگ کمپنی سپلائرز (Supplyer,s) کو اس مال کی قیمت طے شدہ مدت کے اندر براہِ راست ادا کردیتی ہے۔

= ما فی " **الفتاوی الهندية** ": ولو استأجر ثوباً ليلبسه مدة معلومة فليس له أن يلبس غيره للتفاوت في اللبس وينصرف إلى اللبس المعتاد في النهار، وأول الليل إلى وقت النوم وآخرها عند القيام لا ينام فيه بالليل وإن فعل وتخرق ضمن............ وإن كان ثوباً ينام فيه في الليل يجوز أن ينام فيه.

(٤/٤٦٦، كتاب الإجارة، الباب العشرون في إجارة الثياب، وكذا في بدائع الصنائع:٦/٤٧، كتاب الإجارة، فصل في حكم الإجارة)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": من استأجر ثياباً على أن يلبسها بنفسه فليس له أن يلبسها غيره........ .. ليس لأحدٍ استأجر ثياباً ليلبسها غيره بإعارة أو إجارة أو غير ذلك لأن التقييد هنا مقيد، إذ أن الناس تتفاوت في لبس الثياب فليس لبس الرجل الذي يجلس في مكتبة طول النهار كلبس الجزار.

(١/٦٢١، كتاب الإجارة، الفصل الثاني، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٦/١٨٨)

اس کے جواز وعدمِ جواز کی دوصورتیں ہیں:

۱-……پہلی صورت تو یہ ہے کہ بینک یالیزنگ کمپنی اشیاءاورسامان خودخرید کر بحیثیتِ مالک اس پر خود قبضہ بھی کرلے، اورپھر اجرت ومدتِ معلومہ کے ساتھ اپنے گاہک کوکرایہ پر دیدے، چونکہ ان اشیاء کو بینک دوسرے شخص کوکرایہ پر دیتا ہے، اس لئے مدتِ اجارہ پوری ہوجانے کے بعد یہ اشیاء دوبارہ بینک کے قبضہ میں آجائیں گی، اس کے بعد فریقین کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ دوبارہ عقدِ اجارہ ازسرِ نو کرلیں، یافریقین آپس میں اس وقت کوئی ثمن طے کرکے عقدِ بیع کرلیں، بینک کو یہ بھی اختیار حاصل ہوگا کہ وہ ان اشیاءاورسامان کا کسی اور گاہک کے ساتھ کرایہ داری کا معاملہ کرلے، یا کسی دوسرے گاہک کے ہاتھ اس کوفروخت کردے، یہ طریقہ بالکل بے غباراورشرعی اعتبار سے متفقہ طور پر جائز ہے(۱)۔

۲-……دوسری صورت یہ ہے کہ لیزنگ کمپنی (Leasing Company) اور بینک (Bank) ایسی اشیاءاورسامان کوکرایہ پردے، جوکہ عقد کے وقت اس کی ملکیت میں نہ ہوں، یعنی عقدتو بینک یالیزنگ کمپنی پہلے کرے،

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفقه الحنفي في ثوبه الجديد** ": يشترط في الإجارة أن تكون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضى إلى المنازعة كجهالة الثمن والمثمن في البيع……. ……… فيصح العقد على مدة معلومة أيّ مدة كانت،لأن المدة إن كانت معلومة كان قدر المنفعة فيها معلوماً إذا كانت المنفعة لا تتفاوت. (۳٤۲/٤، كتاب الإجارة)

ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": وأما بيان المدة فهو مطلوب في إجارة الدور والمنازل والبيوت والحوانيت وفي استئجار الظئر (المرضع) لأن المعقود عليه لا يصير معلوم القدر بدونه فترك بيانه يفضي إلى المنازعة. (۳۸۰۹/۵)

اورسامان کی خریداری اوراس کوکرایہ پر دینے کیلئے اپنی ملکیت میں لانے کا عمل عقدِ اجارہ کے بعد ہو، ایسی صورت میں عقدِ اجارہ کرنے کے بعد بینک وہ سامان اپنے گاہک (Customer) کے نام ہی پر خریدے، اور پھر بینک اپنے گاہک کواس سامان پر قبضہ کرنے کا وکیل بنادے، ایسے موقع پر بینک ایک تاریخ مقرر کردیتا ہے، کہ فلاں تاریخ تک عقدِ بیع مکمل ہوجائے گا، اوراس کے بعد فلاں تاریخ سے عقدِ اجارہ شروع ہوجائے گا، لہذا اجارہ کی معینہ تاریخ کے بعد بینک اس سامان کا کرایہ وصول کرنا شروع کردیتا ہے، یہاں تک کہ عقدِ اجارہ کی مدت معاہدہ کے مطابق پوری ہوجائے، اور بینک اپنے تمام واجبات گاہک (Customer) سے وصول کرلے، تو پھر بینک وہ سامان معمولی قیمت پراسی گاہک کے ہاتھ فروخت کردے گا، اس دوسری صورت میں فقہی اعتبار سے چندامور قابلِ غور ہیں۔

ا۔......جس وقت بینک عقدِ اجارہ کرتا ہے، اس وقت بینک اس چیز کا مالک بھی نہیں، اور نہ ہی اس چیز پر بینک کا قبضہ ہوتا ہے، اور جو چیز ملکیت میں نہ ہو اس کو اجارہ پر دینا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ یہ عقد ربح ما لم یضمن (ایسی چیز سے نفع حاصل کیا جائے جس کا رسک وہ قبول نہ کرے) کے قبیل سے ہے جو کہ حدیث شریف کی رو سے ناجائز ہے، لہذا شرعی اعتبار سے اس میں چند خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

ا۔...... یہ عقدِ اجارہ قبل القبض ہونے کی بناء پر ناجائز ہے۔

۲۔...... یہ اشیاء کا، اپنے ضمان (Risk) میں آنے سے پہلے عقدِ اجارہ ہے، اور یہ بھی ناجائز ہے(۱)۔

---

(۱) ما فی " **السنن الترمذی** " : عن عمرو بن شعيب قال: حدثني أبي عن أبيه حتى ذكر عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "**لا يحل سلف وبيع، ولا شرطان في بيع، ولا ربح ما لم يُضمَن، ولا بيع ما ليس عندك** ". (۲/۲۷۲، رقم الحديث:۱۲۳٤)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : وقول المجلة "**له أن يبيع**" يقصد به الاحتراز من الإيجار =

۳-......عقدِ اجارہ میں مدتِ اجارہ کے ختم پر اس چیز کو بیچنے کی شرط لگانا بھی ناجائز ہے۔
۴-......صفقة في صفقة یعنی دو معاملات کو بیک وقت کرنا لازم آتا ہے، اور یہ بھی جائز نہیں، اس لیے اگر مذکورہ طریقے پر بھی اجارہ کیا جائے تو یہ عقدِ اجارہ جائز نہ ہوگا(۱)۔
البتہ اس معاملہ کو شریعت کے مطابق کرنے کیلئے چند امور کا لحاظ کرنا ہوگا۔
۱-......جس وقت معاملہ ہو، اس وقت عقدِ اجارہ کو منعقد نہ مانا جائے، بلکہ عقدِ اجارہ کا صرف وعدہ کیا جائے، اور گاہک کے پاس سامان آنے کے بعد بینک یا لیزنگ کمپنی (Leasing Company) گاہک سے عقدِ اجارہ باقاعدہ تحریری یا زبانی طور پر کرلیں، اب اگر سامان گاہک کی تعدی کے بغیر ہلاک ہوجائے، تو نقصان لیزنگ کمپنی یا بینک کا شمار ہوگا، کیونکہ عقدِ اجارہ کی وجہ سے سامان گاہک کے پاس امانت ہے، اور امانت پر بغیر تعدی کے ضمان نہیں آتا(۲)۔ اس صورت میں پہلی

= فإنه إذا كان المبيع عقاراً فقد اختلف في إيجاره قبل القبض، فقال بعض الفقهاء بعدم الجواز بالاتفاق وهذا هو الصحيح المفتى به. (۱/۲۳۶، المادة: ۲۵۳)

ما فی " **الفقه الحنفی فی ثوبه الجديد** ": لو باع العقار بربح يلزم ربح ما لم يضمن، وصار بيع العقار كإجارته، وإجارته قبل قبضه لا تجوز فكذا بيعه. (۴/۱۹۸، أحكام التصرف في المبيع والثمن قبل القبض)

(۱) ما فی " **جمع الجوامع** ": لقد ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم النهي عن بيعتين وعن شرطين في بيعةٍ، روي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: " **نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعةٍ** ".
(۸/۳۴، سنن الترمذي: ۲/۲۷۰، رقم الحديث: ۱۲۳۱، الفقه الإسلامي وأدلته: ۵/۳۴۵۸)

(۲) ما فی " **الهدايه** ": لأن العين المستأجرة أمانة في يد المستأجر.......... والمتاع أمانة فی يده، فإن هلك لم يضمن شيئاً عند أبي حنيفة. (۳/۳۰۸، كتاب الإجارات)

ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": ضمان العين المستأجرة: تعتبر يد المستأجر على العين المستأجرة في إجارة المنافع يد أمانة فلا يضمن ما يتلف بيده إلا بالتعدي أو التقصير في الحفظ، ويتقيد في الانتفاع بمقتضى العقد وما شرط فيه وما جرى به العرف. (۵/۳۸۴۷، كتاب الإجارة) =

جو دو خرابیاں لازم آرہی تھیں وہ ختم ہوجائیں گی (یعنی قبضہ سے پہلے اجارہ، اور مالک کے رسک میں اس شئی کا نہ آنا)۔

۲-......تیسری اور چوتھی خرابی کا حاصل یہ ہے کہ عقدِ اجارہ کے وقت بیع نہ کی جائے، بلکہ وعدۂ بیع کیا جائے، جس کو عقدِ اجارہ میں بطورِ شرط کے مقرر کرلیا جائے، احناف اور شوافع کے نزدیک گرچہ یہ جائز نہیں (۱)، لیکن مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے (۲)۔ لہٰذا ضرورتِ شدیدہ، تعاملِ ناس اور عمومِ بلویٰ جیسے اصولوں کی بناء پر مذہبِ غیر پر عمل کرکے **تیسیراً للناس** اس کو اختیار کیا جائے (۳)۔ یا پھر وعدۂ بیع اور اجارہ کو آپس میں مشروط نہ کیا جائے، بلکہ دو عقد الگ الگ کئے جائیں،

= ما فی " **الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید** ": العين المستأجرة أمانة في يد المستأجر إن تلفت بغير تفريط لم يضمنها، لا نعلم في هذا خلافاً لأنه قبض العين لاستيفاء يستحقها منها، وإذا انقضت المدة فعليه رفع يده. (٤/٣٦١، كتاب الإجارة، العين المستأجرة أمانة في يد المستأجر)

(١) ما فی " **السنن الترمذی** ": لقد ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم النهي عن بيعتين وعن شرطين في بيع، روي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: **نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة.** (٢/٢٧٠)

ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": قال الحنفية: البيع فاسدٌ لأن الثمن مجهول لما فيه من تعليق وإبهام دون أن يستقر الثمن على شيء. (٥/٣٤٥٨، ٣٤٦٠)

(٢) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": وقال مالك: يصح هذا البيع ويكون من باب الخيار. (٥/٣٤٦٠، كتاب الإجارة)

(٣) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": فالأولى الجمع بين المذهبين لأنه كالتلميذ لأبي حنيفة، ولذا مال أصحابنا إلى بعض أقواله ضرورةً كما في ديباجة المصفى. قهستاني. وفي حاشية الفتال: وذكر الفقيه أبو الليث في تأسيس النظائر أنه إذا لم يوجد في مذهب الإمام قول في مسئلة يرجع إلى مذهب =

ایک عقد میں صرف وعدۂ بیع کیا جائے ، اور دوسرے عقد میں اجارہ کیا جائے ،جس کی صورت یہ ہوگی کہ عقد میں وعدے کیلئے ایک معاہدہ (Agreement) تیار کیا جائے ،جس میں یہ وعدہ ہو کہ ہم پہلے عقدِ اجارہ کریں گے ،اب وعدہ کے مطابق دونوں کے درمیان وقتِ متعینہ پر عقدِ اجارہ ہوگا ، جس میں بیع کا کوئی ذکر نہ ہوگا ، پھر مدتِ اجارہ کے اختتام پر بیع کر لی جائے جس میں کوئی شرط نہ ہو، اس طرح دو عقد علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے اور غیر مشروط ہوں گے ،لہذا صفقة في صفقة اور اجارہ بالشرط والی دوسری دونوں خرابیاں بھی ختم ہو جائیں گی ،یعنی عقدِ اجارہ کے وقت مدتِ اجارہ پر بیع کی شرط لگانا ، اور دو معاملات کو ایک عقد میں کرنا ، اس تھوڑی سی تبدیلی اور ترمیم سے یہ بیع شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہو جائے گی ، اور معاملہ جائز ہوگا۔

نوٹ : -...... یہ مسئلہ کافی پیچیدہ ہے لہذا سمجھ میں نہ آنے کی صورت میں مفتیانِ کرام کی جانب رجوع کیا جائے۔

= مالك لأنه أقرب المذاهب إليه اهـ.

(۵/۴۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة،مطلب: مال أصحابنا إلى بعض أقوال مالك رحمه الله ضرورةً)

ما فی " **قواعد الفقه** ": "المشقة تجلب التيسير".(ص: ۱۲۲) **وأيضاً**: " الأمر إذا ضاق اتسع وإذا اتسع ضاق ". (ص: ٦٢، اسلام کا قانون اجارہ:۳۳۲)

ذیلی اجارہ کا حکمِ شرعی (Sub Leasing)

مسئلہ (۳۴۱): ذیلی اجارہ کو عربی میں " **إجارة علی الإجارة** " کہا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مستاجر کسی شخص سے کوئی چیز کرایہ پر لینے کے بعد پھر آگے کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدے، اس کی تفصیل یہ ہے، کہ ایک شخص نے مثلاً کسی سے مکان کرایہ پر لیا، پھر مستاجر نے موجر کی اجازت سے اسی مکان کو کسی اور شخص کو کرایہ پر دیدیا اگر اس ذیلی اجارہ (Sub Leasing) میں اصل عقد کے برابر یا اس سے کم کرایہ طے کیا جائے اور موجر (Lessor) نے اس عقد کی اجازت بھی دیدی تو یہ ذیلی اجارہ تمام فقہاء کرام کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے، اور اگر موجر نے ذیلی اجارہ کی اجازت نہیں دی، تو تمام فقہاء کرام کے نزدیک بالاتفاق یہ عقد (Contract) جائز نہیں ہوگا، اور اگر اس ذیلی اجارہ میں مستاجر نے آگے کسی اور شخص کو اصل عقد سے زیادہ کرایہ پر دیا، تو اس صورت کے جواز وعدم جواز میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کی آراء میں اختلاف ہے، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے فقہاء کرام کے نزدیک مستأجر کے لئے یہ کرایہ وصول کرنا جائز ہے، جبکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مستاجر کے لئے مستاجر ثانی (Sublessee) سے اصل عقد سے زیادہ کرایہ وصول کرنا دو صورتوں کے ساتھ جائز ہوگا۔

(۱)......پہلی صورت یہ ہے کہ مستاجر جب کسی چیز کو کرایہ پر لے تو اس شئ ماجور میں اپنی جانب سے کسی عین کا اضافہ کردے، مثلاً زمین کرایہ پر لیا تو اس میں نہر کھدوادے یا کنواں کھدوادے، یا اس زمین میں کوئی عمارت تعمیر کرادے، یا اس زمین کے ساتھ کوئی اور اپنی زمین ملادے، پھر اسے دوسرے کرایہ دار کو کرایہ پر دے، تو اب اس صورت میں مستاجر اول، مستاجر ثانی سے اصل عقد سے زیادہ کرایہ وصول کرسکتا ہے، اور اس کا یہ اضافی کرایہ وصول کرنا جائز ہوگا۔

(۲)......دوسری صورت حنفیہ کے نزدیک اس عقد کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ جس چیز کو کرایہ پر لیا گیا ہے اور اس کا کرایہ جس کرنسی میں طے ہوا ہے، مستاجر آگے کسی اور کو اس کے علاوہ کسی اور کرنسی میں کرایہ پر دیدے، مثلاً زید نے زمین کرایہ پر لی اور پاکستانی روپئے میں کرایہ طے کیا گیا، اب زید اگر عمرو کو یہی زمین اضافی کرایہ کے ساتھ دینا چاہتا ہے تو وہ پاکستانی کرنسی کے علاوہ کسی اور کرنسی

میں مثلاً ریال، ڈالر (Doller) یا پاؤنڈ (Pound) وغیرہ میں آگے کسی اور کو کرایہ پر دیدے، اور اضافی کرایہ وصول کرلے، یہ بالاتفاق جائز ہوجائے گا، حضراتِ حنفیہ کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں جواز کی علت یہ ہے کہ مستاجر جب روپئے کے بدلہ ڈالر (Doller) یا پاؤنڈ (Pound) دیے، تو اختلافِ جنس کی وجہ سے اس طرح کرایہ پر دینا اور اضافی رقم کا وصول کرنا جائز ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر شئ ماجور پر کسی عین کا اضافہ کردیا گیا، تو اضافی کرایہ اضافی عین کے مقابلے میں ہوجائے گا، اور بقیہ کرایہ اصل کرایہ (Rent) کے بدلہ میں ہوجائے گا، اس لئے یہ عقد جائز ہوگا، حضرات حنفیہ نے اس معاملہ میں سود سے بچنے کے لئے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے، اللہ تعالی سودی معاملات سے ہماری حفاظت فرمائے (۱)۔ آمین

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **المغنی والشرح الكبير** ": ویجوز للمستأجر اجارة العين بمثل الأجر وزيادة نص عليه محمد، وروی ذلك عن عطاء والحسن والزهری وبه قال الشافعیؒ وابوثور وابن المنذر، وعن أحمد أنه إن احدث فی العين زيادة جاز له أن يكريها بزيادة وإلا لم تجز الزيادة فإن فعل تصدق بالزيادة روی هذا الشعبی وبه قال الثوری وأبی حنيفة لأنه بذلك فيما لم يضمن ....ويخالف ما إذا عمل عملاً فيها لأن الربح فی مقابله العمل، وعن أحمد رواية ثالثة إن أذن له المالك فی الزيادة جاز وإلا لم يجز.

(۶/۶۲،۶۳، كتاب الإجارة، إجارة العين المستأجرة بمثل الأجرة وزيادة)

ما فی " **الدر المختار** ": ولو آجرها بأكثر تصدق بالفضل إلا فی مسألتين: إذا آجرها بخلاف الجنس أو أصلح فيها شيئاً، ولو آجرها من المؤجر لاتصح وتنفسخ الإجارة فی الأصح. "درمختار".

(۹/۳۸، ۳۹، كتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها أی فی الإجارة، وكذا فی الفتاوی الهندية:۴/۴۲۵، كتاب الإجارة، الباب السابع فی إجارة المستأجر، المبسوط للسرخسی: ۱۵/۱۳۰، كتاب الإجارة، باب إجارة الدور والبيوت، مكتبه دارالمعرفة بيروت، رد المحتار: ۹/۱۲۵، كتاب الإجارة، مطلب فی إجارة المستأجر للمؤجر ولغيره، درر الحكام شرح مجلة الأحكام: ۱/۶۷۱، كتاب الإجارة، الفصل الثانی فی تصرف العاقدين فی المأجور وبدل الإجارة بعد العقد، المادة: ۵۸۷، مكتبه دارالجيل بيروت، اسلام كا قانون اجاره:۵۲۷)

موجودہ دور میں پگڑی کا شرعی اعتبار سے متبادل حل

مسئلہ(۳۴۲): جب پگڑی کا رواج دنیا میں شائع اور ذائع ہوگیا، یعنی بہت زیادہ عام ہوگیا اور بعض صورتوں میں مستاجر اور بعض صورتوں میں موجر دونوں شرعی اصولوں کے خلاف عمل کرنے لگے، اور حلال وحرام کی کوئی تمیز باقی نہ رہی، تو بڑے بڑے فقہاء اور علماء معاصر سر جوڑ کر اس کا شرعی متبادل حل تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگے اور " **المجمع الفقه الإسلامي جده** "، یعنی جدہ فقہ اکیڈمی نے اپنے چوتھے سیمینار (منعقدہ ۱۸/تا ۲۳/ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ مطابق: ۱۱/فروری ۱۹۸۸ء) میں انتہائی بحث ومباحثہ کے بعد دنیا بھر سے جمع ہونے والے فقہاء وعلماء اسلام کے اتفاق سے ایک قرارداد منظور کی۔

اسی طرح اس موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے دوسرے فقہی سیمینار (منعقدہ ۱۹۸۹ء بمقام ہمدرد سیمینار ہال دہلی) میں بڑی بحث وتمحیص کے بعد پگڑی کے صحیح حل پر تجاویز پیش کی، ان دونوں سیمیناروں کی تجاویز کو ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے، تاکہ پگڑی کا شرعی حل قارئین کے سامنے واضح ہوجائے، اور اسلامی طریقے سے اس پر عمل کیا جاسکے۔

جدہ فقہ اکیڈمی کی قرارداد

بدل الخلو (پگڑی کے متبادل) کا شرعی حل

اولاً:...... بدل الخلو یعنی حقِ کرایہ داری کے معاہدے کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱-...... عقدِ اجارہ کے شروع ہی میں مالکِ جائداد اور کرایہ دار کے درمیان بدل الخلو کا معاہدہ ہوجائے۔

۲-......عقدِ اجارہ کے دوران یا اس کے اختتام پر مالکِ جائداد اور کرایہ دار کے درمیان بدل الخلو کی ادائیگی طے پائے۔

۳-...... بدل الخلو کا معاہدہ، پرانے کرایہ دار اور کسی نئے کرایہ دار کے درمیان عقدِ اجارہ کی مدت ختم

ہونے سے پہلے یا اس کے ختم ہونے کے بعد طے پائے۔

۴-......نیا کرایہ دار، بدل الخلو کا معاہدہ مالکِ جائداد اور پرانے کرایہ دار دونوں سے طے کرے۔

ثانیاً:......اگر مالکِ جائداد اور کرایہ دار دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ کرایہ دار ایک معین رقم مالک کو ادا کرے گا جو (ماہانہ یا سالانہ) معین کردہ کرایہ کی رقم کے علاوہ ہوگی (جسے بعض ممالک میں بدل الخلو کہا جاتا ہے) تو شرعاً معین رقم کے لین دین میں کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ اس رقم کو کل مدتِ کرایہ داری کی مجموعی اجرت کا ایک حصہ سمجھا جائے اور درمیانِ مدت میں کرایہ کا معاملہ فسخ کرنے کی صورت میں اس رقم پر اجرت ہی کے احکام جاری کیے جائیں۔

ثالثاً:......اگر مالک اور کرایہ دار، کرایہ داری کی مدت پوری کرنے سے پہلے، اس بات پر اتفاق کرلیں کہ کرایہ دار اس جگہ کو خالی کردے، اور مدتِ اجارہ کے اختتام تک کرایہ دار کو اس جائداد سے نفع اٹھانے کا جو حق حاصل ہے، اس کے عوض میں مالک کرایہ دار کو ایک معین رقم ادا کرے گا، تو یہ بدل الخلو شرعاً جائز ہے، اس لئے کہ (بدل الخلو کی) یہ رقم اس رضا کارانہ دست برداری کا معاوضہ ہے، جس کے تحت کرایہ دار، جس منفعت کا خود حقدار تھا اس کو مالک کے حق میں چھوڑ رہا ہے، لیکن اگر کرایہ داری کی مدت ختم ہوگئی تھی، اور عقدِ اجارہ کی تجدید صراحتاً یا عقدِ اجارہ کی شرائط کے تحت خود کار طریقے سے ضمناً نہیں ہوئی تھی، تو اس صورت میں بدل الخلو (پگڑی) کے طور پر کوئی رقم لینا جائز نہیں، اس لئے کہ مدتِ اجارہ ختم ہونے پر کرایہ دار کا حق ختم ہوگیا، اب مالک اس جائداد کا زیادہ حقدار ہے۔

رابعاً:......اگر مدتِ اجارہ کے دوران پرانے کرایہ دار اور نئے کرایہ دار کے درمیان یہ معاہدہ ہوجائے کہ پرانا کرایہ دار اپنے بقیہ حقِ کرایہ داری سے اس نئے کرایہ دار کے حق میں دست بردار ہوجائے گا، اور اس کے عوض وہ بدل الخلو کے طور پر کوئی معین رقم نئے کرایہ دار سے وصول کرے گا جو اصل (ماہانہ یا سالانہ) کرایہ کے علاوہ ہوگی، تو یہ معاہدہ شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ ان شرائط کی رعایت رکھی گئی ہو جو اول کرایہ دار اور مالکِ مکان کے درمیان طے ہوئی تھیں، اور ان رائج الوقت

قوانین کی بھی رعایت رکھی گئی ہو جو احکامِ شرعیہ کے موافق ہوں۔

البتہ طویل المدت اجارہ میں پرانے کرایہ دار کے لئے مالک کی اجازت کے بغیر، وہ جائداد دوسرے کرایہ دار کو دینا اور اس پر بدل الخلو وصول کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ ایسا کرنا ان قوانین کے خلاف ہے جو عقدِ اجارہ کے بارے میں وضع کئے گئے ہیں۔ اور اگر مدتِ اجارہ ختم ہو جانے کے بعد پہلا کرایہ دار کسی نئے کرایہ دار سے کرائے کا معاملہ کر کے اس سے بدل الخلو وصول کرے، تو شرعاً اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ مدتِ اجارہ کے اختتام پر، پہلے کرایہ دار کا حق ختم ہو چکا ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار**" : وبلزوم خلو الحوانيت فليس لرب الحانوت إخراجه ولا إعارتها لغيره ولو وقفاً انتهى ملخصاً ."درمختار"....... قوله : (وبلزوم خلو الحوانيت) عبارة الأشباه: أقول على اعتباره ، أي اعتبار العرف الخاص ينبغي أن يفتى بأن ما وقع في بعض أسواق القاهرة من خلو الحوانيت لازم ، ويصير الخلو في الحانوت حقاً له ، فلا يملك صاحب الحانوت إخراجه منها ولا إعارتها لغيره ولو كانت وقفاً ، وقد وقع في حوانيت الجملون في الغورية أن السلطان الغوري لما بناها أسكنها للتجار بالخلو ، وجعل لكل حانوت قدراً أخذه منهم وكتب ذلك بمكتوب الوقف .

(۳۷/۷،كتاب البيوع ، مطلب في خلو الحوانيت)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : وإذا استأجر داراً و قبضها ثم آجرها فإنه يجوز ان آجرها بمثل ما استأجرها أو أقل وأن آجرها وقبضها ثم آجرها فإنه يجوز ان آجرها بمثل ما استأجرها أو أقل وإن آجرها بأكثر مما استأجرها فهي جائزة أيضاًإلا أنه إن كانت الأجرة الثانية من جنس الأجرة الأولى فإن الزيادة لا تطيب له ويتصدق بها ، وإن كانت من خلاف جنسها طابت الزيادة ولو زاد في الدار زيادة كما لو وتد فيها وتداً أو حفر فيها بئراً أو طيناً أو أصلح أبوابها أو شيئاً من حوائطها طابت له الزيادة.

(٤/ ٤٢٥، الباب السابع في إجارة المستأجر) =

....

....

= ما في " **رد المحتار**" : وممن أفتى بلزوم الخلو الذي يكون بمقابلة دراهم يدفعها للمتولي أو المالك العلامة المحقق عبد الرحمن آفندي العمادي صاحب هدية ابن العماد ، وقال: فلا يملك صاحب الحانوت إخراجه ولا إجارتها لغيره ما لم يدفع له المبلغ المرقوم ، فيفتى بجواز ذلك للضرورة قياساً على بيع الوفاء الذي تعارفه المتأخرون احتيالاً على الربا.(۷/ ٤٠،كتاب البيوع ، مطلب في الكدك)

ما في " **المبسوط للسرخسي والفتاوى الهندية**" : فإن آجرها بأكثر مما استأجرها به تصدق بالفضل إلا أن يكون أصلح منها بناء أو زاد فيها شيئاً فحينئذٍ يطيب له الفضل وعلى قول الشافعي يطيب له الفضل على كل حال بناء على أصله أن المنافع كالأعيان الموجودة حكماً فتصير مملوكة له بالعقد مسلمة إليه بتسليم الدار فكان بمنزلة من اشترى شيئاً وقبضه ثم باعه وربح فيه فالربح يطيب له لأنه ربح على ملك حلال له ، ولكنا نقول : المنافع لم تدخل في ضمانه وإن قبض الدار بدليل أنها لو انهدمت لم يلزمه الأجر فهذا ربح فضل لا على ضمانه ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ربح ما لم يضمن .

(١٥/ ١٣٠،كتاب الإجارة ، باب إجارة الدور والبيوت ، مكتبة دار المعرفة بيروت ، وكذا في الفتاوى الهندية :٤/ ٤٢٥، الباب السابع في الإجارة والمستأجر)

ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام**" : بقاعدة فقهية : " يعتبر ويراعى كل ما اشترط العاقدان في تعجيل الأجرة وتأجيلها ". (١/ ٥٤١، المادة :٤٧٣)

ما في " **الفتاوى الهندية والهداية**" : ولو استأجر داراً أو شيئاً وأعطى بالأجر رهناً جاز.

(٥/ ٤٣٥،كتاب الرهن ، فيما يجوز الارتهان به وما لا يجوز ، وكذا في الهداية: ٤/ ٥٣١، باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز)

ما في " **فقه السنة للسيد سابق والفتاوى الهندية**" : ويجوز له أن يؤجر العين المستأجرة إذا قبضها بمثل ما آجرها له أو أزيد أو أقل وله أن يأخذ ما يسمى بالخلو . (٣/ ٢١٦، باب تأجير العين المستأجر ، الفتاوى الهندية: ٤/ ٤١٠،كتاب الإجارة ، الباب الأول ، تفسير الإجارة وركنها)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی قرارداد
بدل الخلو (پگڑی کے متبادل) کا شرعی حل

۱-...... مالکِ مکان زرِ ضمانت وڈپازٹ کے نام سے کرایہ دار سے جو پیشگی رقم وصول کرتا ہے، بہتر ہے کہ اس کو محفوظ رکھا جائے، اگر مالک اس کو خرچ کردے تو وہ اس بات کا ضامن ہوگا کہ کرایہ داری کی مدت ختم ہوتے ہی وہ رقم کرایہ دار کو فوراً واپس کردے(۱)۔

۲-......اگر کوئی مکان یا دوکان کرایہ پر دی جائے اور مالکِ مکان مروّجہ '' پگڑی'' کے نام پر اصل ماہوار کرایہ کے علاوہ بھی رقم کرایہ دار سے وصول کرے تو سمجھا جائے گا کہ مالکِ مکان نے بحیثیتِ مالک اپنے مکان کو کرایہ دار سے واپس لینے کے حق سے دست برداری کا عوض وصول کرلیا ہے، یہ رقم اس کے لئے اس حق کے عوض ہونے کی بنیاد پر جائز ہوگی، آئندہ اگر مالکِ مکان کرایہ دار سے مکان واپس لینا چاہے، تو کرایہ دار کو اس کا حق ہوگا کہ وہ مکان خالی کرنے کا عوض جس پر ہر دو فریق راضی ہوجائیں، مالکِ مکان سے وصول کرے، اوراس صورت میں کرایہ دار دوسرے کرایہ دار کے حق میں باہمی طے شدہ رقم کے عوض اپنے اس حق سے جو اس نے اصل مالک سے عوض دے کر حاصل کیا تھا دست بردار ہوسکتا ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في '' **الفتاوى الهندية** '' : ولو استأجر داراً أو شيئاً وأعطى بالأجر رهناً جاز.

(٤٣٥/٥، كتاب الرهن ، الفصل الثالث فيما يجوز الارتهان به وما لا يجوز)

ما في '' **الهداية** '' : قال : ويجوز رهن الدراهم والدنانير.

(٥٣١/٤، باب ما يجوز ارتهانه والارتهان به وما لا يجوز)

(۲) ما في '' **المبسوط للسرخسي والفتاوى الهندية** '' : فإن آجرها بأكثر مما استأجرها به تصدق =

۳-...... مالکِ مکان نے پگڑی لئے بغیر کرایہ پر دیا اور اجارہ کی مدت اصل معاہدہ میں مقرر نہیں کی گئی ہو تو اس صورت میں مالکِ مکان کو حق ہوگا کہ جب چاہے مکان خالی کرالے، البتہ مالک کو چاہیے کہ خالی کرانے کا نوٹس اور خالی کرنے کی تاریخ کے درمیان اتنی مہلت دے، جو مقامی حالات کے پیشِ نظر مناسب ہو، اور جس میں مالک اور کرایہ دار کو کوئی خاص ضرر لاحق نہ ہو، اور کرایہ دار کو بھی چاہیے کہ اس مناسب مہلت میں مکان خالی کردے(۱)۔

= بالفضل إلا أن يكون أصلح منها بناء أو زاد فيها شيئاً فحينئذٍ يطيب له الفضل ، وعلى قول الشافعي يطيب له الفضل على كل حال بناء على أصله أن المنافع كالأعيان الموجودة حكماً فتصير مملوكة له بالعقد مسلمة إليه بتسليم الدار فكان بمنزلة من اشترى شيئاً وقبضه ثم باعه وربح فيه فالربح يطيب له لأنه ربح على ملك حلال له ، ولكنا نقول: المنافع لم تدخل في ضمانه وإن قبض الدار بدليل أنها لو انهدمت لم يلزمه الأجر فهذا ربح فضل لا على ضمانه ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ربح ما لم يضمن .
(۱۵/۱۳۰، كتاب الإجارة، باب إجارة الدور والبيوت، مكتبة دارالمعرفة بيروت ، وكذا في الفتاوى الهندية : ۴/۴۲۵، الباب السابع في الإجارة والمستأجر)

ما في " **فقه السنة للسيد سابق** " :ويجوز له أن يوجر العين المستأجرة إذا قبضها بمثل ما آجرها له أو أزيد أو أقل وله أن يأخذ ما يسمى بالخلو .(۳/۲۱۶، باب تأجير العين المستأجر)

وما فيه **أيضاً** : ويجوز له أن يؤجر العين المستأجرة إذا قبضها بمثل ما آجرها أو أزيد أو أقل وله أن يأخذ ما يسمى بالخلو .(فقه السنة للسيد سابق:۳/۲۱۶، باب تاخير العين المستأجر)

(۱) ما في " **الفتاوى الهندية** " : إذا أضاف الإجارة إلى وقت في المستقبل بأن قال : أجرتك داري هذه غداً أو ما أشبه فإنه جائز فلو أراد نقضها قبل مجيء ذلك الوقت فعن محمد فيه روايتان ؛ في رواية قال : لا يصح النقض ، وفي رواية قال : يصح ، كذا في المحيط.

(۴/۴۱۰، الباب الأول في تفسير الإجارة وركنها وألفاظها، اسلام کا قانون اجارہ:۳۸۵)

ملازمت کا تحفظ اور اس کے شرعی احکام

مسئلہ(۳۴۲): بہت سارے افراد ملازمت کا تحفظ چاہتے ہیں، اور اس کا مطالبہ بھی بکثرت کیا جاتا ہے، چنانچہ ملازمت کے تحفظ کے لیے بعض اداروں نے قوانین بھی مرتب کئے ہیں، جیسا کہ سرکاری ملازمین کے رائج الوقت عام قوانین کے تحت ملازمین کی ریٹائرمنٹ (Retirement) کیلئے عمر کی ایک حد مقرر کی گئی ہے، جس سے پہلے ان کو ریٹائر نہیں کیا جاسکتا، اور انہی سرکاری ملازمین کی بعض ایسی کیٹگیریاں (Categories) ہیں جس میں افسرانِ بالا مفادِ عامہ کو بہانہ بنا کر ان کو ریٹائرمنٹ کی عمر آنے سے پہلے ہی ریٹائر کر سکتے ہیں، جبکہ اکثر پرائیویٹ اداروں نے اس سلسلہ میں یہ ضابطہ مقرر نہیں کر رکھا ہے، چنانچہ آجر (Employer) اور اجیر (Employee) باہمی رضامندی سے جتنی مدت تک چاہیں ملازمت کرتے رہتے ہیں اور جب ان میں سے ایک فریق ملازمت ختم کرنا چاہے تو اس کو ختم کر سکتا ہے، یہ ادارے ریٹائرمنٹ (Retirement) کے لئے پہلے سے کوئی حد مقرر نہیں کرتے، اس لیے اس دوسری صورت میں ملازمت کا تحفظ اس درجہ کا نہیں ہوتا جتنا کہ پہلی صورت میں ہوتا ہے، اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کی وضاحت کی جائے کہ ملازمت کے تحفظ کے بارے میں شرعی احکام کیا ہیں؟ اور قبل از وقت ریٹائرمنٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سرکاری اور غیر سرکاری ملازمین کے قوانین کا تعلق درحقیقت ان کے اپنے مرتب کردہ نظام سے ہے، شریعت نے ان معاملات کی جزوی تفصیلات خود متعین نہیں فرمائی، بلکہ اس کو ہر دور کے مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ شریعت کے بنیادی اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے یہ تفصیلات اپنے زمانے اور اپنے خطے کے حالات کے مطابق خود طے کرلیں، یہ تفصیلات جب تک شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے کسی اصول سے نہ ٹکراتی ہوں اس وقت تک ان کو شریعت کے خلاف اور قرآن وسنت سے متصادم نہیں کہا جاسکتا۔

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ملازمین کا تقرر آجر اور اجیر کے عام قواعد کے تحت کیا جائیگا اور ان کی ملازمتوں کو تحفظ حاصل ہوگا یا نہیں؟ اور کیا وقت سے پہلے ان کو ریٹائر کیا جاسکے گا یا نہیں؟ اس بارے میں بھی شریعت نے ہمیشہ کیلئے کوئی طریقِ کار اور اصول متعین نہیں کئے، بلکہ اس کو ہر دور کے مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے دور کی مصلحتوں کو دیکھتے ہوئے جو طریقِ کار اختیار کرنا چاہیں کرلیں، اسلام ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا...... ملازمت کا قاعدہ یہ ہے کہ آجر (Employer) اور اجیر (Employee) کے درمیان مدتِ ملازمت، تنخواہ، ذمہ داریوں سے متعلق جو تفصیلات بھی باہمی رضامندی سے طے ہوجائیں، فریقین پر ان کی پابندی لازم ہوتی ہے، بشرطیکہ ان میں بذاتِ خود کوئی ناجائز بات شامل نہ ہو، ان شرائط کے مطابق کسی کارروائی کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، نیز آجر (Employer) کو اس بات کا بھی حق حاصل ہے، کہ وہ مختلف اجیروں (Employees) سے مختلف شرائط (Temand Codition) طے کرے۔

آجر (Employer) کے لئے یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ وہ تمام ملازمین کے ساتھ ایک ہی مدتِ ملازمت طے کرلے، بلکہ کسی کے ساتھ کوئی مدت طے کرسکتا ہے، اور کسی کے ساتھ دوسری طے ہوسکتی ہے، بلکہ ملازمت کی مدت افراد کے بدلنے سے مختلف ہوسکتی ہے، اور آجر اس فرق کی وجہ بیان کرنے کا پابند بھی نہیں، یہی وجہ ہے کہ فریقین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملازمین کیلئے جو چاہیں مدت طے کرلیں، ایک آجر اپنے ماتحت مختلف افراد کے ساتھ مختلف مدتِ ملازمت طے کرسکتا ہے، اگر کسی آجر نے ایک شخص کو تین سال کیلئے ملازم رکھا اور یہ بات معاہدہ کی ابتداء سے ہی طے تھی تو پھر مدتِ ملازمت پوری ہونے پر، آجر اسے ملازمت سے علیحدہ کرسکتا ہے، اسی طرح اگر اسی آجر نے اپنے کسی دوسرے ملازم کو آٹھ سال کے لیے ملازم رکھا تو بھی مدتِ ملازمت پوری ہونے پر وہ اپنے ملازم کو ملازمت سے علیحدہ کرسکتا ہے، اس علیحدگی کی کوئی وجہ بتانا بھی آجر کے لئے کوئی ضروری

نہیں ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مسلمان اپنی طے کی ہوئی شرائط کے پابند ہیں سوائے اس شرط کے جو کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دے''(۱)۔

اس حدیث کی روشنی میں حضراتِ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ ملازمت کے آغاز میں فریقین کے درمیان جتنی مدت مقرر ہوئی ہو، اس کے ختم ہوجانے پر اجارہ ختم ہوجاتا ہے، یہ بات تمام فقہاء کرام کے نزدیک مسلم ہے، جیسا کہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان اسباب میں سے ایک سبب مدت کا ختم ہوجانا ہے، الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو، اس لیے کہ جو چیز کسی حد تک کیلئے ثابت ہو وہ اسی حد کے آنے پر ختم ہوجاتی ہے، لہذا اجارہ بھی اسی طے شدہ مدت کے ختم ہوجانے پر ختم ہوجائیگا''(۲)۔

قرآن وسنت میں کوئی ایسی ہدایت نہیں جس کی رو سے ملازم کو ہمیشہ کیلئے کوئی تحفظ فراہم کیا گیا ہو، اور ریٹائرمنٹ کے لئے عمر کی کسی حد کو مقرر کرنا ضروری ہو، بلکہ یہ معاملہ مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے، کہ وہ اپنے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق، ملازمین کے ساتھ مدتِ ملازمت کے سلسلے میں جس قسم کا چاہیں معاہدہ کرلیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں ملازمین کا عزل ونصب تمام تر خلفاء کی رائے پر موقوف تھا، چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في '' **جامع الترمذي** '' : '' **المسلمون عند شروطهم إلا شرطاً حرم حلالا أو أحل حراماً** ''.
(۲۵۱/۱، باب ما ذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس، الصحيح البخاري : ۳۰۳/۱، باب أجرة السمسرة)

(۲) ما في '' **بدائع الصنائع** '' : ومنها انقضاء المدة إلا بعذر لأن الثابت إلى غاية ينتهي عند وجود الغاية فتفسخ الإجارة بانتهاء المدة .(۸۲/۶، فصل في بيان ما ينتهي به عقد الإجارة)

علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''عزل ونصب کو اللہ تعالی نے خلیفہ کی رائے پر چھوڑ دیا ہے، خلیفہ کو چاہیے کہ مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کی نصرت کی فکر کرے، اور اسی غور وفکر سے جو رائے قائم ہو اس پر عمل کرے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصلحت کی وجہ سے کبھی کسی کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کر دیتے، جیسا کہ فتحِ مکہ کے موقعہ پر انصار کے نشان کو سعد بن عبادہؓ سے ایک بات کی وجہ سے، جو ان کی زبان سے نکل گئی تھی لیکر ان کے بیٹے قیس بن سعد کو دے دیا، اور کبھی کسی مصلحت کی وجہ سے کمتر درجہ کے شخص کو مقرر فرماتے، جیسا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سردارِ لشکر مقرر کیا اور کبارِ مہاجرین کو ان کے ماتحت کیا، یہ تقرر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں کیا تھا، اسی طرح حضراتِ شیخین نے اپنے زمانۂ خلافت میں کیا، اور حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ اور دیگر خلفاء بھی ہمیشہ اس دستور پر عمل کرتے رہے (۱)۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول فرمادیا تھا، جبکہ ان کے خلاف کوئی الزام عدالتی تحقیق کے معیار پر ثابت نہیں ہوا تھا، اور حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں کسی جرم کی پاداش میں معزول نہیں کیا تھا، بلکہ ان کی معزولی کے بعد تمام گورنروں کو ایک خط لکھا جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر فرمایا تھا: ''میں نے خالد کو کسی ناراضی یا ان کی کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا، لیکن لوگ ان کی (بہادری وغیرہ کی) وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو رہے تھے اور مجھے اندیشہ تھا کہ لوگ (اللہ تعالی کے بجائے) ان پر بھروسہ کرنے لگیں گے، اور اس طرح غلط عقیدہ میں مبتلا ہو جائیں گے، اس لئے میں نے چاہا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کرتا ہے، اور لوگ کسی فتنہ کا شکار نہ ہوں'' (۲)۔

ان تمام مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے معزولی مفادِ عامہ

---

(۱) (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء: ۴۷۹/۲، مقصد دوم، باب مآثر عثمان)

(۲) ما في '' **التاريخ الأمم والملوك لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري** '': إني لم أعزل خالداً عن =

کے خاطر ہی کی تھی، نیز یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ شریعت نے مدتِ ملازمت کا معاملہ فریقین کی باہمی رضامندی پر چھوڑا ہے۔

البتہ بعض اوقات کسی کو ملازمت پر مقرر کرتے ہوئے معاہدہ میں یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ اس کو اتنی مدت کیلئے ملازمت پر رکھا جائیگا، اور پھر مقررہ مدت سے پہلے ہی اس کو ریٹائر (Retire) کردیا جائے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

شرعی اعتبار سے اس کا رخ متعین کرنے کے لئے پہلے یہ دیکھا جائے گا، کہ اس طرح قبل از وقت ریٹائرمنٹ سے اس کو مجرم قرار دیا گیا ہے، یا مجرم سمجھا جارہا ہے، یا اس کے کسی واجبی قانونی حق کا انکار کیا گیا ہے، ایسی صورت میں قبل از وقت ریٹائرمنٹ کو اس کے خلاف فیصلہ سمجھا جائے گا، جس کے لیے اس ملازم کو صفائی کا موقع دینا لازم اور ضروری ہے، اور اگر اس کو صفائی کا موقع نہ دیا جائے تو پھر یہ قرآن وسنت کے خلاف ہوگا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جب تمہارے پاس دو آدمی کوئی قضیہ لائیں تو پہلے کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دوسرے کی بات نہ سن لو“(۱)۔

= سخطة ولا خيانة ، ولكن الناس فتنوا به فخفت أن يوكلوا إليه ويبتلوا به فأجبت أن يعلموا أن الله هو الصانع ، وأن لا يكونوا يعرض فتنة “.(۳/۱٦۷ ، ۱٦۸ ، مكتبة قاهره)

(۱) ما في ” **جامع الترمذي** “ : عن علي قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم :” **إذا تقاضا إليک رجلان فلا تقض للأول حتى تسمع كلام الآخر فسوف تدري كيف تقضي ، قال علي : فما زلت قاضياً بعد هذا** “.

(۱/۲٤۸، باب ما جاء في القاضي لا يقضي بين الخصمين حتى يسمع كلامهما)

اجیر کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۳۴٤): اجیر کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، لہذا ذمی، حربی، کافر، مستامن سب کے ساتھ عقدِ اجارہ کرنا جائز ہے(۱)، البتہ اگر کوئی کام ایسا ہو جس میں وضو یا طہارت کی ضرورت ہو تو اجیر کا مسلمان ہونا ضروری ہے، جیسے قرآن کی پیکنگ، کمپوزنگ اور بک بائنڈنگ وغیرہ(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **البدائع الصنائع** " : وإسلامه ليس بشرط أصلاً، فتجوز الإجارة والاستئجار من المسلم والذمي والحربي المستأمن ، لأن هذا من عقود المعاوضات فيملكه المسلم والكافر جميعاً كالبياعات، غير أن الذمي إن استأجر داراً من المسلم في المصر فأراد أن يتخذها مصلى للعامة ويضرب فيها بالناقوس ليس له ذلك ، ولرب الدار وعامة المسلمين أن يمنعوه من ذلك على طريق الحسبة، لما فيه من إحداث شعائر لهم، وفيه تهاون بالمسلمين واستخفاف بهم؛ كما يمنع من إحداث ذلك في دار نفسه في أمصار المسلمين، ولهذا يمنعون من إحداث الكنائس في أمصار المسلمين.

(٥/٥٢٦، كتاب الإجارة، فصل في شرائط الركن، الفتاوى الهندية:٤/٤١٠، كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة وركنها وألفاظها وشرائطها)

(۲) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": واختلفوا في مس المصحف بما عدا أعضاء الطهارة وبما غسل من الأعضاء قبل إكمال الوضوء والمنع أصح كذا في الزاهدي .

(١/٣٩، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة)

فرائضِ اجیر یعنی مزدور کی ذمہ داریاں

مسئلہ(۳۴۵): ۱-...... اجیر اپنا کام مکمل امانت داری کے ساتھ انجام دے، اور اپنے فرائضِ منصبی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔

۲-...... اجیر کو جو کام سپرد کیا جائے اس میں مکمل مہارت رکھتا ہو، لہذا اگر اجیر کو کوئی کام دیا جائے اور اس میں اس کو مہارت نہ ہو تو انکار کر دے، ورنہ کام کا حق ادا نہ کرنے کی صورت میں بھی امانتداری کے خلاف کرنے کا گناہ لازم ہوگا(۱)۔

۳-...... اگر وہ اجیر خاص ہو تو اس کے لئے ملازمت کے دوران کسی اور کام میں مشغول ہونا ذمہ دار کی اجازت کے بغیر ناجائز ہوگا، مثلاً: مدرسہ کا معلم، اسکول کا ٹیچر، یونیورسٹی کا پروفیسر، فیکٹری کا ورکر، ادارے کا پرنسپل اور چپراسی وغیرہ، کام کے اوقات میں نہ تو ان کے لئے موبائل کا استعمال جائز ہے اور نہ ہی نفلی عبادت میں مشغول ہونا جائز(۲)۔

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** " : قال اللہ تعالی :﴿ **إن خير من استأجرت القوي الأمين**﴾. (سورة القصص: ۲۶)

ما فی " **البحر المحيط** ": وقولها كلام حكيم جامع لأنه إذا اجتمعت الكفاية والأمانة في القائم بأمر فقد تم المقصود............ وكأنها قالت استأجره لأمانته وقوته وصار الوصفان.

(۱۴۹/۷، روح المعاني: ۳۶۸/۲۰)

(۲) ما فی " **البحر الرائق** ": وسمي الأجير خاصاً ووحده لأنه يختص بالواحد وليس له أن يعمل لغيره ولأن منافعه صارت مستحقة للغير والأجر مقابل بها فيستحقه ما لم يمنع مانع من العمل كالمرض والمطر ونحو ذلك مما يمنع التمكن. (۵۲/۸، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وقوله: (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي =

۴-...... اوراگراجیر مشترک ہومثلاً: درزی، رنگریز، دھوبی وغیرہ، تو ان کے لئے وعدہ کے مطابق وقت پر کام کرکے مستاجرکودیناضروری ہے(۱)۔

۵-...... اجیر مشترک اگراس شرط پر کام لے کہ وہ خوداس کوانجام دے گا، تواب کسی دوسرے سے کروانا اس کے لئے جائز نہ ہوگا، اور اگر وہ چیز اس دوسرے کے پاس ہلاک ہوگئی تو اجیر مشترک ضامن ہوگا، چاہے اس دوسرے نے تعدی کی ہو یانہ کی ہو۔

۶-...... اگرخودکام کرنے کی شرط نہیں لگائی تودوسرے سے کروانے میں کوئی حرج نہیں، اور دوسرے سے بلاتعدی ہلاک ہوجائے تو ضمان بھی عائد نہ ہوگا(۲)۔

= النافلة ، قال في التاتارخانية وفي فتاوى الفضلي: وإذا استأجر رجلاً يوماً يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة، وفي فتاوى سمرقند وقد قال بعض مشايخنا: له أن يؤدي السنة أيضاً، واتفقوا أنه لا يؤدي نفلاً وعليه الفتوى.
(۹/۹٦،كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير)

(۱) ما فى " **الكتاب** ": وقال الله تعالى:﴿ **يآيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود**﴾.(المائدة:۱)

ما فى " **روح المعانى** ": واختار بعض المفسرين أن المراد بها ما يعم جميع ما ألزمه الله تعالى عباده عقد عليهم من التكاليف والأحكام الدينية وما يعتقدونه فيما بينهم من عقود الأمانات والمعاملات ونحوهما مما يجب الوفاء به أن يعين ديناً. (۷۳/٤)

ما فى " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبى** ": فأمر الله سبحانه بالوفاء بالعقود، قال الحسن يعني بذلك عقود الدين وهي ما عقده المرء على نفسه من بيع وشراء وإجارة وكراء. الخ.(۳۲/٦)

(۲) ما فى "**البناية شرح الهداية**": قال: وإذا شرط على الصانع أن يعمل بنفسه فليس له أن يستعمل غيره، لأن المعقود عليه اتصال العمل في محل بعينه وإن أطلق له العمل فله أن يستأجر من يعمله، لأن المستحق عمل في ذمته ويمكن إيفاؤه بنفسه وبالاستعانة بغيره بمنزلة إيفاء الدين. الهداية........ =

۷-...... ہر وہ کام جو کسی کام کے تابع ہو، اور اس تابع کام کو اجیر کے ذمہ بطور شرط مقرر نہ کیا جائے، تو شریعتِ مطہرہ نے اس کا یہ ضابطہ طے کیا ہے، کہ اس کا مدار عرفِ عام اور عادت پر ہوگا، اگر اس شہر میں وہ کام جو تابع ہے اجیر عام طور پر بغیر شرط کے کر دیتا ہو، تو اجیر کے لئے اس کا کرنا لازم ہے، اگر شرط کے بغیر نہ کیا جاتا ہو تو موجر کی اجازت کے بغیر اس تابع کام کا کرنا لازم نہ ہوگا، جیسے دھوبی کو اگر آپ نے کپڑے دھونے کے لئے دیئے تو پریس کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر پریس کرنا اس شہر میں عرف اور عادت میں رائج نہ ہو تو بغیر موجر کی شرط کے پریس کرنا دھوبی پر لازم نہ ہوگا (۱)۔

۸-...... اگر مزدور کو سامان اٹھانے کے لئے اجرت پر لیا تو مزدور پر مقررہ مقام تک سامان لے جانا لازم ہے، البتہ سامان کو اس کی جگہ پر رکھنا اس پر لازم نہ ہوگا، مثلاً کسی نے گاڑی کرائے پر لی اور اس کو کہا کہ میں فلاں گاؤں یا شہر کے فلاں محلے میں، فلاں مکان میں رہتا ہوں سامان وہاں پہنچادو، تو اس پر اس سامان کا گھر تک پہنچانا لازم ہے، مگر گاڑی سے اتارنا اور گھر کے اندر لے جانا، اور اس کو سیٹ کر کے دینا وغیرہ، یہ سب امور اس پر لازم نہ ہوں گے، ہاں! اگر عرف میں ایسا ہو تو درست ہوگا ، ورنہ پھر اس کی الگ سے مزدوری

=(فليس له أن يستعمل غيره، لأن المعقود عليه اتصال العمل في محل بعينه) أرادبالمحل نفس الصانع، يعني شرط أن يكون محل هذا العمل هو لا غيره، فلا يجوز أن يستعمل غيره .... (وإن أطلق له العمل) مثل أن يقول: خط هذا الثوب أو اصنعه (فله أن يستأجر من يعمله، لأن المستحق عمل في ذمته ويمكن إيفاؤه بنفسه وبالاستعانة بغيره) لأن المقصود هو العمل وقد حصل (بمنزلة إيفاء الدين) فإن الإيفاء يحصل بالمديون وبالتبرع من غيره. (۲۹٦/۹، كتاب الإجارة، باب الأجير متى يستحق)

(۱) ما فی "**بدائع الصنائع**" : وقد قالوا : في توابع العقود التي لا ذكر لها في العقود أنها تحمل على عادة كل بلد، حتى قالوا فيمن استأجر رجلاً يضرب له لبناً أن الزنبيل والمتبن على صاحب اللبن ، وهذا على عادتهم .(۵۳/٦، كتاب الإجارة، فصل في حكم الإجارة)

متعین کرنی ہوگی (۱)۔

اجیر ملازمت کے اوقات میں فرائض وواجبات ادا کرے گا

مسئلہ (۳۴۶): فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے، کہ اجیر کیلئے ضروری ہے کہ وہ ملازمت کے اوقات میں فرائض، واجبات، سنن مؤکدہ، جیسے پانچوں نمازوں وغیرہ کے لئے وقت نکالے، اوراس کا التزام کرے، اوران فرائض کی انجام دہی میں جو وقت صرف ہو، موجر کے لئے جائز نہیں کہ اس وقت کی اجرت کم کرے، کیوں کہ یہ چیزیں ملازمت کے اوقات میں خود بخود مستثنیٰ ہوں گی، جیسے کھانے پینے کے اوقات مستثنیٰ ہوتے ہیں، اس لئے کہ شریعتِ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ دین بہرحال مقدم ہوگا، اس میں کسی طرح کی کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ (۲)

---

(۱) ما فی "**بدائع الصنائع**": وقالوا فیمن تکاری دابة یحمل علیها حنطة إلی منزله، فلما انتهی إلیه أراد صاحب الحنطة أن یحمل المکاري ذلك فیدخله منزله وأبی المکاري، قالوا: قال أبو حنیفة: علیه ما یفعله الناس ویتعاملون علیه، وإن أراد أن یصعد بها إلی السطح والغرفة فلیس علیه ذلك إلا أن یکون اشترطه، ولو کان حمالاً علی ظهر ه فعلیه إدخال ذلك ولیس علیه أن یصعد به إلی علو البیت إلا أن یشترطه.

(۶/۵۳، کتاب الإجارة، فصل في حکم الإجارة)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی "**فتاوی عبد الحی**": لو استأجر یوماً کان للأجیر أن یعمل کل الیوم ولا یشتغل بشيء سوی الصلاة المکتوبة. انتهی. (سراج منیر) إذا استأجر رجلاً یوماً بعمل کذا فعلیه أن یعمل ذلك العمل إلی تمام المدة ولا یشتغل بشيء آخر سوی المکتوبة انتهی. (نصاب الاحتساب) وقد قال بعض مشائخنا: له أن یؤدي السنة أیضاً وأجمعوا علی أنه لا یؤدي "فتاوی سمرقند".

(۱/ ۳۰۸، کتاب الإجارة، اسلام کا قانون اجارہ: ۱۵۲)

اوورٹائم یعنی اضافی کام کی اجرت

مسئلہ(۳۴۷): اوورٹائم (Over time) یعنی اضافی کام کی اضافی اجرت عاقدین کے طے کرنے کی صورت میں ادا کرنا لازم ہوگا۔(۱)

تنخواہ کے علاوہ دیگر سہولیات انعام اور تبرع ہے

مسئلہ(۳۴۸): بعض ادارے تنخواہ کے علاوہ دیگر سہولیات مثلاً: رہائش، مکان، بیماری میں علاج ومعالجہ وغیرہ کی سہولت اپنے ملازمین کو دیتے ہیں، تو یہ اجرت کا حصہ نہیں، بلکہ انعام اور تبرع ہے، لہذا اجیر کا اس میں کوئی استحقاق نہ ہوگا، مگر پھر بھی بوقتِ اجارہ جانبین کے درمیان معاملات واضح اور صاف ہوکر طے ہونے چاہیے، تاکہ جھگڑے فساد کا امکان باقی نہ رہے۔(۲)

رخصتِ اتفاقیہ اور ایامِ غیر حاضری کی اجرت

مسئلہ(۳۴۹): رخصتِ اتفاقیہ اور رخصتِ علالت کے سلسلہ میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اجیر کو رخصت لینے کا پورا حق ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ رخصت مع الاجرت ہوگی یا بدون الاجرت؟

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **عمدة القاری شرح صحیح البخاری**": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **إخوانكم خولكم جعلهم الله تحت أيديكم فمن كان أخوه تحت يده فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبسه ولا تكلفوهم ما يغلبهم فإن كلفتموهم فأعينوهم**".

(۱/۳۲۴، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية، اسلام كا قانون اجاره:۲۵۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": العطية التي أعطيت للخدمة من الخارج لا تحسب من الإجارة. (۱/۶۵۳، كتاب الإجارة، الفصل الرابع في بيان الآدمي، اسلام كا قانون اجاره:۲۲۷)

متقدمین کی رائے یہ ہے کہ یہ رخصت بدون الاجرت ہوگی، کیوں کہ اجرت کا استحقاق تسلیمِ منافع سے ہوتا ہے، اور رخصت کے زمانے میں تسلیمِ منافع نہیں ہوتا، لہذا اجرت بھی لازم نہ ہوگی، البتہ عرف یہ ہے کہ ادارے عقدِ ملازمت کے شروع میں ہی یہ بات بتادیتے ہیں، کہ سال بھر میں ایک ملازم اتنی رخصتِ اتفاقیہ اور اتنی رخصتِ علالت لے سکتا ہے، جانبین اس پر اتفاق کرتے ہیں، اس لئے اس میں بظاہر کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی، نیز فقہاءِ معاصرین کا میلان بھی اسی جانب ہے۔(۱)

اجیر درمیان میں آرام کرسکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۳۵۰): راحت اور آرام بھی انسان کا حق ہے، طویل وقت متواتر کام کرنے سے آدمی تھک کر نڈھال ہوجاتا ہے، شریعت نے اس کا بھی خیال رکھا ہے، حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "**إن لنفسک حقاً، ولأهلک حقاً**" بے شک تمہارے نفس اور تمہارے

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": قال ابن عابدین : وفي القنیة من باب الإمامة إمام یترک الإمامة لزیارة أقربائه في الرساتیق أسبوعاً أو نحوه أو لمصیبة أو لاستراحة لا بأس به ومثله عفو في العادة والشرع اهـ. وهذا مبني علی القول بأن خروجه أقل من خمسة عشر یوماً بلا عذر شرعي، لا یسقط معلومه، وقد ذکر في الأشباه والنظائر في قاعدة: العادة محکمة عبارة القنیة هذه ، وحملها علی أنه یسامح أسبوعاً في کل شهر، واعترضه بعض محشیه بأن قوله في کل شهر لیس في عبارة القنیة ما یدل علیه قلت: والأظهر ما في آخر شرح منیة المصلي للحلبي أن الظاهر أن المراد في کل سنة.

(۶/ ۶۳۰،کتاب الوقف، مطلب فیما إذا قبض المعلوم وغاب قبل تمام السنة، اسلام کا قانون اجارہ:۱۵۵)

ما فی " **الأشباه والنظائر لابن نجیم الحنفي**": بقاعدة فقهیة : " العادة محکمة ".

(ص: ۷۹، القاعدة السادسة ، أحسن الفتاوی :۷/ ۲۸۴، کتاب الإجارة)

اہل کا بھی حق ہے، لہذا جانبین (اجیر ومستاجر) اس کے لئے وقت مقرر کردیں، تاکہ بعد میں کوئی شکایت نہ ہو، اور اگر جانبین (اجیر ومستاجر) بوقتِ اجارہ آرام کا وقت متعین نہ کریں تو عرف اور عادت کے مطابق اجیر راحت اور آرام کے لئے وقت نکال سکتا ہے، مستاجر کو کوئی حقِ اعتراض نہیں ہوگا۔(۱)

اجیر کے لیے ملازمت کے اوقات میں دیگر کام کرنا

مسئلہ(۳۵۱): اجیر خاص اس اجیر کو کہتے ہیں، جو کسی فرد کا، یا کسی ادارہ میں ملازم ہو، جیسے فیکٹری کا ورکر (Worker) یا یونیورسٹی کا استاذ یا پروفیسر وغیرہ، ایسے اجیر کیلئے اپنے اوقاتِ ملازمت میں اپنی مفوضہ ذمہ داری کا کام چھوڑ کر کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا یا وقت سے پہلے ہی کام چھوڑ دینا درست نہیں، اکثر ملازمین حضرات کا یہی حال ہے کہ وہ کام کے اوقات میں دفتر یا ادارہ میں رہتے ہیں، لیکن جو کام انہیں سپرد کیا گیا اسے انجام نہیں دیتے، بلکہ ادھر ادھر وقت ضائع کرتے ہیں،

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الصحيح البخارى** " : لقوله عليه السلام : "**وإن لنفسک حقاً، ولأهلک حقاً**".

(ص: ۲۱۱، كتاب التهجد ، رقم الحديث:۱۱۵۳)

ما فی " **فتح الباري لإبن حجر العسقلاني** " :قال الإمام الحافظ ابن حجر العسقلاني: أي تعطيها ما تحتاج إليه ضرورة البشرية مما أباحه الله للإنسان من الأكل والشرب والراحة التي يقوم بها بدنه ، قوله: (ولأهلك عليك حقاً) أي تنظر لهم فيما لا بد لهم منه من أمور الدنيا والآخرة والمراد بالأهل الزوجة أو أعم من ذلك ممن تلزمه نفقته. (۳/ ۵۰، كتاب التهجد)

ما فی " **عمدة القاري** ": كأنه قال له : اجمع بين المصلحتين فلا تترك حق العبادة ولا المندوب بالكلية، ولا تضيع حق نفسك وأهلك وزورك. (۷/ ۳۰۸، كتاب التهجد، اسلام کا قانون اجارہ:۱۵۲)

یا باتوں اور گپ شپ میں لگے رہتے ہیں، یہ بالکل ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

وقتِ میعاد پر کام نہ کرنے کی بناء پر اجرت میں کٹوتی

مسئلہ(۳۵۲): اجیرِ خاص یعنی یومیہ یا ماہنامہ اجرت پر کام کرنے والا اگر تاخیر سے حاضر ہو، اور وقتِ میعاد میں کام پر نہ پہنچے تو اس کی اجرت میں کٹوتی جائز ہوگی۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": والثاني: (وهوالأجير الخاص) ويسمى أجير واحد، وهو من يعمل لواحد عملاً مؤقتاً بالتخصيص.............. وليس للخاص أن يعمل لغيره ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل. فتاوى النوازل." درمختار"

قوله : (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة .... قال في التاترخانية: وفي فتاوى الفضلي: وإذا استأجر رجلاً يوماً يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة ، وفي فتاوى سمرقند وقد قال بعض مشائخنا: له أن يؤدي السنة أيضاً ، واتفقوا أنه لا يؤدي نفلاً، وعليه الفتوى . وفي غريب الرواية: قال أبوعلي الدقاق: لا يمنع في المصر من إتيان الجمعة ، ويسقط من الأجر بقدر اشتغاله إن كان بعيداً وإن قريباً لم يحط شيء، فإن كان بعيداً واشتغل قدر ربع النهار يحط عنه ربع الأجرة.

قوله : (ولو عمل نقص من أجرته) قال في التاترخانية : نجار استؤجر إلى الليل فعمل لآخر دواة بدرهم وهو يعلم فهو آثم، وإن لم يعلم فلا شيء عليه وينقص من أجر النجار بقدر ما عمل في الدواة.

(۹/۹۴۔۹۶، كتاب الإجارة، مطلب ليس للأجير الخاص أن يصلي النافلة، الفتاوى الهندية: ۴/۴۱۶، كتاب الإجارة، الباب الثالث في الأوقات.الخ، فتاوى حقانيه:۶/۲۴۹، فتاوى محموديه:۱۶/۵۷۲)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا يشترط عمله بالفعل ولكن ليس له أن يمتنع عن العمل ، وإذا امتنع لا يستحق الأجرة.

(۱/۴۵۸، المادة:۴۲۵) =

اجیر کے علاج ومعالجہ کی سہولت آجر کے ذمہ

مسئلہ(۳۵۳): بعض کمپنیاں علاج ومعالجہ کی سہولت (Madical Facility) بھی اپنے ادارے کے ملازمین کو دیتی ہیں، لیکن علاج وغیرہ کی حیثیت ایک سہولت کی ہونی چاہیے، کیوں کہ اگر علاج کی حیثیت سہولت کی ہو، اور اجرت کے ساتھ مشروط نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ علاج ومعالجہ آجر کے ذمہ لازم نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ اس میں ایک ایسی چیز کا التزام ہے، جس کو شریعت نے لازم نہیں کیا، اگر کوئی شخص یا ادارہ علاج ومعالجہ کو اجرت کا جزء قرار دے تو پھر عقدِ اجارہ باطل ہوجائے گا، کیوں کہ اس میں جہالت ہے، وہ اس طرح کہ علاج کی ضرورت کبھی پیش آتی ہے اور کبھی نہیں، کبھی اس کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اور کبھی کم ہوتی ہے، غرضیکہ اس میں جہالت ہوتی ہے، اس لیے اس کو اجرت کا جزء بنانے سے عقدِ اجارہ باطل ہوجائے گا۔(۱)

= ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** " : (والثاني) وهو الأجير (الخاص) ويسمى أجير واحدٌ (وهو من يعمل لواحد عملاً مؤقتاً بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل كمن استؤجر شهراً للخدمة أو) شهراً (لرعي الغنم) المسمى بأجرٍ مسمى .... وليس للخاص أن يعمل لغيره، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل .(۹/۹۴-۹۶، باب ضمان الأجير، اسلام کا قانون اجارہ:۲۲۹)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **درر الحکام شرح مجلة الأحکام** " : يشترط في الإجارة أن تكون المنفعة معلومة بوجه يكون مانعاً للمنازعة فعليه إذا كانت المنفعة مجهولة بحيث تؤدي إلى المنازعة تكون فاسدة.

(۱/۵۰۴، الفصل الثالث في شروط صحة الإجارة)

ما فی " **درر الحکام شرح مجلة الأحکام** " : يشترط لصحة الإجارة أي لعدم فسادها أولًا أن تكون الأجرة معلومة تماماً قدراً و نوعاً، أي لا يكون شيء منها مجهولاً كلاً أو بعضاً لأن جهل الأجرة يفضي إلى المنازعة .... وإذا كانت الأجرة كلها أو بعضها مجهولة تكون الإجارة فاسدة سواء كانت من المثليات أوالقيمات أو منفعة أخرى . (۱/۵۰۳، کتاب الإجارة، الفصل الثالث في شروط الإجارة =

پراویڈنٹ فنڈ (Provident Fund)

مسئلہ (**۳۵٤**): پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے ملازمین کی تنخواہوں میں سے کچھ رقم ہر مہینہ کاٹی جاتی ہے، اس رقم کی کٹوتی کی دو صورتیں ہوتی ہیں:...... جبری کٹوتی۔ اختیاری کٹوتی۔

۱-...... جبری کٹوتی یہ ہے کہ ہر ملازم کیلئے اپنی تنخواہ کا ایک حصہ لازماً کٹوانا پڑتا ہے، اور ملازمت کے اختتام پر حکومت اس پر سود بھی ادا کرتی ہے، وہ شرعاً سود نہیں بلکہ تنخواہ ہی کا ایک حصہ ہے جو اسے ریٹائر (Retire) ہونے کے بعد ملتا ہے، لہذا اس کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے(۱)۔

۲-...... اختیاری کٹوتی یہ ہے کہ ملازم کو کٹوتی پر مجبور نہیں کیا جاتا، بلکہ ملازم خود اپنے اختیار سے رقم

= الفتاوى الهندية: ٤/ ٤١١، كتاب الإجارة، وأما شرائط الصحة، الفقه الإسلامي وأدلته: ٣٨٠٩/٥، شروط صحة الإجارة)

ما في " **السنن الكبرى للبيهقي** " : عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم: " **من استأجر أجيراً فليعلمه أجره** ".

(١٩٨/٦، رقم الحديث: ١١٦٥١، كتاب الإجارة، باب لا تجوز الإجارة حتى تكون معلومة وتكون الاجارة معلومة)

ما في " **الهداية** " : ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة لما روينا، ولأن الجهالة في المعقود عليه وفي بدله تفضي إلى المنازعة كجهالة الثمن والمثمن في المبيع.

(٢٩٣/٣، كتاب الإجارة، اسلامی قانون اجارہ: ١٥١)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **البحر الرائق** ": قوله: (بل بالتعجيل أو بشرط أو بالاستيفاء أو بالتمكن) يعني لا يملك الأجرة إلا بواحدة من هذه الأربعة، والمراد أنه لا يستحقها المؤجر إلا بذلك كما أشار إليه القدوري في مختصره لأنها لو كانت ديناً لا يقال إنه ملكه المؤجر قبل قبضه، وإذا استحقها المؤجر قبل قبضها فله المطالبة بها وحبس عليها وحبس العين عنه وله حق الفسخ إن لم يعجل له المستأجر كذا في المحيط، لكن ليس له بيعها قبل قبضها. (٥١١/٧، كتاب الإجارة) =

کٹواتا ہے، یہ رقم بھی ملازمت سے ریٹائر(Retire)ہونے کے بعد اسی ملازم کو واپس مل جاتی ہے، تو اس میں سود کا بھی شبہ ہے اور سود کا ذریعہ بنا لینے کا اندیشہ ہے، لہذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے(۱)۔

پینشن اور گریجویٹی

مسئله(۳۵۵): پینشن اور گریجویٹی(Pension & Gratuity)کے بارے میں فقہائے معاصرین کی رائے یہ ہے، کہ اس کی حقیقت کو جاننے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ اجرت کا حصہ

= ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة: إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها كذا في شرح الطحاوي.

(٤/٤١٣، كتاب الإجارة، الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة وما يتعلق به من الملك وغيره، كذا في الهداية مع الدراية:٣/٢٩٤، كتاب الإجارة، باب الأجر متى يستحق)

(١) ما فی " **الكتاب** ": قال الله تعالى : ﴿**أحل الله البيع وحرم الربوا**﴾.(البقرة:٢٧٥)

ما في " **بذل المجهود في حل سنن أبي داود** ": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **إن الحلال بيِّنٌ، وإن الحرام بيِّنٌ، وبينهما أمورٌ متشابهاتٌ.(وفي حديث).لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ دينَه وعِرضَه ، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام** ".

ويدخل في هذا الباب معاملة من كان في ماله شبهة أو خالطه رباً، فإن الاختيار تركها إلى غيرها، وليس بمحرم عليه ذلك ما لم يتيقن أن عينه حرام، أو مخرجه من حرام.

(١١/١١-١٤، كتاب البيوع ، رقم الحديث:٣٣٢٩-٣٣٣٠)

ما في " **المقاصد الشرعية للخادمي** ": بقاعدة فقهية سداً للذرائع : " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً ".(ص:٤٦)

ما فی " **اعلام المؤقعين** " : " وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود". (٣/١٧٥)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** " : " وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز".

(٥١٨/٩، الحظر والإباحة، فصل في اللبس، اسلام کا قانون اجارہ:٢١٠، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٦/٢١٢،٢٢٥)

نہیں بلکہ ادارے کی جانب سے ایک انعام ہے، جو اجیر کی خدمت کے اعتراف میں دیا جاتا ہے، لہذا اس کا لینا اور دینا دونوں جائز ہیں، البتہ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پینشن موت کے بعد ترکہ میں شمار نہ ہوگی، بلکہ حکومت یا کمپنی جس وارث کو دے وہی اس کا مالک ہوگا، دوسرے وارثوں کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا، اور رہا مسئلہ گریجویٹی کا تو وہ ریٹائرمینٹ (Retirement) کے وقت ہی مل جاتی ہے، لہذا موت کے واقع ہونے کی صورت میں وہ ترکہ میں شمار کی جائے گی، اور اس پر ترکہ کے احکام جاری ہوں گے۔(۱)

اجیر کا کمیشن ایجنٹ بننا

مسئلہ(۳۵۶): اگر کوئی شخص کسی کمپنی، ادارے، یا کسی شخص کا ملازم ہو، اور وہ اپنی کمپنی، ادارے، یا اپنے مالک کو، اپنے کمیشن کی اطلاع دیئے بغیر کمیشن پر خرید وفروخت کرتا ہے، تو اس کا یہ کمیشن (Commission) لینا، اور دوکاندار یا کسی فرد کا کمیشن دینا دونوں ناجائز ہیں (۲)۔اور

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها كذا في الطحاوي.

(٤/٤١٣، كتاب الإجارة، الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة وما يتعلق به من الملك وغيره، خلاصة الفتاوى: ٣/١٠٣، كتاب الإجارة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال العلامة الحصكفي رحمه الله: لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (٩/٢٩١، كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح، وكذا في درر الحكام:١/٩٦، المادة: ٩٦)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": " يلزم مراعاة الشرط بقدر الإمكان". (١/٨٤، المادة:٨٣)

اگر کمیشن ایجنٹ آزاد ہے، کسی کا ملازم نہیں ہے، یا وہ شخص ملازم تو ہے لیکن ملازمت کے مقررہ اوقات کے علاوہ بھی کمیشن لے کر کام کرتا ہے، تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

اول:......اگر اس کمیشن ایجنٹ نے کسی دوکاندار، ادارے، یا کسی فرد سے کمیشن طے نہیں کیا، تو ایسی صورت میں اس کمیشن ایجنٹ کا کمیشن طے کئے بغیر لینا دینا دونوں ناجائز ہیں، ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اجارہ کے صحیح ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اجارہ میں اجرت کا متعین اور معلوم ہونا ضروری ہے، اور یہاں اجرت متعین نہیں ہے، اس لئے اس کا بغیر اجرت طے کئے کمیشن لینا اور دینا دونوں جائز نہیں (۱)۔

دوم:......اگر دوکاندار یا کوئی فرد اس ایجنٹ سے یہ طے کر لے کہ تمہیں فلاں کام پر اتنا فیصد کمیشن دوں گا، پھر یہ ایجنٹ وہ کام کر دے، تو اب اس ایجنٹ کا یہ طے کردہ کمیشن لینا اور دوسرے شخص کا کمیشن دینا دونوں جائز ہیں (۲)، لیکن اس کا جواز چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

(الف)......کمیشن پر جو کام کیا جا رہا ہے، وہ کام بنیادی طور پر جائز ہو (۳)۔

(ب)......کمیشن ایجنٹ (Commission Agent) صحیح مال فراہم کرے، یا جو کام

---

(۱) ما فی "**رد المحتار علی الدر المختار**": وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين، لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة . (۷/۹، درر الحكام: ۵۰۳/۱، المادة: ۴۵۰)

(۲) ما فی "**الفتح الربانی**": عن أبي سعيد الخدري أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن استئجار الأجير حتى يبين له أجره. (۱۵/ ۱۲۲)

(۳) ما فی "**الفقه الإسلامی وأدلته**": أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحة شرعاً: كاستئجار كتاب للنظر والقراءة فيه والنقل منه، واستئجار دار للسكنى فيها، وشبكة للصيد ونحوها. (۳۸۱۷/۵) =

اس کے سپرد کیا گیا ہے اس کو صحیح طریقہ سے پایۂ تکمیل تک پہنچائے (۱)۔

(ج)...... **کمیشن دینے والا اس چیز کی قیمت بڑھا کر وصول نہ کرے، بلکہ اپنی طرف سے کمیشن کی رقم ادا کرے۔**

(د)...... اسی طرح اس سلسلے میں یہ اصول بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فقہاء احناف کے یہاں کسی شئ کی فروخت (Sale) اسی وقت جائز ہوتی ہے، جب کہ وہ چیز بیچنے والے کے قبضہ میں آگئی ہو، اگر فروخت کی جانے والی شئ فروخت کرنے والے کے قبضہ میں نہ آئی ہو تو پھر اس کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔ اس کے جواز کی صورت یہ ہے، کہ وہ کمپنی سے پہلے خود یا کسی کو اپنا وکیل بنا کر مال پر قبضہ کرلے، اور پھر گاہک کو مال فراہم کرے (۲)۔

= ما فی " **الفوائد البهية في القواعد الفقهية للشيخ محمود حمزة** ": " الاستئجار على المعصية لا يجوز". (ص:۷٦، بحوالة الفقه الإسلامي وأدلته :۳۸۱۷/۵)

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال في التاتارخانية: وفي الدلال يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير به، وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز فيجوز لحاجة الناس إليه كدخول الحمام."درمختار".(۸۷/۹، مطلب في أجرة الدلالة)

(۲) ما فی " **الهداية** ": ومن اشترى شيئاً مما ينقل ويحول لم يجز بيعه حتى يقبضه لأنه نهى عن بيع ما لم يقبض ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك.(۷٤/۳، كتاب البيوع، باب التولية والمرابحة)

ما فی " **الصحيح المسلم** ": عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يقبضه**". قال ابن عباس: وأحسب كل شيء بمنزلة الطعام .

(۵/۲،كتاب البيوع ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، سنن أبي داود:۱۳۷/۲، باب في بيع الطعام قبل أن يستوفي) =

ایجنٹ یعنی دلال کے لیے چند شرائط کا لحاظ ضروری ہے

مسئلہ(۳۵۷): بروکریج (Brokrage) یعنی دلالی کا کام کرنا، چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:
(۱)......دلال اپنی اجرت اور کمیشن بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والا) سے واضح طور پر طے کرلیں۔(۲)...... دلال خریدار (Purchasar) کو دھوکہ دیکر یعنی گھٹیا چیز اچھی اور معیاری ظاہر کرکے نہ بیچیں۔(۳)......بولی لگانے والا خریدنے کی نیت سے بولی لگائے محض قیمت بڑھانے کے لئے اور دوسروں کو اس میں پھنسانے کی غرض سے نہ ہو، جیسا کہ آج کل بہت سی دوکانوں میں ایجنٹ آپس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں،اس طرح کام کرکے اگر کوئی دلال اجرت حاصل کرتا ہے تو یہ ناجائز ہے۔(۴)......اگر دلال اجرتِ مثلی وصول نہ کرے، بلکہ بیع کی قیمت پر فیصد کے تناسب سے اجرت وصول کرے تو یہ بھی جائز ہے۔(۱)

= ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": للمستأجر إيجار المأجور لآخر قبل القبض إن كان عقاراً وإن كان منقولاً فلا. فمنهم من قال بعدم جواز بالاتفاق لأنه إذا تلفت المنفعة المعقود عليها في الإجارة بهلاك المأجور يحصل غرر الانفساخ فما لا يجوز بيعه قبل القبض لا يجوز إجارته لأن الإجارة هي بيع المنفعة.

(۱/٦٧١،المادة:٥٨٦، الفصل الثاني، اسلامی قانون اجارہ:١١٦)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال في البزازية: إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة ، ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل. (٦٤/٩،كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " **عمدة القاري للعيني** " :وقال أبو حنيفة: إن دفع له ألف درهم يشتري بها بزاً بأجر عشر دراهم فهو فاسد، وكذلك لو قال : اشتر مائة ثوب فهو فاسد، فإن اشترى فله أجر مثله، ولا يجاوز ما سمى من =

دلالی کی اجرت متعین کرنا

مسئلہ(۳۵۸): دلالی (Commision Agent) کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ بائع دلال سے کہے کہ تو جو سامان بیچے گا، اس کی قیمت کا دو فیصد یا ایک فیصد تجھے ملے گا، اس طرح کی دلالی، اجرت متعین کر کے کیجاوے تو مفتی بہ قول کے مطابق جائز ہوگی۔(۱)

= الأجر. (۱۳۲/۱۲، کتاب الإجارة، باب أجر السمسرة)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": قال في التاتارخانية : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير فذاك حرام عليهم، وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال: أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز، فجوزه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام.

(۸۷/۹، كتاب الإجارة، مطلب في أجرة الدلال، كذا في خلاصة الفتاوى:۱۱٦/۳، وكذا في الفتاوى الهندية: ٤٥٠/٤)

ما في " **الهداية** ": قال: ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النجش وهو أن يزيد في الثمن ولا يريد الشراء ليرغب غيره. (٦٦/٤، باب بيع الفاسد ، فصل فيما يكره، اسلامی قانون اجاره: ۱۱۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **عمدة القاری شرح صحيح البخاری** " : قال ابن عباس : لا بأس أن يقول : بع هذا الثوب فما زاد على كذا وكذا فهو لك ، علقه البخاري ، ووصله ابن أبي شيبة عن هشيم عن عمرو بن دينار عن ابن عباس نحوه وهذا سند صحيح.(۴۰۳/۱۱)

ما فی " **اعلاء السنن** " : وشرط جوازها عند الجمهور أن تكون الأجرة معلومة ، قلت: والحاصل أن أجرة السمسار ضربان: إجارة وجعالة، فالأول يكون مدة معلومة يجتهد فيها للبيع ، وهذا جائز بلا خلاف، فإن باع قبل ذلك أخذ بحسابه، وإن انقضى الأجل أخذ كامل الأجرة .(۱٦/ ٢٤٤، ٢٤٥)

ما فی "**رد المحتار علی الدر المختار**": قال في التاترخانية: وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل =

جعالہ کی تعریف اوراس کے جواز کی شرطیں

مسئلہ (۳۵۹): لغت میں......جعالہ اس کو کہا جاتا ہے، کہ کوئی انسان کسی دوسرے کیلئے کسی کام کے عوض کچھ مال مقرر کردے(۱)۔

اصطلاح میں......جعالہ کہتے ہیں، کسی متعین عوض کو، کسی معلوم یا مجہول عمل کے کرنے پر لازم کرنا(۲)۔

جعالہ کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ کوئی شخص یہ اعلان کردے کہ جو شخص میرا گمشدہ سامان لادے گا، میں اس کو اپنی طرف سے اتنا اتنا انعام دوں گا(۳)۔

= وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا ، فذاك حرام عليهم ، وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار؟ قال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل، وكثير من هذا غير جائز، فجوزه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام .(۸۷/۹)

ما في " **الفتاوى الهندية** ": وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل.

(٤٥١/٤، خلاصة الفتاوى:۱۱٦/۳، مكتبه رشيديه، اسلامى قانون اجاره:۱۱۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": تعريف الجعالة : الجعالة أو الجعل أو الجعلية لغة : هي ما يجعل للإنسان على فعل شيء أو ما يُعطاه الإنسان على أمر يفعله ، وتسمى عند القانونيين الوعد بالجائزة (أي المكافأة أو الجعل أو الأجر المعين) فهي عقد أو التزام بإرادة منفردة. (۳۸٦٤/٥، الفصل الرابع الجعالة)

(۲) ما في " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": وشرعاً : التزام عوض معلوم على عمل معين ، أو مجهول ، عسر عمله. (۳۸٦٤/٥)

(۳) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** " :مثل قول القائل : من رد عليّ دابتي الشاردة ، أو متاعي الضائع ، أو بنى لي هذا الحائط أو حفر لي هذا البئر حتى يصل إلى الماء ، أو خاط لي قميصاً أو ثوباً ، فله كذا.(۳۸٦٤/٥) =

اس کے جواز کیلئے چار شرطیں ہیں:

۱-...... جعالہ کے درست ہونے کے لئے صیغۂ جعالہ ضروری ہے، جیسے کوئی شخص یہ کہے:" **من رد علي ضالّتي فله كذا**" جو شخص میرا گمشدہ سامان لادے گا اس کو اتنا ملے گا(۱)۔

۲-......صحتِ جعالہ کیلئے متعاقدین کا عاقل بالغ سمجھدار اور تصرف کا اہل ہونا ضروری ہے، لہذا نابالغ، مجنون اور سفیہ مجور کے اعلان کرنے سے جعالہ درست نہیں ہوگا(۲)۔

۳-...... جعالہ میں عمل خواہ معلوم ہو یا مجہول، دونوں صورتوں میں جعالہ درست ہوتا ہے(۳)۔

۴-......جعالہ جس کو انعام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا متعین اور مباح ہونا ضروری ہے، لہذا اگر جعالہ مباح نہ ہو بلکہ حرام ہو تو اس کا وصول کرنا جائز نہیں (۴)، جعالہ کی یہ صورتِ مذکورہ ائمہ

= (۱) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته**" : الجعالة التزام بإرادة واحدة فلا تتحقق إلا بصيغة من الجاعل من الصيغ السابقة في تعريفها ونحوها ، تدل على إذن بالعمل بطلب صريح ، بعوض معلوم مقصود عادة ملتزم به.(۳۸۶۶/۵،۳۸۶۷)

(۲) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته**" : أولاً : أهلية التعاقد : يشترط عند الشافعية والحنابلة في الجاعل مالكاً كان أو غيره أن يكون مطلق التصرف (بالغاً عاقلاً رشيداً) ، فلا يصح من صبيٍ ومجنون ومحجور سفه.(۳۸۶۸/۵)

(۳) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته**": ثانياً : أن الجعالة عقد يحتمل الغرر، وتجوز جهالة العمل والمدة بخلاف الإجارة، فالعمل في الجعالة قد يكون معلوماً أو مجهولاً غير معلوم كرد بهيمةٍ ضالةٍ وحفر بئر حتى يخرج منها الماء وكما تصح الجعالة على عمل مجهول أو معلوم تصح جهالة المدة.

(۳۸۶۷/۵،۳۸۶۸)

(٤) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته**": ثالثاً : أن تكون المنفعة معلومة حقيقة، مباحاً الانتفاع بها شرعاً، فلا تجوز الجعالة على إخراج الجن من شخص، ولا على حل سحر مثلاً، لأنه يتعذر معرفة كون الجن خرج=

ثلاثہ(امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک جائز ہے(۱)، فقہائے احناف نے جعالہ کو بوجہ عمومِ بلویٰ وضرورت استحساناً جائز کہا ہے، ورنہ قیاساً جعالہ جائز نہیں ہے(۲)۔

= أم لا، أو انحل السحر أم لا، كما لا تجوز الجعالة على ما يحرم نفعه كالغناء والزمر والنواح وسائر المحرمات، والقاعدة في ذلك: أن كل ما جاز أخذ العوض عليه في الإجارة، جاز أخذ العوض عليه في الجعالة، وما لا يجوز أخذ العوض عليه في الإجارة، لا يجوز أخذ الجعل عليه. لقوله تعالى: ﴿**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾.(۳۸٦۹/٥)

(١) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": وتجوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة، بدليل قوله تعالى في قصة يوسف مع إخوته: ﴿ **قالوا نفقد صواع الملك، ولمن جاء به حمل بعير، وأنا به زعيم**﴾[يوسف:٧٢] . أي كفيل . وبدليل ما جاء في السنة من أخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة (أم القرآن)، وهو ما رواه الجماعة إلا النسائي عن أبي سعيد الخدري: " أن ناساً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أتوا حياً من أحياء العرب، فلم يُقروهم (يضيفوهم)، فبينماهم كذلك إذ لدغ سيد أولئك، فقالوا: هل فيكم راقٍ؟ فقالوا: لم تقرونا، فلا نفعل أو تجعلوا لنا جعلاً، فجعلوا لهم قطيع شاءٍ، فجعل رجل يقرأ بأم القرآن، ويجمع بزاقه، ويتفل، فبرأ الرجل، فأتوهم بالشاء، فقالوا: لا نأخذها حتى نسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فضحك، وقال: **وما أدراک إنها رقية خذوها واضربوا لي فيها بسهم**".

(۳۸٦٦/٥، كذا في بذل المجهود: ٦٢٦/١١، رقم الحديث: ۳۸۹۹، وكذا في الترمذي: ٢٦/٢، أبواب الطب عن رسول الله)

(٢) ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** ": لا تجوز الجعالة عند الحنفية لما فيها من الغرر أي جهالة العمل والمدة قياساً على سائر الإجارات التي يشترط لها معلومية العمل والمأجور والأجرة والمدة، وإنما أجازوا فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق . (٣٨٦٥/٥، اسلام کا قانون اجاره: ۸۲، ۱۰٦)

اسلامی بینک کا قرض داروں سے سروس چارج لینا

مسئلہ(۳۶۰): اسلامی بینک(Islamic bank) کے لئے اپنے قرض داروں سے بطور سروس چارج(Service charge) کے کچھ رقم وصول کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:

۱-......قرض دار سے جو رقم وصول کی جائے وہ ان اخراجات سے تجاوز نہ کرے، جو اس منصوبہ پر قرض کے اجراء کے لئے لازم آتے ہوں۔

۲-......اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ اگر اخراجات کی تحدید ممکن ہو تو یہ صورت احکامِ شریعت کے زیادہ موافق ہوگی، اور اس کے بارے میں کوئی کلام نہ ہوگا، اور اگر ہر منصوبہ کے الگ الگ اخراجات کی تحدید ممکن نہ ہو تو اس صورت میں بینک کے لئے اس سے واقعی اخراجات طلب کرنے کے بجائے، قرض جاری کرنے سے پہلے اور بعد میں کیجانے والی دفتری کارروائی کی اجرت وصول کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ اجرت اس قسم کے کاموں پر لیجانے والی اجرتِ مثل سے زیادہ نہ ہو۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": يستحق القاضي الأجر على كتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما يجوز لغيره كالمفتي فإنه يستحق أجر المثل على كتابة الفتوى لأن الواجب عليه الجواب باللسان دون الكتابة بالبنان، ومع هذا الكف أولى احترازاً عن القيل والقال وصيانة لماء الوجه عن الابتذال. بزازية."درمختار".

قوله : (قدر ما يجوز لغيره) قال في جامع الفصولين: للقاضي أن يأخذ ما يجوز لغيره ، وما قيل في كل ألف خمسة دراهم لا نقول به ولا يليق ذلك بالفقه، وأي مشقة للكاتب في كثرة الثمن؟ وإنما أجر مثله بقدر مشقته أو بقدر عمله في صنعته أيضاً كحكاك وثقاب يستأجر بأجر كثير في مشقة قليلة اهـ . قال بعض الفضلاء: أفهم ذلك جواز أخذ الأجرة الزائدة وإن كان العمل مشقته قليلة ونظرهم لمنفعة المكتوب له.اهـ. =

اصلاح ومرمت کی ذمہ داری مالک کی ہوگی

مسئلہ(۳۶۱): وہ کام جن کا تعلق مکان کی تعمیر اور عمارت سے ہے، ان کی اصلاح ومرمت کروانے کی ذمہ داری مالک کی ہے، جیسے رنگ وروغن کروانا، دیوار یا فرش وغیرہ کہیں سے خراب ہوجائے تو اس کی مرمت کرنا وغیرہ۔

چنانچہ جن کاموں کی ذمہ داری مالکِ مکان پر ہے، اور وہ ان کاموں کو انجام نہ دے، تو اس کی وجہ سے اگر کرایہ دار مکان یا دکان خالی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، البتہ اگر کرایہ دار کرایہ کا معاملہ کرنے سے پہلے، یا کرتے وقت ان عیوب کو دیکھے جن کی اصلاح ومرمت مالک کی ذمہ داری ہے، اوراس پر راضی رہے اوراس کو ٹھیک کروانے کا مطالبہ نہ کرے، تو اس صورت میں کرایہ دار کو مکان خالی کرنے کی اجازت نہ ہوگی، اوراگر عقد کے وقت کرایہ دار نے ان خرابیوں کو دیکھ کر مرمت کروانے کا مطالبہ کردیا تھا، تو اس صورت میں کرایہ دار کو یہ حق حاصل ہوگا کہ ان خرابیوں کی مرمت نہ

= قلت: ولا يخرج ذلك عن أجرة مثله، فإنه من تفرغ لهذا العمل كثقاب اللآلي مثلاً لا يأخذ الأجر على قدر مشقته فإنه لا يقوم بمؤنته ولو ألزمناه ذلك لزم ضياع هذه الصنعة فكان ذلك أجر مثله.

(۱۲۷/۹، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب في صك القاضي والمفتي)

ما فی " **الفتاوى البزازية على هامش الهندية** ": وفي الدلال والسمسار أجر المثل وما تواضعوا أن من كل عشرة كذا حرام عليهم، يجوز للمفتي أخذ الأجرة على كتبه الجواب بقدره لأن اللازم عليه الجواب باللسان لا الكتابة. (فإن قلت) إذا كان الواجب عليه الجواب فقد حصل بالكتابة ووقع عن الواجب كما في خصال الكفارة أيّ فرد يوجد يقع عن الواجب فلا يجوز أخذ الأجرة كما في سائر الواجبات. (قلت:) الوجوب مقصور على الجواب والكتابة زائدة عليه بخلاف الخصال لأن الواجب ثمة واحد غير معين يتعين بالفعل. (۴۹/۵، كتاب الإجارة، في الأعمال التي لا تصح الإجارة بها وتصح)

ہونے کی وجہ سے عقدِ اجارہ فسخ کر کے دکان یا مکان خالی کر دے۔(۱)

مال کا ضمان (Risk) کب منتقل ہوتا ہے؟

مسئلہ (۳۶۲): عام طور پر سامان کی شپ مینٹ (Shipment) یعنی سامان کو جہاز کے ذریعہ امپورٹر (Importer) کی طرف منتقل کرنے کے تین طریقے ہوتے ہیں:

پہلا طریقہ:......ایف، او، بی (F.O.B) جس میں ایکسپورٹر (Exporter) کی صرف یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سامان جہاز پر روانہ کرادے، آگے انکا کرایہ اور دوسرے مصارف خود امپورٹر یعنی درآمد کرنے والا ادا کرتا ہے، اس صورت میں شپنگ کمپنی (Shiping company) امپورٹر کی ایجنٹ ہوتی ہے، لہذا جس وقت شپنگ کمپنی اس سامان پر قبضہ کرلے گی تو اس کا قبضہ امپورٹر کا قبضہ سمجھا جائے گا، اوراس سامان کا ضمان (Risk) اسی وقت خریدار یعنی امپورٹر کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

دوسرا طریقہ :...... سی اینڈ ایف (C.&.F) کے طریقے سے مال روانہ کرنا، یعنی جس

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": وفي إجارة الدار وعمارة الدار وتطيينها وإصلاح الميزاب وما كان من البناء يكون على صاحب الدار، وكذلك كل سترة تركها يخل بالسكنى يكون على رب الدار، فإن أبى صاحب الدار أن يفعل ذلك كان للمستأجر أن يخرج منها إلا أن يكون استأجرها وهي كذلك وقد رآها فحينئذ يكون راضياً بالعيب.

(۴/۴۵۵، كتاب الإجارة، الباب السابع عشر فيما يجب على المستأجر وفيما يجب على الآجر)

ما فی " **خلاصة الفتاوى** ": وعمارة الدار وتطيينها وإصلاح ميزابها على الآجر.

(۳/۱۴۸، كتاب الإجارة، الفصل التاسع فيما على الآجر وفيما على المستأجر)

میں سامان کو بھیجنے کا کرایہ، ایکسپورٹر (برآمد کرنے والا) ادا کرتا ہے، اس صورت میں بھی تاجروں کے درمیان موجودہ عرف یہی ہے کہ سی اینڈ ایف (C.&.F) کی صورت میں بھی شپنگ کمپنی (Shipping company) کو امپورٹر (درآمد کرنے والا) کا ہی ایجنٹ سمجھا جاتا ہے، جب کہ کرایہ ایکسپورٹر ادا کررہا ہے، تو جس وقت ایکسپورٹر نے وہ سامان شپنگ کمپنی کے حوالہ کردیا، اسی وقت اس سامان کا رسک (ضمان) امپورٹر کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

تیسرا طریقہ:......سی آئی ایف (C.I.F) کے ذریعہ سامان روانہ کرنا، چوں کہ تیسرا طریقہ بھی دوسرے طریقے ہی کی طرح ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں ایکسپورٹر، امپورٹر کے لیے مال کا بیمہ کراتا ہے، اور اس بیمہ کا فائدہ بھی امپورٹر کو حاصل ہوتا ہے، ایکسپورٹر بیمہ کرانے اور مال جہاز پر چڑھانے کے بعد فارغ ہوجاتا ہے، لہذا اس کا حکم بھی دوسرے طریقے کی طرح ہوگا، گویا عرفِ عام کی وجہ سے ایف، او، بی- سی اینڈ ایف- اور سی، آئی، ایف، تینوں طریقوں میں شپ مینٹ کے بعد مال کا ضمان (رسک) امپورٹر کی طرف شرعاً منتقل ہوجاتا ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الکتاب**": لقوله تعالى: ﴿**فابعثوا أحدكم بورقكم هذه المدينة فلينظر أيها أزكى طعاماً فليأتكم برزقٍ منه**﴾.(سورة الكهف:۱۹)

ما فی "**الحدیث**": عن حكيم بن حزام أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث حكيم بن حزام ليشترى له أضحية بدينار فاشترى أضحية فأربح فيها ديناراً فاشترى أخرى مكانها فجاء بالأضحية والدينار إلى رسو ل الله صلى الله عليه وسلم فقال: "**ضح بالشاة وتصدق بالدينار**".

(السنن الترمذي: ۱/۲۳۸، أبواب البيوع، السنن لأبي داود: ۲/۴۸۰، كتاب البيوع، باب في المضارب يخالف) =

تالا بندی یا کارخانہ بندی (Capitalism)

مسئلہ(۳۶۳): سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کے ظلم کی وجہ سے، کبھی تنخواہ بڑھانے کے لیے ہڑتال (Tradeunion)، یا تالا بندی کا سہارا لیا جاتا ہے، مگر شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں، اگر اسلامی قانونِ اجارہ کو نافذ کیا جائے، توان شاء اللہ اس طرح کی صورتِ حال ہی پیدا نہ ہو۔(۱)

= ما فی " **الهداية** ": قال: كل عقد جاز أن يعقده الإنسان بنفسه جاز أن يؤكل به غيره لأن الإنسان قد يعجز عن المباشرة بنفسه على اعتبار بعض الأحوال، فيحتاج إلى أن يؤكل به غيره فيكون بسبيل منه دفعاً للحاجة ، وقد صح أن النبي عليه السلام وكل بالشراء حكيم بن حزام وبالتزوج عمرو بن أم سلمة .... وقال : ويجوز الوكالة بالخصومة في سائر الحقوق، وكذا قالوا بإيفائها واستفائها.

(۱۷۷/۳، كتاب الوكالة)

وفيه أيضاً: فإن هلك المبيع في يده قبل حبسه هلك من مال المؤكل ولم يسقط الثمن لأن يده كيد المؤكل فإذا لم يحبسه يصير المؤكل قابضاً بيده.(الهداية :۱۸۳/۳، باب الوكالة بالبيع والشراء)

ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** " : مؤنة التسليم أي كلفته النفقات التي تلزم المشتري هي: ۱-...... نفقة التسليم في بيع المجازفة ۲-...... النفقة التي تتعلق بالثمن ۳-...... أجرة كتابة الصك ٤-...... النفقات التي يلزمه أداء ها في بعض الأحوال بمقتضى العرف والعادة ، النفقات التي تلزم البائع هي: ۱-...... نفقة تسليم المبيع ۲ -...... النفقة التي يكون مكلفاً بأدائها في بعض الأحيان حسب العرف والعادة.(۲۷۱/۱، البيوع ، الفصل الرابع في مؤنة التسليم ولوازم اتمامه)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": يلزم تعيين المأجور. (۲۰۵/۱، المادة: ٤٤٩)

وأيضاً: يشترط أن تكون الأجرة معلومة. (۵۰۳/۱، المادة: ٤٥٠)

وأيضاً: تكون المنفعة معلومة في استئجار أهل الصنعة ببيان العمل يعني بتعيين ما يعمل الأجير.

(۵۰۷/۱، المادة: ٤٥٥) =

ناجائز کاموں پر اجرت وصول کرنا

حرام طریقے سے حاصل ہونے والی چیز کرایہ پر لینا

مسئلہ (۳٦٤): ایسی چیز کو اجرت اور کرایہ پر لینا جس کے متعلق یہ معلوم ہو، کہ اس کے حصول میں حرام مال استعمال ہوا ہو جائز نہیں ہے۔(۱)

گانا بجانا یا موسیقی پر اجرت لینا

مسئلہ (۳٦٥): گانا بجانا، نوحہ، طبلہ، موسیقی وغیرہ پر اجرت لینا شرعاً جائز نہیں، اس لیے کہ گانا بجانا موسیقی وغیرہ اسلام میں حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اور گناہ پر اجرت لینا جائز نہیں (۲)۔

= ما في " **الفقه الإسلامي وأدلته** ": أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع من المنازعة فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة لا يصح العقد، لأن هذه الجهالة تمنع من التسليم والتسلم، فلا يحصل المقصود من العقد. (٣٨٠٩/٥)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الفتاوى الهندية** ": ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو. (٤٤٩/٤، كتاب الإجارة ، الباب السادس عشر، الفصل الرابع)

ما في "**رد المحتار على الدر المختار**": رجل اكتسب مالاً من الحرام ثم اشترى فهذا على خمسة أوجه: أما إن وقع تلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها ....أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم أواشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم .... قال الكرخي: في الوجه الأول والثاني لا يطيب، وفي الثلاث الأخيرة يطيب، قال أبوبكر: لا يطيب في الكل لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس........ لكثرة الحرام .

(٤٩٠/٧، كتاب البيوع ، باب المتفرقات ، مطلب : إذا اكتسب حراماً ثم اشترى فهو على خمسة أوجه)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما في " **المبسوط للسرخسي** ": ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو لأنه معصية والاستئجار على المعاصي باطل فإن بعقد الإجارة يستحق تسليم المعقود =

اسی طرح نرکو مادہ پر چڑھانے کی اجرت لینا بھی حرام ہے(۱)۔

= عليه شرعاً ولا يجوز أن يستحق على المرء فعل به يكون عاصياً شرعاً.

(١٦/٣٧، ٣٨، باب الإجارة الفاسدة، الاختيار لتعليل المختار:٢/٣١٨، فصل فساد الإجارة، ردالمحتار: ٩/٧٥، كتاب الإجارة ، مطلب في الاستئجار على المعاصي، البحرالرائق:٨/ ٣٢_٣٤، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة، الفتاوى الولوالجية:٣/٣٣٣، كتاب الإجارة ، الفصل الأول فيما تجوز الإجارة وفيما لا تجوز إلى آخره، نصب الراية:٤/٣٣١، باب الإجارة الفاسدة)

(١) ما فى " **الحديث** ": وعن ابن عمر قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عسب الفحل.

(السنن لأبي داود:ص٤٨٦، كتاب البيوع ، باب في عسب الفحل، صحيح البخاري :١/٣٠٥، كتاب الإجارة)

ما فى " **الجامع الصغير فى أحاديث البشير النذير للسيوطي** ": ست خصال من السحت: رشوة الإمام وهي أخبث ذلك كله، وثمن الكلب وعسب الفحل ومهر البغي وكسب الحجام وحلوان الكاهن .

(٢/٢٨٦، رقم الحديث:٤٦٥٤)

ما فى " **المبسوط للسرخسى** ": وإذا استأجر فحلاً لينزيه لم يجز للأثر الذي جاء به النهي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن التيس ، ولأن المقصود الماء ولا قيمة له وصاحب الفحل يلتزم إيفاء ما لا يقدر على تسليمه .

(١٦/ ٤١، باب الإجارة الفاسدة ، فتح القدير:٩/١٠٠، كتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة)

ما فى " **رد المحتار على الدر المختار** ": ولا تصح الإجارة لعسب التيس وهونزوه على الإناث."**درمختار**". قال ابن عابدين الشامي: قوله: (لا تصح الإجارة لعسب التيس) لأنه عمل لا يقدر عليه وهو الإحبال.

(٩/٧٥، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، قبيل مطلب في الاستئجار على المعاصي، مجمع البحرين:٣٨٦، فصل فيما يجوز من الإجارة وما يفسد منها)

ما فى " **نصب الرأية** ": ولا يجوز أخذ أجرة عسب التيس وهو أن يؤجر فحلاً لينزو على الإناث لقوله عليه الصلاة والسلام:"**إن من السحت عسب التيس**". والمراد أخذ الأجرة عليه.

(٤/٣٢٥، باب الإجارة الفاسدة، الاختيار لتعليل المختار:٢/٣١٨، فصل فساد الإجارة، فتاوى محموديه:١٧/١٠٩)

اسٹیڈیم کے ٹکٹ خریدنا

مسئلہ(۳۶۶): اسٹیڈیم میں مختلف قسم کے کھیل اور ان کے میچ وغیرہ ہوتے ہیں،ان میچوں کو دکھانے کیلئے اسٹیڈیم کی انتظامیہ داخلہ کا ٹکٹ وصول کرتی ہے،ٹکٹ لے کر اسٹیڈیم میں جانا اور میچ دیکھنا اس وقت جائز ہوگا،جبکہ اس میچ میں کھلاڑیوں کا پوشاک ایسا ہو جس سے ستر پوشی ہوتی ہو،کھیلنے والے نامحرم نہ ہوں،اور اسٹیڈیم میں کوئی خلافِ شرع امور انجام نہ دیئے جاتے ہوں، بے حیائی کے مظاہرے نہ ہوتے ہوں۔

اور اگر اسٹیڈیم میں نامحرم کھیل رہے ہوں، یا ان کے ستر ڈھکے ہوئے نہ ہوں، یا اس کے علاوہ کوئی اور خلافِ شرع امور انجام دیئے جارہے ہوں، یا اسٹیڈیم میں کھیل کے علاوہ کوئی اور خلافِ شرع پروگرام ہورہا ہو،تو پھر ایسی صورت میں اسٹیڈیم کے ٹکٹ لینا اور دینا دونوں جائز نہیں ہیں۔

لیکن چونکہ اب یہ سب ممکن نہیں،اس لئے کہ وہاں تالیاں بجائی جاتی ہیں،سیٹیاں کسی جاتی ہیں،مزاق اڑایا جاتا ہے،ایک دوسرے کی دل آزاری کی جاتی ہے،عورتیں اغل بغل میں نیم برہنہ لباس میں ہوتی ہیں،اور سب سے اہم بات یہ کہ وقت ضائع ہوتا ہے،جبکہ وقت سب سے قیمتی سامان ہے،لایعنی کام میں آدمی مصروف رہتا ہے،نیز وہاں فاسقوں اور فاجروں کا اجتماع ہوتا ہے،اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”**من حسن إسلام المرء ترکه ما لا یعنیه**“. آدمی کے عمدہ اخلاق میں یہ ہے کہ وہ لایعنی (فضول، بےسود، بےکار وغیر مفید) امور کو ترک کردے،لہذا اولیٰ وبہتر یہ ہے کہ اسٹیڈیم میں نہ جائے۔(۱)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی ”**الفتاوی الهندیة**“: ولا تجوز الإجارة علی شيء من الغناء والنوح والمزامیر والطبل وشيء من اللهو وعلی هذا الحداء وقراءة الشعر وغیره، ولا أجر في ذلك، وهذا كله قول أبي حنیفة وأبي یوسف ومحمد رحمهم الله تعالی. (۴۴۹/۴، كتاب الإجارة، الفصل الثالث) =

انشورنس کمپنی کا ایجنٹ بننا

مسئلہ(۳۶۷): انشورنس کمپنی کا ایجنٹ بننا تعاون علی الاثم کی بنا پرنا جائز ہے۔(۱)

دورِحاضر میں وکالت کا پیشہ اختیار کرنا

مسئلہ(۳۶۸): دورِحاضر میں وکالت کا پیشہ چونکہ جھوٹ، فریب اور چرب لسانی کا ذریعہ ہوتا ہے، اورحق وباطل میں کوئی لحاظ باقی نہیں رہتا، لہذا وکالت کا پیشہ ترک کرکے اور کوئی حلال روزی تلاش

= ما فی " **المجموع شرح المهذب**": ولا تجوز على المنافع المحرمة لأنه يحرم فلا يجوز أخذ العوض عليه كالميتة والدم. (۳/۱۵)

ما في " **المقاصد الشرعية للخادمي** " : " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً ".(ص٤٦، اسلامی قانون اجاره:٤٢٧)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " :لقوله تعالى : ﴿**وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان، واتقوا الله إن الله شديد العقاب**﴾.(المائدة: ۲)

ما في " **روح المعاني** " : وأورد صاحب روح المعاني تحت قوله تعالى: ﴿ **فلن أكون ظهيراً للمجرمين** ﴾. حديثاً، ينادي مناد يوم القيامة : أين الظلمة وأشباه الظلمة ، وأعوان الظلمة ، حتى من لاق لهم دواة أو برى لهم قلماً ، فيجمعون في تابوت من حديد ، فيرمى بهم فى جهنم .

(روح المعاني :۱۱/۸۵، مكتبة زكريا)

ما في " **القرآن الكريم** " : لقوله تعالى : ﴿**يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله**﴾.(البقرة: ۲۷۸، ۲۷۹)

ما في " **السنن لإبن ماجة** " : عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم " **لعن آكل الربوا ومؤكله وشاهديه وكاتبه** ". (۱/۱٦٥، باب التغليظ في الربا، السنن لأبي داود : ۲/٤٧٣، كتاب البيوع ، باب آكل الربا وموكله، آپ کے مسائل اور ان کا حل:٦/٢٥٨)

کرنا چاہیے، ہاں اگر اس بات کا التزام ہو کہ جو حق پر ہوگا اسی کی وکالت کرے گا، اور خود کو اس پر پورا اطمینان بھی ہو، تو پھر پیشۂ وکالت جائز ہے۔(۱)

فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ملازمت اختیار کرنا

مسئلہ(۳۶۹): فائیو اسٹار (5-Star) ہوٹلوں میں اگر ملازمت کا تعلق حرام کاموں سے ہو، مثلاً شراب پیش کرنا وغیرہ، تو یہ ملازمت شرعاً ناجائز اور حرام ہے (۲)، ہاں اگر کوئی ملازمت

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": قال تعالى :﴿ **وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾. [سورة المائدة :۲].......... وقوله تعالى : ﴿ **واتقوا يوماً ترجعون فيه إلى الله ثم توفى كل نفس ما كسبت وهم لا يظلمون**﴾. [البقرة:۱۸۱].......... وقوله تعالى : ﴿ **هٰأنتم هؤلاء جادلتم عنهم في الحيوة الدنيا ، فمن يجادل الله عنهم يوم القيامة أم من يكون عليهم وكيلا**﴾.(النساء:۱۰۹)

ما فی " **الفقه الإسلامی وأدلته** " : والدليل على جواز التوكيل بالخصومة هو حاجة الناس، إذ ليس كل أحد يهتدي إلى وجوه الخصومات، وقد صح أن علياً وكل عقيلاً عند أبي بكر رضي الله عنهم ، وبعدما أسن وكل عبد الله بن جعفر عند عثمان رضي الله عنهما، وقال: إن للخصومة قُحَماً وإن الشيطان ليحضرها وإني لأكره أن أحضرها. (۴۰۷۲/۵)

وفيه أيضاً: الأصل في الوكالة الإباحة ، وقد تصبح مندوبة إن كانت إعانة على مندوب ، وقد تصير مكروهة إن أعانت على مكروه، وقد تكون حراماً إن أعانت على حرام ، وقد تكون واجبة إن دفعت ضرراً عن الموكل. (۴۰۶۱/۵)

ما فی " **اعلام الموقعين** " : بقاعدة فقهية : " وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود". (۱۷۵/۳)

(۲) ما فی " **جامع الترمذی** ": " **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة: عاصرها** =

نہ ملے اور فائیو اسٹار (5-Star) ہوٹل میں کوئی غیر حرام کام ہو، یا حرام اور حلال دونوں ہوں مگر حلال غالب ہو تو جائز ہے، مگر ساتھ ہی دوسری جگہ ملازمت کی فکر جاری رکھنی چاہیے، اور تنخواہ حلال یا غالب حلال آمدنی سے ہونی چاہیے(۱)۔

طاعات پر اجرت وصول کرنا

تعلیمِ قرآن وغیرہ پر اجرت لینا

مسئلہ (۳۷۰): اجرت علی الطاعات یعنی تعلیمِ قرآن، فقہ، اذان، تدریس وحج بدل وغیرہ پر اجرت وصول کرنا جائز نہیں، مگر فقہائے متاخرین نے ضرورۃً (اندیشۂ ضیاع دین کی بناء پر) تعلیمِ قرآن وفقہ، اذان وتدریس وغیرہ پر اجرت وصول کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔(۲)

= **ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وساقيها وبايعها وآكل ثمنها والمشتري لها والمشتراة له**".

(۱/۲۴۲، أبواب البيوع، باب ما جاء في بيع الخمر والنهي عن ذلك، سنن أبي داود:۲/۵۱۷، كتاب الأشربة، باب العصير للخمر، وكذا في سنن ابن ماجة: كتاب الأشربة باب لعنة الخمر على عشرة أوجه)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **قواعد الفقه** ": " الأصل في الأشياء الإباحة". (ص: ۵۹)

(۲) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": ولا لأجل الطاعات مثل الأذان والجمع والإمام وتعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان . " درمختار"........... قال ابن عابدين : قوله: (ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن) قال في الهداية : وبعض مشايخنا رحمهم الله استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التواني في الأمور الدينية ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى..................وقد اتفقت كلمتهم جميعاً على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز، ثم استثنوا بعده ما علمته ، فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على أن المفتى به ليس هو جواز =

تراویح سنانے پر اجرت لینا

مسئلہ(۳۷۱): (۱) محض تراویح میں قرآن شریف سنانے پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں ہے، اجرت دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوں گے، اور اجرت لینے والا قرآن سنانے کے ثواب سے محروم رہے گا، اور اگر بلا اجرت تراویح سنانے والا نہ ملے تو" **ألم تر کیف**" سے تراویح پڑھیں۔

(۲)......اگر کسی جگہ کا یہ رواج ہو کہ سنانے والے کو کچھ نہ دیا جاتا ہو، اور وہ محض ثواب کی نیت سے سناتا ہو، یا صاف طور پر تصریح کردی جاتی ہو کہ یہاں سے کچھ نہیں دیا جائے گا، اور سنانے والے کے ذہن میں بھی یہ بات نہ ہو کہ یہاں سے کچھ ملے گا، اور کچھ نہ دینے کے باوجود بھی وہ آئندہ سنانے سے پہلوتہی نہیں کرے گا، پھر اگر کوئی شخص از خود قرآن کریم سنانے والے کی کوئی خدمت کرے، تو اس کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔(۱)

=الاستئجار علی کل طاعة، بل علی ما ذکروہ فقط مما فیه ضرورة تبیح الخروج عن أصل المذهب من طرو المنع .

(۷۶/۹، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحریر مهم في عدم جواز الاستئجار علی التلاوة والتهلیل ونحوہ مما لا ضرورة فیه)

ما فی " **الاختیار لتعلیل المختار** ": ولا تجوز الإجارة علی الطاعات کالحج والأذان والإمامة وتعلیم القرآن والفقه وبعض أصحابنا المتأخرون قال: یجوز علی التعلیم والإمامة في زماننا وعلیه الفتوی لحاجة الناس إلیه وظهور التواني في الأمور الدینیة ، وکسل الناس في الاحتساب فلو امتنع یضع حفظ القرآن.

(۳۱۸/۲، کتاب الإجارات، فصل فساد الإجارة، المبسوط للسرخسي: ۳۷/۱۶، باب الإجارة الفاسدة، نصب الرایة:۳۳۱/۴، کتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة ، البحر الرائق :۳۴/۸، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، فتاوی محمودیه: ۸۶/۶۸/۱۷)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** " : لقوله تعالی:﴿ **ولا تشتروا بآیاتي ثمناً قلیلاً**﴾. (البقرة:۴۱)

ما فی " **المصنف لإبن أبی شیبة** ": عن زاذان قال: سمعته یقول : " **من قرأ القرآن یأکل به ، جاء یوم** =

....

....

....

= **القيامة ووجهه عظمٌ ليس عليه لحم**". (٢٣٨/٥، رقم الحديث:٧٨٢٤)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار**": وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القاري للدنيا والآخذ والمعطي آثمان، فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراء ة الأجزاء بالأجرة لا يجوز، لأن فيه الأمر بالقراء ة وإعطاء الثواب للآمر والقراء ة لأجل المال .

(٧٧/٩، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة)

ما فی " **الهداية**": والأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليه عندنا .... لقوله عليه السلام: " **اقرأوا القرآن ولا تأكلوا به**" .

(٣٠٣/٣، كتاب الإجارات ، باب الإجارة الفاسدة)

ما فی " **المصنف لإبن أبی شيبة**" : عن عبد الله بن شبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **اقرؤوا القرآن ولا تأكلوا به، ولا تستكثروا به، ولا تجفوا عنه، ولا تغلوا فيه**".

(٢٣٨/٥، كتاب الصلوة، باب في الرجل يقوم بالناس في رمضان فيعطى، رقم الحديث:٧٨٢٥، مجموعة رسائل ابن عابدين : ١٦٦/١، الرسالة السابعة ، شفاء العليل وبل الغليل في حكم الوصية بالختمات والتهاليل، مكتبة دار احياء التراث العربي بيروت)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار**": وما في الخانية من أنه يجوز للإمام والمفتي قبول الهدية، وإجابة الدعوة الخاصة، ثم قال: إلا أن يراد بالإمام إمام الجامع .... والأولى في حقهم إن كانت الهدية لأجل ما يحمل منهم من الإفتاء والوعظ والتعليم عدم القبول ليكون علمهم خالصاً لله تعالى، وإن أهدى إليهم تحبباً وتودداً لعلمهم وصلاحهم فالأولى القبول .... وهذا إذا لم يكن بطريق الأجرة بل مجرد هدية.(٤٩/٧، ٥٠، كتاب القضاء، مطلب في حكم الهدية للمفتي)

تعویذات پر اجرت لینا

مسئلہ(۳۷۲): تعویذات بھی ایک قسم کا معالجہ ہے، اگر کوئی شخص اس سلسلے میں اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو اور اس میں کوئی غلط چیز استعمال نہ کرتا ہو، اور نہ کسی غلط کام کے لئے تعویذ دیتا ہو، تو اس پر اجرت لینا درست ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن لأبي داود** " : عن أبي سعيد الخدري أن رهطاً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم انطلقوا في سفرة سافروها فنزلوا بحي من أحياء العرب فقال بعضهم : إن سيدنا لدغ فهل عند أحد منكم شيء ينفع صاحبنا؟ فقال رجل من القوم : نعم والله إني لأرقى ولكن استضفناكم فأبيتم أن تضيفونا ما أنا براق حتى تجعلوا لي جعلاً فجعلوا له قطيعاً من الشاء فأتاه فقرأ عليه أم الكتاب ويتفل حتى برأ كأنما انشط من عقال قال : فأوفاهم جعلهم الذي صالحوهم عليه فقالوا : اقتسموا فقال الذي رقى : لا تفعلوا حتى نأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم فنستأمره فغدوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكروا له فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **من أين علمتم أنها رقية أحسنتم اقتسموا واضربوا لي معكم بسهم** ". (ص٥٤٤، كتاب الطب ، باب كيف الرقى)

ما في " **شرح معاني الآثار** " : ولا بأس بالاستئجار على الرقى والعلاجات كلها وإن كنا نعلم أن المستأجر على ذلك قد يدخل فيما يرقى به بعض القرآن لأنه ليس على الناس أن يرقى بعضهم بعضاً فإذا استوجروا فيه على أن يعملوا ما ليس عليهم أن يعملوا جاز ذلك .

(ص٢٤٦، كتاب الإجارات ، باب الاستئجار على تعليم القرآن)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** " : جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوي.

(٦٨/٩، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحرير مهم في عدم جواز التلاوة والتهليل ونحوه)

ما في " **تكملة فتح الملهم** " : إن الرقية ليست بقربة محضة فجاز أخذ الأجرة عليها.

(٣٣٠/٤، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن، فتاوى حقانيه:٢٥٩/٦، فتاوى محموديه:١٠٠/١٧)

كتاب الحظر والإباحة

(مباحات ومحظورات کا بیان)

حظر، اباحت، استحسان اور کراہیت کی تعریف

حظر:......جس کا ارتکاب باعثِ گناہ اور جس سے بچنا باعثِ ثواب ہے۔

اباحت: ......شریعت کا ایسا حکم جس میں نہ تو کرنے کا مطالبہ ہو اور نہ ہی باز رہنے کا، بلکہ کرنے اور نہ کرنے دونوں کا اختیار ہو، فقہ کا اصول ہے: " **الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم إباحته**". اشیاء میں اصل اباحت ہے، یہاں تک کہ اس کے عدمِ اباحت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔

نوٹ:...... اس اصول کا تعلق معاملات خصوصاً مالی امور سے ہے، عبادات میں اصل حرمت وممانعت ہے، جب تک کہ شارع کی طرف سے اس کے ثبوت پر کوئی دلیل موجود نہ ہو، اور معاملات واشیاء میں اصل اباحت ہے، جب تک اس کی حرمت پر کوئی نص صراحۃً یا اشارۃً وارد نہ ہو۔

استحسان: ......لغۃً ...... کسی چیز کو اچھا اور بہتر سمجھنا، خواہ علم کی بنیاد پر ہو یا جہالت کی بنیاد پر۔

کراہت: ......"کراہت" کرہ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی انکار اور مشقت کے ہیں، اسی نسبت سے ایسی چیز کو مکروہ کہا جاتا ہے جو ناپسندیدہ ہو۔ "مکروہ" یہ فقہاء کی ایک اہم اصطلاح ہے، جو کراہت سے ماخوذ ہے۔

حرام:...... جس چیز کو شریعت نے تاکید وقوت سے منع کیا ہو، اس کو حرام کہتے ہیں۔

مکروہ:...... جس کی ممانعت اس درجہ شدید نہ ہو، اسے مکروہ کہتے ہیں، پھر مکروہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مکروہ تحریمی:......جو حرام کے قریب ہو وہ مکروہِ تحریمی۔

(۲) مکروہ تنزیہی:...... جو جائز وحلال کے قریب ہو وہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ (قاموس الفقہ)

کتبِ فقہیہ میں اس باب کو " **الحظر والإباحة** " کے علاوہ اور بھی دیگر ناموں سے موسوم کیا گیا ہے مثلاً: " **كتاب الاستحسان**" اور " **كتاب الكراهية/ الكراهة** "۔

(بدائع الصنائع: ٤/ ٢٨٨)

" **كتاب الحظر والإباحة** " نام رکھنا اس کے مقتضاء کی طرف مشیر ہے کہ اس کتاب میں معاشرتی، معاملتی اور عبادتی، محرمات ومحللاتِ شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے۔

" **كتاب الكراهية/ الكراهة** " سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کتاب میں عموماً محرمات کا بیان ہوتا ہے، اور ہر محرم شرعاً مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہوتی ہے، اس لیے کراہت محبت اور رضاء کی ضد ہے۔

" **كتاب الاستحسان** " سے موسوم اس وجہ سے کیا جاتا ہے، کہ اس کتاب میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو عقل وشرع مستحسن اور بہتر سمجھتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

مباح وممنوع مسائل

اجنبی مردوں اورعورتوں کے مادۂ منویہ کا اختلاط

مسئلہ(۳۷۳): استقرارِحمل کی غیر فطری مصنوعی صورت یعنی ٹیسٹ بے بی ٹیوب (Testbabytube) کو اپنا کر، عورت کے رحم میں اس کے شوہر کے علاوہ کسی اور شخص کے مادۂ منویہ کو داخل کرنا، اگرچہ شوہر کی اجازت ہی سے کیوں نہ ہو شرعاً حرام ہے۔(۱)

میاں بیوی کا مادۂ منویہ ٹیوب میں بار آور کرنا

مسئلہ(۳۷۴): اگرکسی خاتون کو فطری طریقہ پر استقرارِحمل نہ ہو، تو ٹیسٹ بے بی ٹیوب (Testbabytube) کے ذریعہ شوہر کا نطفہ اورعورت کا بیضہ لے کر ٹیوب میں اسے بار آور کرنے کے بعد، اسی خاتون کے رحم میں ڈالنا شرعاً جائز ہوگا، بشرطیکہ بے پردگی وغیرہ سے بچنے میں پوری احتیاط برتی جائے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **السنن لأبي داود** ": عن حنش الصنعاني عن رويفع بن ثابت الأنصاري قال: قام فينا خطيباً قال: أما إني لا أقول لكم إلا ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يوم حنين قال: " **لا يحل لإمرئٍ يؤمن بالله واليوم الآخر أن يسقى ماء ه زرع غيره**". (۱/۲۹۳، باب في وطي السبايا)

ما فی " **حجة الله البالغة** ": منها: معرفة براء ة رحمها من مائه لئلا تختلط الأنساب، فإن النسب أحدّ ما يتشاح به، ويطلبه العقلاء، وهو من خواص نوع الإنسان، ومما امتاز به من سائر الحيوان.

(۲/۲٤۸، باب العدة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالى: ﴿**فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم**﴾.(سورة المائدة:۳) =

ضبطِ ولادت ومنعِ حمل اور ''ہم دو ہمارے دو'' کا نعرہ

مسئلہ(۳۷۵): کوئی ایسا عمل جس کا مقصد نسلِ انسانی کو منقطع کرنا، یا محدود کرنا ہو، اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور ناجائز ہے۔

بطور فیشن خاندان کو مختصر کرنا جیسے آج کل یہ نعرہ دیا جارہا ہے''ہم دو اور ہمارا ایک''''ہم دو ہمارے دو'' دو بچوں میں ہے خوشحالی ، روز مناؤ عید دیوالی، اور یہ بہانہ بنا کر، کہ بچوں کی کثرت مشغولیتوں کو متاثر کرنے اور سماجی دلچسپیوں میں رکاوٹ کا ذریعہ ہوا کرتی ہے، آپریشن کروانا اور ولادت کے سلسلے کو روک دینا بھی کسی حال میں جائز نہیں۔(۱)

= ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم**" : " الضرورات تبيح المحظورات ".(۱/۳۰۷)

ما في " **تحفة الفقهاء** ": ولا يباح المس والنظر إلى ما بين السرة والركبة إلا في حالة الضرورة بأن كانت المرأة ختانة تختن النساء .

(۳/۳۳٤، الحظر والإباحة، المبسوط للسرخسي: ۱۰/ ۱۵٦، كتاب الاستحسان، خلاصة الفتاوى: ٤/۳٦۳، الفصل الخامس، نوع منه)

والحجة على ما قلنا:

ما في " **الكتاب** ": لقوله تعالى: ﴿ **يآيها الذين آمنوا لا تحرموا طيبٰت ما أحل الله لكم ولا تعتدوا إن الله لا يحب المعتدين**﴾. (سورة المائدة:۸۷)

ما في " **الكتاب** ": لقوله تعالى:﴿ **ولا تقتلوا أولادكم من إملاق نحن نرزقكم وإياهم**﴾.[سورة الأنعام :۱۵۲]..........وقوله تعالى : ﴿**ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم، إن قتلهم كان خطأً كبيراً**﴾. [سورة بني اسرائيل:۳۱]........... وأيضاً : ﴿**ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله**﴾. (النساء:۱۱۹)

ما في " **مشكوٰة المصابيح** ": وعن معقل بن يسار قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **تزودوا** =

....

....

الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم". رواه أبوداود.(ص: ۲٦٧، كتاب النكاح)

ما فی " **الجامع الصغير فی أحاديث البشير النذير للسيوطی** ": (عن النبي صلى الله عليه وسلم :) " **تناكحوا تكثُروا فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة** ". (عن سعيد بن أبي هلال مرسلاً) (ص: ۲۰۲، حرف التاء، رقم الحديث: ۳۳٦٦)

ما فی " **السنن إبن ماجة** ": عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **النكاح من سنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني وتزوجوا (وفي نسخة: فتزوجوا) فإني مكاثرٌ بكم الأمم**".

(ص: ۱۳۳، باب فضل النكاح)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": عن سعيد قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العزل، فقال:" ما من كل الماءِ يكون الولد، وإذا أراد الله خلق شيءِ لم يمنعه شيء.رواه مسلم. (ص: ۲۷٦،۲۷٥)

ما فی " **الكتاب** ": قوله تعالى : ﴿ **لله ملك السموات والأرض يخلق ما يشاء يهب لمن يشاء إناثاً ويهب لمن يشاء الذكور، أو يزوجهم ذكراناً وإناثاً ويجعل من يشاء عقيماً إنه عليم قدير**﴾.

(سورة الشوریٰ:۵۰،۴۹)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": أما خصاء الآدمي حرام .(۵۵۷/۹، الحظر والإباحة)

ما فی " **حجة الله البالغة** ": وفي حجة الله البالغة : اعلم أن الله تعالى لما خلق الإنسان مدنياً بالطبع ، وتعلقت إرادته ببقاء النوع بالتناسل وجب أن يرغب الشرع في التناسل أشد رغبة، وينهى عن قطع النسل وعن الأسباب المفضية إليه أشد نهي، وكان أعظم أسباب النسل وأكثر ها وجوداً وأفضاها إليه وأحثها عليه هو شهوة الفرج، فإنها كالمسلط عليهم منهم يقهرهم على ابتغاء النسل أشاء وا أم أبوا . وفي جريان الرسم بإتيان الغلمان ووطء النساء في أدبارهن تغيير خلق الله حيث منع المسلط على شيء من إفضائه إلى ما قصد له وأشد ذلك كله ، وطء الغلمان فإنه تغيير لخلق الله من الجانبين وتأنث الرجال أقبح الخصال، وكذلك جريان الرسم بقطع أعضاء النسل واستعمال الأدوية القامعة للباء ة والتبتل وغيرها تغيير لخلق الله عز وجل وإهمال لطلب النسل. (۲۳۴/۲، آداب المباشرة)

بحالتِ مجبوری عارضی مانعِ حمل تدابیر کا اختیار کرنا

مسئلہ(۳۷۶): موجود بچہ کی پرورش، رضاعت، اورنشوونما میں اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے، تو ایسی صورت میں بچوں میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کے لیے، عارضی مانعِ حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔(۱)

عام حالت میں منعِ حمل ادویہ کا استعمال

مسئلہ(۳۷۷): عارضی منعِ حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لیے دوصورتوں میں درست ہے۔

ا-......عورت بہت زیادہ کمزور ہو، اور ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہوسکتی ،

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي الفتاوى: إن خاف من الولد السوء في الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان ، فليعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها اهـ.

(۳۳۵/٤، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم العزل)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": امرأة مرضعة ظهر بها حبل وانقطع لبنها وتخاف على ولدها الهلاك وليس لأبى هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر يباح لها أن تعالج في استنزال الدم ما دام نطفة أو مضغة أو علقة لم يخلق له عضو وخلقه لا يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوماً.

(۳٥٦/٥، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات)

ما فی " **فقه النوازل** ": أما إذا كان منع الحمل لضرورة محققة، ككون المرأة لا تلد ولادة عادية وتضطر معها إلى إجراء عملية جراحية لإخراج الولد، أو كا ن تأخيره لفترة ما لمصلحة يراها الزوجان، فإنه لا مانع حينئذ من منع الحمل أو تأخيره؛ عملاً بما جاء في الأحاديث الصحيحة، وما روي عن جمع من الصحابة رضوان الله عليهم من جواز العزل، وتمشياً مع ما صرح به بعض الفقهاء من جواز شرب الدواء لإلقاء النطفة قبل الأربعين ، بل قد يتعين منع الحمل في حالة ثبوت الضرورة المحققة.

(١٦/٤، وثيقة رقم : ٢٢٠، منع الحمل وتحديد النسل)

اوراستقرارِ حمل سے اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

۲/...... ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں، ناقابلِ برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلا ہونے کا قوی خطرہ ہو(۱)۔

نوٹ:...... ان دوصورتوں کے علاوہ عام حالات میں (بلاضرورتِ شدیدہ) کسی مرد وعورت کے لیے، منعِ حمل کی تدابیر اختیار کرنا جائز نہیں (۲)، بلکہ ایسا کرنا قتلِ اولاد کے زمرے میں داخل ہے(۳)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوی الهندية** ": رجل عزل عن امرأته بغير إذنها لما يخاف من الولد السوء في هذا الزمان فظاهر جواب الكتاب أن لا يسعه وذكر هنا يسعه لسوء هذا الزمان كذا في الكبرى. (٣٥٦/٥)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي الفتاوى: إن خاف من الولد السوء في الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان فليعتبر مثله في الأعذار مسقطاً لإذنها. (٣٣٥/٤)

ما فی " **الأشباه والنظائر** ": " الضرورات تبيح المحظورات ".(ص: ٣٠٨)

وأيضاً: " ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها ".(ص: ٣٠٨)

(۲) ما فی " **الصحيح المسلم** ": ثم سألوه عن العزل: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**ذلك الوأد الخفي، وهي: ﴿وإذا الموؤدة سئلت﴾**".

(٤٦٦/١، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة وهي وطی المرضع وكراهة العزل، كذا في التفسير المظهري : ١٧٦/١٠)

ما فی " **فقه النوازل** ": ونظراً إلى أن القول بتحديد النسل أو منع الحمل مصادم للفطرة الإنسانية التي فطر الله الخلق عليها وللشريعة الإسلامية التي ارتضاها الرب تعالى لعباده.(١٦/٤)

وأيضاً : أما الدعوة إلى تحديد النسل أو منع الحمل بصفة عامة فلا تجوز شرعاً. (١٨/٤)

(۳) ما فی " **الكتاب** ": قال الله تعالى: ﴿ **ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم إن قتلهم كان خِطأً كبيراً** ﴾.[الإسراء: ٣١] ﴿**ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق**﴾. (الإسراء:٣٣)

پوسٹ مارٹم کا شرعی حکم

مسئلہ(۳۷۸): پوسٹ مارٹم میں میت کی بے حرمتی اور انسانیت کی توہین ہوتی ہے، لہٰذا شرعاً یہ ممنوع ہوگا، اگر قانونی طور پر پوسٹ مارٹم ضروری ہو تو بر بنائے مجبوری اس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱)ما فی " **الكتاب** ": قال الله تعالی:﴿ **ولقد كرمنا بني آدم وحملنٰهم في البر والبحر** ﴾.

(سورة الإسراء : ۷۰)

ما فی " **المؤطا للإمام مالک**": قال مالك : إنه بلغه أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم كانت تقول :" **كسر عظم المسلم ميتاً ككسره وهو حي**". قال مالك : نعني في الإثم .

(ص: ۸۳، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الاختفاء النبش)

ما فی " **أوجز المسالک إلى مؤطا مالک** ": قال الباجي : تريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حياته، وإن كسر عظامه في حال موته يحرم كما يحرم كسرها حال حياته وقد أخرج أحمد وأبوداود وابن ماجة عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "**كسر عظم الميت ككسره عظم الحي**" .... ثم قال الباجي: يريد مالك أنهما لا يتساويان في القصاص وغيره ، وإنما يتساويان في الإثم. (٤/ ٥٨٧، ٥٨٨، كتاب الجنائز)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العفو عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له .... إلا أن يجاب بأن المراد تكريم صورته وخلقته، ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر.

(٧/ ٢٤٥، كتاب البيوع، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً ، الفتاوى الهندية: ٥/ ٣٥٤، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي)

اعداء اسلام کی سازش اور حقانیتِ اسلام

مسئله(۳۷۹): آج کل اسلام کے خلاف ایک عجیب وغریب سازش زور پکڑتی جارہی ہے، اور وہ ہے تہذیبی وثقافتی انضمام اور وحدتِ ادیان کا تصور، جب دشمنِ اسلام کی اسلام کے مخالف تمام تدابیر ناکام ہوئیں، تو اس نے مایوس ہوکر یہ گھناؤنی سازش اپنائی اور نعرہ لگایا کہ تمام مذاہب کا معبود ایک ہی ہے، صرف نام کا فرق ہے وغیرہ وغیرہ، قرآن وحدیث کی رو سے یہ تصور باطل اور عملی طور پر غیر مفید ہے، بلکہ ایمان وعقیدہ کے لیے انتہائی مضر ہے، اس سے اسلامی تشخص باقی نہیں رہتا، حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اسلام حق ہے، اور اس کے مقابل سب ادیان باطل ہیں، اسی لئے قرآن نے اعلان کردیا:......﴿**ومن یبتغ غیر الإسلام دیناً فلن یقبل منه**﴾. ترجمہ:...... اور جوکوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔

(البقرة:۸۵)

اور ایک جگہ ارشاد ہے:﴿**إن الدین عند الله الإسلام**﴾ ترجمہ:...... یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ (آل عمران:۱۹)

یہ دونوں آیتیں اور ان جیسی اور بھی دیگر آیات اس پر شاہد ہیں، لہذا مسلمانوں کو اس معاملہ میں کشادہ دلی جتلانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، اللہ ہم سب کو تادمِ اخیر دینِ اسلام پر ثابت قدم، اور ہر طرح کی باطل سازشوں سے محفوظ رکھے۔(۱)

---

(۱) ما في ” **مختصر تفسیر ابن کثیر** “: قال تعالی: ﴿**ومن یبتغ غیر الإسلام دیناً فلن یقبل منه**﴾، أي من سلك طریقاً سوی ما شرعه الله فلن یقبل منه ﴿وهو في الآخرة من الخاسرین﴾، کما قال النبي صلی الله علیه وسلم في الحدیث الصحیح : ”**من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهو رد**“.

(۱/۲۹٦، آل عمران:۸۵، تفسیر القشیري : ۱/۱۵۷) =

....

....

= ما فی " **التفسير المظهری** ": ﴿**ومن يبتغ غير الإسلام**﴾ غير التوحيد والانقياد لحكم الله، أو المراد غير دين محمد صلى الله عليه وسلم الناسخ لجميع الأديان ﴿**ديناً فلن يقبل منه**﴾ لأنه غير ما أمر الله به وارتضاه ﴿**وهو في الآخرة من الخٰسرين**﴾ لأنه معرض عن الإسلام وطالب لغيره فهو فاقد للنيع واقع في الخسران بإبطال الفطرة السليمة. (۸٦/۲)

ما فی " **التفسير الكبير للإمام الرازی** ": اعلم أنه تعالى لما قال في آخر الآية المتقدمة ﴿**ونحن له مسلمون**﴾ [آل عمران:۸٤] أتبعه بأن بين في هذه الآية أن الدين ليس إلا الإسلام ، وأن كل دين سوى الإسلام فإنه غير مقبول عند الله ، لأن القبول للعمل هو أن يرضى الله ذلك العمل ، ويرضى عن فاعله ويثيبه عليه .... ثم بين تعالى أن كل من له دين سوى الإسلام فكما أنه لا يكون مقبولاً عند الله، فكذلك يكون من الخاسرين ، والخسران في الآخرة يكون بحرمان الثواب وحصول العقاب. (۲۸۲/۳)

ما فی " **التفسير القشيری** ": قوله جل ذكره: ﴿**إن الدين عند الله الإسلام**﴾.............

............والإسلام هو الإخلاص والاستسلام ، وما سواه فمردود ، وطريق النجاة على صاحبه مسدود. (۱۳۸/۱)

ما فی " **التفسير الكبير للإمام الرازی** ": الأول أن التقدير شهد الله أنه لا إله إلا هو إن الدين عند الله الإسلام وذلك لأن كونه تعالى واحداً موجب أن يكون الدين الحق هو الإسلام لأن دين الإسلام هو المشتمل على هذه الوحدانية .... فإن الإسلام إذا كان هو الدين المشتمل على التوحيد ، والله تعالى شهد بهذه الوحدانية كان اللازم من ذلك أن يكون الدين عند الله الإسلام. (۱۷۱/۳)

ما فی " **مختصر تفسير ابن كثير** ": قوله تعالى : (إن الدين عند الله الإسلام) إخبار منه تعالى بأنه لا دين عنده يقبله من أحد سوى الإسلام وهو اتباع الرسل فيما بعثهم الله به في كل حين ، حين ختموا بمحمد صلى الله عليه وسلم فمن لقي الله بعد بعثة محمد صلى الله عليه وسلم بدين على غير شريعته فليس بمتقبل كما قال تعالى:﴿ **ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه**﴾.

(۲۷۲/۱، تفسير المظهري :۲۸/۲، صفوة التفاسير:۱۸٤/۱)

غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات

مسئلہ(۳۸۰): قرآن وحدیث کی بہت سی تعلیمات وہ ہیں جو مسلم معاشرہ کے پیش نظر دی گئی ہیں، لیکن معنوی لحاظ سے یہ عام ہدایات ہیں، ان سے غیر مسلم خارج نہیں ہیں، ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی ساتھ جو سلوک کرنا چاہیے وہی سلوک غیر مسلم کے ساتھ بھی روا رکھنا چاہیے، خصوصاً اس معاملہ میں پڑوسی مقدم ہیں، کیوں کہ انسان کا عملاً سب سے قریبی تعلق اس کے پڑوسی سے ہوتا ہے، یہ تعلق جتنا مضبوط ہو وہ اتنا ہی سکون اور اطمینان محسوس کرتا ہے، اگر کسی کو یہ یقین ہو کہ پڑوسی سے اس کو کوئی گزند، خطرہ اور نقصان نہیں پہونچے گا، بلکہ اس کی جان، مال، عزت وآبرو محفوظ رہیگی، اور وہ اس کے دکھ ودرد اور خوشی وغمی میں شریک رہیگا، تو وہ یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ کاروبارِ زندگی میں اپنی ذمہ داری ادا کرسکتا ہے، ورنہ اسے سخت دشواریوں کا سامنا ہوگا، اسلام نے انسان کو بہترین پڑوسی بننے کی تعلیم دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ دے''(۱)۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی '' **السنن أبی داود** '': عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''**من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيراً أو ليصمت**''.(۲/۷۰۱، كتاب الأدب، باب في حق الجوار)

ما فی '' **مشكوٰة المصابيح**'': عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:'' **والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن ، قيل : من يا رسول الله؟ قال:'' الذي لا يؤمن جاره بوائقه** ''.متفق عليه.

(۴۲۲، الفصل الأول، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

تاکید کے ساتھ فرمایا کہ ''جب سالن پکاؤ تو پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسیوں میں سے جس کے گھر ضرورت ہو اس میں سے کچھ بھیج دو'' (۱)۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے یہاں بکری ذبح ہوئی تو آپؓ نے گھر والوں سے دریافت کیا کہ ہمارے فلاں یہودی پڑوسی کو اس میں سے کچھ بھیجا ہے؟ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے پڑوسی کے سلسلے میں اس قدر تاکید کرتے تھے، کہ مجھے خیال ہوتا تھا کہ وہ اسے وارث نہ بنادیں (۲)۔

قرآن کریم میں پڑوسی کی ایک قسم ''**الجار الجنب**'' بتائی گئی ہے، بعض علماء نے اس سے یہودی اور نصرانی کو مراد لیا ہے، علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا

---

(۱) ما فی '' **الصحیح المسلم** '' : عن عبد الله بن الصامت عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :'' **يا أبا ذر إذا طبخت مرقةً فأكثر ماء ها وتعاهد جيرانک**''.

(۲/۳۲۹، کتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار والإحسان إليه)

(۲) ما فی '' **السنن لأبي داود** '': عن عبد الله بن عمرو أنه ذبح شاة فقال : أهديتم لجاري اليهودي ؟ فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : '' **ما زال جبرائيل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه**''. (۲/۷۰۱،کتاب الأدب، باب في حق الجوار)

ما فی '' **الجامع لأحكام القرآن للقرطبی** '' : ﴿**والجار ذي القربى والجار الجنب**﴾....... أي والجار ذي الجنب أي ذي الناحية ، وقال نوف الشامي : '' الجار ذي القربى'' المسلم ''والجار الجنب'' اليهودي والنصراني، قلت: وعلى هذا فالوصاة بالجار مأمور بها مندوب إليها مسلماً كان أو كافراً، وهو الصحيح .... وروي عن أبي شريح أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:'' **والله لا يؤمن والله لايؤمن والله لا يؤمن ، قيل : يا رسول الله ومن؟ قال: الذي لا يأمن بوائقه**'' . وهذا عام في كل جارٍ وقد أكد عليه السلام ترك إذابته بقسمه ثلاث مرات. (۵/۱۸۳، ۱۸۴)

مندوب اور پسندیدہ ہے، خواہ پڑوسی مسلمان ہو یا کافر(۱)۔مزید فرماتے ہیں کہ علماء نے کہا کہ پڑوسی کے اکرام واحترام میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ مطلق ہیں، اس میں مسلم وکافر کی کوئی قید نہیں، لہذا اس کا بھی اکرام واحترام کرنا چاہیے۔

مذکورہ احادیث اور فقہاء کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات عام ہیں، اس کا تعلق صرف مسلمانوں سے نہیں ہے، ان پر عمل جس طرح اسلام کے ماننے والوں کے ساتھ ہوگا، اسی طرح دیگر مذاہب والوں کے ساتھ بھی ہوگا۔

غیر مسلموں کے علاقوں میں رہائش اختیار کرنا

مسئلہ(۳۸۱): مسلمانوں کو مخلوط آبادی میں رہائش پذیر ہونا مناسب نہیں، بلکہ مسلمانوں کی اپنی الگ آبادی ہونی چاہیے، یا مسلم اکثریتی علاقوں میں رہنا بہتر ہے، تاکہ مسجد کی وجہ سے نماز کا اہتمام، اور مکتب کی وجہ سے اپنی اولاد کی بنیادی تعلیم کا نظم ہو سکے، مخلوط علاقے میں رہنے سے پڑوس کی وجہ سے تہذیب کا اثر پڑتا ہے، جیسا کہ ماضی میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے، ان کے درمیان رہنے سے نفع کم اور مضرت

---

(۱) ما في "**الجامع لأحكام القرآن للقرطبي**" : قال العلماء : الأحاديث في إكرام الجار جاء ت مطلقة غير مقيدة حتى الكافر كما بينا، وفي الخبز قالوا: يا رسول الله! أنطعمهم من لحوم النسك؟ قال: "**لا تطعموا المشركين من نسک المسلمين**" ونهينا عن إطعام المشركين من نسك المسلمين يحتمل النسك الواجب في الذمة الذي لا يجوز للناسك أن يأكل منه ولا أن يطعمه الأغنياء، فأما غير الواجب الذي يجزيه إطعام الأغنياء فجائز أن يطعمه أهل الذمة، قال النبي صلى الله عليه وسلم لعائشة عند تفريق لحم الأضحية :" **أبدى بجارنا اليهودي**". وروي أن شاة ذبحت في أهل عبد الله بن عمر فلما جاء قال: أهديتم لجارنا اليهودي ؟ ثلاث مرات سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :" **ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه**". (۱۸۸/۵)

وخطرات زیادہ ہیں، اور مزید یہ کہ غیر مسلموں میں رہنے کی وجہ سے ان کی تہذیب کے اثرات سے نئی نسل کا متاثر ہو جانا بھی یقینی ہے، جس سے عقائد، عادات وعبادات پر زد پڑ سکتی ہے، اور ملک کے حالات کے پیش نظر، اور آئے دن ہونے والے فسادات کی وجہ سے جانی ومالی نقصان سے بچنے کی تدبیر بھی یہ ہے کہ ان علاقوں میں نہ رہا جائے۔

مولانا ابوبکر قاسمی نے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کے حوالے سے غیر مسلموں کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کی پانچ صورتیں لکھی ہیں، جن میں سے تین صورتوں میں رہائش اختیار کرنا جائز اور دو صورتوں میں ناجائز لکھا ہے، جواز کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں جان ومال کو تحفظ حاصل نہ ہو، یا یہ کہ ہمہ وقت بلا کسی جرم کے گرفتار ہو جانے یا قتل کر دیے جانے کا شدید خطرہ لاحق ہو، اور غیر مسلموں کی مخلوط آبادی میں رہائش اختیار کرنے کے علاوہ بچنے کی کوئی صورت نہ ہو۔

دوسری صورت یہ کہ مسلمانوں کی آبادی میں معاشی وسائل حاصل نہ ہوں، اس کے برعکس غیر مسلموں کی آبادی میں رہنے سے جائز ملازمت مل جائے یا کسی مسلمان کو حلال روزی کے حصول کے خاطر غیر مسلموں کی آبادی میں رہنا پڑ جائے۔

تیسری صورت یہ کہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے اور ان کو مسلمان بنانے کی نیت، یا جو مسلمان پہلے سے غیر مسلموں کے ساتھ مقیم ہیں، ان کو دینِ اسلام پر جمے رہنے کی تلقین کرنے کی غرض سے رہائش اختیار کی جائے، لیکن یہ تینوں صورتیں اس وقت جائز ہیں، جب کہ ان میں دو شرطیں پائی جائیں، ایک یہ کہ احکامِ اسلام پر مکمل طور پر کاربند رہیں، اور دوسرے یہ کہ مروجہ منکرات ومحظورات سے بالکل محفوظ رہیں۔

عدمِ جواز کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ بقدرِ کفاف معاشی وسائل حاصل

ہونے کے باوجود، خوش حالی وخوش عیشی کی نیت سے غیر مسلموں کے ساتھ رہائش اختیار کی جائے۔

اور دوسری صورت یہ کہ سماج وسوسائٹی میں معزز بننے، یا دوسرے مسلمانوں پر اپنی بڑائی کے اظہار، یا اپنی عملی زندگی میں غیر مسلموں کا طرز اختیار کرکے، ان جیسا بننے کی نیت سے رہائش اختیار کی جائے، تو شرعاً یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": قال تعالى:﴿ **لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين ومن يفعل ذلک فليس من الله في شيء إلا أن تتقوا منهم تقٰة**﴾. (سورة آل عمران:۲۸)

ما فی "**مشكوٰة المصابيح** ": عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **من أحب لله وأبغض لله وأعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان**". رواه أبوداود والترمذي.

(۱/۱٤، كتاب الإيمان، الفصل الأول)

ما فی " **الفتاوى الهندية** ": لا بأس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة إذا كان مما لا بد منه كذا في السراجية. (٥/٣٤٨، كتاب الكراهية، الباب الرابع)

ما فی " **مجمع الزوائد** ": عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **اطلبوا الرزق في خبايا الأرض**".

(٤/٧٢، كتاب البيوع، باب الكسب والتجارة ومحبتها والحث على طلب الرزق، رقم الحديث:٦٢٣٧)

ما فی " **بدائع الصنائع** ": لا بأس بحمل الثياب والمتاع والطعام ونحو ذلك إليهم لانعدام معنى الإمداد والإعانة، وعلى ذلك جرت العادة من تجار الأنصار أنهم يدخلون دارالحرب للتجارة من غير ظهور الرد والإنكار عليهم إلا أن الترك أفضل لأنهم يستخفون بالمسلمين ويدعونهم إلى ما هم عليه، فكان الكف والإمساك عن الدخول من باب صيانة النفس عن الهوان والدين عن الزوال فكان أولىٰ.

(٩/٤٠٢، كتاب السير، فصل في بيان ما يكره حمله إلى دارالحرب)

ما فی " **الفتاوى البزازية على هامش الهندية** ": تعليم صفة الخالق مولانا جل جلاله للناس وبيان =

غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی اور حسنِ سلوک

مسئلہ(۳۸۲): انسانی ہمدردی کے تحت شرعی حدود میں رہتے ہوئے، مسلمانوں کا غیر مسلم برادری کے ساتھ حسنِ سلوک، مالی تعاون، مظلوموں کی مدد، بایں طور جائز ہے کہ وہ اسلام کے قریب ہوں ،اور نفرت کی بنیادیں ختم ہوں، تاکہ دعوتِ اسلام ان تک پہونچانا آسان ہو، نیز ان کو اسلامی تعلیمات کے اعلیٰ اخلاق اور کردار بتائے جائیں، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: " إنـــمـــا

= خصائص مذهب أهل السنة والجماعة من أهم الأمور وعلى الذين تصدوا للوعظ أن يلقنوا الناس في مجالسهم على منابرهم ذلك قال الله تعالى: ﴿**وذكر فإن الذكرىٰ تنفع المؤمنين**﴾ وعلى الذين يؤمّون في المساجد أن يعلموا جماعتهم شرائط الصلاة وشرائع الإسلام وخصائص مذهب الحق وإذا علموا في جماعتهم مبتدعاً أرشدوه.

(٦/ ٣٢٠، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، الباب الثاني فيما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون)

ما في " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم**" : بقاعدة فقهية :" الأمور بمقاصدها". (١/ ١١٣)

ما في " **الكتاب**": قال تعالى : ﴿ **الـذين يتخذون الكافرين أولياء من دون المومنين ، أيبتغون عندهم العزة فإن العزة لله جميعاً**﴾. (سورة النساء: ١٣٩)

ما في " **السنن لأبي داود** ": قال عليه الصلاة والسلام :" **من تشبه بقوم فهو منهم**". (ص: ٥٥٩)

ما في " **مـرقاة المفاتيح** " : قـولـه : (مـن تشبه بقوم) أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار.

(٨/ ٢٢٢، كتاب اللباس، رقم الحديث:٤٣٤٧)

ما في " **المقاصد الشرعية** ": وبقاعدة فقهية سداً للذرائع:" إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً ". (ص:٤٦)

ما في " **اعلام المؤقعين** ": " وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود". (٣/ ١٧٥)

بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"، کہ میں عمدہ اخلاق کے اتمام ہی کی غرض سے دنیا میں بھیجا گیا ہوں (۱)۔ لیکن ان کو اپنا دوست اور راز دار نہ بنائے، اور نہ ہی انہیں مسلمانوں پر کسی اعتبار سے فوقیت

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**مشكوٰة المصابيح**": عن مالك بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "بعثت لأتمم حسن الأخلاق". رواه أحمد عن أبي هريرة. (ص: ٤٣٢)

ما فی "**الحديث**": عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء**".

(السنن الترمذی: ١٤/٢، مشكوة المصابيح: ص٤٢٣)

ما فی "**مشكوٰة المصابيح**": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**الخلق عيال الله فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله**". روى البيهقي في شعب الإيمان. (ص٤٢٥)

وأيضاً: عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**خالق الناس بخلق حسن**". رواه أحمد والترمذي. (ص: ٤٣٢)

ما فی "**السنن الترمذی**": عن جرير بن عبد الله قال: قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم: "**من لم يرحم الناس لا يرحمه الله**". هذا حديث حسن صحيح. (١٤/٢)

ما فی "**شرح كتاب السير الكبير**": عن سلمة بن الأكوع قال: صليت الصبح مع النبي صلى الله عليه وسلم فوجدت مس كف بين كتفي فالتفت فإذا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: هل أنت واهب لي ابنة أم فرقة؟ قلت: نعم؛ فوهبتها له فبعث بها إلى خاله حزن بن أبي وهب وهو مشرك وهي مشركة وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس مائة دينار إلى مكة حين قحطوا وأمر بدفع ذلك إلى أبي سفيان بن حرب وصفوان بن أمية ليفرقا على فقراء أهل مكة، فقبل ذلك أبو سفيان وأبو صفوان، وقال: ما يريد محمد بهذا إلا أن يخدع شباننا، ولأن صلة الرحم محمود عند كل عاقل وفي كل دين، والإهداء إلى الغير من مكارم الأخلاق، وقال صلى الله عليه وسلم: "**بعثت لأتمم مكارم الأخلاق**". فعرفنا أن

دے، نیز ان کی طرف قلبی میلان بھی نہ ہو(۱)۔

غیر مسلموں کو ان کے تہواروں کے موقع پر مبارکباد دینا

مسئلہ(۳۸۳): غیر مسلموں کو ان کے تہواروں کے موقع پر مبارکباد دینا درست نہیں ہے، البتہ خیر سگالی کی غرض سے مبارکباد کے بدلہ بدھائی کا لفظ استعمال کرنے کی ضرورۃً گنجائش ہے، بشرطیکہ یہ دو باتیں پیش نظر ہوں: ۱-...... مذہب کی بنیاد پر منافرت کا ماحول ختم ہوگا۔ ۲-...... غیر مسلموں کے سماج میں مسلمانوں کے لیے محبت و ہمدردی کے جذبات پیدا ہونگے۔(۱)

ذلك حسن في حق المسلمين والمشركين جميعاً. (۱/۶۹، باب صلة المشرك)

(۱) ما فی " **الكتاب** " : قوله تعالى : ﴿ **لا يتخذ المؤمنون الكافرين أوليآء من دون المؤمنين**﴾.

ما فی " **مختصر تفسير ابن كثير** " : قال الإمام الحافظ عماد الدين في تفسير هذه الآية : نهى تبارك وتعالى عباده المؤمنين أن يوالوا الكافرين ، وأن يتخذوهم أولياء يسرون إليهم بالمودة من دون المؤمنين ثم توعدوهم على ذلك فقال تعالى: ﴿ **ومن يفعل ذلک فليس من الله في شيء**﴾، أي ومن يرتكب نهى الله من هذا فقد برئ من الله ، كما قال الله تعالى: ﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا عدوي وعدوكم أوليآء تلقون إليهم بالمودة**﴾ إلى أن قال: ﴿ **ومن يفعله منكم فقد ضل سواء السبيل**﴾، وقال تعالى: ﴿**يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء بعضهم أولياء بعض، ومن يتولهم منكم فإنه منهم**﴾ الآية، وقوله تعالى: ﴿ **يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا الكافرين أولياء من دون المؤمنين أتريدون أن تجعلوا لله عليكم سلطاناً مبيناً**﴾. (۱/۲۷۶، آل عمران:۲۸)

ما فی " **التفسير الكبير للإمام الرازی** ": قال الإمام الرازي في تفسير هذه الآية : الحكم الثالث للتقية: أنها إنما تجوز فيما يتعلق بإظهار الموالاة والمعاداة، وقد تجوز أيضاً فيما يتعلق بإظهار الدين ، فأما ما يرجع ضرره إلى الغير كالقتل والزنا وغصب الأموال، والشهادة بالزور وقذف المحصنات ، وإطلاع الكفار على عورات المسلمين فذلك غير جائز البتة. (۸/۱۹۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱/۶۴)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الفتاوى التاتارخانية** ": وفي التخيير: واتفق مشايخنا أن من رأى أمر الكفار حسناً فهو كافر =

قدرتی آفات کے موقع پر مسلم وغیر مسلم کے ساتھ صلہ رحمی کرنا

مسئلہ(۳۸۴): قدرتی آفات مثلاً: زلزلہ، سیلاب، متعدی امراض اور طوفان وغیرہ جب آتے ہیں، تو اس کا اثر سماج میں بسنے والے تمام ہی لوگوں پر پڑتا ہے، ایسے موقع پر مسلم تنظیموں کو حسنِ سلوک اور حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اور ہمارا رویہ برادرانِ وطن کے ساتھ ہمدردانہ ہونا چاہیے، اگر چہ وہ لوگ ایسے موقع پر بھی تنگ نظری سے کام لیں، مگر ہمیں اس کے جواب میں وسعتِ ظرفی اور وسعتِ نظری کا ثبوت دینا چاہیے، اوراس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوہ کو اپنانا چاہیے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قحط کے موقع پر جانی دشمنوں کی بھی مالی امداد فرمائی، البتہ عام حالات میں مسلمانوں کی ضرورتوں کو ترجیح دینا چاہیے۔(۱)

= ....اجتمع المجوس يوم النيروز فقال مسلم:" خوب رسمى نهاده اند"، أو قال:" نيك آئين نهاده اند" يخاف عليه الكفر.

(۴/۲۷۰، كتاب أحكام المرتدين، فصل في الخروج إلى النشيدة والذهاب إلى ضيافة)

ما فی " **شرح كتاب الفقه الأكبر للإمام الأعظم**": وفي التتمة : من اشترى يوم النوروز ما لا يشتريه غيره من المسلمين كفر، حكي عن أبي حفص الكبير البخاري: لو أن رجلاً عبد الله خمسين عاماً ثم جاء يوم النوروز فأهدى إلى بعض المشركين يريدتعظيم ذلك اليوم فقد كفر بالله العظيم وحبط عمله خمسين عاماً، ومن خرج إلى الشدة أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز كفر، لأن فيه إعلان الكفر، وكأنه أعانهم عليه وعلى قياس مسألة الخروج إلى النيروز المجوسي الموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم يوجب الكفر.(ص۳۰۶، فصل في الكفر صريحاً وكنايةً)

ما فی " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي**" : وبقاعدة فقهية :" الضرورات تبيح المحظورات" ...**أيضاً:** " ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها" . (۱/۳۰۷، ۳۰۸) **وأيضاً:** " إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما ".(۱/۳۱۹، فتاوى محموديه:۱۹/۵۶۷)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**": قال الله تعالى : ﴿**وما تنفقوا من خير فلأنفسكم ، وما تنفقون إلا ابتغاء وجه الله**، =

....

....

= **وما تنفقوا من خير يوف إليكم وأنتم لا تظلمون**﴾.(البقرة:٢٧٢)

ما فی " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبی**": روي عن سعيد بن جبير مرسلاً عن النبي صلى الله عليه وسلم في سبب نزول هذه الآية ان المسلمين كانوا يتصدقون على فقراء أهل الذمة فلما كثر فقراء المسلمين، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **لا تصدقوا إلا على أهل دينكم**". فنزلت هذه الآية مبيحة للصدقة على من ليس من دين الإسلام .... وروى ابن عباس قال: انه كان ناس من الأنصار لهم قرابات في بني قريظة والنضير، وكانوا لا يتصدقون عليهم رغبةً منهم في أن يسلموا إذا احتاجوا، فنزلت هذه الآية بسبب أولئك .... قال علمائنا: هذه الصدقة أبيحت لهم حسب ما تضمنته هذه الآثار هي صدقة التطوع، وأما الفريضة فلا يجزئ دفعها لكافر.

(٣٣٧/٢، مكتبة الغزالي دمشق، وكذا في روح المعاني:٧٢/٣)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله**". روى البيهقي في شعب الإيمان.(ص٤٢٥، باب النفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثالث)

ما فی " **شرح كتاب السير الكبير** ": وبه نأخذ فنقول: لا بأس بأن يصل المسلم المشرك قريباً كان أو بعيداً محارباً كان أو ذمياً لحديث سلمة بن الأكوع قال: صليتُ الصبح مع النبي صلى الله عليه وسلم، فوجدت مس كف بين كتفي، فالتفت فإذا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: هل أنت واهب لي ابنة أم قرفة؟ قلت: نعم؛ فوهبتها له، فبعث بها إلى خاله حزن بن أبي وهب وهو مشرك وهي مشركة، وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس مائة دينار إلى مكة حين قحطوا وأمر بدفع ذلك إلى أبي سفيان بن حرب وصفوان بن أمية ؛ ليفرقا على فقراء أهل مكة، فقبل ذلك أبو سفيان، وأبو صفوان، وقال: ما يريد محمد بهذا إلا أن يخدع شباننا، ولأن صلة الرحم محمود عند كل عاقل وفي كل دين، والإهداء إلى الغير من مكارم الأخلاق، وقال صلى الله عليه وسلم: "**بعثت لأتمم مكارم الأخلاق**".

(٦٩/١، ٧٠، باب صلة المشرك ، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت)

غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شرکت کرنا

مسئله(۳۸۵): غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات جن میں شرکیہ افعال انجام دیئے جاتے ہوں، مثلاً: رام لیلا دسہرہ، دیوالی، جنم دن گرو گو بند سنگھ، جنم دن گرو بابا نانک وغیرہ میں، مسلمانوں کا شرکت کرنا، کفار کے اجتماعات کی زینت ورونق بننے کے مترادف ہے، جو ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالی: ﴿**وقد نزل عليكم في الكتٰب أن إذا سمعتم آيٰت الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذاً مثلهم**﴾. ترجمہ:......اور حکم اتار چکا تم پر قرآن میں کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے، تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات میں، نہیں تو تم بھی انہیں جیسے ہوگئے۔(النساء: ۱٤۰)

ما فی " **روح المعاني** ": وهذا يقتضي الانزجار عن مجالستهم في تلك الحالة القبيحة، فكيف بموالاتهم والاعتزاز بهم ؟.......... والمعنى لا تقعدوا معهم وقت كفرهم واستهزائهم بالآيات ... .(معهم) كان المنافقون يجلسون إلى أحبار اليهود فيسخرون من القرآن فنهى الله تعالى المسلمين عن مجالستهم .... وهو مبني على أن الرضا بكفر الغير كفر من غير تفصيل، وهي رواية عن أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه، واستدل بعضهم بالآية على تحريم مجالسة الفساق والمبتدعين من أي جنس كانوا، وإليه ذهب ابن مسعود وإبراهيم وأبو وائل وبه قال عمر بن عبد العزيز.

(٤/٢٥٣ـ٢٥٥)

ما فی " **كنز العمال** ": عن عبد الله بن مسعود قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " **من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً فى عمله** ".

(١١/٩، رقم الحديث: ٢٤٧٣٠، كفاية المفتي: ٩/٦٦)

ما فی " **شرح كتاب الفقه الأكبر** ": وفي التتمة : من اشترى يوم النوروز مالا يشتريه غيره من المسلمين كفر، حكي عن أبي حفص الكبير البخاري: لو أن رجلاً عبد الله خمسين عاماً ثم جاء يوم النوروز فأهدى =

غیر مسلم پارٹیوں سے معاہدہ کرنا

مسئله(۳۸۶): ملی وقومی مفاد کے تحت ایسی غیر مسلم پارٹیوں سے معاہدہ کرنا چاہیے، جو متعصب، اسلام دشمن اور اسلام مخالف نہ ہو، اوراس معاہدہ میں کوئی ایسی شق نہ ہو جو اسلام یا مسلم مخالف ہو، یا جس سے اسلامی عقائد پر کوئی زد پڑتی ہو، اسی طرح وہ پارٹی مسلمانوں کے حق میں اچھی رائے رکھتی ہو، اور ساتھ ہی ساتھ معاہدہ شرعی حدود میں رہ کر ہو، ناجائز مطالبات کی تائید اس میں نہ کی جائے، ان آداب اور شرطوں کے ساتھ معاہدہ کرنا جائز ہے، ورنہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں الگ ہوجانا ضروری ہوگا۔(۱)

= إلى بعض المشركين يريد تعظيم ذلك اليوم فقد كفر بالله العظيم وحبط عمله خمسين عاماً، ومن خرج إلى الشدة أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز كفر، لأن فيه إعلان الكفر، وكأنه أعانهم عليه وعلى قياس مسألة الخروج إلى النيروز المجوسي الموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم يوجب الكفر. (ص٣٠٦، فصل في الكفر صريحاً وكنايةً، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱/۶۸)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالى: ﴿ **وإن جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله، إنه هو السميع العليم** ﴾. ترجمہ:...... اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جایئے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔(سورة الأنفال:٦١)

ما فی " **أحكام القرآن للجصاص** ": قال أبوبكر الجصاص: قد كان النبي صلى الله عليه وسلم عاهد حين قدم المدينة أصنافاً من المشركين، منهم النضير وبنو قينقاع وقريظة، وعاهد قبائل من المشركين، ثم كانت بينه وبين قريش هدنة الحديبية إلى أن نقضت قريش ذلك العهد بقتالها خزاعة حلفاء النبي صلى الله عليه وسلم. (٣/٩٠، باب الهدنة والموادعة)

ما فی " **اعلاء السنن** ": عن المسور بن مخرمة ومروان بن الحكم أنهم اصطلحوا على وضع الحرب عشر سنين يأمن فيهن الناس وعلى أن بيننا عيبة مكفوفة وإنه لا إسلال ولا إغلال. رواه أبوداود. =

مسلم مخالف کو ووٹ دینا

مسئلہ(۳۸۷): ایسے امیدوار کو ووٹ دینا، یا ایسی جماعت میں شامل ہوکر الیکشن میں حصہ لینا جو اسلام اور مسلم دشمن ہو جائز نہیں (۱)، اس لیے کہ اس سے مسلمانوں کو نقصان ہوگا، اور جرم وسرکشی پر

= قال العلامة المحدث الشيخ ظفر أحمد العثماني التهانوي : وفي الهداية : ولأن الموادعة جهاد معنى إذا كان خيرا للمسلمين؛ لأن المقصود وهو دفع الشر حاصل به ولا يقتصر الحكم على المدة المروية لتعدي المعنى إلى ما زاد عليها ، بخلاف ما إذا لم يكن خيراً لأنه ترك الجهاد صورة ومعنى اهـ . قلت : دلالة الحديث على معنى الباب ظاهرة ، وقد بسطت الكلام في تحقيق صلح الحديبية وأنه صلى الله عليه وسلم لم يصالحهم بإبطال شعائر الإسلام ولا رضي بشيء من الغضاضة في الدين المتين وإنما اصطلح معهم على شروط عدها بعض الصحابة غضاضة في دنياهم ظاهراً، وكان فيها غلبة الإسلام وعزته معنى. (۳٦/۱۲، أبواب الموادعة ومن يجوز أمانه، باب جواز الموادعة مع العدو إذا كان خيراً، سنن أبي داود: ۲/ ۳۸۰ ،۳۸۱، كتاب الجهاد، باب في صلح العدو، الهداية: ۱/ ۵٤۳، كتاب السير، باب الموادعة ومن يجوز أمانه)

ما فی " **تبيين الحقائق**" : قال رحمه الله : (ويصالحهم ولو بمال إن خيراً) أي يصالح الإمام أهل الحرب إن كان الصلح خيراً للمسلمين لقوله تعالى: ﴿**وإن جنحوا للسلم فاجنح لها**﴾. (سورة الأنفال: ٦۱) أي مالوا للصلح وصالح رسول الله صلى الله عليه وسلم أهل مكة عشر سنين على أن يضعوا الحرب بينهم ، وكان في ذلك نظر للمسلمين لمواطأة كانت بينهم وبين أهل خيبر ، ولأن الصلح جهاد في المعنى إذا كان فيه مصلحة إذ المقصود من الجهاد دفع الشر ولا يقتصر الحكم على المدة المذكورة بل يجوز أكثر من ذلك إذا تعين فيه الخيرية لإطلاق النص بخلاف ما إذا لم يكن فيه خير حيث لا يجوز، لقوله تعالى: ﴿**فلا تهنوا وتدعوا إلى السلم وأنتم الأعلون**﴾. [محمد: ۳۵] ولأنه لما لم يحصل فيه دفع شرهم كان الصلح تركاً للجهاد صورةً ومعنىً ، وهو فرض فلا يجوز تركه من عذر. (٤/ ۹۱، كتاب السير)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**" : قال تعالى : ﴿ **ومن يشفع شفاعةً حسنةً يكن له نصيب منها، ومن يشفع شفاعة** =

تعاون کرنا جائز نہیں ہے(۲)، البتہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ مصلحت کے پیش نظر اس جماعت کے نظریہ سے متفق نہ ہوتے ہوئے، اپنے ایمان کی حفاظت کی شرط کے ساتھ، مسلمانوں کے مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شمولیت کی گنجائش نکل سکتی ہے(۳)۔

= **سيئة يكن له كفل منها**﴾.(النساء:۸۵)

ما فی " **جمع الجوامع** ": قال عليه الصلاة والسلام : " **المستشار مؤتمن** ". (۳۲۶/۷)

ما في " **الكتاب** " : ﴿**فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور، حنفاء لله غير مشركين به**﴾.(سورة الحج: ۳۰، ۳۱)

ما فی " **السنن النسائی** " : قال عليه الصلاة والسلام : " **لا طاعة في معصية الله إنما الطاعة في المعروف** ". (۱۶۶/۲، كتاب البيعة)

ما فی " **كنز العمال** ": عن ابن سيرين أن عمران بن حصين قال للحكم الغفاري : أسمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول :" **لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق** . ؟ قال : نعم؛.

(۳۱۵/۵، كتاب الخلافة مع الإمارة، رقم الحديث:۱۴۳۹۷)

ما في " **كنز العمال** " : " **من أمركم من الولاة بمعصية فلا تطيعوه** ".

(۲۷/۶، كتاب الإمارة، رقم الحديث :۱۴۸۶۹، الفرع الثالث في جواز مخالفته)

(۲) ما فی " **الكتاب** ": ﴿**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾.(سورة المائدة:۲)

(۳) ما فی " **المبسوط للسرخسی** ": لما قال الإمام شمس الدين السرخسي: ولأن رسول الله صلى الله عليه وسلم صالح أهل مكة عام الحديبية على أن وضع الحرب بينه وبينهم عشر سنين فكان ذلك نظراً للمسلمين لمواطئة كانت بين أهل مكة وأهل خيبر وهي معروفة ولأن الإمام نصب ناظراً ومن النظر حفظ قوة المسلمين أولاً فربما ذلك في الموادعة إذا كانت للمشركين شوكة.

(۸۶/۱۰، كتاب السير، باب صلح الملوك والموادعة)

ما فی " **أحكام القرآن للجصاص** ": وقال الإمام أبوبكر الجصاص في تفسير هذه الآية ﴿**وإن جنحوا للسلم فاجنح لها**﴾ قال أبو بكر: قد كان النبي صلى الله عليه وسلم عاهد حين قدم المدينة أصنافاً من المشركين منهم النضير وبنو قينقاع وقريضة وعاهد قبائل من المشركين. (۹۰/۳، سورة الأنفال:۶۱)

غیر مسلم کا فیصلہ مسلم کے حق میں ، اور غیر مسلم حکومت میں مسلم قاضی

مسئلہ(۳۸۸): مسلمانوں کے لیے قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنے معاملات غیر اسلامی عدالتوں میں لے جائیں، کیوں کہ غیر مسلم قاضی (جج) کا فیصلہ مسلمان کے حق میں قابل قبول نہیں(۱)، اس لیے فقہائے کرام نے واجب قرار دیا ہے کہ اگر مسلمان ایسے ملک میں آباد ہوں، جہاں غیر مسلموں کا غلبہ ہو وہاں مسلمان، بادشاہِ وقت (جو کہ غیر مسلم ہے) سے مطالبہ کریں کہ مسلمانوں کے معاملات کے نفاذ کے لیے مسلم قاضی مقرر کرے، اور اس غیر مسلم بادشاہ کا مقرر کردہ مسلمان قاضی، شرعی قاضی ہوگا، بشرطیکہ قاضی کو تنفیذِ احکام کا اختیار بھی دیا گیا ہو، اور احکامِ شرعیہ کے موافق فیصلہ کرنے سے نہ روکا جائے، ورنہ مسلمانوں کو چاہیے کہ غیر مسلم حکومت میں رہتے ہوئے خود سے اپنا ایک امیر مقرر کریں، پھر وہ امیر مسلمانوں کے باہمی مقدمات کے فیصلہ کے لیے کسی کو قاضی مقرر کرے(۲)، یہ بات ذہن نشین رہے

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** ": قال اللہ تعالی:﴿ **ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً**﴾.

(النساء: ۱۴۱)

ما فی " **بدائع الصنائع** ": وأما بیان من یصلح للقضاء فنقول : الصلاحیة للقضاء لها شرائط: منها العقل، ومنها البلوغ ، ومنها الإسلام، ومنها الحریة.(۹/۸۵، کتاب آداب القاضي، فصل في من یصلح للقضاء)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": (ویشترط کونه مسلماً) أي لأن الکافر لا یلي علی المسلم .

(۲/۲۸۰، کتاب الصلوة، مطلب شروط الإمامة الکبری، وکذا في الفتاوی الهندیة: ۳/۳۰۷، کتاب أدب القاضي، الباب الأول في تفسیر معنی الأدب والقضاء)

(۲) ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": (ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً إلا إذا کان یمنعه عن القضاء بالحق فیحرم) .درمختار. قوله: ولو کافراً، في التاتارخانیة: الإسلام =

کہ شرعی قاضی وہی ہوگا جس کو بادشاہِ وقت مقرر کرے گا، اور یہ جو باہمی مقدمات کے حل کے لیے مسلمانوں نے قاضی مقرر کیا ہے، اس پر شرعی قاضی کا حکم نافذ نہ ہوگا، یعنی غیر مسلم حکومت کے قوانین کے خلاف شرعی حد اور قصاص وغیرہ جاری نہیں کرسکتا، لیکن نجی قوانین جیسے نکاح، طلاق، فسخِ نکاح، حلال، حرام، قیامِ جمعہ وعیدین اور دیگر روز مرہ معاملات کے احکام جاری کرسکتا ہے، تاکہ مسلمان خلفشار وانتشار سے بچ سکیں (۱)۔

= ليس بشرط فيه أي في السلطان الذي يقلد.

(۴۳/۸، كتاب القضاء، مطلب أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى)

وما في "**رد المحتار على الدر المختار**": وفي الفتح: وإذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن، يجب على المسلمين أن يتفقوا على واحد منهم يجعلونه والياً فيولى قاضياً، ويكون هو الذي يقضي بينهم، وكذا ينصبوا إماماً يصلي بهم الجمعة، وهذا هو الذي تطمئن النفس إليه فليعتمد. نهر. والإشارة بقوله: وهذا إلى ما أفاده كلام الفتح من عدم صحة تقلد القضاء من كافر على خلاف ما مر عن التاتارخانية، ولكن إذا ولى الكافر عليهم قاضياً ورضيه المسلمون صحت توليته بلاشبهة. تأمل.

(۴۳/۸، ۴۴، كتاب القضاء، مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار)

ما فى "**الفتاوى الهندية**": ويجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر، ولكن إنما يجوز تقلد القضاء من السلطان إذا كان يمكنه من القضاء بحق ولا يخوض في قضاياه بشر ولا ينهاه عن تنفيذ بعض الأحكام كما ينبغي، أما إذا كان لا يمكنه من القضاء بحق وبخوض في قضاياه بشر ولا يمكنه من تنفيذ بعض الأحكام كما ينبغي لا يتقلد منه، وفي السغناقي: ولا يجوز طاعته في الجور.

(۳۰۷/۳، كتاب أدب القاضي، الباب الأول في تفسير معنى الأدب والقضاء)

(۱) ما فى "**الفتاوى الهندية**": وإذا اجتمع أهل بلدة على رجل وجعلوه قاضياً يقضي فيما بينهم لا يصير قاضياً. (۳۱۵/۳، كتاب أدب القاضى ،الباب الخامس في التقليد والعزل) =

غیر مسلم کو شادی بیاہ کی دعوت دینا

مسئلہ(۳۸۹): غیر مسلم کو مجلسِ نکاح کیلئے مسجد میں بلانا مناسب نہیں (۱)، البتہ شادی وغیرہ میں کھانے کی دعوت دے سکتے ہیں (۲)۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر میں پیسہ دینا

مسئلہ(۳۹۰): غیر مسلموں کے مذہبی کام مثلاً مندر کی تعمیر وغیرہ میں چندہ دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر یا پوجا پاٹ میں چندہ دینا صراحۃً کفر وشرک میں تعاون ہے اور تعاون فی الشرک گناہِ عظیم ہے، لیکن اگر ایسی اضطراری حالت پیش آجائے کہ نہ دینے کی صورت میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو، تو مانگنے والے کو یہ کہہ کر دے، کہ میں تم کو اس رقم کا مالک بناتا ہوں، اب تم جہاں چاہو خرچ کرو، یہ اس لیے تاکہ کم از کم براہِ راست فعلِ شرک میں تعاون نہ ہو۔ (۳)

= ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وأما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد، ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين، فيجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلماً عنهم اهـ.

(۴۳/۸، كتاب القضاء، مطلب: أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **القرآن الكريم** ": ﴿**يا أيها الذين آمنوا إنما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام**﴾. (سورة التوبة:۲۸)

(۲) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": ولا بأس بضيافة الذمي وإن لم يكن بينهما إلا معرفة، كذا في الملتقط. وفي التفاريق: لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابةٍ أو حاجةٍ، كذا في التمرتاشي.

(۳۴۶/۵، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة التي تعود إليهم)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾. (المائدة:۲)

ما في " **أحكام القرآن للجصاص** " : نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله . (۳۸۱/۲) =

روٹی اور گوشت چھری سے کاٹ کر کھانا

مسئلہ(۳۹۱): روٹی، گوشت وغیرہ جو آج کل شادی بیاہ میں چھری سے کاٹ کر کھایا جاتا ہے، تو مناسب اور بہتر یہ ہے کہ حتی الامکان روٹی اور پکے ہوئے گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھائیں، اس لیے کہ روٹی کا ادب اور احترام ضروری ہے، لیکن شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے مواقع پر ضرورۃً ایسا کرنا جائز ہے۔(۱)

= ما في " **تفسير المظهري** " : يعني لا تعاونوا على ارتكاب المنهيات ولا على الظلم لتشفى صدوركم بالانتقام .(۳/ ٤٨)

ما في " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبي**" : وهو أمر لجميع الخلق بالتعاون على البر والتقوى ، أي ليعن بعضكم بعضاً وتحاثوا على أمر الله تعالى واعملوا به ، وانتهوا عما نهى الله عنه وامتنعوا منه ، وهذا موافق لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : " الدال على الخير كفاعله ".(٦/٤٦)

ما في " **التفسير لإبن كثير**" : يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر وترك المنكرات وهو التقوى وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المأثم والمحارم .(١/ ٤٧٨)

ما في " **كنز العمال** " : عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **من نصر قوماً على غير الحق فهو كالبعير الذي تردى فهو ينزع بذنبه** ".

(۳/٢٠٤، رقم الحديث :٧٦٥٣)

وفيه أيضاً : عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " **من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله** ".(٩/١١، رقم الحديث : ٢٤٧٣٠)

ما في " **المقاصد الشرعية للخادمي** " : بقاعدة فقهية سداً للذرائع : " إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمةً إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً ".(ص: ٤٦، آپ کے مسائل اور ان کا حل:١/٦٦)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فى " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي المجتبى : لا يكره قطع الخبز واللحم بالسكين اهـ.

(٩/٥٥٢)

ہندوؤں کو پوجا کے لیے پیسے دینا اور پوجا کی مٹھائی کھانا

مسئلہ(۳۹۲): ایسی جگہ جہاں ہندوؤں کا غلبہ ہو اور مسلمان تعداد میں کم ہوں، تو اگر یہ اپنی پوجا وغیرہ کے لئے مسلمانوں سے پیسہ مانگیں تو اگر پیسہ دیئے بغیر چھٹکارا نہ ہو اور نہ دینے کی وجہ سے دشمنی بڑھ جانے کا خوف ہو، تو مسلمانوں کو چاہیے کہ جو لوگ مانگنے آتے ہیں ان کو مالک بنانے کی نیت سے دیدیں، پھر وہ اپنی طرف سے جہاں چاہیں خرچ کریں، نیز مٹھائی اور کھوپرا بھی اگر لینا ضروری ہو تو اس کو لے لیں پھر کسی جانور کو کھلا دیں، اسی طرح پوجا کی مٹھائی وغیرہ بھی خود نہ کھائیں۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "**الكتاب**": ﴿**إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله**﴾.

(البقرة:۱۷۳)

ما في "**الدرالمنثور**": أخرج ابن جرير عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله: ﴿**وما أهل به لغير الله**﴾ يعني ما أهل للطواغيت، وأخرج ابن أبي حاتم عن ابن العالية: ﴿**وما أهل به لغير الله**﴾ يقول ما ذكر عليه إسم غير الله. (۱/۳۸)

ما في "**الكتاب**": وقال تعالى: ﴿**وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾.

(المائدة:۲)

ما في "**الجامع لأحكام القرآن للقرطبي**": وهو أمر لجميع الخلق بالتعاون على البر والتقوى، أي ليعن بعضكم بعضاً وتحاثوا على أمر الله تعالى واعملوا به، وانتهوا عما نهى الله عنه وامتنعوا منه، وهذا موافق لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "**الدال على الخير كفاعله**". (۶/۴۶)

ما في "**التفسير لابن كثير**": يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر وترك المنكرات وهو التقوى وبينما هم عن التناصر على الباطل والتعاون على المأثم والمحارم. (۱/۴۷۸)

ما في "**كنز العمال**": عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**من** =

بتوں کے چڑھاوے اور مندر کا پرساد کھانا

مسئلہ(۳۹۲): بتوں پر چڑھائے ہوئے کھانے اور مٹھائیوں کا کھانا جسے ''پرساد'' کہا جاتا ہے درست نہیں ہے، البتہ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو قبول کر لے، لیکن اسے کھائے نہیں بلکہ کسی غیر مسلم ہی کو دیدے(۱)۔اسی طرح غیر مذہبی تقریبات کے کھانے اور تحفے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں،

= **نصر قوماً على غير الحق فهو كالبعير الذي تردي فهو ينزع ذنبه**".

(۳/ ۲۰٤، رقم الحديث :۷٦٥۳)

وأيضاً: وعن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" **من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله**".(۹/ ۱۱، رقم الحديث : ۲٤۷۳۰)

ما في " **شرح الفقه الأكبر**": من أهدى بيضة إلى المجوس يوم النيروز كفر، أي لأنه أعانه على كفره وإغوائه ، أو تشبه بهم في إهدائه ، ومن أهدى يوم النيروز إلى إنسان شيئاً وأراد به تعظيم النيروز كفر ، ومن خرج إلى السدة ، أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز كفر، لأنه إعلان الكفر ، وكأنه أعانهم عليه.

(ص١٨٦)

ما في " **الفتاوى الهندية**": ذمي سأل مسلماً على طريقة البيعة لا ينبغي للمسلم أن يدله على ذلك لأنه إعانة على المعصية. (۲/ ۲٥۰)

ما في " **المقاصد الشرعية للخادمي**": بقاعدة فقهية سداً للذرائع :" إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً".

(ص:٤٦، فتاوى محموديه :۱/ ۲۹۹، كتاب الفتاوى :۱/ ۳۰۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **فتاوى عبد الحى**" : لا ينبغي للمؤمن أن يقبل هدية كافر في يوم عيدهم، ولو قبل لا يعطيهم ولا يرسل إليهم .ذخيره. (ص:۴۰۳، الحظر والإباحة، باب الأكل والشرب)

ما فى " **رد المحتار على الدر المختار**" : والإعطاء بإسم النيروز والمهرجان لا يجوز أي الهدايا بإسم =

بشرطیکہ کوئی ناپاک چیز نہ ملی ہو(۱)۔

اگر غیر مسلم کی غالب کمائی حرام ہے مثلاً: سود، جوا، رشوت، ڈکیتی اور حرام چیزوں کا کاروبار وغیرہ تو کوئی معقول عذر پیش کردے، یا لے کر کسی غیر مسلم ہی کو دیدے یا ضائع کردے، مگر خود اپنے استعمال میں نہ لائے اور نہ کسی مسلمان کو دے(۲)۔

نیز کسی بھی مسلم کا غیر مسلم کی مذہبی تقریبات میں، اسی طرح غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی

= هذين اليومين حرام ، إن قصد تعظيمه كما يعظمه المشركون يكفر.

(۱۰/ ٤٨٥، كتاب الخنثى، مسائل شتى)

(۱) ما فی " **الفتاوى الهندية**": ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة.

(٣٤٧/٥، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار**": لو اتخذ مجوسي لحلق رأس ولد فحضر مسلم دعوته ، فأهدى إليه شيئاً لا يكفر ...... إن إجابة دعوة أهل الذمة مطلقة في الشرع .(٤٨٦/١٠)

ما فی " **الفتاوى الهندية**": ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة، فإن ذبيحتهم حرام .... وحكي عن الحاكم الإمام عبد الرحمن الكاتب أن ابتلي به مسلم مرة أو مرتين فلا بأس به وأما الدوام عليه فيكفر كذا في المحيط.

(٣٤٧/٥، كذا في المحيط البرهاني:١٠٣/٦، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل السادس عشر)

(۲) ما في " **الفتاوى الهندية**" : آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه وأضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل. (٣٤٣/٥ ،كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما فی " **الفتاوى الهندية والمحيط البرهاني**": أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال لابأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضه من رجل .

(٣٤٢/٥، كذا في المحيط البرهاني:١١٠/٦، كتاب الاستحسان) =

تعمیرات میں تعاون کرنا ہرگز جائز نہیں (۱)۔

تصویر والے اخبارات ورسائل کی خرید وفروخت

مسئله(۳۹۴): بہت سے رسائل جو فلم اسٹاروں اور کھلاڑیوں کی رنگ برنگ تصاویر شائع کرتے ہیں، اور لوگ اسی وجہ سے ان کو خریدتے بھی ہیں، اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ روزنامہ اخبار میں ہفتہ میں ایک کوئی بڑی تصویر ہوتی ہے، تو بعض لوگ اسی تصویر کی وجہ سے اس کو خریدتے ہیں، تو چونکہ ان رسائل واخبار کے خریدنے میں تصاویر ہی مقصود ہوتی ہیں، لہذا ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی۔(۲)

= (۱) ما في " **الكتاب** ": قال الله عز وجل: ﴿**وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**﴾. (سورة المائدة:۲)

ما في " **مختصر تفسير ابن كثير** ": قال الإمام الحافظ عماد الدين في تفسيره: يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (۱/۴۷۸)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال العلامة الحصكفي: ولا يصح وقف مسلم أو ذمي على بيعة أو حربي، قيل: أو مجوسي ."**در مختار**". قال العلامة ابن عابدين: أما في المسلم فلعدم كونه قربة في ذاته. (۶/۵۲۶، كتاب الوقف، مطلب في وقف المرتد والكافر)

وفيه أيضاً: "كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز".

(۹/۵۱۸، الحظر والإباحة، فصل في اللبس، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱/۷۱)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " **الصحيح البخاري** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ﴿**إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون**﴾. (۲/۸۸۰، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

ما في " **فتح الباري شرح صحيح البخاري** ": تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد، وسواء صنعه لما يمتهن أم لغيره فصنعه حرام بكل حال، =

اخباروں اور پرچوں کے معمے حل کر کے بھیجنا

مسئلہ(۳۹۵): آج کل پرچوں اوراخباروں میں معمے آتے ہیں، انہیں بھر کر بھیجا جاتا ہےاور صحیح نکلنے پر بڑے بڑے انعام دیئے جاتے ہیں، اوراس کے لئے صرف فیس بھرنی پڑتی ہے، یہ شرعاً قمار یعنی جوا ہے، جوکہ ناجائزاورحرام ہے۔(۱)

=وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيره.

(فتح الباري لابن حجر:۱۰/۴۷۱، با ب عذاب المصورين يوم القيامة)

وما فی " **فتح الباری شرح صحيح البخاري**": عن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها أنها أخبرته أنها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رآها رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الباب فلم يدخل فعرفت في وجهه الكراهة ، فقلت : يا رسول الله! أتوب إلى الله وإلى رسو له صلى الله عليه وسلم ما ذا أذنبت؟ فقال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم : مابال هذه النمرقة ؟ قلت: اشتريتها لك لتقعد عليها وتوسدها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **إن أصحاب هذه الصور يوم القيامة يعذبون ، فيقال لهم : أحيوا ما خلقتم ، وقال: إن البيت الذي فيه الصور لا تدخل الملائكة**".

(فتح الباري لابن حجر:۴/۴۱۱،كتاب البيوع، باب التجارة فيما يكره لبسه للرجال والنساء)

ما فی " **فقه وفتاوى البيوع**": لا يجوز إصدار المجلات التي تشتمل على نشر الصور النسائية أو الدعاية إلى الزنا والفواحش أو اللواط أوشرب المسكرات أو نحو ذلك مما يدعوا إلى الباطل ويعين عليه.

(ص: ۲۹۸)

ما فی " **الأشباه والنظائر**": بضابطة فقهية : " الأمور بمقاصدها" .(۱/۱۱۳، كتاب الفتاوى:۵/۲۷۷، فتاوى رحيميه:۹/۲۵)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**" : قال تعالى : ﴿**إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**﴾. (سورة المائدة:۹۰)

ما فی " **أحكام القرآن للجصاص** ": وأما الميسر فقد روي عن علي أنه قال: " الشطرنج من الميسر " =

بچوں کے کھیلنے کے لیے مجسم گڑیاں خریدنا

مسئلہ(۳۹٦): بچوں کے کھیلنے کیلئے جاندار کی مجسمہ نما گڑیاں وغیرہ لانا جائز نہیں ہے۔(۱)

نائک(NIKE)لکھی ہوئی اشیاء کا استعمال کرنا

مسئلہ(۳۹۷): جس سویٹر، جوتے، پینٹ، ٹی شرٹ اور ٹوپی وغیرہ پر نائک(NIKE)لکھا ہوا ہو، اور اس کے ساتھ نائک کی علامت بنی ہوئی ہو، تو حتی الامکان ایسی چیز کی خرید وفروخت سے احتراز کیا

= وقال عثمان و جماعة من الصحابة و التابعين: " النرد " وقال قوم من أهل العلم: " القمار كله من الميسر "، وأصله من تيسير أمر الجزور بالاجتماع على القمار فيه، وهو السهام التي يجيلونها فمن خرج سهمه استحق منه ما توجبه علامة السهم فربما أخفق بعضهم حتى لا يحظى بشيء وينجح البعض فيحظى بالسهم الوافر وحقيقته تمليك المال على المخاطرة. (۵۸۲/۲)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وسمي القمار قماراً لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص.(۵۷۷/۹)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحيح البخاری** ": لقوله عليه السلام : "**إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون**". (۸۸۰/۲)

ما فی " **تكملة فتح الملهم مع التكملة كاملة** ": لقوله عليه السلام : " **لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة**". قوله : (لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة) هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح واتخاذ الصور في البيت ممنوع شرعاً واتفق عليه جمهور الفقهاء . (۵۵/٤)

و فيه **أيضاً**: عن عمر رضي الله عنه أنه قال للنصارى : " **إنا لا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور**"........ ومن أجل هذه الأحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم التصوير واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسمة لها ظل أو كانت غير مجسمة ليس لها ظل۔ (۱۵۸،۱۵۷/٤)

جائے، کیوں کہ نائک کا فل فارم ہے ''نو اسلام کنگ ڈم اون ارتھ'' (No islamic kingdom on earth) یعنی زمین پر کوئی اسلامی حکومت نہیں ہونی چاہیے۔

اور ''دَ گارلیئر انٹرنیشنل ڈکشنری'' (The gorlier international dictionary) کے مطابق ''یونانیوں کی کامیابی کی دیوی'' کا نام ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایک شرکیہ نام ہے، درحقیقت کفار ومشرکین ابتداءً غیر محسوس طریقے سے، مسلمانوں کے درمیان شرکیہ عقائد پر مشتمل اس قسم کے الفاظ وعلامت کی اشاعت کرتے رہے ہیں، جو عام فہم نہیں ہوا کرتے تھے، انہیں میں سے ایک نائک ہے، کہ بہت سی اشیاء پر یہ الفاظ وعلامات مشاہدہ میں آتی ہیں، اگر ان کی خرید وفروخت سے احتراز ناممکن ودشوار ہو جائے تو ان کی خرید وفروخت کی گنجائش ہے، مگر ان الفاظ یا علامات کو مٹانا لازم ہوگا۔(۱)

والحجة على ما قلنا

(۱) ما فی '' **الكتاب** '': لقوله تعالى: ﴿ **ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار** ﴾. (هود:۱۱۳)

ما فی '' **تفسير المظهری** '': قال ابن عباس: أي لا تميلوا، الركون المحبة والميل بالقلب، وقال أبو العالية: لا ترضوا بأعمالهم، وقال عكرمة: لا تطيعوهم، قال البيضاوي: لا تميلوا إليهم أدنى ميل فإن الركون هو الميل اليسير كالتزين بزيهم وتعظيم ذكرهم .

(٤/ ٤٢٠، معارف القرآن: ٤/ ٦٦٨، الدرالمنثور في التفسير المأثور: ٣/ ٦٣٦، ٦٣٧، تفسير النسفي: ٢/ ٨٨)

ما فی '' **مرقاة المفاتيح** '': ولقوله عليه السلام: '' **من تشبه بقوم فهو منهم** '' . أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس. (٨/ ٢٢٢)

ما فی '' **الأشباه والنظائر** '': وبقاعدة فقهية: '' المشقة تجلب التيسير '' . (١/ ٢٧٦)

ریڈیو کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۳۹۸): ریڈیو کا استعمال قرآن پاک کی تلاوت وتفسیر، دینی تقاریر، خبروں اور حالاتِ حاضرہ پر مطلع ہونے کی غرض سے جائز ہے(۱)، البتہ گانے سننے، سنانے یا فحش مکالموں کو سننے سنانے کے لئے اس کا استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے، اوراس سے کلی اجتناب لازم ہے(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": قال تعالى:﴿ **خلق لكم ما في الأرض جميعاً**﴾.(البقرة:۲۹)

ما فی " **الأشباه والنظائر** ": والقاعدة الفقهية: "الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم إباحته". [۱/۲۵۲، ۲۵۳] **وفيه أيضاً:** " الأمور بمقاصدها". (۱/۱۱۳)

ما فی " **انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ** ": فيما لا يعلم فيه تحريم يجري على حكم الحل .(الغياثي لإمام الحرمين)

ما فی " **فتاوی معاصره للدكتور يوسف القرضاوی** ": إن "التليفزيون" كالراديو وكالصحيفة وكالمجلة، كل هذه الأشياء أدوات ووسائل لغايات ومقاصد، لا تستطيع أن تقول: هي خير، ولا تستطيع أن تقول: هي شر، كما لا تستطيع أن تقول : إنها حلال ، أو إنها حرام ، ولكنها بحسب ما توجه إليه، وبحسب ما تتضمنه من برامج ومن أشياء .... كالسيف ، فهو في يد المجاهد أداة من أدوات الجهاد ، وهو في يد قاطع الطريق أداة من أدوات الإجرام...... فالشيء بحسب استعماله والوسائل دائماً بحسب مقاصدها . ممكن أن يكون "التليفزيون" من أعظم أدوات البناء والتعمير الفكري والروحي، والنفسي ، والأخلاقي، والاجتماعي، و"الراديو" و"الصحيفة" كذلك.

وممكن أيضاً: أن يكون من أعظم أدوات التخريب والإفساد ، فهذا راجع إلى ما يتضمنه من مناهج وبرامج ومؤثرات. (۱/٦۹٤، مشاهدة التليفزيون، مكتبة دار القلم)

(۲) ما فی " **الكتاب** ": قال الله تعالى:﴿ **ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم**﴾. (لقمان :٦) =

دینی ودنیوی تعلیم کے مثبت ومنفی نتائج

مسئلہ (۳۹۹): دینی اور دنیوی تعلیم کے مثبت ومنفی دونوں نتیجے نکلتے ہیں، اچھا نتیجہ اور برا نتیجہ، دینی تعلیم کا اچھا نتیجہ، تخلیقِ انسانیت کے مقصد کی تکمیل، جب کہ اس پر عمل ہو (۱) اور دینی تعلیم کا برا نتیجہ ذلتِ دوام

= ما في " **التفسير روح المعاني** ": قال العلامة الآلوسي رحمه الله: لهو الحديث على ماروي عن الحسن: كل ما شغلك عن عبادة الله تعالى وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها. (۱۲/ ۱۰۲)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال العلامة الحصكفي رحمه الله : وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر، قال ابن مسعود رضي الله عنه : صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات ، قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر ". أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع ، لما روى أنه عليه الصلاة والسلام أدخل أصبعه في أذنه عند سماعه." درمختار". (۹/ ۵۰۲ ـ ۵۰۴، كتاب الحظر والإباحة)

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون**﴾.(الذاريات : ۵٦)

ما في " **التفسير الكبير** " : فالمقصود من إيجاد الإنسان العبادة .(۱۰/ ۱۹۲)

ما في " **التفسير المنير** " : والخلاصة ؛ أنه تعالى خلق العباد ليعبدوه وحده لا شريك له فمن أطاعه جازاه أتم الجزاء ومن عصاه عذبه أشد العذاب.(۱۴/ ۵۲)

ما في " **فتح القدير للشوكاني** " في تفسير ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾: قال مسروق : كفى بخشية الله علماء وكفى بالاغترار جهلاً ، فمن كان أعلم بالله كان أخشاهم له ، قال الربيع : ما لم يخش الله فليس بعالم .(۲/ ۴٦۷) =

اوراسی کے خلاف حجت ہونا جبکہ اس پر عمل نہ ہو(۱)، دنیوی تعلیم کا اچھا نتیجہ خدمتِ خلق اور کسبِ

= ما في " **الحاشية على بيان القرآن** " : معنى قوله : (ليعبدون) ليعرفون ،...... إن المعرفة بدون العبادة و كذا العبادة بدون المعرفة لا يعتد بها.(۲/۶۳)

ما في " **جمع الجوامع** " : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم :" **إن الحكمة تزيد الشريف شرفاً وترفع العبد الملوك حتى تجلسه مجالس الملوك** ".(۲/۲۰٤، رقم الحديث : ۵۰۱۹)

ما في " **إحياء علوم الدين للغزالي** ": بعد إيراد هذا الحديث : وقد نبه بهذا على ثمراته في الدنيا ومعلوم أن الآخرة خير وأبقى.(۱/۵، كتاب العلم ، الباب الأول ، فضيلة العلم ، دار المعرفة بيروت ، لبنان)

وما فيه أيضاً : قال أبو الأسود : ليس شيء أعز من العلم ، الملوك حكام على الناس والعلماء حكام على الملوك............... وقال بعض الحكماء : إذا مات العالم بكاه الحوت في الماء والطير في الهواء ، ويفقد وجهه ولا ينسى ذكره.(۱/ ۷، ۸)

(۱) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**واتل عليهم نبأ الذي اٰتينه اٰيٰتنا فانسلخ منها فأتبعه الشيطٰن فكان من الغاوين . ولو شئنا لرفعناه بها ولكنه أخلد إلى الأرض واتبع هواه فمثله كمثل الكلب**﴾.(الأعراف :۱۷۵، ۱۷۶)

ما في " **روح المعاني** " : (فانسلخ منها) أي من تلك الآيات ، (فكان من الغاوين) فصار من زمرة الضالين الراسخين في الغواية بعد أن كان مهتدياً ، (أخلد إلى الأرض) أي ركن إلى الدنيا (واتبع هواه) في إيثار الدنيا، وأعرض عن مقتضى تلك الآيات الجلية ، (يلهث) أي أنه دائم اللهث على كل حال .... (اللهث) ادلاع اللسان بالنفس الشديد.(۶/۱۶۳، ۱۶٤)

ما في " **روح المعاني** " : (فمثله كمثل الكلب) فكذلك العالم الفاجر فإن بلعام أوتي كتاب الله فأخلد إلى الشهوات فشبه بالكلب أي سواء أوتي الحكمة أو لم يؤت فهو يلهث إلى الشهوات .... فهذه الأخبار والآثار تبين أن العالم الذي هو من أبناء الدنيا أحسن حالاً وأشد عذاباً من الجاهل. (۱/ ۶۰)

ما في " **كنز العمال** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " العلم علمان : علم في القلب فذاك العلم النافع وعلم على اللسان فذلك حجة على ابن آدم .(۱۰/۷۹) =

حلال(۱) اور برانتیجہ مقصدِ حیات کے پورا کرنے میں رکاوٹ، جبکہ اس قدر انہماک ہو کہ فرائض

= (۱) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**ولا تنس نصيبک من الدنيا وأحسن كما أحسن الله إليک**﴾.
(القصص :۷۷)

ما في " **الجامع لأحكام القرآن للقرطبي** " : (ولا تنس) قال حسن وقتادة : معناه ؛ لا تضيع حظك من دنياك في تمتعك بالحلال وطلبك إياه. (۱۳/ ۳۱۴)

ما في " **التفسير المنير** " : أحسن إلى خلقه كما أحسن الرب إليك ، وهذا أمر بالإحسان مطلقاً بعد الأمر بالإحسان بالمال ، ويدخل فيه الإعانة والجاه .... أي أنه جميع بين الإحسان المادي والإحسان الأدبي أو الخلقي .(۱۰/ ۵۲۹)

ما في " **الجامع الترمذي** " : عن زيد بن ثابت قال : " **أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتعلم له كلمات من كتاب يهود ، قال : إني والله ما آمن على يهود على كتابي . قال : فما مر بي نصف شهر حتى تعلمته له ، قال : فلما تعلمته كان إذا كتب إلى يهود كتبت إليهم ، وإذا كتبوا إليه قرأت له كتابهم** "......... وفي رواية قال :" **أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتعلم السريانية** ".
(۳/ ۴۹۵ ، ۴۹۶، رقم الحديث : ۲۷۱۵، كتاب الاستئذان)

ما في " **بذل المجهود** " : لئلا يلبس عليه في الكتاب ، ويخون فيه ، فيكتب ما لم يقله ، أو لم يكتب ما يقوله .(۱۱/ ۳۷۹)

ما في " **إحياء علوم الدين** " : ولا ينبغي للتاجر أن يشغله معاشه عن معاده ، فيكون عمره ضائعاً وصفقته خاسرة ...... **وإنما تتم شفقة التاجر على دينه بمراعاة سبعة أمور** : .... وكف الطمع عن الناس استغناء بالحلال عنهم .... ولينو النصح للمسلمين ، وأن يجب لسائر الخلق ما يجب لنفسه ، ولينو اتباع طريق العدل والإحسان في معاملته .... فإن الصناعات والتجارات لو تركت بطلت المعايش وهلك أكثر الخلق.

(۲/ ۸۳ ، كتاب آداب الكسب والمعاش ، الباب الخامس في شفقة التاجر على دينه فيما يخصه ويعم آخره) =

سے بھی غافل کردے(۱)۔

= (۱) ما في " **القرآن الكريم** " : ﴿**يعلمون ظاهراً من الحياة الدنيا وهم عن الآخرة هم غٰفلون**﴾.

(سورة الروم : ۷)

ما في " **فتح القدير للشوكاني** " : ﴿يعلمون ظاهراً من الحيوة الدنيا﴾ أي يعلمون ظاهر ما يشاهدونه من زخارف الدنيا وملاذها وأمر معاشهم وأسباب تحصيل فوائدهم الدنيوية ﴿وهم عن الآخرة﴾ التي هي النعمة الدائمة ، واللذة الخالصة ﴿هم غافلون﴾ لا يلتفتون إليها ولا يعدون لها ما يحتاج إليه .

(۳٦۱/۲ ، بيروت)

ما في " **القرآن الكريم** " :﴿ **إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمناً قليلاً ، أولئك لا خلاق لهم في الآخرة ولا يكلمهم الله ولا ينظر إليهم يوم القيٰمة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم**﴾.

(آل عمران : ۱۷)

ما في " **أحكام القرآن لإبن العربي** " : قيل نزلت في رجل حلف يميناً فاجرة لينفق سلعته في البيع .

(۲۷۷/۱)

ما في " **إحياء علوم الدين** " : وليجتنب صناعة النقش والصياغة وتشييد البنيان بالجص وجميع ما تزخرف به الدنيا، فكل ذلك كرهه ذوو الدين ، فأما عمل الملاهي والآلات التي يحرم استعمالها فاجتناب ذلك من قبيل ترك الظلم .

(۸۳/۲ ، كتاب آداب الكسب والمعاش ، الباب الخامس في شفقة التاجر على دينه فيما يخصه ويعم آخره، فتاوی محمودیہ :۳۸٦/۳)

مسائل الجوالة والإنترنت

(مسائلِ موبائل وانٹرنیٹ)

موبائل پر ہیلو سے گفتگو کا آغاز

مسئلہ(۴۰۰): لفظ ''ہیلو'' (Hello) کے معنیٰ کسی کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا ہے، عام فہم زبان میں اس کے معنی ''سنو'' ہوتے ہیں اور یہ کلام میں داخل ہے، اس لئے ٹیلیفون پر '' **السلام علیکم** '' کے بجائے ''ہیلو'' سے کلام کا آغاز کرنا خلافِ سنت ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کلام سے پہلے سلام کی تعلیم فرمائی۔(۱)

مسجد میں موبائل کھلا رکھ کر آنا

مسئلہ(۴۰۱): مسجد میں موبائل کھلا رکھ کر آنا یہ احترامِ مسجد کے خلاف ہے، کیونکہ اگر گھنٹی بجی تو شور وغل ہوگا، جو کہ ممنوع ومکروہ ہے، ابوداوٴد کے حاشیہ میں ''باب کراهية انشاد الضالة'' کے تحت مکتوب عبارت: '' ویلحق به ما في معناه من البيع والشراء والإجارة ونحوها من العقود وكراهية رفع الصوت في المسجد''. کراهية رفع الصوت في المسجد کی صراحت سے موبائل کی گھنٹی کا شور وغل مکروہ وممنوع قرار پائے گا۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) مافی '' **السنن الترمذی** '': عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: '' **السلام قبل الكلام** ''. (۹۹/۲، أبواب الاستيذان والاداب، باب السلام قبل الكلام)

والحجة على ما قلنا:

(۲) (سنن أبي داود: ۶۸/۱، كتاب الصلوٰة، باب كراهية انشاد الضالة في المسجد، رقم الحاشية: ۱) =

موبائل پر میوزک یا گانے کا سننا، نیز گانے وغیرہ کا لوڈ کرنا

مسئلہ(۴۰۲): موبائل پر میوزک یا گانے سننا، اسی طرح موبائل میں ان چیزوں کو لوڈ کرنا ، اور رنگ ٹون میں گانے کی میوزک یا گانے سیٹ کرنا شرعاً ممنوع وحرام ہے۔(۱)

موبائل میں رنگ ٹون کی جگہ قرآنی آیات وکلماتِ اذان کے فیڈ کرنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۴۰۳): موبائل میں رنگ ٹون کی جگہ آیاتِ قرآنیہ، یا کلماتِ اذان وغیرہ کے فیڈ **(Feed)** کرنے میں ابتذال وامتہان ، یعنی تحقیر وتذلیل لازم آتی ہے ،اس لئے یہ ناجائز ہے، اور فقہ کا قاعدۂ مسلمہ ہے: کہ امور مقاصد کے تابع ہوتے ہیں۔(۲)

= ما فی " **الفتاوی الهندية** ": والسادس أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله.

(الفتاویٰ الهندية:۳۲۱/۵، کتاب الکراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **القرآن الكريم** ": ﴿**ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم**﴾.(سورة لقمان:٦)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وجاء في التفسير أن المراد الغناء.........قلت : وفي التاتارخانية عن العيون ، إن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء.

(۵۰۲/۹،۵۰۳، الحظر والإباحة)

وفيه **أيضاً**: قلت : وفي البزازية استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام ، لقوله عليه الصلاة والسلام :" **استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر**". أي بالنعمة .الخ . "درمختار". (۵۰٤/۹، الحظر والإباحة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفی** ": " الأمور بمقاصدها " وكذا =

موبائل پر بذریعۂ میسیج کسی اجنبیہ سے گفتگو کرنا

مسئلہ(۴۰۴): موبائل پر کسی اجنبیہ سے میسیج کے ذریعہ گفتگو کرنا ایسا ہی ہے جیسے آمنے سامنے گفتگو کرنا، اس لئے یہ ناجائز ہے۔(۱)

دورانِ نماز موبائل بند کرنا

مسئلہ(۴۰۵): ایسا کام جس کے کرنے والے کو دیکھ کر یہ یقین ہو، کہ وہ نماز میں نہیں ہے، وہ عملِ کثیر ہے، اور جس کام کے کرنے والے کو دیکھ کر یہ شک ہو، کہ وہ نماز میں نہیں ہے، یہ عملِ قلیل ہے۔(درمختار)

اگر دورانِ نماز موبائل بجنا شروع ہوا، اور اسے عملِ قلیل یعنی جیب کے اوپر ہی سے محض بٹن دبا کر بند کرنا ممکن ہو تو بند کردے، نماز کراہیت کے ساتھ صحیح ہوگی، اور اگر یہ ممکن نہ ہو، تو نماز توڑ کر بند کرنا مباح ہونا چاہیے، تاکہ دیگر مصلیوں کے خشوع وخضوع میں خلل واقع نہ ہو، اور مسجد کا ادب بھی ملحوظ رہے، پھر دوبارہ تحریمہ سے امام کی اقتداء کرلے، جتنی نماز مل جائے اسے پڑھ لے، اور جو چھوٹ جائے اس کو پوری کرلے۔(۲)

= الحارس إذا قال في الحراسة "لا إله إلا الله" يعني لأجل الإعلام بأنه مستيقظ.(۱/ ۱۱۳/ ۱۱۶)

(۱) ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزاً."درمختار". ويجوز الكلام المباح مع امرأة أجنبية .... وفي الحديث دليل أنه لا بأس بأن يتكلم مع النساء بما لا يحتاج إليه وليس هذا من الخوض فيما لايعنيه ،إنما ذلك في كلا م فيه إثم، فالظاهر أنه قول آخر أو محمول على العجوز. (۹/ ۵۳۰، الحظروالإباحة، فصل في النظر والمس)

(۲) ما فی " **السنن الترمذی** ": عن أبي هريرة قال : " **أمر رسول الله صلی الله عليه وسلم بقتل الأسودين في الصلوٰة، الحية والعقرب**". (۱/ ۸۹، الصلاة، باب ماجاء في قتل الأسودين في الصلاة) =

موبائل میں گیم ڈاؤن لوڈ کرنا

مسئلہ(٤٠٦): موبائل میں جاندار یا غیر جاندار کی تصویر والے گیم ڈاؤن لوڈ کرکے کھیلنا، جیسے کرکٹ، فٹبال، کیرم بورڈ وغیرہ، اس میں ضیاعِ وقت لازم آتا ہے، بالخصوص جب کہ اس میں تصاویر بھی موجود ہوں، تو اس کی برائی اور بڑھ جاتی ہے، لہذا اس سے اجتناب لازم ہے۔(۱)

ایک موبائل سے دوسرے موبائل پر تصویری میسیج، یا فلم، یا گانے بھیجنا

مسئلہ(٤٠٧): کسی شخص کے کہنے پر یا ازخود کسی دوسرے کے موبائل پر، جانداروں کی تصویر والے میسیج بھیجنا، اسی طرح ایک موبائل سے دوسرے موبائل میں فلم، یا گانا بھیجنا، شرعاً ناجائز اور سخت گناہ ہے۔(۲)

= ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": "ویباح قطعها لنحو قتل حیة وند دابة وفور قدر".

"درمختار". (٢/ ٤٢٥، الصلاة ، مایفسد الصلاة ومایکره فیها،مطلب في بیان السنة والمستحب.الخ)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فی " **جمع الجوامع** ":" مِن حُسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه".

(٦/٣٩٣، المیم مع النون من الجامع الصغیر وزوائده، رقم الحدیث: ١٩٩٩٧٠)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": قال ابن عابدین الشامي رحمه الله : کل لعبٍ وعبثٍ حرامٌ.

(٩/٥٦٦، الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما فی " **الصحیح البخاري** ": " إن أشد الناس عذابا عند الله المصورون".

(٢/ ٨٨٠، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة)

ما فی " **المعجم الکبیر للطبراني** ": وعن ابن عباسؓ قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:=

غلط ریچارج پر حقِّ مطالبہ حاصل ہوگا

مسئلہ(۴۰۸): اگر کوئی شخص اپنے موبائل میں ریچارج کررہا تھا،لیکن غلط نمبر ڈائل کرنے کی وجہ سے کسی اور کے موبائل میں ریچارج ہوگیا،تو اسے اس شخص سے جس کے موبائل میں یہ ریچارج ہوگیا،اپنی ریچارج کردہ رقم کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا،اور شخص آخر کیلئے اس ریچارج کا استعمال اس وقت تک حلال نہیں ہوگا،جب تک اتنی رقم شخصِ اول کو ادا نہ کردے۔(۱)

= **" لا تدخل الملا ئكة بيتا فيه صورة تمثال، والمصورون يعذبون يوم القيامة في النار، يقول لهم الرحمٰن: قوموا إلى ما صورتم، فلا يزالون يعذبون حتّٰى تنطق الصورة ولا تنطق "**.

(۱۱/۱۵۷، رقم الحديث:۱۱۴۷۸، مجمع الزوائد:۵/۲۲۶، اللباس، باب ما جاء في التماثيل والصور، رقم الحديث :۸۸۹۵)

ما فی " **الكتاب** ": ﴿**ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم**﴾.

(سورة لقمان:٦)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وجاء في التفسير أن المراد الغناء. (۹/۵۰۲، الحظر والإباحة)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": قال الحصكفي: وفي السراج : ودلت المسئلة أن الملاهي كلها حرام .... قال ابن مسعودؓ: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب ،كما ينبت الماء النبات. "درمختار".

قال **الشاميؒ**: والحاصل أنه لا رخصة في السِّماع في زماننا،لأن الجنيد رحمه الله تعالى تاب عن السِّماع في زمانه. الخ. (۹/۵۰۲/۵۰۳، الحظروالإباحة، قبيل فصل في اللبس)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **القرآن الحكيم** ": ﴿ **يـٰآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراضٍ منكم** ﴾. (سورة النساء :۲۹)

ما فی " **جمع الجوامع** ": قال النبي صلى الله عليه وسلم : " **لايحل لإمرئٍ من مال أخيه شئٌ إلا بطيب نفس منه**". (۹/۷، تتمة حرف اللام الألف، رقم الحديث:۲٦۷۵۹)

موبائل میں کسی کی تصویر فیڈ کرنا

مسئلہ(۴۰۹): موبائل میں کسی شخص کی تصویر فیڈ (Feed) کرنا، کہ جب بھی فون کیا جائے تو بجائے نمبر کے اس شخص کی تصویر آئے درست نہیں ہے۔(۱)

خراب موبائل، عیب بتلائے بغیر فروخت کرنا

مسئلہ(۴۱۰): بہت سے لوگ موبائل خراب ہونے پر اسے کم قیمت میں فروخت کردیتے ہیں، اور خریدار کو موبائل میں موجود عیوب اور خرابیوں پر آگاہ نہیں کرتے، اس طرح کی بیع دھوکہ دہی ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا۔(۲)

اس بیع کے بعد خریدار کو اختیار رہوگا کہ چاہے تو پوری قیمتِ خرید پر رکھ لے، اور اگر چاہے تو واپس کردے، لیکن یہ اختیار نہیں ہے کہ موبائل رکھ لے، اور عیب کی وجہ سے کچھ قیمت کے واپسی کا مطالبہ کرلے۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) **ما في " الصحيح البخاري": " إن أشد الناس عذابا عند الله المصورون".**

(۲/ ۸۸۰، اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار**": " لا تمثالَ إنسان أو طير". "درمختار". قوله: (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح .(۹/ ۵۱۹، الحظر والإباحة، فصل في اللبس)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **جمع الجوامع**": عن ابن عباسؓ قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم : "**من غشنا فليس منا، ومن رمانا بالنبل فليس منا**". (۷/ ۲۱۳، رقم الحديث:۲۲۴۹۷)

(۳) ما فی " **جامع الترمذی**": عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة من طعام =

کیمرے والے موبائل کے استعمال سے احتیاط برتیں

مسئلہ(٤١١): کیمرے والے موبائل سے گفتگو کرنا ناجائز نہیں ہے، بلکہ اس کا غلط استعمال ناجائز ہے، علماء، ائمہ، ومقتدیانِ کرام کیلئے تہمت سے بچنے کیلئے احتیاط اسی میں ہے، کہ وہ کیمرے والے موبائل کے بجائے سادہ موبائل استعمال کریں۔(۱)

= فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللا، فقال:"يا صاحب الطعام! ما هذا ؟ قال: أصابته السماء يارسول الله صلى الله عليه وسلم ؛ قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس؟ ثم قال:" من غشّ فليس منا ". حد يث حسن صحيح، والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغش وقالوا : الغش حرام .

(١/٢٤٥، البيوع، ماجاء في كراهية الغش في البيوع)

ما فی " **العرف الشذی علی هامش الترمذی** ": ذكر في الفتح أن البيع ذا غرر قولي يجب فسخه قضاءً، وذا غرر فعلي يجب فسخه ديانة، وكل بيع مكروه تحريما يجب فسخه ديانة.

(العرف الشذي على هامش الترمذي:١/٢٤٧، رقم الحديث:١٣١٥)

ما فی " **السنن الترمذی** ": عن أبي هريرةؓ قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر وبيع الحصاة". (١/٢٣٣، البيوع، ماجاء في كراهية بيع الغرر، الصحيح لمسلم :٢/٢،كتاب البيوع)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** " : من وجد بمشريه ماينقص الثمن ولو يسيراً ـ جوهرة ـ عند التجار، المراد بهم المعرفة بكل تجارة وصنعة ، قاله المصنف: أخذه بكل الثمن أو رَدّه مالم يتعين إمساكه."درمختار".(٧/١٦٩/١٧٠ كتاب البيوع ، باب خيارالعيب)

والحجة على ما قلنا:

(١) لقوله عليه السلام : " **اتقوا مواضع التهم**". (كشف الخفاء ومزيل الإلباس:١/٣٧)

ما فی " **الأشباه والنظائر** ": " الأمور بمقاصدها ". (١/ ١١٣)

انٹرنیٹ کا استعمال

مسئلہ (۴۱۲): انٹرنیٹ ایک ایسا جدید مواصلاتی نظام ہے، جس کے ذریعے دنیا ایک چھوٹی سی آبادی کی شکل میں تبدیل ہوگئی ہے، انسان گھر بیٹھے دنیا کے چپے چپے اور مختلف الاجناس افراد کی سیر کرتا ہے، انٹرنیٹ کے ذریعے انسان دین واسلام کو گھر بیٹھے دنیا کے ہر طبقے میں متعارف کراسکتا ہے، اور پورے عالم کو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں میں غور کرنے ،توحید ورسالت اور آخرت کی دعوت دینے میں استعمال کرسکتا ہے، اسی طرح تعصب وعناد، اختلاف وانتشار اور بداخلاقی وغیرہ کی بھی انٹرنیٹ کے ذریعہ دعوت دی جاسکتی ہے، جس سے افرادِ انسانی میں اختلاف وانتشار کی فضاء آخری حد تک عام کی جاسکتی ہے۔

اگر انٹرنیٹ کا استعمال پہلے مقصد کیلئے ہے تو اس کا استعمال جائز ہے، اور اگر دوسرے مقصد کیلئے ہے تو اس کا استعمال ناجائز اور حرام ہے، اس لیے کہ فقہ کا قاعدۂ مسلمہ ہے: ''امور اپنے مقاصد کے تابع ہوتے ہیں''۔

انٹرنیٹ پروگرامس کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۴۱۳): انٹرنیٹ میں کچھ پروگرامس ہوتے ہیں، جیسے یاہو میسینجر (Yahoo Massenger)، ایم، ایس، این میسینجر (MsnMassenger)، ریڈیفبال (Redifbol)

والحجة على ما قلنا:

ما في '' **الأشباه والنظائر** '': '' الأمور بمقاصدها ''. (۱/ ۱۱۳)

ما فی '' **المقاصد الشرعية** '': وبقاعدة فقهية سدا للذرائع : '' إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا ''. (ص۴۶)

ما فی '' **اعلام المؤقعين** '': ''وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود''. (۱۵۷/۳)

وغیرہ، یہ پروگرامس ای میل (E-mail) اور چیٹنگ (Chating) کیلئے مخصوص ہوتے ہیں، جن کے ذریعہ دنیا میں کسی بھی فرد سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے، بہت سے نوجوان انٹرنیٹ چیٹنگ (Internet,Chating) کے ذریعے اجنبی لڑکیوں سے فرینڈشپ (Friendship) اور عشق ومحبت کی باتیں کرتے ہیں ، اور آپس میں ایک دوسرے کو فحش اور عریاں تصاویر ای میل (E-mail) کرتے ہیں، جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

انٹرنیٹ پر گیم کھیلنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ(٤١٤): انٹرنیٹ ،موبائل اور کمپیوٹر پر گیم کھیلنے سے اگر فرائض کا ترک لازم آتا ہے،تو یہ کھیل ناجائز اور حرام ہوگا ، اور اگر ترکِ واجب لازم آتا ہوتو مکروہ تحریمی ہوگا ،اور اگر ترکِ سنن ومستحبات لازم آتا ہوتو مکروہ تنزیہی ہوگا ، کیوں کہ ہر وہ کام جو ترکِ فرض کا ذریعہ بنے وہ حرام،اور جو ترکِ واجب کا ذریعہ بنے وہ مکروہِ تحریمی ،اور جو ترکِ سنن ومستحبات کا ذریعہ بنے وہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **مشکوٰۃ المصابیح** ": إن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:" **لعن الله الناظر والمنظور إلیه**".(ص ۲۷۰، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الثالث)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": ولا یکلم الأجنبیة إلا عجوزاً . "درمختار".

(۹/ ۵۳۰، الحظر والإباحة)

ما فی " **الصحیح البخاری** ": " **إن أشد الناس عذابا عند الله المصورون**".

(۲/ ۸۸۰، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة)

ما فی " **رد المحتار علی الدر المختار** ": "لاتمثالَ إنسان أو طیر". "درمختار". قوله : (أو طیر) لحرمة تصویر ذي الروح . (رد المحتار:۹/ ۵۱۹، الحظر والإباحة، فصل في اللبس)

مکروہِ تنزیہی ہوگا۔(۱)

انٹرنیٹ کے ذریعہ رازدارانہ معاملات کی جاسوسی کرنا

مسئلہ(٤١٥): اگر کوئی شخص، یا ادارہ، یا کمپنی، یا حکومت اپنے رازدارانہ معاملات کو، کوڈورڈ (Codeword/password) کے ذریعہ انٹرنیٹ یا کمپیوٹر پر فائلوں میں محفوظ کرلے، تو کسی دوسرے شخص کا جاسوسی کرکے کوڈورڈ (Code word) کو حاصل کرنا، اور فائلوں میں محفوظ رازدارانہ معلومات سے فائدہ اٹھانا شرعاً ناجائز ہے، اس لیے اس سے بچنا واجب ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الكتاب** ": لقوله تعالیٰ: ﴿**ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم**﴾. (سورة الأنعام:١٠٩)

ما في " **الكتاب** ": ﴿**ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم في السبت**﴾. (سورة البقرة:٦٥)

ما في " **الحديث** ": لقوله عليه السلام: " **قاتل الله اليهود حرمت عليهم الشحوم فباعوها وأكلوا أثمانها**". (صحيح البخاري:ص٣٨٤، البيوع، باب لايذاب شحم الميتة ولايباع ودكه، رقم الحديث:٢٢٢٤، موسوعة فتح الملهم:٥٢٧/٧، كتاب المساقات، باب تحريم بيع الخمر والميتة والخنزير الخ)

ما في " **الفروق للإمام القرافي** ": فذمهم لكونهم تذرعوا للصيد يوم السبت المحرم عليهم بحبس الصيد يوم الجمعة. وبقوله عليه السلام: " لعن الله اليهود حرمت عليهم الشحوم فباعوها وأكلوا أثمانها". وبإجماع الأمة على جواز البيع والسلف مفترقين وتحريمهما مجتمعين لذريعة الربا، ....فإنها تدل على اعتبار الشرع سدًّا للذرائع في الجملة وهذا مجمع عليه .

(الفروق للإمام القرافي :٤٣٧/٣،الفرق الرابع والتسعون بين قاعدة ما يسدمن الذرائع وبين قاعدة مالايسد منها)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما في " **الكتاب** ": ﴿**ولا تجسّسوا**﴾. اورتم جاسوسی نہ کرو. (سورة الحجرات:١٢) =

انٹرنیٹ کے ذریعہ تبلیغ واشاعت

مسئلہ(٤١٦): انٹرنیٹ کے ذریعہ قرآنِ کریم ،حدیثِ نبویؐ، عقائدِ اسلام ،احکامِ اسلام ونظریاتِ شرع پر غیروں کی طرف سے جو یلغار کی جارہی ہے،اوراسلام واہلِ اسلام کی جو غلط شبیہ پیش کی جارہی ہے،اس کا جواب انٹرنیٹ کے ذریعہ ہی دینا ممکن ہے،اس لئے اس مقصد کے خاطر انٹرنیٹ کا استعمال جائز ہی نہیں بلکہ بعض اوقات لازم ہے۔(۱)

انٹرنیٹ پرخرید وفروخت

مسئلہ(٤١٧): اگر انٹرنیٹ پر بائع اور مشتری دونوں موجود ہوں، اورایجاب کے فوراً بعد دوسرے کی طرف سے قبول ظاہر ہوجائے تو بیع منعقد ہوجائے گی،اوراس صورت میں عاقدین کو متحد المجلس تصور کیاجائے گا، کیوں کہ اتحادِ مجلس کا مقصد ایک ہی وقت میں،ایجاب کا قبول سے مربوط ہونا ہے۔(۲)

= ما فی " **الصحیح المسلم** ": " **ولا تحسّسوا ولا تجسّسوا** ". (کہ تم دوسروں کی ٹوہ میں اور جاسوسی میں نہ رہو). (۳۱٦/۲، کتاب البر والصلة والأدب، باب تحریم التحاسد.الخ)

ما فی " **فقه النوازل** ": " ان ما لا یتم الواجب إلا به فهو واجب ". (۲۲٥/۳)

والحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** ": ﴿**وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة**﴾. (سورة الأنفال:٦٠)

ما فی " **السنن لأبي داود** ": " **جاهدوا المشرکین بأموالکم وأنفسکم وألسنتکم** ".

(ص۳۳۹، کتاب الجهاد، باب کراهة ترك الغزو)

اور خالد بن ولیدؓ کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول :"حاربهم بمثل ما یحاربونك ، السیف بالسیف، والرُّمح بالرُّمح".

ما فی " **فقه النوازل** ": " ان ما لا یتم الواجب إلا به فهو واجب". **کے عموم میں (مذکورہ حکم) داخل ہے۔**

(۲۲٥/۳)

ما فی " **اعلام المؤقعین** ": " وسیلة المقصود تابعة للمقصود وکلاهما مقصود " . (۳/ ۱۷٥)

والحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " **الکتاب** ": ﴿**أحل الله البیع وحرم الربوا**﴾ . (سورة البقرة:۲۷٥)

انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی دوسرے کا کریڈٹ کارڈ نمبر، اوراس کا پاس ورڈ حاصل کرکے خفیہ طور پرخرید وفروخت کرنا

مسئلہ(٤١٨): انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی کا کریڈٹ کارڈ(Credit Card) نمبراور اس کا پاس ورڈ (Password) حاصل کرکے، اس کے کھاتے سے خفیہ طور پرخرید وفروخت کرنا، جس کا بل، کریڈٹ کارڈ والے کو آتا ہو، شرعاً ناجائز وحرام ہے، اوراس طرح کے مال کے استعمال پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔(۱)

ای - میل(E-Mail) کے ذریعہ بیع وشراء(خرید وفروخت) کرنا

مسئلہ(٤١٩): اگرکسی شخص نے کسی شخص کو، ای۔میل(E-Mail) کے ذریعہ بیع (بیچنے) کی پیشکش کی، توجب وہ شخص جسے یہ پیشکش کی گئی، اس ای۔میل(E-Mail) کو پڑھے، اسی

ما فی " **السنن لأبي داود**": " **المتبايعان بالخيار ما لم يفترقا** ".

(٤٨٩/٢، كتاب البيوع ، باب في خيار المتبايعين)

ما فی " **الأشباه والنظائر** ": " الأمور بمقاصدها " . (١١٣/١)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالیٰ: ﴿**لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراضٍ منكم**﴾. (سورة النساء: ٢٩)

ما فی " **الصحيح المسلم** ": " **كل المسلم على المسلم حرام ، عرضه وماله ودمه** ".

(٣١٧/٢، كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره إلخ، السنن للترمذي: ١٤/٢، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم)

ما في " **الحديث النبوي** " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " **لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه** ". (السنن الكبرى للبيهقي: ٦/ ١٦٦، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح :ص٢٥٥)

وقت اس کی جانب سے قبولیت کا اظہار صحتِ بیع کے لئے ضروری ہوگا، اور یہ صورت تحریر و کتابت کے ذریعہ بیع (بیچنے) کی ہوگی، اور بیع بصورتِ تحریر و کتابت درست و جائز ہے۔(۱)

انٹرنیٹ کے ذریعہ عقدِ نکاح کا حکمِ شرعی

مسئله(۴۲۰): عقدِ نکاح بمقابلۂ عقدِ بیع نازک ہے، اس میں عبادت کا بھی پہلو ہے، اور دو گواہ بھی شرط ہے، اس لئے براہِ راست انٹرنیٹ، ویڈیو کانفرنسنگ اور فون پر نکاح کا ایجاب وقبول شرعاً معتبر نہیں ہوگا، ہاں اگر ان ذرائع ابلاغ پر کسی کو نکاح کا وکیل بنایا جائے، اور وہ دو گواہوں کے سامنے اپنے مؤکل کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے تو نکاح درست ہوگا، بشرطیکہ گواہ مؤکل غائب کو جانتے ہوں، یا بوقتِ ایجاب وقبول اس کا نام مع ولدیت لیا گیا ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **درر الحكام شرح مجلة الأحكام** ": بقاعدة فقهية :" الكتاب كالخطاب".

(۶۹/۱، "المادة:۶۹"، قواعد الفقه :ص۹۹، رقم القاعدة:۲۱۹)

ما فی " **فتح القدير** ": " فلما بلغه الكتاب وفهم ما فيه قال: قبلت في المجلس انعقد". (۲۳۶/۶، الفتاویٰ الهندية:۹/۳، الباب الثاني فيما يرجع إلى انعقاد البيع وفي حكم المقبوض على سوم الشراء وغيره)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **خلاصة الفتاوی** ": " امرأة وكلت رجلا بأن يزوجها من نفسه، فقال الوكيل: اشهدوا اني قد تزوجت فلانة من نفسي إن لم يعرف الشهود فلانة لا يجوز النكاح ما لم يذكر اسمها واسم أبيها وجدها". (۱۵/۲، كتاب النكاح، الفصل السادس في الشهود)

ما فی " **نصب الراية تخريج أحاديث الهداية** ": "رُوي أنه عليه السلام وكل بالتزوج عمر بن أبي سلمةؓ". (۱۹۲/۴، كتاب الوكالة)

تبلیغِ دین کی خاطر ٹیپ ریکارڈ، ویڈیو کیسٹ، سی ڈی وغیرہ کا استعمال

مسئله(۴۲۱): آج ٹیپ ریکارڈ، ویڈیو کیسٹ، سی ڈی ، اور سافٹ ویئر وغیرہ کا استعمال عام ہو چکا ہے، اس لئے تبلیغِ دین اور اشاعتِ حق کے خاطر ایسی کیسٹیں، سیڈیاں اور سافٹ ویئر بنانا، جس میں اخلاقی وتربیتی تعلیمات کو ریکارڈ کیا گیا ہو (خواہ صرف آواز یا آواز کے ساتھ حروف ہوں) جائز ہے، بشرطیکہ اس میں ذی روح کی تصاویر نہ ہوں۔

والحجة على ما قلنا:

ما في " **الكتاب** ": ﴿**خلق لكم ما في الأرض جميعا**﴾. (سورة البقرة: ٢٩)

ما في " **الأشباه والنظائر** ": وبقاعدة فقهية :"إن الأصل في الأشياء الإباحة، حتى يدل الدليل على عدم إباحته". (١/٢٥٢)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": " لا تمثالَ إنسان أو طير"."درمختار". قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح. (٥١٩/٩، الحظروالإباحة، فصل في اللبس)

كتاب اللباس والزينة

(لباس اورزینت کا بیان)

زینت:......ہراس شیٔ کا نام ہے جس کے ذریعے تزیّن ہو۔"**الزينة إسم جامع لكل شيء يتزين به**".
(لسان العرب:۲۰۱/۱۳)

لغتہً:......زینت کا اطلاق اصل خلقت پر معنی زائد پر ہوتا ہے۔

جمال:......تناسب،اعتدال اوراستواءِخلقت کو کہتے ہیں۔"**وقد قيل عن الجمال انه تناسب الخلقة واعتدالها واستوائها**".(أحكام تجميل النساء:ص۵۶)

زینت و جمال میں فرق:

جمال اصلی وفطری خوبصورتی کو کہتے ہیں، جب کہ زینت کا اطلاق اصلی واضافی دونوں خوبصورتیوں پر ہوتا ہے۔"**الجمال يختص بالجمال الأصلي في الخلقة والزينة تشتمل ما كان في أصل الخلق وما كان مضافاً إليه**".

ارشادِخداوندی ہے: ﴿**ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون**﴾
ترجمہ:......اوران کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ (ان کو) شام کے وقت (گھر) لاتے ہواور جبکہ (انہیں) صبح کے وقت (چرنے) چھوڑ دیتے ہو۔[سورۂ نحل:۶]

﴿**والقواعد من النساء اللاتي لا يرجون نكاحاً فليس عليهن جناح أن يضعن ثيابهن غير متبرجات بزينة**﴾. ترجمہ:......اور بڑی بوڑھیاں جنہیں نکاح کی امید نہ رہی ہوان کوکوئی گناہ نہیں (اس بات میں) کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں (بشرطیکہ) زینت کودکھلانے والیاں نہ ہوں[سورۂ نور:۶۰]

محمد بن ابی بکر الدمشقی معروف بابن القیم نے جمال کی دو قسمیں فرمائی: (۱) جمالِ ظاہری، (۲) جمالِ باطنی۔
جمالِ باطنی کا اطلاق علم،عقل،عفت اور شجاعت پر ہوتا ہے،اور جمالِ ظاہری سے وہ خوبصورتی مراد ہے جس

کے ذریعے اللہ رب العزت نے بعض صورتوں کو بعض سے مختص فرمایا ہے، اور یہی زیادتیٔ خلق ہے، ارشاد ہے:﴿یزید في الخلق ما یشاء﴾. ترجمہ:......وہ پیدائش میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے۔

(سورۂ فاطر:۱)

معلوم ہوا کہ جمال فطری وخلقی ہے جو اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے،اور زینت کسبی اور اصلِ خلقت پر اضافہ ہے،شریعتِ اسلامی نے زینت کو مطلقاً ناجائز وحرام نہیں قرار دیا، بلکہ اس کو حدِ اعتدال میں رکھنے کے لیے حدود وقیود متعین کی ہے۔

اگر مسلمان مرد وعورت ان حدود کے اندر رہتے ہوئے اور ان قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے زیب وزینت اختیار کرتے ہیں تو یہ نہ صرف جائز بلکہ مطلوب ہے،اور اگر ان حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں تو نہ صرف ناجائز بلکہ بسا اوقات حرام بھی ہوتا ہے۔

انسان کا زیب وزینت کو پسند کرنا امرِ طبعی بلکہ فطری ہے، ہر انسان اس کی تمنا وآرزو کرتا ہے، کہ وہ خوبصورت ترین دکھائی دے، اسلام نے اس جذبہ وخواہش کو دبایا نہیں بلکہ اس کی اجازت دی، کیوں کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور فطری چیزوں کو منع نہیں کرتا، بلکہ اس کی اجازت دیتا ہے،جیسا کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں شاہد ہیں:﴿یٰبني آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد﴾. ترجمہ:......اے اولادِ آدم ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔[اعراف:۳۱]......﴿قل من حرم زینة الله التي أخرج لعباده والطیبات من الرزق﴾. ترجمہ:......آپ کہیے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہے کس نے حرام کردیا ہے،اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزوں کو؟ (اعراف:۳۲)

مرد وعورت کے لیے زینت سے متعلق اسلامی ہدایات:

۱-......ایسی زیب وزینت جس میں مرد عورتوں،اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں شرعاً جائز نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : " لعن النبي صلى الله عليه وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال". ...... اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کا روپ دھارتی ہیں۔

(صحيح بخاری:۲/۸۷٤، کتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال، رقم الحديث:٥٦٥٦)

۲-......زیب وزینت کی خاطر مسلمان کا اپنا حلیہ، وضع قطع اس طرح بدل لینا کہ غیر مسلموں سے بظاہر کوئی امتیاز باقی نہ رہے، شرعاً جائز نہیں ہے۔

لقوله تعالى: ﴿**ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار**﴾. (سورۂ ہود:۱۱۳)

ولقوله عليه السلام: " **أبغض الناس إلى الله ثلاثة ؛ ملحد في الحرم ، مبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئٍ مسلم بغير حق ليهريق دمه** ". (مشكوة المصابيح:ص۲۷)

ولقوله عليه السلام: "**من تشبه بقوم فهو منهم**".

(ابوداود:ص٥٥٩، كتاب اللباس، باب لباس الشهرة)

۳-......زیب وزینت اور آرائشِ جمال کے جذبات کی تسکین وتکمیل کے لیے اپنی حقیقی ضرورتوں کو نظر انداز کرنا، یا اس کے لیے قرض درقرض کے بوجھ تلے دبتے چلے جانا شرعاً جائز نہیں۔

لحديث عبد الله بن قتادة : يحدث عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم أتي برجل ليصلي عليه فقال النبي صلى الله عليه وسلم : "**صلوا على صاحبكم فإن عليه ديناً** " **قال أبو قتادة: هو عليّ ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "بالوفاء "فقال: بالوفاء، فصلى عليه**. (ترمذی شريف: ۱/۲۰۵، أبواب الجنائز ، باب ماجاء في المديون)

۴-......ناک اور دوسرے اعضاء خلقی طور پر کم خوبصورت اور غیر مناسب ہوں، مگر انسان کی عمومی معتاد خلقت کے دائرہ سے باہر نہ ہوں، تو محض زینت اور خوبصورتی کے لیے پلاسٹک سرجری کرانا تغییر خلق اللہ میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

(تجویز نمبر۴، بابت پلاسٹک سرجری، اٹھارہواں فقہی سیمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

عورتوں کی زینت سے متعلق خاص حدود وقیود:

۱-......عورت زینت اختیار کرسکتی ہے،مگر غیر محرم کے سامنے اس پر اپنی زینت کو چھپائے رکھنا فرض ہے۔

ارشادِ باری تعالی ہے:﴿**وقل للمؤمنات یغضضن من أبصار هن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن**﴾...... اورآپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں،اوراپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں،اوراپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں۔(سورۂ نور:۳۱)

۲-......آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے،سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے،اس لیے ایسی زیب وزینت جس میں جسم کے کل یا بعض اجزاء ظاہر ہوں شرعاً جائز نہیں ہوگی۔

عن عائشة رضي الله عنها أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: يا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم تصلح أن يرى منها إلا هذا وهذا أشار إلى وجهه و كفيه .(ابو داود:ص٥٦٧، كتاب اللباس، باب فيما تبدى المرأة من)

۳-......زیب وزینت کے لیے اپنے جسم کے ان حصوں کو دیگر عورتوں کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتی،جن کا دیکھنا صرف شوہر کے لیے جائز ہے۔

آج کل بہت سی عورتیں بیوٹی پارلروں میں جاکر ایسی زیب وزینت کرواتی ہیں جس میں ان اعضاء کو کھولا جاتا ہے،جن کا دیکھنا صرف اور صرف اس کے شوہر کے لیے جائز ہے،شرعاً یہ عمل سخت گناہ کا باعث ہے۔

۴-......ایسی زیب وزینت جس کے اظہار سے مرد متوجہ ہوں،مثلاً گھنگھروں والے پازیب وغیرہ پہننا، جو چلتے وقت آواز کرتے ہیں،اور مرد متوجہ ہوتے ہیں،یا ایسی تیز خوشبو والا عطر اور پرفیوم لگانا جس کی خوشبو مرد محسوس کریں،شرعاً جائز نہیں،کیوں کہ یہ بھی داعی الی الفتنہ ہے۔اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ محظور وممنوع کا سبب وذریعہ بھی ممنوع ہوتا ہے۔"**ما كان سبباً لمحظور فهو محظور**". (شامی:۲۲۳/۵)"

وكل ما أدى إلى الحرام فهو حرام". (بدائع الصنائع: ١/٦٦٨)"**ما أفضى إلى الحرام كان حراماً**". (موسوعة القواعد الفقهية: ٩/٤٢)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**كل عين زانية والمرأة إذا استطعرت فمرت بالمجلس فهي كذا أو كذا يعني زانية**". ...... ہر آنکھ زنا کرنے والی ہے، اور عورت جب عطر لگا کر مجلس کے پاس سے گذرتی ہے تو وہ بھی زانیہ ہے۔

(ترمذي: ٣/٥٣٢، باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة، نسائی: ٢/٢٤٠، باب ما يكره للنساء من الطيب)

۵-......زینت میں حرام چیزوں کا استعمال اور فعلِ حرام کا ارتکاب نہ ہو، خواہ شوہر کا حکم ہی کیوں نہ ہو۔

عن عائشة رضي الله عنها أن امرأة من الأنصار زوجت ابنتها فتمعط شعر رأسها فجاء ت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلک له، فقالت: إن زوجها أمرني أن أصل شعرها فقال: لا ؛ إنه قد لُعن الموصلات.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک انصاریہ عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، اس کے سر کے بال جھڑنے لگے، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور ماجرا بیان کیا، کہنے لگی کہ اس کے شوہر نے مجھ سے کہا کہ میں اس کے بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں، کیوں کہ بال کے جوڑنے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔

(صحيح بخاری: ٢/٧٨٤، كتاب النكاح، باب لا تطيع المرأة زوجها في معصية)

٦-......ایسی زیب وزینت جس میں ضرر وتکلیف ہو شرعاً جائز نہیں، کیوں کہ جلبِ مصالح ومنافع اوران کی تکثیر، اور دفعِ مفاسد اوران کی تقلیل مقاصدِ شرعیہ میں سے ایک عظیم مقصد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"**لا ضرر ولا ضرار**"."**لا ضرر ولا إضرار**".

(ابن ماجه: ص١٦٩، جامع البيان في تفسير القرآن للطبري: ١٧/٣٨، القواعد الكلية والضوابط الفقهية: ص١٦٧)

۷-......زیب وزینت کا مقصد، مقصدِ حسن ہو، یعنی زینت اس مقصد سے ہو کہ میں اپنے شوہر کی نگاہ میں اچھی لگوں، اور میرا بن سنور کر رہنا اس کی نگاہوں کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت میں معاون ومددگار ہو۔

ویسے تو حسنِ مقصد ہر عمل میں ضروری ہے، خواہ اس عمل کا تعلق معاملات سے ہو یا عبادات سے، زیب وزینت وآرائشِ جمال سے ہو یا کسی اور امر سے، اچھے مقصد سے امورِ مباحہ کو انجام دینے پر ثواب ملتا ہے اور شرعاً وہ جائز ہوتے ہیں، اور اگر مقصد غلط ہو تو ان کی اباحت بھی جاتی رہتی ہے، اور وہ باعثِ گناہ ہوتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''**إنما الأعمال بالنيات ، وإنما لكل امرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو إلى امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه**''.

(صحيح بخارى: ۱/۲)

نیز فقہ کا قاعدہ ہے: ''**الأمور بمقاصدها**'' امور کا حکم ان کے مقاصد کے مطابق ہوتا ہے۔

(الأشباه والنظائر: ۱/۱۱۳)

مسائلِ زیب وزینت

موجودہ دور میں عورتوں کا لباس اور اس کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۴۲۲) : آج کل عورتوں میں ایسا باریک وپتلا لباس پہننے کا رواج ہو چلا ہے، کہ جس سے تمام یا بعض اعضاء نمایاں ہوجاتے ہیں، اسی طرح بعض عورتیں موٹا کپڑا پہنتی ہیں، مگر وہ اس قدر چست اور چھوٹا ہوتا ہے، کہ اس سے جسم کے اعضاء نمایاں ہوجاتے ہیں، لہٰذا خواتین کے لئے ایسے لباس کا پہننا حرام اور ناجائز ہے۔(۱)

محض خوبصورتی کیلئے سرجری کروانا

مسئلہ(۴۲۳): محض خوبصورتی کے لیے سرجری کروانا کسی بھی حالت میں جائز نہیں(۱)، ہاں البتہ

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الکتاب** ": قال تعالیٰ: ﴿ **يٰبني آدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سواٰتكم وريشاً ، ولباس التقوی ذلک خير**﴾.[الأعراف:۲۶]........... وقوله تعالی :﴿ **يٰبني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد وكلوا واشربوا ولا تسرفوا ،إنه لا يحب المسرفين**﴾.(الأعراف:۳۱)

ما فی " **الصحيح المسلم** ": عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" **صنفان من أهل النار لم أرهما قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة ، لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا** ".(۳۸۳/۲، باب جهنم أعاذنا الله منها)

ما فی " **موسوعة فتح الملهم مع التكلمة كاملة** ": أن اللباس إنما يقصد به الستر والتجمل .... فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة ، لا تقره الشريعة الإسلامية ، مهما كان جميلا، أو موافقا لدور الأزياء. (۷۷/۱۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) مام فی " **القرآن الحكيم** ": ﴿**ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله**﴾.

(سورة النساء:۱۱۹) =

اگر ہاتھ یا پیر کی انگلی زائد ہو(۱) یا عورت کو داڑھی نکل آئے تو ایسی صورت میں درست ہے(۲)۔

کم عمر دکھانے کے لیے سرجری کروانا

مسئلہ(٤٢٤): انٹی ایجنگ (Anti aging) یعنی کم عمر دکھانے کی کوشش کرنا، عام طور پر عمر رسیدہ فیشن کی دلدادہ عورتیں، بوڑھاپے کی وجہ سے جلد سکڑ جانے پر سرجری (Surgery) کرواتی ہیں، جسے سکین ٹائٹنگ (Skin tighting) بھی کہتے ہیں، یہ عمل سراسر ممنوع اور ناجائز ہے۔(۳)

= (۱) ما فی " **تـكـملة فتح الملهم مع التكملة كاملة** ": وأمـا قـطع الإصبع الزائدة ونحوها فإنه ليس تغييراً لخلق الله ، وإنه من قبيل إزالة عيب أو مرض.

(۱۰/۱٦۹، كتاب اللباس والزينة، داراحياء التراث العربي)

(۲) ما فی " **تـكـمـلـة فتـح الملهم مع التكملة كاملة** ": أمـا إذا نبـت لـلمرأة لحية أو شارب أو عنفقة فأخذها حلال عند الحنفية والشافعية . (۱۰/۱٦۸)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما في " **أحكام تجميل النساء** " : وقد رأى العلماء المعاصرون تحريمها ومنعها لدلالة النقل والعقل على منعها . فأما النقل : فبقول الله عز وجل : ﴿ **ولآمرنهم فليغيرن خلق الله**﴾. [النساء : ۱۱۹]. ووجه الـدلالة مـن الآية : أنهـا مـن سيـاق الذم وبيان المحرمات التي يسول الشيطان للإنسان بفعلها ، ومن هذه الـمـحـرمـات تـغييـر خـلـق الـله وهذه الجراحات تشتمل على تغيير خلق الله والبعث فيها حسب الهوى والـرغبة ، فتـكـون الـعـمـلية والحال هذه مذمومة شرعاً ، ومن جنس المحرمات التي يسول بها الشيطان للإنسان . ومـن السـنة يـقـول الـنبي صلى الله عليه وسلم : " **والـمتـفـلـجـات للحسن المغيرات خلق الله** ".[الصحيح لمسلم :۲/۲۰۵]. ووجه الدلالة : أنه صلى الله عليه وسلم جمع بين تغيير الخلقة وطلب الـحسـن وكـلا هـذين المعنيين موجودان في الجراحة التحسينية ، فإنها تغيير للخلقة من أجل بل والزيادة فيه، فهي على هذا داخلة في الوعيد ، ولا يجوز أن تفعل. (ص:۳۷۸)

فیشن ایبل طرز پر بال کٹوانا ممنوع ہے

مسئلہ(۴۲۵): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کبھی نصف کان، کبھی کانوں کی لو، اور کبھی مونڈھے تک رہا کرتے تھے، اور حلق (سر مونڈوانا) بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس لئے سنت طریقہ یہی ہے، اس کے برعکس انگریزی طرز پر فیشن ایبل بال رکھنا مثلاً: مشروم کٹ (MashroomCut) سولجر کٹ (SoldierCut) اسٹیپ کٹ (StepCut) ہپی کٹ (HippyCut) بیبی کٹ (BabyCut) راؤنڈ کٹ (RoundCut) وغیرہ ناجائز اور حرام ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **السنن أبی داود** ": عن ابن عمر : " **أن النبي صلى الله عليه وسلم نهىٰ عن القزع** ".

(ص: ۵۷۷، كتاب اللباس، باب في الصبي له ذؤابة)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. (۵۸۴/۹،الحظر والإباحة، فصل في البيع)

ما في " **السنن لأبي داود** ": لقوله عليه السلام : "**من تشبه بقوم فهو منهم**".

(ص: ۵۵۹، باب في لبس الشهرة ، الفتاوى الهندية:۳۵۷/۵، الباب التاسع عشر في الختان)

ما في " **الشمائل للترمذی** ": عن أنس بن مالك قال : " **كان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى نصف أذنيه** ".

عن عائشة رضي الله عنها قالت : " **كنت اغتسل أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم من إناءٍ واحدٍ وكان له شعر فوق الجمة ودون الوفرة**".

وعن البراء بن عازب قال : " **كان رسو ل الله صلى الله عليه وسلم مربوعاً بعيد ما بين المنكبين وكانت جمة تضرب شحمة أذنيه** ".

(ص:۳، السنن الترمذي : ۶۱۹، باب ما جاء في شعر رسول لله صلى الله عليه وسلم)

مصنوعی بالوں کا ٹوپ لگانا

مسئلہ(٤٢٦): بالوں میں مصنوعی وِگ (Wig) یعنی بناوٹی بالوں کی ٹوپی لگانا، جو کہ جسم سے علیحدہ نہ ہو سکے، یا عارضی طور پر لگانا کہ جب چاہا لگالیا اور جب چاہا اتارلیا، دونوں صورتیں ناجائز اور حرام ہیں۔(۱)

مصنوعی بالوں پر مسح کافی نہیں ہوگا

مسئلہ(٤٢٧): وِگ (Wig) یعنی مصنوعی بال اگر سر پر اس طرح فٹ کئے جائیں، کہ انہیں بآسانی نکالنا ممکن نہ ہو، یا اس طرح فٹ کئے جائیں کہ بآسانی نکالے جاسکتے ہوں، بہر دو صورت سر کے اصل بالوں کے چوتھائی پر مسح لازم ہے(۲)، وِگ پر مسح کرنا کافی نہ ہوگا، کیونکہ اس کو لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "**الصحيح البخاری**": عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "**لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة**". (۸۷۸/۲)

ما فی "**الفتاوى الهندية**": وصل الشعر بشعر الآدمي حرام سواء كان شعرها أو شعر غيرها كذا في الاختيار شرح المختار ولا بأس للمرأة أن تجعل في قرونها وذوائبها شيئاً من الوبر.

(۳۵۸/۵، رد المحتار: ۵۳۹/۹، كتاب الحظر والإباحة)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی "**الفتاوى الهندية**": والمفروض في مسح الرأس مقدار الناصية كذا في الهداية، والمختار في مقدار الناصية ربع الرأس، كذا في الاختيار شرح المختار. (۵/۱)

بھوؤں اور چہرے کے بالوں کا اکھاڑنا

مسئلہ (۴۲۸): بہت سی عورتیں بھوؤں کے بالوں کو اکھاڑ کر انہیں باریک کرتی ہیں، اسی طرح چہرہ کے بالوں کو اکھاڑتی ہیں یا کسی سے اکھڑواتی ہیں، تاکہ وہ حسین وجمیل معلوم ہوں، ان کا یہ عمل حرام ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحيح المسلم** ": لما جاء في الحديث : عن عبد الله بن مسعود قال :" **لعن الله الواشمات والمستوشمات، والنامصات والمتنمصات، والمتفلجات للحسن، المغيرات خلق الله** ". الخ

(۲۰۵/۲، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة ، رقم الحديث :۵۵۳۸، رقم الباب:۱۲)

ما فی " **تكملة فتح الملهم مع التكملة كاملة** ": قوله : (النامصات) النمص نتف الشعر، والنامصة هي التي تنتف شعر الوجه كما في القاموس وتاج العروس .... والمتنمصة من تأمر امرأة أخرى بنتف الشعر عن نفسها وأكثر ما تفعله النساء في الحواجب وأطراف الوجه ابتغاء للحسن والزينة وهو حرام بنص هذا الحديث .... قوله : (المغيرات خلق الله) إشارة إلى قوله تعالى في سورة النساء : [۱۱۸و۱۱۹] حكاية عن قول الشيطان : ﴿**لأتخذن من عبادك نصيباً مفروضاً ، ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله**﴾ وفيه تصريح بأن الوصل والوشم والنمص وغيرها من جملة تغيير خلق الله الذي يفعله الإنسان بإغواء من الشيطان والذي نهى عنه الله سبحانه وتعالى في كتابه المجيد .

(۱۰/۱۶۸، ۱۶۹، رقم الباب: ۳۳، داراحياء التراث العربي، كذا في ردالمحتار:۹/۵۳۵، ۵۳۶، الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

ما فی " **الكتاب** ": لقوله تعالى:﴿**ما آتٰكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا**﴾.(سورة الحشر:۷)

ناخن لمبے رکھنا ممنوع ہے

مسئلہ(۴۲۹): فیشن کے طور پر لمبے لمبے ناخن چھوڑنا ناجائز اور مکروہ ہے۔(۱)

عورتوں کے لیے مہندی کا استعمال

مسئلہ(۴۳۰): عورتوں کے لیے ڈیزائن (Design) سے مہندی لگانا جائز ہے، خواہ ہاتھوں میں ہو یا پاؤں میں، ایک خاتون نے پردہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تحریر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لیا، اور دریافت فرمایا: کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا؟ انہوں نے عرض کیا عورت کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''اگر تم عورت ہوتی تو اپنے ناخن کو متغیر کرتی، یعنی مہندی لگاتی''۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی '' **رد المحتار على الدر المختار** '': ويستحب قلم أظافيره يوم الجمعة وكونه بعد الصلاة أفضل، إلا إذا أخره إليه تاخيراً فاحشاً فيكره ، لأن من كان ظفره طويلاً كان رزقه ضيقاً.

(۵۸۰/۹، ۵۸۱، الحظر والإباحة ، فصل في البيع، الفتاوى الهندية:۳۵۸/۵، الباب التاسع عشر)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی '' **السنن أبی داود** '': عن عائشة قالت: أومأت امرأة من وراء ستر بيدها كتاب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم يده، فقال: '' **ما أدري أيد رجل أم يد امرأة؟ قالت : بل يد امرأة ! قال: لو كنت امرأة لغيرت أظفارک يعني بالحناء**''.

عن عائشة أن هنداً بنت عتبة قالت: يا نبي الله! بايعني قال:'' **لا أبايعک حتى تغيري كفيک كأنهما كفا سبع**''.

(۵۷۴/۲، باب في الخضاب للنساء، سنن النسائي:۲۳۷/۲، الخضاب للنساء، مشكوة المصابيح: ص۳۸۳)

لپ اسٹک کا استعمال درست ہے یا نہیں؟

مسئله(٤٣١): لپ اسٹک (Lip stick) اگر ایسی چیز سے بنائی جاتی ہو، جو جلد تک پانی پہنچنے کے لیے مانع ہے، تو اس کا استعمال جائز نہیں ہے، اور اگر پانی جلد تک بآسانی پہنچ جائے تو جائز ہے۔(۱)

مرد وعورت کے لیے کس دھات کی انگوٹھی پہننا درست ہے؟

مسئله(٤٣٢): مرد کے لئے چاندی اور عورت کے لیے سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": (ويجب) أي يفرض (غسل) كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرةً كأذن .... (ولا يمنع) الطهارة (ونيم) أي خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته (وحناء) ولو جرمه، به يفتى. (ودرن ووسخ)... وكذا دهن ودسومة ....(و)لا يمنع (ما على ظفر صباغ و) لا (طعام بين أسنانه) أو في سنه المجوف، به يفتى . وقيل إن صلباً منع، وهو الأصح . "درمختار".(١/٢٨٥-٢٨٩، كتاب الطهارة)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما فی " **الفتاوى الهندية** ": وفي الخجندي : التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعاً. (٥/٣٣٥)

ما فی " **فتاوى قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية** ": ولا يتختم الرجل إلا بفضة ، أما لا يختم بالذهب للحديث المعروف وكذا التختم بالحديد لأنه خاتم أهل النار، وكذا الصفر لقوله عليه السلام :" **تختم بالورق ولا تزده على مثقال**". (٣/٤١٣)

میک اپ کا سامان استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۴۳۳): میک اپ (Makeup) غیر ملکی سامان، پاوڈر (Powder) لپ اسٹک (Lip stick) اور تیل وغیرہ کے بارے میں اگر یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو، کہ ان میں سور کی چربی یا مردار جانوروں کی چربی ملائی گئی ہے، مگر ملانے کے بعد اس کی حقیقت وماہیت کو کسی کیمیاوی عمل کے ذریعہ اس طرح بدل دیا گیا، کہ وہ ایک حقیقت سے دوسری حقیقت بن گئی، تو ان کا استعمال جائز ہوگا(۱)، غیر ملکی سامان میں سور کی چربی یا مردار جانوروں کی چربی ہونے کا محض شک، اس کے استعمال کے جواز کو عدمِ جواز میں تبدیل نہیں کرسکتا، کیونکہ فقہ کا قاعدہ ہے: " **الیقین لا یزول بالشک**"." **الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة**"(۲)۔

عورت کا اپنے شوہر کے لیے میک اپ کرنا

مسئلہ(۴۳۴): اپنے شوہر کے سامنے شرعی حدود میں رہتے ہوئے، عورت کے لیے میک اپ کرنا جائز ہے، کیوں کہ عورت کا یہ عمل اس کے ساتھ شوہر کی محبت میں اضافہ کا باعث ہوگا، اور یہی شارع کا مقصود بھی ہے(۱)، اور قاعدہ ہے:"**الأمور بمقاصدها**"(۲)۔

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **رد المحتار على الدر المختار**": جعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى .... ثم اعلم أن العلة عند محمد هي التغير وانقلاب الحقيقة ويفتى به للبلوى كما علم مما مر، ومقتضاه عدم اختصاص ذلك الحكم بالصابون، فيدخل فيه كل ما كان فيه تغير وانقلاب حقيقة وكان فيه بلوى عامة. (۱/۵۱۹، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

(۲) (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **أحكام تجميل النساء**": تجمل المرأة لزوجها في الحدود المشروعة من الأمور التي ينبغي لها أن تقوم بها فإن المرأة كلما تجملت لزوجها كان ذلك أدعى إلى محبته لها وإلى الائتلاف بينهما، =

عورتوں کا مردوں کے ہاتھوں سے چوڑیاں پہننا

مسئلہ(۴۳۵): عورت اپنی حوائج وضروریات، اسی طرح زیورات خریدنے کیلئے بازار جاسکتی ہے، مگر مردوں کے ہاتھوں سے چوڑیاں پہننا اور دوکانداروں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا ناجائز اور سخت باعثِ گناہ ہے۔(۱)

= وهذا مقصود الشارع ، فالمكياج إذا كان يجملها ولا يضرها فإنه لا بأس به ولا حرج .(ص:۲۰۱)

(۲) (قواعد الفقه:ص۶۳، الأشباه والنظائر:۱/۱۱۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **أحكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله** ": قال تعالى: ﴿**وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى**﴾. [سورة الأحزاب:۳۳] فدلت الآية على أن الأصل في حقهن الحجاب بالبيوت والقرار بها، ولكن يستثنى منه مواضع الضرورة فيكتفى فيها الحجاب بالبراقع والجلابيب .... فعلم أن حكم الآية قرارهن في البيوت إلا لمواضع الضرورة الدينية كالحج والعمرة بالنص، أو الدنيوية كعيادة قرابتها وزيارتهم أو احتياج إلى النفقة وأمثالها بالقياس، نعم! لا تخرج عند الضرورة أيضاً متبرجة بزينة تبرج الجاهلية الأولى، بل في ثياب بذلة متسترة بالبرقع أو الجلباب، غير متعطرة ولا متزاحمة في جموع الرجال؛ فلا يجوز لهن الخروج من بيوتهن إلا عند الضرورة بقدر الضرورة مع اهتمام التستر والاحتجاب كل الاهتمام.وما سوى ذلك فمحظور ممنوع. (۳/۳۱۷۔۳۱۹)

ما في " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفي الدر المختار: وتمنع المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة. (۲/۷۹، باب شروط الصلوة)

وما في " **رد المحتار** " : ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزاً. (۹/۵۳۰ ، الحظر والإباحة)

ما في " **رد المحتار والفتاوى الهندية** " : حل لمسة إذا أمن الشهوة على نفسه........ إلا من أجنبية =

عورتوں کا اونچی ایڑی کی چپل یا جوتی پہننا

مسئلہ(٤٣٦): اونچی ایڑی کے جوتے اور چپل پہننا یوں تو جائز ہے، لیکن نہ پہننا بہتر ہے، اس لیے کہ اب یہ فاحشہ اور بدکار عورتوں کی پسندیدہ چیزوں میں شمار ہوتی ہے، اور ان سے مشابہت اختیار کرنے کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔(۱)

= فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة لأنه أغلظ.

(٥٢٨/٩، الفتاوى الهندية : ٣٢٩/٥، كتاب الكراهية ، باب فيما يحل للرجل النظر)

ما فی " **البحر الرائق** ": قال رحمه الله : يمس ما يحل له النظر إليه ، يعني يجوز أن يمس ما يحل له النظر إليه من محارمه ومن الرجال لا من الأجنبية.(٣٥٦/٨، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما فی " **السنن لأبی داود** ": لقوله عليه السلام :" **من تشبه بقوم فهو منهم** ". (ص:٥٥٩)

ما فی " **أحكام تجميل النساء** ": لبس الكعب العالي محرم لأنه من التبرج الذي ينهى الله عنه.

(ص: ٢٣٣)

ما فی " **فتاوى المرأة المسلمة** ": لبس الكعب العالي لا يجوز لأنه يعرض المرأة للسقوط، والإنسان مأمور شرعاً بتجنب المخاطر .... كما أنه يظهر قامة المرأة وعجيزتها بأكثر مما هي عليه، وفي هذا تدليس وإبداء لبعض الزينة التي نهيت عن إبدائها المرأة المؤمنة.(ص: ٥٣٢،٥٣١)

ما فی " **أحكام تجميل النساء** ": وأما النعال المرتفعة فلا تجوز إذا خرجت عن العادة، وأدت إلى التبرج وظهور المرأة ولفت النظر إليها فكل شيء يكو ن به تبرج المرأة وظهورها وتميزها من بين النساء على وجه فيه التجمل فإنه محرم ولا يجوز لها . (ص: ٢٣٣، المطلب الثالث فی لباس القدمين)

مردوعورت کا کلائی گھڑی پہننا

مسئله(۴۳۷): مردوعورت ہردو کیلئے کلائی گھڑی پہننا جائز ہے۔(۱)

خالص سونے یا چاندی کی گھڑی پہننا

مسئله(۴۳۸): خالص سونے یا چاندی کی بنی ہوئی گھڑی پہننا مرد کیلئے ناجائز ہے، ہاں اگر گھڑی کا اندرونی حصہ سونے یا چاندی کا ہو، اور باہری حصہ لوہے وغیرہ کا ہو، تو مردوعورت دونوں کیلئے جائز ہے۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحيح البخارى** ": عن نافع أن عبد الله حدثه أن النبي صلى الله عليه وسلم اصطنع خاتماً من ذهب وجعل فصه في بطن كفه إذا لبسه فاصطَنَعَ خواتيم من ذهب فرقى المنبر فحمد الله وأثنى عليه فقال: " **إني كنت اصطنعته وإني لا ألبسه** ". فنبذه فنبذ الناس وقال جويرية: ولا أحسبه إلا قال في يده اليمنى. (۸۷۳/۲،باب من جعل فص الخاتم في بطن كفه)

ما فی " **السنن أبی داود** ": عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال شريك وأخبرني أبوسلمة بن عبد الرحمن أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتختم في يمينه.

(۵۸۰/۲، باب ماجاء في التختم في اليمين أواليسار)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **الدر المختار** ": ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً .... ولا يتختم إلا بالفضة لحصول الاستغناء بها فيحرم بغيرها كحجر........ وذهب وحديد وصفر ورصاص وزجاج وغيرها لما مر. "درمختار".

(۵۱۶/۹، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس، البحرالرائق : ۳۴۸/۸، كتاب الكراهية، فصل في اللبس)

الکحل ملا ہوا پرفیومس یا عطر استعمال کرنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ(۴۳۹): آج کل سینٹ (پرفیومس) اور عطر وغیرہ میں جو''الکحل'' ملایا جاتا ہے، اگر وہ انگور یا کھجور کی شراب سے بنا ہوا ہو تو وہ ناپاک ہے، اس کا استعمال ناجائز ہے، اور اگر وہ اِن دونوں شرابوں کے علاوہ کسی اور پاک چیز کی شراب سے، مثلاً: مکئی، جوار، بیر، آلو، چاول یا پیٹرول وغیرہ سے بنا ہوا ہو تو اس کے کپڑوں پر لگانے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، اس کا استعمال جائز ہے، اگر کسی نے ایسا پرفیوم (Perfume) کپڑے پر لگا کر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوگی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

نوٹ: البتہ صاحبِ ''احسن الفتاویٰ'' (حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ) فرماتے ہیں، کہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ آج کل ''اسپرٹ'' اور ''الکحل'' کیلئے انگور اور کھجور استعمال نہیں کی جاتی، لہٰذا شیخین رحمہما اللہ کے قول کے مطابق پاک ہے، حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اگرچہ فسادِ زمان کی حکمت کی بناء پر امام محمدؒ کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے، مگر آج کل ضرورتِ تداوی وعمومِ بلویٰ کی رعایت کے پیشِ نظر شیخین رحمہما اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے، ویسے بھی اصولِ فتویٰ کے لحاظ سے قولِ شیخین رحمہما اللہ کو ترجیح ہوتی ہے، إلا لعارض. (۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ''**تكملة فتح الملهم**'' : ''حكم الكحول المسكرة **(Alcohals)** فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرها فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفةؒ .... وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البيترول وغيره، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفةؒ عند عموم البلوىٰ؛ والله سبحانه أعلم.

(۶۰۸/۳، كتاب الطهارة، الأشربة، حكم الكحول المسكرة، أحسن الفتاوى:۴۸۸/۸، كتاب الأشربة، نظام الفتاوىٰ: ۳۵۳،۳۵۲/۱) =

عورت کے لیے سینٹ کا استعمال

مسئلہ(۴۴۰): عورت کیلئے ایسی خوشبو کا استعمال کرنا جائز ہے جس میں مہک انتہائی کم ہو کہ محض شوہر سونگھ سکے(۱)، ورنہ حدیث میں ہے کہ ''جو عورت مردوں کی مجلس کے پاس سے گزرے، اور وہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں، تو عورت کا یہ عمل زنا میں شمار ہوگا''(۲)۔

= ما في " **الفتاوى الهندية** " : وأما الأشربة المتخذة من الشعير أوالذرة أوالتفاح أوالعسل إذا اشتد وهو مطبوخ أو غير مطبوخ فإنه يجوز شربه مادون السكر عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالیٰ؛ وعند محمد رحمه الله تعالیٰ حرام شربه ؛ قال الفقيه: وبه نأخذ كذا في الخلاصة.

(۴۱۴/۵، كتاب الأشربة ،الباب الثاني في المتفرقات)

ما في " **الفتاوى الهندية** " : قال محمد رحمه الله في الأصل : إذا طرح في الخمر ريحان يقال له سوسن حتى توجد رائحته فلا ينبغي أن يدهن أو يتطيب بها ولا يجوز بيعها.

(۴۱۰/۵، كتاب الأشربة ، الباب الأول في تفسير الأشربة، جامع الفتاوى:۲۱۷/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " **الحديث** ": عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :" **طيب الرجال ما ظهر ريحه وخفي لونه ، وطيب النساء ما ظهر لونه وخفي ريحه**".

(جامع الترمذي :۱۰۷/۲، باب ما جاء في طيب الرجال والنساء ، مرقاة المفاتيح :۲۸۶/۸، ۲۸۷، كتاب اللباس، باب الترجل)

ما في " **الآداب للبيهقي**" : قال (الحسن) : " ألا وطيب الرجل ريح لا لون له ، ألا وطيب النساء لون لا ريح له ". (ص: ۲۴۰ ، باب في طيب الرجال وطيب النساء عند خروجهن ، رقم الحديث:۷۹۶)

(۲) ما في " **الآداب للبيهقي**" : عن أبي موسى الأشعري ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :" **أيما امرأة استعطرت فمرّت على قوم ليجدوا ريحها فهي زانية ، وكل عين زانية** ".

(ص:۲۴۰ ، باب في طيب الرجال وطيب النساء عند خروجهن ، رقم الحديث: ۷۹۷)

بجنے والے زیور پہننا شرعاً ممنوع ہے

مسئلہ(۴۴۱): ایسا زیور پہننا جو بجتا ہو مثلاً جھانجن، پایل اور ہاتھ کے کڑے وغیرہ، شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس گھر میں گھنٹی ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے''۔(۱)

عورتوں کا پلاسٹک، المونیم دھات وغیرہ کے زیور پہننا

مسئلہ(۴۴۲): عورتوں کیلئے پلاسٹک (Plastik) المونیم (Almonium) سونا یا چاندی یا اور کوئی دھات کے زیور پہننا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کسی بد دین کی مشابہت نہ ہو۔(۲)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **مشکوٰة المصابیح** ": عن بنانة مولاة عبد الرحمن بن حيان الأنصاري كانت عند عائشة إذا دخلت عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن فقالت: لا تدخلنها عليّ، إلا أن تقطعن جلاجلها، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "**لا تدخل الملائكة بيتاً فيه جرس**". رواه أبوداود. (ص: ۳۷۹)

والحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " **السنن الترمذی** ": وقد أخرجه الترمذيعن أبي موسى الأشعري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:" **حرم لباس الحرير والذهب على ذكور أمتي وأحل لإناثهم**". (۱/۲۰۳)

ما فی " **تحفة الأحوذی** ": وكذا حليّ الفضة مختص بالنساء إلا ما استثنى للرجال من الخاتم. (۵/۳۸۲)

ما فی " **أحكام تجميل النساء** ": وقد ذكر جميع فقهاء المذاهب إباحة تحلي النساء بسائر أنواع المجوهرات والأحجار الكريمة دون تفريق، كاللؤلؤ والياقوت والزبرجد والمرجان والعقيق والزمرد وسائر حلية البحر............... لبس القلائد من ذهب أو خرز أو غيرهما من خواص النساء، فلا يجوز للرجال التشبه بهن في ذلك. (ص: ۳۲۴)

سونے اور چاندی کے زیورات کا حکم شرعی

مسئلہ(۴۴۳): عورتوں کیلئے سونے چاندی کا استعمال جائز ہے، کیوں کہ عورتوں کیلئے سونے چاندی کے استعمال میں صریح اور صحیح احادیث موجود ہیں، (۱) تاہم اگر ان زیورات کا استعمال فخر وتکبر اور زینت کی عام نمائش کا سبب بنے، اور عدمِ ادائے زکوٰۃ کا اندیشہ ہو تو اَحوط اور اَولی یہ ہے کہ ان زیورات کو استعمال نہ کرے۔(۲)

دکھلاوے کے لیے زیورات پہننا

مسئلہ(۴۴۴): عورت کو زیور، ریاکاری ودکھلاوے کے لیے نہیں پہننا چاہیے، حدیث پاک میں ہے کہ "جو عورت ظاہر کرنے (دکھلاوے) کے لیے زیور پہنے گی تو اس کو عذاب دیا جائے گا"۔(۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الحديث** ": عن سعيد بن أبی هند أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أحل الذهب والحرير لإناث أمتي، وحرم على ذكورها .(السنن النسائی:۲/۲۴۲)

عن ابی موسى الأشعريؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: حرم لباس الحرير والذهب على ذكور أمتي وأحل لإناثهم .(السنن الترمذ:۱/۳۰۲)

(۲) ما فی " **الحديث** ": وعن أخت حذيفة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: **"يا معشر النساء! أما لكن في الفضة ما تحلين به؟ أما انه ليس منكن امرأة تحلى ذهباً تظهره إلا عذبت به"**.

عن أسماء بن يزيدؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيما إمرأةٍ تقلدت قلادةً من ذهب قلدت فی عنقها مثله من النار يوم القيامة، وأيما إمرأةٍ جعلت فی أذنها خرصاً من ذهب جعل فی أذنها مثله من النار يوم القيامة .(السنن لأبی داود: ۲/ ۵۸۱، باب الخاتم)

ما فی " **بذل المجهود** ": قال ابن ارسلان: هذا الحديث الذی ورد فيه الوعيد على تحل النساء بالذهب يحتمل وجوهاً من التأويل؛ أحدها: انه منسوخ كما قال ابن عبد البر، والثانی: أنه فی حق من تزينت به، وتبرجت، وأظهرته، والثالث: أن هذا فی حق من لا تؤدی زكاته دون من أدته، والرابع: أنه إنما منع منه فی حديث الأسورة والفتخات لما رأى من غلظة، فإنه مظنة الفخر والخيلاء .

(۱۲/۲۶۴، باب الخاتم، فتاوی بينات:۴/۴۰۸)

والحجة على ما قلنا:

(۳) وعن أخت حذيفة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: **"يا معشر النساء! أما =**

سات سال کے بعد بچی کے بال نہ کاٹے جائیں

مسئلہ(٤٤٥): جب بچی سات سال کی ہوجائے تو اس کے بال نہ کاٹے جائیں۔(۱)

عورت کا بال کٹوانا ممنوع ہے

مسئلہ(٤٤٦): بیوٹی پارلر (Beauty parlour) یا ہیئر اسٹائلس (Hair styl,s) میں جاکر، یا گھر میں عورت کا بال کٹوانا، اور مختلف ڈیزائن سے بالوں کو فیشن ایبل (Fashionable) بنانا، خواہ سامنے کی جانب سے ہو یا دائیں بائیں، یا پیچھے کی جانب سے ہو، بہرصورت حدیث میں ممانعت کی وجہ سے ناجائز اور مکروہِ تحریمی ہے۔(۲)

= **لكن في الفضة ما تحلين به؟ أما انه ليس منكن امرأة تحلى ذهباً تظهره إلا عذبت به"**.

قولـه صلى الله عليه وسلم في الحديث:" **أما انه ليس منكن امرأة تحلى ذهبا تظهره إلا عذبت به"**. فدل ذلك على حرمة لبس الذهب إذا كان على قصد التبرج وإظهار الزينة للرجال ولا يتأتى هذا التفاخر والتكاثر في غالب الأحوال إلا في لبس الذهب دون الفضة .

(التعليق الصبيح:٤/٥٢٦، سنن النسائي:٢/٢٤١، كتاب الزينة، الكراهية للنساء في إظهار الحلي والذهب)

والحجة على ما قلنا:

(١) ما في " **الكتاب** ": لقوله تعالى: ﴿ **ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله ، ومن يتخذ الشيطان ولياً من دون الله فقد خسر خسراناً مبيناً**﴾.

(سورة النساء:١١٨)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح** ": عن ابن عباس قال : قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم : " **لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال"**. (ص: ٣٨٠)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفيه قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت، زاد في البزازية : وإن بإذن الزوج لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق، ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته والمعنى المؤثر التشبه بالرجال. (٥٨٣/٩)

والحجة على ما قلنا:

(٢) ما فی " **الحديث** ":عن ابن عباس قال : " **لعن النبي صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال"**.(صحيح البخاري :٢/٨٧٤، مشكوة المصابيح :ص٣٨٥)

ما فی " **البحر الرائق** ": وإذا حلقت المرأة شعر رأسها فإن كان لوجع أصابها فلا بأس به ، وإن حلقت =

چہرے کا مساج کروانا درست نہیں ہے

مسئلہ(۴۴۷): فیس مساج (Face massage) کروانا، یعنی گال، ناک، گردن وغیرہ پر کریم (Cream) یا اس جیسی چیز سے اتنی مالش کرنا کہ چمڑی باریک ہو جائے، اس عمل کا کرنا اور کروانا دونوں ناجائز ہیں۔(۱)

مرد وعورت خضاب استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ(۴۴۸): سرخ خضاب مرد اور عورت دونوں کے لیے جائز بلکہ مستحب ہے، اور سیاہ خضاب مرد وعورت دونوں کے لیے مکروہِ تحریمی ہے، البتہ مرد کے لیے میدانِ جہاد میں دشمنانِ اسلام کو مرعوب کرنے کے لیے سیاہ خضاب کرنا بالاتفاق محمود ومستحسن ہے۔
اسی طرح ہیئر کلر کے نام سے جو مہندی لگائی جاتی ہے، اگر وہ بالوں کو خالص سیاہ کردے تو مکروہ تحریمی،

= تشبه الرجال فهو مكروه.(۸/۳۷۵، كتاب الكراهية، الفتاوى الهندية :۵/۳۵۸)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": وفيه : قطعت شعر رأسها أثمن ولعنت .. .. والمعنى المؤثر تشبه بالرجال اهـ . "در مختار" . أي لا العلة المؤثرة في إثمها التشبه بالرجال ، فإنه لا يجوز كالتشبه بالنساء. (۹/۵۸۳، ۵۸۴)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **أحكام تجميل النساء** ": وبعد النظر إلى أقوال الفقهاء فيها أن القول بالإباحة هو الأولى شرط أن لا تكون هذه المواد مضرة ، فإن كانت مضرة فإن الحكم يتغير إلى المنع إذا سبق القول بأن التحريم يتبع الخبث والضرر................. فالمكياج إذا كان يجملها ولا يضرها فإنه لا بأس به ولا حرج ولكنني سمعت أن المكياج يضر بشرة الوجه، وأنه بالتالي تتغير به بشرة الوجه تغيراً قبيحاً قبل زمن تغيرها في الكبر.(ص: ۲۰۰، ۲۰۱، المطلب الرابع أحكام عامة فی تجميل الوجه)

اور اگر سیاہ مائل بسرخ کر دے تو بلا کراہت اس کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ اس میں اور کوئی مانعِ شرعی موجود نہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ فتحِ مکہ کے روز حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے، درآں حالانکہ ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ گھاس کی طرح سفید تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کی سفیدی کسی چیز سے بدل دو لیکن سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔

حدیثِ مذکور سیاہ خضاب کی ممانعت اور اس کے ماسواء خضاب کے جواز پر دال ہے۔(۱)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الصحيح المسلم** ": ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة وحمرة ويحرم خضابه بالسواد على الأصح. (۱۹۹/۲)

ما فی " **مرقاة المفاتيح** ": قال النووي : في الخضاب أقوال وأصحها: أن خضاب الشيب للرجل والمرأة يستحب ، بالسواد حرام.

(۲۷٦/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الفصل الأول، رقم الحديث: ٤٤٢٤)

ما فی " **بذل المجهود** ": وفي الحديث تهديد شديد في خضاب الشعر بالسواد وهو مكروه كراهة تحريم. (۲۸۳/۱۲)

ما فی " **رد المحتار على الدر المختار** ": يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو في غير حرب في الأصح، ويكره بالسواد. "**درمختار**" .... قال العلامة ابن عابدين الشامي : قوله: ويكره بالسواد أي لغير الحرب، قال في الذخيرة: أما الخضاب بالسواد للغزو ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود بالاتفاق، وإن ليزين نفسه للنساء فمكروه.

(۹/٦۰٤،٦۰٥، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، الفتاوى الهندية:۳٥۹/٥) =

عورتوں کا خوبصورتی کے لیے گودنا ممنوع ہے

مسئلہ(۴۴۹): ماہرینِ جمالیات کے نزدیک گالوں اور ہونٹوں پر تل کا نشان علامتِ حسن ہے، اسی لیے گال یا ہونٹ پر مصنوعی تل بنائے جاتے ہیں، عام طور پر اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ کسی کالے رنگ کے مادہ، مثلاً: کاجل وغیرہ کے نقطے تل نما بنائے جاتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ آرٹیفیکل میل (Artifical male) یعنی داغ دے کر تل بنائے جاتے ہیں، یا سوئی سے سوراخ کر کے سرمہ وغیرہ بھر دیا جاتا ہے، تاکہ وہ سبز ہو جائے، تو پہلی صورت جائز اور دوسری صورت ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ یہ تغییر فی خلق اللہ میں داخل ہے(۱)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ گودنے والیوں، گدوانے والیوں، بالوں کو نوچنے والیوں، نچوانے والیوں، اور خوبصورتی کیلئے دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں اور اللہ تعالی کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے(۲)۔

نوٹ: الواشمۃ: وشمٌ سے ماخوذ ہے، وشم عورتوں میں گودنے کا ایک قدیم فیشن ہے، جس

= ما فی " **الحديث** ": عن جابر بن عبد الله قال: أتى قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " **غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد** ".

(الصحيح لمسلم: ۱۹۹/۲، السنن لأبي داود: ۵۷۸/۲، مشكوة المصابيح: ص ۳۸۰)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب** ": قال تعالى: ﴿ **فليغيرن خلق الله** ﴾. (النساء: ۱۱۹)

(۲) ما فی " **فتح الباری شرح صحيح البخاری** ": عن عبد الله رضي الله عنه قال: " **لعن الله الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله** ".

(۴۶۶/۱۰، كتاب اللباس، باب المستوشمة)

میں سوئی وغیرہ کے ذریعے بدن کے کسی حصہ یعنی رخسار، ہونٹ، کلائی وغیرہ میں باریک سوراخ کیا جاتا ہے، پھر اس میں کاجل سرمہ وغیرہ بھر دیا جاتا ہے، جس میں سیاہ یا کسی اور رنگ کے نقطے ابھر آتے ہیں، جس کو حسن میں زیادتی کا باعث سمجھا جاتا ہے، اس عمل کے کرنے والیوں کو واشمات اور جس کے ذریعہ کرایا جائے اس کو مستوشمات کہتے ہیں (۱)۔

خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کروانا

مسئلہ (۴۵۰): حسن اور خوبصورتی کی غرض سے دانتوں کو باریک کروانا اور کشادہ کروانا بھی ناجائز ہے۔(۲)

دس سالہ لڑکے سے پردہ ضروری ہے

مسئلہ(۴۵۱): عورتوں کیلئے غیر محرم دس سالہ لڑکے سے پردہ واجب ہے، اس لیے کہ اس میں شعور بیدار ہو جاتا ہے۔(۳)

---

(۱) ما في "**فتح الملهم**" : أما الواشمة بالشين المعجمة ففاعلة الوشم وهي أن تغرز إبرة ونحوهما في ظهر الكف أو المعصم، أو الشفة أو غير ذلك من بدن المرأة حتى يسيل الدم ثم تحشو ذلك الموضع بالكحل أو النورة فيخضّر وقد يفعل ذلك لنقش صور أو نقوش وفاعلة هذا واشمة، والمفعول بها ذلك موشومة، فإن طلب فعل ذلك بها فهي مستوشمة، والوشم حرام بنص هذا الحديث على الفاعلة والمفعول بها باختيارها والطالبة له.

(۱۰/۱۶۷، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة، والواشمة والمستوشمة والنامصة والمتنمصة إلخ ، المكتبة دار احياء التراث العربى ، الصحيح المسلم :۲/۲۰۵، الصحيح البخاري : ۲/۸۷۸)

(۲) (حوالہ سابق)

والحجة على ما قلنا:

(۳) ما فى "**مختصر تفسير ابن كثير**": وقوله تعالى: ﴿**أو الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء**﴾.(النور:۳۱) يعني لصغرهم لا يفهمون أحوال النساء وعوراتهن من كلامهن الرخيم وتعطفهن =

ٹائی کا استعمال درست نہیں ہے

مسئلہ(۴۵۲): آج کل جدید تعلیم یافتہ لوگ ٹائی کو بڑے فخر سے اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں، یہ شرعاً ناجائز ہے، اس لیے کہ یہ صلیب نما ہوا کرتا ہے، اور صلیب شعارِ نصاریٰ ہے، اور ہمیں ان کے شعار میں مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔(۱)

= في المشية وحركاتهن وسكناتهن .... فأما إن كان مراهقا أو قريبا منه بحيث يعرف ذلك ويدريه ويفرق بين الشوهاء والحسناء فلا يمكّن من الدخول على النساء، وقد ثبت في الصحيحين عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: " **إياكم والدخول على النساء" قيل: يا رسول الله أفرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت"**. (۲/۶۰۱،۶۰۲)

ما فی " **أحكام القرآن للجصاص**": وقد أمر الله تعالى الطفل الذي قد عرف عورات النساء بالاستيذان في الأوقات الثلاثة بقوله: ﴿**ليستأذنكم الذين ملكت أيمانكم والذين لم يبلغوا الحلم منكم**﴾ وأراد به الذي عرف ذلك. وقد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "**مروهم بالصلاة لسبع واضربوهم عليها لعشر، وفرقوا بينهم في المضاجع**". فلم يأمر بالتفرقة قبل العشر وأمر بها في العشر لأنه قد عرف ذلك في الأكثر الأعم ولا يعرفه قبل ذلك في الأغلب. (۳/۴۱۲)

ما فی " **مشكوٰة المصابيح**": عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**مروا أولادكم بالصلوة وهو أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين، وفرقوا بينهم في المضاجع**. رواه أبوداود. (۱/۵۸، كتاب الصلاة، الفصل الثاني)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " **الكتاب**": قال الله تعالى: ﴿**ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار وما لكم من دون الله من أولياء ثم لا تنصرون**﴾. (سورة هود: ۱۱۳)

ما فی " **بذل المجهود فی حل سنن أبی داود**": (عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يترك في بيته شيئاً) يشمل الملبوس والستور والبسط والآلات (فيه تصليب) أي صورة =

....

....

....

= الصليب التي للنصارى من نقش في ثوب أو غيره (إلا قضبه) . ولفظ البخاري: ”إلا نقضه “ أي قطعه وكسره ، وغيرّ صورة الصليب، والصليب وإن لم يكن على صورة ذي حياة يمحى لما يعبده النصارى.

(۱۲/۱۷٦، كتاب اللباس، باب في الصليب في الثوب، رقم الحديث:٤١٥١، مكتبة دارالبشائر الإسلامية بيروت ، سنن أبي داود: ٥٧٢/٢)

ما فی ” **السنن لأبي داود** “: قوله عليه السلام :” **من تشبه بقوم فهومنهم**“. (٥٥٩/٢)

ما فی ” **مرقاة المفاتيح** “: (قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من تشبه بقوم) أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أي في الإثم والخير ، قال الطيبي: هذه عام في الخلق والخلق والشعار.

(٢٢٢/٨،كتاب اللباس، رقم الحديث: ٤٣٤٧)

ما فی ” **موسوعة فتح الملهم مع التكملة كاملة** “: إن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة ، لايجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلك التشبه بهم. (١٠/٧٧،كتا ب اللباس والزينة)
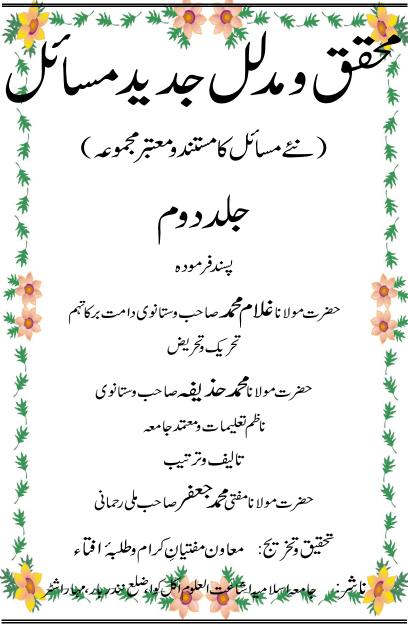
محقق ومدلل جدید مسائل

(نئے مسائل کا مستند ومعتبر مجموعہ)

جلد دوم

پسند فرمودہ

حضرت مولانا **غلام محمد** صاحب وستانوی دامت برکاتہم

تحریک وتحریض

حضرت مولانا **محمد حذیفہ** صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

تالیف وترتیب

حضرت مولانا مفتی **محمد جعفر** صاحب ملی رحمانی

تحقیق وتخریج: معاون مفتیانِ کرام وطلبۂ افتاء

ناشر: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، ضلع نندربار، مہاراشٹر

نام کتاب:	محقق ومدلل جدید مسائل جلد دوم
پسند فرمودہ:	حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی
تحریک وتحریض:	حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی
تالیف وترتیب:	حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
کمپوزنگ، پروف ریڈنگ	مفتی شمشیر بستوی، عبد المتین اشاعتی کانڑ گانوی
اشاعت اول:	۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء
تعداد صفحات:	۷۷۶
تعداد مسائل:	۶۷۰
قیمت:	....
ناشر:	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail: jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

فہرست عناوین

تقریظ

رئیس جامعہ

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم

مسلمان احکام الٰہی کا پابند ہے، اپنے آپ کو پابند سمجھتا ہے اور سمجھنا بھی چاہیے، اور اس کا کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہونا چاہیے، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے: " **لا یجوز لمسلم أن یتصرف أو یفعل فعلا إلا بعد معرفة حکم الله فیه** " . (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۵/۸)

عامۃ المسلمین کو درپیش مسائل مہمہ کے حل کی طرف ہر زمانے کے علماء نے خصوصی توجہ دی، جو ان کی ذمہ داری ہے، اور انہوں نے اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی، کر رہے ہیں، اور کرتے رہیں گے، کیوں کہ یہ دین قیامت تک کے لیے ہے، اور اس میں ہر زمانے میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل موجود ہے، حالات بدلتے رہے، بدل رہے ہیں، اور بدلتے رہیں گے، اور تبدیلئ حالات کے ساتھ ساتھ نت نئے مسائل کا پیدا ہونا جہاں امر طبعی ہے، وہیں ان کا حل پیش کرنا بھی امر ضروری ہے۔

کتاب "**محقق ومدلل جدید مسائل**" جلد دوم چھ سوستر (۶۷۰) عوام کو درپیش مسائل کا مجموعہ ہے، جن کو عزیزم مولانا حذیفہ سلمہ اور مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی نے منتخب ومرتب کر کے طلباء دارالافتاء سے تخریج وتحقیق کا کام کروا کر انہیں مسائل کا ایک مستند مجموعہ بنا دیا۔ اللہ اسے قبول فرمالے!

اب جامعہ ان مسائل کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہماری تمام نیک کاوشوں کو شرف قبولیت سے نواز کر اپنی رضا نصیب فرمائے۔ فقط

(مولانا) غلام محمد وستانوی

۱۴۳۶/۴/۲۵ھ۔ ۲۰۱۵/۲/۱۵ء

ایک اہم وضاحت

مولانا حذیفہ وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

اللہ رب العزت نے کائنات وانسان کو پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد دنیوی وانسانی نظام کو ویسے ہی اس کی حالت پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کی نشو ونما اور انتظام وانصرام کا اعلیٰ بندوبست فرمایا تاکہ کائنات میں توازن وبرابری قائم رہ سکے، کیوں کہ اگر اللہ اپنی مخلوق کو اپنے سہارے کے بغیر چھوڑ دیتا تو پورا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

انسان کی نظر میں دو چیزیں بڑی اہم ہیں: (۱) خود اس کی زندگی، (۲) کائنات۔ کائنات کو عالمِ کبیر اور انسان کے اندرون وبیرون کو عالمِ صغیر سے موسوم کیا جاتا ہے، انسان اللہ کی دی ہوئی عقل سے اپنے مسائل کچھ نہ کچھ درجہ حل کر لیتا ہے، مگر کائنات جو عالمِ کبیر ہے، وہ اس کے بس میں نہیں اس لیے کہ اس کی عقل محدود، اس کا علم ناقص، اس کی طبیعت کمزور، اور اس کی قدرت محدود، غرضیکہ وہ گرچہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں اشرف ہے مگر اس کی تمام چیزیں محدود ہیں، اب ظاہری بات ہے کہ وہ اپنی محدود ملکات کے ذریعہ کائنات کا نظام نہیں چلا سکتا تھا، کیوں کہ اتنے عظیم نظام کو چلانے کے لیے غیر محدود ملکات کی حامل ذات کی ضرورت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے عالمِ کبیر کی تمام ذمہ داریاں اپنے ذمہ لے لی، البتہ انسان کو اپنے بارے میں محدود اختیارات دے رکھے ہیں، جس سے وہ اپنے بعض امور انجام دے سکتا ہے، مگر یہ بھی محدود ہیں، کیوں کہ اس کی عقل کی رسائی وپرواز بہت زیادہ نہیں، اس لیے اسے اللہ کے تعاون کی ضرورت تھی، اللہ نے یہ فضل وکرم فرمایا کہ ہر زمانہ میں انبیاء کو مبعوث کر کے اس کے مسائل کو اپنے غیر محدود علم وقدرت سے حل کر دیا، گویا انسان اپنے مسائل کو حل کرنے میں بھی اللہ کا محتاج ہے، اس کے بغیر وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ عقل بغیر وحی کے صحیح رہنمائی نہیں کر سکتی۔

سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو اس لیے نبی بنا کر مبعوث کیا گیا کہ انسانی عمارت کی بنیاد واساس صحیح طور پر قائم ہو، ورنہ بنیاد ہی اگر کج ہوگی تو عمارت کا کیا پوچھنا؟ پھر ہر زمانہ میں اس زمانہ کے احوال کے اعتبار سے شریعتیں اتاری جاتی رہیں، اور وہ شریعتیں اپنے ایک محدود زمانے کے اعتبار سے مکمل ہوا کرتی تھیں، اس کے ذریعہ اس محدود زمانہ کی ضرورتیں پوری ہوجاتیں، تاہم ضرورت تھی ایک جامع ومکمل شریعت کی، تو اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرما کر اس ضرورت کو بھی پورا کردیا، اور اعلان کردیا: ﴿**الیوم اکملت لکم دینکم**﴾ .

(سورة المائدة :۳)

اللہ رب العزت نے شریعتِ محمدیہ میں ایسے اصول اور ضروری جزئیات بیان کردیئے کہ اس کی روشنی میں قیامت تک مسائل حل کیے جاتے رہیں گے، مگر بہر حال سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کی وجہ سے اس کے لیے وارثینِ علومِ نبوت کا ہونا ضروری تھا، تو اللہ نے اس امت پر یہ احسانِ عظیم اور فضل فرمایا کہ ہر زمانہ میں علماء وفقہاء کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جو پیش آمدہ تمام مسائل کو خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات سے، ان کا تعلق معاشرت سے ہو، یا سیاست ومعیشت سے، ان کا واسطہ اخلاق ومروت سے ہو، یا ظاہر وباطن سے، حل کرتی رہی، اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا، علامہ ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا:

”دین حق کی حفاظت کے لیے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کا ہونا ضروری ہے۔“

صنعتی انقلاب کے بعد نت نئے مسائل پیدا ہوتے گئے اور علماء اسے حل کرتے رہے، خلافتِ عثمانیہ نے ” **مجلة الأحکام العدلیة** “ کو اسی ضرورت کے پیشِ نظر تیار کروایا تھا، جو ایک تاریخی کارنامہ ہے، اس کے بعد جب خلافت کا سقوط واقع ہوگیا، اور مسلمانوں کے مسائل حکومت کے ذریعہ حل نہیں ہوسکتے تھے، تو اللہ رب العزت نے دنیا بھر میں المجامع الفقہیۃ (فقہی اکیڈمیاں) قائم کروائی اور اب اہم اہم جدید مسائل انہیں کے ذریعے حل ہورہے ہیں، ضرورت اس بات کی تھی کہ قرآن وحدیث اصول وقواعد اور جزئیاتِ فقہیہ کی روشنی میں ہر باب سے متعلق پیش آمدہ جدید مسائل کے حل پر مشتمل ایک ایسی عظیم کتاب تیار کی جائے جو تمام مسائل کو محیط نہ سہی مگر اکثر

مسائل کو جامع ہو، جب جامعہ میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا تو بندے کے ذہن میں یہ صورت آئی کہ ہمارا دارالافتاء اس کے لیے معین ثابت ہوسکتا ہے، وہ اس طرح کہ طلبۂ افتاء کو شروع سال میں مختلف ابواب فقہیہ سے متعلق مسائل پر تمرین کروائی جائے، اور بعد میں جدید مسائل پر، مگر محقق و مدلل انداز میں، یعنی ہر مسئلہ کو حتی الامکان کتاب اللہ وسنت رسول اللہ، اور ساتھ ہی ساتھ قواعد فقہ وجزئیاتِ فقہیہ سے حل کروایا جائے؛ کہ اس سے، جہاں طلباء افتاء کی تمرین وتدریب ہوگی وہیں مسائلِ جدیدہ پر تخریج وتحقیق کا کام بھی ہوتا رہے گا۔

الحمدللہ! محض اللہ کے فضل، اس کی توفیق اور نصرت سے یہ کام شروع ہو چکا ہے، سالِ اول کے طلبہ سے تقریباً چار سو باون (۴۵۲) ان مسائل پر کام کروایا گیا، جن کو ناکارہ بیانِ مصطفیٰ میں عوام کی ضرورت کے لیے صرف مسائل کی صورت میں بعنوان ''عصر حاضر کے پیش آمدہ جدید مسائل'' لکھتا رہا، ان طلباء نے ماشاءاللہ بحسن خوبی اور انتہائی جانفشانی سے، دن رات ایک کر کے اس کام کو انجام دیا، اور حضرت مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی بڑی دلچسپی وجدوجہد سے اس عملِ تحقیق اور تخریج وتطبیق پر نظر فرماتے رہے۔ **فجزاهم الله خير الجزاء**

محقق و مدلل جدید مسائل جلد دوم جو تقریباً چھ سو ستر (۶۷۰) مسائل پر مشتمل ہے، یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک زرین کڑی ہے، ان شاءاللہ ہر سال اسی طرح کام ہوتا رہے گا، اور یہ کوشش کی جائے گی کہ جدید مسائل کا ایک انسائیکلوپیڈیا تیار ہو جائے، تاکہ وقت کی ایک اہم ضرورت پوری ہو، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت واعانت شاملِ حال رکھے!

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

وتب علينا إنک أنت التواب الرحيم

حذیفہ وستانوی

۲۵/۴/۱۴۳۶ھ-۱۵/۲/۲۰۱۵ء

ابتدائیہ

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم ، اما بعد!

زیرِ نظر کتاب ''محقق ومدلل جدید مسائل'' جلد دوم، اسی سلسلہ کی دوسری اہم کڑی ہے، جسے جامعہ نے قیام دارالافتاء کے روزِ اول سے شروع کر رکھا ہے، پہلی جلد......ایمان وعقائد، بدعات ورسومات، طہارت، تیمّم، اذان، جمعہ، امامت، سجدۂ تلاوت، قبلہ، زکوۃ، روزہ، اعتکاف، نکاح، معاملات، شیئرز، سود، اجارہ، مباح وممنوع، موبائل، لباس اور زیب وزینت وغیرہ سے متعلق (۴۵۲) جدید مسائل پر مشتمل تھی، اب یہ دوسری جلد بھی- ایمان وعقائد، قرآنیات، طہارت، نماز، جنائز، مساجد، زکوۃ وصدقۂ فطر، روزہ، حج، قربانی، نکاح، طلاق، معاملات (بیع، سود، انشورنس، اجارہ، شرکت، غصب ولقطہ وغیرہ)، لباس اور زیب زینت، مباح وممنوع، طب اور تفریحی امور ......وغیرہ سے متعلق چھ سو ستر (۶۷۰) جدید مسائل پر مشتمل ہے۔

میں دعا گو ہوں طلبۂ سال دوم وسوم کے لیے، جنہوں نے بوقت تمرین ان مسائل کی تحقیق وتخریج میں بڑی جانفشانی سے کام کیا، اللہ تعالیٰ انہیں تفقہ فی الدین کی دولت سے مالا مال فرمائے!

اسی طرح میں مشکور ہوں اپنے معاونین مفتی عبد المتین، مفتی افضل، مفتی مجیب الرحمٰن صاحبان کا جنہوں نے ان مسائل کی مراجعت، کمپوزنگ و پروف ریڈنگ میں بڑی محنت فرمائی۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر تصویر مسئلہ وتطبیق عبارات میں کچھ خلل ہو، تو صحیح تصویر مسئلہ وتطبیقِ عبارت سے احقر کو مطلع فرمائیں، یہ ان کا احسان عظیم ہوگا۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم !!

مؤلف-: ۲۵/۴/۱۴۳۶ھ-۱۵/۲/۲۰۱۵ء

کتاب الإیمان والعقائد

☆......ایمان وعقائد کے مسائل......☆

ضروریات دین کی وضاحت

مسئلہ (۱): ضروریاتِ دین وہ بنیادی باتیں ہیں جن پر ایمان کا مدار ہے، اوران کا حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سے ہونا قطعی، یقینی اورمتواتراً ثابت ہو، نیز ان کی شہرت اس درجہ ہو کہ عوام بھی ان کا حضور ﷺ کے دین سے ہونا جانتے ہوں، جیسے توحید، رسالت، ختم نبوت، حیات بعد الممات، سزا وجزاء اعمال، نماز، روزہ، زکوٰۃ کی فرضیت، سود اورخمر کی حرمت وغیرہ۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " اکفار الملحدین في موسوعة رسائل الکشمیري " : والمراد بالضروریات علی ما اشتهر في الکتب ما علم کونه من دین محمد ﷺ بالضرورة ، بأن تواتر عنه واستفاض ، وعلمته العامة کالوحدانیة والنبوّة وختمها بخاتم الأنبیاء وانقطاعها بعده ..... وکالبعث والجزاء ووجوب الصلوٰة والزکوٰة وحرمة الخمر ونحوها . (۲/۳)

ما في " رد المحتار " : قوله : (هو تصدیق الخ) معنی التصدیق قبول القلب وإذعانه لما علم بالضرورة أنه من دین محمد ﷺ بحیث تعلمه العامة من غیر افتقار إلی نظر واستدلال کالوحدانیة والنبوة والبعث والجزاء ، ووجوب الصلاة والزکاة وحرمة الخمر ونحوها . اهـ.

(۶/۳۵۴ ، ۳۵۵ ، کتاب الجهاد ، باب المرتد ، بیروت)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱/۱۹۰، کراچی)

کیا ''خدا'' ہر شئ میں ہے؟

مسئلہ (۲): بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا ہر شئ (چیز) میں حُلول کیے ہوئے ہے، جب کہ یہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے، کیوں کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ حسین وقبیح، پاک وپلید ہر شئ (چیز) میں موجود ہے، اور اس امر کی قباحت ظاہر ہے، لہٰذا ایسا عقیدے رکھنے والے کو خارج از اسلام سمجھا جائیگا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' فتح الباري '' : وأما قوله : '' عنده '' . فقال ابن بطال : '' عنده '' فی اللغة للمکان، والله منزه عن الحلول فی المواضع ؛ لأن الحلول عرض یفنی وهو حادث والحدث لا یلیق بالله . (۴۶۰/۱۳)

ما في '' شرح الفقه الأکبر '' : ولیس حالا ولا محلاً . (ص/۳۶)

ما في '' أصول الدین لأبي منصور التمیمي '' : وأما الحلولیة فإن أرادوا بحلول الإله فی الأشخاص مماسته أو مجاورته لها فقد أبطلنا ذلک وإن أرادوا حلولاً مثل حلول الأعراض في الأجسام فقد أوجبوا کون الإله عرضاً غیر قائم بنفسه ، وما لا یقوم بنفسه لا یصح کونه صانعاً وإن أرادوا بالحلول وقوع ضوء منه علی الصورة فلیس الإله حسماً ذا شعاع وإنما وصفناه بأنه نور السموات والأرض علی معنی أنه منورهما . (ص/۹۹)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱/ ۲۴۷، کراچی)

اللہ تعالیٰ کو ''ظالم'' کہنا

مسئلہ (۳): اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسے کلمات کا استعمال جو اس کی عالی ذات وصفات سے متصادم (ٹکرا جانے والے) ہیں، مثلاً: ''اللہ تعالیٰ ظالم ہے''، یہ انتہائی بے ادبی ہے، اور اُن کے اِجراء یعنی کہنے سے کفر کا اندیشہ ہے [1]، خدا تعالیٰ اپنی مملوک مخلوق میں جیسا چاہے تصرف کرسکتا ہے [2]، حقیقت پسند اس کو ہرگز ظلم نہیں کہہ سکتا [3]، کیوں کہ مالک کو اپنی مملوک میں ہر قسم کے تصرف کی اجازت ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : من نسب الله تعالى إلى الجور فقد كفر . (۲/۲۵۹)

ما في " البحر الرائق " : يكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به . (۵/۲۰۲)

(۲) ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : كل يتصرف في ملكه كيف شاء .

(ص/۶۵۴ ، رقم المادة : ۱۱۹۲)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الله لا يظلم مثقال ذرة﴾ . (سورة النساء : ۴۰)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما الله يريد ظلماً للعباد﴾ . (سورة آل عمران : ۱۰۸)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما ربك بظلام للعبيد﴾ . (سورة فصلت : ۴۶)

(فتاوی محمودیہ: ۲/۴۱۰، ۴۱۱، کراچی)

اللہ تعالیٰ کی طرف ’’بے انصافی‘‘ کی نسبت

مسئلہ (۴): بے انصافی کی حقیقت؛ ملکِ غیر میں ناحق تصرف کرنا ہے، اگر یہ تعریف ذہن میں رہے، تو اب خالق کا کوئی بھی تصرف اپنی مخلوق میں ظلم ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ مالک اپنی ملک میں ہی تصرف کررہا ہے[۱]، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف بے انصافی کی نسبت کرنا[۲]، بارگاہِ خداوندی میں شدید گستاخی ہے، اِس سے کفِ لسان (زبان کو روکنا) ضروری ہے، ورنہ کفر کا اندیشہ ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' شرح المجلة لسليم رستم باز '' : كل يتصرف في ملكه كيف شاء .
(ص/۶۵۴ ، رقم المادة : ۱۱۹۲)

(۲) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿إن الله لا يظلم مثقال ذرة﴾ . (سورة النساء : ۴۰)
ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿وما الله يريد ظلماً للعباد﴾ . (سورة آل عمران : ۱۰۸)
ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿وما ربک بظلام للعبيد﴾ . (سورة فصلت : ۴۶)

(۳) ما في '' الفتاوى الهندية '' : من نسب الله تعالى إلى الجور فقد كفر . (۲/۳۵۹)
ما في '' البحر الرائق '' : يكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به . (۵/۲۰۲)
(فتاویٰ محمودیہ: ۲/۴۱۰، ۴۱۱، کراچی)

اذانِ جمعہ کے بعد" الصلوۃُ سنّۃ رسولِ اللّٰہ" پکارنا

مسئلہ (۵): اذانِ جمعہ کے بعد" الصلاۃ سنّۃ رسولِ اللّٰہ" پکارنا محض بے بنیاد اور بدعت ہے، جس کا کوئی ثبوت نہیں، جب تثویب للفرض (اذان کے بعد دوبارہ نماز کے لیے بلانا) میں اختلاف ہے [1]، حالانکہ یہ ائمہ سے ثابت بھی ہے [2]، تو تثویب للسنۃ (سنت کے لیے بلانا) بر بنائے عدمِ ثبوت (ثابت نہ ہونے کی بناپر) یقیناً ناجائز ہوگی۔ [3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : لما روي أن علياً رضي الله عنه رأى مؤذناً يثوب في العشاء فقال : " أخرجوا هذا المبتدع من المسجد " . ولحديث مجاهد رضي الله عنه قال : دخلت مع ابن عمر رضي الله عنهما مسجداً نصلي فيه الظهر ، فسمع المؤذن يثوب فغضب وقال : " قم حتى نخرج من عند هذا المبتدع ، فما كان التثويب على عهد رسول الله ﷺ إلا في صلاة الفجر " . (۱/۲۷۴ ، باب الأذان)

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : وقد روي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه قال : لا بأس بأن يخص الأمير بالتثويب فيأتي بابه فيقول : السلام عليك أيها الأمير ورحمة الله وبركاته ، حيّ على الصلاة مرتين ، حيّ على الفلاح مرتين ..... غير أن محمد رحمه الله تعالى حين حج أتاه مؤذن مكة يؤذنه بالصلاة فانتهره وقال : ألم يكن في أذانك ما يكفينا .
(۱/۲۷۳ ، باب الأذان)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويثوب بين الأذان والإقامة في الكل للكل . در مختار . وفي الشامية : خصه أبو يوسف بمن يشتغل بمصالح العامة كالقاضي والمفتي والمدرس ، واختاره قاضي خان وغيره . (۱/۱۵ ، كتاب الصلوٰة ، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان)

ما في " السعاية " : أقول : التثويب الذي نحن فيه لم تعهد في الصدر الأول ، وإنما =

مسجد نبوی ﷺ کے نقشے کی جانب رخ کر کے درود شریف پڑھنا

مسئلہ (۶): ہر نماز کے بعد مسجد نبوی ﷺ کے نقشے کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر درود شریف پڑھنا کسی دلیلِ شرعی سے ثابت نہیں ہے، البتہ نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے، جس قدر بھی توفیق ہو، بڑے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ کر درود شریف پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے، کیوں کہ درود شریف کی حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے۔(۱)

=استحسنه المتأخرون للتواني في الصلوات كلها : السلام عليک أيها الأمير ورحمة الله وبركاته ، حيّ على الصلاة ، حيّ على الفلاح ، الصلاة يرحمک الله ، واستبعد محمد رحمه الله ، لأن الناس سواسية في أمر الجماعة . (۲/۲۷ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد " . (ص/۳۷۷ ، كتاب الصلح ، باب قول الله تعالى الخ)

ما في " فتح الباري " : قال ابن المنير : ان المندوبات قد تنقلب مكروهات ، إذا رفعت عن رتبتها . (۲/۴۳۷) (احسن الفتاوی:۱/۳۳۶، ۳۳۷، باب ردّ البدعات)

ما في " مرقاة المفاتيح " : ان من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصرّ على بدعة أو منكر . (۳/۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الله وملٰئكته يصلّون على النبي يآيها الذين اٰمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليماً﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الرحمن بن أبى ليلىٰ قال : لقيني كعب بن عجرة فقال : ألا أهدي لک هدية؟ إن النبي ﷺ خرج علينا فقلنا : يا رسول اللّٰه ! قد علّمنا كيف نسلم عليک ، فكيف نصلي عليک ؟ قال : فقولوا : " اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على آل إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنک حميد مجيد ، اللهم بارک على =

مسجد میں میلاد شریف پڑھوانے کی نذر

مسئله (۷): اگر کوئی شخص اس بات کی نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا، تو میں مسجد میں میلاد شریف پڑھواؤں گا، تو اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی، اور نہ اس کا ایفا (پورا کرنا) واجب ہے، کیوں کہ بطریقِ مروّجہ مجلسِ میلاد منعقد کرنا شرعاً بے اصل، بدعت اور ناجائز ہے، جب کہ نذر کے منعقد ہونے کے لیے منذور بہ کا قربتِ مقصودہ ہونا ضروری ہے، اور مجلسِ میلاد قربتِ مقصودہ نہیں ہے، لہٰذا یہ نذر منعقد نہیں ہوگی، اور اس طرح کی نذر ماننے سے احتراز لازم ہے۔(۱)

=محمد وعلى آل محمد كما باركت على آل إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنک حميد مجيد" . (ص/۱۱۳۵ ، كتاب الدعوات ، باب الصلاة على النبي ﷺ)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : " من صلى عليّ واحدة صلى الله عليه عشراً " .

(۳/۲۲۹ ، كتاب الصلوٰة ، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد)

ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله بن مسعود ، أن رسول الله ﷺ قال : " أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم عليّ صلاة " . (۱/۱۱۰ ، قديمي ، ۱/۳۵۹ ، أبواب الوتر ، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي ﷺ ، بيروت)

ما في " سنن النسائي " : عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من صلى عليّ صلاة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات ، وحطت عنه عشر خطيئات ، ورفعت له عشر درجات " . (۱/۳۸۵ ، كتاب صفة الصلوٰة ، الفضل في الصلاة على النبي ﷺ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اعلاء السنن " : عن عمرو بن شعيب ، عن أبيه ، عن جده : أن رسول الله ﷺ قال : " لا نذر إلا فيما يبتغي به وجه الله ، ولا يمين في قطيعة رحم " . (۱۱/۴۹۷)=

۱۲/ربیع الاول وغیرہ تاریخوں میں عرس

مسئلہ (۸): ۱۲/ربیع الاول یا کسی بزرگ کی تاریخ وفات پر جو عرس لگتا ہے، اوراس میں ڈھول باجوں کے ساتھ قوالیاں ہوتی ہیں، شریعتِ مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں [۱]، بلکہ یہ بہت سے مفاسد وبرائیوں پر مشتمل ہیں [۲]، جن میں سے ایک میوزک کے ساتھ قوالی کی محفل ہے، جس کے ناجائز ہونے پر دلائلِ فقہیہ دال ہیں [۳]، لہٰذا یہ دونوں چیزیں (عرس وقوالی) شرعاً ناجائز اور ممنوع ہیں۔ [۴]

=وما في " اعلاء السنن " : قال المؤلف : دلالته على الباب ظاهرة ، فإن ما يبتغي به وجه اللّٰه ظاهر في العبادة المقصودة ، فغير المقصود لا يبتغى به وجه الله إلا بواسطة ، والمطلق إذا أطلق يراد به الفرد الكامل ، فالمراد العبادة المقصودة لا غير . فافهم . ويؤيد ما مرّ من أنه ﷺ ألغى تعيين بيت المقدس للصلاة في النذر مع أن للصلاة فيه فضلا تدل على أن النذر بعبادة غير مقصودة لا ينعقد ولا يجب إيفاؤه . (۱۱/۴۹۷)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها أن يكون قربة مقصودة فلا يصح النذر بعبادة المرضى وتشييع الجنائز والوضوء والإغتسال ، ودخول المسجد ، ومسّ المصحف والأذان ، وبناء الرباطات والمساجد ، وغير ذلک ، وإن كانت قربا ، لأنها ليست بقرب مقصودة . (۴/۲۲۸)

ما في " البحر الرائق " : واعلم بأنهم صرّحوا بأن شرط لزوم النذر ثلاثة : كون المنذور ليس بمعصية ، وكونه من جنسه واجب ، وكون الواجب مقصوداً لنفسه . (۲/۵۱۴)

ما في " رد المحتار " : وأقبح منه النذر بقراء ة المولد في المنابر مع اشتماله على الغناء واللعب ، وايهاب ثواب ذلک إلى حضرة المصطفىٰ ﷺ . (۳/۳۸۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المنتقى مع مجمع الأنهر " : (فما ظنک به عند الغناء الذي يسمون وجدًا) ومحبة ، فإنه مكروه ، لا أصل له في الدين ، زاد في الجواهر : وما يفعله متصوفة زماننا حرام ، لا يجوز القصد والجلوس إليه ، ومن قبلهم لم يفعله .(۴/۲۱۹ ، كتاب الكراهية ، في المتفرقات)=

....

=(۲) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وأما الرقص والتصفيق والصريخ ، وضرب الأوتار ، والضج والبوق الذي يفعله بعض من يدعي التصوف ، فإنه حرام بالإجماع ، لأنه زيّ الكفار ، كما في سكب الأنهر . (۳۱۹ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب ما يفسد الصلاة)
(۳) ما في " البزازية على هامش الهندية " : استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضب ونحوه حرام ، قال عليه السلام : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذّذ بها كفر " أي بالنعمة . (۳۵۹/۶ ، كتاب الكراهية ، الباب الثالث فيما يتعلق بالملاهي)
ما في " حاشية الطحطاوي " : وأجاز بعضهم الغناء في العرس كضرب الدف فيه ، ...... قلت : لكن في البحر : والمذهب حرمته مطلقاً ، فانقطع الاختلاف ، بل ظاهر الهداية أنها كبيرة ولو نفسه . (ص/۳۱۹ ، كتاب الصلاة)
(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستفزِزْ من استطعتَ منهم بصوتک﴾ . (الإسراء : ۶۴)
ما في " روح المعاني " : ﴿بصوتک﴾ أي بدعائک إلى معصية الله تعالى ....عن مجاهد تفسيره بالغناء والمزامير واللهو والباطل . (۱۶۱/۹)
ما في " التفسير المنير " : قال القرطبي : دلّت آية ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک﴾ على تحريم المزامير والغناء واللهو ، لأن صوته : كل داع يدعو إلى معصية الله تعالى ، وكل ما كان من صوت الشيطان أو فعله ، وما يستحسنه فواجب التنزّه عنه . (۱۲۸/۸)
ما في " الدر المنثور للسيوطي " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال : " إنما نهيت عن صوتين أحمقين فاجرين : صوت عند نغمة لهو ولعب ، ومزامير شيطان ، وصوت عند مصيبة خدش وجوه ، وشق جيوب ورنّة شيطان " .
(۳۰۹/۵) (فتاوی محمودیہ:۲۴۳/۳،باب البدعات والرسوم،کراچی)
ما في " العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية " : سئل العلامة الجد عبد الرحمن آفندي العمادي عن السماع بما صورته فيما إذا سمع من الآلات المطربة ...... فأجاب المولى المذكور ..... قلت : والحق الذي هو أحق يتبع ، وأحرى أن يدان به ويسمع ، أن ذلک كله من سيئات البدع ، حيث لم ينقل فعله من السلف الصالحين ، ولم يقل محله أحد من أئمة الدين المجتهدين رضي الله تعالى عنهم أجمعين . (۲/۵۵۸– ۵۵۹ ، الحظر والإباحة ، مطلب في سماع الآلات)

سیرت کانفرنس

مسئلہ(۹): سیرتِ پاک کو بیان کرنا اور لوگوں تک اسے پہنچانا موجبِ اجر وثواب ہے، جب کہ اس میں التزامِ مالا یلزم نہ ہو، اور کوئی عمل خلافِ شرع نہ ہو، مثلاً: زمان ومکان، مہینے، تاریخ، دن، خاص ہیئت اور اسے مستحب وواجب کا درجہ دینا؛ کہ شریک نہ ہونے والوں پر ملامت ہو، وغیرہ وغیرہ۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الحديثية " : المواليد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتملة على خير، كصدقة وذكره صلاة وسلام على رسول الله ﷺ ومدحه، وعلى شر بل شرور، لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانيب ، وبعضها ليس شر، لكنه قليل نادر ، ولا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة ؛ أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح .... والقسم الثانى سنة تشمله الأحاديث الواردة فى الأذكار المخصوصة والعامة ، كقوله ﷺ : " لا يقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة ، وغشيتهم الرحمة ، ونزلت عليهم السكينة ، وذكرهم الله تعالى فيمن عنده " . رواه مسلم . وروى أيضًا أنه عليه الصلاة والسلام قال لقوم جلوس يذكرون الله تعالى ويحمدونه على أن هداهم للإسلام : " أتانى جبريل عليه والصلاة والسلام فأخبرنى أن الله تعالى يباهي بكم الملائكة " . وفى الحديثين أوضح دليل على فضل الإجتماع على الخير والجلوس له ، وأن الجالسين على خير كذلک، يباهى الله بهم الملائكة ، وتنزل عليهم السكينة ، وتغشاهم الرحمة ، ويذكرهم الله تعالى بالثناء عليهم بين الملائكة فأى فضائل أجل من هذه .

(۱/ ۳۲۵ ، مطلب الإجتماع للموالد والأذكار مطلوب ما لم يترتب عليه شر وإلا فيمنع منه ، مطبع مصطفى الحلبي ، أحمد شهاب الدين بن حجر الهيتمي المكي)

(فتاویٰ محمودیہ:۳/ ۲۱۸،۲۱۹، کراچی)

بغرضِ تخفیفِ عذاب، قبر پر پھول کی چادر چڑھانا

مسئلہ (۱۰): بعض لوگ اُس حدیث کو دلیل بنا کر؛ جس میں آپ ﷺ کا دو قبروں پر ہری ٹہنیاں رکھنے کا تذکرہ ہے، تخفیفِ عذاب کے لیے قبر پر پھول دار چادر ڈالتے ہیں، جب کہ حضور اکرم ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے رکھ کر یہ فرمایا تھا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گے عذاب میں تخفیف رہیگی، یہ آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی برکت تھی، یقینی طور پر عذاب کا ہونا آپ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم تھا، اور آپ ﷺ نے تخفیفِ عذاب کے لیے دعا بھی فرمائی تھی، اِن تمام چیزوں کا حصول ہمارے لیے ممکن نہیں، معلوم ہوا کہ یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا، اگر عام ہوتا، تو صحابہ اور تابعین ضرور اس کا اہتمام فرماتے، لیکن کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اِس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قبروں پر پھول ڈالنا شرعاً ناجائز اور بدعت ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عباس قال : " مرّ النبي ﷺ على قبرين فقال : إنهما يعذبان ..... ثم دعا بعسيب رطب فشقّه باثنين ، ثم غرس على هذا واحداً ، وعلى هذا واحدا وقال : لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا " . (ص/۴، كتاب الطهارة ، باب الاستبراء من البول)

ما في " فتح الباري " : قال الخطابي : هو محمول على أنه دعا لهما بالتخفيف مدة بقاء النداوة ..... وقد استنكر الخطابي ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه في القبر عملاً بهذا الحديث ، قال الطرطوشي: لأن ذلک خاص ببركة يده . (۱/۴۱۷ ، كتاب الوضوء ، باب من الكبائر ... الخ ، معالم السنن للخطابي : ۱/۱۷، ۱۸، رقم الحديث : ۱۳)

ما في " بذل المجهود " : قال الحافظ في فتح الباري : قال المازري : يحتمل أن يكون =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=أوحى إليه أن العذاب يخفف عنهما هذه المدة .

(۱/۲۳۶ ، كتاب الطهارة ، باب الاستبراء من البول)

ما في " فيض الباري " : أما إلقاء الرياحين على القبور ، ففي الفتاوى الهندية عن مطالب المؤمنين ، أنه جائز تمسكاً بحديث الباب ، قلت : وصرح العيني أنه لغو وعبث ، وقال الخطابي : إن ما يفعله الناس على القبور لا أصل له . كما في النووي .

(۱/۴۱۱ ، كتاب الوضوء ، باب في الكبائر)

ما في " حاشية البدر الساري إلى فيض الباري " : قلت : وقد توغّل الناس في إلقاء الرَّياحين على القبور، حتىٰ انهم جعلوه من سمات الحنفية ، ومن لا يتبع هواهم يرمونه بالوهّابية ، ويسخرون به ، وينبزونه بالألقاب ، فهداهم الله تعالى طريق الصواب .... إن كانوا يدّعون اتباع الحديث ، فعليهم أن يضعوا الجرائد دون الرّياحين ، وعلى المعذَّبين دون المقرَّبين ، لأن الحديث إنما ورد في المعذَّبين .

(فيض الباري : ۱/۴۱۲ ، كتاب الوضوء ، كذا في اعلاء السنن : ۴/۳۳۱ ، بيروت)

(فتاوی محمودیہ: ۹/۱۷۳،۱۷۴، کراچی)

گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست

مسئلہ (۱۱): اسلام میں کسی چیز کے منحوس ہونے کا تصور واعتقاد درست نہیں، اور احادیث میں جو آیا ہے کہ: ”گھر، عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے“(۱)، محدثین نے اس کے متعدد معانی بیان کیے ہیں، چنانچہ (فتح الباری، عمدۃ القاری اور مرقاۃ المفاتیح وغیرہ شروح کتب حدیث میں یہ تفاصیل دیکھی جاسکتی ہیں)، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جس توجیہ کی اَولویت (فوقیت) کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ضعیف الاعتقاد لوگوں کے اعتقاد کی حفاظت کے لیے ہے، مطلب یہ ہے کہ جس کو اپنے گھر یا گھوڑے یا بیوی کے متعلق دل میں کدورت ہو، اس کو ان سے مفارَقت کر لینی چاہیے، تاکہ اگر تقدیر کے فیصلہ کے مطابق کوئی مصیبت آجائے، تو کم از کم آدمی کا اعتقاد تو محفوظ رہے؛ کہ اپنی مصیبت کا سبب ان چیزوں کو قرار نہ دے سکے، کیوں کہ ان سے مفارقت کی جاچکی ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” صحیح مسلم “ : عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : ” الشؤم في الدار والمرأة والفرس “ . (رقم : ۵۹ ۳۷ ، باب الطیرة والفأل وما یکون فیه الشؤم)

(۲) ما في ” فتح الباری “ : والمراد بذلک حسم المادة وسد الذریعة لئلا یوافق شيء من ذلک القدر فیعتقد من وقع له أن ذلک من العدوی أو الطیرة فیقع فی اعتقاده ما نهی عن اعتقاده فأشیر إلی اجتناب مثل ذلک والطریق فیمن وقع له ذلک فی الدار مثلا التبادر إلی التحول منها لأنه متی استمر فیها ربما حمله ذلک علی اعتقاد صحة الطیرة والتشاؤم .

(۶/ ۷۸)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱/ ۲۳۲، ۲۳۳، کراچی)

منگل اور بدھ کو حجامت بنوانے کو منحوس سمجھنا

مسئلہ (۱۲): بہت سے حضرات منگل اور بدھ کے دن حجامت بنوانے کو منحوس سمجھتے ہیں، جب کہ شریعتِ اسلامیہ میں کسی بھی وقت یا دن کے منحوس ہونے کا تصور نہیں ہے، یہ جاہلانہ اور ہندوانہ خیال ہے، متعدد احادیث میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے۔(۱)

رات میں قرض دینے کو منحوس سمجھنا

مسئلہ (۱۳): بہت سے لوگ رات میں قرض دینے کو منحوس سمجھتے ہیں، جب کہ ایسے خیال کی شرعاً کوئی بنیاد نہیں ہے، بلکہ احادیث میں اس کی تردید آئی ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه قال : " لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر". (۲/۸۵۷)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن مسعود عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : " الطیرة شرک، الطیرة شرک ، ثلاثاً، وما منا إلا ولکن الله یذهبه بالتوکل " . (ص/۵۴۶)

ما في " صحیح البخاري " : عن أنس أن النبي صلی الله علیه وسلم قال : " لا عدوی ولا طیرة ، ویعجبنی الفال الصالح ، والفال الصالح ؛ الکلمة الحسنة " . (۲/۸۵۷ ، سنن أبي داود:ص/۵۴۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " صحیح البخاري " : عن أبی هریرة رضي الله تعالی عنه قال : " لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر " . (۲/۸۵۷)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن مسعود عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : " الطیرة شرک، الطیرة شرک ثلاثاً ، وما منا إلا ولکن الله یذهبه بالتوکل " . (ص/۵۴۶)

ما في " صحیح البخاري " : عن أنس أن النبي صلی الله علیه وسلم قال : " لا عدوی ولا طیرة ، ویعجبنی الفال الصالح ، والفال الصالح ؛ الکلمة الحسنة " . (۲/۸۵۷ ، سنن أبي داود:ص/۵۴۶)

کیا رام، لچھمن وغیرہ پیغمبر تھے؟

مسئلہ (۱۴): جس طرح ثابت النبوۃ نبی (جس نبی کی نبوت ثابت ہو) کی نبوت کا انکار جائز نہیں، اسی طرح غیر ثابت النبوۃ نبی (جس کی نبوت ثابت نہ ہو) کی نبوت کا اعتراف بھی جائز نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جن انبیاء کرام کے ناموں کی تصریح کی ہے، ان میں سے ہر ایک پر بالتعیین ایمان رکھنا ضروری ہے، البتہ جن کے احوال کو رب سبحانہٗ نے پردۂ خفاء میں رکھا اُن پر اِجمالی ایمان کافی ہے، نہ تو ان کی بحث وتفتیش کرنی ہے، اور نہ اس کا علم انقطاعِ وحی (سلسلۂ وحی بند ہونے) کے بعد ہوسکتا ہے، رام لچھمن وغیرہ حضرات کی نبوت پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں، لہٰذا ان کی نبوت کا اعتراف کرنا یا اس کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ورسلا قد قصصناهم عليک من قبل ورسلا لم نقصصهم عليک﴾ . (سورة النساء : ۱٦۴)

ما في " شرح الفقه الأكبر " : يجب أن يقول : آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله . (ص/۲٦)

ما في " شرح العقائد النسفية " : والأولى أن لا يقتصر على عدد في التسمية ...... ولا يؤمن في ذكر العدد أن يدخل فيهم من ليس منهم أو يخرج منهم من هو فيهم ..... ويحتمل مخالفة الواقع وهو عد النبي ﷺ من غير الأنبياء أو غير النبي من الأنبياء . (ص/۱۳۹، ۱۴۰)

ما في " شرح عقيدة الطحاوي " : وأما الأنبياء والمرسلون فعلينا الإيمان بمن سمى الله تعالى في كتابه من رسله ، والإيمان بأن الله أرسل رسلا سواهم وأنبياء لا يعلم أسمائهم وعددهم إلا الله تعالى الذي أرسلهم ، فعلينا الإيمان بهم جملة لأنه لم يأت في عددهم نص .

(ص/۲۸۹) (فتاویٰ محمودیہ: ۱/۴۵۳، ۴۵۵، کراچی)

مرچی وغیرہ سے نظر بد اتارنا

مسئلہ (۱۵): نظر بد اتارنے کے لیے مرچی وغیرہ پر پڑھ کر آگ میں جلانا درست ہے(۱)، بشرطیکہ کوئی خلافِ شرع چیز اُس پر نہ پڑھی جائے، اور کسی شیطان وجنات سے استعانت ومدد نہ لی جائے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : " كان يؤمَر العائن فيتوضأ ثم يغتسل منه المَعِينُ " . (ص/ ۵۴۱، ۵۴۲، كتاب الطب، باب ما جاء في العين)

ما في " شرح معاني الآثار للطحاوي " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت : " أمرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن استرقى من العين " . (۲/ ۴۲۷، مكتبه سعيد)

ما في " رد المحتار " : لا بأس بوضع الجماجم فى الزرع ، والمبطخة لدفع ضرر العين ، حتى تصيب المال ، والآدمى والحيوان ويظهر أثره فى ذلك عرف بالآثار ..... روى أن امرأة جاء ت إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقالت : نحن من أهل الحرث ، وإنا نخاف عليه العين ، فأمر النبي صلى الله عليه وسلم أن يجعل فيه الجماجم . (۹/ ۴۴۴، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۰/ ۸۱، کراچی)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عوف بن مالك قال : كنا نرقى فى الجاهلية يا رسول الله ! كيف ترىٰ فى ذلك ؟ فقال : " أعرضوا علي رقاكم لا بأس بالرقىٰ ما لم يكن فيه شرك " . (۲/ ۳۸۸)

ما في " مرقاة المفاتيح " : رقية فيها اسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها مقالا لا يجوز شرعًا . (۸/ ۳۷۱، كتاب الطب والرقى)

دعا میں وسیلہ پکڑنا

مسئلہ (۱۶): اگر کوئی شخص اس طرح دعا کرے کہ؛ اے اللہ! میری فلاں حاجت رسول اللہ ﷺ کے طفیل پوری فرمادے، یا اولیاء کرام کا نام لے، تو دعا میں اس طرح وسیلہ لگانا جائز ہے، کیوں کہ خود حضور ﷺ نے اس وسیلہ کی تعلیم دی ہے [۱]، حضرت عمر ابن خطاب اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما سے بھی اس طرح کا وسیلہ ثابت ہے [۲]، البتہ اپنے پیر یا بزرگوں کو مدد کے لیے بلانا، ان سے اپنی مرادیں مانگنا، ان کو خدا کے کاموں میں دخیل سمجھنا وغیرہ، یہ سب اُمور ناجائز بلکہ شرک ہیں۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن عثمان بن حنيف أن رجلاً ضرير البصر أتى النبي ﷺ فقال : أدع الله أن يعافيني، قال : " إن شئت دعوت وإن شئت صبرت فهو خير لک فادعه قال : فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوء ه ويدعو بهذا الدعاء : " أللهم إني أسألک وأتوب إليک بنبيک محمد نبي الرحمة إني توجهت بک ، إلى ربي في حاجتي هذه لتقضي لي أللهم فشفعه فيّ " . (۲/۱۹۸ ، باب الدعوات)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس بن مالک ؛ أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان إذا قُحِطُوْا استسقى بالعباس بن عبد المطلب رضي الله عنه ، فقال : " اللهم إنا كنا نتوسل إليک بنبيّنا فتسقينا ، وإنا نتوسّل إليک بعمّ نبيّنا فأسقِنا ، قال : فيُسقَون " .

(۱/۱۳۷ ، أبواب الاستسقاء ، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال ابن حجر : واستسقىٰ معاوية بيزيد بن الأسود ، فقال : " اللهم إنا نستسقي بخيرنا وأفضلنا ، اللهم إنا نستسقي بيزيد بن الأسود ، يا يزيد ! ارفع يديک=

" اطلبوا العلم ولو بالصّین " کی تحقیق

مسئلہ (۱۷): " اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالْصِّیْن " (علم حاصل کرو گرچہ اس کے لیے چین کا سفر درکار ہو)، یہ روایت معتبر نہیں ہے، مشہور محدث امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور جتنی سندوں سے منقول ہے، وہ تمام ہی سندیں ضعیف ہیں [1]، اور ممتاز محدث علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے بحوالہ ابن حبان لکھا ہے کہ: " یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ " [2]

= إلى الله تعالى فرفع يديه ، ورفع الناس أيديهم فثارت سحابة من المغرب كأنها ترس وهبّت ريح فسقوا حتى كاد الناس لا يبلغون منازلهم " . (۳/ ۵٦٠ ، باب الاستسقاء)

(۳) ما في " روح المعاني " : ان الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالى من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم ، مثل : يا سيدي فلان ! أغثني ، وليس ذلك من التوسل المباح في شيء ، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلك ، وأن لا يحوم حول حماه ، وقد عَدَّه أناس من العلماء شركاً ، وأن لا يكنيه ، فهو قريب منه . (۴/ ۱۸۸ ، سورة المائدة : الآية/ ۳۵ ، مكتبه زكريا بكڈپو ديوبند) (فتاویٰ محمودیہ:۱/ ۲/۵۷ ، کراچی، نظام الفتاویٰ:۱/ ۷۰، ۷۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : " أطلبوا العلم ولو بالصّين ، فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم " . هذا الحديث شبه مشهور ، وإسناده ضعيف ، وقد روى من وجه كلها ضعيفة . (۲/ ۲۵۴ ، باب فى طلب العلم)

(۲) ما في " كتاب الموضوعات لإبن الجوزي " : هذا حديث لا يصح عن رسول الله ﷺ ، وقال ابن حبان : هذا الحديث باطل لا أصل له . (۱/ ۱۵۴ ، باب طلب العلم ولو بالصين ، تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة : ۱/ ۲۵۸ ، اليواقيت الغالية في تحقيق وتخريج الأحاديث العالية : ۲/ ۴۳۰) (کتاب الفتاویٰ:۱/ ۴۹۷، ۴۹۸، فتاویٰ حقانیہ:۲/ ۲۱۴)

” من أحیٰی سنّتي “اور ” من أحبّ سنتي فقد أحبّني ومن أحبّني کان معي في الجنّةِ “ کی تحقیق

مسئلہ (۱۸): ” مَنْ أحیٰی سنّةً مِن سُنّتي قد اُمیتَتْ بعدي فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غیر أن ینقص من أجورهم شیئًا “. (رواه الترمذي وابن ماجه) اور ”مَن أَحَبَّ سُنّتِي فَقدْ أحبَّنِی ، ومَنْ أَحَبَّنِي کَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ “(رواه الترمذي) یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں، اور حدیث کی معتبر کتاب ”مشکوٰۃ المصابیح“ کے ”باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی“ صفحہ۳۰ / پر بحوالہ ترمذی وابن ماجہ موجود ہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” مشکوٰة المصابیح “ : عن بلال بن الحارث المزني قال : قال رسول الله ﷺ : ” من أحیٰی سنة من سنتی قد أمیتت بعد فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غیر أن ینقص من أجورهم شیئاً . ومن ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها الله ورسوله کان علیه من الإثم مثل آثام من عمل بها لا ینقص ذلک من أوزارهم شیئًا “ . رواه الترمذي وابن ماجه عن کثیر بن عبد الله بن عمرو عن أبیه عن جده . (ص/ ۳۰ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الثاني ، قدیمی ، جامع الترمذي : رقم الحدیث :۲۶۷۷ ، بیروت)

ما في ” مشکوٰة المصابیح “ : وعن أنس قال : قال لي رسول الله ﷺ : ” یا بنيّ ! إن قدرت أن تصبح وتمسي ولیس في قلبک غِشٌّ لأحد فافعل ، قم قال : یا بنيّ ! وذلک من سنّتي ، ومن أحب سنتي فقد أحبني ، ومن أحبّني کان معي في الجنة “ . رواه الترمذي .

(ص/ ۳۰ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الثاني)

(جامع الترمذي : رقم الحدیث :۲۶۷۸ ، بیروت)

بیعت کا ثبوت اور عورتوں کی بیعت

مسئلہ (۱۹): نصوصِ شرعیہ میں بیعت کا ثبوت ہے [۱]، عورتوں کو بھی بیعت کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ اصلاحِ نفس کی ضرورت مردوں کی طرح عورتوں کو بھی ہے، البتہ بیعت کرنے میں پردے کا خیال کرنا، اور اس بات کا لحاظ رکھنا کہ شیخ کا ہاتھ عورتوں کے ہاتھ سے مس نہ ہو، ضروری ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي إذا جآء ک المؤمنٰت يبايعنک علٰى أن لا يشركن بالله شيئاً ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهنّ ولا يأتين ببهتٰن يّفترينه بين أيديهنّ وأرجلهنّ ولا يعصينک فى معروف فبايعهنّ واستغفر لهنّ الله﴾ . (سورة الممتحنة : ۱۲)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبادة بن الصامت قال : قال رسول الله ﷺ وحوله عصابة من أصحابه: "بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئاً ولا تسرقوا ، ولا تزنوا ، ولا تقتلوا أولادكم " . (۱/۱۳ ، كتاب الإيمان)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : كانت المؤمنات إذا هاجرن إلى النبي ﷺ يمتحنهنّ بقول الله : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إذا جآء كم المؤمنٰت مُهٰجِرٰت فامتحنوهنّ﴾ . قالت عائشة رضى الله تعالى عنها : فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات فقد أقر بالمحنة ...... قال لهن رسول الله : إنطلقن فقد بايعتكن لا والله ما مست يد رسول الله ﷺ يد امرأة قط غير أنه بايعهن بالكلام . (۲/۷۹۶)

ما في " روح المعانی " : عن أميمة بن رقية قالت : أتيت النبي ﷺ لنبايعه فأخذ علينا ما فى القرآن " أن لا نشرک بالله " حتى بلغ " ولا يعصين فى معروف " فقال : فيما استطعن وأطقن ، قلنا : الله ورسوله أرحم بنا من أنفسنا يا رسول الله ! ألا تصافحنا ؟ قال : إنى لا أصافح النساء ، إنما قولى لمائة امرأة كقولي لامرأة واحدة . (۱۱۹/۱۵)

(فتاویٰ محمودیہ:۴/۴۱۶، ۴۱۷، کراچی، فتاویٰ حقانیہ:۲/۲۴۵، ۲۴۶)

تبلیغ فرضِ کفایہ ہے

مسئلہ (۲۰): تبلیغی جماعت میں جانا فرضِ کفایہ ہے، کیوں کہ مروّجہ تبلیغ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسا اہم کام انجام دیا جاتا ہے، جو بالاتفاق فرضِ کفایہ ہے (۱)، البتہ بقدرِ ضرورت دین کا سیکھنا فرضِ عین ہے، خواہ مدرسہ میں داخل ہوکر ہو یا خارجِ مدرسہ پڑھ کر، خواہ اہلِ علم اور اہلِ دین کی خدمت میں جاکر ہو، یا تبلیغی جماعت کے ساتھ نکل کر۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " روح المعاني " : قال العلامة الآلوسي رحمه الله : هذه الآية ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئک هم المفلحون﴾ . [سورة آل عمران :۱۰۴] أن العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات . (۳۴/۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وفى الإتيان بمن التبعيضية اشعار بأنه من فروض الكفاية ..... وهذا المعنى مقتبس من قوله تعالى : ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ . (۳۲۳/۹)

(۲) ما في " فيض القدير للمناوي " : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (۲٦٨/۴)

ما في " رد المحتار " : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه واخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده ، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلاة والصوم ، وكل من اشتغل بشيء يفرض عليه علمه وحكمه ليمتنع عن الحرام فيه . (۱۲۱/۱) (فتاویٰ محمودیہ:۴/ ۲۰۸، کراچی)

تبلیغ کا ثواب

مسئلہ (۲۱): خروج فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں نکلنا) کی حالت میں کی جانے والی ہر نیکی سات لاکھ نیکیوں کا درجہ رکھتی ہے [۱]، اور لفظ ''خروج فی سبیل اللہ'' بہت عام ہے، دین کی ہر جدوجہد کے لیے نکلنا ''خروج فی سبیل اللہ'' میں داخل ہے، مثلاً: علم دین سیکھنے کے لیے، وعظ کہنے کے لیے، اصلاحِ نفس کی خاطر کسی بزرگ کی خدمت میں رہنے کے لیے، دعوت وتبلیغ میں جانے کے لیے گھر سے نکلنا، ''خروج فی سبیل اللہ'' میں شامل ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن الحسن بن علي بن أبي طالب وأبي الدرداء وأبي هريرة وأبي أمامة الباهلي وعبد الله بن عمر وجابر بن عبد الله وعمران بن حصين رضى الله تعالى عنهم أجمعين كلهم يحدث عن رسول الله ﷺ أنه قال : " من أرسل نفقة فى سبيل الله وأقام فى بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم ، ومن غزا بنفسه فى سبيل الله وأنفق فى وجهه ذلک ، فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم ثم تلا هذه الآية : ﴿والله يُضٰعِفُ لمن يشاء﴾ . (۱/۳۳۵)

(۲) ما في " فتح الباري " : قال الحافظ بن حجر : قال (أى ابن بطال) : المراد فى سبيل الله جميع طاعاته .... وقد أورده المصنف فى فضل المشي إلى الجمعة استعمالاً للفظ فى عمومه . (۶/۳۶ ، كتاب الجهاد) (فتاویٰ محمودیہ: ۴/ ۲۹۹، ۳۰۰، کراچی)

والدین کی اجازت کے بغیر جماعت میں جانا

مسئلہ (۲۲): اگر والدین کو خدمت واعانت کی ضرورت ہو، ان کا خرچہ جماعت میں جانے والے شخص پر لازم ہو، اوراس کے علاوہ ان کے گذارے کی کوئی شکل نہ ہو، تو اِس صورت میں والدین اگر جماعت میں جانے سے منع نہ کریں، تب بھی جماعت میں جانا درست نہیں ہے (۱)، کیوں کہ والدین کی خدمت فرضِ عین ہے، اور تبلیغی جماعت میں جانا فرضِ کفایہ ہے، اور فرضِ عین فرضِ کفایہ پر مقدم ہوتا ہے (۲)، البتہ اگر والدین صحیح وتندرست ہوں، انہیں خدمت واعانت کی ضرورت نہ ہو، اور وہ خود مالدار ہوں، تو اس صورت میں ان کی اجازت کے بغیر بھی جماعت میں جانے کی گنجائش ہے (۳)۔ تاہم ایسی روش اختیار نہ کی جائے جس سے والدین ناراض ہوں۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ووصّينا الإنسان بوالديه احسانا﴾ . (سورة الإسراء : ۲۳)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " رغم أنفه ، رغم أنفه ، رغم أنفه " ، قيل : من يا رسول الله ؟ قال : " من أدرک والدين عند الكبر أحدهما أو كلاهما ثم لم يدخل الجنة " . (ص/۴۱۸ ، باب البرّ والصلة)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا أراد الرجل أن يسافر لتجارة أو حج أو عمرة أو غيرها ، وكره ذلک أبواه ، فإن كان يخاف الضيعة عليهما بأن كان معسرين ونفقتهما عليه فإنه لا يخرج بغير إذنها . (۳۶۵/۵)

ما في " رد المحتار " : السفر ما لا خطر فيه كالسفر للتجارة والحج ، والعمرة يحل بلا إذن إلا إن خيف عليهما الضيعة . (۱۵۵/۶ ، كتاب الجهاد)

(۲) ما في " رد المحتار " : فرض العين أفضل من فرض الكفاية ، لأنه مفروض حقاً =

عورتوں کو دینی مسائل کی تعلیم

مسئلہ (۲۳): دینی مسائل کی تعلیم جس طرح مردوں کے لیے لازم ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی لازم ہے(۱)، لہٰذا عورتوں کو کسی مکان میں جمع کرکے دینی مسائل سکھائے جائیں، یا پھر ہفتہ میں ایک دن ان کے لیے اجتماع کا مقرر کردیا جائے، جہاں عورتیں پردے کے ساتھ جمع ہوجایا کریں(۲)، خود آپ ﷺ نے عورتوں کے لیے ایک دن مقرر کیا تھا، جس میں آپ ﷺ عورتوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔(۳)

=للنفس فهو أهم عندنا ، وأكثر مشقة بخلاف فرض الكفاية فإنه مفروض حقاً للكافة . (۱/۱۲۲)

(۳) ما في " رد المحتار " : لو أراد الخروج إلى الحج أو عمرة لا بأس به بلا إذن الأبوين إن استغنيا عن خدمته إذ ليس فيه إبطال حقهما . (۹/۴۹۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن كان لا يخاف الضيعة عليهما بأن كانا موسرين ، ولم تكن نفقتهما عليه ، كان له أن يخرج بغير إذنهما . (۵/۳۶۵)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : " رضى الرب فى رضى الوالد، وسخط الرب فى سخط الوالد " . (ص/۴۱۹ ، باب البر والصلة)

(فتاویٰ عثمانی: ۱/۲۴۴، ۲۴۵، مایتعلق بالدعوة والتبليغ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (ص/۳۴ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني)

ما في " حاشية مشكوة " : قوله : " فريضة على كل مسلم – أي ومسلمة ، كما في الرواية ، والمراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه ؛ كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته ونبوة رسوله وكيفية الصلاة ، فإن تعلمه فرض عين .=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(ص/۳۴ ، حاشية : ۱۱ ، مرقاة المفاتيح : ۱/۴۳۴ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني)

ما في " رد المحتار " : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين ، وهو بقدر ما يحتاج لدينه ، قال : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد فى إقامة دينه ، وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده ، وفرض كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية ، تعلم علم الوضوء ، والغسل والصلاة والصوم . (۱/۱۲۱ ، قبيل مطلب فى فرض الكفاية وفرض العين)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزوٰجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ . (سورة الأحزاب: ۵۹)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سعيد الخدري قال : قال النساء للنبى ﷺ : غلَبَنا عليک الرجال ، فاجعل لنا يوماً من نفسک ، فوعدهنّ يوماً لقيهنّ فيه ، فوعظهنّ وأمرهنّ ، فكان فيما قال لهنّ : " ما منكنّ امرأة تُقدِّم ثلاثةً من ولدها إلا كان لها حجاباً من النار " ، فقالت امرأة : واثنين ؟ فقال : " واثنين " .

(۱/۲۰ ، كتاب العلم ، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة)

(فتاویٰ محمودیہ:۴/ ۲۶۷، ۲۶۸، کراچی)

مصافحہ کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۲۴): مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "باب المصافحة" کا عنوان قائم کیا، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے، "عَلَّمَنِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلتَّشَهُّدَ وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ"[1]، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اس حالت میں کہ میری ہتھیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھی، یہ روایت اس بارے میں صریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، رہی یہ بات کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی ایک ہتھیلی کا ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیلی سے ملی ہوئی نہیں تھی، بلکہ اس کے پشت پر تھی، اس لیے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا، ورنہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے مصافحہ فرمائیں[2]، اور صحابیٔ رسول وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جو اس امت میں سب سے بڑے فقیہ تھے)؛ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں، نیز اسی روایت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے مسنون ہونے کو ثابت فرمایا ہے، اور حماد ابن زید اور عبداللہ ابن المبارک کے مصافحہ کا ذکر کیا، کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا[3]، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول " وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل (دونوں ہاتھ سے مصافحہ) کے ہوتے ہوئے قابلِ اتباع نہیں ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : حدثنا أبو نعيم قال : حدثنا سيف بن سليمان قال : =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=سمعتُ مجاهدا يقول : حدثني عبد الله بن سخبَرَة أبو معمر قال : سمعتُ ابن مسعود يقول :" علّمني النبي ﷺ وكفِّي بين كفّيه التشهُّدَ ، كما يعلّمني السورة من القرآن " الخ .
(۹۲۶/۲ ، كتاب الاستيذان ، باب الأخذ باليدين)

(۲) ما في " فيض البارى " : التصافح باليدين حديث مرفوع أيضاً كما في " الأدب المفرد "، وأراد المدرسون أن يستدلوا عليه من حديث ابن مسعود هذا ، فقالوا : أما كون التصافح فيه باليدين من جهة النبى ، فالحديث نص فيه ، وأما كونه كذلک من جهة ابن مسعود ، فالراوى إن اكتفى بذكر يده الواحدة إلا أن المرجوّ منه أنه لم يكن ليصافحه بيده الواحدة ، والنبى ﷺ قد صافحه بيديه الكريمتين ، فإنه تستبعد من مثله أن لا يبسط يديه للنبي ﷺ، وقد بسط محمد له يديه غير أن الراوي لم يذكره لعدم كون غرضه متعلقاً بذلک ولا ريب أن للرواة يختلفون في التعبيرات . (۲۰۴/٦ ، باب المصافحة)

(۳) ما في " حاشية صحيح البخاري " : قوله : وصافح حماد الخ .... وقال البخاري في ترجمة عبد الله بن سلمة المروزي حدثنى أصحابنا يحيٰ وغيره عن اسمعيل بن إبراهيم ، قال : رأيت حماد بن زيد وجاءه ابن المبارک بمكة فصافحه بكلتا يديه . اهـ . (۹۲۶/۲ ، باب الأخذ باليدين ، وصافح حماد بن زيد بن المبارک بيديه ، حاشية : ۷، قديمي)

ذکرِ جہری

مسئلہ (۲۵): ذکرِ جہری (بلند آواز سے ذکر) احادیثِ مبارکہ اور بہت سارے اقوالِ فقہاء سے ثابت ہے (۱)، البتہ کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہوسکتا ہے، مثلاً: ذکرِ جہری کی وجہ سے نمازیوں، تلاوت کرنے والوں یا سونے والوں کو اذیت پہنچتی ہو، یا ریاء کا خوف ہو، تو ایسی صورت میں سرّی (آہستہ آواز میں) ذکر کرنا چاہیے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' حاشية الطحطاوي '' : الجهر أفضل لأحاديث كثيرة ، منها ما رواه ابن الزبير كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم من صلوته قال بصوته الأعلى : لا إله إلا الله ، لا شريک له ، وقد كان صلى الله عليه وسلم يأمر من يقرأ القرآن في المسجد أن يسمع قراء ته . (ص/۱۷۴)

(۲) ما في '' حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح '' : وأجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالى جماعة فی المساجد وغيرها من غير نكير إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصلی أو قارئ قرآن كما هو مقرر فی كتب الفقه . (ص/۱۷۴)

ما في '' رد المحتار '' : وقد حرر المسئلة في الخيرية وحمل ما في فتاوی قاضي خان على الجهر المفرط ، وقال : إن هناک أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث طلب الإسرار ، والجمع بينهما بأن ذلک يختلف بإختلاف الأشخاص والأحوال ، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام ، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر ، لأنه أكثر عملاً ومتعدى فائدته إلى السامعين ، ويوقظ قلب الذكر فيجمع همه إلى الفكر ، ويصرف سمعه إليه ويفرد النوم ، ويزيد النشاط . (۹/۴۸۶) (فتاویٰ محمودیہ: ۴/ ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، کراچی)

قرآنیات

☆......قرآن کریم سے متعلق مسائل......☆

سات زمینوں کا ثبوت

مسئلہ (۲۶): سات زمینوں کا موجود ہونا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿الله الذي خلق سبعَ سمٰوٰتٍ وّمن الأرض مثلهنّ﴾. اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے [۱]، مگر شریعت نے ان کی جگہ طے نہیں کی، اس لیے اس بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں:

(۱) سات زمینیں ایک دوسری کے اوپر ہیں، اور ہر دو کے درمیان فصل ہے۔ [۲]

(۲) پہلے آسمان کے اوپر دوسری زمین ہے، پھر دوسرے آسمان کے اوپر تیسری زمین، علی ہذا القیاس چھٹے آسمان کے اوپر ساتویں زمین ہے، اور اس کے اوپر ساتواں آسمان ہے۔ [۳] (۳) سات زمینوں سے اقالیمِ سبعہ مراد ہے۔

(۴) معادن یا مٹی کے سات طبقات مراد ہیں۔ [۴]

(۵) بعض کا کہنا ہے کہ زمین ایک ہی ہے، اور مثلیت بعض صفات میں مراد ہے، عدد میں نہیں، مگر یہ قول صحیح نہیں ہے [۵]، قولِ اول راجح ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿الله الذي خلق سبع سمٰوٰت ومن الأرض مثلهنّ﴾ . "اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور انہیں کی طرح زمین بھی۔" (سورة الطلاق : ۱۷)=

....

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أن صهيبًا حدثه أن محمدًا ﷺ لم ير قرية يريد دخولها إلا قال حين يراها : " اللهم رب السموات السبع وما أظللن ، ورب الأرضين السبع وما أقللن " . (۱۸/۱۷۵)

ما في " جامع الترمذي " : فقال النبي ﷺ : " إذا أويت إلى فراشک فقل: " اللهم رب السموات السبع ورب الأرضين وما أقلَّتْ ، ورب الشياطين وما أضلَّتْ " .

(۳۷۸/۲ ، كتاب الدعوات ، باب ۹۲ ، رقم الحديث : ۳۵۲۳)

(۲) ما في " روح المعاني " : فقال الجمهور : المثلية هاهنا في كونها سبعا وكونها طباقا بعضها فوق بعض ، بين كل أرض وأرض مسافة كما بين السماء والأرض ، وفي كل أرض سكان من خلق الله عز وجل لا يعلم حقيقتهم إلا الله تعالى . (۱۵/۱۱۲)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿ومن الأرض مثلهنّ﴾ ، قول الجمهور : إنها سبع أرضين طباقاً بعضها فوق بعض ، بين كل أرض وأرض مسافة كما بين السماء والسماء ، وفي كل أرض سكان من خلق الله . (۱۸/۱۷۴)

ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " هل تدرون ما الذي تحتكم ؟ قالوا : الله ورسوله أعلم ، قال : " فإنها الأرض " . ثم قال : هل تدرون ما الذي تحت ذلک ؟ قالوا : الله ورسوله أعلم، قال : " فإن تحتها أرضاً أخرى بينهما مسيرة خمس مائة سنة حتى عد سبع أرضين ، بين كل أرضين مسيرة خمس مائة سنةٍ " . ثم قال : " والذي نفس محمد بيده لو أنكم دليتم رجلاً بحبل إلى الأرض السفلى لهبط على الله ثم قرأ : هوالأول والآخر والظاهر والباطن وهوبكل شيء عليم " . (۲۴۷/۲ ، كتاب تفسير القرآن ، باب ومن سورة الحديد)

(۳) ما في " روح المعاني " :أخرج العياشي بإسناده عن الحسين بن خالد عن أبي الحسن الرضا رضي الله تعالى عنه قال : بسط كفه اليسرى ثم وضع اليمنى عليها فقال : هذه الأرض الدنيا والسماء الدنيا عليها قبة ، والأرض الثانية فوق السماء الدنيا والسماء الثانية فوقها قبة، والأرض الثالثة فوق السماء الثانية والسماء الثالثة فوقها قبة ، حتى ذكر الرابعة والخامسة والسادسة ، فقال : والأرض السابعة فوق السماء السادسة والسماء السابعة فوقها قبة، وعرش الرحمن فوق السماء السابعة . (۱۵/۱۱۳)=

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت

مسئلہ (۲۷): ریڈیو دراصل خبروں کو نشر کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا تھا، لیکن اب اس کا استعمال غالباً گانے بجانے، اور دیگر لہو ولعب کے لیے ہو رہا ہے، اس لیے ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت کرنا خلافِ ادب ہے۔ (۱)

=(۴) ما في " التفسير الكبير للرازي " :﴿ومن الأرض مثلهنّ﴾من كونها سبعة أقاليم على حسب سبع سموات ، وسبع كواكب فيها وهي السيارة ، فإن لكل واحد من هذه الكواكب خواص تظهر آثار تلك الخواص في كل إقليم من أقاليم الأرض فتصير سبعة بهذا الاعتبار . (۵۶۶/۱۰)

ما في " روح المعاني " : وقيل : من الأقاليم السبعة ، وهي مختلفة الحرارة والبرودة ، والليل والنهار إلى أمور أخر، واختاره بعضهم ولا أظنه شيئاً ، لأن المتبادر اعتبار انفصال أرض عن أرض انفصالاً حقيقياً في المثلية .

(۲۱۳/۱۵ ، الجزء الثامن والعشرون ، سورة الطلاق ، الآية/۱۲)

ما في " روح المعاني " : يحمل السبع على الأقاليم أو على الطبقات المعدنية والطينية ونحوهما مما تقدم . (۲۱۵/۱۵)

(۵) ما في " روح المعاني " : ﴿ومن الأرض مثلهنّ﴾ قيل المثلية في الخلق لا في العدد ولا في غيره ، فهي أرض واحدة مخلوقة كالسموات السبع . (۲۱۳/۱۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعا من خشية الله﴾ . (سورة الحشر : ۲۱)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : وهذا تمثيل وتخييل يقتضي علو شان القرآن . (۸۱۳/۲)

ما في " كنز العمال " : عن علي رضي الله عنه قال : " إن أفواهكم طرق القرآن فطيبوها بالسواک " . (۱۳۸/۲ ، كتاب الأذكار ، قسم الأفعال)

(فتاوی محمودیہ:۳/ ۵۴۹، ۵۵۰، کراچی، جدید مسائل کا حل:ص/۶۴، ۶۵)

کیسٹ سے تلاوت قرآن پاک سننا

مسئلہ (۲۸): قرآن کریم کی تلاوت کیسٹ سے سننے کی بہ نسبت، بذاتِ خود تلاوت کرنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔ (۱)

کیسٹ کے ذریعہ قرآن کریم کی مشق

مسئلہ (۲۹): اگر کوئی شخص ازخود قرآن کریم صحیح نہیں پڑھ سکتا، لیکن اس کی درستگی کی فکر اور کوشش میں لگا رہتا ہے، اگر ایسا شخص کیسٹ چلا کر اس کے مطابق قرآن پاک پڑھتا ہے، تو ان شاء اللہ اس کو ضرور ثواب ملے گا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿اُتل ما اُوحي إليک من الكتٰب وأقم الصّلٰوة﴾ .

(سورة العنكبوت : ۴۵)

ما في " التفسير المنير " : ﴿اُتل ما اُوحي إليک من الكتٰب﴾ أي اقرأ يا محمد ، ومثلک كل مسلم وأدم تلاوة هذا القرآن وتبليغه للناس ، فإنه إمام ونور ، وهدى ورحمة ، ودليل خير ونجاة ، وعلاج ما استعصى من الأزمات والمحن ، وتخطي مراحل اليأس والقنوط .

(۱۰/۲۲۳ ، سورة العنكبوت ، الآية/۴۵)

ما في " كنز العمال " : قال رسول الله ﷺ : " من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة ، والحسنة بعشر أمثالها ، لا أقول ألم حرف ، لكن ألف حرف ، ولام حرف ، وميم حرف ، وقال : ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة ، وغشيتهم الرحمة ، وحفتهم الملائكة ، وذكرهم الله فيمن عنده " . (۱/۲۶۱)

ما في " احياء علوم الدين " : قال رسول الله ﷺ : " وإن القلوب تصدأ كما يصدأ الحديد ، فقيل : يا رسول الله ! وما جلاؤها ؟ فقال : تلاوة القرآن وذكر الموت " . (۱/۲۷۳)=

قرآن کریم گرنے پر صدقہ

مسئلہ (۳۰): شریعت اسلامیہ نے قرآن کریم کا ادب واحترام کرنے کا حکم دیا ہے (۱)، لہٰذا اگر کسی کے ہاتھ سے قرآن کریم گر جائے، تو قرآن کی بے ادبی ہوئی، اس لیے توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے (۲)، عوام میں جو مشہور ہے کہ قرآن کریم گر جائے، تو قرآن کے برابر گندم صدقہ کرے، فقہ کی کسی کتاب میں اس کی صراحت نہیں ملتی۔

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " روح المعاني " : ﴿ولقد يسّرنا القراٰن للذكر فهل من مدّكر﴾ . [سورة القمر : ۱۷] أخرج ابن المنذر ، وجماعة عن مجاهد أنه قال : يسرنا القرآن هوناً قراء ته ، وأخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس : " لولا أن الله تعالى يسره على لسان الآدميين ما استطاع أحد من الخلق أن يتكلم الله تعالى " . (۱۲۸/۱۵)

ما في " مرقاة المفاتيح " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة ، والذي يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق ، له أجران" . متفق عليه . (۸/۵ ، كتاب فضائل القرآن)

ما في " قواعد الفقه " : " الأمور بمقاصدها " . (ص/۱۲۲) (فتاوی محمودیہ:۳/۵۵۰،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يمسّه إلا المطّهّرون﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما في" الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أي من الأحداث والأنجاس..... والسادسة : واختلف العلماء في مسّ المصحف على غير وضوء ، فالجمهور على المنع . (۲۲۶/۹ ، سورة الواقعة ، تحت قوله : لا يمسه إلا المطهرون) (فتاوی محمودیہ:۳/۵۴۲،کراچی)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله =

میوزک کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت

مسئلہ (۳۱): میوزک حرام ہے[۱]، اور قرآن کریم کے مقدس الفاظ کو اس کے ساتھ پڑھنا قرآن کا استخفاف اور توہین ہے، اس لیے میوزک کے ساتھ تلاتِ قرآن ہرگز جائز نہیں ہے۔[۲]

=ﷺ : " لا يمسّ القرآن إلا طاهر " . (۲۳۲/۶ ، سورة الواقعة ، الآية/۷۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : رجل أراد أن يقرأ القرآن فينبغي أن يكون على أحسن أحواله يلبس صالح ثيابه ويتعمم ويستقبل القبلة ، لأن تعظيم القرآن والفقه واجب ، كذا في فتاوى قاضي خان . (۳۱۶/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع في الصلوٰة والقراءة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " :﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً ، عسى ربكم أن يكفر عنكم سياتكم ويدخلكم جنت تجرى من تحتها الأنهار﴾ . [سورة التحريم : ۸]

وقوله تعالى : ﴿واستغفروا ربكم ثم توبوا إليه ، إن ربي رحيم ودود﴾ . (سورة هود : ۹۰)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها عن النبي ﷺ قال : " فإن العبد إذا اعترف ثم تاب ، تاب الله عليه " . (ص/۷۳۵ ، كتاب المغازي ، باب حديث الإفک ، رقم الحديث : ۴۱۴۱ ، الصحيح لمسلم : ۵۴/۹ ، كتاب التوبة ، حديث الإفک ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضلّ عن سبيل الله﴾ . (سورة لقمان : ۶)

ما في " روح المعانى " : ذكر الآلوسي في روح المعاني عن البيهقى أنه روي في شعبه عن أبي الصهباء قال : سألت عبد الله بن مسعود عن قوله تعالى : ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث﴾ . قال : " هو والله الغناء " . وأيضًا عن ابن عباس أنه قال : " لهو الحديث هو الغناء وأشباهه " . (۱۰۲/۱۲) (فتاویٰ محمودیہ:۳/ ۵۴۸، ۵۴۹، کراچی)

ما في " روح المعاني " : في السنن عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " الغناء=

سید افضل یا قرآن پاک؟

مسئلہ (۳۲): بعض اہلِ زمانہ کا خیال ہے کہ وہ بی بی فاطمہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے قرآن پاک سے افضل ہیں، اس لیے قرآن کریم میں بیان کردہ احکامِ شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں، ایسا خیال اور دعویٰ کرنا انتہائی درجہ کی جہالت ہے، یا غایت درجہ نفس پرستی ہے، کیوں کہ خود حضرت فاطمہ، ان کے شوہر، بلکہ خود حضور ﷺ زندگی بھر عبادات اور ریاضات کرتے رہے، مگر احکامِ شرعیہ کو معفو (معاف) نہیں سمجھا[1]، تو کیا سیدوں کو ۱۴ر صدیوں کے بعد اِس انعام سے نوازا گیا کہ وہ شریعت کے مکلّف نہیں، **فیَا لَلْعَجَب!** نیز جس قرآن کریم سے احکامِ شرعیہ وابستہ ہیں وہ کلام نفسی ہے، جو خالص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور مخلوقات میں سے کوئی شئ خالق اور اس کی صفات سے افضل تو کیا۔ ہم پلہ بھی نہیں۔[2]

= ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل " . (۱۰۲/۱۲)

(۲) ما في " الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية " : قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر لاستخفافه وأدب القرآن أن لا يقرأ فی مثل هذه المجالس ، والمجلس الذي فيه الغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع والكنائس لأنه مجمع الشيطان .

(۳۳۸/۶ ، الفتاوى الهندية : ۲۶۷/۲ ، البحر الرائق : ۲۰۵/۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ . (الذاريات: ۵۶)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأمر أهلک بالصلوٰة واصطبر عليها﴾ . (سورة طه : ۱۳۲)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿واعبد ربک حتى يأتيک اليقين﴾ . (سورة الحجر: ۹۹)

ما في " شمائل النبي للإمام الترمذي " : عن المغيرة بن شعبة قال : " صلى رسول الله =

تفسیر بالرائے

مسئلہ (٣٣): تفسیر بالرائے جو اصولِ عربیہ کے خلاف ہو جائز نہیں ہے، کیوں کہ جو شخص ائمہ تفاسیر کی متعین کردہ شرائط اور اصولِ عربیہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی رائے سے تفسیر کرتا ہے، اس کے لیے بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہے اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے۔''(۱)

=ﷺ حتی انتفخت قدماه ، فقیل له : أتتكلف هذا وقد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر؟ قال : أفلا أكون عبداً شكوراً " . (ص/١٧، ١٨) (فتاویٰ محمودیہ:٣/٥٧٧، ٥٧٨، کراچی)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ليس كمثله شيء﴾ . (سورة الشورىٰ : ١١)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن منهم لفريقاً يلوٗن السنتهم بالكتٰب لتحسبوه من الكتٰب﴾ . (آل عمران : ٧٨)

ما في " التفسير المظهري " : قال الضحاک : عن ابن عباس رضي الله عنهما : إن الآية نزلت في اليهود والنصارى جميعًا ، وذلک انهم حرقوا التوراة والإنجيل والحقوا بكتاب الله ما ليس منه . (١/ ٨١)

ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " من قال في القرآن برأيه فليتبوّأ مقعده من النار " . (٤/ ٤٥ ، كتاب تفسير القرآن)

ما في " مرقاة المفاتيح ": (من قال) أي من تكلم في (القرآن) أي في معناه أو قراء ته (برأيه) أي من تلقاء نفسه من غير تتبع أقوال الأئمة من أهل اللغة العربية المطابقة للقواعد الشرعية ، بل بحسب ما يقتضيه عقله وهو مما يتوقف على النقل بأنه لا مجال للعمل فيه كأسباب النزول والناسخ والمنسوخ ، وما يتعلق بالقصص والأحكام ، أو بحسب ما يقتضيه ظاهر النقل .... ولذا قال البيهقي : المراد رأيٌ غلّب من غير دليل قام عليه (فليتبوّأ مقعده=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= من النار) قيل : يخشى عليه من الكفر . (۱/۴۴۵ ، كتاب العلم)

ما في " الإتقان " : ومنهم من قال : يجوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التي يحتاج المفسر إليها ، وهي خمسة عشر علماً : أحدها ؛ اللغة ، الثاني ؛ النحو ، الثالث ؛ التصرف ، الرابع ؛ الاشتقاق ، الخامس والسادس والسابع ؛ المعاني ، والبيان والبديع ، العاشر ؛ أصول الفقه، الحادي عشر ؛ أسباب النزول والقصص ، الثاني عشر ؛ الناسخ والمنسوخ ، والثالث عشر ؛ الفقه ، الرابع عشر ؛ الأحاديث المبينة لتفسير المجمل والمبهم ، الخامس عشر ؛ علم المواهبة ، قال : فهذه العلوم التي هي كالآلة للمفسر لا يكون مفسرًا إلا بتحصيلها ، فمن فسر بدونها كان مفسرًا بالرأي المنهي عنه .

(۲/۳۵۹ ، النوع الثاني والسبعون في معرفة شروط المفسر وآدابه)

ما في " شرح الطيبي " : فمن لم يجتمع هذه الشرائط وخاض في بيان كتاب الله بالظن والتخمين فبالحري أن يكون قوله مهجوراً ، وسعيه مثبوراً ، وحسبه من الزاجر أنه مخطى عند الإصابة . (۱/۴۲۹ ، كتاب العلم ، كذا في روح المعاني : ۱/۱۶ ، خطبة المفسر)

(فتاوی رحیمیہ:۳/۲۲-۲۷،دارالاشاعت کراچی)

(خیر الفتاوی:۱/۲۴۳،۲۴۴،مکتبہ امدادیہ پاکستان،جدید مسائل کا حل:ص/۵۷)

غیر مسلم، انگریز وغیرہ کو دینی تعلیم دینا

مسئلہ (۳۴): بہ نیتِ تبلیغ وہدایت غیر مسلم؛ انگریز وغیرہ کو دینی تعلیم یا قرآن کریم وغیرہ سکھا سکتے ہیں، البتہ وہ قرآن کریم کو اس وقت تک نہیں چھو سکتا جب تک کہ غسل کرکے پاک صاف نہ ہوجائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " روح المعانی " : ﴿يآأيها الرسول بلّغ مآ أُنزِل إليک من ربک﴾ . " بلغ " أوصل الخلق " ما أنزل إليک " أی جميع ما أنزل كائنا ما كان . (۴/۱۲۶ ، سورة المائدة : ۶۸)

ما في " تکملة فتح الملهم " : وقال الإمام محمد رحمه الله فی السير الكبير : " وإذا قال الحربی أو الذمی للمسلم : علمني القرآن فلا بأس بأن يعلمه ويفقهه فی الدين لعل الله يقلب قلبه " . وقال السرخسي في شرحه : " ألا ترى أن النبي ﷺ كان يقرأ القرآن على المشركين ، وبه أمر ، قال الله تعالی : ﴿بلّغ مآ انزل اليک من ربک﴾ [سورة المائدة ، آية :۶۷] وفي حديث عثمان رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال : " خير الناس من تعلّم القرآن وعلّمه " ، ولم يفصل بين تعليم المسلمين وتعليم الكفار ، وإذا كان يندب إلى تعليم غير المخاطبين رجاء أن يعملوا به إذا خوطبوا ، فلأن يندب إلى تعليم المخاطبين رجاء أن يهتدوا به ويعملوا ، كان أولى " . والحاصل مما سبق أن وقوع المصحف بأيدي الكفار إنما يمنع منه إذا خيف منهم إهانته ، أما إذا لم يكن مثل هذا الخوف فلا بأس بذلک ، لا سيّما لتعليم القرآن وتبليغه . ولله سبحانه أعلم .

(۹/۳۲۱ ، كتاب الإمارة ، باب النهي أن يسافر بالمصحف إلى أرض الكفار إذا خيف وقوعه بأيديهم ، مسألة تعليم الكافر القرآن ، دار المؤيد/ دار احياء التراث)

ما في " حلبي كبير " : ولا بأس بتعليم الكافر القرآن أو الفقه رجاء أن يهتدي لكن لا يمس المصحف ما لم يغتسل . (ص/۴۹۷ ، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره وفي القراء ة خارج الصلاة وفي سجدة التلاوة ، الدر المختار مع الشامية :۲/۱۶ ، و ۱/۳۳، كتاب الطهارة) (فتاویٰ محمودیہ:۳/۵۷۵،۵۷۶،کراچی)

کتاب الطهارة

☆......طہارت کے مسائل......☆

آپریشن کے ذریعہ ولادت پر نکلنے والا خون

مسئلہ (۳۵): اگر آپریشن کے ذریعہ بچے کی ولادت ہو، اور خون شرمگاہ سے نکلے، تو وہ نفاس کا خون مانا جائے گا، اور اس عورت پر نفساء کے احکام جاری ہوں گے، لیکن اگر وہ خون شرمگاہ سے نہیں بلکہ آپریشن کی جگہ سے نکلے، تو وہ نفاس کا نہیں بلکہ زخم کا خون شمار ہوگا، اور اس عورت پر مستحاضہ کے احکام جاری ہوں گے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والنفاس لغة) : ولادة المرأة ، وشرعاً : (دم) ... (ويخرج) من رحم ، فلو ولدته من سرّتها إن سال الدم من الرحم فنفساء ، وإلا فذات جرح وإن ثبت له أحكام الولد . الدر المختار . قال الشامي : قوله : (من سرتها) عبارة البحر : من قبل سرتها ، بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها اهـ . قوله : (فنفساء) لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة . بحر . قوله : (وإلا) أي بأن سال الدم من السرة .

(۱/ ۴۳۰ ، كتاب الطهارة ، مطلب في حكم وطي المستحاضة ومن بذكره نجاسة ، دار الكتاب ديوبند ،و: ۱/ ۴۹۶ ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " البحر الرائق " : والنفاس دم يعقب الولادة ، وقولهم : النفاس هو دم الخارج عقيب الولادة ...... وأراد المصنف بالدم الدم الخارج عقب الولادة من الفرج ، فإنها لو ولدت من قبل سرتها بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء ..... إذا سال الدم من الأسفل فإنها تصير نفساء ، ولو ولدت من السرة ، لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة . (۱/ ۳۷۸)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : المرأة إذا خرج ولدها ميتا من قبل سرتها ، بأن ظهر قرحة=

انجکشن یا دوا کے ذریعہ حیض کو بند کرنا

مسئلہ (۳۶): انجکشن یا دوا کے ذریعہ حیض کو بند کرنا جائز ہے، بشرطیکہ کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو، اور اگر حیض بند کرنے میں نقصان کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں ہے، کیوں کہ انسان کے لیے اپنے نفس کی حفاظت لازم ہے [۱]، البتہ انجکشن یا دوا کی وجہ سے ایام معتاد میں حیض نہ آئے، تو حیض کے احکام جاری نہیں ہوں گے، بلکہ طہر کے احکام ہی باقی رہیں گے۔[۲]

=عند سرتها ثم انشقت وخرج منها ، وكذا إن سال الدم من قبل سرتها ، لا تكون نفساء بل مستحاضة ، لأن النفاس إسم لدم يخرج من الرحم عقيب الولد ، وإن سال الدم من الأسفل صارت نفساء لوجود دم النفاس . (۱/۵۶ ، الفصل الخامس في النفاس والحيض)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : ثم ينبغي أن يزاد في التعريف فيقال : عقيب الولادة من الفرج ، فإنها لو ولدت من قبل سرتها بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء . (۱/۱۸۸) (فتاویٰ حقانیہ:۲/۵۶۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو ولدت من قبل سرتها بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء ، هكذا في الظهيرية والتبيين ، إلا إذا خرج من الفرج دم عقيب خروج الولد من السرة فإنه حينئذ يكون نفاساً ، هكذا في التبيين . (۱/۳۷ ، الفصل الثاني في النفاس ، هكذا في الفتاوى التاتارخانية : ۱/۲۴۰ ، نوع آخر في النفاس)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كتاب الفقه على المذاهب الأربعة " : إذا استعملت دواء ينقطع به الحيض في غير وقته المعتاد ، فإنه يعتبر طهراً ، وتنقضي به العدة ، على أنه لا يجوز للمرأة أن تمنع حيضها ، أو تستعجل انزاله إذا كان ذلک يضرّ صحتها ، لأن المحافظة على الصحّة واجبة .

(۱/۱۱۶ ، تعريف الحيض ، دار احياء التراث العربي)=

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے وجوبِ غسل

مسئلہ (۳۷): وجوبِ غسل کا سبب، نفسِ خروجِ منی یا ادخالِ منی نہیں بلکہ اصل علت اس میں لذت اور تسکینِ قلب ہے، جو شہوت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے [1]، لہٰذا اگر کسی عورت کے رحم میں مادۂ منویہ بذریعہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی داخل کیا جائے، تو اس میں لذت اور تسکین کی علت مفقود ہوتی ہے، اس لیے غسل واجب نہیں ہوگا، اور اس کی مثال عورت کا اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے کی ہوگی، جو موجبِ غسل نہیں، البتہ اگر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل کے وقت عورت کو شہوت [2] یا انزال ہوجائے تو غسل واجب ہوگا۔ [3]

=ما في " الموسوعة الفقهية " : صرح الحنابلة بأنه يجوز للمرأة شرب دواء مباح لقطع الحيض إن أُمِنَ الضررُ ، وكرهه مالك مخافة أن تدخل على نفسها ضرراً بذلک في جسمها ، ثم ان المرأة متى شربت دواء وارتفع حيضها فإنه يحكم لها طهارة . (۳۲۷/۱۸)

ما في " فتاوى المرأة المسلمة " : ان هذه المواد التي تتعاطاها المرأة لتأخير دورة الحيض مباحة لا شيء فيها إلا أن تكون مضرة ، فإن لم تكن مضرة فهي مباحة كما نص عليه أهل العلم كشيخ الإسلام ابن تيمية وابن قدامة وفتاوى اللجنة الدائمة . (ص/۷۴)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : أما إذا أحست بنزوله ولم يظهر إلى حرف المخرج فليس له حكم الحيض حتى لو منعت ظهوره بالشد والاحتشاء . (۲۹۳/۱۸)

ما في " الفتاوى الهندية " : خروج الدم إلى فرج الخارج ولو بسقوط الكرسف فما دام بعض الكرسف حائلا بين الدم والفرج الخارج لا يكون حيضاً . (۳۶/۱ ، الباب السادس ، الفصل الأول)

ما في " رد المحتار " : لا يثبت الحيض إلا بالبروز لا بالاحساس به خلافا لمحمد ، فلو أحست به فوضعت الكرسف في الفرج الداخل ومنعته من الخروج فهي طاهرة .

(۴۴۱/۲ ، قبيل باب الانجاس)=

....

....

والحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " بدائع الصنائع " : إن قضاء الشهوة بإنزال المني استمتاع بنعمة يظهر أثرها في جميع البدن ، وهو اللذة، فأمر بغسل جميع البدن شكراً لهذه النعمة .

(۱/۱۴۶ ، كتاب الطهارة ، صفة الغسل)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا عند إدخال اصبع ونحوه كذكر غير آدمي وذكر خنثى وميت وصبي لا يشتهي ، وما يصنع من نحو خشب في الدبر أو القبل على المختار .

(۱/۲۷۳ ، كتاب الطهارة ، مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل)

(۲) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : عشرة أشياء لا يغتسل منها : إدخال أصبع ونحوه كشبه ذكر مصنوع من نحو جلد في أحد السبيلين على المختار لقصور الشهوة، وحكى العلامة أن المختار فيه الوجوب إذا قصدت الاستمتاع ، لأن الشهوة فيهن غالبة ، فيقام السبب مقام المسبب . (ص/۱۰۱ ، كتاب الطهارة)

ما في " رد المحتار " : رجل أدخل أصبعه في دبره وهو صائم اختلف في وجوب الغسل والقضاء ، والمختار أنه لا يوجب الغسل ولا القضاء ، لأن الاصبع ليس آلة للجماع فصار بمنزلة الخشبة ذكره في الصوم ، وقيد بالدبر لأن المختار وجوب الغسل في القبل إذا قصدت الاستمتاع ، لأن الشهوة فيهن غالبة فيقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمها .

(۱/۲۷۳ ، كتاب الطهارة ، كذا في منحة الخالق على البحر الرائق : ۱/۱۱۱ ، كتاب الطهارة ، الموسوعة الفقهية : ۳۱/۲۰۳ ، الغسل)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن كنتم جنبًا فاطّهّرُوا﴾ . (سورة المائدة : ۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر : الجنابة إسم شرعي يفيد لزوم اجتناب الصلاة وقراء ة القرآن ومس المصحف ودخول المسجد إلا بعد الاغتسال ، وذلك إنما يكون بالانزال على وجه الدفق والشهوة أو الإيلاج في أحد السبيلين من الإنسان .

(۲/۴۵۷ ، باب الغسل من الجنابة)

المونیم اور اسٹیل کے برتن کی پاکی کا طریقہ

مسئلہ (۳۸): المونیم اور اسٹیل کے برتن پر اگر نجاستِ مرئیہ لگ جائے، تو عین نجاست کے دور کرنے سے وہ برتن پاک ہوجائے گا، اور اگر نجاست غیر مرئیہ لگ جائے، تو تین مرتبہ دھونے اور ہر بار دھو کر اتنی دیر چھوڑنے سے کہ قطرات کا ٹپکنا بند ہوجائے، پاک ہوجائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبتثليث جفاف أي انقطاع تقاطر في غيره أي غير منعصر مما يتشرب النجاسة ..... أو جرى عليه الماء طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس ، هو المختار . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (مما يتشرب النجاسة) أن المتنجس إما أن لا يتشرب فيه أجزاء النجاسة أصلا كالأواني المتخذة من الحجر والنحاس والخزف العتيق أو يتشرب فيه قليلاً كالبدن والخف والنعل أو يتشرب كثيراً ، ففي الأول طهارته بزوال عين النجاسة المرئية أو بالعدد على ما مر ، وفي الثاني كذلک ، لأن الماء يستخرج ذلک القليل فيحكم غيرها بتثليثهما ، وإن كان مما لا ينعصر كالحصير المتخذة من البردى ونحوه إن علم أنه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره يطهر بإزالة العين أو بالغسل ثلاثاً بلا عصر . (۱/۴۶۹)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أما إن كان محل النجاسة مما لا يتشرب شيئاً أصلا من النجاسة كالأواني الخزفية والمعدنية أو مما يتشرب شيئاً قليلاً من النجاسة كالجسد والخف والنعل فطهارته بزوال عين النجاسة . (۱/۳۳۵) (فتاوی محمودیہ:۵/۲۷۸،کراچی)

روئی اورفوم کے گدوں کی پاکی کا طریقہ

مسئلہ (۳۹): ایسی چیز جس کو نچوڑنا ناممکن ہومثلاً روئی اورفوم کے گدے، توان کی پاکی کا طریقہ یہ ہے کہ اگرنجاست، نجاستِ مرئیہ ہے، توعینِ ناپاکی کے زائل ہونے سے یہ پاک ہوجائیں گے، اور اگرنجاست، نجاستِ غیرمرئیہ ہے، تو ان کی طہارت دھونے والے کے غلبۂ ظن پرمبنی ہے، اگر وہ غلبۂ ظن کا ادراک نہیں کرسکتا، توانہیں تین مرتبہ دھوئے، ہرمرتبہ دھونے کے بعد چھوڑے رکھے یہاں تک کہ پانی کے قطرات ٹپکنا بند ہوجائیں، تب یہ پاک ہوجائیں گے، علاوہ ازیں کسی بڑے حوض یا جاری پانی میں ڈبوکر کچھ وقت گزرجانے کے بعد نکال لینے پربھی پاک سمجھے جائیں گے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويطهر محل غيرها أي غير مرئية بغلبة ظن غاسل لو مكلفا وإلا فمستعمل طهارة محلها بلا عدد ، به يفتى ، وقدر ذلك الموسوس بغسل وعصر ثلاثاً أو سبعاً فيما ينعصر مبالغا بحيث لا يقطر طهر بالنسبة إليه دون ذلك الغير ، ولو لم يبالغ لرقته هل يطهر ؟ الأظهر نعم للضرورة ، وقدر تثليث جفاف أي انقطاع تقاطر في غيره أي غيرمنعصر مما يتشرب النجاسة وإلا فبقلبها كما مر ، وهذا كله إذا غسل في اجانة ، أما لو غسل في غدير أو صبّ عليه ماء كثير أو جرى عليه الماء طهر مطلقا بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس . هو المختار . (۱/ ۴۶۸ . ۴۷۱ ، مطلب في حكم الوشم)

ما في " رد المحتار " : وإن كان مما لا ينعصر كالحصير المتخذ من البردى ونحوه إن علم أنه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره يطهر بإزالة العين أو بالغسل ثلاثاً بلا عصر . (۱/ ۴۶۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : الخف الخراساني الذي صرمه موشى بالغزل بحيث صار ظاهره كله عزلا فأصابت النجاسة تحتها فإنه يغسل ثلاثا ويجفف كل مرة ، وقال بعضهم : يغسل مرة ويترك حتى ينقطع التقاطر ثم يغسل ثانياً وثالثاً كذلك ، وهذا أصح ، والأول أحوط.=

مکان میں محبوس شخص کا تیمّم کرنا

مسئلہ (۴۰): اگر کوئی شخص مکان میں موجود ہو اور دوسرا شخص مکان میں غلطی سے قفل لگا کر چلا جائے، اور وہ کب آئے گا اس کا کوئی پتہ نہیں، اور نماز کا وقت بھی گذرتا جا رہا ہے، اور مکان میں پانی بھی موجود نہیں ہے، نیز اس شخص نے حتی المقدور کوشش بھی کی کہ کسی کو آواز دے کر پانی منگوا لے، لیکن کوئی شخص ملا نہیں، تو اب ایسے شخص کے لیے تیمّم کی اجازت ہوگی۔[1]

سخت سرد ممالک میں بجائے وضو کے تیمّم

مسئلہ (۴۱): اگر کوئی شخص ایسے سرد ملک میں ہو جہاں سخت سردی پڑ رہی ہو، گرم پانی بھی میسر نہ ہو، اور غسل یا وضو کی وجہ سے جان جانے، یا کسی عضو کے تلف ہونے کا قوی اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں اس کے لیے تیمّم کرنا جائز ہے۔[2]

=(۱/۴۳ ، الباب السابع فی النجاسة وأحكامه ، هكذا في بدائع الصنائع : ۱/۲۵۰ ، البحر الرائق : ۱/۲۱۴) (فتاوی حقانیہ:۲/۵۷۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التفسير المنير " : ﴿فلم تجدوا ماءً فتيمّموا صعيداً طيّباً﴾ ، ويلزم التيمّم كل مكلف لزمته الصلاة إذا عدم الماء ودخل وقت الصلاة . (۳/۹۵)

ما في " بذل المجهود " :(فقال) أي رسول الله ﷺ : (الصعيد الطيب وضوء المسلم) أي طهوره ما لم يجد الماء (ولو إلى عشرين سنين) أي ولو لم يجد الماء . (۲/۵۱۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يتيمم العاجز الذي لا قدرة له على استعمال الماء ولا يعيد كالمكره ، والمحبوس. (۱۴/۲۵۹ ، رد المحتار : ۱/۳۹۵ ، باب التيمم)

(مجمع الأنهر : ۱/۶۰ ، كتاب الطهارة ، القواعد الفقهية :ص/۱۹۳)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ . (سورة الحج : ۷۳)

ما في " التفسير المظهري " : وقال مقاتل : يعني الرخص عند الضرورات كقصر الصلاة في السفر والتيمم والافطار في السفر والمرض . (۲۶۸/۶)

ما في " سنن أبي داود " : عن عمرو بن العاص قال : " احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السُلاسِل فأشفقتُ ان اغتسلَ فأهلِكَ ، فتيمَّمْتُ ثم صليت بأصحابي الصبح ، فذكروا ذلک لرسول الله ﷺ، فقال : يا عمرو! صليت بأصحابک وأنت جنب ؟ فأخبرته بالذي منعني من الاغتسال ، وقلت : إني سمعت الله يقول : ﴿ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما﴾ فضحک رسول الله ﷺ ولم يقل شيئاً " . (ص/۴۸ ، كتاب الطهارة ، باب إذا خاف الجنب البرد يتيمم ، قديمي)

ما في " بذل المجهود " : (اغتسل فأهلک) من شدة البرد ..... وقد اختلف العلماء في هذه المسألة ..... وأجازه أبوحنيفة في الحضر . (۵۲۸/۲ ، ۵۲۹)

ما في " رد المحتار " : (ومن عجز) مبتدأ خبره تيمم (عن استعمال الماء) ..... (أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن ...... (أو برد) يهلک الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفئه قوله : (يهلک الجنب) قيد بالجنب لأن المحدث لا يجوز له التيمم للبرد في الصحيح ..... وكأنه لعدم تحقق ذلک في الوضوء عادة .... نعم مفاد التعليل لعدم تحقق الضرر في الوضوء عادة انه لو تحقق جاز فيه أيضاً اتفاقاً ..... (ولا ما يدفئه) أي من ثوب يلبسه أو مكان يأويه . (۳۵۳/۱ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (أو برد) أي إن خاف الجنب أو المحدث إن اغتسل أو توضأ أن يقتله البرد أو يمرضه تيمم ، سواء كان خارج المصر أو فيه ..... ثم اعلم أن جوازه للجنب عند أبي حنيفة مشروط بأن لا يقدر على تسخين الماء ولا أجرة الحمام في المصر ولا يجد ثوباً يتدفأ فيه ولا مكاناً يأويه كما أفاده في البدائع وشرح الجامع الصغير لقاضي خان. (۲۴۷/۱ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم ، كذا في البدائع : ۱۷۱/۱ ، شرائط التيمم ، الموسوعة الفقهية : ۲۵۸/۱۴ ، خوف المرض من البرد)

(امدادالفتاوی:۱/ ۹۷،فتاوی محمودیہ:۵/ ۱۸۱،۱۸۲،کراچی،جدید مسائل کاحل:ص/۸۳،۸۴)

سنی پلاسٹ پر مسح

مسئلہ (۴۲): کسی شخص کے چہرے پر پھنسی یا زخم ہوجائے، اور اس پر مرہم کا پھایہ (سنی پلاسٹ) لگا ہوا ہو، تو اگر زخم کو پانی نقصان کرتا ہو، یا پھایہ ہٹانے میں تکلیف ہو، تو پھایہ ہٹائے بغیر اس پر مسح کرنے سے وضو ہوجائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال : انكسرت إحدى زندي ، فسألت النبي ﷺ فقال : " امسح على الجبائر " .

(۳۴۹/۱ ، رقم الحديث : ۱۰۸۲ ، باب المسح على العصائب والجبائر ، بيروت ، المعجم الكبير للطبراني : ۱۳۱/۸ ، رقم الحديث : ۷۵۹۷ ، دار احياء التراث العربي)

ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : والمسح على الجبيرة وخرقة القرحة كالغسل .

(۳۲۰/۱ ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفين)

ما في " بدائع الصنائع " : ثم إذا مسح على الجبائر والخرق التي فوق الجراحة جاز .

(۹۰/۱ ، كتاب الطهارة ، المسح على الجبائر)

ما في " الهداية " : ويجوز المسح على الجبائر وإن شدّها على غير وضوء ، وإن سقطت الجبيرة عن غير برءٍ لا يبطل المسح ، لأن العذر قائم والمسح عليها كالغسل .

(۴۵/۱ ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفين ، التنوير وشرحه مع الشامية : ۴۰۵/۱ ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفين ، ديوبند ، ۴٦۸/۱، بيروت)

کتاب الصلوۃ

☆......نماز کے مسائل......☆

اذان کے وقت کتوں کا رونا

مسئلہ (۴۳): اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے [۱]، بعض دفعہ بعض جانوروں کو نظر بھی آتا ہے، تو وہ اس سے گھبرا کر روتے اور آواز کرتے ہیں، اگر یہ گمان ہو کہ انہیں مارنے سے وہ خاموش ہو جائیں گے تو انہیں مارنا چاہیے، ورنہ نہیں۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن للنسائي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي ﷺ قال : " إذا نودي للصلاة أدبر الشيطان وله ضراط حتى لا يسمع التأذين ، فإذا قضي النداء أقبل حتى إذا ثُوّب بالصلاة أدبر ، حتى إذا قُضي التثويب أقبل ، حتى يخطر بين المرء ونفسه يقول : اذكر كذا ، اذكر كذا مما لم يكن يذكر حتى يظل المرء إن يدري كم صلى " .

(۱/۸۷ ، كتاب الأذان ، فضل التأذين ، الصحيح لمسلم: ۱/۱٦۷ ، كتاب الصلاة ، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه)

(۲) ما في " البحر الرائق " : وفي القنية : يؤذِّن المؤذّن فتعوِى الكلاب فله ضربها إن ظنّ أنها تمتنع بضربه وإلا فلا . (۱/۲۷۲ ، باب الأذان ، دار المعرفة بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۴۲، ۴۴۳، کراچی)

دونمازیں ایک وقت میں ادا کرنا

مسئلہ (۴۴): دونمازیں ایک ہی وقت میں ادا کرنا صحیح نہیں ہے، احادیث میں جو دونمازیں ایک ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے وہ ہمارے نزدیک جمعِ صوری پر محمول ہیں، کہ پہلی نماز کواس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کواس کے اولِ وقت میں ادا کیا جائے (۱)، کیوں کہ دونمازوں کوایک ہی وقت میں ادا کرنا اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ ایک نماز کواپنے وقت میں اور دوسری نماز کواس کے وقت سے پہلے ادا کیا جائے، یا پھر ایک نماز کواس کے وقت سے مؤخر کرکے دوسری نماز کے وقت میں ادا کیا جائے، جب کہ پہلی صورت میں دوسری نماز ادا ہی نہیں ہوتی (۲)، اور دوسری صورت میں گناہِ کبیرہ لازم آتا ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتاً﴾ .

(سورة النساء : ۱۰۳)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " :﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتاً﴾ أي مكتوبا مفروضا محدودا بالأوقات لا يجوز إخراجها عنها ما أمكن ، فلا يجوز الجمع بين الصلوتين في وقت إلا إذا ثبت بالتواتر ولم يثبت إلا في الجمع بين الظهر والعصر بعرفة جمع التقديم وإلا في الجمع بين المغرب والعشاء بمزدلفة جمع التاخير للحجاج ، وأما الجمع بين الصلوتين في السفر أو للمرض فلم يثبت إلا بخبر الآحاد فلا يعمل به إلا بطريق الجمع صورة بأن يصلي صلاة في آخر وقتها والأخرى في أول وقتها كما ورد التصريح في بعض الآثار ، لأن قوله تعالى : ﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتاً﴾ . (۲/۲۴۷ ، ۲۴۸)

ما في " بدائع الصنائع " : قال أصحابنا : إنه لا يجوز الجمع بين فرضين في وقت أحدهما=

بند کواڑ یا پردے والی مسجد میں موجود امام کی اقتدا

مسئلہ (۴۵): اگر کسی مسجد کے اندرونی حصہ میں جماعت ہورہی ہو اور سب پردے چھوٹے ہوئے ہیں، یا کواڑ بند ہیں، لیکن اس کے باوجود امام کے انتقالات کا صحیح علم ہوتا ہے، تو بغیر کواڑ کھولے اور بغیر پردے اٹھائے بھی، باہر والوں کی نماز درست ہوجائے گی، مگر بہتر یہ ہے کہ پردے اٹھادیئے جائیں، یا کواڑ کھول دیئے جائیں۔ (۱)

= إلا بعرفة والمزدلفة ، فيجمع بين الظهر والعصر في وقت الظهر بعرفة وبين المغرب والعشاء في وقت العشاء بمزدلفة اتفق عليه رواة نسک رسول الله ﷺ أنه فعله ، ولا يجوز الجمع بعذر السفر والمطر . (۱/۳۲۷)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : ومنها الوقت : لأن الوقت كما هو سبب لوجوب الصلاة فهو شرط لأدائها ، قال الله تعالى: ﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتاً﴾ أي فرضاً مؤقتاً، حتى لا يجوز أداء الفرض قبل وقته إلا صلاة العصر يوم عرفة . (۱/۳۱۵)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : ولنا أن تاخير الصلوٰة عن وقتها من الكبائر ، فلا يباح بعذر السفر والمطر كسائر الكبائر ، والدليل على أنه من الكبائر ما روي عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال: " من جمع بين الصلوٰتين في وقت واحد فقد أتى باباً من الكبائر " . (۱/۳۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والحائل لا يمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية ولو من باب مشبک لا يمنع الوصول في الأصح ، ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد وبيت في الأصح . قنية . ولا حكماً عند اتصال الصفوف . " الدر المختار" . قال ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله : (بسماع) أي من الإمام أو المكبر . التاتارخانية ..... ينبغي أن تكون الرؤية كالسماع لا فرق فيها بين أن يرى انتقالات الإمام أو أحد المقتدين . =

تعلیم کی خاطر ترکِ نماز

مسئلہ (۴۶): اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سب سے اول درجہ نماز کا ہے، قرآن وحدیث میں ایمان کے بعد جس درجہ نماز کی تاکید، اس کے فضائل، اجرو ثواب کا ذکر، اوراس کے ترک پر سخت وعیدیں وارد ہیں، کسی اورامر کی بابت نہیں، سخت بیماری کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں، لہٰذا تعلیم خواہ کوئی بھی ہو، اُس کی خاطر نماز کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔[1]

=(۲/۳۴۴ ، کتاب الصلوٰۃ ، باب الإمامة)

ما في " الفتاوی الهندية " : ويصح إن كان صغيراً لا يمنع أو كبيراً وله ثقب لا يمنع الوصول ، وكذا إذا كان الثقب صغيراً يمنع الوصول إليه لكن لا يشتبه عليه حال الإمام سماعاً أو رؤية ، هو الصحيح . (۱/۸۸ ، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الإقتداء وما لا يمنع)

ما في " البحر الرائق " : وإن كان الباب مسدوداً أو الكوة صغيرة لا يمكن النفوذ منها أو مشبكة وإن كان لا يشتبه عليه حال الإمام برؤية أو سماع لا يمنع على ما اختاره شمس الأئمة الحلواني ، قال في المحيط : وهو الصحيح ، وكذا اختاره قاضيخان وغيره .

(۱/۶۳۴ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وعلى هذا الإقتداء في المساكن المتصلة بالمسجد الحرام وأبوابها من خارجه صحيح إذا لم يشتبه حال الإمام لسماع أو رؤية . (۶/۲۴ ، اقتداء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿اتل ما أوحي إليک من الكتٰب وأقم الصلوٰة ، إن الصلوٰة تنهى عن الفحشاء والمنكر ، ولذكر الله أكبر ، والله يعلم ما تصنعون﴾ . (العنكبوت : ۴۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿وأقم الصلوٰة﴾ الخطاب للنبي ﷺ وأمته وإقامة الصلوٰة أداؤها في أوقاتها لقراء تها وركوعها وسجودها وقعودها وتشهدها وجميع شروطها . (۱۳/۳۴۷)=

....

=ما في " التفسير المنير " : ﴿وأقم الصلوٰة﴾ أي وأدِّ أيها النبي ﷺ وكل مؤمن فريضة الصلوٰة ونافلتها تامة الأركان والشروط مع الخشوع والخضوع لله واستحضار خشية الله في جميع مراحلها فهي تشتمل بمواظبتها على شيئين ؛ ترک الفواحش والمنكرات ، وهي عماد الدين وصلة بين العبد وربه ، ودليل الإيمان واليقين وفرجة المكروب والمحزون وسبب لتطهير العبد من آثار الذنوب والمعاصي . (۱۰/۲۲۳)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : "بني الإسلام على خمس ؛ شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً عبده ورسوله ، وإقام الصلوٰة ، وإيتاء الزكوٰة ، والحج ، وصوم رمضان " متفق عليه .

(ص/۱۲ ، كتاب الإيمان ، الفصل الأول ، قديمي)

ما في " كنز العمال " : قال عليه الصلاة والسلام : " الصلوٰة عماد الدين " .

(۷/۱۱۵ ، رقم الحديث : ۱۸۸۸۵)

ما في " جامع الترمذي " : عن حريث بن قبيصة قال : قدمت المدينة فقلت : اللهم يسِّر لي جليسًا صالحًا قال : فجلستُ إلى أبي هريرة فقلت : إني سألت الله أن يرزقني جليسًا صالحًا فحدِّثني بحديث سمعته من رسول الله ﷺ لعل الله أن ينفعني به فقال : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : " إن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمل صلاته ، فإن صلُحت فقد أفلح ونجح ، وإن فسدت فقد خاب وخسر ، فإن انتقص من فريضته شيء ، قال الرب تبارک وتعالى : " انظروا ! هل لعبدي من تطوع فيكمل بها ما انتقص من الفريضة ، ثم يكون سائر عمله على ذلک" .

(۱/۹۴ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء ان أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة)

ما في " سنن أبي داود " : عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال : كان بي الناصور فسألت النبي ﷺ فقال : "صلّ قائماً ، فإن لم تستطع فقاعداً ، فإن لم تستطع فعلى جنب " . (ص/۱۳۷)

ما في " مجمع الزوائد " : وعن معاذ بن جبل رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال لمعاذ بن جبل : " من ترک الصلوٰة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله عز وجل " .

(۲/۱۳ ، رقم الحديث : ۱۶۳۵)

سجدہ میں پیشانی اورناک کا زمین پر رکھنا

مسئلہ (۴۷): سجدہ میں پیشانی کا اکثر حصہ اور ناک زمین پر رکھنا واجب ہے، البتہ عذر کی وجہ سے کسی ایک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي حميد أن النبي ﷺ " كان إذا سجد أمكن أنفه وجبهته من الأرض ونحا يديه عن جنبيه ووضع كفيه حذو منكبيه " .

(۱/ ۶۱ ، باب ما جاء في السجود على الجبهة والأنف)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : ووضع أكثرها واجب (أي الجبهة) .... وكره اقتصاره في السجود على أحدهما ومنعا الاكتفاء بالأنف بلا عذر ، وإليه صح رجوعه وعليه الفتوى . (التنوير مع الدر). وفي الشامية : وقد استشكله المحقق في الفتح بأن القول بعدم الجواز على الأنف يلزم منه الزيادة على الكتاب بخبر الواحد ، يعني حديث : " أمرت أن أسجد على سبعة أعظم " . الحديث . وقال : الحق أن مقتضاه ومقتضى المواظبة الوجوب فلو حمل قوله على كراهة التحريم ، وقولهما على الوجوب الجمع لارتفع الخلاف ، وأقره في شرح المنية، وكذا في البحر ، وزاد أن الدليل يقتضي وجوب السجود على الأنف أيضاً كما هو ظاهر الكنز والمصنف .... وهذا الذي حط عليه كلام صاحب الحلية فقال بعد ما أطال في الاستدلال : فالأشبه وجوب وضعهما معاً . (۲/ ۱۸۰ ، مطلب في إطالة الركوع للجائي)

ما في " البحر الرائق " : فالسجود على الجبهة واجب اتفاقاً ، لأن مقتضى الحديث والمواظبة المروية في سنن الترمذي : " كان النبي ﷺ إذا سجد أمكن جبهته وأنفه بالأرض" . وقال : حديث حسن صحيح ، وهكذا في صحيح البخاري ، لكن هذا يقتضي وجوب السجود على الأنف كالجبهة ، لأن المواظبة المنقولة تعمها مع أن المنقول في البدائع والتحفة والاختيار عدم الكراهة بترك السجود على الأنف ، وظاهر ما في الكتاب يخالفه فإنه قال : وكره أي الاختصار على أحدهما ، سواء كان الجبهة أو الأنف ، وهي عند الإطلاق منصرفة إلى كراهة التحريم ، وهكذا في المفيد والمزيد . (۱/ ۵۵۵ ، صفة الصلاة)=

آدھی آستین والے قمیص میں نماز

مسئلہ (۴۸): اگر کسی عورت نے آدھی آستین والا قمیص پہنا ہو، تو اسے چاہیے کہ نماز کے وقت اُس قمیص کے اوپر ایسی کوئی چادر یا اوڑھنی اوڑھ لے، جس سے پورا بدن چھپ جائے، تا کہ نماز درست ہو جائے، اگر اس نے ایسا نہیں کیا، تو نماز درست نہیں ہوگی، کیوں کہ عورت کے لیے نماز میں: چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ، پورے بدن کا چھپانا فرض ہے۔ (۱)

=ما في " حاشية الطحطاوي " : ويجب ضم الأنف أي ما صلب منه للجبهة في السجود للمواظبة عليه ، ولا تجوز الصلاة بالاقتصار على الأنف في السجود على الصحيح .
(ص/ ۲۴۹ ، فصل في بيان واجب الصلاة)

ما في " التصحيح والترجيح " : وسجد واعتمد بيده على الأرض ووضع وجهه بين كفيه وسجد على أنفه وجبهته ، فإن اقتصر على أحدهما جاز عند أبي حنيفة ، وقال أبويوسف ومحمد : لا يجوز الاقتصار على الأنف ، وقال في العون : روي عنه مثل قولهما ، وعليه الفتوى ، وقال في ملتقى البحار : وقد روى أسد عن أبي حنيفة أن الاقتصار على الأنف لا يجوز ، وهو المختار للفتوى ، واعتمده المحبوبي وصدر الشريعة . (ص/ ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، في صفة الصلاة) (احسن الفتاوی:۳/۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وللحرة جميع بدنها ، حتى شعر النازل في الأصح ، خلا الوجه والكفين والقدمين . (۲/ ۷۱ ، الصلاة ، شروط الصلاة ، مطلب في ستر العورة)

ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها .
(۱/ ۴۶۸ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة)

ما في " البحر الرائق " :عن أم سلمة أنها سألت النبي ﷺ : أتصلي المرأة في درع وخمار وليس عليها إزار؟ فقال : " إذا كان الدرع سابغا يغطي ظهور قدميها " .=

کافر امام کی اقتدا میں پڑھی گئیں نمازوں کا اعادہ

مسئلہ (۴۹): اگر کسی امام نے ایک عرصہ تک نماز پڑھائی، لیکن بعد میں شواہد وقرائن سے معلوم ہوا کہ وہ کافر ہے، تو اس کی اقتدا میں پڑھی گئیں نمازوں کا اعادہ فرض ہے۔[1]

=(۴۷۰/۱، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة) (فتاوی محمودیہ:۳۱۲/۱۹،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية '' : وإذا ظهرت حدث إمامه ، وكذا كل مفسد في رأى مقتد بطلت فيلزم اعادتها . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : إن العبرة برأى المقتدي ، حتى لو علم من إمامه ما يعتقد أنه مانع والإمام خلافه أعاد .

(۲۹۳/۲، ۲۹۴، مطلب المواضع التي تفسد صلاة الإمام دون المؤتم)

ما في " الفتاوى الولوالجية '' : صلاة القوم بناء على صلاة الإمام ، حتى فسدت صلاة القوم بفساد صلاة الإمام ، وتنتقض بسهو الإمام ، ولهذا لا تصح ممن هو ليس من أهل الإمامة للصلاة كالمرأة والجنب والكافر ، والبناء على المعدوم باطل ، وعلى الموجود صحيح .

(۱۱۴/۱، كتاب الطهارة ، الفصل العاشر في حق المريض)

ما في " الفتاوى الهندية '' : رجل أم قوماً شهراً ثم قال : كنت مجوسياً فإنه يجبر على الإسلام ولا يقبل قوله ، وصلاتهم جائز ، ويضرب ضرباً شديداً ، وكذا لو قال : صليت بكم المدة على غير وضوئه وهو ماجن ، لا يقبل قوله ، وإن لم يكن كذلك ، واحتمل انه قال على وجه التورع والاحتياط أعادوا صلاتهم ، وكذا إذا بان أن الإمام كافر أو مجنون أو امرأة أو خنثى أو أمي أو صلى بغير احرام أو محدثاً أو جنباً . هكذا في التبيين .

(۸۷/۱، بيان من يصلح إماماً لغيره)

(احسن الفتاوی:۲۷۹/۳، باب الامامۃ والجماعۃ)

نماز سے خارج آدمی کا امام کو لقمہ دینا

مسئلہ (۵۰): اگر نماز سے خارج کسی آدمی کے لقمہ دینے پر امام صاحب لقمہ لے لیں، تو نماز باطل ہوجائے گی۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : فتحه على إمامه لا يفسد مطلقاً لفاتح ، وأخذ بكل حال ، إلا إذا سمعه المؤتم من غير مصلى ففتح به تفسد صلاة الكل . الدر المختار . قال الشامي: قلت : والذي ينبغي أن يقال : إن حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقاً ، أي سواء شرع في التلاوة قبل تمام الفتح أو بعده بوجود التعلم .

(۲/۳۲۹ ، كتاب الصلاة ، مطلب المواضع التي لا يجب فيها رد السلام)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو فتح على المصلي فهذا على وجهين : إما أن كان الفاتح هو المقتدي به أو غيره ، فإن كان غيره فسدت صلاة المصلي ، سواء كان الفاتح خارج الصلاة أو في صلاة أخرى غير صلاة المصلي .

(۱/۵۴۲ ، مفسدات الصلاة ، تبيين الحقائق : ۱/۳۹۳ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفتاوى الهندية : ۱/۹۹ ، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " حلبي كبير " : وإن فتح غير المصلي على المصلي فأخذ بفتحه تفسد صلاته ، لأنه تعلم وهو عمل كثير . (ص/۴۴۱ ، فصل فيما يفسد الصلاة)

تصویردار مصلے پر نماز

مسئلہ (۵۱): منقش مصلیٰ جس پر بیت اللہ، مسجد نبوی ﷺ یا بیت المقدس وغیرہ کی تصویر ہو، اس پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے، اس لیے کہ وہ اصل نہیں، بلکہ محض ایک غیر ذی روح کی تصویر کے حکم میں ہے، اور غیر ذی روح کی تصویر پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے مصلوں کو خریدا ہی نہ جائے، تاکہ اُن کا بننا بند ہوجائے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أو لغير ذي روح لا يكره لأنها لا تعبد . در مختار .
وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله:(أو لغير ذي روح) لقول ابن عباس للسائل: "فإن كنت لا بدّ فاعلاً فاصنع الشجر وما لا نفسه له " . [صحيح البخاري : ۱/۲۹۶ ، صحيح مسلم : ۲/۲۰۲] قوله : (لأنها لا تعبد) أي هذه المذكورات " في التنوير " . وحينئذٍ فلا يحصل التشبه . (۲/۳۶۱ ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى)
ما في " البحر الرائق " : وقولهم : ويكره التصاوير المراد بها التماثيل ، فالحاصل أن الصورة عام ، والتماثيل خاص، والمراد هنا خاص ، فإن غير ذي الروح لا يكره كالشجر .
(۲/۴۸ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)
ما في " حلبي كبير " : وأما صورة غير ذي الروح فلا خلاف في عدم كراهة الصلاة عليها إو إليها . (ص/۳۵۹)
ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ويكره أن يكون فوق رأسه أو خلفه أو بين يديه أو بحذائه صورة حيوان ، لأنه يشبه عبادتها .... إلا أن تكون صغيرة أو مقطوعة الرأس ، لأنها لا تعبد بلا رأس أو تكون لغير ذي روح كالشجر ، لأنها لا تعبد . (ص/۳۶۲)
ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يكره تمثال غير ذي الروح . كذا في النهاية .
(۱/۱۰۷ ، بيان فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها) (فتاوی محمودیہ:۶/۶۷۰،۶۷۴، کراچی)

بیمار کی نماز

مسئلہ (۵۲): بیمار آدمی کے لیے فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا اس وقت جائز ہے، جب کہ وہ قیام پر قادر نہ ہو، مثلاً: کھڑا ہو تو گر جائے یا سر چکرائے، یا مرض کے بڑھ جانے یا شفا میں تاخیر ہونے کا اندیشہ ہو، یا کھڑے ہونے میں سخت تکلیف ہوتی ہو وغیرہ۔ لیکن اگر وہ تکبیرِ تحریمہ کہنے کے بقدر بھی قیام کرسکتا ہو، تو اسے چاہیے کہ کھڑا ہو کر تکبیرِ تحریمہ کہے، پھر بیٹھ کر یا ٹیک لگا کر نماز مکمل کرلے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عمران بن حصين قال : كان بي الناصور فسألت النبي ﷺ فقال : "صلّ قائماً ، فإن لم تستطع فقاعداً ، فإن لم تستطع فعلى جنب " .

(ص/۱۳۷ ، باب في الصلاة القاعد ، جامع الترمذي : ۸۵/۱)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : من تعذر عليه القيام لمرض قبلها أو فيها أو خاف زيادته أو بطء برئه بقيامه أو دوران الرأس أو وجد لقيامه ألماً شديداً صلى قاعداً كيف شاء بركوع وسجود ، وإن قدر على بعض القيام ولو متكئاً على عصا أو حائط قام لزوم بقدر ما يقدر ولو قدر آية أو تكبيرة على المذهب ، لأن البعض معتبر بالكل . (۴۹۳/۲ ، باب صلاة المريض)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعداً يركع ويسجد . كذا في الهداية . وأصح الأقاويل في تفسير العجز أن يلحقه بالقيام ضرر ، وعليه الفتوى . كذا في المعراج الدراية . وكذلک إذا خاف زيادة المرض أو أبطأ البرء بالقيام أو دوران الرأس . كذا في التبيين . أو يجد وجعاً لذلک ، فإن لحقه نوع مشقة لم يجز ترک ذلک القيام . كذا في الكافي . ولو كان قادراً على بعض القيام دون تمامه يؤمر بأن يقوم قدر ما يقدر حتى إذا كان قادرًا على أن يكبر قائماً ولا يقدر على القيام للقراء ة ، أو كان قادراً على القيام لبعض القراء ة دون تمامها يؤمر بأن يكبر قائماً ويقرأ قدر ما يقدر عليه ثم يقعد إذا عجز .

(۱۳۶/۱ ، صلاة المريض)=

بغیر داڑھی اورٹوپی کے اذان واقامت

مسئلہ (۵۳): داڑھی رکھنا واجب ہے، آپ ﷺ نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے[۱]، اسی طرح آپ ﷺ سے ٹوپی کا ثبوت بھی ملتا ہے[۲]، اس لیے بغیر داڑھی وبغیر ٹوپی کے اذان واقامت کہنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔[۳]

=ما في " حاشية الطحطاوي " : إذا تعذر على المريض كل القيام ، أو تعسر كل القيام بوجود ألم شديد أو خاف زيادة المرض أو بطأ به صلى قاعداً بركوع وسجود ، ويقعد كيف شاء أي كيف تيسر له بغير عذر من تربع أو غيره في الأصح ، وإلا قام بقدر ما يمكنه بلا زيادة مشقة . (ص/ ۴۳۰ ، ۴۳۱ ، باب صلاة المريض) (فتاوی رحیمیہ: ۵/ ۲۰، ۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : " احفوا الشوارب واعفوا اللحى " . (۱/ ۱۲۸ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)

ما في " حاشية النووي على صحيح مسلم " : قال النووي : فحصل خمس روايات ، أعفوا ، وأوفوا ، وارخوا ، وارجوا ، ووفروا ، ومعناها كلها تركها على حالها ، هذا هو الظاهر من الحديث الذي يقتضيه ألفاظه ، وهو الذي قاله جماعة من أصحابنا وغيرهم من العلماء .

(۱/ ۱۲۸ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : يحرم على الرجل قطع لحيته . (۹/ ۴۹۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الفتاوى الهندية : ۵/ ۳۵۸ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع في الختان)

(۲) ما في " البحر الرائق " :(وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع) بيان للشيئين ؛ الصحة والكراهة ، أما الصحة فمبنية على وجود الأهلية للصلاة مع أداء الأركان وهما موجودان من غير نقص في الشرائط والأركان ، ومن السنة حديث " صلوا خلف كل بر وفاجر " . وفي صحيح البخاري أن ابن عمر كان يصلي خلف الحجّاج وكفى به فاسقاً .... وأما الكراهة فمبنية على قلة رغبة الناس في الاقتداء بهؤلاء ، فيؤدي إلى تقليل=

عالم یا بزرگ کو اگلی صف میں جگہ دینا

مسئلہ (۵۴): اہلِ علم کی تعظیم کے خاطر خود پیچھے ہٹ کر ان کو پہلی صف میں جگہ دینا بلا کراہت درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

= الجماعة المطلوب تكثيرها تكثيراً للأجر .... ولأن الفاسق لا يهتم لأمر دينه .

(۱/۱۱۰، باب الإمامة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويكره تنزيهاً إمامة عبد ..... وفاسق وأعمى .

(۲/۲۵۴، باب الإمامة) (فتاویٰ محمودیہ:۶/ ۱۲۸، و۱۹/ ۳۰۰-۳۰۲، کراچی)

(۳) ما في " مجمع الزوائد " : عن ابن عمر قال : " كان رسول الله ﷺ يلبس قلنسوة بيضاء " . (۵/۱۴۹، كتاب اللباس ، باب فى القلنسوة ، رقم الحديث:۸۵۰۵)

ما في " سنن أبي داود " : عن ركانة قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " فرق ما بينا وبين المشركين العمائم على القلانس " . (ص/۵۶۳ ، كتاب اللباس ، باب في العمائم)

ما في " بذل المجهود " : ومراد الحديث : أن المشركين كانوا يعممون على رؤوسهم من غير أن يكون تحت العمامة قلنسوة ، ونحن نعمم على القلنسوة ، ولأبى الشيخ عن ابن عمر كان لرسول الله ﷺ ثلاث قلنسوة . (۱۲/۱۰۵ ، باب فى العمائم)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال بعض العلماء : السنة أن يلبس القلنسوة والعمامة ..... وروي عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ ؛ " كان يلبس القلانس تحت العمائم ويلبس العمائم بغير القلانس " . (۸/۲۱۵ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، رقم الحديث:۴۳۴۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي حاشية الأشباه للحموي عن المضمرات عن النصاب : وإن سبق أحد إلى الصف الأول فدخل رجل أكبر منه سناً أو أهل علم ينبغى أن يتأخر ويقدمه تعظيماً له ، فهذا يفيد جواز الإيثار بالقرب بلا كراهة ، خلافا للشافعي ، ونقل العلامة البيري فروعاً تدل على عدم الكراهة ويدل عليه قوله تعالى : ﴿ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة﴾ . (۲/۲۶۷) (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۱۴۶)

کتاب الجنائز

☆...... جنازے کے مسائل ......☆

زچہ و بچہ کا انتقال

مسئلہ (۵۵): ولادت کے وقت بچے کا کچھ حصہ نکلنے کے بعد اگر بچہ اور ماں دونوں کا انتقال ہو جائے، تو ماں، اور بچے کے ظاہری حصے کو غسل دے کر، کفن پہنا کر، نماز پڑھ کر، بچہ کو ماں کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے، اس لیے کہ بچہ جب تک ماں سے جدا نہیں ہوتا، ماں کا جز شمار کیا جاتا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : والسنة أن يدفن الميت بجميع أجزائه.(۲/۲۶ ، كيفية الغسل)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لو كانت كتابية تحت مسلم ثم ماتت وفي بطنها ولد مسلم، اختلف الصحابة في الدفن فقال بعضهم : تدفن في مقابر المسلمين ترجيحاً لجانب الولد ، وقال بعضهم : تدفن في مقابر المشركين ، لأن الولد في حكم جزء منها ما دام في البطن . (۱۲۲/۱٦)

ما في " المغني لإبن قدامة " :غسلت الأم وما ظهر من الولد ، وما بقي ففي حكم الباطن لا يحتاج إلى التيمم من أجله ، لأن الجميع كان في حكم الباطن فظهر البعض فتعلق به الحكم وما بقي فهو على ما كان عليه . (۲/۴۱۴ ، فصل ما يشق بطن الميت وينبش قبره لأجله)

ما في " الإنصاف للمرداوي " : فلو مات قبل خروجه ، وتعذر خروجه ، غسل ما خرج منه وأجزأ ، على الصحيح من المذهب . (۲/۳۹۰ ، إن ماتت حامل لم يشق بطنها الخ)

(فتاوی دار العلوم: ۵/۴۶۹، متفرقات جنائز)

اجنبیہ عورت کی لاش

مسئلہ (۵۶): کسی جگہ کپڑے میں لپٹی ہوئی کسی عورت کی لاش ملی اوراس پر مسلم یا غیر مسلم ہونے کی کوئی علامت موجود نہیں ہے، تو اگر لاش کے ملنے کی جگہ سے قریب والی بستی میں کل یا اکثر مسلمان بستے ہیں، تو لاش کو اسلامی طریقہ پر کفن دفن کیا جائے، اوراگر کل یا اکثر غیر مسلم آباد ہیں، تو نہلا کر، کفن پہنا کر غیر مسلموں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، اوراگر قریب والی بستی کے لوگوں میں مسلموں اور غیر مسلموں کی تعداد برابر ہے، تو نہلا کر، کفن پہنا کر بغیر نماز جنازہ پڑھے کسی علیحدہ جگہ دفن کیا جائے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لو لم يدرأ مسلم أم كافر ، ولا علامة فإن في دارنا غسل وصلى عليه، وإلا لا ، اختلط موتانا بكفار ولا علامة اعتبر الأكثر ، فإن استووا غسلوا .
(۸۸/۳ ، مطلب في الكفن)

ما في " البحر الرائق " : ومن لا يدري أمسلم أم كافر ، فإن كان في قرية أهل الإسلام فظاهر أنه مسلم فيغسل ويصلى عليه ، وإن كان في قرية من قرى أهل الشرک فالظاهر منهم فلا يصلى عليه ، إلا أن يكون عليه سيما المسلمين فحينئذ يغسل ويصلى عليه ..... فإذا استويا لم يصلى عليهم عندنا ، لأن الصلاة على الكفار منهي عنها ، ويجوز ترک الصلاة على بعض المسلمين . (۸۴/۲ ، ۸۵ ، باب الجنائز)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : وإن تعذر التمييز فإن كانت الغلبة للمسلمين صلّي عليهم وينوى بها المسلمين ، وإن كانت الغلبة للمشركين لم يصل عليهم ، لأن العبرة للغالب فيما تعذر الوصول إلى معرفته باليقين ، وإن استوى الفريقان لم يصل عليهم ، لأنه اجتمع عليهم ما يوجب الصلاة وما يوجب الترک ، لكنه ترجّحَ الترک ، لأن ترک الصلاة على المسلم=

....

=يباح بحال فإنه لا يصلى على الباغي وهو مسلم ، والصلاة على الكافر لا تباح بحال ، فكان الميل إلى ما يباح أولىٰ . (۱/۱٦۳ ، ۱٦٤)

ما في " المحيط البرهاني " : قلنا : كما ان الصلاة على الميت فرض ، وترک الصلاة على الكافرين فرض، فإذا تعارض الدليلان اعتبرنا الغالب ، وإن استوى لم يصلى عليهم عندنا ، ..... إنا نقول : استوى جانب الصلاة وجانب الترک فترجح جانب الترک ، لأن الصلاة على الكافر لا تجوز بحال ، وترک الصلاة على المسلم جائز في الجملة ، فإنه لا يصلى على الباغي عندنا . (۲/۱۳۳ ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز)

ما في" الفتاوى التاتارخانية " : ولو وجد ميت في دار الحرب لا يصلى عليه ، وإن احتمل أن يكون مسلماً ، لأن الغلبة في دار الحرب لكفار ، فإذا كانت الغلبة للمسلمين جعل من حيث الحكم كان الكل مسلمون فيصلى عليهم، لكن ينوون بالدعاء للمسلمين ، وإن كان الأكثر كفاراً لم يغسلوا ولم يصلى عليهم ، وإن استووا لم يصلى عليهم عندنا ..... ولم يبين في الكتاب في فصل الاستواء أنهم في أي موضع يدفنون؟ وقد اختلف المشائخ فيه ، بعضهم قالوا : يدفنون في مقابر المشركين ، وبعضهم قالوا : يتخذ لهم مقبرة على حدة ، وهو قول الشيخ الإمام أبي جعفر الهندواني . (۱/۲۱۸ ، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات ، الجنائز)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو اجتمع الموتى المسلمون والكفار ينظر إن كان بالمسلمين علامة يمكن الفصل بها يفصل ، وإن لم يكن بهم علامة ينظران كان المسلمون أكثر غسلوا وكفنوا ودفنوا في مقابر المسلمين وصلى عليهم وينوي بالدعاء المسلمون ، وإن كان الكفار أكثر يغسلوا ولا يصلى عليهم ، كذا ذكر القدوري في شرحه مختصر الكرخي ، لأن الحكم للغالب ، وذكر القاضي في شرحه مختصر الطحاوي ، انه إن كانت الغلبة لموتى الكفار لا يصلى عليهم ، لكن يغسلون ويكفنون ويدفنون في مقابر المشركين ، ووجهه أن غسل المسلم واجب ، وغسل الكافر جائز في الجملة ، فيؤتى بالجنائز في الجملة لتحصيل الواجب ، وأما إذا كانوا سواء فلا يشكل انهم يغسلون لما ذكرنا أن فيه تحصيل الواجب مع الاتيان بالجائز في الجملة ، وهذا أولى من ترک الواجب رأساً . (۲/۳۱ ، شرائط وجوب الغسل ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۰۹ ، الفصل الثاني في غسل الميت)

مردہ اجنبیہ عورت سیلاب میں بہہ کر آئی

مسئلہ (۵۷): اگر کوئی مردہ عورت سیلاب میں بہہ کر آئی، اور اس پر مسلم یا غیر مسلم ہونے کوئی علامت نہ پائی جائے، تو اس کو مسنون طریقے کی رعایت کیے بغیر نہلا کر، کفن پہنا کر، کسی جگہ دفن کر دیا جائے، البتہ اگر کسی قرینہ سے مسلمان ہونے کا گمان ہو، تو مسنون طریقہ پر کفن دفن کیا جائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لو لم يدر أمسلم أم كافر ولا علامة ، فإن في دارنا غسل وصلى عليه ، وإلا لا . (۸۸/۳ ، قبيل مطلب في الكفن)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو اجتمع الموتى المسلمون والكفار ينظر إن كان بالمسلمين علامة يمكن الفصل بها يفصل .... وإن لم يكن بهم علامة ينظر إن كان المسلمون أكثر غسلوا وكفنوا ودفنوا في مقابر المسلمين وصلى عليهم ، وينوي بالدعاء المسلمون ، وإن كان الكفار أكثر يغسلوا ولا يصلى عليهم ، كذا ذكر القدوري في شرحه مختصر الكرخي ، لأن الحكم للغالب ..... ووجهه أن غسل المسلم واجب ، وغسل الكافر جائز في الجملة فيؤتى بالجنائز في الجملة لتحصيل الواجب ، وأما إذا كانوا على السواء فلا يشكل انهم يغسلون لما ذكرنا أن فيه تحصيل الواجب مع الإتيان بالجائز في الجملة ، وهذا أولى من ترك الواجب رأساً ، وهل يصلى عليهم؟ قال بعضهم : لا يصلى عليهم ، لأن ترك الصلاة على المسلم أولى من الصلاة على الكافر ، لأن الصلاة على الكافر غير مشروعة أصلاً ، قال تعالى : ﴿ولا تصلّ على أحد منهم مات أبداً﴾ وترك الصلاة على المسلم مشروعة في الجملة كالبغاة وقطاع الطريق ، فكان الترك أولىٰ . (۳۱/۲ ، شرائط وجوب الغسل)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : وإن تعذر التمييز فإن كانت الغلبة للمسلمين صلى عليهم ، وينوى بها المسلمين ، وإن كانت الغلبة للمشركين لم يصل عليهم ، لأن العبرة للغالب فيما تعذر الوصول إلى معرفته باليقين ، وإن استوى الفريقان لم يصل عليهم ، لأنه اجتمع عليهم=

....

....

....

....

....

= ما يوجب الصلاة وما يوجب الترک ، لكنه ترجح الترک ، لأن ترک الصلاة على المسلم يباح بحال فإنه لا يصلى على الباغي وهو مسلم ، والصلاة على الكافر لا تباح بحال ، فكان الميل إلى ما يباح أولىٰ .

(۱/۱۶۳ ، الفصل الثاني عشر في الجنائز وغسل الميت وغيره . الخ)

ما في " المحيط البرهاني " : قلنا : كما ان الصلاة على الميت فرض ، وترک الصلاة على الكافر فرض ، فإذا تعارض الدليلان اعتبرنا الغالب ، وإن استوى لم يصل عليهم عندنا ...... إنا نقول : استوى جانب الصلاة وجانب الترک فترجح جانب الترک ، لأن الصلاة على الكافر لا تجوز بحال ، وترک الصلاة على المسلم جائز في الجملة ، فإنه لا يصلى على الباغي عندنا . (۲/۱۳۳۱ ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز)

ما في " الفتاوى الهندية " : موتى المسلمون إذا اختلفوا بموتى الكفار وقتلى المسلمين بقتلى الكفار إن كان للمسلمين علامة يعرفون بها يميز بينهم ، وعلامة المسلمين الختان والخضاب ولبس السواد ، فيصلى عليهم وإن لم تكن علامة ، إن كانت الغلبة للمشركين فإنه لا يصلى على الكل ، ولكن يغسلون ويكفنون ، ولكن لا وجه غسل موتى المسلمين وتكفينهم ويدفنون في مقابر المشركين ، وإن كانا سواء فلا يصلى عليهم اتفاقاً ، واختلف المشايخ في دفنهم قال بعضهم : في مقابر المشركين ، قال بعضهم : في مقابر المسلمين ، وقال بعضهم : يتخذ لهم مقبرة على حدة ، كذا في المضمرات .

(۱/۱۵۹ ، الفصل الثاني في غسل الميت ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۶۱۸)

(فتاوی رحیمیہ: ۳۴/۷، فتاوی محمودیہ: ۵۳۲/۸، کراچی)

حفاظتِ ناموس میں ماری گئی عورت

مسئلہ (۵۸): اگر کوئی عورت اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کردی جائے، تو وہ شہید شمار ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " جامع الترمذي " : عن سعيد بن زيد قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد ، ومن قتل دون دمه فهو شهيد ، ومن قتل دون أهله فهو شهيد " . (۲/ ۳۸۹ ، كتاب الديات ، باب فيمن قتل دون ماله)

ما في " شرح الطيبي " : وهذا إنما يكون إذا قصد المخالف من الكافر والمبتدع خذلانه في دينه أو توهينه فيه وهو يذب عنه . (۷/ ۱۱۴ ، كتاب الديات ، فيمن قتل دون ماله)

ما في " عارضة الأحوذي " : المؤمن المسلم بإسلامه محترم في ذاته كلها ديناً ودماً ومالاً لا يحل لأحد أن يتعدى عليها فيها ، فإذا أزيد شيء من ذلک منه جاز له الدفع ، أو وجب عليه فيه اختلاف بين العلماء بما يراد منه من دم أو مال أو دين أو أهل الصحيح جاز الدفع بوجوبه. (۳/ ۱۵۲ ، كتاب الديات ، فيمن قتل دون ماله)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أو عند حفظ دينه فهو شهيد ، وهذا إنما يتصور إذا قصد الخائف من الكافر ، أو المبتدع خذلانه في دينه أو توهينه وهو يذبّ عنه ..... ومن قتل دون أهله أي عند محافظة محارمه فهو شهيد .

(۷/ ۸۲ ، كتاب الديات ، باب ما لا يضمن ، رقم الحديث : ۳۵۲۹)

ما في " رد المحتار " : هو الشهيد . كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً بغير حق بجارحة ..... وكذا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ولو بغير آلة جارحة .

(۳/ ۱۴۷ ، كتاب الصلاة ، باب الشهيد)

تیجہ، دسواں اور چالیسواں

مسئلہ (۵۹): کسی کی وفات پر میت کے گھر والوں کا کچھ پڑھ کر، یا غرباء کو کھانا کھلا کر، یا کچھ صدقہ دے کر، ایصالِ ثواب اور میت کے لیے دعا واستغفار کرنا یقیناً درست ہے[۱]، مگر ایصالِ ثواب کے لیے تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ سب ممنوع اور بدعت ہے، اور اس قسم کا کھانا کھانا مکروہ ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : الأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة ، أو صوماً ، أو صدقةً ، أو قراء ة قرآن ، أو ذكراً ، أو طوافاً ، أو حجاً ، أو عمرة ، أو غير ذلک عند أصحابنا للكتاب والسنة . (۳/۱۰۵ ، باب الحج عن الغير)

ما في " مراقي الفلاح " : فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة ، صلاة ، أو صوماً ، أو حجاً ، أو صدقة ، أو قراء ة للقرآن ، أو الأذكار ، أو غير ذلک ، من أنواع البرّ ، ويصل ذلک إلى الميت وينفعه . (ص/۶۲۱ ، ۶۲۲ ، كتاب الجنائز)

(۲) ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث، وبعد الأسبوع والأعياد ، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم ، واتخاذ الدعوة بقراء ة القرآن وجمع الصلحاء ، والقراء ة للختم ، أو لقراء ة سورة الأنعام أو الإخلاص ، فالحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لأجل الأكل مكرم . (۴/۸۱ ، باب صلاة الجنازة)

ما في " رد المحتار " : ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت ، لأنه شرع في السرور لا في السرور ، وهي بدعة مستقبحة ، وروى الإمام أحمد ، وابن ماجة بإسناد صحيح ، عن جرير بن عبد الله قال : " كنا نعدّ الإجتماع إلى أهل البيت وصنعهم الطعام من النياحة " . (۳/۱۳۹۰ ، كتاب الصلاة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت ، كذا في حلبي كبير :ص/۶۰۹ ، فصل في الجنائز ، مسائل متفرقة ، رد المحتار :۹/۶۲ ، كتاب الإجارة) (فتاوی محمودیہ:۳/۸۸،کراچی)

میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

مسئلہ (٦٠): شریعت کا حکم یہ ہے کہ آدمی جس جگہ وفات پائے اسے وہیں دفن کردیا جائے، اگرچہ اس نے کسی اور بستی میں دفن کردینے کی وصیت کی ہو، کیوں کہ اس طرح کی وصیت باطل ہے، نیز میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہِ تحریمی ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اگر کہیں کسی فقیہ نے اس کی اجازت دی بھی ہو، تو وہ ایک دو میل کی قید کے ساتھ مقید ہے، اس لیے جس جگہ آدمی کا انتقال ہو جائے، اسے وہیں دفن کردینا چاہیے، بعض لوگ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے حضرت یعقوب ویوسف علیہما السلام کے مصر سے شام منتقل کیے جانے کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں، ان کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ یہ شریعتِ سابقہ کا واقعہ ہے، اور شریعتِ سابقہ کی حجیت کے لیے یہ شرط ہے کہ ہماری شریعت میں اُس کے خلاف حکم موجود نہ ہو، حالانکہ زیر بحث مسئلے میں شریعتِ اسلامی کا حکم یہ ہے کہ میت کو جلد از جلد دفن کیا جائے، جمع عظیم کے انتظار کے لیے نماز جنازہ میں تاخیر نہ کی جائے، یہاں تک کہ اوقاتِ مکروہہ میں بھی نمازِ جنازہ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا، اور ظاہر ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں اس حکم کی خلاف ورزی ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أوصىٰ بأن يصلي عليه فلان أو يحمل بعد موته الى بلد آخر ...... فهي باطلة . الدر المختار . (۲۹۷/۱۰ ، كتاب الوصايا)

ما في " رد المحتار " : قوله : (ولا بأس بنقله قبل دفنه) قيل مطلقاً ، وقيل إلى ما دون =

شہید کی قسمیں

مسئلہ (۶۱): شہید کی دو قسمیں ہیں: شہید دنیوی، شہید اخروی۔ شہید دنیوی کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جاتا، اور نہ اس کے پہنے ہوئے کپڑے اتارے جاتے ہیں، بلکہ بغیر غسل کے اس کے خون آلود کپڑوں سمیت کفن برابر کر کے نمازِ جنازہ کے بعد دفن کر دیا جاتا ہے۔ شہادت کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، وہ کافروں کے ہاتھوں سے مارا جائے، یا میدان جنگ میں مرا ہوا پایا جائے، اور اس کے بدن پر قتل کے نشانات ہوں، یا ڈاکوؤں، چوروں نے اس کو قتل کر دیا ہو، یا وہ اپنی مدافعت کرتے ہوئے مارا جائے، یا کسی مسلمان نے اس کو آلۂ جارحہ کے ساتھ ظلماً قتل کر دیا ہو، اور قاتل

=مدة السفر ، وقيده محمد بقدر ميل أو ميلين ، لأن مقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد . قال في النهر عن عقد الفرائد : وهو الظاهر اهـ . ... وأما نقل يعقوب ويوسف عليهما السلام من مصر إلى الشام ليكونا مع آبائهما الكرام فهو شرع من قبلنا ولم يتوفر فيه شروط كونه شرعاً لنا . اهـ . (۳/۱۴۶، ۱۴۷، كتاب الجنائز ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميت ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح " : (ويستحب الدفن فى) مقبرة (محل مات به أو قتل) لما روي عن عائشة رضى الله عنها أنها قالت حين زارت قبر أخيها عبد الرحمن وكان مات بالشام وحمل منها : " لو كان الأمر فيك إلي ما نقلتك ، ولدفنتك حيث مت" . (فإن نقل قبل الدفن قدر ميل أو ميلين) ونحو ذلك (لا بأس به) لأن المسافة إلى المقابر قد تبلغ هذا المقدار (وكره نقله لأكثر منه) أي أكثر من الميلين . كذا فى الظهيرية . مراقي الفلاح . وفي حاشية الطحطاوي : قوله : (بيان أن النقل من بلد إلى بلد مكروه) أى تحريماً لأن قدر الميلين فيه ضرورة ، ولا ضرورة فى النقل إلى بلد آخر . (ص/۶۱۳، ۶۱۴، كتاب الصلاة ، فصل فى حملها ودفنها ، مكتبه شيخ الهند ديوبند) (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۱۲۴-۱۳۱، احسن الفتاویٰ: ۴/۲۱۸-۲۲۱، حاشیہ نور الانوار: ص/۹، قوت الاخیار شرح نور الانوار: ۱/۵۱)

پر دیت واجب نہ ہو، یا وہ شخص مندرجہ بالا صورتوں میں موقع پر ہلاک ہوگیا، اور اسے کچھ کھانے پینے، علاج ومعالجہ، سونے، یا وصیت کرنے کی مہلت نہ ملی ہو، یا ہوش وحواس کی حالت میں اس پر ایک نماز کا وقت نہ گذرا ہو، اور اس پر پہلے سے غسل واجب نہ ہو، تو ایسے شخص کو شہید دنیوی کہہ سکتے ہیں، اور اگر کوئی مسلمان قتل ہوجائے اور مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا، اور دنیوی احکام کے اعتبار سے وہ شہید نہیں کہلائے گا، البتہ آخرت میں اس کا شمار شہداء میں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً بجارحة ، ولم يجب بنفس القتل مال ، ولم يرتث ، وكذا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ، أو بغير آلة جارحة ، أو وجد جريحاً ميتاً في معركتهم ، فينزع عنه ما لا يصلح للكفن ، ويزاد وينقص ليتم كفنه ، ويصلى عليه بلا غسل، ويدفن بدمه وثيابه ، ويغسل بحد أو قصاص أو جرح ، وارتث بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوى أو آوىٰ خيمة ، أو مضى عليه وقت الصلاة ، وهو يعقل ، أو نقل من المعركة لا لخوف وطئ الخيل ، أو أوصى بأمور الدنيا ، وإن بأمور الآخرة لا ، عند محمد، وهو الأصح ، أو باع أو اشترى أو تكلم بكلام كثير بعد انقضاء الحرب ولو فيها أي في الحرب لا . (۳/۱۴۷ – ۱۵۳ ، الاختيار لتعليل المختار : ۱/۱۴۵ – ۱۴۷ ، باب الشهيد)

ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : هو من قتله أهل الحرب والبغي أو قطاع الطريق ، أو وجد في معركة وبه أثر، أو قتله مسلم ظلماً ، ولم تجب به دية ، فيكفن ويصلى عليه بلا غسل، ويدفن بدمه وثيابه إلا ما ليس من الكفن، ويزاد وينقص ويغسل إن قتل جنباً أو صبياً أو ارتث بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوى ، أو مضى وقت صلاة وهو يعقل ، أو نقل من المعركة حياً ، أو أوصى أو قتل ولم يعلم أنه قتل بحديدة ظلماً ، أو قتل بحد أو قصاص لا لبغي وقطع طريق . (۲/۳۴۳ – ۳۴۹ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الشهيد)

(جامع الفتاویٰ:۹/۵۳۴)

أحكام المساجد والمدارس

☆......مساجد کے احکام......☆

عیدگاہ میں جماعتِ ثانیہ

مسئلہ(۶۲): عیدگاہ میں جماعتِ ثانیہ کرنا درست نہیں ہے، اس لیے جن حضرات کی عید کی نماز چھوٹ جائے، وہ دوسری جگہ چلے جائیں جہاں جماعت مل سکتی ہو، یا پھر ایسی مسجد میں جماعت کرلیں جہاں عید کی نماز نہ ہوئی ہو۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر فعل ، لأنها تؤدي بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقًا . (۳/۵۵ ، باب العيدين ، مطلب أمر الخليفة لا يبقى بعد موته)

ما في " البحر الرائق " : فإذا فاتت مع إمام وأمكنه أن يذهب إلى إمام آخر فإنه يذهب إليه لأنه يجوز تعدادها في مصر واحد في موضعين وأكثر اتفاقاً . (۲/۲۸۳ ، باب العيدين)

ما في " النهر الفائق " : ولو قدر بعد الفوات مع الإمام على ادراكها مع غيره فعله للاتفاق على جواز تعددها . (۱/۲۷۰ ، صلاة العيدين ، حاشية الطحطاوي :ص/۵۳۵)

ما في " المحيط البرهاني " : وتجوز إقامة صلاة العيدين في موضعين نص على هذا في الأصل . (۲/۶۱۲) (فتاویٰ رحیمیہ:۶/ ۱۶۹،فتاویٰ عثمانی:۱/۵۵۱)

راستے کو مسجد میں شامل کرنا

مسئلہ (۶۳): حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ بوقتِ ضرورت راستہ کو بھی مسجد میں شامل کر سکتے ہیں، بشرطیکہ کسی راہ گذر کو تکلیف نہ ہو، اسی بنیاد پر ایسا پلاٹ جو مسلمانوں ہی کے مفاد کے لیے ہو باتفاقِ رائے مسجد میں شامل کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔(۲)

---

(۲) ما في " رد المحتار " : (وجعل شيء) أي جعل الباني شيئاً (من الطريق مسجداً) لضيقة ولم يضر بالمارين (جاز) لأنهما للمسلمين . " الدر المختار" . في الشامي : قلت : إن المصنف قد تابع صاحب الدور مع أنه في جامع الفصولين نقل أو لا جعل شيئاً من الحد طريقاً ومن الطريق مسجداً جاز ، ثم رمز لكتاب آخر لو جعل الطريق مسجداً لأجل المسجد طريقاً لأنه لا تجوز الصلاة في الطريق فجاز جعله مسجداً ، ولا يجوز المرور في المسجد فلم يجز جعله طريقاً . (۶/ ۴۴۹، ۴۵۰ ، مطلب في جعل شيء من المسجد طريقاً)

ما في " فتاوى قاضي خان " : قال الفقيه أبوجعفر رحمه الله : إن كان لا يضر ذلک بأهل الطريق جاز طريق العامة هي واسع فبنى فيه أهل المحلة مسجدا للعامة ، ولا يضر ذلک بالطريق ، قالوا : لا بأس به ، هكذا روي عن أبي حنيفة ومحمد رحمهم الله تعالى ، لأن الطريق للمسلمين والمسجد لهم أيضاً .

(۴/ ۲۹۸ ، كتاب الوقف ، باب الرجل يجعل داره مسجداً أو خاناً أو سقاية أو مشربة)

ما في " مجمع الأنهر " : ولو ضاق المسجد وبجنبه طريق العامة يوسع منه (ضاق) أي على المصلين (منه) أي من الطريق إذا لم يضر بأصحاب الطريق . (۲/ ۵۹۵)

(جدید مسائل کا حل :ص/ ۱۰۱، احسن الفتاوی: ۶/ ۴۴۴، فتاوی محمودیہ: ۱۴/ ۵۱۳، کراچی)

سنگِ مرمر پر آیاتِ قرآنی کندہ کرانا

مسئلہ (۶۴): مساجد میں سنگِ مرمر پر آیاتِ قرآنی کندہ کرانے کو فقہاء کرام نے بے ادبی کے احتمال کی وجہ سے مکروہ لکھا ہے، لیکن اگر کندہ ہوکر لگ گئے ہوں، تو اب اس کا اکھاڑنا بے ادبی ہے، لہٰذا اب اُسے اُس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : وليس بمستحسن كتابة القرآن على المحاريب والجدران لما يخاف من سقوط الكتابة وأن توطأ ، وفي جمع النسفي : مصلى أو بساط فيه أسماء الله تعالى يكره بسطه واستعماله في شيء .

(۱/۱۰۹ ، كتاب الصلاة ، الباب السابع ، فصل كره غلق باب المسجد)

ما في " رد المحتار " : أقول : في فتح القدير : وتكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش . والله تعالٰى أعلم .

(۱/۲۸۹ ، كتاب الطهارة ، قبيل باب المياه)

ما في " فتاوی قاضي خان " : ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالوا : يرجى أن يجوز ذلک ، وبعضهم كرهوا ذلک مخافة السقوط تحت أقدام الناس .

(۳۷۸/۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في التسبيح ، المكتبة الحقانية ، الفتاوی الهندية : ۳۲۳/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة)

مسجد کی دیواروں پر نقش ونگار

مسئلہ (٦٥): مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار کے علاوہ نقش ونگار کرنا اگر اپنے مال سے ہوتو جائز ہے، اور اگر مالِ وقف سے ہوتو جائز نہیں، خواہ داخلی حصہ میں ہو یا خارجی حصہ میں ۔[1]

والحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الدر المنتقى في شرح الملتقى مع مجمع الأنهر " : (ويجوز نقشه بالجص وماء الذهب) إذا تبرّع به إنسان سوى جدار القبلة . وأما المتولي فلا يفعل من مال الوقف إلا ما يرجع إلى إحكام البناء، حتى لو جعل البياض فوق السواد للنقاء ضمن .

(١/١٩٠ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب الوتر والنوافل)

ما في " الهداية " : ولا بأس بأن ينقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ..... وهذا إذا فعل من مال نفسه ، أما المتولي فيفعل من مال الوقف ما يرجع إلى إحكام البناء دون ما يرجع إلى النقش ، حتى لو فعل يضمن والله أعلم بالصواب . (١/٨٠ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، دار أرقم بيروت ، الفتاوى الهندية : ١/١٠٩ ، كتاب الصلوٰة ، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة)

ما في " البحر الرائق " : ومحل الاختلاف في غير نقش المحراب ، أما نقشه فهو مكروه لأنه يلهي المصلي ، كما فيفتح القدير . (٢/٦٥ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة الخ ، رد المحتار : ٢/٣٧٣ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة ، مطلب كلمة لا بأس دليل . الخ ، كذا في حلبي كبير : ص/٦١٥ ، ٦١٦ ، كتاب الصلوٰة ، أحكام المساجد)

(فتاوی محمودیہ: ١٥/٢٥٦، کراچی)

مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار پر کیلنڈر

مسئلہ (۶۶): مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار پر کیلنڈر، تقویم، یا کسی دینی پروگرام کا کوئی اشتہار وغیرہ لگانا مکروہ ہے۔[۱]

مسجد میں ٹیپ ریکارڈر سے قرآن کریم سننا

مسئلہ (۶۷): ٹیپ ریکارڈر سے قرآن کریم کا سننا خواہ مسجد کے باہر ہو یا اندر، فی نفسہٖ درست ہے، لیکن اس سے مسجد میں شور وغل ہوگا[۲]، اس کی بجلی استعمال ہوگی[۳]، اور دیگر لوگ اسے بنیاد بنا کر غلط قسم کی چیزیں بھی سننے سنانے کا جواز نکالیں گے، اس لیے اس کی اجازت نہیں ہے۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولا بأس بنقشه خلا محرابه فإنه يكره ، لأنه يلهي المصلي ، ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا في جدار القبلة . " الدر المختار " . قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : وكره بعض مشايخنا النقش على المحراب وحائط القبلة ، لأنه يشغل قلب المصلي . (۲/۳۷۳ ، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره)

ما في " البحر الرائق " : ومحل الاختلاف في غير نقش المحراب ، أما نقشه فهو مكروه لأنه يلهي المصلي ، كما في فتح القدير . (۲/۶۵ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها)

ما في " الفتاوى الهندية " : وكره بعض مشايخنا النقوش على المحراب وحائط القبلة ، لأن ذلك يشغل قلب المصلي . (۵/۳۱۹ ، الباب الخامس في آداب المسجد الخ)

ما في " حلبي كبير " : ومحل الكراهة التكلف بدقائق النقوش ونحوه خصوصا في جدار القبلة ، لأنه يلهي قلب المصلي . (ص/۶۱۱ ، فصل في أحكام المسجد ، وكذا في فتح القدير : ۱/۴۳۴ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها ، فصل ويكره =

....

=استقبال القبلة) (فتاوی محمودیہ:۱۵/ ۲۲۹،کراچی)

والحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأن المسٰجد لله فلا تدعوا مع الله أحداً﴾ . (الجن : ۵۳)

ما في " تفسير المظهري " : ونهى عن تناشد الأشعار في المسجد وعن البيع ولا شراء فيه وأن يتحلق الناس يوم الجمعة قبل الصلاة في المسجد . (۱۰/ ۵۳)

ما في " السنن لإبن ماجة " : عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال : " جنّبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم وإقامة حدودكم وسلّ سيوفكم ، واتخذوا على أبوابها المطاهر وجمّروها في الجمع " .(ص/۵۴،كتاب المساجد)

ما في " شروح ابن ماجة " : قال السندي : قوله : (جنّبوا) من التجنيب أي بعدوا هذه الأشياء عن المساجد إذ الكل لا تليق بالمساجد .

(۱/۳۴۳ ، كتاب المساجد والجماعات ، باب ما يكره في المساجد)

ما في " رد المحتار " : ويكره ...... رفع صوت بذكر . الدر المختار . قوله : (ورفع صوت بذكر) أقول : اضطراب كلام صاحب " البزازية " في ذلک ، فتارة قال : إنه حرام ، وتارة قال : إنه جائز ...... والجمع بينهما بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال .

(۲/۳۷٦ ، كتاب الصلاة ، مطلب في رفع الصوت بالذكر)

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصلين ويجوز إلى ثلث الليل أونصفه إذا احتيج إليه للصلاة فيه .

(۲/۴۵۹ ، الباب الحادي عشر في المسجد ، الفصل الأول فيما يصير به المسجد ، البحر الرائق : ۵/۴۲۰ ، كتاب الوقف ، فصل في أحكام المساجد)

(۴) ما في " المقاصد الشرعية " : مفاده أن الذرائع تعدّ وسائل إلى المقاصد ، وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة ، أي أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً .

(ص/۴٦)

مدارس ومساجد کا رجسٹریشن کرانا

مسئلہ (٦٨): دورِ حاضر میں مدارس ومساجد کو رجسٹرڈ کرانا جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے، کیوں کہ اس کے ذریعہ بہت سے پیدا ہونے والے تنازعات کا فیصلہ بآسانی ہوجاتا ہے، اور اوقاف کی حفاظت بھی ہوتی ہے، جس کے ہم مکلّف ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه﴾. (سورة التوبة : ۲۸۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال سعيد بن جبير : ﴿وأشهدوا إذا تبايعتم﴾ ، يعني وأشهدوا على حقوقكم إذا كان فيها أجل أو لم يكن فيها أجل ، فاشهد على حقك على كل حال . (۱/۵۸۴)

ما في " التفسير المنير" : (فاكتبوه) ندبا استيثاقا للدين ودفعاً للنزاع ..... وفي أحكام التعامل بالدين المؤجل والتجارة الحاضرة غاية الحكمة والمصلحة والعدل ..... وحفظ حقه من الضياع ، ثم أكد الله النهي عن الإباء بالأمر بالكتابة بالحق ، لكون الوثيقة متعلقة بحفظ الحقوق .... إذ لا بأس من عدم الكتابة في التجارة الحاضرة أو التعامل يدا بيد ، فيطلب الاشهادعلى التبايع ، لأن اليد الظاهرة التي تجوز الشيء قد لا تكون محقه ، فيحدث النزاع والخلاف ، فكان الاشهاد أحوط ..... ومن جملة ذلک ما حذركم منه من الضرار ، وهو سبحانه يعلمكم ما فيه صلاح دنياكم وحفظ أموالكم ..... فإنما يشرعه عن علم دقيق شامل بما يدرأ المفاسد ويجلب المصالح ، وشرعه كله حكمة وعدل .

(۱۶/۲ – ۲۵ ، تفسير الآية/۲۸۲)

ما في " البحر المحيط " : (فاكتبوه) أمر تعالى بكتابة لأن ذلک أوثق وآمن من النسيان ، وأبعد من الجحود ، وظاهر الأمر الوجوب .... وقال الجمهور : هو أمر ندب يحفظ به المال ، وتزال به الريبة ، وفي ذلک حث على الاعتراف وحفظه ، فإن الكتاب خليفة اللسان، واللسان خليفة القلب . (۲/۵۵۴)=

تحفظِ مسجد کی خاطر بیمہ

مسئلہ (۶۹): اگر مسجد کے تحفظ کی کوئی صورت نہ ہو، تو مجبوراً بیمہ کرانا درست ہے[1]، مگر اس سے حاصل ہونے والی سودی رقم مسجد میں صرف نہ کی جائے۔[2]

=ما في " التفسيرات الأحمدية " : وإنما أمرنا بها ، لأن ذلك أوثق وآمن من النسيان وأبعد من الجحود . (ص/۱۳۴)

ما في " رد المحتار " : قوله : (غير مسجل) معنى قولهم : مسجلا أي محكوماً بلزومه بأن صار اللزوم حادثة وقع التنازع فيها ، فحكم القاضي باللزوم بوجهه الشرعي "رملي " وسمى مسجلا ، لأن المحكوم به يكتب في سجل القاضي .... إن كان للوقف كتاب في ديوان القضاة المسمى في عرفنا السجلّ وهو في أيديهم اتبع ما فيه استحساناً إذا تنازع أهله فيه . (۶/۴۶۹ . ۴۸۶ ، كتاب الوقف ، مطلب في حكم الوقف القديم المجهولة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والوثيقة ما يحكم به الأمر ..... في التوثيق منفعة من أوجه : أحدها : صيانة الأموال وقد أمرنا بصيانتها ونهينا عن إضاعتها ، والثاني : قطع المنازعة فإن الوثيقة تصير حكما بين المتعاملين ويرجعان إليها عند المنازعة فتكون سبباً لتسكين الفتنة ولا يجحد أحدهما حق صاحبه مخالفة أن تخرج الوثيقة وتشهد الشهود عليه بذلك فينفضح أمره بين الناس ..... والرابع : رفع الارتياب فقد يشتبه على المتعاملين إذا تطاول الزمان مقدار البدل ومقدار الأجل ، فإذا رجعا إلى الوثيقة لا يبقى لواحد منهما ريبة ..... توثيق التصرفات أمر مشروع لاحتياج الناس إليه في معاملاتهم خشية جحدا لحقوق أو ضياعها ، والأصل في مشروعية التوثيق ما ورد من نصوص ففي مسائل الدين جاء قوله تعالى : ﴿يآ يها الذين اٰمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه﴾ [سورة البقرة : ۲۸۳] .

(۱۴/۳۴ ، ۱۳۵ ، توثيق)(جدید مسائل کا حل:ص/۱۰۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الضرورات تبيح المحظورات ، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة . (۱/۳۰۷ ، قواعد الفقه :ص/۸۹)=

جامع مسجد کو تبدیل کرنا

مسئله (۷۰): جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے، اس لیے اگر کسی جگہ کے لوگ کسی مسجد کو منہدم کرنا چاہیں، تو شرعاً یہ درست نہیں ہے[1]، ہاں! البتہ اگر قدیم جامع مسجد مصلیوں کے لیے ناکافی ہو رہی ہو، یا کوئی اور مصلحت ہو، تو دوسری مسجد کو جامع مسجد قرار دینا اور اس میں جمعہ وغیرہ ادا کرنا درست ہے۔[2]

=ما في " شرح المجلة " : الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامةً أو خاصةً . (ص/۳۳ ، المادة: ۳۲ ، قواعد الفقة :ص/۱۰۸ ، رقم قاعدة :۷۵ ، الأشباه والنظائر : ۱/۳۳۶)

(۲) ما في " رد المحتار " : قال تاج الشريعة : أما لو أنفق في ذلک مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره ، لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله . شرنبلالي . (۲/ ۴۳۱ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب كلمة لا بأس دليل على المستحب غيره ، لأن الباس الشدة ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاوی محمودیہ:۱۵/۲۹۰،کراچی،فتاوی رحیمیہ:۹/۱۲۳،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلى قيام الساعة . وبه يفتى . " الحاوي القدسي " .

(۶/ ۴۲۹ ، كتاب الوقف ، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره)

(۲) ما في " تفسير الكشاف " : عن عطاء لما فتح الله الأمصار على يد عمر رضي الله تعالى عنه أمر المسلمين أن يبنوا المساجد وأن لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه. (۲/ ۳۰۰ ، سورة التوبة ، ط: دار الإيمان سهارنفور)

مسجد کی آمدنی یا چندہ کی رقم پر سود

مسئلہ (۷۱): سودی رقم چوں کہ حرام ہے [1]، اس لیے اگر کسی مسجد کی آمدنی یا چندہ کی رقم ضرورۃً بینک میں رکھی گئی ہو، اور اس پر سود ملا ہو، تو اس کو مسجد کے کاموں میں خرچ نہ کیا جائے، کیوں کہ یہ تقدُّسِ مسجد کے خلاف ہے، بلکہ یہ رقم بلانیتِ ثواب کسی غریب وفقیر کو صدقہ کردیں۔ [2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأحل الله البیع وحرّم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه﴾ . (سورة التوبة :۱۰۸)

ما في " روح المعاني " : ویستفاد من الآیة أیضًا علی ما قیل النهي عن الصلاة فی مساجد بنیت مباهاة أو ریاء و سمعة أو لغرض سوی ابتغاء وجه الله تعالی ، وألحق بذلک کل مسجد بني بمال غیر طیب . (۳۱/۷ ، سورة التوبة :الآیة/۱۰۸)

ما في " صحیح البخاري " : عن أبي هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من تصدّق بعدل تمرة من کسب طیّب ولا یقبل الله إلا الطیب ، فإن الله یتقبّلها بیمینه ثم یربیها لصاحبه کما یربّی أحدکم فلوّه ، حتی تکون مثلَ الجبل " .

(۱۸۹/۱ ، کتاب الزکاة ، باب الصدقة من کسب طیب ، قدیمي)

ما في " مرقاة المفاتیح " : لو سقف المسجد بحرام حرم الجلوس تحته ، لأنه انتفاع بالحرام. (۴۱۷/۲)

ما في " رد المحتار " : قال تاج الشریعة : أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره ، لأن الله تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب ، فیکره تلویث بیته بما لا یقبله . شرنبلالیة . (۳۷۳/۲)

ما في " البحر الرائق " : وعلی هذا لو مات رجل وکسبه من ثمن الباذق والظلم أو أخذ الرشوة تعود الورثة ولا یأخذون منه شیئاً ، وهو الأولیٰ لهم ویردونه علی أربابه إن عرفوهم،=

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا

مسئلہ (۷۲): مسجد کے سامان کے بارے میں فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی مسجد ویران نہ ہو، اس کا سامان دوسری میں مسجد لے جانا درست نہیں ہے، اس لیے اگر پرانی مسجد کا سامان نئی مسجد میں لے جایا گیا، تو اس کو واپس لوٹانا ضروری ہے۔ (۱)

حرم شریف کے گلاس کمرہ پر لانا

مسئلہ (۷۳): حرم شریف میں زمزم پینے کے لیے پلاسٹک کے جو گلاس رکھے جاتے ہیں، وہ گلاس حرم کے لیے وقف ہوتے ہیں، اس لیے ان کو اپنے ذاتی کام کے لیے اپنے کمرے پر لانا جائز نہیں ہے (۲)، کیوں کہ واقف اس پر راضی نہیں ہے۔ (۳)

= وإلا يتصدقوا به ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذّر الرد . (۳۶۹/۸)

ما في " شرح السير الكبير " : وما حصل بسبب خبيث فالسبيل رده .

(۱۷۶/۴ ، بحوالہ فتاوی رحیمیہ: ۱۶۸/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (عند الإمام والثانی) فلا يعود ميراثاً ، ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أو لا ، وهو الفتوى . (۴۲۹/۶ ، كتاب الوقف ، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره) (فتاوی دار العلوم: ۶۴/۱۴، فتاوی محمودیہ: ۴۵/۱۵، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " فتاوى قاضي خان " : متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى =

نائب امام تنخواہ کا حقدار ہوگا؟

مسئلہ (۷۴): کسی مسجد کے امام کو کہیں جانے کی ضرورت پیش آئی، تو وہ اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے، کیوں کہ امامت اور تدریس میں نائب بنانا جائز ہے، مگر اجرت کا مستحق اصل امام اور اصل مدرس ہوگا، البتہ اصل نے نائب کے لیے کوئی اجرت مقرر کی ہو، تو وہ نائب اس کا مستحق ہوگا، اور اگر اجرت مقرر نہیں کی ہے تو وہ اَجرِ مثل، یعنی عامۃً اس طرح کی منفعت کی جو اجرت ہوتی ہے کا مستحق ہوگا۔ (۱)

=بيته . (۳۹۸/۴ ، كتاب الوقف)

ما في " البحر الرائق " : الأصح عدم جواز أخذ الجمد إلى بيته لأن الجمد لتبريد ماء السقاية لا للأخذ . (۴۲۷/۵ ، كتاب الوقف)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : شرط الواقف كنص الشارع – أي في المفهوم والدلالة . در مختار . (۵۰۷/۵ ، كتاب الوقف ، مطلب استأجر داراً فيها أشجار)

(فتاوی محمودیہ: ۶۲۴/۱۴، کراچی، نظام الفتاوی: ۲۳۸/۴)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال في البحر : وحاصل ما في القنية : أن النائب لا يستحق شيئاً من الوقف ، لأن الاستحقاق بالقرير ولم يوجد ، ويستحق الأصيل الكل إن عمل أكثر السنة ، وسكت عما يعينه الأصيل للنائب كل شهر في مقابلة عمله ، والظاهر أنه يستحق لأنها إجارة، وقد وفي العمل بناء على قول المتأخرين المفتى به من جواز الاستيجار على الإمامة والتدريس وتعليم القرآن . (۴۹۴/۶ ، مطلب مهم في الاستنابة في الوظائف ، دار الكتاب ديوبند ، البحر الرائق : ۳۸۵/۵، ۳۸۶ ، كتاب الوقف) (احسن الفتاوی: ۲۸۵/۷)

کتاب الزکوۃ وصدقۃ الفطر

☆......زکوۃ اور صدقۂ فطر کے مسائل......☆

درآمد وبرآمد کرنے والی تجارتی کمپنیوں کے شیئرز پر زکوۃ

مسئلہ (۵۷): وہ تجارتی کمپنیاں جو ساز وسامان خرید کر آگے فروخت کرتی ہیں، اور درآمد وبرآمد کا کاروبار (Buisiness of Import& Export) کرتی ہیں، اسی طرح ملکی مصنوعات (Product`s) کی خرید وفروخت کی کمپنیاں، اور خام مال کے ذریعہ مصنوعات پیدا کرکے فروخت کرنے والی کمپنیاں وغیرہ؛ ان کے شیئرز پر زکوٰۃ واجب ہوگی، کیوں کہ وہ تجارتی کاروبار کرتی ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : الزكاة واجبة فى عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب . كذا في الهداية .

(۱/۱۷۹ ، كتاب الزكاة ، الفصل الثاني في العروض)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (وفي عروض تجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب) معطوف على قوله أول الباب " في مائتي درهم " أى يجب ربع العشر في عروض التجارة إذا بلغت نصاباً من أحدهما . (۲/۳۹۸ ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال)

ما في " الموسوعة الفقهية " : جمهور الفقهاء على أن المفتى به هو وجوب الزكاة في عروض التجارة ، واستدلوا بقوله تعالى : ﴿يا يها الذين آمنوا انفقوا من طيبات ما كسبتم﴾ . وبحديث سمرة : كان النبي ﷺ يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع .

(۲۳/۲۶۹، زكاة)

صاحبِ نصاب شیئر ہولڈر کے سرمایہ سے زکوۃ

مسئلہ (۶۷): ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک خلطۃ الشیوع (مشترکہ ملکیت) شخصِ قانونی کے درجہ میں ہے، چنانچہ اگر کئی افراد کی مشترکہ ملکیت میں قابلِ زکوۃ بقدرِ نصاب مال ہو، تو مجموعی طور پر اس مال میں زکوۃ واجب ہوگی، البتہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل خلطۃ الشیوع کا اعتبار صرف مویشیوں (چرنے والے جانوروں) میں کرتے ہیں، جب کہ امام شافعی تمام قابلِ زکوۃ اموال میں معتبر مانتے ہیں، یعنی فقہ شافعی کے مطابق ہر کمپنی پر بحیثیتِ کمپنی زکوۃ واجب ہوگی، اور احناف خلطۃ الشیوع (مشترکہ ملکیت) کو شخصِ قانونی نہیں مانتے، لہٰذا ان کے نزدیک کمپنی پر بہ حیثیتِ شخصِ قانونی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ جو شیئر ہولڈر بھی انفرادی طور پر صاحبِ نصاب بن جائے اس پر زکوۃ لازم ہوگی، یہی مسلک برصغیر کے علماء کرام اور موجودہ دور کے بہت سے علماء عرب کا ہے، البتہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ زکوۃ اگر چہ شیئر ہولڈر پر واجب ہوتی ہے، لیکن اگر کسی کمپنی کے کیفیت نامہ (Prospectus) یا اس کے سالانہ عمومی اجلاس (A.G.M.) میں، یا اس ملک کے قانون میں یہ بات طے کی گئی ہو کہ کمپنی صاحبِ نصاب شیئر ہولڈر کے سرمایہ سے ہر سال زکوۃ نکال دے گی، تو کمپنی شیئر ہولڈرز کی طرف سے زکوۃ ادا کرسکتی ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يزكي رب المال (المالک) رأس المال وحصته من الربح ، ويزكي العامل حصته من الربح ، .... قال أبوحنيفة : يزكي كل واحد من المالک والعامل بحسب حظه أو نصيبه كل سنة ، ولا يؤخر إلى المفاصلة ، أي التصفية . =

فلاحی اداروں اور تنظیموں کی حیثیت

مسئلہ (۷۷): جو تنظیمیں اور فلاحی ادارے زکوۃ کی رقم جمع کرتے ہیں، وہ اس رقم کے مالک نہیں ہوتے، بلکہ زکوۃ دہندگان کے وکیل ہوتے ہیں، لہٰذا اگر وہ صحیح مصرف میں خرچ کریں گے، تو زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا ہوگی، ورنہ نہیں۔ (۱)

=(۱۸۷۸/۳، کتاب الزکاة، سادسا : زکاة شرکة المضاربة)

ما في " رد المحتار " : (ولا تجب) الزكاة عندنا (في نصاب) مشترك (من سائمة) ومال تجارة (وإن صحت الخلطة فيه) . قوله : (في نصاب مشترك) المراد أن يكون بلوغه النصاب بسبب الاشتراك وضم أحد المالين إلى الآخر بحيث لا يبلغ مال كل منهما بانفراده نصاباً . (۲۱۶/۳ ، كتاب الزكاة ، باب زكوٰة المال)

ما في " فقه النوازل للشيخ محمد بن حسين الجيزاني " : تجب زكاة الأسهم على أصحابها ، وتخرجها إدارة الشركة نيابة عنهم إذا نص في نظامها الأساسي على ذلك ، أو صدر به قرار من الجمعية العمومية ، أو قانون الدولة يلزم الشركات بإخراج الزكاة ، أو حصل تفويض من صاحب الأسهم لإخراج إدارة الشركة زكاة أسهمه . (۲۰۲/۲ ، المكتبة دارابن الجوزی)

(تجارتی کمپنیوں کالائحۂ عمل شریعت کے دائرہ میں: ص/۲۷،۳۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰكين والعٰملين عليها والمؤلّفة قلوبهم .... وفي سبيل الله وابن السبيل﴾ . (سورة التوبة : ٦٠)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : فإن الصدقة تقتضي تمليكاً وقال : إذ شرط الصدقة وقوع الملك للمتصدق عليه . (۱۶۱/۳)

ما في " سنن أبي داود " : قوله عليه السلام : " إن الصدقة لا تحل لغني ولا لذي مرة سوى " . (ص/ ۲۳۱ ، كتاب الزكاة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا يخرج عن العهدة بالعزل ، بل بالأداء للفقراء ...... فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكاة ولو مات كانت ميراثاً عنه . =

دواخانہ کی تعمیر میں زکوٰۃ یا سودی رقم

مسئلہ (۸۷): دواخانہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں، اگر استعمال کی جائے تو لوگوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[۱]، اسی طرح سودی رقم بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر للہ رقم نہ ملتی ہو، اور تعمیری کام رُکا ہوا ہو، تو اِس صورت میں رفاہِ عام (دواخانہ کی عمارت جس کو مسلم وغیر مسلم سب استعمال کریں گے) میں سودی رقم لگانے کی گنجائش ہے[۲]، زکوۃ کی رقم استعمال نہیں کر سکتے۔

=(۳/۱۷۶ ، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء)
ما في " الفتاوى الولوالجية " : ولا يجوز الحج والعتق وبناء المسجد من زكاة ماله لأنهم ماموررون بالإتيان للفقير ، وهو عبارة عن التمليک من الفقير ولم يوجد . (۱/۱۸۰ ، الفصل الثاني)
ما في " البحر الرائق " : وأشار المصنف إلى أنه لا يخرج بعزل ما وجب عن العهدة بل لا بد من الأداء إلى الفقير. (۲/۳۶۹ ، كتاب الزكاة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويشترط أن يكون الصرف (تمليكاً) لا إباحة كما مر (لا) يصرف (إلى بناء) نحو (مسجد و) ..... قوله : (نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لاتمليک فيه .
(۳/۲۶۳، باب المصرف، كتاب الزكوٰة ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۸ ، باب المصرف ، تبيين الحقائق : ۲/۲۲۰ ، باب المصرف ، البحر الرائق : ۲/۱۲۰)
(۲) ما في " بدائع الصنائع " : وعلى هذا يخرج صرف الزكاة إلى وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقايات، وإصلاح القناطر، وتكفين الموتى ودفنهم أنه لايجوز، لأنه لم يوجد التمليک أصلاً . (۲/۱۴۲ ، كتاب الزكوٰة، فصل فى ركن الزكوٰة)
ما في " فتاوى معاصرة للدكتور يوسف القرضاوي " : الرابع : أن يصرف فى مصارف الخير، أى للفقراء والمساكين واليتامىٰ وابن السبيل ، وللمؤسسات الخيرية الإسلامية =

صدقۂ فطر کا وجوب

مسئلہ (۷۹): صدقۂ فطر، عید الفطر کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے وقت واجب ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص فجر کا وقت آنے سے قبل فوت ہوگیا، یا فقیر ہوگیا، اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں۔ (۱)

=الدعوية والإجتماعية ، وهذا هو الوجه المتعين . (۲/۱۱۴)

ما في " فقه النوازل " : الفائدة الربوية من الكسب الخبيث وعلى المسلمين استيفاء ها والتخلص منها يصرفها فی مصالح المسلمین العامة . (۳/۱۵۲ ، وثيقة : ۱۵)

(فتاوی رحیمیہ: ۹/۲۷۹، کفایت المفتی: ۸/۶۸)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر ، فمن مات قبل ذلک لم تجب عليه الصدقة .... لو افتقر الغني قبله لم تجب ، كذا في المحيط السرخسي . (۱/۱۹۲ ، الباب الثاني في صدقة الفطر)

ما في " الفتاوی التاتارخانية " : ووقت وجوبها من حين يطلع الفجر الثاني من يوم الفطر ، حتى إذا مات قبل ذلک أو أبق العبد أو كان معسراً فلا وجوب .

(۲/۱۳۷ ، كتاب الصوم ، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : قال الحنفية : يجب الفطرة بطلوع الفجر من يوم عيد الفطر ، فمن مات قبل ذلک أي طلوع الفجر لم تجب فطرته . (۳/۲۰۴۱)

ما في " مجمع الأنهر " : وتجب الفطرة بطلوع أي بعد طلوع فجر يوم الفطر أي وجوب الفطرة يتعلق بطلوع الفجر الثاني من يوم الفطر ، فمن مات قبله .... لا تجب .

(۱/۳۳۷ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر)

صدقۂ فطر کی پیشگی ادائیگی

مسئلہ (۸۰): صدقۂ فطر کی پیشگی ادائیگی مطلقاً جائز ہے، یا رمضان مبارک کے شروع ہوجانے کے بعد؟ اس سلسلے میں اختلاف ہے، اور مطلقاً جواز کا قول راجح ہے [(۱)]، اگر کوئی شخص عید کے دن بھی صدقۂ فطر ادا نہ کرسکا، تو وہ ساقط نہ ہوگا، بلکہ اس کے ذمہ میں باقی رہے گا۔ [(۲)]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بذل المجهود " :قال في البدائع : ولو عجل الصدقة على يوم الفطر لم يذكر في ظاهر الرواية ، وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه يجوز التعجيل سنة وسنتين ، وعن خلف بن أيوب أنه يجوز تعجيلها إذا دخل رمضان ، ولا يجوز قبله ...... والصحيح أنه يجوز التعجيل مطلقاً ، وذكر السنة والسنتين في رواية الحسن ليس على التقدير ، بل هو بيان لاستكثار المدة أي يجوز وإن كثرت المدة . (۴۳۴/۶ ، كتاب الزكاة ، زكاة الفطر متى تؤدى)

ما في " رد المحتار " : لكن عامة المتون والشروح على صحة التقديم مطلقاً وصححه غير واحد ، ورجّحه في النهر ، ونقل عن الولوالجية أنه ظاهر الرواية ، قلت : فكان هو المذهب. (۲۹۰/۳ ، كتاب الزكاة ، في مقدار الفطرة)

ما في " البناية شرح الهداية " :ولا تفصيل بين مدة ومدة ، أي لا تفصيل في جواز تقديم صدقة الفطرة بين مدة ومدة، بل يجوز التقديم مطلقاً ، هو الصحيح .

(۵۹۵/۳ ، كتاب الزكاة ، صدقة الفطر وقت وجوب الفطرة ، خلاصة الفتاوى : ۲۷۵/۱ ، كتاب الصوم ، الفصل السابع في صدقة الفطر)

(الفقه الإسلامي وأدلته : ۲۰۴۱/۳ ، الفصل الثاني ، صدقة الفطر ، المبحث الثاني)

(۲) ما في " بذل المجهود " : وأما وقت أدائها فجمع العمر عند عامة أصحابنا ، ولا تسقط بالتأخير عن يوم الفطر . (۴۳۲/۶ ، كتاب الزكاة ، زكاة الفطر)

ما في " خلاصة الفتاوى " : ولا يسقط بتأخير الأداء وإن افتقر بخلاف الزكوٰة . =

اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر

مسئلہ (۸۱): مالدار آدمی کے لیے اپنی، اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، اگر نابالغ اولاد مالدار ہو، تو ان کے مال میں سے ادا کرے، بالغ اولاد یا بیوی کی طرف سے، باپ یا شوہر پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں، البتہ اگر باپ یا شوہر بالغ اولاد یا بیوی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کردے، تو استحساناً ادا ہوجائے گا۔(۱)

=(۱/۲۷۵ ، کتاب الصوم ، الفصل السابع)

ما في " البحر الرائق " : وأما التأخير فلأنها قربة مالية فلا تسقط بعد الوجوب إلا بالأداء كالزكاة ، حتى لو مات ولده الصغير أو مملوك يوم الفطر لا يسقط عنه ، أو افتقر بعد ذلک فكذلک . (۲/۴۴۵ ، كتاب الزكاة ، صدقة الفطر) (احسن الفتاوی:۴/۳۸۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وتجب عن نفسه وطفله الفقير ، ولا يؤدي عن زوجته وعن أولاده الكبار ، وإن كانوا في عياله ، ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاهم استحساناً ، كذا في الهداية . (۱/۱۹۲.۱۹۳)

ما في " الهداية " : قال : يخرج ذلک عن نفسه ، ويخرج عن أولاده الصغار ومماليكه ، ولا يؤدي عن زوجته لقصور الولاية والمؤنة ، ولا عن أولاده الكبار ، وإن كانوا في عياله لإنعدام الولاية ، ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاهم استحساناً لثبوت الإذن عادة .

(۱/۲۰۸ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " :ويؤديها من وجبت عليه عن نفسه وأولاده الصغار ولا يؤدي عن زوجته ، ولا عن أولاده الكبار ، وإن كانوا في عياله ، لكن لو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاهم استحساناً . (۳/۲۰۳۸)

(كذا في تبيين الحقائق : ۲/۱۳۳ ، ۱۳۴ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر)=

اقرباء کی طرف سے صدقۂ فطر

مسئلہ (۸۲): جو خویش واقارب اپنے بیرون ملک رہائش پذیر رشتہ داروں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ ان کی طرف سے عمدہ قسم کے نصف صاع، یعنی ایک کلو ۶۳۶ ر گرام، احتیاطاً پونے دوکلو گیہوں یا اس کا آٹا، یا اُس کا ستو، یا ایک صاع، یعنی تین کلو ۲۷۲ ر گرام، احتیاطًا ساڑھے تین کلو کشمش، کھجور، یا جَو سے صدقۂ فطر ادا کریں، یا بیرون ملک کی قیمت کے حساب سے مذکورہ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی قیمت ادا کریں[1]، اگر یہاں کی قیمت زیادہ ہے تو یہاں کے حساب سے ادا کریں، تاکہ غریبوں کا فائدہ ہو۔[2]

=ما في " الفتاوى التاتارخانية " : إذا كان للصغير مال فصدقة فطره عند أبي حنيفة وأبي يوسف تجب على الصغير . (۲/۱۴۱ ، كتاب الصوم ، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر)
ما في " المبسوط للسرخسي " : وكذا يؤدي عن نفسه فكذلك يؤدي عن أولاده الصغار ... وإن كان للولد الصغير مال أدى عنه أبوه من مال الصغير في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى ، وليس على الرجل أن يؤدي عن أولاده الكبار ، ولا يؤدي الزوج زكاة الفطر عن زوجته . (۳/۱۱۳ - ۱۱۶ ، كتاب الصوم ، باب صدقة الفطر)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : نصف صاع من برّ أو دقيقه أو سويقه أو زبيب أو صاع تمر أو شعير . (۳/۲۸۶ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر ، كذا في البحر الرائق : ۲/۴۴۳، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر، كذا في تبيين الحقائق : ۲/۱۳۷ ، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر ، كذا في مجمع الأنهر : ۱/۳۳۷ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر)

(۲) ما في " مجمع الأنهر" : وفي الظهيرية : إن الفتوى على أن القيمة أفضل ، لكن لا خلاف بين النقلين في الحقيقة ، لأنهما نظراً لما هو أكثر نفعاً وأدفع للحاجة ، والله تعالى أعلم .=

صدقۂ فطر کا مصرف

مسئلہ (۸۳): صدقۂ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے، یعنی جہاں جہاں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، اُن جگہوں میں صدقۂ فطر دینا بھی جائز ہے، اور جہاں جہاں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اُن جگہوں میں صدقۂ فطر دینا بھی جائز نہیں ہے، البتہ غریب غیر مسلم لوگوں کو صدقۂ فطر دینا کراہت کے ساتھ جائز ہے، اور زکوٰۃ دینا بالکل ہی جائز نہیں۔ (۱)

=(۳۳۹/۱ ، کتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ودفع القيمة) أي الدراهم (أفضل من دفع العين على المذهب) المفتى به ، أي الدراهم ربما يشعر أنها المرادة بالقيمة مع أن القيمة تكون أيضاً من الفلوس والعروض .... العلة في أفضلية القيمة كونها أعون على دفع حاجة الفقير لاحتمال أنه يحتاج غير الحنطة مثلا من ثياب ونحوها .

(۲۸۹/۳ ، كتاب الزكاة ، مطلب في مقدار الفطرة)

ما في " بدائع الصنائع " : أن الناس إذا اختلفوا في صاع يقدرونه بالوزن ، فدل على أن المعتبر هو الوزن، وأما صفة الواجب فهو أن وجوب المنصوص عليه من حيث أنه مال متقوم على الإطلاق لا من حيث أنه عين فيجوز أن يعطى عن جميع ذلك القيمة دراهم أو دنانير أو فلوساً أو عروضاً أو ما شاء وهذا عندنا .

(۲۰۵/۲ ، كتاب الزكاة ، بيان جنس الواجب وقدره وصفته)

ما في " البحر الرائق " :ولم يتعرض المصنف لأفضلية العين أو القيمة ، فقيل بالأول ، وقيل بالثاني ، والفتوى عليه ، لأنه أدفع لحاجة الفقير ، كذا في الظهيرية .

(۴۴۴/۲ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر) (فتاوی رحیمیہ: ۱۹۵/۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰكين والعٰملين عليها =

....

....

....

....

=والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل ، فريضة من الله ، والله عليم حكيم﴾ . (سورة التوبة : ۱۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف) وفي كل حال (إلا في) جواز (الدفع إلى الذمي) . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (إلا في جواز الدفع إلى الذمي) في الخانية جاز ويكره . (۳/۳۲۵ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر ، بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : اتفق الفقهاء على أن مصرف زكاة الفطر هو مصارف الزكاة المفروضة ، لأن صدقة الفطر زكاة فكان مصرفها مصرف سائر الزكوٰة ، ولأنها صدقة ، فتدخل في عموم قوله تعالى : ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰكين﴾ ولا يجوز دفعها إلى من لا يجوز دفع زكاة المال إليه ، ولا يجوز عند الجمهور دفعها إلى ذمي لأنها زكاة ، فلم يجز دفعها إلى غير المسلمين ، كزكاة المال ، ولا خلاف في أن زكاة المال لا يجوز دفعها إلى غير المسلمين .... وقال الحنفية : صدقة الفطر كالزكاة في المصارف وفي كل حال إلا في جواز الدفع إلى الذمي مع الكراهة . (۳/۲۰۴۸ ، الفصل الثاني صدقة الفطر)

ما في " تبيين الحقائق " : قال الإمام الحافظ الدين النسفي : (وصح غيرها) أي صح دفع غير الزكاة من الصدقات إلى الذمي كصدقة الفطر والكفارات . (۲/۱۲۰ ، باب المصرف)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة إليهم بالإتفاق ويجوز صرف صدقة التطوع إليهم بالإتفاق ، واختلفوا في صدقة الفطر والنذور والكفارات ، قال أبوحنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى : يجوز إلا أن فقراء المسلمين أحب إلينا ، كذا في شرح الطحاوي . (۱/۱۸۸ ، كتاب الزكاة ، الباب السابع في المصارف ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۹۴ ، الباب الثامن في صدقة الفطر) (فتاوی محمودیہ:۹/۶۱۸، کراچی)

قربانی کی کھال کی رقم کا مصرف

مسئلہ (۸۴): قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد ان کا حکم زکوٰۃ کی رقم کا ہے، جس کی تملیک ضروری ہے، اور مسجد، مدرسہ یا کنویں کی تعمیر میں تملیک نہیں پائی جاتی، اس لیے اس میں خرچ کرنا درست نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المغني والشرح الكبير " : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه .
(۱۱۲/۱۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : من باع جلد أضحية فلا أضحية له ، فإن باع نفذ البيع عند أبي حنيفة ومحمد رحمه الله تعالى ، ووجب عليه التصدق بثمنه ، لأن القربة ذهبت عنه ببيعه .
(۱۰۴/۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه .(۳۹۸/۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب ، ولا بأس بأن يشتري به ما ينتفع بعينه مع بقائه استحساناً ، ولا يشترى به ما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک ، نحو اللحم والطعام ، ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله ، واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح ، حتى لا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک ، ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز ، لأنه قربة كالتصدق . (۳۰۱/۵ ، كذا في البحر الرائق : ۳۲۷/۸)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وأيضاً فإن الصدقة تقتضي تمليكاً .... فلا يجوز أن يكون ذلک مجزياً من الصدقة ، إذ شرط الصدقة وقوع الملک للمتصدق عليه . (۱۶۱/۳)

ما في " رد المحتار " : قوله : (تمليكاً) فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليک ، ولو أطعمه عنده ناويا الزكاة لا تكفي ..... (نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد ، وكل ما لا تمليک فيه . (۲۶۳/۳)

(فتح القدير : ۲۷۲/۲ ، دار الكتب العلمية بيروت)

قربانی کی کھال کی رقم رفاہی کاموں میں

مسئلہ (۸۵): قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد ان کا حکم زکوٰۃ کی رقم کا ہے، جس کی تملیک ضروری ہے، اور بغیر تملیک کے رفاہی کاموں میں اس کا خرچ کرنا درست نہیں، لہٰذا قربانی کی کھالیں ایسے اداروں اور جماعتوں کو دینا چاہیے، جو شرعی اصولوں کے مطابق ان کو صحیح جگہ خرچ کرتے ہیں۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " المغني والشرح الكبير" : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه .(۱۱۲/۱۱)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه . (۳۹۸/۹)

ما في" الفتاوی الهندية " : ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب ، ولا بأس بأن يشتري به ما ينتفع بعينه مع بقائه استحساناً ، ولا يشتري به ما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک، نحو اللحم والطعام ، ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله ، واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح ، حتی لا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک ، ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز ، لأنه قربة كالتصدق . (۳۰۱/۵ ، كذا في البحر الرائق : ۳۲۷/۸)

ما في" الموسوعة الفقهية " : وإنما لم يحل البيع بما يستهلک ، لقوله عليه السلام : " من باع جلد أضحية فلا أضحية له " . فإن باع نفذ البيع عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالی ، ووجب عليه التصدق بثمنه . (۱۰۴/۵ ، أضحية)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰكين . الخ﴾ . (سورة التوبة : ۶۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : إن الصدقة تقتضي تمليكاً ، وقال : إذ شرط الصدقة وقوع الملک للمتصدق عليه . (۱۶۱/۳)

ما في " فتح القدير " : ولا يبنی بها (الزكاة) مسجد ، ولا يكفن بها ميت لإنعدام التمليک ، وهو الركن ، فإن الله تعالی سماها صدقة ، وحقيقة الصدقة تمليک المال . (۲۷۲/۲)

کتاب الصوم

☆......روزے کے مسائل......☆

رمضان المبارک کی اہمیت

مسئلہ (۸۶): رمضان المبارک بڑا بابرکت مہینہ ہے، آپ ﷺ رجب ہی سے رمضان تک بقا کی دعا فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ۲۹ رشعبان کو رمضان کی آمد کی اطلاع فرمائی، اوراس کی اہمیت کوآشکارہ کیا، کہ رمضان کا ایک سیکنڈ بھی غفلت میں نہ گزرنے پائے، ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جب نصف شعبان گزرجائے تو پھر روزہ نہ رکھا جائے، تاکہ رمضان کے روزوں پراثر نہ پڑے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿شهر رمضان الذي أنزل فيه القراٰن﴾ . (البقرة : ۱۸۵)

ما في " روح المعاني ": (شهر رمضان) من وجوب التعظيم المستفاد مما فيأثره على كل من أدركه ومدركه إما حاضر أو مسافر .. الخ . (۲/۹۳ ، ۹۴)

ما في " مجمع الزوائد " : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : كان النبي ﷺ إذا دخل رجب قال : "اللهم بارک لنا في رجب وشعبان وبلّغنا رمضان " .

(۳/۲۵۵ ، كتاب الزكوٰة ، باب في شهور البركة وفضل شهر رمضان)

ما في " مجمع الزوائد " : وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ ذات يوم : " إن أبواب السماء تفتح في أول ليلة من شهر رمضان ، فلا تغلق إلى آخر ليلة منه". (۳/۲۵۸ ، كتاب الزكاة ، باب في شهور البركة . الخ ، رقم الحديث : ۴۷۸۴)

ما في " كنز العمال " :قال رسول الله ﷺ : " يا أيها الناس قد أظلّكم شهرٌ عظيمٌ مبارک ، شهر فيه ليلة خير من ألف شهر ، جعل الله تعالى صيامه فريضة وقيام ليله تطوعًا ، من=

دن میں سفر کا ارادہ ہو تو روزہ رکھے یا نہیں؟

مسئلہ (۸۷): جو شخص صبح صادق سے پہلے مقیم ہو اور دن میں سفر کا پختہ ارادہ رکھتا ہو، تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا لازم ہے، اور اگر اولِ دن میں مسافر تھا، پھر بعد میں مقیم ہوا، تو اس روزے کو نہ رکھنے کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگا، البتہ قضا لازم ہوگی۔ (۱)

= تقرّب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدّى فريضةً فيما سواهُ ، ومن أدّى فريضةً فيه كان كمن أدّى سبعين فريضةً فيما سواهُ ، وهو شهر الصبر ، والصبرُ ثوابه الجنة .... وهو شهر أوله رحمة ، وأوسطه مغفرة ، وآخره عتق من النار " الحديث .

(۸/۲۲۲ ، كتاب الصوم ، قسم الأقوال ، رقم الحديث : ۲۳۷۰۹)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : "إذا انتصف شعبان فلا تصوموا " .

(ص/۳۱۹ ، كتاب الصيام ، باب في كراهية ذلك ، قديمي ، رقم الحديث : ۲۳۳۷)

ما في " بذل المجهود " : والنهي للتنزيه رحمة على الأمة أن يضعفوا عن حق القيام بصيام رمضان على وجه النشاط . (۸/۴۷۱ ، كتاب الصيام ، رقم الحديث : ۲۳۳۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۵)

ما في " التفسير المظهري " : قال البغوي رحمه الله تعالى : اختلف أهل العلم فيمن أدركه الشهر وهو مقيم ثم سافر، روي عن علي أنه قال : لا يجوز له الفطر ، وبه قال عبيدة السلماني لقوله تعالى : ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ أي الشهر كله ، وذهب أكثر الصحابة والفقهاء إلى أنه إذا أنشأ السفر في شهر رمضان جاز له أن يفطر بعد ذلك اليوم ، قلت : وعليه انعقد الإجماع . (۱/۲۲۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : إذا طرأ عليه شهر رمضان وهو مقيم ثم سافر لم يفطر،=

....

= لقوله تعالى : ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ .

(۱/ ۲۴۳ ، باب الغلام يبلغ والكفار يسلم في بعض رمضان)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : وأخرج سعيد بن منصور عن ابن عمر رضي الله عنهما فيقوله : ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ قال : من أدركه رمضان في أهله ثم أراد السفر فليصم . (۱/ ۳۴۴)

ما في " رد المحتار " :(لما يجب على مقيم إتمام) صوم (يوم منه) أي رمضان (سافر فيه) أي في ذلک اليوم (و) لکن (لا کفارة عليه لو أفطر فيهما) ...... قوله : (کما يجب على مقيم الخ) ...... فلو سافر بعد الفجر لا يحل الفطر ، قال في " البحر " : وکذا لو نوى المسافر الصوم ليلاً وأصبح من غير أن ينتقض عزيمته قبل الفجر ثم أصبح صائماً لا يحل فطره في ذلک اليوم ، ولو أفطر لا کفارة عليه ، قوله : (فيهما) أي في مسئلة المسافر إذا أقام ، ومسئلة المقيم إذا سافر کما في " الکافي النسفي " .

(۳/ ۳۷۱ ، کتاب الصوم ، فصل في العوارض المبيحة لعدم الإفطار)

ما في " حاشية الطحطاوي " : يباح الفطر .... (للمسافر) الذي أنشأ السفر قبل طلوع الفجر إذ لا يباح له الفطر بإنشائه بعد ما أصبح صائماً . (ص/ ٦٨٦ ، کتاب الصوم)

ما في " الفتاوى الهندية " :(منها السفر) الذي يبيح الفطر وهو ليس بعذر في اليوم الذي أنشأ السفر فيه ، کذا في الغياثية ، فلو سافر نهاراً لا يباح له الفطر في ذلک اليوم ، وإن أفطر لا کفارة عليه . (۱/ ۲۰٦ ، کتاب الصيام ، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أن يبدأ السفر قبل الفجر ، أو يطلع الفجر وهو مسافر ، وينوي الفطر ، فيجوز له الفطر إجماعاً ، کما قال ابن جزّیٰ ، لأنه متصف بالسفر عند وجود سبب الوجوب الثانية أن يبدأ السفر بعد الفجر، بأن يطلع الفجر وهو مقيم ببلده ، ثم يسافر بعد طلوع الفجر ، أو خلال النهار ، فإنه لا يحل له الفطر بإنشاء السفر بعد ما أصبح صائماً ، ويجب عليه إتمام ذلک اليوم ، وهذا مذهب الحنفية والمالکية ، وهو الصحيح من مذهب الشافعية . (۲۸/ ۴۸ ، صوم) (احسن الفتاوی:۴/ ۴۴۷)

روزے کی طاقت نہ ہوتو کیا کرے؟

مسئلہ (۸۸): اگر کسی شخص کو رمضان کے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو اور تندرستی کی امید بھی نہ ہو، تو وہ روزہ کا فدیہ دے سکتا ہے، ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر (احتیاطاً پونے دوکلو گیہوں یا اس کی قیمت) ہے، یا ہر روزے کے بدلے ہر دن ایک مسکین کو دو وقت کھانا کھلا سکتا ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعلى الذين يطيقونه فديةٌ طعام مسكين﴾ . (البقرة : ۱۸۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : فاحتمل هذا اللفظ معاني ؛ منها ما بينه ابن عباس أنه أراد الذين كانوا يطيقونه ثم كبروا فعجزوا عن الصوم فعليهم الإطعام ، والمعنى الآخر أنهم يكلفونه على مشقة فيه وهم لا يطيقونه لصعوبته فعليهم الإطعام . (۱/۲۱۶)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : إذا وجب على الرجل القضاء بأن أفطر بعذر أو بغير عذر ولم يقض حتى عجز وصار شيخاً فانياً بحيث لا يرجى برؤه يجوز له الفدية ، وإنما يجوز له الفدية عن صوم هو أصل بنفسه وهو صوم رمضان عند وقوع اليأس عن القضاء . (۲/۱۱۷ ، كتاب الصوم ، الفصل السابع في الأسباب المبيحة للفطر ، بدائع الصنائع :۲/۲۵۲ ، كتاب الصوم، الأمور التي تبيح الفطر ، تبيين الحقائق : ۲/۱۹۸ ، ۱۹۹ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض ، الدر المختار مع الشامية : ۳/۳۶۵ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض)

ما في " الفتاوى الهندية " : فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كما يطعم في الكفارة . كذا في الهداية .

(۱/۲۰۷ ، كتاب الصوم ، الأعذار التي تبيح الافطار)

(فتاوی محمودیہ: ۱۰/۱۷۲، کتاب الصوم، باب قضاء الصوم وکفارتہ وفدیتہ)

روزہ رکھنے سے قریب المرگ ہوجانا

مسئلہ (۸۹): اگر کوئی شخص روزہ رکھنے سے اس قدر بیمار ہوجاتا ہے کہ قریب المرگ ہوجاتا ہے اور روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہوتا، اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہتا ہے، تو ایسا شخص مریض کے حکم میں ہے[۱]، اور شریعت نے مریض کو رخصتِ افطار دی ہے[۲]، لہٰذا اگر وہ اس طرح کا مریض ہے کہ بعد میں قضا پر قادر نہیں ہوسکتا تو اس پر فدیہ لازم ہوگا[۳]، اور اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد قضا پر قادر ہوجائے، تو فدیہ کا حکم باطل ہوجائے گا، اور فوت شدہ روزوں کی قضا لازم ہوگی۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق ": والصحيح الذي يخشى أن يمرض بالصوم فهو كالمريض ، ومراده بالخشية غلبة الظن كما أراد المصنف بالخوف إياها .

(۲/۴۹۲ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض)

ما في " رد المحتار " : قوله : وصحيح خاف المريض أي بغلبة الظن . (۳/۳۶۰ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۰۷ ، الباب الخامس في الأعذار التي الخ)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن كان مريضاً أو على سفر فعدّة من أيام أخر﴾ .

(سورة البقرة : ۱۸۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع ، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلک عندنا ، وعليه القضاء إذا أفطر .

(۱/۲۰۷ ، كتاب الصوم ، الباب الخامس في الأعذار)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ . (البقرة : ۱۸۴)

ما في " التفسير المنير " : وأجمع العلماء على أن الواجب على الشيخ الهرم الفدية ، =

کفارہ کی بجائے توبہ

مسئلہ (۹۰): رمضان کے ادا روزے کو جان بوجھ کر توڑ دینے سے قضا وکفارہ دونوں لازم ہوجاتے ہیں[1]، محض توبہ کرنا کافی نہیں ہوگا۔[2]

=ومثله المريض الذي لا يرجىٰ برؤه . (۱/۵۰۶)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما وجوب الفداء ، فشرطه العجز عن القضاء وعجزاً لا ترجىٰ معه القدرة في جميع عمره . (۲/۲۷۵ ، كتاب الصوم ، كيفية القضاء)

ما في " رد المحتار " : (أو مريض خاف الزيادة) لمرضه (الفطر) وقضوا لزوماً (ما قدروا بلا فدية) ...... وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي وجوباً ، ما في القهستاني عن الكرماني : المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض .

(۳/۴۰۳ ، كتاب الصوم)

(۴) ما في " الفتاوى الهندية ": ولو قدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فداه ، حتى يجب عليه الصوم ، هكذا في النهاية . (۱/۲۰۷ ، كتاب الصوم ، الباب الخامس)

ما في " الهداية ": ولو قدر على الصوم يبطل حكم الفداء ، لأن شرط الخليفة استرار العجز . (۱/۲۲۲ ، كتاب الصوم ، ما يوجب القضاء) (خیر الفتاوی:۴/۹۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نور الإيضاح ونجاة الأرواح " : باب ما يفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء ؛ وهو اثنان وعشرون شيئًا : إذا فعل الصائم شيئًا منها طائعا متعمّدا غير مضطرّ لزمه القضاء والكفارة ، وهي : الجماع في أحد السبيلين على الفاعل والمفعول به . والأكل ، والشرب ... اهـ . (ص/۱۳۳ ، كتاب الصوم ، المكتبة العصرية صيدا ، بيروت)

(۲) ما في " البحر الرائق " : واعلم أن هذا الذنب أعني ذنب الافطار عمداً ، لا يرتفع بالتوبة بل لا بد من التكفير ، ولهذا قال في الهداية : وبإيجاب الاعتاق عرف أن التوبة غير مكفرة لهذه الجنابة وتبعه الشارحون . (۲/۴۸۵ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " حاشية الطحطاوي " : وذنب الافطار عمداً لا يرتفع بالتوبة ، بل لا بد من التكفير .=

ماہِ رمضان المبارک میں ہوٹل بند رکھنا

مسئلہ (۹۱): ماہِ رمضان المبارک کا احترام کرتے ہوئے دن میں کھانے پینے کی ہوٹل بند رکھنا ضروری ہے، کھانے پینے والا چاہے کوئی بھی ہو، یہ مبارک مہینہ شعائر اللہ میں سے ہے، اور شعائر اللہ کا احترام ہر ایک پر ضروری ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کھانے یا چائے کی ہوٹل دن میں کھلا رکھتا ہے، تو وہ ماہِ مبارک کی بے حرمتی اور تعاون علی الاثم کا مرتکب ہوگا، ہاں! شام کو افطاری سے کچھ دیر پہلے چونکہ لوگ افطار کی چیزیں خرید کر گھر لے جاتے ہیں، تو اس وقت میں ہوٹل کھلی رکھنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔(۱)

=''هدايه'' . فهو كجناية السرقة والزنا حيث لا يرتفعان بمجرد التوبة بل بالحد .

(ص/۲۶۴ ، ما يفسد الصوم وتجب به الخ)

ما في '' الهداية '' : ان الكفارة تعلقت بجناية الافطار في رمضان على وجه الكمال ، وقد تحققت ، وبايجاب الاعتاق تكفيراً عرف أن التوبة غير مكفرة لهذه الجناية .

(۱/۲۱۹ ، باب ما يوجب القضاء والكفارة ، فتح القدير : ۲/۳۴۴)

ما في '' تبيين الحقائق '' : وبإيجاب الاعتاق تكفيراً علم ان التوبة وحدها غير مكفرة لهذا الذنب . (۲/۱۸۰ ، ما يفسد الصوم وما لا يفسده) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۶/۴۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تحلّوا شعائر الله ولا الشهر الحرام ولا الهدي ولا القلٓئد ولا آمّين البيت الحرام يبتغون فضلاً من ربهم ورضواناً﴾ . [سورة المائدة : ۲] وقوله تعالى : ﴿ومن يعظّم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب﴾ . (سورة الحج : ۳۲)

ما في '' فتح الباري '' : عن عبد الرحمن بن سلمة عن عمه أن أسلم أتت النبي ﷺ فقال : صمتم يومكم هذا؟ قالوا : لا ، قال : '' فأتموا بقية يومكم واقضوه '' . =

روزہ میں ڈکار

مسئلہ (۹۲): اگر رمضان المبارک میں کسی روزہ دار کو صبح صادق کے بعد ڈکاریں آتی ہوں، اور اس کے ساتھ پانی بھی آتا ہو، تو پانی کو تھوک دیا کرے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے۔ (۱)

=(۴/ ۱۸۲ ، كتاب الصوم ، إذا نوى بالنهار صوماً)

ما في" بدائع الصنائع ": ولأن زمان رمضان وقت شريف فيجب تعظيم هذا الوقت بالقدر الممكن ، فإذا عجز عن تعظيمه بتحقيق الصوم فيه يجب تعظيمه بالتشبه بالصائمين قضاءً لحقه بالقدر الممكن إذا كان أهلاً للتشبه ونفياً لتعريض نفسه للتهمة .

(۲/ ۲٦۲ ، كتاب الصوم ، حكم الصوم الموقت إذا فات عن وقته)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فكل ما كان من أعلام دين الله وطاعته تعالى فهو من شعائر الله فالصلوٰة والصوم والزكوٰة والحج .... من شعائر الله ، يجب على المسلمين إقامة شعائر الإسلام الظاهرة ، وإظهارها فرضاً كانت الشعيرة أم غير فرض ..... لأن ترك شعائر الله يدل على التهاون في طاعة الله وإتباع أوامره . (۲٦/ ۹۷ ، ۹۸ ، شعائر)

ما في " حاشية الطحطاوي " : وقيل يستحب الإمساك بقية اليوم على من فسد صومه ولو بعذر ..... لحرمة الوقت ، أي تشبهاً لقضاء حق الوقت .

(ص/ ٦۷۸ ، كتاب الصوم ، فصل يجب الإمساك)

ما في " رد المحتار " : ما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۵/ ۲۲۳ ، مكتبه نعمانيه)

ما في " بدائع الصنائع " : ما أدى إلى الحرام فهو حرام . (۱/ ٦٦۸ ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنوير الأبصار مع الدر المختار" : وإن ذرعه القيء وخرج لا يفطر مطلقاً ، فإن عاد بلا صنعه ولو هو ملء الفم مع تذكر للصوم لا يفسد ، خلافاً للثاني ، وإن أعاده أفطر إجماعاً إن ملأ الفم وإلا لا .... وهذا كله في قيء طعام أو ماء أو مرة أو دم .

(۳/ ۳۵۱ ، مطلب في الكفارة)=

بحالتِ روزہ لبوں پر سرخی لگانا

مسئلہ (۹۳): اگر کوئی عورت روزہ کی حالت میں اپنے لبوں پر ایسی سرخی لگائے، جو جلد تک پانی کے پہنچنے کو مانع ہو، تو یہ جائز نہیں [۱]، اور اگر مانع نہ ہو تو جائز ہے، لیکن اس کے منہ میں چلے جانے کا احتمال ہو، تو پھر مکروہ ہے۔ [۲]

=ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : والكل إما أن خرج أو عاد أو أعاده ، فإن ذرعه وخرج لا يفطر قلّ أو كثر لإطلاق ما رويناه ، وإن عاد بنفسه وهو ذاكر للصوم كان ملء الفم فسد صومه عند أبي يوسف رحمه الله تعالى ، لأنه خارج شرعاً حتى انتقضت به الطهارة وقد دخل ، وعند محمد لا يفسد ، وهو الصحيح ، لأنه لم توجد صورة الإفطار وهو الابتلاع ولا معناه إذ لا يتغذى به . (۲/۳۳۹ ، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : وإذا ذرعه القيء لم يفطر، وإن تقيأ فطر لما روي عن النبي ﷺ أنه قال : " من قاء فلا قضاء عليه ، ومن استقاء فعليه القضاء " . وهذا إذا لم يعد شيء .
(۱/۲۱۹ ، الفصل الأول)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا قاء أو استقاء ملء الفم ، هكذا في النهر الفائق ، وهذا كله إذا كان القيء طعاماً أو ماء أو مرة ، فإن كان بلغما فغير مفسد للصوم عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى خلافاً لأبي يوسف رحمه الله تعالى إذا ملأ الفم ، وقوله : هذا أحسن من قولهما ، هكذا في فتح القدير . (۱/۲۰۴ ، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في " البحر الرائق " : أو قاء وعاد لم يفطر ، وإنما ذكر العود ليفيد أن مجرد القيء بلا عود لا يفطر بالأولى ، وأطلقه فشمل ما إذا ملأ الفم أو لا ، وفيما إذا عاد وملأ الفم خلاف أبي يوسف ، والصحيح قول محمد لعدم وجود الصنع ولعدم وجود صورة الفطر وهو الإبتلاع ، وكذا معناه ، لأنه لا يتغذى به بل النفس تعافه . (۲/۴۷۹ ، باب ما يفسد الصوم الخ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : في فتاوى ما رواء النهر : إن بقي من موضع الوضوء قدر=

بحالتِ روزہ انیمہ کروانا

مسئلہ (۹۴): اگر کوئی شخص بحالتِ روزہ انیمہ کروائے، تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اُس پر اس روزے کی قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔ (۱)

= رأس ابرة أو لزق بأصل ظفره طين يابس أو رطب لم يجز .

(۱/۴ ، كتاب الطهارة ، في الغسل)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : ويجب للمتوضي أن يسبغ الوضوء على جلد وبشرة من أعضائه ، ويزيل ما يمنع عن وصول الماء إليه إلا بعذر .... كذلک الطلاء التي تستعمل النساء ليس من الضرورات ، بل هو زينة محضة ، فيجب أن تقرضيه عند الوضوء لكي يصل الماء الجلد ، وإلا لا يصح الوضوء مع بقائه . (ص/۲۳ ، الطهارة طلاء الظفر)

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا ذاق الصائم بلسانه شيئاً ولم يدخل حلقه لم يفطر، ويكره له أن يعرض نفسه لشيء من هذا ، لأنه لا يأمن أن يدخل حلقه بعد ما أدخله فمه .

(۱۰۳/۳ ، كتاب الصوم)

ما في " البناية شرح الهداية " : ومن ذاق شيئاً بفمه لم يفطر لعدم الفطر صورة ومعنى (ويكره) أي للصائم (ذلک) أي ذوق الشيء بالفم (لما فيه) أي لما في الذوق (من تعريض الصوم على الفساد) لأنه لا يؤمن أن يصل إلى جوفه .

(۶۷۵/۳ ، كتاب الصوم ، ومن ذاق شيئاً بفمه)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ذوق شيء ومضغه بلا عذر ، لما فيه من تعريض الصوم للفساد . (۱۶۹۰/۳ ، مكروهات الصوم) (احسن الفتاوی:۴/۴۳۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإذا أدخل إصبعه في دبره ، أكثر المشايخ على أنه لا يجب الغسل والقضاء، وإذا أدخل خشبة في دبره إن كان طرفها خارجاً لا يفسد صومه ، وإن لم يكن يفسد صومه ، وفي " الظهيرية " : إذ ا أدخل الرجل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد صومها ، وهو المختار ، إلا إذا كانت الإصبع مبتلة بالماء ، أو الدهن=

بحالت روزہ ٹیلی ویژن دیکھنا

مسئلہ (۹۵): عام حالات میں ٹیلی ویژن دیکھنا منع ہے، تو روزہ کی حالت میں اس ممانعت میں مزید سختی آئے گی، کیوں کہ ٹیلی ویژن میں جاندار کی تصویریں اور فحش مناظر بکثرت آتے ہیں، جن کا دیکھنا گناہ ہے[۱]، اور یہ روزے کے ثواب کو باطل کردیتا ہے۔[۲]

= فحينئذٍ يفسد . (۱۰۳/۲ ، كتاب الصوم)

ما في " رد المحتار " : (أو أدخل اصبعه اليابسة فيه) أي دبره أو فرجها ولو مبتلة فسد، لبقاء شيء من البلة في الداخل . (۳۲۹/۳ ، كتاب الصوم ، مطلب يكره السهر إذا خاف فوت الصبح)

ما في " البحر الرائق " : ولو أدخل خشبة أو نحوها وطرف منها بيده لم يفسد صومه ، قال في البدائع : وهذه يدل على أن استقرار الداخل في الجوف شرط لفساد الصوم ، وكذا لو أدخل في استه أو أدخلت المرأة في فرجها، هو المختار ، إلا إذا كانت الاصبع مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن . (۴۸۷/۲ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، كذا في الفتاوى الهندية : ۲۰۴/۱، كتاب الصوم)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : لا يفسد صومه لو أدخل ميزان الحرارة في دبره بشرط أن يكون جافاً ، لأن قسما منه يبقى في الخارج ، وكذلك إذا أدخل إصبعه الجافة في دبره أو أدخلتها في فرجها ، ويفسد الصوم إذا كانت الإصبع مبتلة لبقاء البلة في الداخل .
(۴۱۱/۱ ، كتاب الصيام ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ما يفسد الصوم نوعان : نوع يوجب القضاء فقط ، ونوع يوجب القضاء والكفارة ، أولاً ما يفسد الصوم ويوجب القضاء فقط دون الكفارة ؛ وهو سبعة وخمسون شيئاً تقريباً .... ويلحق به ما إذا أدخل اصبعه مبلولة بماء أو دهن في دبره . (۱۷۰۵/۳ ، ۱۷۰۸ ، الباب الثالث : الصيام والاعتكاف ، المبحث السابع ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

الحجة على ما قلنا :=

....

....

....

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عباس ، عن أبي طلحة رضي الله تعالى عنهم قال : قال النبي ﷺ : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير " .

(ص/۱۰۷۲ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، رقم الحديث : ۵۹۴۹ ، بيروت)

ما في " تكملة فتح الملهم " : أما التلفزيون والفيديو ، فلا شك في حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة ، من الخلاعة والمجون ، والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات ، وما إلى ذلک من أسباب الفسوق . (۱۴۲/۱۰ ، کتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ، دار احياء التراث العربي)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفيه " مجتبىٰ " النظر إلى ملاء ة الأجنبية بشهوة حرام .

(۴۵۳/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

ما في " بدائع الصنائع " : الوسيلة إلى الحرام حرام ، أصله الخلوة .

(۴۸۸/۶ ، كتاب الاستحسان ، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ما في" صحيح البخاري " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من لم يدع قول الزور والعمل به، فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه " .

(ص/۳۳۵ ، كتاب الصوم ، باب من لم يدع . الخ ، رقم الحديث : ۱۹۰۳ ، بيروت)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : " إذا كان أحدكم صائماً فلا يرفث ولا يجهل ، فإن امرؤٌ قاتَله أوشاتَمه فليقل : إني صائمٌ " . (۳۲۳/۱ ، الغيبة للصائم)

ما في " بذل المجهود " : وقال الطيبي : الزور الكذب والبهتان ، أي من لم يترک القول الباطل من قول الكفر ، وشهادة الزور ، والإفتراء ، والغيبة ، والبهتان ، والقذف والسب ، والشتم ، واللعن ، وأمثالها مما يجب على الإنسان اجتنابها ، ويحرم عليه إرتكابها .

(۵۰۵/۸ ، كتاب الصيام ، الغيبة للصائم)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳۲۲/۳،قدیمی)

ہاتھ اور پیر کا آپریشن

مسئلہ(۹۶): ہاتھ اور پیر کے آپریشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ اس آپریشن میں پیٹ یا دماغ میں کوئی چیز نہیں پہنچتی ہے۔[1] اور پیٹ یا دماغ کے آپریشن میں، اگر پیٹ یا دماغ تک کوئی چیز پہنچتی ہے، تو اس سے روزہ فاسد ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كشف الخفاء " : قوله ﷺ : " الفطر مما دخل وليس مما خرج " . رواه أبو يعلى عن عائشة رضي الله عنها . (۲/۸۰ ، رقم الحديث : ۱۸۲۸ ، حرف الفاء)

ما في " رد المحتار " : والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ .

(۳/۳۲۷ ، كتاب الصوم ، مطلب يكره السهر إذا خاف فوت الصبح)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (ولو اكتحل لم يفطر) لأنه ليس بين العين والدماغ منفذ ، والدمع يترشح كالعرق والداخل من المسام لا ينفافي كما لو اغتسل بالماء البارد .

(۲/۳۳۴ ، كتاب الصوم ، باب ما يوجب القضاء . الخ)

(۲) ما في " رد المحتار " : الفساد والبطلان .... (أو أدخل عوداً) ونحوه (في مقعده وطرفه خارج) وإن غيبه فسد ، وكذا لو ابتلع خشبة أو خيطاً ولو فيه لقمة مرطوبة إلا أن ينفصل منها شيء ، ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد . " بدائع" . قوله : (وإن غيبه) أي غيب الطرفين أو العود بحيث لم يبق منه شيء في الخارج ..... (مفاده) ...... وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد .

(۳/۳۲۹ ، كتاب الصوم ، مطلب يكره السهر إذا خاف فوت الصبح)

ما في " النهر الفائق " : أو داوى جائفة أو آمة بدواء ، ووصل الدواء إلى جوفه ، أو دماغه أفطر (أو داوى جائفة) أي : جارحة في بطنه (أو آمة) بالمدّ ، وهي الجراحة في الرأس .

(۲/۲۳ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، كذا في مجمع الأنهر : ۱/۳۵۶، كتاب الصوم ، باب موجب الفساد)

انجکشن سے دمِ حیض بند کرنا اور روزہ رکھنا

مسئلہ (۹۷): اگر کسی خاتون نے انجکشن کے ذریعہ حیض کا خون بند کروادیا، تو وہ عورت پاک ہے، اس پر نماز روزہ فرض ہے، اس لئے کہ حیض نام ہے اس خون کا جو ایسی بالغہ کے رحم سے خارج ہو، جس کو نہ کوئی بیماری ہو، نہ حمل ہو، اور نہ ہی وہ آئسہ ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما خروجه فهو أن ينتقل من باطن الفرج إلى ظاهره ، إذ لا يثبت الحيض والنفاس والاستحاضة إلا به ، في ظاهر الرواية ..... وجه ظاهر الرواية ماروي أنّ امرأة قالت لعائشة رضي الله عنها : " إنّ فلانة تدعو بالمصباح ليلاً فتنظرُ إليها ، فقالت عائشة رضي الله عنها : كنّا في عهد رسول الله ﷺ لا نتكلّف لذلک إلا بالمَسِّ " . والمسّ لا يكون إلا بعد الخروج والبروز . (۱/۲۸۸ ، كتاب الطهارة ، فصل في أحكام الحيض والنفاس)

ما في " شرح الوقاية " : فالحيض هو دم ينفضه رحم امرأة بالغة .... لا داء بها ولم تبلغ الاياس ، فالذي لا يكون من الرحم ليس بحيض . (۱/۱۰۸ ، باب الحيض)

ما في " رد المحتار " : وركنه : بروز الدم من الرحم . در مختار . وفي الشامية : قوله : (بروز الدم) أي ظهوره منه إلى خارج الفرج الداخل ، فلو نزل إلى الفرج الداخل فليس بحيض ، ..... به يفتى ..... فبالبروز تترک الصلاة . (۱/۲۱۴ ، باب الحيض)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يثبت حكم كل منها إلا بخروج الدم وظهوره ، وهذا هو الظاهر مذهب أصحابنا ...... وعليه الفتوى ، هكذا فى المحيط ...... إذا رأت المرأة الدم تترک الصلاة من أول ما رأت ، قال الفقيه : وبه نأخذ ، كذا في التاتارخانية ناقلاً عن النوازل ، وهو الصحيح ، كذا في التبيين . (۱/۳۸ ، الباب السادس ، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : يجب أن يعلم بأن حكم الحيض والنفاس والاستحاضة لا يثبت إلا بخروج الدم وظهوره ، وهذا هو ظاهر مذهب أصحابنا رحمهم الله ..... =

افطاری کے وقت سائرن بجانا

مسئلہ (۹۸): اگر افطاری کا وقت آسانی سے معلوم نہ ہوتا ہو، تو اطلاع کے طور پر، مسجد سے ہٹ کر کسی اور جگہ گھنٹہ اور سائرن بجانا یا گولہ چھوڑنا جائز ہے[۱]، مسجد کے چھت پر یہ چیزیں نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ یہ احترام مسجد کے خلاف ہے۔[۲]

=والفتوی علی ظاهر الروایة ..... فإن وضعته في الفرج الداخل وابتل الجانب الداخل منه دون الجانب الخارج لا یکون ذلک حیضاً . (۱/۲۴۷ ، نوع آخر في بیان أنه متی یثبت حکم الحیض والاستحاضة والنفاس) (جدید مسائل کا حل:ص/۸۴،۸۵،فتاوی حقانیہ:۲/۵۶۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : یتسحر بقول عدل وکذا بضرب الطبول ، واختلف في الدیک ، وأما الإفطار فلا یجوز بقول الواحد بل بالمشي ، وظاهر الجواب أنه لا بأس به إذا کان عدلا کما فيالزاهدي ...... وبالأولی سماع الطبل أو المدفع الحادث في زماننا لإحتمال کونه لغیره ، ولأن الغالب کون الضارب غیر عدل ، فلا بد حینئذ من التحري فیجوز ..... وقد یقال أن المدفع في زماننا یفسد غلبة الظن وإن کان ضاربه فاسقا ، لأن العادة أن الموقت یذهب إلی دار الحکم آخر النهار ، فیعین له وقت ضربه ویعینه أیضاً للوزیر وغیره ، وإذا ضربه یکون ذلک بمراقبة الوزیر وأعوانه للوقت المعین ، فیغلب علی الظن بهذه القرائن عدم الخطأ وعدم قصد الإفساد . (۳/ ۳۴۱ ، ۳۴۲ ، مطلب في جواز الإفطار بالتحري)

ما في " الفتاوی الهندیة " : وإن أراد أن یتسحر بصوت الطبل السحري فإن کثر ذلک الصوت من کل جانب ، وفي جمیع أطراف البلدة فلا بأس به ، وإن کان یسمع صوتاً واحداً ان ظاهر مذهب أصحابنا رحمهم الله تعالی في ظاهر الروایة أنه یجوز الإفطار بالتحري ، کذا في المحیط . (۱/ ۱۹۵ ، کتاب الصوم ، الباب الأول في تعریفه وتقسیمه الخ)

(۲) ما في " الجامع لأحکام القرآن للقرطبي " : وتصان المساجد أیضاً عن البیع والشراء وجمیع الأشغال ، لقوله ﷺ للرجل الذي دعا إلی الجمل الأحمر : " لا وجدت إنما بنیت المساجد لما بنیت له " . وهذا یدل علی أن الأصل أن لا یعمل في المسجد غیر =

ہوائی جہاز میں افطار

مسئلہ (۹۹): اگر ہوائی جہاز سمتِ مشرق میں جانے کی وجہ سے دن بہت چھوٹا ہوگیا، تو جب بھی غروب آفتاب ہوجائے روزہ افطار کرلے [۱]، اس لیے کہ روزہ نام ہے وقت مخصوص (صبح صادق سے غروب آفتاب) میں کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کا [۲]، اور اگر ہوائی جہاز سمتِ مغرب میں جارہا ہو اور اس کی وجہ سے دن بہت بڑا ہوگیا، تو اگر سورج ۲۴ر گھنٹہ کے اندر اندر غروب ہوجاتا ہے، تو غروب پر افطار کرے [۳]، اگر دن اتنا طویل ہوگیا کہ ۲۴ر گھنٹہ میں سورج غروب نہیں ہورہا ہے، تو ۲۴ر گھنٹہ کے مکمل ہونے سے اتنی دیر پہلے جس میں کچھ کھا پی لینے کی گنجائش ہو، روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے [۴]، ہوائی جہاز میں افطار کرنے والوں کے لیے ہوائی جہاز سے غروبِ آفتاب کا اعتبار ہوگا۔ [۵]

=الصلوات والأذكار وقراءة القرآن . (۱۲/ ۲۶۹ ، سورة النور : ۱۱۳)

ما في " السنن لإبن ماجة " : عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال: " جنّبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم وإقامة حدودكم وسلّ سيوفكم " . الحديث . (ص/ ۵۴ ، باب ما يكره في المساجد)

ما في " الفتاوى الهندية " : ذكر الفقيه رحمه الله تعالى في التنبيه حرمة المسجد خمسة عشر : .... السادس أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله .

(۵/ ۳۲۱ ، كتاب الكراهية) (فتاوی محمودیہ: ۱۰/ ۲۰۸، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ثم أتموا الصيام إلى الليل﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۷)=

....

=ما في " التفسير المنير " : (ثم أتموا الصيام) من الفجر إلى (الليل) أي غروب الشمس والإتمام ؛ الأداء وجه التمام . (۱/۵۱۴)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : (ثم أتموا الصيام إلى الليل) فيه تصريح بأن الصوم غاية هي الليل ، فعند اقبال الليل من المشرق وادبار النهار من المغرب يفطر الصائم ، ويحل له الأكل والشرب وغيرهما . (۱/۱۵۳)

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿يا أيها الذين اٰمنوا كتب عليكم الصيام﴾. (البقرة : ۱۸۳)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : والصوم في الشرع : الإمساک عن المفطرات مع اقتران النية به من طلوع الفجر إلى غروب الشمس . (۲/۲۷۳)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما ركنه فالإمساک في الأكل والشرب والجماع ، لأن الله أباح الأكل والشرب والجماع في ليال رمضان ، لقوله تعالى : ﴿أحل لكم ليلة الصيام الرفث إلى نسائكم﴾ . (۲/۲۳۷ ، كتاب الصوم ، أركانه)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن سهل قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يَزالُ الناسُ بِخيرٍ مَا عَجَّلُوا الفِطْرَ " . (ص/۳۴۴ ، كتاب الصوم ، باب تعجيل الإفطار ، رقم الحديث : ۱۹۵۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (ما عجلوا الفطر) أي ما داموا على هذه السنة ، وليس تقديمه على الصلاة للخبر الصحيح به . (۴/۲۱۷ ، كتاب الصوم ، باب في مسائل متفرقة)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله : (وتعجيل الفطر) ويستحب الإفطار قبل الصلاة ، وفي البحر : التعجيل المستحب قبل اشتباک النجوم .

(ص/٦٨٣ ، كتاب الصوم ، قبيل فصل في العوارض)

(۴) ما في " رد المحتار " : قوله : (حديث الدجال) ..... قال الرملي في شرح المنهاج : ويجري ذلک فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة اهـ . قال في " إمداد الفتاح " : قلت : وكذلک يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة ...... وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص .... تتمة : لم أر من تعرض عندنا لحكم صومهم فيما إذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أو بعده بزمان لا يقدر فيه الصائم على أكل ما يقيم بنيته ، ولا يمكن أن يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم ،=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= لأنه يؤدي إلى الهلاک ، فإن قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير ، وهل يقدر لهم بأقرب البلاد إليهم كما قاله الشافعية هنا أيضاً ، أم يقدر لهم بما يسع الأكل والشرب ، أم يجب عليهم القضاء فقط دون الأداء كل محتمل . فليتأمل . ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب ، وفي الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم ، هذا ما ظهر لي والله تعالى أعلم .

(۲/ ۲۲ ، كتاب الصلاة ، قبيل مطلب في طلوع الشمس من مغربها وفيه)

(۵) ما في " رد المحتار " : ويستحب السحور وتأخيره وتعجيل الفطر لحديث . " در مختار" . وفي الشامية : (وتعجيل الفطر) أي إلا في يوم غيم ، ولا يفطر ما لم يغلب على ظنه غروب الشمس وإن أذن المؤذن . " بحر" . عن " البزازية " ....تنبيه : قال في الفيض : ومن كان على مكان مرتفع كمنارة اسكندرية لا يفطر ما لم تغرب الشمس عنده ، ولأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله .

(۳/ ۳۵۷ ، كتاب الصوم ، مطلب في حديث التوسعة على العيال على الاكتحال الخ)

ما في " حاشية الطحطاوي " : (هو إمساک نهاراً) النهار ضد الليل من الفجر الصادق إلى الغروب ، قوله : (إلى الغروب) هو أول زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث الظلة في جهة المشرق . (۶۳۱ ، كتاب الصوم) (احسن الفتاوی:۴/ ۷۰)

ماہِ شوال کے چھ روزوں میں قضا رمضان کی نیت

مسئلہ(۱۰۰): رمضان کے روزے فرض ہیں، اور شوال کے چھ روزے نفل ہیں، احادیث میں ان روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے[۱]، اگر کوئی شخص شوال کے نفل روزوں میں رمضان کے قضا روزوں کی نیت کرتا ہے، تو اس صورت میں رمضان کے قضا روزے ادا ہوں گے، نہ کہ نفل[۲]، بہتر یہ ہے کہ رمضان کے قضا روزے علیحدہ رکھے جائیں، تا کہ شوال کے چھ نفل روزوں کی فضیلت حاصل ہو سکے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أنه حدثه أن رسول الله ﷺ قال : "من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال كان كصيام الدهر " .

(۱/ ۳۶۹ ، كتاب الصوم ، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال اتباعا لرمضان)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : صوم ستة أيام من شوال ، ولو متفرقة ، ولكن تتابعها أفضل أو نذراً أو غير ذلک ، فمن صامها بعد أن صام رمضان ، فكأنها صام الدهر فرضاً ، لما روى أبو أيوب : " من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال ، فذلک صيام الدهر " . وروى ثوبان : صيام شهر بعشرة أشهر ، وصيام ستة أيام بشهرين فذلک سنة ، يعني أن الحسنة بعشر أمثالها ، الشهر بعشرة أشهر ، والستة بستين ، فذلک سنة كاملة .

(۳/ ۱۶٤۱ ، الباب الصيام والاعتكاف ، النوع الرابع ، صوم التطوع أو الصوم المندوب)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا نوى قضاء بعض رمضان والتطوع يقع عن رمضان في قول أبي يوسف رحمه الله تعالى ، وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، كذا في الذخيرة . (۱/ ۱۹۷ ، كتاب الصوم ، الباب الأول في تعريفه وتقسيمه وسببه ووقته وشرطه)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ولو كان عليه قضاء يوم فصام يوماً ونوى به قضاء رمضان وصوم التطوع أجزاه عن رمضان عند أبي يوسف ، وقال محمد : لا يجزي ويكون تطوعاً .

(۲/ ۹۹ ، كتاب الصوم ، الفصل الثالث في النية)

کتاب الحج

☆......حج کے مسائل......☆

شرکت کی رقم سے حج

مسئلہ (۱۰۱): اگر کوئی شخص مشترک کاروبار میں سے بلا اجازت پیسہ لے کر حج کرے، تو دوسرے شریک کے لیے اپنے حصہ کا مطالبہ کرنا درست ہے [۱]، کیوں کہ شرکتِ ملک کی صورت میں ہر فریق دوسرے کے حصہ میں تصرف کرنے میں اجنبی ہے، ہاں! اگر اس کی اجازت سے حج کیا ہو، تو فریقِ ثانی کی طرف سے تبرع ہونے کی وجہ سے اُسے مطالبہ کا حق حاصل نہ ہوگا۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : وكل منهما أجنبي في الامتناع عن تصرف مضر في نصيب الآخر لعدم تضمنها الوكالة . (۲/۵۴۳ ، كتاب الشركة)

ما في " الخانية على هامش الهندية " : ولا يجوز لأحدهما التصرف في نصيب شريكه إلا بإذن الشريک . (۳/۶۱۲ ، كتاب الشركة)

ما في " شرح المجلة " : كل من الشركاء في شركة الملک أجنبي في حصة سائرهم فليس أحدهم وكيلاً عن الآخر ، ولا يجوز له من ثم أن يتصرف في حصة شريكه بدون إذنه .
(ص/۶۰۱ ، المادة : ۱۰۷۵)

ما في " البحر الرائق " : وكل واحد من الشريكين ممنوع من التصرف في نصيب صاحبه لغير الشريک إلا بإذنه لعدم تضمنها الوكالة .
(۵/۲۸۰ ، كتاب الشركة ، تبيين الحقائق : ۴/۲۳۴ ، كتاب الشركة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن زيد بن أسلم عن أبيه قال : سمعت عمر رضي الله عنه=

بحالت احرام ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا استعمال

مسئلہ (۱۰۲): اگر منجن یا ٹوتھ پیسٹ میں لونگ، کافور، الائچی، یا خوشبودار چیزیں ڈالی گئی ہوں، اور وہ پکی ہوئی نہ ہوں، اور مقدار کے اعتبار سے خوشبودار چیز مغلوب ہو، تو ایسے منجن یا ٹوتھ پیسٹ کا استعمال احرام کی حالت میں مکروہ ہوگا، مگر صدقہ واجب نہ ہوگا، اور اگر خوشبودار چیز غالب ہو، تو دم واجب ہوگا۔(۱)

=يقول : حملت على فرس في سبيل الله فأضاعه الذي كان عنده ، فأردت أن اشتريه وظننت أنه يبيعه برخص ، فسألت النبي صلى الله عليه وسلم فقال : " لا تشتر ولا تعد في صدقتك ، وإن اعطاكه بدرهم ، فإن العائد في صدقته كالعائد في قيئه " .

(ص/ ۲۶۹ ، كتاب الزكاة ، هل يشتري صدقته ، رقم الحديث : ۱۴۹۰)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء بالصدقة الثواب ، وقد حصل .... ويستوي أن تكون الصدقة على غني أو فقير في أن لا رجوع فيها . (۲۶/۳۴۳ ، صدقة ، الرجوع في الصدقة) (جامع الفتاوی:۶/ ۱۹۸، جدید مسائل کا حل:ص/ ۲۴۶، ۲۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : قال أبو عاصم : أخبرنا ابن جريج : أخبرني عطاء : أن صفوان بن يعلى أخبره : أن يعلى قال لعمر رضي الله عنه : " أرني النبي صلى الله عليه وسلم حين يوحى إليه ، قال : فبينما النبي صلى الله عليه وسلم بالجِعْرَانَةِ ، ومعه نفر من أصحابه ، جاءه رجل فقال : يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ! كيف ترى في رجل أحرم بعمرة ، وهو متضمّخ بطيب ؟ فسكت النبي صلى الله عليه وسلم ساعة فجاءه الوحي ، فأشار عمر رضي الله عنه إلى يعلى ، فجاء يعلى ، وعلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثوبٌ قد أظلّ به ، فأدخل رأسه ، فإذا رسول الله صلى الله عليه وسلم محمرّ الوجه ، وهو يغِطّ ، ثم سُرّي عنه ، فقال : " أين الذي سأل عن العمرة ؟ فأتي برجل فقال : " اغسل الطيب الذي بك ثلاث مرات ، وأنزع عنك الجبة ، واصنع في عمرتك كما تصنع في حجّتك " . الحديث . (ص/۲۷۶ كتاب الحج ، باب غسل الخَلوق ثلاث مرّات من الثياب ، رقم الحديث : ۱۵۳۶) =

....

....

=ما في" فتح الباري " : قال الإسماعيلي: ليس في حديث الباب أن الخلوق كان على الثوب كما في الترجمة ، وإنما فيه أن الرجل كان متضمخا ، وقوله له : " اغسل الطيب الذي بك " . يوضح أن الطيب لم يكن في ثوبه ، وإنما كان على بدنه ، ولو كان على الجبة لكان في نزعها كناية من جهة الإحرام .

(۳/۴۹۸ ، كتاب الحج ، باب غسل الخلوق ثلاث مرات من الثياب)

ما في " فيض الباري " : واعلم أن الخلوق إسم لنوع من الطيب ، يجعل فيه الزعفران والزعفران مباح أكلا ومحرم تطيباً لأجل اللون ...... وإنما محذور احرامه أن يتطيب بعد الإحرام .... (وهو متضمخ بطيب) وهو محمول على طيب الإحرام .

(۳/۱۸۰ ، كتاب الحج ، باب غسل الخلوق ثلاث مرات من الثياب)

ما في " رد المحتار " : (فلو أكله) أو استعطه . الدر المختار . قوله : (فلو أكله) أي دهن الزيت أو الخل .... قوله : (أو استعطه) أي استنشقه بأنفه ، ...... اعلم أن خلط الطيب بغيره على وجوه ، لأنه اما أن يخلط بطعام مطبوخ أو لا ، ففي الأول لا حكم للطيب ، سواء كان غالباً أو مغلوباً ، وفي الثاني الحكم للغلبة إن غلب الطيب وجب الدم ، وإن لم يظهر رائحته كما في الفتح ، وإلا فلا شيء عليه ، غير أنه إذا وجدت معه الرائحة كره .

(۳/۵۱۰ ، باب الجنايات)

ما في " بدائع الصنائع " : وإن استعمل في مأكول أو شقاق رجل لا يعطى له حكم الطيب كالشحم ، ولو كان الطيب في طعام طبخ وتغير فلا شيء على المحرم في أكله ، سواء كان يوجد رائحته أو لا ..... وإن كان لم يطبخ يكره إذا كان ريحه بوجه منه ولا شيء عليه لأن الطعام غالب عليه ، فكان الطيب معموراً مستهلكاً فيه .

(۲/۴۱۷ ، كتاب الحج ، ما يرجع إلى الطيب أو ما يجري مجرى ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۴۰ ، الباب الثاني في الجنايات ، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب الخ)

(فتاوی رحیمیہ : ۸/۱۰۴، ۱۰۵، جدید مسائل کا حل : ص/ ۱۲۶، ۱۲۷)

عورت کی طرف سے دوسرے کا رمی کرنا

مسئلہ (۱۰۳): ہجوم کی وجہ سے، عورت کی طرف سے نائب بن کر، کسی دوسرے شخص کا رمی کرنا جائز نہیں، ایام حج میں رات کے وقت جمرات کی رمی کرنے میں دقت نہیں ہوتی ہے، اس لیے بلا عذر شرعی اس کو ترک کرنا صحیح نہیں، عورت کو رات میں رمی کرنا افضل ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ووقته من الفجر إلى الفجر ، ويسنّ من طلوع ذكاء لزوالها ، ويباح لغروبها ، ويكره للفجر . الدر المختار . قوله : (ووقته) أي وقت جوازه أداء من الفجر : أي فجر النحر إلى فجر اليوم الثاني ، قال في " البحر " : حتى لو أخره حتى طلع الفجر في اليوم الثاني لزمه دم عنده خلافاً لهما ، ولو رمى قبل طلوع فجر النحر لم يصح اتفاقاً ..... قوله : (ويكره للفجر) أي من الغروب إلى الفجر ، وكذا يكره قبل طلوع الشمس . " بحر " . وهذا عدم العذر ، فلا إساء ة برمي الضعفة قبل الشمس ولا برمي الرعاة ليلاً ، كما في " الفتح " . (۴۷۳/۳ ، كتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة)

ما في " منحة الخالق على البحر الرائق " : فإن أخر الرمي فيهما إلى الليل فرمى قبل طلوع الفجر جاز ، ولا شيء عليه ، لأن الليل وقت الرمي في أيام الرمي .... والمكروه في اليوم الأول ما بين طلوع الفجر إلى طلوع الشمس ، وكذا في اليوم الرابع عند أبي حنيفة ، وما بين هذه الأيام كلها من الليالي الثلاث . (۶۱۰/۲ ، بدائع الصنائع : ۳۲۴/۲)

(فتاوی رحیمیہ: ۸۵/۸، فتاوی حقانیہ: ۲۶۳/۴)

جمرہ کے قریب گری ہوئی کنکری سے رمی

مسئلہ (۱۰۴): جس کنکری سے رمی کی گئی، اور وہ جمرہ کے قریب گری ہوئی ہو، تو اُسے اٹھا کر اس سے رمی کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ وہ مردود ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا حج قبول ہوتا ہے اس کی کنکری اٹھالی جاتی ہے، اور جس کا حج قبول نہیں ہوتا ہے اس کی کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں، نیز یہ کراہت محض کنکریوں کے سلسلے میں ہے، لہٰذا اگر اس بھیڑ میں کسی شخص کی کوئی ذاتی چیز جمرہ کے قریب گر جائے، تو اس کا اٹھالینا درست ہے، کیوں کہ اس کا حکم کنکری کا حکم نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المستدرک للحاکم على الصحيحين " : عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : قلنا : يا رسول الله ﷺ ! هذه الأحجار التي نرمي بها تحمل فنحسب أنها تنقحر ؟ قال : " إنه ما يقبل منها يرفع ، ولو لا ذلک لرأيتها مثل الجبال " . (۱/۶۷۴ ، کتاب المناسک)

ما في " رد المحتار " : ويكره أخذها (الحصاة) من عند الجمرة ، لأنها مردود لحديث : "من قبلت حجته رفعت جمرته " . الدر المختار . وفي الشامية : وما هي إلا كراهة تنزيه . "فتح " . أشار إلى أنه يجوز أخذه من أي موضع سواه .

(۳/۴۷۳ ، کتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة)

ما في " البحر الرائق " : ولم يبين الموضع المأخوذ منه الحصا ، لأنه يجوز أخذه من أي موضع شاء فليأخذها ، من مزدلفة أو من قارعة الطريق ، ويكره من عند الجمرة تنزيهاً ، لأنه حصى من لم يقبل حجه ، فإنه من قبل حجه رفع حصاه ، كما ورد في الحديث .

(۲/۶۰۳ ، کتاب الحج ، باب الإحرام)

ما في " البناية " : ويأخذ الحصاة من أي موضع شاء ، إلا من عند الجمرة ، فإن ذلک يكره ، لأن ما عندها من الحصىٰ مردود ، هكذا جاء في الأثر فيتشاء م به . (۴/۱۳۳ ، کتاب الحج ، كيفية الرمي ، كذا في فتح القدير : ۲/۴۹۹ ، کتاب الحج ، باب الإحرام)

شوہر یا باپ کا اپنی بیوی یا بیٹی کے بال کاٹنا

مسئلہ (۱۰۵): احرام کھولنے کے لیے شوہر اپنی بیوی کے اور باپ اپنی بیٹی کے بال کاٹ سکتا ہے، عورتیں یہ کام خود بھی کرسکتی ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : أباح الفقهاء نظر الرجل إلى موضع الزينة من المحرم لقوله تعالى : ﴿ولا يبدين زينتهنّ إلا لبعولتهنّ أو آبائهن أو آباء بعولتهنّ﴾ ... أما حدود الزينة التي يحل النظر إليها ولمسها فقد ذهب الفقهاء إلى حرمة النظر إلى ما بين السرّة والركبة للمحارم ، وما عدا ذلک اختلفوا فيه على أقوال ، وذهب الحنفية إلى أنه يجوز للرجل أن ينظر من محرمه إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد ، إن أمن شهوته وشهوتها أيضاً .

(۲۰۲/۳۶ ، محرم النظر إلى المحرم)

ما في " الموسوعة الفقه " : ذهب الفقهاء إلى أن ما يجوز النظر إليه من المحرم يجوز مسه ، إذا أمنت الشهوة ، لما روي : " أن رسول الله ﷺ كان إذا قدم من سفر قبّل ابنته فاطمة رضي الله تعالى عنها " . (۲۰۴/۳۶ ، محرم ، مسّ ذوات المحارم)

ما في" الفتاوى الهندية " : ولا بأس للرجل أن ينظر من أمه وابنته البالغة وأخته ، وكل ذي رحم محرم منه كالجدات والأولاد ، وأولاد الأولاد ، والعمّات والخالات إلى شعرها وصدرها وذوائبها وثديها وعضدها .... وما حلّ النظر إليه حل مسّه .

(۳۲۸/۵ ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما يحل مسّه وما لا يحل)

وما في " الفتاوى الهندية " : أما النظر إلى زوجته ومملوكته فهو حلال من قرنها إلى قدمها .

(۳۲۸/۵ ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما يحل مسّه الخ)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ينظر الرجل ...... من محرمه) هي ما لا يحل له نكاحها أبدًا ، بنسب أو سبب ولو بزنا (إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد) .

(۴۴۷/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۸۳/۵، جدید)

حج میں ٹور والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا

مسئلہ (١٠٦): موسمِ حج میں ٹور والے کھانے پینے اور رہائش کے اُس معیار میں اگر کوتاہی ولا پرواہی کرتے ہیں، جس کا انہوں نے پیسہ وصول کیا ہے، تو اچھے انداز میں اُن سے حق طلب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے [١]، البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر نہ کوئی فحش بات جائز ہے، اور نہ کسی قسم کا نزاع وتکرار زیبا ہے، بلکہ اپنا زیادہ تر وقت نیک کاموں میں لگانا چاہیے۔ [٢]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " فتح الباري " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ أنه أخذ سناً فجاء صاحبه يتقاضاه ؛ فقالوا له ، فقال : " إن لصاحب الحق مقالاً " ، ثم قضاه أفضل من سنه وقال : " أفضلكم أحسنكم قضاءً " . (٢٧٩/٥ ، كتاب الهبة ، باب من أهدي له هدية وعنده جلساؤه فهو أحق ، رقم : ٢٦٠٩ ، دار السلام الرياض)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن فرض فيهنّ الحجّ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج﴾ . (سورة البقرة : ١٩٦)

ما في " التفسير المنير " : وعن كل ما يؤدى إلى التنازع والتباغض والاختلاف كالجدال ، والمراد الخصام والتنافر بالألقاب . (١٩٦/٢)

ما في " جامع الترمذي " : " سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر " . (١٩/٢)

(امداد الحجاج: ١/١٩٥)

کتاب الأضحیة

☆......قربانی کے مسائل......☆

کانجی ہاؤس سے خریدے گئے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۰۷): جو جانور کانجی ہاؤس میں داخل کردیا گیا ہو، اس پر سرکار کو استیلاء ملک حاصل ہوجاتی ہے، تو سرکار سے خریدنا گویا اصل مالک سے خریدنا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ایسے جانور کی قربانی کرتا ہے، تو اس کی قربانی درست ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : وإن غلبوا (أهل الحرب) علی أموالنا وأحرزوها بدارهم ملکوها . (۱۹۸/٦ ، کتاب الجهاد ، مطلب یلحق بدار الحرب المفازة والبحر الملح ، کذا في البحر الرائق : ۱٦۱/۵ ، کتاب السیر ، باب استیلاء الکفار ، فتح القدیر : ۳/٦ ، کتاب السیر ، باب استیلاء الکفار ، مجمع الأنهر : ۴۴۳/۲ ، کتاب السیر والجهاد ، باب في بیان أحکام استیلاء الکفار ، تبیین الحقائق : ۱۲۳/۴ ، کتاب السیر ، باب استیلاء الکفار ، فتاوی قاضي خان علی هامش الهندیة : ۵٦۸/۳ ، کتاب السیر ، فصل في استیلاء أهل الحرب علی أموال المسلمین)

(امداد الفتاوی: ۵۴۱/۳، کتاب الذبائح والاضحیۃ، فتاوی محمودیہ: ۳۴/۱٦، کتاب البیوع، باب البیع الصحیح)

کتاب النکاح

☆......نکاح کے مسائل......☆

نکاح گھر پر یا مسجد میں؟

مسئلہ (۱۰۸): گھر پر تقریبِ نکاح کا منعقد کرنا جائز ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ نکاح مسجد میں کیا جائے، کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے، اور آج کل شادی کے رسم و رواج اتنے زیادہ بڑھ گئے ہیں کہ جن کو انجام دینے میں اکثر مستورات کی نمازیں فوت ہو جاتی ہیں، نیز نکاح میں اس قدر فضول خرچی بڑھ گئی کہ بسا اوقات آدمی اس میں مقروض ہو جاتا ہے۔

اسی طرح تبلیغی اجتماعات میں عقدِ نکاح کیا جائے تو یہ بھی بہتر ہے، کیوں کہ اجتماعات عموماً مساجد میں ہوتے ہیں، اور جہاں مسجد میں گنجائش نہیں ہوتی ہے، وہاں اجتماع گاہ میں دو تین دن تک اذان و اقامت کے ساتھ پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے، اس لیے اس جگہ نکاح کرنا مسجد میں نکاح کرنے کے مانند ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " العرف الشذي شرح الترمذي " :عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : "أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدّفوف " . (۳۵۸/۲)

ما في " رد المحتار " : (ويندب إعلانه) أي إظهاره ، والضمير راجع إلى النكاح بمعنى العقد، لحديث الترمذي : " أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف " . (۵۷/۴)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : هذا ويستحب مباشرة عقد النكاح في المسجد ، لأنه عبادة ، وكونه في يوم الجمعة ، وفي الترمذي : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت:=

کورٹ میرج

مسئلہ (۱۰۹): عدالت میں دو آزاد عاقل، بالغ، مسلمان گواہوں کی موجودگی میں اگر نکاح کرلیا جائے، تو یہ نکاح درست ہے، اور مرد وعورت ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں، البتہ اس طرح چھپ چھپا کر کورٹ میرج نہ کرتے ہوئے علانیہ مستحب طریقہ پر نکاح کرنا چاہیے۔(۱)

= قال رسول الله ﷺ :" أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف". (۳/ ۱۸۱ ، كتاب النكاح)

ما في " البحر الرائق " :وأشار المصنف بكونه سنة أو واجباً إلى استحباب مباشرة عقد النكاح في المسجد لكونه عبادة ، وصرحوا باستحبابه يوم الجمعة .... وروى الترمذي عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليها بالدفوف " . (۳/ ۱۴۳ ، كتاب النكاح) (فتاوی رحیمیہ:۸/ ۲۴۳،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن الدار قطني " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل " . (۳/ ۱۵۸ ، كتاب النكاح ، رقم الحديث : ۲۲۶)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال : " البغايا اللاتي ينحكن أنفسهنّ بغير بينة " . (۲/ ۱۸۴ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء لا نكاح إلا ببينة ، رقم الحديث : ۱۱۰۳)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرّين عاقلين بالغين مسلمين رجلين ، أو رجل وامرأتين . (۳/ ۱۹۰ ، كتاب النكاح)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً) على الأصح فاهمين أنه نكاح على المذهب . بحر . (مسلمين لنكاح مسلمة) . (۴/ ۸۷ – ۹۲، كتاب النكاح ، البحر الرائق :۳/ ۱۵۵ ، كتاب النكاح ، مجمع الأنهر : ۱/ ۴۷۲ ، كتاب النكاح ، النهر الفائق :۲/ ۱۸۱ ، كتاب النكاح ، تبيين الحقائق : ۲/ ۴۵۲ ، كتاب النكاح)

ما في " بدائع الصنائع " : أما صفات الشاهد الذي ينعقد به النكاح ، وهي شرائط=

خفیہ نکاح

مسئلہ (۱۱۰): اگر کوئی شخص دو گواہوں کی موجودگی میں خفیہ طور پر اپنا نکاح کرلے، تو اس کا یہ نکاح صحیح ہوجائے گا[1]، لیکن بلا عذر خفیہ نکاح پڑھوانا خلافِ سنت واستحباب ہے، کیوں کہ نکاح کا اعلان اور اسے کھلے عام کرنا مسنون ومستحب ہے۔[2]

= تحمل الشهادة للنكاح، فمنها العقل ، ومنها البلوغ ، ومنها الحرية . (۲/۵۲۴ ، كتاب النكاح)

ما في " جامع الترمذي " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : "أعلنوا هذا النكاح ، واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف " .

(۲/۱۷۵ ، باب ما جاء في إعلان النكاح)

ما في " العرف الشذي " : ويستحب الإعلان عند الفقهاء . (۲/۳۵۷ ، في إعلان النكاح)

ما في " رد المحتار " : ويندب إعلانه ، وفي الشامية : أي إظهاره ، والضمير راجع إلى النكاح . (۶/۵۷ ، كتاب النكاح ، مطلب كثيراً ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : قوله : (وينعقد عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين) وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود ...... ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعًا : " لا نكاح إلا بشهود " فكان شرطاً . (۳/۱۵۵ ، كتاب النكاح ، بيروت)

(۲) ما في " البحر الرائق " : وأشار المصنف بكونه سنة أو واجبا إلى استحباب مباشرة عقد النكاح فى المسجد لكونه عبادة ، وصرحوا باستحبابه يوم الجمعة ..... وروى الترمذي عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " أعلنوا هذا النكاح واجعلوه فى المساجد واضربوا عليه بالدفوف " .... وفى المجتبىٰ : يستحب أن يكون النكاح ظاهراً وأن يكون قبله خطبة . (۳/۱۴۳، ۱۴۴، كتاب النكاح ، بيروت ، رد المحتار : ۴/۵۷، ۵۸)

(فتاوی رحیمیہ : ۸/۱۴۷)

اجتماعی شادیوں میں ایک خطبہ

مسئلہ (۱۱۱): آج کل بہت سی جگہوں پر اجتماعی شادیاں ہوتی ہیں، جس میں ایک ہی مرتبہ خطبۂ نکاح پڑھا جاتا ہے، شرعاً یہ درست ہے، کیوں کہ ایک ہی خطبہ سب کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔(۱)

بچپن کا ایجاب وقبول

مسئلہ (۱۱۲): اگر ناسمجھ بچے اور بچیاں نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں، تو شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہوگا، البتہ اگر وہ سمجھدار ہوں، تو اُن کا ایجاب وقبول معتبر ہوگا، اور نکاح کا نفاذ اولیاء کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ويندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه فى مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول . (۴/۵۷ ، كتاب النكاح ، مطلب كثير ما يتساهل في إطلاق المستحب)
ما في " الموسوعة الفقهية " : خطبة النكاح : يستحب أن يخطب العاقد أو غيره من الحاضرين خطبة واحدة بين يدى العقد . (۱۹ / ۱۸۹)

(فتاوی محمودیہ:۱۰/ ۵۹۱، فتاوی دار العلوم: ۷/ ۱۴۸، خیر الفتاوی: ۴/ ۵۸۸)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : (وأما شروطه) فمنها العقل والبلوغ والحرية في العاقد إلا أن الأول شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل ، والأخيران شرطا النفاذ، فإن نكاح الصبي العاقل يتوقف نفاذه على إجازة وليه . هكذا في البدائع .
(۱/۲۶۷ ، كتاب النكاح ، الباب الأول في تفسيره شرعاً الخ)
ما في " النهر الفائق " : وشرطه العام الأهلية والعقل والبلوغ .... لكن في النهاية من قول شرطه العام في تنفيذ كل تصرف دائر بين النفع والضرر إلى آخره يفيد =

رجسٹر یا صداقت نامہ پر دستخط یا انگوٹھا

مسئلہ (۱۱۳): ایجاب وقبول کے بعد نکاح کے رجسٹر یا صداقت نامہ پر میاں بیوی کے دستخط کروانا یا انگوٹھا لگوانا شرعاً ضروری نہیں ہے، کیوں کہ نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں عاقدین (مرد وعورت) کے ایجاب وقبول کا نام ہے (۱)، تاہم آج کل کے حالات کے پیش نظر قانونی گرفت سے بچنے، اور دیگر مصالح میں بطورِ ثبوت اُس کی ضرورت کے پیش آنے کی بنا پر رجسٹر میں نکاح کا اِندراج اور میاں بیوی کے دستخط کروانا یا انگوٹھا لگوانا جائز ومستحسن ضرور ہے۔ (۲)

=أن هذا شرط النفاذ في العاقد نفسه ، ومن ثم توقف نكاح الصغير والصغيرة إذا عقدا لأنفسهما مميزين لا إن كانا غير مميزين . (۱۷۵/۲ ، كتاب النكاح ، دار الايمان سهارنفور ، بدائع الصنائع :۳۲۵/۳ ، كتاب النكاح ، فصل في شرائط النكاح ، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة :۲۱/۴ ، مبحث شروط النكاح) (کفایت المفتی:۱۰۸/۵، دارالاشاعت کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول يعبر بهما عن الماضى ..... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين . (۳۰۵/۲ ،۳۰۶ ، كتاب النكاح ، مكتبه شركت علميه پاكستان)

ما في " تنوير الأبصار مع الدر والرد " : وينعقد بإيجاب وقبول وضعاً للمضى ...... وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معا . (۶۸/۴-۹۱ ، كتاب النكاح)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ، ما لم يؤمر بمعصية " .

(۱۰۵۷/۲ ، كتاب الأحكام)

ما في " فتح الباري " : إنما قيده (أي في ترجمة الباب) بالإمام ، وإن كان في أحاديث=

تحریری ایجاب وقبول

مسئلہ(۱۱۴): جب عاقدین (مرد وعورت) مجلسِ نکاح میں موجود ہوں، اور نطق (بولنے) پر قادر ہونے کے باوجود صرف تحریراً ایجاب وقبول کریں، تو یہ نکاح بالاتفاق منعقد نہیں ہوگا، البتہ اگر عاقدین میں سے کوئی غائب ہو، تو عندالاحناف تحریراً ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، بشرطیکہ خط میں موجود ایجابی تحریر دو گواہوں کو پڑھ کر سنادی جائے، اوراس کے بعد خود بھی ''قبول'' کے الفاظ کہے (۱)، جب کہ یہ خط ایجاب کے مضمون پر مشتمل ہو، اور اگر خط توکیل کے مضمون پر مشتمل ہو، تو اس صورت میں دو گواہوں کے سامنے اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں سے کرادیا۔ (۲)

= الباب الأمر بالطاعة لكل أمير، ولو لم يكن إماماً ، لأن محل الأمر بطاعة الأمير أن يكون مؤمرًا من قبل الإمام . (۱۳ / ۱۵۱ ، رقم الحديث : ۷۱۴۴)

ما في '' رد المحتار '' : قال في المعراج : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة . (۳/۵۳، باب العيدين ، مطلب تجب طاعة الإمام)(فتاوی محمودیہ:۱۰/۲۰۱،کراچی،و۱۶/۱۵۲،میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' رد المحتار '' : (فلا ينعقد) بقبول بالفعل كقبض مهر ، ولا بتعاط ، ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما في الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر فيتولى الطرفين . قوله : (ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتک فكتبت قبلت لم ينعقد . '' بحر '' . والأظهر أن يقول : فقالت : قبلت ، إذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة . تأمل . قوله : (بل غائب) الظاهر أن المراد به الغائب عن المجلس وإن كان حاضرًا في البلد .

(۴/۶۳ ، كتاب النكاح ، مطلب التزوج بإرسال كتاب)

(۲) ما في '' الموسوعة الفقهية '' : أما عقد النكاح فلا ينعقد بالكتابة عند جمهور الفقهاء ، المالكية والشافعية ، والحنابلة ، سواء أكان العاقدان حاضرين أم غائبين ، ...... =

منگنی کے وقت ایجاب وقبول

مسئلہ (۱۱۵): اگر بوقتِ منگنی مرد وعورت دوگواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرلیں، تو نکاح درست ہوجائے گا۔ (۱)

=وفصل الحنفية في جواز عقد النكاح بالكتابة فقالوا : لا ينعقد بكتابة حاضر ، فلو كتب : تزوجتک، فكتبت : قبلت لم ينعقد ، ...... أما كتابة غائب عن المجلس فينعقد بها النكاح بشروط وكيفية خاصة ، نقلها ابن عابدين عن الفتح فقال : ينعقد النكاح بالكتابة كما ينعقد بالخطاب وصورته ؛ أن يكتب إليها يخطبها ، فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم ، وقالت : زوجت نفسي منه ، أو تقول : أن فلاناً كتب إليّ يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه ، أما لو لم تقل بحضرتهم سوى : زوجت نفسي من فلان لا ينعقد ، لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح . (۳۰/۲۰۹، عقد ، العقد بالكتابة أو الرسالة ، الفقه الإسلامي وأدلته: ۹/ ۶۵۳۰، كتاب النكاح ، رابعًا ؛ انعقاد الزواج بالكتابة والرسالة)

(فتاوی محمودیہ:۱۰/ ۶۷۹، کراچی، فتاوی دارالعلوم دیو بند: ۷/۱۰۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وينعقد بإيجاب وقبول ..... عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقاً أو محدودين أو أعمين أو ابني العاقدين متعلق بينعقد بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود . (۳/۱۴۴، ۱۵۵، كتاب النكاح)

ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول .... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين ..... قال : اعلم أن الشهادة شرط فى باب النكاح . (۲/۳۰۶ ، كتاب النكاح ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۶۷، كتاب النكاح)

باپ کی موجودگی میں دادا یا نانا کا نکاح کرادینا

مسئلہ (۱۱۶): باپ کی موجودگی میں دادا یا نانا اس کی اجازت کے بغیر لڑکی (پوتی/نواسی) کا نکاح کرادے، تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، یعنی اس کا ردّ یا نفاذ باپ کے اختیار میں ہوگا۔ (۱)

اولیاء کا ایجاب وقبول

مسئلہ (۱۱۷): ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا: میں نے اپنی بیٹی تیرے بیٹے کو دی، جواباً دوسرے شخص نے کہا: میں نے اپنے بیٹے کے لیے قبول کرلیا، تو ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوجائے گا (۲)، جب کہ لڑکا لڑکی نابالغ ہوں (۳)، اور اگر بالغ ہوں تو نکاح اُن کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ (۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (الولی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) وهو من یتصل بالمیت ... (بلا توسط أنثی) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) .... فلو زوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته ، ولو تحولت الولایة إلیه لم یجز إلا بإجازته بعد التحول . (۱۳۸/۴-۱۴۴ ، کتاب النکاح ، دار الکتاب دیوبند)

ما في " مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر " : أي الأقرب لحصوله بولایة تامة نعم لو زوج الأبعد ، وقد حضر الأقرب توقف علی إجازته ، ولذا لو تحول الولایة بعد النکاح إلی الأبعد لم یجز إلا بإجازته بعد التحول . (۴۹۹/۱ ، کتاب النکاح ، باب الأولیاء والأکفاء ، بیروت)

(فتاوی محمودیہ:۱۱/۳۷۴، کراچی)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في "التنویر وشرحه مع الشامیة " : (وإنما یصح بلفظ تزویج ونکاح) لأنهما=

ولی سے جبراً نکاح کی اجازت

مسئلہ(۱۱۸): اگر کسی صغیر یا صغیرہ کا نکاح اس کے ولی سے جبراً اجازت لے کر کر دیا جائے، تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔[1]

= صريح (وما) عداهما كناية هو كل لفظ (وضع لتمليک عين) كاملة فلا يصح بالشركة (في الحال) خرج الوصية غير المقيدة بالحال (كهبة وتمليک وصدقة) وعطية .

(۴/۶۷، كتاب النكاح ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " البحر الرائق " : قوله : إنما يصح بلفظ النكاح والتزويج وما وضع لتمليک العين فى الحال ...... فينعقد النكاح بلفظ الهبة والعطية والصدقة والملک والتمليک والجعل والبيع والشراء على ا لأصح .

(۳/۱۵۱ ، كتاب النكاح ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۷۰، كتاب النكاح ، الباب الثاني)

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : لولي الصغير والصغيرة أن ينكحهما وإن لم يرضا بذلک .

(۱/۲۸۵، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الأولياء ، الدر المختار مع الشامية :۴/۱۲۷، كتاب النكاح ، باب الولي)

(۴) ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكرًا كانت أو ثيبًا فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على إجازتها ، فإن أجازته جاز ، وإن ردّته بطل . كذا في السّراج الوهاج .

(۱/۲۸۷ ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الأولياء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : فزوجها أولياؤهم وهم مكرهون جاز النكاح لما ذكرنا .

(۱۰/۱۲۳ ، كتاب الإكراه ، فصل فى حكم ما يقع عليه الإكراه)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : واعلم أن الإكراه جده جد وهزله جد ينفذ إن فعله المكره عليه مثل النكاح والطلاق والعتاق ، لأن الفائت بالإكراه الرضى ، والرضى ليس بشرط لصحة هذه التصرفات . (۵/۲۱۱) (فتاوی محمودیہ:۱۱/۵۰۹،کراچی)=

ولی اَبعد کے نکاح کرانے پر ولی اَقرب کا سکوت

مسئلہ (۱۱۹): اگر کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح ولیٔ ابعد کرائے، اور ولیٔ اقرب اس پر خاموشی اختیار کرے، تو جب تک ولی اقرب اجازت نہ دے، یا صراحۃً یا دلالۃً اس کی رضامندی نہ پائی جائے، نکاح صحیح نہیں ہوگا، کیوں کہ بابِ وَلایت میں سکوت (خاموشی) اجازت نہیں ہے۔ (۱)

=ما في " البحر الرائق " : وفی المبسوط : وكل تصرف يصح مع الهزل كالطلاق والعتاق والنكاح يصح مع الإكراه . (۱۳۶/۸، رد المحتار: ۷۳/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة ؟ الفتاوى الهندية : ۴۵/۵ ، كتاب الإكراه ، الباب الثاني)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (توقف على إجازته) تقدم أن البالغة لو زوجت نفسها غير كفء ، فللولي الاعتراض ما لم يرض صريحاً أو دلالةً كقبض المهر ونحوه ، فلم يجعلوا سكوته إجازة ، والظاهر أن سكوته هنا كذلك فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً فی مجلس العقد ما لم يرض صريحاً أو دلالة . تأمل .

(۱۴۴/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب : لا يصح تولية الصغير شيخا على خيرات ، ديوبند ، الدر المنتقى مع مجمع الأنهر : ۴۹۹/۱)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو زوجها الأبعد حال قيام الأقرب حتى توقف على إجازة الأقرب ، ثم غاب الأقرب وتحولت الولاية إلى الأبعد لا يجوز ذلك النكاح الذي باشره الأبعد إلا بإجازة منه .

(۲۸۵/۱ ، الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۷۰۴/۹ ، كذا في بدائع الصنائع : ۳۸۰/۳)

(امداد الاحکام: ۲۸۷/۳، زکریا دیوبند)

نکاحِ فاسد و باطل میں فرق

مسئلہ (۱۲۰): نکاحِ فاسد اسے کہتے ہیں جس کی صحت کی کوئی شرط مفقود ہو، جیسے بغیر گواہوں کے نکاح کرنا، یا ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح کرنا، یا چوتھی کی عدت میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرنا وغیرہ، یہ سب نکاح فاسد ہیں۔ اور بعض نے یہ تعریف کی کہ جس نکاح کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے وہ نکاحِ فاسد اور جو بالاجماع حرام ہے وہ نکاحِ باطل ہے، پس منکوحۂ غیر (دوسرے کی بیوی) یا معتدۂ غیر (دوسرے کی عدت گزار رہی عورت) سے باوجود علم کے نکاح کرنا باطل ہوگا، کیوں کہ وہ زنائے محض ہے۔ الغرض! دونوں کے مابین فرق صرف وجوبِ عدت اور عدمِ وجوبِ عدت کے لحاظ سے ہے، نکاحِ فاسد میں عدت واجب ہے، اور نکاحِ باطل میں عدت واجب نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) وهو الذى فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (فى نكاح فاسد) .... قوله : (كشهود) ومثله تزوج الأختين معاً ، ونكاح الأخت فى عدة الأخت .... نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه ولا تجب العدة لأنه نكاح باطل . اهـ . ... نعم فى " البزازية " حكاية قولين فى أن نكاح المحارم باطل أو فاسد ، والظاهر أن المراد بالباطل ما وجوده كعدمه .... وذكر في " البحر " هناك عن " المجتبى " أن كل نكاح اختلف العلماء في جوازه كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه موجب للعدة . أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ، لأنه لم يقل أحد بجوازه =

صیغۂ حال سے نکاح

مسئلہ (۱۲۱): اگر دولہا بوقتِ نکاح ''میں نے قبول کیا'' کہنے کے بجائے، ''مجھے قبول ہے'' کہے، یعنی صیغۂ حال استعمال کرے، تب بھی نکاح درست ہوجائے گا۔(۱)

'' قَبِلْتُ'' کے بجائے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ '' کہنا

مسئلہ (۱۲۲): اگر دولہا بوقتِ عقدِ نکاح بجائے '' قَبِلْتُ وَنَکَحْتُ'' کے صرف ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ '' کہے، تو اس سے بھی نکاح منعقد ہوگا، جب کہ نکاح کرنے کا ارادہ ہو، مگر بہتر یہ ہے کہ قبول کے لیے صریح الفاظ مثلاً: '' قَبِلْتُ ، نَکَحْتُ ، تَزَوَّجْتُ ''، وغیرہ استعمال کرے۔(۲)

=فلم ينعقد أصلاً . قال : فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة ، ..... والحاصل أنه لا فرق بينهما في غير العدة . (۲۰۲/۴ ، ۲۰۳ ، النكاح ، مطلب في النكاح الفاسد ، ديوبند ، بدائع الصنائع :۶۱۵/۳ ، فصل في النكاح الفاسد) (فتاوی محمودیہ:۱۱/ ۲۹-۳۱، کراچی، احسن الفتاوی:۵/۶۰-۶۴)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوى الهندية '' : ينعقد بالإيجاب والقبول وضعاً للمضي أو وضع أحدهما للمضي والآخر بغيره مستقبلا كان كالأمر أو حالاً كالمضارع . (۲۷۰/۱ ، الباب الثاني)

ما في '' التنوير وشرحه مع الشامية '' : (وينعقد بإيجاب وقبول وضعاً للمضي) وينعقد أيضاً (بما) أي بلفظين (وضع أحدهما له) للمضي (والآخر للاستقبال) أو للحال . (۶۰/۴ ، البحر الرائق :۱۴۷/۳ ، كتاب النكاح ، فتح القدير :۱۹۱/۳) (امداد الاحکام:۲۳۰/۳، قاموس الفقہ :۲۲۶/۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في '' الفتاوى الهندية '' : امرأة قالت لرجل : زوجت نفسي منک ، فقال الرجل :=

نکاح میں گواہ

مسئلہ (۱۲۳): نکاح میں گواہوں کا ہونا شرط ہے، بغیر گواہوں کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ (۱)

سنی کے نکاح میں شیعہ گواہ

مسئلہ (۱۲۴): سنی کے نکاح میں شیعہ گواہ نہیں بن سکتا۔ (۲)

= "بخداوند کاری پذیرفتم" يصح النكاح ، ولو لم يقل الرجل ذلك لكنه قال لها : شاباش ! إن لم يقل بطريق الطنز يصح النكاح . (۲۷۲/۱ ، كتاب النكاح ، الباب الثاني فيما ينعقد ، خلاصة الفتاوى : ۳/۲ ، كتاب النكاح) (احسن الفتاوی:۵/۳۶،۳۷)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : قوله : (عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ...) متعلق بـ " ينعقد " بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود لحديث الترمذي : " البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن من غير بينة " . ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعاً : " لا نكاح إلا بشهود " . فكان شرطاً . (۱۵۵/۳ ، كتاب النكاح ، بيروت)

ما في " منهاج المسلم لأبي بكر الجزائري " : المراد بالشاهدين : أن يحضر العقد اثنان فأكثر من الرجال العدول المسلمين لقوله تعالى : ﴿وأشهدوا ذوى عدل منكم﴾ [الطلاق :۲] . وقول الرسول ﷺ : " لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل " . (ص/۳۳۹ ، الباب الخامس في المعاملات ، الفصل السادس في النكاح والطلاق الخ ، رد المحتار :۴/۷۴ ، كتاب النكاح) (جامع الترمذي : ۲۱۰/۱ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء في لا نكاح إلا ببينة) (فتاوی حقانیہ:۴/۲۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : الرافضي إذا كان يسبّ الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر ..... ويجب إكفار الروافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا وبتناسخ=

چہرہ دکھائی کی رقم

مسئلہ (۱۲۵): ہمارے عرف ورَواج میں چہرہ دکھائی کے وقت لڑکی کو جو رقم دی جاتی ہے، وہ ہدیہ ہوتی ہے، لہٰذا اس کا لینا اور دینا دونوں شرعاً جائز ہیں۔ (۱)

= الأرواح وبانتقال روح الإله إلى الأئمة وبقولهم في خروج إمام باطن وبتعطيلهم الأمر والنهي إلى أن يخرج الإمام الباطن وبقولهم أن جبريل عليه السلام غلط في الوحي إلى محمد ﷺ دون علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه ، وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين . كذا في الظهيرية .

(۲/۲۶۴، مطلب موجبات الكفر أنواع ، منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام)

ما في " البحر الرائق " : وشرط فى الشهود أربعة ؛ الحرية والعقل ، والبلوغ والإسلام ، فلا ينعقد بحضرة العبيد والمجانين والصبيان والكفار فى نكاح المسلمين لأنه لا ولاية لهؤلاء .

(۳/۱۵۸، كتاب النكاح ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " منهاج المسلم لأبى بكر الجزائرى " : أن يكونا عدلين ، والعدالة تتحق باجتناب الكبائر وترك غالب الصغائر فالفاسق بالزنا أو شرب خمر أو بأكل ربا لا تصح شهادته لقوله تعالى : ﴿عدل منكم﴾ وقول الرسول ﷺ: " وشاهدي عدل " .

(ص/۳۴۰، المكتبة دار الغد الجديد)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأصل أن يكون الشاهد مسلماً فلا تقبل شهادة الكفار سواء أكانت الشهادة على مسلم أم على غير مسلم ، لقوله تعالى : ﴿واَشهدوا ذوى عدل منكم﴾ . والكافر ليس بعدل ولس منا ، ولأنه أفسق الفساق ويكذب على الله تعالى فلا يؤمن منه الكذب على خلقه . (۲۶/۲۲۲) (کفایت المفتی:۵/۱۴۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الزوائد " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " تهادوا تحابوا " . (۴/۱۸۵، كتاب البيوع ، باب الهدية)

ما في " مجمع الزوائد " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من سألكم =

نکاح میں لڑکی کے نام میں غلطی

مسئلہ (۱۲۶): ایک شخص کی دو کنواری لڑکیاں تھیں؛ مثلاً زاہدہ اور خالدہ، اس نے زاہدہ کے نکاح میں بھول کر خالدہ کا نام لے لیا، اور شوہر نے اسے قبول بھی کرلیا، تو یہ نکاح خالدہ کے ساتھ ہی صحیح ہوگا، زاہدہ کے ساتھ نہیں، البتہ اگر زاہدہ مجلسِ نکاح میں موجود ہو، اور باپ اُس کی طرف اشارہ کرکے کہے: میں نے اپنی اِس بیٹی خالدہ کا نکاح تجھ سے کردیا (حالانکہ وہ زاہدہ ہے)، تو اس صورت میں زاہدہ کے ساتھ نکاح صحیح ہوگا، خالدہ کے ساتھ نہیں، کیوں کہ حِسّی اشارہ کے ساتھ تعریف، نام لے کر تعریف سے زیادہ قوی ہے۔[1]

=بالله فأعطوه، ومن استعاذكم بالله فأعيذوه ، ومن دعاكم فأجيبوه ، ومن أهدى إليكم كراعاً فاقبلوه ". (۱۸۴/۴، كتاب البيوع ، باب الهدية)

ما في " عقود رسم المفتي " : الثابت بالعرف كالثابت بالنص ..... (وفي) تصحيح العلامة قاسم : فإن قلت : قد يحكمون أقوالاً من غير ترجيح ، وقد يختلفون في التصحيح ، قلت : يعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغيرات "العرف " وأحوال الناس وما هو الأرفق بالناس ، وما ظهر عليه التعامل . (ص/۱۸۱، الفتوى في الوقائع لا بد له من ضرب اجتهاد ومعرفة أحوال الخ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : النكاح (ينعقد) ملتبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول من الآخر) . (۵۹/۴، ۶۰، كتاب النكاح)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكذا لو غلط في اسم ابنته إلا إذا كانت حاضرة وأشار إليها فيصح ؛ ولو له بنتان أراد تزويج الكبرى فغلط فسماها باسم الصغرى صح للصغرى . خانية . در مختار . وفي الشامية : قوله : (إلا إذا كانت حاضرة الخ) راجع إلى المسألتين : أي فإنها لو كانت مشارًا إليها وغلط في اسم أبيها أو اسمها لا يضرّ ، لأن تعريف الإشارة=

منکوحہ کے نام میں شوہر کو اشتباہ ہوگیا

مسئلہ (۱۲۷): ایک شخص کا نکاح پڑھایا جارہا تھا، نکاح کا وکیل کچھ ناک میں بولا کرتا تھا، جب اس نے منکوحہ کا نام لیا تو صاف سمجھ میں نہ آیا، دولہا اشتباہ میں پڑ گیا کہ دو تین بہنوں میں سے اس وکیل نے کس کا نام لیا ہے، لیکن یہ سوچ کر کہ یہ شخص جس کا وکیل بن کر آیا مجھے وہی لڑکی قبول ہے، اس لیے نام کی لفظی تصحیح کیے بغیر ہی قبول کرلیا، تو ایسی صورت میں اگر شوہر کو پہلے سے ہی علم تھا کہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے ہوگا، مگر عقدِ نکاح کے وقت وکیل کے ناک سے بولنے کی وجہ سے اسے منکوحہ کا نام صاف سمجھ میں نہ آیا، اور اس کو اشتباہ ہوا، البتہ گواہوں کو نام میں اشتباہ نہیں ہوا، اور نہ نکاح کے وکیل کو، تو نکاح درست ہوگا، کیوں کہ اس صورت میں جہالت نہیں ہے۔ (۱)

= الحسية أقوى من التسمية ، لما في التسمية من الاشتراک لعارض فتلغو التسمية عندها . اهـ ... قوله : (ولو له بنتان الخ) أي بأن كان اسم الكبرىٰ مثلا عائشة والصغرىٰ فاطمة ، فقال : زوجتک بنتي الكبرىٰ فاطمة وقيل صح العقد عليها وإن كانت عائشة هي المرادة ، وهذا إذا لم يصفها بالكبرىٰ . (۹/۴۷، كتاب النكاح ، مطلب في عطف الخاص على العام ، ديوبند، و۴/۹۷، بيروت ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۱/۳۲۴ ، كتاب النكاح، الفصل الأول في الألفاظ التي ينعقد بها النكاح) (فتاوی محمودیہ:۱۱/۳۹،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قلت : وظاهره أنها لو جرت المقدمات على معينة وتميزت عند الشهود أيضًا يصح العقد ، وهي واقعة الفتوى ، لأن المقصود نفي الجهالة ، وذلک حاصل بتعينها عند العاقدين والشهود وإن لم يصرّح باسمها . اهـ . ...=

عاقلہ بالغہ لڑکی کا بادلِ نخواستہ ایجاب وقبول

مسئلہ (۱۲۸): اگر عاقلہ بالغہ لڑکی بادلِ نخواستہ ایجاب وقبول کرے، تو شرعاً اس کا نکاح منعقد ہوجائے گا۔(۱)

=... ثم قال في البحر: وإن كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بأن عقد لها وكيلها ، فإن كان الشهود يعرفونها كفى ذكر اسمها إذا علموا أنه أرادها ، وإن لم يعرفوها لا بد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها ، وجوّز الخصاف النكاح مطلقاً ، حتى لو وكلته فقال بحضرتهما : زوجت نفسى من مؤكلتي أو من امرأة جعلت أمرها بيدي فإنه يصح عنده.
(۴/۶۶ – ۷۴ ، كتاب النكاح ، مطلب الخصاف كبير فى العلم ، ديوبند)
ما في " البحر الرائق " : ولم يشترط المصنف الفهم قال فى التجنيس : ولو عقدا عقد النكاح بلفظ لا يفهمان كونه نكاحاً هل ينعقد ؟ اختلف المشايخ فيه ، قال بعضهم ينعقد لأن النكاح لا يشترط فيه القصد ، يعني بدليل صحته مع الهزل وظاهره ترجيحه ولم يشترط أيضاً تمييز الرجل من المرأة وقت العقد للاختلاف لما فى النوازل فى صغيرين قال أبو أحدهما زوجت بنتي هذه من ابنک هذا وقبل ثم ظهر الجارية غلاماً والغلام جاريةجاز ذلک . (۳/۱۵۰ ، فتاوى النوازل: ص/۱۶۲ ، الفتاوى الولوالجية : ۱/۳۱۸) (امداد الاحکام: ۳/۲۳۰،۲۳۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوٰة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ قال : " ثلاث جدهن جد وهزلهن جد : النكاح والطلاق والرجعة " . رواه الترمذي وأبوداود .
(۲/۲۸۴ ، باب الخلع والطلاق)
ما في " رد المحتار " : قوله : (ليتحقق رضاهما) أى ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا ، إذ حقيقة الرضا غير مشروطة فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل .... وأما ما ذكر من أن نكاح المكره صحيح إن كان هو الرجل ، وإن كان هو المرأة فهو فاسد فلم أر من ذكره وإن أوهم كلام القهستاني السابق ذلک ، بل عبارتهم مطلقة فى أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل ، ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة فمن =

عاقلہ، بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر

مسئلہ (۱۲۹): عاقلہ، بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کردینا صحیح نہیں ہے، صحتِ نکاح کے لیے اس کی رضامندی ضروری ہے۔ (۱)

=ادعى التخصيص فعليه اثباته بالنقل الصريح .

(۸٦/۴ ، ۸۷ ، كتاب النكاح ، قبيل مطلب الخصاف كبير)

ما في " الفقه الإسلامى وأدلته " : وقال الحنفية : حقيقة الرضا ليس شرطاً لصحة النكاح ، فيصح الزواج ومثله الطلاق مع الإكراه والهزل ، لأن المستكره قاصد عقد الزواج ، لكنه غير راض بالحكم الذى يترتب عليه ، فهو مثل الهازل ، والهزل لا يمنع صحة الزواج ، لقول النبي ﷺ : " ثلاث جدهن جد، وهزلهن جد : النكاح ، والطلاق ، والرجعة " . لكن هذا القياس يصادم الثابت فى السنة . (۹/۲٥٦۷، كتاب النكاح ، الشرط الرابع)

ما في " رد المحتار " : (صح نكاحه وطلاقه وعتقه) لو بالقول لا بالفعل ..... والأصل عندنا أن كل ما يصح مع الهزل يصح مع الإكراه ، لأن ما يصح مع الهزل لا يحتمل الفسخ ، وكل ما لا يحتمل الفسخ لا يؤثر فيه الإكراه ...... والمذكور منها في عامة الكتب عشرة نظمها ابن الهمام بقوله :

يصح مع الإكراه عتق ورجعة ـــــ نكاح وإيلاء طلاق مفارق

وفيء ظهار واليمين ونذره ـــــ وعفو لقتل شاب منه مفارق

(۹/ ۱٦۴-۱٦٦ ، كتاب الإكراه ، دار الكتاب ديوبند)

(فتاوی دار العلوم: ۸/ ۸۸-۹٦، فتاوی حقانیہ: ۴/ ۲۹۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وإذا كان الرضا فى نكاح البالغة شرط الجواز فإذا زوجت بغير إذنها توقف التزويج على رضاها ، فإن رضيت جاز ، وإن ردّت بطل .

(۳/ ۳٥۹ ، كتاب النكاح ، فصل الذي يرجع إلى المولى عليه ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو=

نکاح کے وقت لڑکی راضی نہیں

مسئلہ (۱۳۰): اگر کوئی عاقلہ بالغہ لڑکی بوقتِ نکاح عدمِ رضامندی کو ظاہر کردے، تو شرعاً اس کا نکاح درست نہیں ہوگا، کیوں کہ اس کا یہ انکار معتبر ہے۔(۱)

= سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً ، فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على إجازتها ، فإن أجازته جاز وإن ردّته بطل . كذا في السراج الوهاج .

(۱/۲۸۷ ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الأولياء)

ما في " رد المحتار " : (ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لإنقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أى الولي وهو السنة . در مختار . وفي الشامية : قوله : (وهو السنة) بأن يقول لها قبل النكاح : فلان يخطبک أو يذكرک فسكتت ، وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها . بحر عن المحيط . (۴/۱۱۸، ۱۱۹ ، كتاب النكاح ، باب الولي، دار الكتاب ديوبند) (فتاوی محمودیہ:۱۰/۶۴۲، ۶۵۵، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً أو كانت أو ثيباً فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردّته بطل . كذا في السراج الوهاج .... بالغة زوجها أبوها فبلغها الخبر فقالت : لا أريد ، أو قالت : لا أريد فلاناً ، فالمختار أنه يكون رداً في الوجهين .

(۱/۲۸۷ ، كتاب النكاح ، باب الأولياء)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : استأمرها فقالت : لا أرضى أو لا أريده فتزوجت وسكتت صح النكاح ، وإن قالت : كنت قلت لا أريد لا يصح ، وإن بلغها خبر النكاح فقالت : لا أرضى ثم قالت : رضيت لا يصح لأن المنسوخ لا تلحقه الإجازة .

(۴/۱۲۵ ، كتاب النكاح ، التاسع)

کفاءت یعنی برابری کا اعتبار

مسئلہ (۱۳۱): کفاءت یعنی برابری کا اعتبار مرد کی جانب میں ہوتا ہے، عورت کی جانب میں نہیں، کیوں کہ شریف عورت اپنے سے کم تر کا فراش ہونے کو ناپسند کرتی ہے، برخلاف مرد کے؛ کہ اس کو اپنے سے کم تر عورت کو فراش بنانے میں ناگواری نہیں گذرتی۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيان من تعتبر له الكفاء ة ، فالكفاء ة تعتبر للنساء لا للرجال ، على معنى أنه تعتبر الكفاء ة فی جانب الرجال للنساء ، ولا تعتبر فی جانب النساء للرجال ؛ لأن النصوص وردت بالاعتبار فی جانب الرجال خاصة . وكذا المعنى الذي شرعت له الكفاء ة يوجب اختصاص اعتبارها بجانبهم ؛ لأن المرأة هي التي تستنكف لا الرجل ؛ لأنها هی المستفرشة ، فأما الزوج فهو المستفرش فلا تلحقه الأنفة من قبلها .

(۵۸۲/۳، كتاب النكاح ، فصل فيمن تعتبر له الكفاء ة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : من كافأه إذا ساواه والمراد هنا مساواة مخصوصة أو كون المرأة أدنى (الكفاء ة معتبرة) فی ابتداء النكاح للزومه أو لصحة (من جانبه) أی الرجل لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشاً للدنيء ، ولذا لا تعتبر من جانبها لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دناء ة الفراش ، وهذا عند الكل في الصحيح .

(۱۴۸/۴، كتاب النكاح ، الباب الثاني باب الكفاء ة ، البحر الرائق :۲۲۵/۳ ، كتاب النكاح ، فصل في الكفاء ة)

(الفتاوى الهندية : ۲۹۰/۱ ، كتاب النكاح ، الباب الخامس في الإكفاء)

عاقلہ بالغہ کا نکاح غیر کفو کے ساتھ زبردستی کردینا

مسئلہ (۱۳۲): عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کفو یا غیر کفو کے ساتھ زبردستی کردینا درست نہیں ہے۔ (۱)

مغویہ کے ساتھ غیرِ کفو شخص کا نکاح

مسئلہ (۱۳۳): اگر غیرِ کفو شخص نے کسی لڑکی کو اِغوا کرکے اس سے نکاح کرلیا، تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق نکاح صحیح نہیں ہوگا (۲)، البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس نکاح سے رضامند ہیں، یا اس کا کوئی ولی نہیں ہے، تو یہ نکاح صحیح ودرست ہوگا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولا تجبر البالغة البكر على النكاح ، لإنقطاع الولاية بالبلوغ .
(۱۱۸/۴ ، كتاب النكاح ، باب الولي)

ما في " الهداية " : ولا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح خلافاً للشافعي .
(۳۱۴/۳ ، البحر الرائق :۱۹۲/۳ ، باب الأولياء والأكفاء)
(فتاوی محمودیہ:۵۵۴/۱۱،کراچی،کتاب الفتاوی:۳۶۸،۳۶۷/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويفتى في غير الكفؤ (بعدم الجواز أصلاً) وهو المختار للفتوى لفساد الزمان . (در مختار) . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده ، وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً . (۱۱۶/۴ ، كتاب النكاح ، باب الولي)

ما في " الفتاوى الهندية " : وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن النكاح لا ينعقد، وبه أخذ كثير من مشايخنا رحمهم الله تعالى . كذا في المحيط . والمختار في زماننا=

دوپٹہ اڑھانے سے نکاح نہیں ہوتا

مسئلہ (۱۳۴): آج کل یہ رواج ہے کہ جب لڑکی پسند آجاتی ہے، تو لڑکے والے اس کے سر پر دوپٹہ اڑھا دیتے ہیں (جس کو ''ہری بیل'' یا ''رسم'' کہتے ہیں)، اور یہ سمجھتے ہیں کہ نکاح ہوگیا، جب کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ محض دوپٹہ اڑھانے سے نکاح نہیں ہوتا، بلکہ نکاح کے لیے ایجاب وقبول کا ہونا ضروری ہے، اور دو گواہوں کا ہونا شرط ہے۔[1]

= للفتویٰ رواية الحسن .

(۱/۲۹۲، كتاب النكاح ، باب الاكفاء ، البحر الرائق:۳/۱۹۴ ، باب الأولياء والأكفاء)

(۳) ما في '' الفتاویٰ الهندية '' : وإذا زوجت نفسها من غير كفو ورضى به أحد الأولياء ، لم يكن لهذا الولي ولا لمن مثله أو دونه حق الفسخ . (۱/۲۹۳، الباب الخامس باب الأولياء والأكفاء ، البحر الرائق :۳/۱۹۴ ، باب الأولياء والأكفاء)

ما في '' رد المحتار '' : وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً .

(۴/۱۱۶، باب الولي ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۹۲، الباب الخامس في الأكفاء ، البحر الرائق:۳/۱۹۴ ، باب الأولياء والأكفاء ، بيروت) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۱۶،۶۱۷،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' التنوير مع الدر والرد '' : وينعقد بإيجاب وقبول وضعاً للمضي .... وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً . (۴/۶۸–۹۱، كتاب النكاح ، بيروت)

ما في '' الهداية '' : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي ..... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين .

(۲/۳۰۵ ، ۳۰۶ ، كتاب النكاح)

ما في '' تبيين الحقائق '' : قال رحمه الله تعالى : (وينعقد بإيجاب وقبول وضعاً للمضي أو أحدهما) أي ينعقد النكاح بالإيجاب والقبول بلفظين وضعاً للماضي ، أو وضع أحدهما =

محرمات اور غیر محرمات

مسئلہ (۱۳۵): اُصول؛ یعنی ماں، نانی، دادی وغیرہ۔

فروع؛ یعنی بیٹی، پوتی، نواسی وغیرہ۔

اصل قریب کی فروع؛ یعنی بہن، بھانجی، وغیرہ۔

اصل بعید کی صلبی اولاد؛ یعنی خالہ، پھوپھی۔

رضاعی ماں اور اس کی اولاد۔ رضاعی بہن اور اس کی اولاد۔

رضاعی ماں کے اصول؛ یعنی نانی، دادی وغیرہ۔

بیوی کی ماں، نانی، دادی۔

مدخولہ بیوی کی بیٹی، پوتی، نواسی۔

باپ دادا کی بیوی۔

مزنیہ کی ماں، بیٹی وغیرہ یعنی اصول وفروع۔

بیٹے، پوتے، نواسے کی بیوی۔

مشرکہ کافرہ۔

مذکورہ بالا عورتیں تو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں، اور کچھ عورتیں ایسی بھی ہیں جو خاص محدود حالات میں حرام ہیں، وہ حالات نہ رہیں، تو ان کی حرمت بھی نہ رہے گی، جیسے:

=للماضي والآخر للمستقبل ، لأن النكاح عقد فينعقد بهما كسائر العقود .

(۴۴۸/۲ ، كتاب النكاح)

ما في " خلاصة الفتاوى " : وفيها الفاظ النكاح ، وفى الأجناس كل لفظة في الأمة تفيد ملك رقبتها ينعقد النكاح بتلك اللفظة ، وجملته أنه ينعقد النكاح بقوله : تزوجت وأنكحت وملكت . (۲/۲، كتاب النكاح ، الفصل الأول في جواز النكاح والإجازة)

بیوی کی خالہ، پھوپھی ، بہن اس وقت تک حرام ہیں، جب تک بیوی نکاح میں ہے، اگر وہ مرجائے یا اس کو طلاق ہوجائے اور عدت گذر جائے، تو ان کی حرمت نہ رہے گی۔

اور اگر کسی کے نکاح میں چار بیویاں ہوں تو پانچویں سے نکاح درست نہیں، لیکن اگر کوئی ایک مرجائے یا اس کو طلاق ہوجائے اور اس کی عدت گذر جائے، تو پانچویں سے نکاح حرام نہ ہوگا۔

ان کے علاوہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم واخوتكم وعمّتكم وخٰلتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت وأُمّهٰتكم الّتى ارضعنكم وأخوتكم من الرضاعة وأُمّهٰت نسآئكم وربآئبكم الّتى فى حجوركم من نسآئكم الّتى دخلتم بهنّ فإن لم تكونوا دخلتم بهنّ فلا جناح عليكم وحلآئل ابنآئكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختيين إلا ما قد سلف . إن الله كان غفورًا رحيمًا . والمحصنٰت من النسآء إلا ما ملكت أيمانكم كتٰب الله عليكم ، وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۳، ۲۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : أسباب التحريم أنواع ؛ قرابة ، مصاهرة ، رضاع ، جمع، ملک ، شرک ، إدخال أمة على حرة . فهي سبعة ذكرها المصنف بهذا الترتيب ، وبقى التطليق ثلاثاً ، وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة ذكرهما فى الرجعة ، حرم على المتزوج ذكرًا كان أو أنثى نكاح أصله وفروعه علا أو نزل ، وبنت أخيه وأخته وبنتها ولو من زنى وعمته وخالته فهذه السبعة مذكورة في آية : ﴿حرمت عليكم أمهٰتكم﴾ . [النسآء :۲۳] . ويدخل عمة جده وجدته .

(۹۹/۳-۱۰۳ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱ /۲۷۳)

(فتاوی محمودیہ:۱۱/ ۲۹۹،کراچی)

علاتی اوراخیافی بھائی بہن کا رشتہ

مسئلہ (۱۳۶): اگر کوئی عورت مرد بن جائے اور اس سے کوئی اولاد بھی ہو، اور مرد بننے کے بعد بھی کوئی اولاد پیدا ہوئی ہو، تو ان دونوں کے درمیان رشتۂ ازدواج قائم نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ حرام ہے، اگر چہ اس کی پیدائش پر اس کی صفت جداگانہ تھی، پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان ازدواج کا تعلق درست نہیں ہے، جس طرح عینی بھائی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح علاتی اوراخیافی بھائی بہن سے بھی حرام ہے، ہر ایک کی تولید کے وقت مولود منہ کی جو صفت تھی اسی کے اعتبار سے رشتہ بھی قائم کیا جائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرمت عليكم أمّهٰتكم وبنٰتكم وأخوٰتكم﴾ . (النساء : ۲۳)

ما في " التفسير المنير " : النوع الثالث : من المحرمات ، الأخوات ، ويدخل فيه الأخوات من الأب والأم معاً ، والأخوات من الأب فقط ، والأخوات من الأم فقط . (۲۵/۴)

ما في " صفوة التفاسير " : (وأخوٰتكم) أي شقيقة كانت أو لأب أو لأم .

(۲۴۶/۱ ، التفسير المنير : ۲۴۶/۲)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس : " حرُم من النسب سبع ، ومن الصِّهر سبع ، ثم قرأ : ﴿حرمت عليكم أمهٰتكم﴾ الآية . [سورة النساء : ۲۳] الحديث " .

(ص/ ۹۴۱ ، كتاب النكاح ، باب ما يحل من النساء وما يحرم ، رقم الحديث : ۵۱۰۵)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : عن ابن عباس في آخر الحديث : ثم قرأ : حرمت عليكم أمهٰتكم حتى بلغ ، وبنات الأخ وبنات الأخت ، ثم قال : هذا النسب .

(۱۹۳/۹ ، كتاب النكاح ، رقم الباب : ۲۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (عن ابن عباس قال : حرم) بتشديد الراء مجهول ، أي جعل حراماً (من النسب سبع) أي نسوة هنّ الأم والبنت والأخت والعمة والخالة وبنت الأخ وبنت=

سوتیلی ماں کے شوہرِ سابق کی لڑکی سے نکاح

مسئلہ (۱۳۷): سوتیلی ماں کے شوہرِ سابق کی لڑکی سے نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، نکاح جائز ہے۔ (۱)

= الأخت . (۱۳۱۱/۶ ، کتاب النکاح ، باب المحرمات ، رقم الحدیث : ۳۱۸۱)

ما في " بدائع الصنائع " : وتحرم علیه أخواته وعماته وخالاته بالنص ، وهو قوله عز وجل : ﴿وأخوٰتکم وعمٰتکم وخٰلٰتکم﴾ سواء کنّ لأب وأم ، أو لأب أو لأم لإطلاق إسم الأخت .

(۵۳۰/۲ ، کتاب النکاح ، المحرمات بالقرابة)

ما في" البحر الرائق " : قوله : (وأخته وبنتها وبنت أخیه وعمته وخالته) للنص الصریح ، ودخل فیه الأخوات المتفرقات . (۱٦۴/۳ ، کتاب النکاح ، فصل في المحرمات)

ما في" تبیین الحقائق " : قال رحمه الله : (وأخته وبنتها) لأن حرمتهنّ منصوص علیها في هذه الآیة ، ویدخل في النص الأخوات المتفرقات . (۴٦۰/۲ ، کذا في مجمع الأنهر : ۴۷٦/۱ ، کتاب النکاح ، باب المحرمات) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۳۴۸، ۳۴۹،کراچی، جدید مسائل کاحل:ص/۳۲۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وأما بنت زوجة أبیه أو ابنه فحلال . در مختار . وفي الشامیة : قوله : (و أما بنت زوجة أبیه أو ابنه فحلال) وکذا بنت ابنها . " بحر " . قال الخیر الرملي : ولا تحرم بنت زوج الأم ، ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها .

(۸۴/۴ ، ۸۵ ، کتاب النکاح ، فصل في المحرمات)

ما في " البحر الرائق " : قال الرملي : قالوا : لا یحرم علی المرء زوجة من تبناه لأنه لیس بابن له ، ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه . (۱٦۷/۳ ، کتاب النکاح ، فصل في المحرمات)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ﴿ولا تنکحوا ما نکح اٰبآؤکم من النسآء إلا ما قد سلف انه کان فاحشة ومقتا وساء سبیلا﴾ .... والمحرم بهذه الآیة هو زوجة الأب فقط ، أما بنتها أو امها فلا تحرم علی الإبن ، فیجوز أن یتزوج الرجل امرأة ، ویتزوج ابنه بنتها أو امها .

(٦٦۲۷/۹ ، الفصل الثالث المحرمات من النساء أو الانکحة المحرمة) (خیرالفتاویٰ:۴/۳۳۲)

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح

مسئلہ (۱۳۸): سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے، کیوں کہ محرمات میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم واخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت وأُمّهٰتكم الّٰتى ارضعنكم وأخوٰتكم من الرضاعة وأُمّهٰت نسآئكم وربآئبكم الّٰتى فى حجوركم من نسآئكم الّٰتى دخلتم بهنّ فإن لم تكونوا دخلتم بهنّ فلا جناح عليكم وحلآئل ابنآئكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختيين إلا ما قد سلف . إن الله كان غفورًا رحيمًا . والمحصنٰت من النسآء إلا ما ملكت أيمانكم كتٰب الله عليكم ، وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۳،۲۴)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : وحرم على المتزوج ذكراً كان أو انثىٰ لنكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها وعمته وخالته) ..... وبنت زوجته الموطوءة وأم زوجته وإن لم توطأ وزوجة أصله وفرعه مطلقاً ولو بعيدًا دخل بها أو لا . (۸۲/۴ ، كتاب النكاح ، فصل فى المحرمات ، الهداية :۳۰۷/۲ ، كتاب النكاح ، فصل في بيان المحرمات، الفتاوى الهندية: ۲۷۳/۱، كتاب النكاح ، الباب الثالث فى بيان المحرمات، بدائع الصنائع :۵۲۹/۲ ، كتاب النكاح ، محرمات بالقرابة محرمات بالمصاهرة)

(امداد الاحکام:۳/ ۲۴۷)

ساس کی سوتیلی ماں سے نکاح

مسئلہ(۱۳۹): ساس کی سوتیلی ماں محرمات میں داخل نہیں ہے[۱]، اس لیے اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے، اپنی بیوی اوراس کی سوتیلی نانی (ساس کی سوتیلی ماں) کے درمیان ایسا رشتہ نہیں، جو موجبِ حرمت ہو، چنانچہ اگر سوتیلی نانی کو مرد فرض کیا جائے، تو اس کے اور اپنی بیوی کے درمیان کوئی رشتہ نہیں، البتہ اگر اپنی بیوی کو مرد فرض کیا جائے، تو سوتیلی نانی نانا کی مدخولہ ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی، مگر اس قسم کا یک طرفہ رشتہ، حرمت کو ثابت نہیں کرتا ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأحل لكم ما روآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء : ۲۴)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : ﴿وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . أى ما وراء ما حرمه الله تعالى ...... ويجوز الجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل ، أو بين امرأة وزوجة كانت لأبيها ، وهما واحد ، لأنه لا رحم بينهما فلم يوجد الجمع بين ذواتى رحم .
(۴۳۷/۳ ، كتاب النكاح)

ما في " الفتاوى الهندية " : وكذا يجوز بين امرأة وبنت زوجها فإن المرأة لو فرضت ذكر حلت له تلك البنت بخلاف العكس . (۲۷۷/۱ ، القسم الرابع ، المحرمات بالجمع)

ما في " مجمع الأنهر " : بخلاف الجمع بين امرأة وبنت زوجها فإنه يجوز لأنه لو فرضت المرأة ذكراً جاز له أن يتزوج بنت الزوج لأنها بنت رجل أجنبى . (۴۸۰/۱، كتاب النكاح ، باب المحرمات ، المبسوط للسرخسي : ۲۳۵/۴ ، قبيل باب النكاح الصغير والصغيرة)

(امداد الاحکام: ۲۵۰/۳)

سوتیلی بہنوں کوایک نکاح میں جمع کرنا

مسئلہ (۱۴۰): دوسوتیلی بہنوں کوایک نکاح میں جمع کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا نص قطعی سے حرام ہے، اور آیت تینوں قسموں کی بہن (حقیقی، علاتی اوراخیافی) کوشامل ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حُرّمت عليكم اُمّهٰتكم .... وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف﴾ . (سورة النسآء :۲۳)

ما في " روح المعاني " : والأخوات ينتظمن الأخوات من الجهات الثلاث وكذا الباقيات لأن الإسم يشمل الكل ويدخل في العمات والخالات أولاد الأجداد والجدات وإن علوا وكذا عمة جده وخالته وعمة جدته وخالاتها لأب وأم أو لأب أو لأم وذلک كله بالإجماع .

(۳۹۳/۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿وان تجمعوا بين الأختين﴾ . قال أبو بكر : قد اقتضى ذلک تحريم الجمع بين الاختين فى سائر الوجوه لعموم اللفظ . (۱۶۳/۲)

ما في " بدائع الصنائع " : واخواتكم وعماتكم وخالاتكم سواء كن لاب وأم أو لأب أو لأم لإطلاق اسم الاخت والعمة والخالة ويحرم عليه أبيه وخالته لأب وأم أو لأب أو لأم ، وعمة أمه وخالته لأب وأم أو لأب أو لأم بالإجماع . (۵۳۰/۲ ، البحر الرائق :۱۶۳/۳)

(معارف القرآن شفیعی :۳۶۱/۲، امدادالاحکام:۲۴۵/۳، ۲۴۶)

سَوکن کے لڑکے کا دوسری سَوکن کی نواسی کی لڑکی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۱): ایک سوکن کے لڑکے کے لیے دوسری سوکن کی نواسی کی لڑکی (جوسوتیلی بہن کی نواسی ہوئی) سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

دادی یا نانی کا دودھ پینے والے لڑکے کا نکاح پھوپھی، چچا، خالہ و ماموں کی اولاد سے

مسئلہ (۱۴۲): اگر کسی لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا، تو وہ اپنی کسی پھوپھی کی لڑکی، کسی چچا کی لڑکی، اور جس نے اپنی نانی کا دودھ پیا، وہ اپنی کسی خالہ کی لڑکی اور کسی ماموں کی لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا، کیوں کہ تمام پھوپھیاں، تمام چچا، تمام خالائیں اور تمام ماموں اس کے رضاعی بھائی بہن ہوگئے، اور رضاعی بھائی بہن کے بیٹوں اور بیٹیوں کا آپس میں نکاح حرام ہے، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں، جو ولادت (نسب) سے حرام ہوجاتے ہیں، اور نسب میں بھائی بہن کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم واَخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت﴾ . (سورة النسآء : ۲۳)

ما في " التفسير المظهري " : ﴿وبنٰت الأخ وبنٰت الأخت﴾ ، يعني فروع الأخ والأخت بناتهما وبنات أبنائهما وبنات بناتهما وإن سفلن سواء كان الأخ والأخت لأبوين أو لأحدهما.

(۲/۲۶۵، ۲۶۶، سورة النسآء :۲۳ ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۷۳، كتاب النكاح ، الباب الثالث في بيان المحرمات)=

رضاعی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۳): رضاعی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرنا شرعاً حرام ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

=(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم واَخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت﴾ . (سورة النسآء :٢٣)

ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها زوج النبى ﷺ ، أن النبى ﷺ قال : " يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة " .

(١/ ٢٨٠، كتاب النكاح ، باب ما يحرم من الرضاعة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : أسباب التحريم أنواع : قرابة مصاهرة ، رضاع .... (حرم) على المتزوج .... نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها) ولو من زنا .... وحرم (الكل) مما مرَّ تحريمه نسبًا ومصاهرة (رضاعًا) إلا ما استثني في بابه . (٨١/٤ – ٨٥ ، فصل في المحرمات ، ديوبند) (کفایت المفتی :۵/ ۱۶۸،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم واَخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت﴾ . (سورة النسآء :٢٣)

ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها زوج النبي ﷺ ، أن النبي ﷺ قال : "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة " . (١/ ٢٨٠، كتاب النكاح ، باب ما يحرم من الرضاعة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : أسباب التحريم أنواع : قرابة مصاهرة ، رضاع .... (حرم) على المتزوج .... نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها) ولو من زنا .... وحرم (الكل) مما مرَّ تحريمه نسبًا ومصاهرة (رضاعًا) إلا ما استثني فى بابه .

(٨١/٤ – ٨٥ ، فصل في المحرمات ، ديوبند)

(کفایت المفتی :۵/ ۱۶۹،کراچی)

مزنیہ کی لڑکی کے ساتھ زانی کے لڑکے کا نکاح

مسئلہ (۱۴۴): مزنیہ کی لڑکی کے ساتھ زانی کے لڑکے کا نکاح درست ہے، کیوں کہ زانی کے اصول وفروع کے لیے مزنیہ کے اصول وفروع حلال ہیں۔ [1]

---

(۱) ما في " رد المحتار " : وأما التحريم على آباء الزاني وأولاده فلاعتبار الجزئية ، ولا جزئية بينها وبين العم والخال . اهـ ....
.... قال في " البحر " : أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع : حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسبًا ورضاعًا ، وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسبًا ورضاعًا كما في الوطي الحلال ، ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزنى بها وفروعها . اهـ .
(۸۲/۴ – ۸٦ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، ديوبند ، البحر الرائق :۱۷۹/۳ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، دار الكتب العلمية بيروت)
ما في " كتاب الفقه على المذاهب الأربعة " : ...... وله أن يتزوج أختها ، وتحل أصولها وفروعها لأصول الزانلا وفروعه ، فيجوز لابنه أن يتزوج بنتها .
(٦۵/۴ ، مبحث فيما تثبت به حرمة المصاهرة ، دار احياء التراث العربي)
(خیر الفتاوی:۳۹۳/۴،۳۹۴)

زنا کا نکاح پر اثر

مسئلہ (۱۴۵): اگر شادی شدہ مرد کسی عورت سے زنا کرے، یا شادی شدہ عورت کسی مرد کے ساتھ زنا میں مبتلا ہو، تو ان کے اس فعلِ زنا سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، نکاح علیٰ حالہ باقی رہے گا، (۱) البتہ زانی اور زانیہ دونوں گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے، جس پر انہیں توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة . در مختار . وفي الشامية : قوله : (لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة) ولا عليها تسريح الفاجر إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا . اهـ . مجتبى . والفجور يعم الزنا وغيره ، وقد قال ﷺ لمن زوجته لا تردّ يد لامس ، وقد قال : إني أحبها " استمتع بها " .

(۹/۵۲۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، ديوبند)

ما في " الفتاوى الهندية " : له امرأة فاسقة لا تنزجر بالزجر لا يجب تطليقها . كذا في القنية .

(۵/۳۷۲ ، كتاب الكراهية ، الباب الثلاثون في المتفرقات)

ما في " رد المحتار " : قال في " البحر " : لو تزوج بامرأة الغير عالمًا بذلك ودخل بها لا تجب العدة عليها حتى لا يحرم على الزوج وطؤها . وبه يفتىٰ . لأنه زنى ، والمزنى بها لا تحرم على زوجها . (۴/۱۰۹ ، كتاب النكاح ، مطلب فيما لو زوج المولى أمته ، ديوبند)

(فتاوی محمودیہ: ۱۰/ ۵۴۷، ۵۴۸-۵۵۰، ۵۵۱، کراچی، خیر الفتاوی: ۴/ ۲۹۹، ۳۰۰)

سنی اور شیعہ کا نکاح

مسئلہ (۱۴۶): وہ شیعہ مرد یا عورت، جن کا عقیدہ یہ ہو کہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا حُلُوْل[1] ہوا تھا، یا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی آخر الزماں مان کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی کا اعتقاد رکھتے ہوں، یا قرآن شریف کو مُحَرَّف مانتے ہوں، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، یا شیخین (حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو کافر گردانتے ہوں، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سبّ وشتم (گالی/ بدزبانی) کو حلال سمجھتے ہوں، تو وہ کافر ہیں۔ اُن سے سنی مرد وعورت کا نکاح درست نہیں ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فيروز اللغات " : ایک چیز کا دوسری چیز میں اس طرح داخل ہونا کہ دونوں میں تمیز نہ ہو سکے۔ (ص/۵۷۵)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : الرافضي إذا كان سب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وإن كان يفضل عليا كرم الله وجهه على أبى بكر رضى الله تعالى عنه لا يكون كافرًا إلا أنه مبتدع ، ولو قذف عائشة رضى الله تعالى عنها بالزنا كفر بالله ...... من أنكر إمامة أبي بكر الصديق فهو كافر .
(۲/۲۶۴، مطلب موجبات الكفر أنواع منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : أن لا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلمًا ، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة لقوله تعالى : ﴿ولا تنكحوا المشركٰت حتى يؤمنّ﴾ .
(۳/۴۵۸ ، كتاب النكاح ، فصل في نكاح المشركة)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : اسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة ، فلا يجوز=

قادیانی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۷): اگر کسی سنی لڑکی کا نکاح کسی قادیانی لڑکے سے ہوا، تو یہ نکاح نکاحِ فاسد ہے، اور نکاحِ فاسد میں اس وقت تک مہرِ مثل لازم نہیں ہوتا جب تک کہ دخول نہ ہو، اور اس صورت میں مہرِ مثل کا وجوب وطی (جماع) کے سبب ہے، نہ کہ عقد کے سبب۔ (۱)

= إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى : ﴿ولا تنكحوا المشركٰت حتى يؤمنّ﴾ . ولأن في النكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر ، لأن الزوج يدعوها إلى دينه ، والنساء في العادات يتعبن الرجال فيما يؤثروا من الأفعال ، ويقلّدونهم في الدين .

(۳/۴۶۵ ، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ ۱۸۷، ۱۸۸، فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۴۵۷-۴۵۸، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (يجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء) في القبل (لا بغيره) كالخلوة لحرمة وطئها ولم يزد مهر المثل على المسمى .

(۴/۲۰۲ ، كتاب النكاح ، مطلب في النكاح الفاسد)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فساد النكاح صرح الحنفية والشافعية بأنه لا تصح التسمية في النكاح الفاسد حتى لا يلزم المسمى لأن ذلک ليس بنكاح ، إلا أنه إذا وجد الدخول يجب مهر المثل لكن بالوطء لا بالعقد .

(۳۹/۱۸۸ ، البحر الرائق : ۳/۲۹۴ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

(کفایت المفتی: ۵/۱۹۳، کراچی)

کافرہ عورت کو جبراً مسلمان بنا کراس سے نکاح

مسئلہ (۱۴۸): کسی بھی غیر مسلم کافرہ، مشرکہ، عیسائیہ، یہودیہ عورت کو اسلام لانے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے[۱]، البتہ اگر وہ مجبور ہوکر اسلام قبول کرلے، تو اس کا اسلام معتبر ہوگا[۲]، اور اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہوگا[۳]، لیکن اگر نکاح کے بعد قاضی کے سامنے یہ بات ثابت ہوجائے کہ یہ نکاح ناحق اِکراہ کے ذریعہ کیا گیا ہے، تو قاضی اس نکاح کو فسخ کرسکتا ہے، اس لیے کہ ناحق اِکراہ ظلم ہے[۴]، اور رفعِ ظلم قاضی کے فرائض میں داخل ہے۔[۵]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لَآ اِكراهَ فِي الدِّينِ﴾ . (سورة البقرة : ۲۵۶)

(۲) ما في " فتاوى قاضي خان " : وإذا اجبر الكافر على الإسلام فأسلم صح إسلامه .

(۴/۴۱۶ ، كتاب الإكراه)

(۳) ما في " رد المحتار " : وأما ما ذكر من أن نكاح المكره صحيح إن كان هو الرجل ، وإن كان المرأة فهو فاسد ، فلم أر من ذكره وإن أوهم كلام القهستاني السابق ذلک بل عبارتهم مطلقة فی أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة ، فمن ادعى التخصيص فعليه إثباته بالنقل الصريح . (۴/۸۷ ، كتاب النكاح)

ما في " فتاوى قاضي خان " : إذا اكره على النكاح فتزوج صح نكاحه عندنا .

(۴/۴۱۶ ، كتاب الإكراه)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : الإكراه بغير حق هو الإكراه ظلمًا ، أو الإكراه المحرم ، لتحريم وسيلته ، أو لتحريم المطلوب به . (۶/۱۰۴ ، كتاب الإكراه)

(۵) ما في " المبسوط للسرخسي " : وهذا لأن فی القضاء بالحق إظهار العدل وبالعدل قامت السّمٰوٰات والأرض ورفع الظلم وهو ما يدعو إليه عقل كل عاقل وإنصاف المظلوم =

بیوی کی لڑکی سے شوہر کے بھائی کا نکاح

مسئلہ (۱۴۹): کسی خاتون کا نکاحِ ثانی کسی شخص سے ہو، اوراس کی شوہرِ سابق سے پیدا شدہ بیٹی کا نکاح اِس شخص کے بھائی سے ہو، تو شرعاً یہ درست ہے۔ (۱)

دو بہنوں کی شادی دو بھائیوں سے

مسئلہ (۱۵۰): دو بہنوں کی شادی ایک گھر میں دو بھائیوں سے ہونے پر بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک بہن ضرور مرجائیگی، یا ایک بھائی ضرور مرجائے گا، گھر آباد نہیں ہوسکے گا، گھر میں بیماریوں کا سلسلہ چلتا رہے گا، کمائی سے برکت اٹھ جائیگی، اور گھر میں ہمیشہ جھگڑا چلتا رہے گا وغیرہ، یہ سب باتیں شرعاً بے بنیاد، بے اصل اور غلط ہیں، لہٰذا اس طرح کے اعتقاد سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے (۲)، کیوں کہ نفع ونقصان

=من الظالم واتصال الحق إلى المستحق وأمر بالمعروف ونهي عن المنكر ولأجله بعث الأنبياء والرسل صلوات الله عليهم وبه اشتغل الخلفاء الراشدون رضوان الله تعالى عليهم .
(۱٦/ ٦٧، كتاب أدب القاضي ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم وأَخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت﴾ الخ . ﴿وأُحلّ لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۳، ۲۴)
ما في " رد المحتار " : قال الخير الرملي : ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها . (۴/۱۰۵ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات)
ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : فلذا جاز التزويج بأم زوجة الإبن وبنتها ، وجاز للإبن التزوج بأم زوجة الأب وبنتها . (۳/۱۹۹ ، كتاب النكاح ، فى بيان المحرمات ، دار الكتب العلمية بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۷۷) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۸۰، کراچی)=

پہنچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے[۱]، نیز موت کا ایک وقت مقرر ہے، خواہ ایک گھر میں شادی ہو، یا علیحدہ علیحدہ گھروں میں، یا بالکل شادی ہی نہ ہو، موت اپنے وقت پر آئے گی، نہ مؤخر ہوگی نہ مقدم[۲]، البتہ دو بہنوں کا دو بھائیوں کے ساتھ نکاح کرنا حالات ومصالح کے اعتبار سے نامناسب ہو، تو وہ دوسری بات ہے، لیکن مذکورہ خوف، غلط اور بے اصل ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه ، عن رسول الله ﷺ قال : " الطيرة شرک ، قاله ثلاثاً ، وما منا إلا ولكن الله يذهبه بالتوكل " .
(ص/۵۴۶ ، كتاب الكهانة والتطير ، الرقم : ۳۹۱۰ ، جامع الترمذي : الرقم : ۱۶۱۴ ، مشكوة المصابيح: ص/۳۹۲ ، باب الفال والطيرة ، الفصل الثاني)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا عدوى ولا هامة ولا طيرة ، وأحب الفال الصالح " . (۲/۲۳۱، الطيرة والفال يكون فيه الشؤم)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : قال العلامة النووي رحمه الله : وفي حديث آخر الطيرة شرک أي اعتقاد انها تنفع أو تضر إذا عملوا بمقتضاها معتقدين تاثيرها فهو شرک لأنهم جعلوا لها أثرًا في الفعل والإيجاد . (۲/۲۳۱، الطيرة والفال يكون فيه الشؤم)

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن يمسَسْک الله بضرّ فلا كاشف لہ إلا هو وإن يّردک بخير فلا رآدّ لفضله﴾ . (سورة يونس : ۱۰۷)

ما في " التفسير الكبير " : قال ابن عباس : ﴿إن يمسَسْک الله بضرّ فلا كاشف له إلا هو﴾ يعني بمرض وفقر فلا دافع له إلا هو .... فقوله : (وإن يّردک بخير ...) يدل على أن المقصود هو الإنسان وسائر الخيرات مخلوقة لأجله ، فهذه الدقيقة لا تستفاد إلا من هذا التركيب . (۶/۳۱۰، لاهور)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لكل اُمّة اَجل إذا جآء اَجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون﴾ . (سورة يونس : ۴۹) (فتاوی محمودیہ:۱/۲۳۵،کراچی)=

رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح

مسئلہ (۱۵۱): زید وعمرو نے کسی دائی کا دودھ پیا، تو وہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی ہوگئے، مگر زید، عمرو کی حقیقی بہن (جس نے اس دائی کا دودھ نہ پیا ہو) سے نکاح کرسکتا ہے، کیوں کہ ان دونوں میں رشتۂ رضاعت نہیں ہے، بشرطیکہ اور کوئی مانعِ شرعی موجود نہ ہو۔ (۱)

=ما في " التفسير الكبير " : المسئلة الرابعة : قوله : ﴿إذا جآء أجلهم فلا يستأخرون﴾ يدل على أن أحدًا لا يموت إلا بانقضاء أجله . (۲۶۲/۶ ، سورة يونس: ۴۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ويجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخيه من الرضاع ، لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب . (۳۵۱/۲ ، كتاب الرضاع)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وتحل أخت أخيه رضاعًا) يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعًا أخت نسبًا وبهما، وهو ظاهر . (۴۱۰/۴ ، كتاب النكاح ، باب الرضاع ، بيروت)

ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله : وتحل أخت أخيه رضاعًا ونسبًا مثاله في النسب أن يكون له أخ من أب له أخت من أمه جاز له أن يتزوج بها ومثاله في الرضاع ظاهر .

(۶۳۷/۲، كتاب الرضاع)

(کفایت المفتی: ۱۶۰/۵، کراچی)

چچا کا اپنے بھتیجے کی بیوہ سے یا بھتیجے کا اپنے چچا کی بیوہ سے نکاح

مسئلہ (۱۵۲): چچا اپنے بھتیجے کی بیوہ سے، یا بھتیجہ اپنے چچا کی بیوہ سے عدت گذر جانے کے بعد نکاح کرسکتا ہے، کیوں کہ ان کا شمار محرمات میں نہیں ہے[۱]، بشرطیکہ کوئی اور مانعِ شرعی موجود نہ ہو۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أمّهٰتكم وبنٰتكم واخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت وأمّهٰتكم التى ارضعنكم وأخوٰتكم من الرضاعة وأمّهٰت نسآئكم وربآئبكم التي في حجوركم من نسآئكم التى دخلتم بهنّ فإن لم تكونوا دخلتم بهنّ فلا جناح عليكم وحلآئل ابنآئكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختيين إلا ما قد سلف . إن الله كان غفورًا رحيمًا . والمحصنٰت من النسآء إلا ما ملكت أيمٰنكم كتٰب اللّٰه عليكم ، وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۳، ۲۴)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : وحرم على المتزوج ذكرًا كان أو انثىٰ نكاح (أصله وفرعه) علا أو نزل (وبنت أخيه واخته وبنتها) ولو من زنا (وعمته وخالته) ..... (وبنت زوجته الموطوء ة وأم زوجته) وجداتها مطلقًا بمجرد العقد الصحيح مطلقًا (وإن لم توطأ) الزوجة ..... (وزوجة أصله وفرعه مطلقًا) ولو بعيدًا (دخل بها أو لا) ..... والكل رضاعًا إلا ما استثنى فى بابه . (۸۲/۴ ، فصل فى المحرمات ، الهداية : ۳۰۷/۲ ، الفتاوى الهندية : ۲۷۳/۱ ، بدائع الصنائع : ۵۲۹/۲) (امدادالاحکام:۲۴۲/۳-۲۴۴)

جیل میں بند شخص کی بیوی کا دوسرے شخص سے نکاح

مسئلہ (۱۵۳): کسی بھی عورت کا اس کے شوہر کے زندہ ہوتے ہوئے، (خواہ شوہر اول مقید ہو یا کہیں دور پردیس میں رہتا ہو) اس سے طلاق لیے اور عدت گذارے بغیر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا باطل ہے، اگر کسی عورت نے نکاح کر بھی لیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ، لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً .

(۴/۲۰۳، كتاب النكاح ، مطلب في النكاح الفاسد)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالى : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . معطوفًا على قوله عزّ وجل : ﴿حرّمت عليكم اُمّهٰتكم﴾ . إلى قوله : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . وهن ذوات الأزواج ، وسواء كان زوجها مسلما أو كافرًا إلا مسبية التي هى ذات زوج سبيت وحدها ، لأن قوله تعالى : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ عام فى جميع ذوات الأزواج ، ثم استثنى تعالى منها المملوكات بقوله تعالى : ﴿إلا ما ملكت أيمانكم﴾ . والمراد منها المسبيات اللاتى سبين وهن ذوات الأزواج ، ليكون المستثنى من جنس المستثنى منه ، فيقتضى حرمة نكاح كل ذات زوج إلا التى سبيت . (۳/۴۵۱)

ما في " منهاج المسلم للجزائرى " : المحصنة : أى المتزوجة حتى تطلق أو تؤيم وتنقضي عدتها ، لقوله تعالى فى سياق بيان المحرمات : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . [النسآء : ۲۴].

(ص/ ۳۵۱ ، المحرمات تحريمًا مؤقتًا . الخ)

(امداد الاحکام: ۳/ ۲۵۵-۲۵۷)

چچا یا خالو کی نواسی سے نکاح

مسئلہ (۱۵۴): چچا یا خالو کی نواسی سے نکاح کرنا جائز ہے، اس لیے کہ جب چچا کی لڑکی اور خالو کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، تو ان کی نواسی سے نکاح بدرجہ اَولیٰ جائز ہوگا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " أحکام القرآن للجصاص " : ﴿حرمت علیکم﴾ إلی قوله : ﴿وأخوتکم وعمّتکم وخٰلتکم﴾ . [سورة النساء :۲۳] . وخص تعالی العمات والخالات بالتحریم دون أولادهنّ ولا خلاف فی جواز نکاح بنت العمة وبنت الخالة . (۲/۱۵۶ ، باب ما یحرم من النساء)

ما في " بدائع الصنائع " : ثم أخبر سبحانه وتعالی أنه أحل ما ورآء ذلک بقوله : ﴿أحل لکم ما ورآء ذلکم﴾ . (سورة النسآء :۲۴] . وبنات الأعمام والعمات والأخوال والخالات لم یذکرن فی المحرمات ، فکن مما ورآء ذلک ، فکن محللات .

(۳/۴۱۱ ، کتا النکاح ، فصل فی المحرمات بالقربة)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : وأما بنات الأعمام والأخوال وبنات العمات والخالات وفروعهن فیجوز التزوج بهن لعدم ذکرن فی المحرمات لقوله تعالی : ﴿وأحل لکم ما ورآء ذلکم﴾ . ولقوله تعالی : ﴿یآیها النبي إنا أحللنا لک أزواجک اللاتي اٰتیت أُجورهنّ﴾ . إلی قوله تعالی : ﴿وبنٰت عمّک وبنٰت عمّتک وبنٰت خٰلک وبنٰت خٰلتک اللاتی هاجرن معک﴾ ، وما أحله الله للرسول ﷺ یحل لأمته ما لم یقم دلیل علی أن الحل خاص بالرسول ﷺ ، ولا یوجد دلیل علی الخصوص فشمل الحکم المؤمنین جمیعًا .

(۳۶/۲۱۲ ، محرمات النکاح)

(کفایت المفتی :۵/۴۱، کراچی)

بیٹے کی سالی سے نکاح

مسئلہ (۱۵۵): اپنے بیٹے کی سالی سے نکاح کرنا جائز ہے، کیوں کہ یہ محرمات میں سے نہیں ہے۔(۱)

بیوی کے انتقال کے فوراً بعد سالی سے نکاح

مسئلہ (۱۵۶): اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے انتقال کے بعد فوراً سالی سے نکاح کرنا چاہے، تو کرسکتا ہے، کیوں کہ سالی سے نکاح کی ممانعت جمع بین الاختین (دو بہنوں کو بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنے) کے ممنوع ہونے کی وجہ سے تھی، اور اب یہ ممانعت باقی نہیں رہی، اس لیے نکاح جائز ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿حرّمت علیکم أمّھٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت وأمّھٰتکم التی ارضعنکم وأخوٰتکم من الرضاعة وأمّھٰت نسآئکم وربآئبکم الّتی فی حجورکم من نسآئکم الّتی دخلتم بھنّ فإن لم تکونوا دخلتم بھنّ فلا جناح علیکم وحلآئل ابنآئکم الذین من أصلابکم وأن تجمعوا بین الأختیین إلا ما قد سلف . إن اللہ کان غفورًا رحیمًا . والمحصنٰت من النسآء إلا ما ملکت أیمانکم کتٰب اللّٰہ علیکم، وأحل لکم ما ورآء ذٰلکم﴾ . (سورة النسآء :۲۳، ۲۴)

ما في " رد المحتار " : (حرم) علی المتزوج ذکرًا کان أو أنثیٰ نکاح (أصله وفروعه) علا أو نزل وبنت أخیه وأخته وبنتها ولو من زنی وعمته وخالته ..... فهذه السبعة مذکورة في آیة المذکورة . (۸۲/۴ ، فصل فی المحرمات ، الفتاوی الهندیة : ۲۷۳/۱، الباب الثالث في بیان المحرمات ، البحر الرائق :۱۶۴/۳ ، فصل في المحرمات) (امدادالاحکام:۲۴۹/۳)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأن تجمعوا بین الأختین إلا ما قد سلف﴾ . (النساء :۲۳)=

حالت نفاس میں نکاح

مسئلہ (۱۵۷): حالت نفاس میں نکاح صحیح ہے، کیوں کہ ممنوعاتِ نفاس میں نفسِ نکاح کی ممانعت نہیں ہے[۱]، جیسے البحر الرائق، تبیین الحقائق اور دیگر کتبِ فقہ میں بیان کیا گیا ہے، البتہ صحبت (ہمبستری) ناجائز ہے، جیسے کہ حیض کی حالت میں ناجائز ہے۔[۲]

=ما في " مجمع الأنهر " : أما لو ماتت المرأة فتزوج بأختها بعد يوم جاز .
(۱/۴۷۸ ، كتاب النكاح ، باب المحرمات ، رد المحتار : ۴/۹۳، فصل في المحرمات)
ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : إذا زال المانع عاد الأصل .
(ص/۱۱۲ ، قاعده : ۱۹)
(فتاوی محمودیہ: ۱۱/ ۴۲۷، کراچی، امداد الاحکام: ۳/۲۵۰)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله تعالى : يمنع صلاة وصومًا ودخول مسجد والطواف ، وقربان ما تحت الإزار وقرأة القرآن ، ومسه إلا بغلافه ، ومنع الحديث المس .
(۱/۱۶۱ ، ۱۶۵ ، الفتاوى الهندية : ۱/۳۷ ، باب الحيض ، البحر الرائق : ۱/۳۴۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ويسئلونك عن المحيض قل هو أذىً فاعتزلوا النسآء في المحيض ولا تقربوهنّ حتى يطهرن﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۲)
ما في " الهداية " : ولا يأتيها زوجها ، لقوله تعالى : ﴿ولا تقربوهنّ حتى يطهرن﴾ .
(۱/۶۴ ، كتاب الطهارة ، باب الحيض والاستحاضة)
ما في " رد المحتار " : وحكمه كالحيض في كل شيء إلا في سبعة ذكرتها في الخزائن .
(۱/۴۳۱ ، باب الحيض ، مطلب في حكم وطء المستحاضة)
(فتاوی محمودیہ: ۱۰/ ۵۴۸، ۵۴۹، کراچی)

بارات کے تاخیر سے آنے پر کسی دوسرے لڑکے سے نکاح

مسئلہ (۱۵۸): اگر کوئی شخص لڑکے کی بارات دیر میں آنے کی وجہ سے، اپنی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے لڑکے سے دو گواہوں کی موجودگی میں کرادے، تو شرعاً یہ نکاح درست ہوگا (۱)، البتہ اس کا یہ فعل دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي .... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين . (۲/۳۰۵، ۳۰۶)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما ركن النكاح فهو الإيجاب والقبول وذلک بألفاظ مخصوصة أو ما يقوم مقام اللفظ . (۲/۴۸۵ ، المختصر القدوري :ص/۵۰۲ ، كتاب النكاح ، رد المحتار :۴/۶۹، كتاب النكاح)

(الفتاوى الهندية : ۱/۲۷۰، الباب الثاني فيما ينعقد النكاح وما لا ينعقد)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوآ اَوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " آية المنافق ثلاث : إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (ص/۱۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (وإذا وعد أخلف) أى جعل الوعد خلافاً بأن لم يف بوعده ، ووجه المغايرة بين هذه وما قبلها ان الاخلاف قد يكون بالفعل .

(۱/۲۱۱ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)

باب المهر

☆......مہر کے مسائل......☆

مہر کی قسمیں

مسئلہ (۱۵۹): شریعتِ مقدسہ میں مہر کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) مہرِ مسمیٰ: وہ مہر ہے جو زوجین یا ان کے وکلاء نکاح کرتے وقت باہمی رضامندی سے مقرر کرتے ہیں۔

(۲) مہرِ مثل: وہ مہر ہے جو عورت کے خاندان کی دیگر عورتوں مثلاً: سگی بہنوں، پھوپھیوں اور چچازاد بہنوں کے مہر کے برابر ہوتا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : المهر عند الفقهاء نوعان : مهر مسمى ومهر المثل : أما المهر المسمى : فهو ما سمى فى العقد أو بعده بالتراضى ، بأن اتفق عليه صراحة فى العقد ، أو فرض للزوجة بعده بالتراضى ، وأما مهر المثل : فقد حدده الحنفية بأنه مهر امراة تماثل الزوجة وقت العقد من جهة أبيها لا أمها إن لم تكن من قوم أبيها كأختها وعمتها وبنت عمها ، فى بلدها وعصرها . (۹/۶۷۷۴، رابعاً: انواع المهر وحالات وجوب كل نوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : المهر الواجب نوعان : المهر المسمى : وهو العوض فى عقد النكاح والمسمى بعده لمن لم يسم لها فى العقد ، مهر المثل : وهو القدر الذى يرغب به فى أمثال الزوجة . (۳۹/۱۵۳، مهر) (فتاویٰ حقانیہ:۴/۳۶۸)

مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح اور نسب کا ثبوت

مسئلہ (۱۶۰): اگر کوئی شخص مجلسِ نکاح میں مہر کو ذکر کرے اور ادا کرنے کی نیت نہ ہو، تب بھی نکاح صحیح ہوگا، اور اس پر اس مہر کی ادائیگی لازم ہوگی [۱]، نیز جب نکاحِ فاسد میں اولاد کا نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے، تو اِس نکاحِ صحیح میں بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگا [۲]، اور پیدا شدہ اولاد کو ولدالحرام کہنا جائز نہیں ہوگا۔ [۳]

لڑکے کو مہر بتائے بغیر نکاح

مسئلہ (۱۶۱): آج کل بہت سے اولیاء لڑکے کا نکاح کراتے ہیں، لیکن لڑکے کو یہ نہیں بتاتے کہ تمہاری بیوی کا مہر کتنا ہے، اور خود ہی اپنی طرف سے مہر ادا بھی کردیتے ہیں، اس صورت میں نکاح شرعاً درست ہوجائے گا۔ [۴]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندیة " : (ثم الأصل) فی التسمیة أنها إذا صحت وتقررت یجب المسمی ثم ینظر إن کان المسمی عشرة فصاعدًا فلیس لها إلا ذلک ، وإن کان دون العشرة یکمل عشرة عند أصحابنا الثلاثة . (۱/۳۰۳ ، کتاب النکاح ، الباب السابع فی المهر)

(۲) ما في " المحیط البرهاني في الفقه النعماني " : ذکر فی " فتاوی أبی اللیث " : رجل تزوج امرأة نکاحًا فاسدًا وجاء ت بولد أتی بستة أشهر ثبت النسب ، فالنکاح الفاسد بعد الدخول في حق النسب بمنزلة النکاح الصحیح . (۳/۲۴۸، کتاب النکاح ، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحکامه ، احیاء التراث العربي) (امدادالاحکام:۳/۳۶۵)

(۳) ما في " القرآن الکریم " : ﴿إن الذین جآء وا بالإفک عصبة منکم .... لکل امرئ منهم ما اکتسب من الإثم ، والذي تولّٰی کبره منهم له عذاب عظیم﴾ . (سورة النور: ۱۱)=

مہر مؤجل اور مہر معجّل میں فرق

مسئلہ (۱۶۲): مہر معجّل سے مراد، مہر کی کل یا بعض وہ مقدار ہے جس کا فی الفور ادا کرنا لازم ہے۔ اور مہر مؤجل سے مراد، مہر کی کل یا بعض وہ مقدار ہے جس کی ادائیگی فوری لازم نہ ہو، بلکہ اس کے لیے کوئی میعاد مقرر کردی گئی ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۴) ما في " البحر الرائق " : قوله : (وصح ضمان الولي المهر) لأنه من أهل الالتزام ..... وفى الاستحسان لا رجوع له لأن الآباء يتحملون المهور عن أبنائهم عادة ولا يطمعون فى الرجوع ، والثابت بالعرف كالثابت بالنص ..... والحاصل أن عدم الرجوع مخصوص بالأب . (۳/۳۰۵، ۳۰۶ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

ما في " رد المحتار " : (وكذا الصبي كفء بغنى أبيه) أو أمه أو جده . نهر عن المحيط . (بالنسبة إلى المهر) يعني المعجل كما مر (لا) بالنسبة إلى (النفقة) لأن العادة أن الآباء يتحملون عن الأبناء المهر لا النفقة . ذخيرة . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : ومقتضٰى تخصيصه بالصبي أن الكبير ليس كذلک ، ووجهه أن الصغير غنيّ بغنى أبيه في باب الزكاة ، بخلاف الكبير ، لكن إذا كان المناط جريان العادة بتحمل الأب لا يظهر الفرق بينهما ولا بين المهر والنفقة فيهما حيث تعورف ذلک . والله تعالى أعلم .

(۴/۲۲۰، كتاب النكاح ، باب الكفاءة ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وإن بينوا قدر التعجيل يعجل ذلک ...... لا خلاف لأحد أن تأجيل المهر إلى غاية معلومة نحو شهرًا وسنة صحيح .

(۱/۳۱۸ ، كتاب النكاح ، التنوير مع الدر والرد :۴/۲۱۶)

(کفایت المفتی:۵/۱۲۴، ۱۲۵، کراچی، فتاوی دار العلوم:۸/ ۲۴۹)

نکاح میں مقدارِ مہر کا تعیُّن

مسئلہ (۱۶۳): نکاح میں مقدارِ مہر کا تعیُّن ضروری نہیں ہے، بغیر تعیُّن کے بھی نکاح صحیح ہو جائے گا(۱)، اور اس صورت میں مہرِ مثل واجب ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ويصح النكاح وإن لم يسم فيه مهرًا ، لأن النكاح عقد انضمام وازدواج لغة فيتم بالزوجين . (۱/۳۲۳)

ما في " حاشية الهداية " : ثم المهر هذا كلام على سبيل التنزل أى إن اسلمنا أن لا يصح بدون المهر لكن لا حاجة إلى ذكره لأن الشارع عيّن وكفى كفاية . (۱/۳۲۳)

ما في " العناية " : لا خلاف فى أحد فى صحة النكاح بلا تسمية المهر، قال الله عز وجل : ﴿فانكحوا﴾ . والنكاح لغة لا ينبئ إلا عن الانضمام والازدواج فيتم بالمتناكحين ، فلو شرطنا التسمية فيه زدنا على النص . (۲/۲۸۲، باب المهر، فتح القدير لإبن الهمام : ۳/۳۰۴ ، تبيين الحقائق : ۲/۵۳۳ ، باب المهر)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : فإن تزوجها ولم يسمّ لها مهرًا أو تزوجها على أن لا مهر لها فلها مهر مثلها إن دخل بها أو مات عنها ، وكذا إذا ماتت هي . (۲/۱۲۹)

ما في " النهر الفائق " : (وإن لم يسمه) تسمية صحيحة أو سكت عنه (لو نفاه فلها مهر مثلها إن وطى) ولو حكما (أو مات عنها) أو ماتت .

(۲/۲۳۱ ، باب المهر، رد المحتار : ۴/۱۷۷ ، باب المهر)

(فتاوی دار العلوم : ۷/۶۳)

یک مُشت مہر کی ادائیگی

مسئلہ (۱۶۴): مہر یک مُشت ادا کرنا بہتر ہے، لیکن اگر یک مُشت مہر کی ادائیگی مشکل ہو، تو اسے قسط وار بھی ادا کیا جاسکتا ہے، باہمی مشورہ کے ذریعے قسطیں مقرر کرلی جائیں کہ کل قسطیں اتنی ہوں گی، اور ہر قسط میں اتنی مقدار دی جائے گی، نیز وقت کی تعیین بھی کرلی جائے تو بہتر ہے، تاکہ جھگڑے فساد سے بچ جائیں، اسی طرح اگر عقدِ نکاح کے وقت تمام مہر یا بعض مہر کا مؤجل یا معجّل دینا طے ہوا ہو، تو اس کے موافق عمل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (لأخذ ما بين تعجيله) من المهر كله أو بعضه (أو) أخذ (قدر ما يعجل لمثلها عرفاً) . به يفتى . لأن المعروف (ان لم يؤجل) أو يعجل (كله) فكما شرط لأن الصريح يفوق الدلالة . (۲۹۰/۴، كتاب النكاح ، باب المهر)

ما في " الفتاوى الهندية " : وان بينوا قدر المعجل يعجل ذلك وإن لم يبينوا شيئًا ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر فيجعل ذلك معجلاً ولا يقدر بالربح ولا بالخمس ، وإنما ينظر إلى المتعارف وإن شرطوا فى العقد تعجيل كل المهر يجعل الكل معجلاً ويترك العرف . كذا في فتاوى قاضي خان . (۳۱۸/۱ ، كتاب النكاح ، الفصل الحادي عشر في منع المرأة)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا كان المهر مؤجلاً أجلاً معلومًا فحل الأجل ليس لها أن تمنع نفسها لتستوفى في المهر في أصل أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى .... ولو كان بعضه عاجلاً وبعضه آجلاً فاستوفت العاجل ، وكذلك لو أجلته بعد العقد مدة معلومة ليس لها أن تحبس نفسها . (۳۱۸/۱ ، كتاب النكاح ، الباب السابع فى المهر ، الفصل الحادى عشر ، الموسوعة الفقهية : ۱٦٦/۳۹ ، مهر) (فتاوی حقانیہ:۳۷۱/۴، امداد الاحکام:۳۶۲/۳، ۳۶۳)

ناقابلِ جماع عورت مہر کی حق دار ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ (۱۶۵): عورت کا، مہرِ کامل کی حق دار ہونے کے لیے کم از کم اس کے ساتھ خلوتِ صحیحہ کا پایا جانا ضروری ہے(۱)، اور عورت کا جماع کے قابل نہ ہونا یہ خلوتِ صحیحہ کے لیے مانع ہے(۲)، لہٰذا اگر کوئی عورت قابلِ جماع نہ ہو، اور میاں بیوی کے مابین فُرقت واقع ہوجائے، تو اگر مہر، مہرِ مسمّٰی ہو، تو وہ نصفِ مہر کی حق دار ہوگی(۳)، اور اگر مہر، مہرِ مسمّٰی نہ ہو، تو وہ متعہ (قمیص، اوڑھنی اور چادر) کی حق دار ہوگی(۴)، یعنی ایک ایسا مکمل لباس جسے پہن کر دیندار عورت اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے۔(۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فقال [البسيط] :

وخــلوة الزوج مثــل الوطء في صور وغيره وبهذا العقد تحصيل

تكميل مهر وأعداد كذانسب إنفاق سكنى ومنع الأخت مقبــول .

(۴/۲۵۸ ، كتاب النكاح ، مطلب فى أحكام الخلوة)

(الفتاوى الهندية : ۱/۳۰۳ ، كتاب النكاح ، الباب السابع)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : والخلوة الفاسدة أن لا يتمكن من الوطء حقيقةً كالمريض المدنف الذي لا يتمكن من الوطء ..... أما المرض والمراد به ما يمنع الجماع . (۱/۳۰۴)

(۳) ما في " رد المحتار " : ان المهر يجب بنفس العقد والدخول أو الموت مؤكد له ، والطلاق قبلهما منصف له . (۴/۱۹۱ ، كتاب النكاح ، مطلب في أحكام الخلوة ، ديوبند ،

بدائع الصنائع : ۲/۵۹۳ ، كتاب النكاح ، ما يسقط به نصف المهر)

(۴) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتجب متعة لمفوضة وهي من زوجت بلا مهر طلّقت قبل الوطء وهي درع وخمار وملحفة لا تزيد على نصفه . (۴/۱۷۸ ، كتاب النكاح=

مہر معاف کردینے کے بعد دوبارہ اُس کا مطالبہ

مسئلہ (۱٦٦): عورت اگر اپنا مہر معاف کردے، تو اسے دوبارہ مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے خود اپنے حق کو ساقط کردیا(۱)، اور قاعدۂ فقہیہ ہے کہ ''ساقط لوٹتا نہیں ہے۔''(۲)

= باب المهر ، الفتاوى الهندية : ۱/۳۰۴ ، كتاب النكاح ، الباب السابع)

(۵) ما في '' رد المحتار '' : وأدنى ما تكتسي به المرأة وتستر به عند الخروج ثلاثة أثواب . اهـ . قلت : ومقتضى هذا مع ما مرّ عن فخر الإسلام من أن هذا في ديارهم الخ ، أن يعتبر عرف كل بلدة لأهلها فيها تكتسي به المرأة عند الخروج . تأمل . (۲۴۴/۴، باب المهر)

(امداد الفتاویٰ:۳/۳۵۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوى الهندية '' : والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة : الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين ، سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق . كذا في البدائع .

(۱/۳۰۴ ، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : (وصحّ حطّها) لكله أو بعضه (عنه) قبل أو لا ، ويرتد بالرد كما في البحر . '' در مختار ''. (۲۴۸/۴ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

ما في '' الهداية '' : وإن حطت عنه من مهرها صح الحط لأن المهر حقها ، والحط يلاقيه حالة البقاء . (۳۲۵/۲ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

(۲) ما في '' قواعد الفقه '' : الساقط لا يعود . (ص/۸۳ ، قاعدة : ۱۴۴)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۲/۶۱-۷۰، کفایت المفتی:۵/۱۱۱،۱۱۲)

مہر معاف کرنے پر ولی کو حقِ اعتراض

مسئلہ (۱۶۷): عورت اپنے مہر کی خود مالکہ ہے، وہ اس کو جس طرح چاہے استعمال کرسکتی ہے، چاہے شوہر کو معاف کرے یا کسی کو ہدیہ دیدے، باپ یا کسی رشتہ دار کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا۔[۱]

مہر کے علاوہ رقم کا مطالبہ

مسئلہ (۱۶۸): نکاح کے موقع پر لڑکی یا لڑکے والوں کی طرف سے مہر کے علاوہ کسی چیز کا مطالبہ کرنا، اور اس کا لینا دینا رشوت ہے[۲]، اور رشوت شریعتِ اسلامیہ میں حرام ہے، لہٰذا اس رقم کو جس سے لیا ہے اس کو واپس کرنا لازم ہے۔[۳]

---

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق دخل بها زوجها أو لم يدخل ، وليس لأحد من أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها . كذا في شرح الطحاوي .
(۱/۳۱۶ ، كتاب النكاح ، الفصل العاشر في هبة المهر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وللمرأة : سواء أكانت بكرًا أم ثيبًا ولاية التصرف في مهرها بكل التصرفات الجائزة لها شرعًا ، ما دامت كاملة الأهلية كما هو الشان في تصرف كل مالك في ملكه ، فلها أن تشترى به ، وتبيعه ، وتهبه لأجنبى أو لزوجها ، وليس لأحد حق الاعتراض على تصرفها ، كما ليس لأحد أن يجبرها على ترك شيء من مهرها لزوجها أو لغيره ، ولو كان أباها أو أمها ، لأن المالك لا يجبر على ترك شيء من ملكه ، ولا على اعطائه لغيره ويورث عنها مهرها بوصفه من سائر أموالها مع مراعاة أن يكون من ضمن ورثتها، وهذا عند جمهور الفقهاء . (۳۹/۱۹۵ ، ۱۹۶) (فتاوی حقانیہ:۴/۳۶۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : (أخذ أهل المرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يستردّه) لأنه =

مہر میں نقد روپیوں کی بجائے کپڑے یا زیورات

مسئلہ (۱۶۹): اگر کوئی شخص مہر کی ادائیگی میں نقد روپیوں پیسوں کی بجائے کپڑے یا زیورات وغیرہ دیتا ہے، تو اس سے بھی مہر ادا ہو جائے گا[۱]، بشرطیکہ یہ کپڑے اور زیورات وغیرہ مقرر کردہ مہر کی مالیت کے برابر ہوں۔[۲]

=رشوة . در مختار . وفي الشامية : قوله : (عند التسليم) أى بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئًا ، وكذا لو أبى أن يزوجها فللزوج الاسترداد قائمًا أو هالكًا لأنه رشوة . بزازيه.(۴/۲۲۷ ، كتاب النكاح ، مطلب أنفق على معتدة الغير، الفتاوى الهندية : ۱/۳۲۷ ، كتاب النكاح ، الباب السابع في المهر ، الفصل السادس عشر، البحر الرائق :۳/۳۲۵ ، كتاب النكاح ، باب المهر) (فتاوی رحیمیہ:۸/۲۳۳،۲۳۴،کراچی،کفایت المفتی:۵/ ۱۰۹،کراچی)

(۳) ما في " رد المحتار " : وفي " القنية " : الرشوة يجب ردّها ولا تملك .

(۸/۳۳ ، كتاب القضاء ، مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم أن تبتغوا بأموالكم﴾ .

(سورة النساء : ۲۴)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : المهر هو كل مال متقوم معلوم مقدور على تسليمه ، فيصح كون المهر ذهبًا أو فضًا ، مضروبة أو سبيكة ، أي نقدًا أو حليًا ونحوه ، دينًا أو عينًا ، ويصح كونه فلوسًا أوأوراقًا نقدية ، مكيلا أو موزونًا ، حيوانًا أو عقارًا ، أو عروضًا تجارية كالثياب وغيرها . (۹/۶۷۶۸، الفصل السادس ، آثار الزواج ، المبحث الأول ، ثالثًا : شروط المهر أو ما يصلح أن يكون مهراً وما لا يصلح)

(الفتاوى التاتارخانية : ۲/۳۲۷ ، الفصل السابع عشر في المهر)

(۲) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن الشعبي ، عن علي رضي الله عنه : " لا مهر أقلَّ من عشرة دراهم " . (۷/۲۴۰ ، باب ما يجوز أن يكون مهرًا ، مجلس دائرة المعارف النظامية=

تجدید نکاح میں مہر جدید

مسئلہ (۱۷۰): کسی شخص کو نکاحِ جدید کی ضرورت پڑ جائے، اور اس نے نکاحِ اول کا مہر ابھی تک ادا نہ کیا ہو، تو نکاحِ جدید کے بعد دوسرا مہر بھی اسے ادا کرنا ہوگا، کیوں کہ مہر عقدِ نکاح کا حکم ہے، لہٰذا جب بھی عقدِ نکاح پایا جائیگا، اس کا حکم بھی ثابت ہوگا، یعنی ہر مرتبہ ایک مہر لازم ہوگا۔ (۱)

=الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد في الهند)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن الشعبي عن علي رضى الله عنه : " لا مهر أقل من عشرة دراهم " . (۲۴۰/۷ ، باب ما يجوز أن يكون مهرًا ، ۱۴۱۶ ، بيروت)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي المهر حقوق ثلاثة : حق الشرع ؛ وهو أن لا يكون أقل من عشرة . (۳۲۹/۲ ، الفصل السابع عشر في المهر ، الفتاوى الهندية : ۳۰۲/۱ ، الفصل الأول ، الباب السابع) (فتاوی دار العلوم: ۲۴۷/۸، مہر کے بدلے میں مکان دیا تو کیا حکم ہے؟)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : هو حكم العقد .... ثم المهر واجب شرعًا إبانة لشرف المحل . (۲۴۹/۲، باب المهر)

ما في " رد المحتار " : لما فرغ من بيان ركن النكاح وشرطه شرع فى بيان حكمه وهو المهر، فإن مهر المثل يجب بالعقد فكان حكمًا . كذا فى الغياثية . واعترضه فى " السعدية " بأن المسمى من أحكامه أيضًا ، وأجاب فى النهر بأنه إنما خص مهر المثل لأن حكم الشيء هو أثره الثابت به والواجب بالعقد إنما هو مهر المثل ، ولذا قالوا : انه الموجب الأصلي فى باب النكاح ، وأما المسمى فإنما هو قام مقامه للتراضى به . (۱۶۸/۴ ، باب المهر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : المهر واجب فى كل نكاح لقوله تعالى : ﴿وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم أن تبتغوا بأموالكم﴾ . (۱۵۱/۳۹ ، مهر) (فتاوی دار العلوم دیو بند: ۲۸۲/۸)

ما في " ترتيب اللآلي في سلك الامالي " : الشيء إذا ثبت ثبت بجميع لوازمه . (۷۷۸/۲)

باب الولیمۃ

ولیمہ کی شرعی حیثیت

مسئلہ (۱۷۱): ولیمہ بالاتفاق مسنون ہے، اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ولیمہ کیا ہے۔ (۱)

دعوتِ ولیمہ میں امتیازی سلوک

مسئلہ (۱۷۲): ولیمہ کی دعوت میں اپنے اعزہ واَقارب اور دوست واحباب کو عمدہ اور بڑھیا کھانا کھلانا، اور عام مہمانوں کو ایک الگ قسم کا معمولی کھانا کھلانا، یہ کرم ومروت کے خلاف ہے، بالخصوص ایک مقام پر ایک دوسرے کے مقابلے میں ایسا فرق کرنا، تو بہت ہی نازیبا حرکت ہے (۲)، البتہ اگر علیحدہ دسترخوان پر بیٹھا کر اس طرح کا امتیاز برتا جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں (۳)، اور اگر دیگر مہمانوں کی تحقیر وتذلیل کی نیت سے ایسا کیا جائے، تو یہ حرام ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن صفية بنت شيبة قالت : " أولم النبي ﷺ على بعض نسائه بمدين من شعير ". (ص/۲۷۸)

ما في " مشكوة المصابيح " : وعن أنس قال : " إن رسول الله ﷺ أعتق صفية وتزوجها وجعل عتقها صداقها وأولم عليها بحيس " . (ص/۲۷۸)

وفيه أيضًا : وعنه قال : أولم رسول الله ﷺ حين بنى بزينب بنت جحش فاشبع الناس خبزًا ولحمًا " . (ص/۲۷۸) (خیر الفتاویٰ:۴/۶۰۴)

ما في " الفتاوى الهندية " : وليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة . (۱/۲۷۹)=

متفرقاتِ نکاح

بالغ ہونے پر اولاد کا نکاح کر دیا جائے

مسئلہ(۱۷۳): حدیث پاک میں وارد ہے کہ جب اولاد بالغ ہوجائیں، اور والدین ان کا نکاح نہ کریں، تو اس صورت میں اگر اولاد کسی غلطی کی مرتکب ہوجائیں، تو والدین اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے [۱]، ہاں! اگر رشتہ ہی نہ ملتا ہو، تو پھر والدین پر کوئی گناہ نہیں۔ [۲]

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما المؤمنون إخوة﴾ . (سورة الحجرات : ۱۰)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليُكرم ضيفه " . (ص/۳۶۸ ، باب الضيافة)

(۳) ما في " فتح الباري " : قال ابن بطال : وإذا ميز الداعي بين الأغنياء والفقراء فأطعم كلا على حدة لم يكن به بأس . (۹/۱۷۵ ، كتاب النكاح ، من ترك الدعوة)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " المسلم أخو المسلم ؛ لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره ، التقوىٰ هٰهُنا ، ويشير إلى صدره ثلٰث مرارٍ ، بحسب امرءٍ من الشر أن يحقر أخاه المسلم ، كل المسلم على المسلم حرام ؛ دمه وماله وعرضه " . رواه مسلم . (ص/۴۲۲ ، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبى سعيد وابن عباس قالا : قال رسول الله ﷺ : "من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه ، فإذا بلغ فليزوّجه ، فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا فإنما إثمه على أبيه " . (ص/۲۷۱ ، باب الولي)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عمر بن الخطاب وأنس بن مالك عن رسول الله ﷺ قال: " في التوراة مكتوب : من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثمًا=

ساس کی خدمت

مسئلہ (۱۷۴): آج کے عرف ورَواج میں ساس کی خدمت کرنا بہو کے لیے لازم سمجھا جاتا ہے، اگر بہو ساس کی خدمت نہیں کرتی ہے، تو اسے لعن طعن بھی کیا جاتا ہے، جب کہ بہو پر ساس کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے، ہاں! اگر بہو اپنی خوشی سے شوہر کے والدین کی خدمت کرتی ہے، تو یہ بہت اچھی بات ہے، بہو کے لیے موجبِ سعادت ہے، اور یہ حسنِ اخلاق بھی ہے (۱)، لیکن خدمت نہ کرنے پر لعن طعن کرنا درست نہیں ہے۔ (۲)

= فاثم ذلک علیه " . رواهما البيهقي في شعب الإيمان . (ص/ ۲۷۱)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : " فأصاب إثمًا " أي ما اثم به من الفواحش ، وقوله : " فإنما إثمه على أبيه " . أى جزاء الإثم عليه حقيقة ، ودل هذا الحصر على أن لا إثم على الولد مبالغة ، لأنه لم يتسبب لما يتفادى ولده من إصابة الإثم . (۶/ ۲۷۶، كتاب النكاح)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يكلّف الله نفسًا إلا وُسعها﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۶)

ما في " بدائع الصنائع " : العاجز عن الفعل لا يكلّف به . (۱/ ۲۸۴، فصل في أركان الصلاة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : سمعت رسول الله ﷺ يقول: " إن المؤمن ليدرک بحسن خلقه درجة الصائم القائم " .

(ص/ ۶۶۱، باب في حسن الخلق)

وفيه أيضًا : عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ قال : " ما من شيء أثقل في الميزان من حسن الخلق " . (ص/ ۶۶۱، باب في حسن الخلق)

(۲) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : ترک الإحسان لا يكون إساءة .

(ص/ ۱۴۴، القاعدة :۸۷)=

جہیز کی نمائش

مسئلہ (۱۷۵): والدین کا اپنی لڑکی کو دیئے جانے والے جہیز کی نمائش کرنا جاہلانہ رسم ہے، جو محض نام ونمود اور ریا کاری ہے، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔[۱]

=(کفایت المفتی: ۵/ ۲۲۹، ۲۳۰، کراچی، فتاوی بینات: ۳/ ۳۴۲، ۳۴۳، کتاب الفتاوی: ۴/ ۴۰۹، ۴۱۰، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵/ ۱۷۵، قدیم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : ان من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصر على بدعة أو منكر . (۲۶/۳)

ما في " السعاية " : الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة ، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع . (۲۶۵/۲ ، باب صفة الصلوٰة، قبيل فصل في القراءة)

ما في " مجموعة رسائل اللكنوي " : فكم من مباح يصير بالإلتزام من غير لزوم والتخصيص من غير محض مكروهاً . (۳۴/۳ ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر)

ما في " فتاوى محموديه " : البدعات والرسوم الغير الثابتة التي يلتزمونها مثل العبادات باطلة، يجب ردها وقلعها ، سواء كانت متعلقة بالعبادات أم بالمعاملات والمعاشرات وغيرها . (۲۰۲/۱۱ ، كتاب النكاح ، باب ما يتعلق بالرسوم عند الزفاف)

جہیز میں دیئے گئے زیورات

مسئلہ (۱۷۶): ۱- دولہے کے ماں باپ نے اپنی بہو کو زیورات دیتے وقت ملکیت یا عاریت کی صراحت کردی، تو حکم اسی کے مطابق ہوگا، اور اگر اس کی صراحت نہیں کی تو شوہر کے خاندان کا رَواج معتبر ہوگا، اگر رَواج تملیک کا ہے تو وہ بہو کی ملکیت ہوں گے، اور اگر رَواج عاریت کا ہے تو وہ عاریت ہیں، دولہے کے ماں باپ کی ملک ہیں، اور اگر کوئی عرف ورَواج نہ ہو (نہ ملکیت کا اور نہ عاریت کا) تو اس صورت میں دولہے کے ماں باپ کی نیت اور قول کا اعتبار ہوگا۔ (۱)

۲- شادی کے موقع پر دولہے کے رشتہ داروں نے ہونے والی بہو کو جو تحفے تحائف دیئے، اس میں عرفِ عام یہی ہے کہ وہ بہو کی ملک ہوتے ہیں، لہٰذا دولہے کے ماں باپ یا اس کے رشتہ داروں کو یہ حق نہیں ہے کہ بہو سے ان کی واپسی کا مطالبہ کرے۔ (۲)

۳- وہ زیورات جو بہو کو خالصۃً تحفہ کے طور پر، یعنی تحفہ کی صراحت کے ساتھ دیئے گئے، شرعاً وہ بہو کی ملک ہیں، انہیں واپس نہیں لیا جاسکتا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زنت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك . كذا في فصول العمادية . جهز بنته وزوجها ثم زعم أن الذى دفعه إليها ماله وكان على وجه العارية عندها ، وقالت : هو ملكي جهّزتني أو قال الزوج ذلك بعد موتها فالقول=

جہیز پر قبضے سے پہلے لڑکی کا انتقال

مسئلہ (۱۷۷): اگر لڑکی بالغہ ہو اور باپ نے سامانِ جہیز خرید کر ابھی لڑکی کے قبضے میں نہیں دیا تھا، اور وہ اس سے پہلے ہی انتقال کر جائے، تو یہ سامانِ جہیز باپ کی ملک شمار ہوگا[1]، اور اگر لڑکی صغیرہ ہو، تو یہ سامانِ جہیز لڑکی کی ملک شمار ہوگا۔[2]

=قولهما دون الأب ، وحكى عن على السغدي أن القول قول الأب وذكر مثله السرخسى وأخذ به بعض المشايخ وقال فى الواقعات ان كان العرف ظاهرا بمثله فى الجهاز كما فى ديارنا فالقول قول الزوج وإن كان مشتركا فالقول قول الأب . كذا فى التبيين . قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى : وهذا التفصيل هو المختار للفتوى . كذا في النهر الفائق .
(۱/ ۳۲۷ ، كتاب النكاح ، الباب السابع فى المهر ، الفصل السادس عشر فى جهاز البنت ، تبيين الحقائق : ۲/ ۵۸۲ ، باب المهر ، النهر الفائق : ۲/ ۲۶۴ ، البحر الرائق :۳/ ۳۲۵ ، باب المهر، الدر المختار مع الشامية : ۴/ ۲۲۹)

(۲) ما في " رد المحتار " : قلت : ومن ذلک ما يبعثه إليه قبل الزفاف فى الأعياد والمواسم من نحو ثياب وحلي وكذا ما يعطيها أو من دراهم أو دنانير صبيحة ليلة العرس ويسمى فى العرف صبحة فإن كل ذلک تعورف فى زماننا كونه هدية لا من المهر .
(۴/ ۲۲۶ ، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة)

(۳) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض . (۲/ ۴۰۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عمر قال : قال النبي ﷺ : " لا يحل لرجل أن يعطى عطية ثم يرجع فيها إلا الوالد فيما يعطى ولده ومثل الذى يعطى العطية ثم يرجع كمثل الكلب أكل حتى إذا شبع قاء ثم عاد فى قيئه " . (۲/ ۳۴ ، باب ما جاء فى كراهية الرجوع فى الهبة)

(فتاوی محمودیہ:۱۲/ ۱۲۶، ۱۲۷، کراچی، فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۲۳۵، ۲۳۶، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنقيح الفتاوى الحامدية " : سئل في رجل اشترى في حال صحته بنته الصغيرة=

’’بَری‘‘ کا مالک کون؟

مسئلہ (۱۷۸): بوقتِ نکاح دولہے والے ’’بَری‘‘ کے نام سے کچھ سامان مثلاً: کھوپرا، کھجور، مصری یا بادام وغیرہ دولہن کے گھر بھیجتے ہیں، وہ ہدیہ ہے، اور لڑکی اس کی مالک ہے۔(۱)

= آوانيَ ليجهزها بها ثم مات عن ورثته فهل يكون ذلك للبنت خاصة ؟ الجواب : نعم ! إذا جهز الأب ابنته ثم مات وبقية الورثة يطلبون القسم منها ، فإذا كان الأب اشترى لها في صغرها أو بعد ما كبرت وسلم إليها ذلك في صحته فلا سبيل لورثته عليه ويكون للإبنة خاصة . (۱/۲٦ ، مسائل الجهاز ، طبع قندهار پاکستان ،بحوالہ کفایت المفتی: ۵/۱۳۹، مکتبہ دار الاشاعت کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ومن بعث إلى امرأته شيئًا فقالت : هو هدية ، وقال الزوج : هو من المهر ، فالقول قوله ، لأنه هو المملِّک ، فكان اعرف بجهة التمليک كيف ، وإن الظاهر أنه يسعى في اسقاط الواجب . قال : إلا في الطعام الذي يؤكل فإن القول قولها ، والمراد منه ما يكون مهيأً للأكل لأنه يتعارف هدية .

(۱/۳۳۷ ، كتاب النكاح ، باب المهر ، البحر الرائق: ۳/۳۲۱ ، كتاب النكاح ، باب المهر، تبيين الحقائق :۳/۵۸۱ ،۵۸۲ ، باب المهر، فتح القدير لإبن الهمام :۳/۳٦۰ ، الفتاوى الهندية : ۱/۳۲۷) (فتاوی محمودیہ:۱۲/۱۲۱)

بیوی کو جبراً لانا

مسئلہ (۱۷۹): شوہر اگر مہرِ معجّل ادا کرچکا ہے، تو عورت یا اس کے والدین کی رضامندی کے بغیر وہ اُسے اپنے گھر لاسکتا ہے، اور اگر مہرِ معجّل ادا نہیں کیا ہے، تو جب تک ادا نہ کردے، اس وقت تک عورت کو اختیار رہے کہ وہ آنے سے انکار کردے [1]،

اور اگر عرف یہ ہو کہ کل مہر، مہرِ مؤجل ہوتا ہے، جو موت یا طلاق ہی کے وقت مانگا جاتا ہے، جیسا کہ بکثرت اس کا وقوع ہے، تو پھر عورت کو شوہر کے گھر جانے سے انکار کا کوئی حق نہیں، مسافتِ قصر سے کم مسافت میں شوہر جہاں چاہے اس کو لے جاسکتا ہے، اور جبراً اپنے گھر پر بھی لاسکتا ہے۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولها منعه من الوطء) ودواعيه . شرح مجمع . (والسفر بها ولو بعد وطء وخلوة رضيتهما) ..... (لأخذ ما بين تعجيله) من المهر كله أو بعضه (أو) أخذ (قدر ما يعجل لمثلها عرفًا) . به يفتى . لان المعروف كالمشروط . (إن لم يؤجل) أو يعجل (كله) . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله : (والسفر) الأولى التعبير بالإخراج كما عبر في الكنز ليعم الإخراج من بيتها كما قاله شارحوه .... قوله : (لأخذ ما بين تعجيله) علّة لقوله : " ولها منعه " أو غاية له ، واللام بمعنى إلى .... قوله : (أو أخذ قدر ما يعجل لمثلها عرفًا) أي إن لم يبين تعجيله أو تعجيل بعضه فلها المنع لأخذ ما يعجل لها منه عرفًا .

(۲۱۶/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر ، ديوبند)

(۲) ما في " رد المحتار " : (وفي الصيرفية) الفتوى على اعتبار عرف بلدهما من غير اعتبار الثلث أو النصف ، (وفي الخانية) : يعتبر التعارف لأن الثابت عرفًا كالثابت شرطًا .(۲۱۶/۴)

ما في " شرح عقود رسم المفتي " : والعرف في الشرع له اعتبار ☆ لذا عليه الحكم=

بیوی سے دوری کتنے عرصے تک؟

مسئلہ (۱۸۰): شوہر اپنی بیوی سے کتنے عرصہ تک دور رہ سکتا ہے؟ اس سلسلے میں سب کے لیے ایک ہی مدت متعین کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ صحت، قوت، شہوت اور صبر وتحمل کے اعتبار سے عورتوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، تاہم! چار ماہ سے زائد بیوی کی رضا مندی واجازت کے بغیر اس سے جدا نہ رہے۔ (۱)

= قد يدار . (ص/۱۷۵)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : الثابت بالعرف كالثابت بالنصّ .

(ص/۱۵۴ ، القاعدة :۱۰۷)

(امداد الاحکام:۳/۳۸۰، کتاب النکاح، شوہر اپنی بیوی کو والدین کے گھر سے جبراً لا سکتا ہے)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها ، وهو أربعة أشهر يفيد أن المراد إيلاء الحرة، ويؤيد ذلک أن عمر رضي الله تعالى عنه سمع في الليل امرأة .... فسأل بنته حفصة : كم تصبر المرأة عن الرجل ؟ فقالت : أربعة أشهر ، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها .

(۳۸۴/۴ ، كتاب النكاح ، باب القسم ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لكن الكمال بن الهمام عقب على ذلک بقوله : لو أراد أن يدور سنة سنة ما يظن إطلاق ذلک له ، بل ينبغي أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء ، وهو أربعة أشهر، وإذا كان وجوبه للتأنيس ودفع الوحشة ، وجب أن تعتبر المدة القريبة وأظن أكثر من جمعة مضارة إلا أن ترضيا به . (۱۹۵/۳۳ ، قسم بين الزوجات ، مدة القسم)

ما في " النهر الفائق " : ويجب أن لا يبلغ به مدة الإيلاء إلا برضاها . (۲۹۴/۲ ، كتاب النكاح ، باب القسم ، دار الإيمان سهارنفور ، البحر الرائق : ۳۸۲/۳ ، كتاب النكاح ، باب القسم ، فتح القدير : ۴۱۳/۳ ، كتاب النكاح) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۵۷۴،کراچی)

دولہا دولہن کو کرسی پر بٹھانا

مسئلہ (۱۸۱): بہت سے مقامات پر یہ رَواج ہے کہ عقدِ نکاح کے وقت دولہا دولہن کو کرسیوں پر بٹھایا جاتا ہے، یہ مزاجِ شریعت اور اصولِ اسلامی کے بالکل خلاف اور غیروں کی تہذیب ہے، اور اسلام نے ہمیں غیروں کی تہذیب اختیار کرنے سے منع کیا ہے، لہٰذا اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔ (۱)

سہرا باندھنا

مسئلہ (۱۸۲): آج کل لوگ دولہے کو سہرا باندھتے ہیں، حالانکہ یہ ہندوانہ رسم ہے، جس کی اتباع وتقلید سے ہمیں منع کیا گیا ہے، لہٰذا اس کا ترک واجب ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ .

(سورة هود :۱۱۳)

ما في " التفسير المظهري " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، الركون المحبة والميل بالقلب، وقال أبوالعالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ، قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل فإن الركون هو الميل اليسير كالتزين بزيهم وتعظيم ذكرهم . (۴/۴۲۰)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال قتادة : معناه لا تؤدوهم ولا تطيعوهم ، وقال ابن جريج : لا تميلوا إليهم ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم . (۹/۱۰۸)

ما في " صحيح البخاري " : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " . (۲/۱۰۱۶)

ما في " فتح الباري " : قوله : (ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية) قيل : المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۱۲/۲۶۲، رقم :۶۸۸۲)=

کتاب الطلاق

☆......طلاق کے مسائل......☆

طلاق خالص شوہر کا حق ہے

مسئلہ (۱۸۳): شرعاً طلاق کا وقوع یونین کونسل کو اطلاع دینے یا اس کی اجازت پر موقوف نہیں، بلکہ یہ خالص شوہر کا حق ہے [۱]، وہ جب بھی اپنی بیوی کو طلاق دیدے، طلاق واقع ہوگی، اور اسی تاریخ سے عدت بھی شروع ہوجائے گی [۲]، لہٰذا اگر طلاق دینے کی تاریخ سے عورت کو تین حیض آ گئے ہوں، تو وہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، اس کو نکاح سے روکنا شرعاً درست نہیں ہوگا۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ .

(سورة هود :۱۱۳)

ما في " صحيح البخاري " : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " . (۱۰۱۶/۲)

ما في " فتح الباري " : قوله : (ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية) قيل : المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۲۶۲/۱۲، رقم :۶۸۸۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن ابن ماجة " :عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : أتى النبي ﷺ رجل فقال : يا رسول الله ! إن سيدي زوجني أمته ، وهو يريد أن يفرق بيني وبينها ، قال : فصعد النبي ﷺ المنبر فقال : " يا أيها الناس ! ما بال أحدكم يزوّج عبده أمته ثم يريد أن يفرق=

....

= بينهما ، إنما الطلاق لمن أخذ بالساق ".
(۱/ ۱۵۱ ، باب طلاق العبد ، مکتبه بلال دیوبند ، فتح القدير لإبن الهمام :۳/۴۷٦ ، كتاب الطلاق ، فصل ويقع طلاق كل زوج الخ ، دار الكتب العلمية بيروت)
ما في " شروح ابن ماجة " : قوله : (إنما الطلاق لمن أخذ بالساق) كناية عن الجماع أي إنما يملك الطلاق من يملك الجماع .... فليس للسيد جبر على عبده إذا أنكح أمته " انجاح " . (۱/ ۸۱۵ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق العبد ، رقم الحديث : ۲۰۸۱)
(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والمطلّقٰت يتربّصن بأنفسهنّ ثلٰثة قروء﴾ . [سورة البقرة :۲۲۸] وقوله تعالى : ﴿وإذا طلّقتم النسآء فبلغن أجلهنّ فلا تعضلوهنّ أن ينكحن أزواجهنّ إذا تراضهوا بينهم بالمعروف﴾ . (سورة البقرة :۲۳۲)
ما في " البحر الرائق " : (ومبدأ العدة بعد الطلاق والموت) يعنى إبتداء عدة الطلاق من وقته وإبتداء عدة الوفاة من وقتها .... لأن سبب وجوبها الطلاق أو الوفاة فيعتبر إبتداء ها من وقت وجود السبب . كذا في الهداية . (۲۴۳/۴ ، باب العدة)
ما في " الفتاوى الهندية " : وإبتداء العدة فى الطلاق عقيب الطلاق وفى الوفاة عقيب الوفاة . كذا في الهداية . (۱/ ۵۳۱ ، الباب الثالث عشر فى العدة)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور . (۲۰۲/۵ ، باب العدة ، الهداية : ۴۲۵/۲ ، باب العدة ، شرح الوقاية :۱۵۰/۲ ، باب العدة، عمدة الرعاية على شرح الوقاية : ۱۵۰/۲)
ما في " الفتاوى الهندية " : إذا طلّق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق ، وهي حرة ممن تحيض ، فعدتها ثلاثة أقراء ، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية . (۱/ ۵۲٦ ، كتاب الطلاق ، الباب الثالث عشر في العدة)
ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله : (عدة الحرة الطلاق أو الفسخ ثلاثة أقراء أي حيض) أي إذا طلقت الحرة، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق ، فعدتها ثلٰثة قروء ، إن كانت من ذوات الحيض ، لقوله تعالى : ﴿والملطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ . (۲۴۸/۳ ، باب العدة ، الدر المختار مع الشامية :۱۴۴/۵ ، ۱۴۵ ،كتاب الطلاق ، باب العدة)=

لفظ ''ڈائی ورس'' (Divorce) سے طلاق

مسئلہ (۱۸۴): اگر لفظ ''ڈائی ورس'' (Divorce) کسی علاقہ کی زبان میں طلاق ہی کے لیے مستعمل ہے، تو اگر چہ یہ لفظ عربی کا نہیں ہے، انگریزی کا ہے، مگر جب وہ طلاق ہی کے لیے مستعمل ہے، تو وہ صریح ہے، اور اس سے بلانیت طلاق واقع ہوجائے گی، ایک مرتبہ کہنے سے ایک طلاق رجعی، دومرتبہ کہنے سے دوطلاق رجعی، اور تین مرتبہ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اورعورت مغلظہ بائنہ ہوجائے گی، اور اگر یہ لفظ طلاق کے علاوہ کسی اور معنیٰ میں بھی مستعمل ہے، تو اس سے طلاق کے واقع ہونے کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے، طلاق کی نیت ہوگی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اور اگر تین طلاقوں کی نیت کرے گا، تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔

لفظ ''ڈائی ورس'' اصل میں کنایہ ہے، طلاق کے لیے موضوع نہیں ہے، لیکن اگر طلاق میں غلبۂ استعمال سے صریح کے حکم میں ہوجائے، تو نیت کا محتاج نہیں ہے، بلا نیت، طلاقِ بائن واقع ہوجائیگی، اگر بائن متعارف ہو، جس طرح لفظ ''فارغ خطی''

=(۳) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿فإذا بلغن أجلهنّ فلا جناح علیکم فیما فعلن في أنفسهنّ بالمعروف ، والله بما تعملون خبیر﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۴)

ما في '' أحکام القرآن لإبن العربي '' :﴿فإذا بلغن أجلهنّ﴾ یعنی انقضت العدة فلا جناح علیکم فیما فعلن في أنفسهنّ ، هذا خطاب للأولیاء ، وبیان أن الحق فی التزویج لهن فیما فعلن في أنفسهن بالمعروف أي من جائز شرعاً یرید من اختیار أعیان الأزواج . (۱/۲۱۲)

(فتاوی مفتی محمود:۶/۷۹،۸۰)

میں متعارف ہے، ورنہ طلاقِ رجعی واقع ہوگی، جیسے لفظ ''چھوڑ دی'' میں رجعی متعارف ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (صريحة ما لم يستعمل إلا فيه) ولو بالفارسية . قوله : (ما لم يستعمل إلا فيه) فما لا يستعمل فيها إلا في الطلاق ، فهو صريح يقع بلا نية ، وما لا استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره ، فحكمه حكم كنايات العربية في جميع الأحكام . " بحر " .... كناية عند الفقهاء (ما لم يوضع له) أي الطلاق (واحتمله وغيره) والكنايات (لا تطلق بها) قضاء (إلا بنية الحال) وهي حالة مذاكرة الطلاق أو الغضب .

(۲۱۸/۱ ، باب الصريح ، ۲۲۴/۱ ، باب الكنايات)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا قال الرجل لإمرأته : أنت طالق ولا يعلم معنى قوله : أنت طالق ، فإنه يقع الطلاق ، وإذا قال لإمرأته : أنت طالق ، ولا يعلم أن هذا القول طلاق ، طلقت في القضاء . (۳۵۳/۱ ، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه)

(**صريح**): ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : هو اللفظ الذي ظهر المراد منه وغلب استعماله عرفاً في الطلاق، كألفاظ المشتقة من كلمة (الطلاق) مثل : أنت طالق ومطلقة ، .... لأنه وإن كان في الأصل كناية ، فقد غلب استعماله بين الناس في الطلاق ، فصار من الألفاظ الصريحة فيه ، هذا مذهب الحنفية . (۶۸۹۷/۹)

(**كنايه**): وفيه أيضًا : هو كل لفظ يحتمل الطلاق وغيره ، ولم يتعارفه الناس في إرادة الطلاق مثل قول الرجل لزوجته : الحقي بأهلک ، إذهبي ، أخرجي ، أنت بائن ، اعتدّي ، ونحوها من الألفاظ التي لم توضع للطلاق ، وإنما يفهم الطلاق منها بالقرينة ، أو دلالة الحال ، وهي حالة مذاكرة الطلاق أو الغضب . (۶۸۹۹/۹)

(**صريح**): ما في " البناية شرح الهداية " : فالصريح قوله : أنت طالق ومطلقة وطلقتک ، فهذا يقع به الطلاق الرجعي ، لأن هذا الألفاظ تستعمل في الطلاق ، ولا تستعمل في غيره فكان صريحاً ، وانه يعقب الرجعة بالنص ، ولا يفتقر إلى النية ، لأنه صريح فيه لغلبة الاستعمال . (۳۳/۵ ، باب إيقاع الطلاق)=

ایک مجلس کی تین طلاق

مسئلہ (۱۸۵): ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، وہ حضرات جو تین طلاق کو ایک ہی شمار کرتے ہیں، ان کا نظریہ سراسر غلط، گمراہ کن اور قرآن وحدیث، اجماعِ صحابہ، فقہاء، مشائخ اور ائمہ مسلمین، نیز سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد ومنتخب تحقیقاتی کمیٹی کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے۔

تین طلاق کا ثبوت قرآنِ کریم سے: ﴿الطّلاق مرّتٰن﴾ . ﴿فإن طلّقها فلا تحلُّ له من بعد حتّى تنكح زوجاً غيره﴾ .

مفسرینِ عظام اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ بے حساب واَن گنت طلاقیں دیا کرتے تھے، اور کوئی یہ کرتا کہ طلاق دیتا اور جب عدت ختم ہونے کا وقت قریب آتا، تو ایذا رسانی کی نیت سے رجعت کرلیتا، پھر طلاق دیتا پھر رجعت کرتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ: ﴿الطلاق مرّتان﴾ نازل فرمائی، "مرتان" یہاں " اثنتان " کے معنی میں ہے، اسی کو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے نظمِ قرآن سے زیادہ مناسب اور سببِ نزول سے خوب چسپاں بتایا ہے، یعنی طلاقِ رجعی دو ہیں، اس کے بعد رجعت کا حق نہیں، نیز اس آیت کا مقصد

=(**کنایہ**): وفيه أيضًا : .... وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال ، لأنها غير موضوعة للطلاق ، بل تحتمله وغيره فلا بد من التعيين أو دلالته .

(۵/۱۰۵ ، باب الطلاق بلفظ الكناية)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل للحالة من الدلالة كما للمقالة . (ص/۱۳ ، رقم الأصول : ۷)

(جامع الفتاویٰ:۱۰/ ۱۶۹،۱۷۰)

طلاقِ رجعی کی حد اور طلاقوں کی انتہائی تعداد بیان کرنا ہے، قطعِ نظر اس کے کہ یہ طلاق بلفظ واحد دی گئی ہو یا بالفاظِ مکررہ، ایک مجلس میں دی گئی ہو، یا مختلف مجلسوں میں، دو طلاقیں دی ہے تو دو ہی واقع ہوں گی، اسی طرح تین دی ہے تو تین ہی واقع ہوں گی۔ (۱)

تین طلاق کا ثبوت احادیث نبوی ﷺ سے: محمود بن لبید سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی، تو آپ ﷺ غضبناک ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے؟ حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں''، آپ ﷺ کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہوگئے، اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اسے قتل نہ کردوں؟ (۲)

حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ساتھ دی جانے والی تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، اگر واقع نہ ہوتیں، تو آپ ﷺ غضبناک نہ ہوتے، اور فرمادیتے کوئی حرج نہیں، رجوع کرلو۔

حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو حضور ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دیدی، اور آپ ﷺ نے ان کو نافذ کردیا، یعنی تین کو ایک نہیں قرار دیا۔ (۳)

عامر شعبی کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ آپ اپنی طلاق کا قصہ بیان کیجئے، تو انہوں نے کہا: میرے شوہر یمن گئے ہوئے تھے، انہوں نے وہیں سے مجھے تین طلاقیں دیدیں، اور آپ ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کے واقع ہوجانے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ (۴)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و فتاویٰ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا

شخص لایا جاتا، جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتی، تو آپ اس کو سزا دیتے، اور دونوں میں تفریق کر دیتے۔ (۵)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ: معاویہ ابن یحی فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہے، تو آپ نے جواب دیا: تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی۔ (۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر وفتویٰ: حضرت حبیب ابن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیدی ہے، تو آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی۔ (۷)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر وفتویٰ: ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو (۱۰۰) طلاقیں دیدی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان میں سے تین معتبر ہیں، اور بقیہ ستانوے (۹۷) غیر معتبر۔ (۸)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کسی ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جاتا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہو، تو آپ جواب دیا کرتے: اگر ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی تو رجعت کرسکتا تھا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اسی کا حکم دیا تھا، لیکن

اگر تین طلاقیں دی ہے، تو وہ حرام ہوگئی، جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ (۹)

اجماع صحابہ، فقہاء، مشائخ اور ائمۂ مسلمین سے تین طلاق کا ثبوت:

علامہ شامی رحمہ اللہ طلاقِ بدعی کے الفاظ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک کلمہ میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی، اور یہ مذہب جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد تمام ائمۂ مسلمین کا ہے، اور یہی بات فتح القدیر اور دیگر کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے۔ (۱۰)

سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد و منتخب تحقیقاتی کمیٹی کا متفقہ فیصلہ:

''مجلس هيئة كبار العلماء'' کے سامنے '' الطلاق الثلاث بلفظ واحد'' یعنی ایک لفظ سے تین طلاق کا مسئلہ پیش ہوا، اس مسئلے کے متعلق مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں ایک ساتھ دی جانے والی تین طلاقوں کے؛ تین واقع ہونے، یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کیے گئے، پھر ان کا تجزیہ ومناقشہ کیا گیا، مسلسل چھ ماہ انتہائی محنت اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں فیصلہ کردیا کہ ''ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں۔'' (۱۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿الطلاق مرّتٰن﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في '' روح المعاني '' : عن عروة قال : كان الرجل إذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل أن تقضي عدتها كان ذلک له ، وإن طلقها ألف مرة ، فعمد رجل إلى امرأته فطلقها حتى إذا ما شارفت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها ، ثم قال : والله لا آويک إليّ ولا تخلينّ أبداً ، فأنزل الله تعالى الآية . (۲/۲۰۴)

ما في '' أحكام القرآن للجصاص '' : روي عن ابن عباس وغيره أنهم كانوا يطلقون =

....

=ما شاء وا من العدد ثم يراجعون ، فقصروا على الثلاث ونسخ به ما زاد ، ففي هذه الآية دلالة على حكم العدد المسنون من الطلاق . (۱/۴۵۹)

ما في " روح المعاني " : يدل على أن معنى (مرتان) اثنتان ...... ولعله أليق بالنظم ، ...... وأوفق بسبب النزول . (۲/۴۰۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿الطلاق مرتان﴾ منتظم لجميع الطلاق المسنون ، فلا يبقى شيء من مسنون الطلاق إلا وقد انطوى تحت هذا اللفظ ، فإذا ما خرج عنه فهو على خلاف السنة، فثبت بذلک أن من جمع اثنتين أو ثلاثاً في كلمة فهو مطلق لغير السنة . (۱/۴۵۹)

ما في " التفسير المظهري " :﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد﴾ لأن قوله تعالى : ﴿الطلاق﴾ على هذا التأويل يشتمل الطلقات الثلاث أيضاً ، وعلى كلا التأويلين يظهر أن جمع التطليقتين ، أو ثلاث تطليقات بلفظ واحد ، أو بألفاظ مختلفة في طهر واحد حرام بدعة مؤثم، خلافاً للشافعي ، فإنه يقول : لا بأس به ، لكنهم أجمعوا على أنه من قال لإمرأته : أنت طالق ثلاثاً ، يقع ثلاثاً بالإجماع . (۱/۳۳۴)

(۲) ما في " السنن للنسائي " : عن محمود بن لبيد قال : أخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً ، فقام غضباناً ثم قال : " أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم " . حتى قام رجل وقال : يا رسول الله ! ألا أقتله؟ (۲/۸۲ ، كتاب الطلاق)

(۳) ما في " السنن لأبي داود " : عن ابن شهاب ، عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال : "فطلقها ثلاث تطليقاتٍ عند رسول الله ﷺ فأنفذه رسول الله " . (ص/۳۰۶)

(۴) ما في" السنن لإبن ماجة " : عن عامر الشعبي قال : قلت لفاطمة بنت قيس : " حدثيني عن طلاقک ، قالت : طلقني زوجي ثلاثاً ، وهو خارج إلى اليمن ، فأجاز ذلک رسول الله ﷺ " . (ص/۱۴۵)

(۵) ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن أنس : " كان عمر إذا أتي برجل قد طلّق امرأته ثلاثاً في مجلس، أوجعه ضرباً وفرّق بينهما " . (۹/۵۱۹ ، من كره أن يطلق الرجل امرأته ثلاثاً)

(۶) ما في " هامش مصنف عبد الرزاق " : عن معاوية بن يحي قال : جاء رجل إلى عثمان بن عفان ، فقال : طلقت امرأتي ألفاً ، فقال : " بانت منک بثلاث " .(۶/۳۹۴ ، باب المطلق ثلاثا)=

....

=(۷) ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن حبيب ، عن رجل من أهل مكة قال : جاء رجل إلى علي فقال : إني طلقت امرأتي ألفاً ، قال : " الثلاث تحرمها عليک ، واقسم سائرهنّ بين أهلک " . (۵۲۳/۹)

(۸) ما في " المصنف لعبد الرزاق " : أن رجلاً قال لإبن عباس : رجل طلّق امرأته مأة ، فقال ابن عباس : " يأخذ من ذلک ثلاثاً ، ويدع سبعاً وتسعين " . (۳۹۶/۶ ، باب المطلق ثلاثاً)

(۹) ما في " صحيح البخاري " : عن نافع : كان ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثاً ، قال : " لو طلقت مرة أو مرتين ، فإن النبي ﷺ أمرني بهذا (المراجعة) ، فإن طلّقها ثلاثاً حرمت ، حتى تنكح زوجاً غيره " . (۷۹۲/۲ ، كتاب الطلاق)

(۱۰) ما في " رد المحتار " : (والبدعي ثلاث متفرقة) ، وكذا بكلمة واحدة بالأولى .... قال : إن الناس قد استعجلوا في أمر كان أناة ، فلو أمضيناه عليهم ، فأمضاه عليهم ، وذهب جمهور الصحابة والتابعين ، ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث .

(۳۲۰/۴ ، كتاب الطلاق ، كذا في فتح القدير : ۴۵۱/۳، كتاب الطلاق)

ما في " بدائع الصنائع " : أما الألفاظ التي يقع بها طلاق البدعة فنحو أن يقول : أنت طالق طلاق الشيطان ، فإن نوى ثلاثاً فهو ثلاث....... أما حكم طلاق البدعة فهو أنه وقع عند عامة العلماء . (۱۵۳/۳ ، كتاب الطلاق ، حكم طلاق البدعة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : البدعي أن يطلّقها مرتين أو ثلاثاً في طهر واحد معاً أو متفرقاً . (۳۴/۲۹)

وفيه أيضاً : اتفق جمهور الفقهاء على وقوع الطلاق البدعي ، مع اتفاقهم على وقوع الإثم فيه على المطلق لمخالفته السنة المتقدمة . (۳۵/۲۹ ، طلاق)

(۱۱) ما في " مجلة بحوث الإسلامية " : بعد الإطلاع على البحث المقدم من الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء، والمعدّ من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء في موضوع : " الطلاق الثلاث بلفظ واحد " وبعد دراسة المسألة وتداول الرأي واستعراض الأقوال التي قبلت فيها، ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثا . (بحوالہ خیر الفتاوی:۶۴۹/۵)

قوتِ تولید کے ختم ہونے پر فسخِ نکاح

مسئلہ (۱۸۶): اگر کسی شخص نے نس بندی کرالی، جس کی وجہ سے اس کی قوتِ تولید ختم ہوگئی، مگر وہ جماع پر قادر ہے، تو اس صورت میں عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''اگر مرد کا پانی (منی) نہ ہو، وہ جماع کرتا ہومگر انزال نہ ہوتا ہو، تو عورت کو خصومت کا حق حاصل نہیں ہے۔''(۱)

فسخ نکاح کی ایک صورت

مسئلہ (۱۸۷): کسی خاتون کا شوہر بیرون ملک چلا جائے، ایک طویل عرصے تک اس کا کوئی پتہ نہ چلے کہ آیا وہ زندہ ہے یا مردہ، نہ خط سے، نہ کسی اور ذریعے سے، اور عورت کے گھر والے یہ سوچ کر کہ شوہر کا انتقال ہوگیا، اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کردے، تو محض عورت، یا اس کے گھر والوں کے یہ سوچ لینے سے کہ: ''پہلا شوہر مرگیا ہوگا''، اُس شخص کی موت ثابت نہیں ہوگی، اور یہ عورت بدستور اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں ہی رہے گی، دوسرا نکاح ناجائز ہوگا، اس کے باوجود اگر دوسرا نکاح کردیا گیا، تو مرد وعورت دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کرلینی چاہیے۔

اگر عورت شوہرِ اول سے نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ عدالت میں اس بات کو ثابت کرے کہ اس کا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا، پھر گواہوں کے ذریعے سے شوہر کا مفقود الخبر اور لاپتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں خود قاضی بھی اپنے

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوی الهندیة '': لو لم یکن له ماء ویجامع فلا ینزل لا یکون لها حق الخصومة. (۱/ ۵۲۵) (فتاوی رحیمیه: ۳۸۱/۸، فتاوی حقانیه: ۵۳۲/۴)

ذرائع سے مفقود کی پوری تفتیش وتلاش کروائے، جب مایوسی ہو جائے، تو قاضی زوجۂ مفقود الخبر کو مزید چار سال تک انتظار کا حکم دے، اور یہ چار سال کی مدت قاضی کے یہاں مُرافعہ اور اس کی جستجو ویاس کے بعد شروع ہوگی، پھر جب چار سال کی مدت ختم ہو جائے اور اس کے اندر بھی مفقود الخبر کا پتہ نہ چلے، تو زوجۂ مفقود الخبر دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے مفقود الخبر کی موت کا حکم حاصل کرے، اور قاضی زوجۂ مفقود الخبر کے لیے یہ فیصلہ دے کہ اب اس کو چار ماہ دس دن عدتِ وفات گذار کر، دوسرے مرد سے نکاح کر لینے کا حق ہے، اور وہ اپنے نفس کی مجاز ہے۔ یہ چار سال کی تاجیل اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اِس چار سال کی مدت کے اندر اس کو برابر نفقہ ملتا رہے، ورنہ بلا تاجیل عورت کو مطالبۂ تطلیق کا حق ہے، لہٰذا قاضی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ عورت نے اپنے استغاثہ میں علیحدگی اور فسخ نکاح کے لیے عدمِ نفقہ کا ذکر کیا ہے یا نہیں؟ اگر عدمِ نفقہ کا ذکر کیا ہے تو اسی کے لحاظ سے فیصلہ کرنا چاہیے، یعنی تفریق کر دینی چاہیے۔

نیز زوجۂ مفقود الخبر کے لیے چار سال انتظار کا حکم اُس صورت میں ہے جب کہ وہ اتنی مدت تک صبر وتحمل اور عفت سے گذار سکے، لیکن اگر صورتِ حال ایسی نہ ہو، اور عورت اپنے ابتلائے معصیت کا اندیشہ ظاہر کرے، تو قاضی ایک سال کے بعد تفریق کا فیصلہ کر دیگا۔ (۱)

نوٹ:- زوجۂ مفقود الخبر سے متعلق یہ پورا مسئلہ ''مسلکِ مالکیہ'' کے اعتبار سے ہے، اس لیے اس میں اُس مسلک کی جو بھی شرطیں ہیں اُن سب کی پوری رعایت کی جائیگی، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

” وانه يجوز العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا فيه غير إمامه مستجمعا شروطه “ . (شامية : ١ / ١٨٩ ، مقدمة ، من موقع المكتبة الشاملة)
(کتاب الفسخ والتفریق:ص/۴۳-۵۱)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في ” اعلاء السنن “ : قال الموفق في المغني : فإن غاب عن زوجته سنين فبلغتها وفاته فاعتدت ونكحت نكاحاً صحيحاً في الظاهر ودخل بها الثاني وأولدها أولادا ثم قدم الأول فسخ نكاح الثاني وردت إلى الأول ، وتعتد من الثاني . (١٣ / ٦٧)

ما في ” رد المحتار “ : (واختار الزيلعي تفويضه للإمام) قال في الفتح : فأي وقت رأي المصلحة حكم بموته .... ومقتضاه أنه يجتهد ويحكم القرائن الظاهر الدالة على موته ، وعلى هذا يبتني على ما في جامع الفتاوى حيث قال : وإذا فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به ، كما إذا فقد في وقت الملاقاة مع العدو أو مع قطاع الطريق ، أو سافر على المرض الغالب هلاكه ، أو كان سفره في البحر ، وما أشبه ذلك حكم بموته ، لأنه الغالب في هذه الاحتمالات وإن كان بين احتمالين موته ناشئ عن دليل لا احتمال حياته ، لأن هذا الاحتمال كاحتمال ما إذا بلغ المفقود مقدار ما لا يعيش على حسب ما اختلفوا في مقدار الفتاوى ، لكن لا يخفى أنه لا بد من مضى مدة طويلة ، حتى يغلب على الظن موته ، لا بمجرد فقده عند ملاقاة العدو أو سفر البحر ونحوه . (٦ / ٣٥٩)

ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : وفي المختصر : بعد أربع سنين يفرق القاضي بينهما عنده ، وفي الكافي : إذ طلبت ذلك فحينئذ تعتد أربعة أشهر وعشرة أيام ، ثم تتزوج من شاء ت ، فإن عاد زوجها بعد مضي المدة فهو أحق بها .

(٤/٣٢٤ ، الموسوعة الفقهية : ٣٨/ ٢٧٩ ، كتاب المبسوط : ١١ / ٤٠)
(الحیلۃ الناجزۃ:ص/۱۱۴،کتاب الفتاوی:۵/۱۸۳،فتاوی محمودیہ:۱۳/۲۲۰،۲۲۱،کراچی)

شرعی کمیٹی سے فسخ نکاح

مسئلہ (۱۸۸): اگر کوئی عورت شوہر کی طرف سے عدم ادائیگیٔ حقوق کی بنا پر طلاق کا مطالبہ کرے، لیکن شوہر نہ طلاق دیتا ہو، نہ حقوق ادا کرتا ہو، اور یہ اندیشہ ہو کہ زوجین اللہ کے قائم کردہ حقوق کو پامال کریں گے، تو اس صورت میں وہ شوہر کو کچھ مال وغیرہ دے کر اُس سے خلع لے سکتی ہے [۱]، اگر شوہر خلع کے لیے بھی راضی نہ ہو، تو وہ غیر اسلامی عدالت سے طلاق نہیں لے سکتی، کیوں کہ طلاق دینا صرف مرد کا حق ہے [۲]، البتہ وہ دار القضا (اسلامی عدالت) یا شرعی کمیٹی میں اپنا مقدمہ داخل کر کے نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے، اگر دار القضا یا شرعی کمیٹی نکاح کو فسخ کر دے، تو نکاح فسخ ہو جائے گا، اور اس کے بعد عورت عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله ، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : (فلا جناح عليهما فيما افتدت به) أي لا جناح على الرجل في الأخذ، وعلى المرأة في الإعطاء ، بأن تفتدي نفسها من ذلك النكاح ببذل شيء من المال يرضى به الزوج فيطلقها لأجله ، وهذا هو الخلع ، وقد ذهب الجمهور إلى جواز ذلك للزوج ، وأنه يحل له الأخذ مع ذلك الخلع ، وهو الذي صرح به القرآن . (۱/۱۹۵)

ما في " سنن أبي داود " : عن حبيبة بنت سهل الأنصارية أنها كانت تحت ثابت بن قيس بن شماس، وأن رسول الله ﷺ خرج إلى الصبح فوجد حبيبة بنت سهل عند بابه في الغلس ، فقال رسول الله ﷺ : "من هذه ؟ قالت : أنا حبيبة بنت سهل ، قال : ما شانك ؟ قالت : لا أنا ولا ثابت بن قيس لزوجها ، فلما جاء ثابت بن قيس قال له رسول الله ﷺ : هذه حبيبة=

....

= بنت سهل فذكرت ما شاء الله أن تذكر، وقالت حبيبة : يا رسول الله ! كل ما أعطاني عندي ، فقال رسول الله ﷺ لثابت بن قيس : " خذ منها " . فأخذ منها ، وجلست في أهلها" . (ص/٣٠٣ ، كتاب الطلاق ، باب في الخلع ، قديمي)

ما في " بذل المجهود " :(......خذ منها) ما أعطيتها في المهر ، وخالعها ، (فأخذ) ثابت (منها) أي من حبيبة وفارقها ، (وجلست في أهلها) .

(٢٥٥/٨ ، كتاب الطلاق ، رقم الحديث : ٢٢٢٩)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (هو .... إزالة ملك النكاح .... المتوقعة على قبولها ... بلفظ الخلع ...... أو ما فيمعناه .... ولا بأس به عند الحاجة) للشقاق بعدم الوفاق (بما يصلح المهر) ... (و) حكمه أن (الواقع به) ولو بلا مال (وبالطلاق) الصريح (على مال طلاق بائن ..... وكره) تحريماً (أخذ شيء إن نشز، وإن نشزت لا) . التنوير وشرحه . (٦٨/٥ – ٧٤ ، كتاب الطلاق ، باب الخلع)

(٢) ما في " السنن لإبن ماجة " :عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : أتى النبي ﷺ رجل فقال : يا رسول الله ! إن سيدي زوجني أمته ، وهو يريد أن يفرق بيني وبينها ، قال : فصعد النبي ﷺ المنبر فقال : " يا أيها الناس ! ما بال أحدكم يزوّج عبده أمته ثم يريد أن يفرق بينهما ، إنما الطلاق لمن أخذ بالساق " . (١٥١/١ ، باب طلاق العبد ، مكتبه بلال ديوبند ، فتح القدير لإبن الهمام :٤٧٦/٣ ، كتاب الطلاق ، فصل ويقع طلاق كل زوج الخ)

ما في " شروح ابن ماجة " : قوله : (إنما الطلاق لمن أخذ بالساق) كناية عن الجماع أي إنما يملك الطلاق من يملك الجماع .... فليس للسيد جبر على عبده إذا أنكح أمته "انجاح" . (١٥٨١/١ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق العبد ، رقم الحديث : ٢٠٨١)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (وإذا تزوج العبد امرأة) بإذن مولاه وطلقها (وقع طلاقه ، ولا يقع طلاق مولاه على امرأته) ، لأن ملك النكاح حق العبد ، فيكون الإسقاط إليه دون المولى ، قوله : (وإذا تزوج العبد ..... لأن ملك النكاح يثبت العبد) ..... فإذا التزم حتى ثبت له الملك كان إليه دفعه لا إلى غيره . (٤٧٦/٢ ، ويقع الطلاق كل زوج)

(٣) ما في " الموسوعة الفقهية " : والتفريق في اصطلاح الفقهاء : أنها العلاقة الزوجية=

غیر مسلم جج کا فسخ نکاح

مسئلہ (۱۸۹): ازرُوئے شرع فسخ نکاح کے لیے شرعی قاضی کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا اگر کوئی غیر مسلم جج فسخ نکاح کا فیصلہ کرے، تو وہ فیصلہ شرعاً غیر معتبر ہے، اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا۔(۱)

= بين الزوجين بحكم القاضي بناء على طلب أحدهما لسبب كالشقاق والضرر وعدم الإنفاق ..... أو بدون طلب من أحد حفظاً لحق الشرع ، كما إذا ارتدّ أحد الزوجين ، وما يقع بتفريق القاضي طلاق بائن في أحوال ، وفسخ في أحوال أخرى . (۶/۲۹ ، ۷ ، طلاق ، التفريق) (جدید مسائل کا حل:ص/ ۳۳۹،۳۴۰،فتاوی رحیمیہ:۸/۳۸۳،فتاوی محمودیہ:۱۳/ ۱۶۷،۱۶۸،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وأهله (القضاء) أهل الشهادة ، وحاصله ؛ أن شروط الشهادة من الإسلام والعقل والبلوغ والحرية .... إلى قوله : ...... ومقتضاه تقليد الكافر لا يصح . (۸/۲۳ – ۲۴ ، مطلب الحكم الفعلي)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة ، من الإسلام والتكليف والحرية وكونه غير أعمى ولا محدوداً في قذف ولا أصم ولا أخرس .
(۳/۳۰۷ ، كتاب أدب القاضي ، الباب الأول في تفسير معنى الأدب)

ما في " النهر الفائق " : (أهله) أي : القضاء (لأهل الشهادة) ..... وشرط أن يكون من أهل الشهادة ، لأن كلا منهما يستمد من أمر واحد هو شروط الشهادة من الإسلام والتكليف والحرية . (۳/۵۹۹ ، كتاب القضاء)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (أهله أهل الشهادة) أي أهل القضاء .... وإنما المراد انهما يرجعان في شيء واحد ، وهو أن يكون حراً مسلماً بالغاً عاقلاً عدلاً ، وفي منحة الخالق : شروط القضاء تسع ، عليک بحفظها لتحرز سبقاً في طلابک للعلا ، بلوغ وإسلام وعقل ومنطق . (۶/۴۳۷ ، كتاب القضاء)

ما في " الحيلة الناجزة " : "اگر کسی جگہ فیصلہ کرنے والا حاکم غیر معتبر ہے اس کے حکم سے (شرعاً) فسخ=

غیر اسلامی عدالت میں فسخ نکاح

مسئلہ (۱۹۰): مسلمانوں کے لیے جائز ہی نہیں کہ وہ اپنے معاملات غیر اسلامی عدالتوں میں لے جائیں، کیوں کہ غیر مسلم قاضی (جج) کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں قابل قبول نہیں[۱]، لیکن چوں کہ آج کل حالات ایسے ناگفتہ بہ ہیں کہ غیر مسلم ممالک میں بکثرت مسلمان آباد ہیں، اور انہیں اپنے نجی وذاتی مسائل غیر مسلم عدالتوں میں پیش کرنا، ناگزیر ہے، غیر مسلم ممالک میں عدالت کے ذریعہ ''مسئلۂ طلاق'' کے موضوع پر، ''مجمع الفقہ الاسلامی الہند'' نے اپنے انیسویں سمینار میں کمالِ بحث ومباحثہ کے بعد ہند وبیرونِ ہند کے ممتاز علماء وفقہاء کے اتفاق سے جو قرار دادیں منظور کی وہ یہ ہیں:

۱- غیر مسلم ممالک کی عدالت کا جج اگر مسلمان ہو، اور وہ فیصلہ کرتے وقت شرعی ضوابط کوملحوظ رکھتا ہو، تو اسے مسلم حاکم کے قائم مقام تسلیم کرتے ہوئے فسخ نکاح کے سلسلے میں اس کا فیصلہ معتبر ہوگا۔[۲]

۲- جن غیر مسلم ممالک میں حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے لیے شرعی اصولوں کے مطابق قضاء کا نظام قائم نہیں ہے، وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اربابِ حلّ وعقد کے مشورے سے دار القضاء، شرعی پنچایت یا ان جیسے ادارے

=وغیرہ نہیں ہوسکتا۔'' ''لأن الكافر ليس بأهل للقضاء على المسلم ، كما هو مصرح في جميع كتب الفقه ''، ''یعنی کافر مسلمان کے فیصلے کرنے کا مجاز نہیں ہے، جیسا کہ کتبِ فقہ میں وضاحت ہے۔''

(ص/۲۰، مسلمان مجسٹریٹ کا فیصلہ کرنا، مکتبہ رضي دیوبند، فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۳۸۹)=

قائم کریں، اوراپنے نزاعات ومعاملات میں ان کی طرف رجوع کریں۔ (۳)

۳- طلاق چوں کہ ابغض المباحات ہے، اس لیے اسے اختیار کرنے سے پہلے پورے طور پر مصالحت اورنباہ کی صورت نکالنی چاہیے، اورحتی الامکان طلاق وخلع سے بچنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ (۴)

۴- غیر مسلم ممالک کی عدالت میں شوہر قانونی مجبوری کے تحت غیر مسلم جج کو درخواست دیتا ہے کہ میرا رشتۂ نکاح ختم کردیا جائے، اور جج تفریق کا فیصلہ کرتا ہے، تو جج کے فیصلۂ تفریق کو طلاقِ بائن مانا جائے گا، البتہ بہتر ہے کہ عدالت کے فیصلے کے بعد شوہر اپنی زبان سے بھی الفاظ کہہ دے۔ (۵)

۵- اگر غیر مسلم ممالک کی عدالت میں غیر مسلم جج کے سامنے عورت رشتۂ اِزدِواج کو ختم کرنے کے لیے درخواست دیتی ہے، اور غیر مسلم جج اس کی درخواست پر شوہر کی اجازت سے تفریق کا فیصلہ کرتا ہے تو معتبر ہے، ورنہ یہ تفریق شرعاً معتبر نہیں ہوگی، ایسی صورت میں عورت یا تو شوہر سے خلع حاصل کرے، یا دارالقضاء وشرعی پنچایت کے ذریعہ نکاح فسخ کرائے۔ (۶)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولن يجعل الله للكفرين على المؤمنين سبيلاً﴾ .

(سورة النساء : ۱۴۱)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيان من يصلح للقضاء فنقول : الصلاحية للقضاء لها شرائط : منها العقل ، ومنها البلوغ ، ومنها الإسلام . (۹/۸۵ ، كتاب أدب القاضي)

(۲) ما في " رد المحتار " : قوله : (ويشترط كونه مسلمًا . الخ) أي لأن الكافر لا يلي على=

خاوند کا قادیانی ہوجانا

مسئلہ (۱۹۱): اگر نکاح کے بعد خاوند قادیانی ہوگیا، تو نکاح فسخ ہوجائیگا، اس لیے کہ قادیانی کے کافر ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔(۱)

=المسلم . (۲/ ۲۸۰، الصلوٰة ، باب الإمامة ، مطلب شروط الإمامة الکبری ، بیروت)

(۳) ما في " رد المحتار " : وأما بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین إقامة الجمع والأعیاد ، ویصیر القاضي قاضیًا بتراضي المسلمین ، فیجب علیهم أن یلتمسوا والیًا مسلمًا منهم .(۸/ ۴۳ ، کتاب القضاء ، مطلب : أبو حنیفة دُعي إلی القضاء ثلاث مرّات فأبی ، بیروت)

(۴) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وإن خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکمًا من أهله وحکمًا من أهلها إن یریدآ إصلاحًا یُوفّق اللّٰه بینهما﴾ . (سورة النساء :۳۵)

(۵) (انیسواں فقہی سمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، تجویز نمبر:۴)

(۶) (انیسواں فقہی سمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، تجویز نمبر:۵)

ما في " الهدایة " : وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود الله ، فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به. (۲/ ۴۰۴ ، باب الخلع)

(الحیلۃ الناجزۃ: ص/ ۷۶، شرعی کمیٹی کی حیثیت واختیارات)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (وارتداد أحدهما) أی الزوجین (فسخ) فلا ینقص عددًا (عاجل) بلا قضاء . تنویر وشرحه . (۴/ ۳۶۶ ، کتاب النکاح ، باب نکاح الکافر)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : ثم قال الحنفیة : إذا ارتد أحد الزوجین المسلمین بانت منه امرأته مسلمة کانت أو کتابیة ، دخل بها أو لم یدخل ، لأن الردّة تنافي النکاح ویکون ذلک فسخًا عاجلا لا طلاقاً ولا یتوقف علی قضاء .(۲۲/ ۱۹۸، البحر الرائق :۳/ ۳۷۲ ، کتاب النکاح ، باب نکاح الکافر، بدائع الصنائع : ۳/ ۶۲۰، کتاب النکاح ، فصل في النکاح الفاسد ، الفتاوی الهندیة : ۱/ ۳۳۹ ، فصل في النکاح الکافر) (فتاوی دار العلوم: ۸/ ۳۷۰)

کافر شوہر کا حلالہ

مسئلہ (۱۹۲): کوئی مطلقہ ثلاثہ مرتد ہوجائے، اور ارتداد کے بعد کسی کافر سے باقاعدہ نکاح کرلے، اور کافر شوہر دخول کے بعد اسے طلاق دیدے، اور وہ عورت دوبارہ مسلمان ہوجائے، تو شوہرِ اول کے لیے حلال ہوجائے گی، اس لیے کہ حلالہ کی شرط ﴿حتی تنکح زوجًا غیره﴾ پائی گئی، اب دوبارہ حلالہ کی ضرورت نہیں، کافر شوہر کا حلالہ کافی ہے۔[۱]

---

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره﴾ .
(سورة البقرة : ۲۳۰)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (حتى يطأها غيره ولو) الغير (مراهقًا) يجامع مثله ، وقدره شيخ الإسلام بعشر سنين أو خصيًا أو مجنونًا أو ذميًّا لذمية (بنكاح) نافذ خرج الفاسد والموقوف . در مختار . قوله : أو (ذميًّا لذمية) أى ولو كان التحليل لأجل زوجها المسلم كما فى البحر . (۵/۴۲ ، كتاب النكاح ، باب الرجعة)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا كانت النصرانية تحت مسلم طلّقها ثلاثاً فتزوجت نصرانيًا ودخل بها حلت للمسلم الذي طلّقها ثلاثا . (۱/۴۷۳، الطلاق ، فصل فيما تحل به المطلقة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أول شروط التحليل ، النكاح لقوله تعالى : ﴿حتى تنكح زوجًا غيره﴾ فقد نفى حل المرأة لمطلقها ثلاثاً ، وحد النفى إلى غاية التزوج بزوج آخر .... يشترط فى النكاح الثانى لكى تحل المرأة للأول : أن يكون صحيحاً ، ولا تحل للأول إذا كان النكاح فاسدًا حتى لو دخل بها ، لأن النكاح الفاسد ليس بنكاح حقيقة ، ومطلق النكاح ينصرف إلى ما هو نكاح حقيقة .... وأما الذمية فقد ذهب جمهور الفقهاء إلى أن وطء زوجها الذمى يحلها للأول ، لأن النصرانى زوج . (۱۰/۲۵۵،۲۵۶، تحليل)

فسخ نکاح میں حَکَم کا فیصلہ

مسئلہ (۱۹۳): شرعی حَکَم کا فیصلہ فسخ نکاح وغیرہ میں نافذ العمل ہوگا[۱]، اسی طرح مسلم سِوِل جج، مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی جانب سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہوں، اگر وہ مسلمان ہیں اور قانونِ شرع کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، تو ان کا فیصلہ، شرعی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہوگا، یعنی اگر وہ نکاح کو فسخ کردیں، تو نکاح فسخ ہوجائے گا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين ، فيجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلماً منهم . اهـ . وعزاه مسكين في شرحه إلى الأصل .... وفي " الفتح " : وإذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن ، يجب على المسلمين أن يتفقوا على واحد منهم يجعلونه والياً فيولي قاضياً ، ويكون هو الذي يقضي بينهم . (۸/ ۴۱ ، ۴۲ ، كتاب القضاء ، مطلب أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى ، ومطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار ، ديوبند) (الحیلۃ الناجزۃ:ص/۶۰، فتاویٰ حقانیہ:۴/ ۵۹۰، ۵۹۱، فتاویٰ دار العلوم:۸/ ۱۴۷)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (تولية الخصمين حاكمًا يحكم بينهما ، وركنه لفظه الدّالّ عليه مع قبول الآخر) ذلک (وشرطه من جهة المحكم) بالكسر (العقل لا الحرية والإسلام) ..... (و) شرطه (من جهة المحكم) بالفتح (صلاحيته للقضاء) .

(۸/ ۱۱۲ ، كتاب القضاء ، باب التحكيم ، دار الكتاب ديوبند)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويجوز تقلّد القضاء من السلطان العادل والجائر) ولو كافراً . ذكره مسكين وغيره . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ولو كافراً) في التاتارخانية : الإسلام ليس بشرط فيه : أي في السلطان الذي يقلد .

(۸/ ۴۱ ، كتاب القضاء ، مطلب أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى ، ديوبند)

پہلی بیوی کی وجہ سے فسخِ نکاح کا مطالبہ

مسئلہ (۱۹۴): اگر کوئی شخص یہ بتائے بغیر کہ اس کی ایک بیوی پہلے سے موجود ہے، کسی عورت سے نکاح کرلے، تو اُس کا یہ نکاح صحیح ہے، اور دوسری بیوی کو یہ معلوم ہونے پر کہ اس شخص کی ایک بیوی پہلے سے موجود ہے، فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا[۱]، البتہ اگر نباہ ممکن نہ ہو، تو وہ طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے، اور شوہر طلاق نہ دے، تو خلع لے سکتی ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النسآء مثنٰى وثلٰث وربٰع﴾ .

(سورة النساء :۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وأما قوله تعالى : ﴿مثنى وثلٰث وربٰع﴾ . فإنه إباحة للثنتين إن شاء ، وللثلاث إن شاء ، وللرباع إن شاء على أنه مخير فى أن يجمع فى هذه الأعداد من شاء . (۲/۶۹، تزويج الصغار، سورة النساء)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا يحل لكم أن تأخذوا ممآ اٰتيتموهنّ شيئاً إلا أن يخافا ألا يقيما حدود الله ، فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ .

(سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في " فتح البارى " : عن ابن عباس أن امرأة ثابت بن قيس أتت النبي ﷺ فقالت : يا رسول الله ! ثابت بن قيس ما أعتب عليه فى خلق ولا دين ، ولكنى أكره الكفر فى الإسلام ، فقال رسول الله ﷺ : " أتردين عليه حديقته ؟ " . قالت : نعم ، قال رسول الله ﷺ : " اقبل الحديقة وطلقها تطليقة " . (۹/۳۵۲ ، باب الخلع ، مكتبه شيخ الهند ديوبند)

ما في " الهداية " : وإذا تشاقّ الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به . (۲/۴۰۴ ، باب الخلع)

زنا سے ثبوتِ نسب

مسئلہ (۱۹۵): کسی شخص کے کسی عورت سے زنا کرنے پر وہ حاملہ ہوجائے، اور وہ اس معاملہ کو دبانے کے لیے اس سے شادی کرلے، اور اس بچے کے اپنے نطفے سے پیدا ہونے کا اقرار کرے، تو محض اُس کے اِس اقرار سے نسب ثابت نہیں ہوگا، بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ بچہ نکاح کے بعد کب پیدا ہوا؟ اگر نکاح سے چھ ماہ بعد، یا اُس سے زائد مدت میں بچہ پیدا ہوا، تو قضاءً نسب ثابت ہوجائے گا، اور اگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہوا، تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ (۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها :........ فتساوقا إلى رسول الله ﷺ فقال سعد : يا رسول الله ! ابن أخي ، كان عهد إليّ فيه ، فقال عبد بن زمعة : أخي وابن وليدة أبي ، وقال رسول الله ﷺ : " هو لک يا عبد بن زمعة ، الولد للفراش وللعاهر الحجر ، ثم قال لسودة بنت زمعة : احتجبي منه لما رأى من شبهه بعتبة ، فما رآها حتى لقي الله " .

(۴۹۰ ، كتاب الوصايا ، قول الموصى لوصيه)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو زنى بإمرأة فحملت ثم تزوجها فولدت إن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً ثبت نسبه ، وإن جاء ت به لأقل من ستة أشهر لم يثبت نسبه .

(۱/ ۵۴۰ ، كتاب الطلاق ، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب)

ما في " الهداية " : وإذا تزوج رجل إمرأة فجاء ت بولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه ، لأن العلوق سابق على النكاح ، فلا يكون منه ، وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعدًا يثبت نسبه منه .... لأن الفراش قائم والمدة تامة . (۲/ ۴۳۲ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب ، العناية شرح الهداية : ۲/ ۲۱۰ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب ، الموسوعة الفقهية : ۱۵/ ۹ ، ثبوت النسب ، النهر الفائق : ۲/ ۴۹۱ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب ، مجمع الأنهر : ۲/ ۱۵۸ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب) (فتاوی حقانیہ: ۴/ ۵۶۲)

منکوحۃ الغیر سے نکاح اور اس سے پیدا شدہ اولاد

مسئلہ (۱۹۶): منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنا حرام ہے، اور یہ نکاح، نکاحِ باطل ہوگا[1]، اگر کسی عورت کے غیر کی منکوحہ ہونے کا علم نہ ہو، اور کوئی مرد اس سے نکاح کرلے، تو اس نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب بالاتفاق اس مرد سے ثابت ہوگا، اور اگر کسی عورت کے غیر کی منکوحہ ہونے کا علم ہونے کے باوجود کوئی مرد اس سے نکاح کرلے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا، اور صاحبین اور جمہور علماء کے نزدیک ثابت نہیں ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : ألا تكون منكوحة الغير ، لقوله تعالى : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . [سورة النساء :۲۴] معطوفاً على قوله عزّ وجلّ : ﴿حرّمت عليكم امهٰتكم﴾ . [النساء :۲۳] إلى قوله تعالى : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . وهنّ ذوات الأزواج سواء كان زوجها مسلماً أو كافراً . (۳/ ۴۵۱ ، كتاب النكاح ، فصل في شروط ألا تكون منكوحة الغير)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره ، وكذا في المعتدة . كذا في السراج الوهاج . (۱/ ۲۸۰، كتاب النكاح ، القسم السادس ، المحرمات التى .. الخ)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : ويتفقون كذلک على وجوب العدة وثبوت النسب في النكاح المجمع على فساده بالوطء كنكاح المعتدة وزوجة الغير والمحارم إذا كانت هناک شبهة تسقط الحد ، بأن كان لا يعلم بالحرمة ، ولأن الأصل عند الفقهاء أن كل نكاح يدرأ فيه الحد فالولد لاحق بالواطئ ، أما إذا لم تكن هناک شبهة تسقط الحد ، بأن كان عالماً بالحرمة فلا يلحق به الولد عند الجمهور ، وكذلک عند بعض مشايخ الحنفية ، لأنه حيث وجب الحد فلا يثبت النسب ، وعند أبي حنيفة وبعض الحنفية يثبت النسب لأن العقد شبهة ..... ومجمع الفتاوى أنه يثبت النسب عند أبى حنيفة خلافاً لهما . (۸/ ۱۲۳، ۱۲۴، بطلان، رد المحتار: ۵/ ۱۹۷، كتاب الطلاق ، باب العدة ، مطلب في النكاح الفاسد والباطل ، رد المحتار: ۶/ ۳۱ ، كتاب الحدود ، مطلب إذا استحل المحرم على وجه)

(کفایت المفتی: ۵/ ۲۵۸)

کتاب البیوع

☆......خرید وفروخت کے مسائل......☆

معاملات دین کا ایک اہم شعبہ ہے

مسئلہ (۱۹۷): معاملات دین کا ایک اہم شعبہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادات کا مکلّف بنایا ہے، اسی طرح معاملات میں بھی کچھ احکام کا مکلّف بنایا، تاکہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں کہ کونسی چیزیں حلال ہیں، اور کون سی چیزیں حرام ہیں۔ شریعتِ اسلامی کے احکام جاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت سے متعلق جو احکام ہیں وہ ایک چوتھائی ہیں، اور تین چوتھائی احکام معاملات اور معاشرت سے متعلق ہیں، سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ۔''[1]

آیتِ مذکورہ معاملات کی تمام ناجائز صورتوں کو شامل ہے، سود، قمار، رشوت خوری، ملاوٹ اور دھوکہ وفریب، غرض اُن تمام ناجائز ذرائعِ آمدنی کو شامل ہے، جنہیں اللہ رب العزت نے ناجائز وحرام قرار دیا ہے[2]، حرام سے بچنے اور حلال کو حاصل کرنے کے لیے قرآن وسنت میں مختلف عنوانات سے تاکیدیں کی گئی ہیں، ایک آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حلال کھانے کو انسان کے اعمال واخلاق میں بہت بڑا دخل ہے، اس کا کھانا پینا حلال نہیں، تو اس سے اچھے اخلاق واعمال کی توقع مشکل ہے، ارشادِ ربانی ہے کہ: ''حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو''۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اعمالِ صالحہ کا صدور اسی وقت ہوسکتا ہے، جب کہ انسان کا کھانا پینا حلال

ہو۔(۳) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''بہت سے لوگ عبادت کرتے ہیں، اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے ہیں، مگران کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، تو ان کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے''(۴)، ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اپنے اور اپنے متعلقین کی لازمی ضروریات کی تکمیل کے لیے حلال کمائی کی طلب وجستجو مستقل ودائمی فریضہ ہے''(۵)، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''سچا اور امانت دار تاجر کل قیامت کے دن انبیاء اور شہداء کے ساتھ ہوگا''۔(۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یا أیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

(۲) ما في " البحر المحیط " : قال أبوحیان الغرناطي : والباطل هو کل طریق لم تبحه الشریعة ، فیدخل فیه السرقة ، والخیانة ، والغصب ، والقمار ، وعقود الربا . وقال السدي : هو أن یأکل بالربا والقمار والبخس والظلم ، وغیر ذلک مما لم یبح الله تعالی أکل المال فیه. (۳/۲۲۲)

(۳) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یا أیها الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحًا﴾ .

(سورة المؤمنون : ۵۱)

(۴) ما في " الصحیح لمسلم " :وقال : " أیها الناس ! إن الله طیب لا یقبل إلا طیباً ، وإن الله أمر المؤمنین بما أمره به المرسلین ، فقال : ﴿یا أیها الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحا، إني بما تعملون علیم﴾ . وقال : ﴿یا أیها الذین اٰمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقنکم﴾ . ثم ذکر الرجل یطیل السفر ، أشعث أغبر ، یمُدُّ یدیه إلی السماء ، یا رب ! یا رب ! ومطعمه حرام ، ومشربه حرام ، وملبسه حرام ، وغذي بالحرام ، فأنیٰ یستجاب لذلک " . (۱/۳۲۶)

(۵) ما في " مشکوة المصابیح " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب کسب=

حقوق العباد کی اہمیت وفضیلت

مسئلہ (۱۹۸): شریعت میں حقوق العباد کی بڑی فضیلت آئی ہے، یہاں تک کہ کافروں کے ساتھ بھی امانتداری کا ثبوت دینے کا حکم دیا گیا (۱)، حقداروں کے حقوق کی پامالی، ان کے لیے مضرت کا سبب ہوتی ہے، اس لیے دوسروں کو ایذا پہنچانے پر ڈرایا دھمکایا گیا ہے (۲)، چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ کل قیامت کے روز ایک شخص؛ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ عبادات اور نیکیاں لے کر آئے گا، لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، تو اہلِ حقوق آئیں گے اور اپنے حقوق کی پامالی پر اس کی نیکیاں لے جائیں گے (۳)، اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہوسکتا ہے۔

=الحلال فريضة بعد الفريضة ". رواه البيهقي في شعب الإيمان .
(ص/۲۴۲، باب الكسب وطلب الحلال)
ما في " هامش مشكوة المصابيح " : قوله : فريضة – أي على من احتاج إليه لنفسه أو لمن يلزم مؤنته والمراد بالحلال غير الحرام المتيقن ليشمل المشتبه لما مر في الحادث ثم ان التنزه عن المشتبه احتياط لا فرض . ثم هذه الفريضة لا يخاطب بها كل أحد بعينه لأن كثيرا من الناس يجب نفقته على غيره . قوله : بعد الفريضة – كناية عن أن فرضية طلب كسب الحلال ليس في مرتبة فرضية الصلاة والصوم والحج وغيرها ، وقيل : معناه أنه فريضة متعاقبة يعاقب بعضها البعض لا غاية له أي مستمرة فرض دائمي إذ كسب الحلال أصل الورع وأساس التقوى . ۱۲ . (ص/۲۴۲)
ما في " كنز العمال " : قال عليه الصلاة والسلام : " طلب الحلال واجب على كل مسلم " . وفيه أيضًا : " طلب الحلال فريضة بعد الفريضة " . (۴/۴)
(۲) ما في " جامع الترمذي " : وقال : " التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء " .
(۲۲۹/۱)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في" القرآن الكريم " :﴿إن الله يأمركم أن تؤدّوا الأمٰنٰت إلٰى أهلها وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل﴾ . (سورة النساء : ٥٨)

ما في " تفسيرات أحمديه " : قوله تعالى : ﴿إن الله يأمركم أن تؤدّوا الأمٰنٰت إلٰى أهلها﴾ . نقل في بيان قصته أنه لما أغلق عثمان بن طلحة سادن الكعبة باب الكعبة يوم الفتح وأبى أن يدفع المفتاح ليدخل فيها رسول الله ﷺ وقال : لو علمت أنه رسول الله لم أمنعه ، فلوى علي يده وأخذ منه وفتح ، فدخل رسول الله ﷺ وصلى ركعتين ، فلما خرج سأله العباس أن يعطيه المفتاح ، فنزلت هذه الآية ، يعني : ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات﴾ إلى من أخذتم منه ، لا إلى غيره ، فأمر رسول الله ﷺ عليًا أن يردّ المفتاح إلى عثمان ، فأسلم عثمان ودعا رسول الله ﷺ أن سدانة الكعبة في أولاده أبداً . (ص/١٩١ ، النساء)

ما في " حاشية القونوي على تفسير البيضاوي " : (خطاب يعم المكلفين والأمانات) المكلفين من الرجال والنساء ، والأمانات أي يعم كلها أي يعم كل أمانة . (٧/١٠٢)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغير ما اكتسبوا﴾ .
(سورة الأحزاب : ٥٨)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضاً بالأفعال والأقوال القبيحة ...... لأن أذاه في الجملة حرام . (١٤/٢٤٠)

ما في " الدر المنثور " : وأخرج ابن أبي حاتم ، عن مجاهد رضي الله تعالى عنه في الآية قال : " يلقى الجرب على أهل النار ، فيحكون حتى تبدو العظام ، فيقولون : ربنا بم أصابنا هذا ؟ فيقال : بأذاكم المسلمين " . (٥/٤١٣)

(٣) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة (رضي الله تعالى عنه) ، أن رسول الله ﷺ قال : "أتدرون من المفلس؟ " . قالوا : المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع ، فقال : " إن المفلس من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ، ويأتي قد شتم هذا ، وقذف هذا ، وأكل مال هذا ، وسفك دم هذا ، وضرب هذا ، فيُعطى هذا من حسناته ، وهذا من حسناته ، فإن فَنِيَتْ حسناته قبل أن يقضى ما عليه ، أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ، ثم طرح في النار " .(٨/١٨٩ ، كتاب البر والصلة والآداب ، باب تحريم الظلم ، رقم الحديث : ٢٥٨١ ، بيروت ، ٢/٣٢٠ ، قديمي) (جدید مسائل کا حل:ص/٣١٦)

بیع اور وعدۂ بیع میں فرق

مسئلہ (۱۹۹): قطعی ایجاب وقبول کو ’’بیع‘‘ کہا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد متعاقدین میں سے کسی کو بھی اس بیع کے خلاف کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اور وعدۂ بیع میں چوں کہ متعاقدین قطعی ایجاب وقبول نہیں کرتے، بلکہ دونوں اس بات پر محض اتفاق ومعاہدہ کرلیتے ہیں کہ مدتِ معینہ میں مشتری جب بھی چاہیگا، بائع اپنی چیز اس کے ہاتھ بیچ دے گا۔ اس وعدۂ بیع کو اخلاقی طور پر پورا کرنا لازم ہے، قانوناً اس وعدہ کو پورا کرنے پر جبر نہیں کیا جاسکتا، اگر بائع وعدہ خلافی کرتے ہوئے اپنی چیز شخصِ مذکور (جس سے وعدۂ بیع ہوچکا تھا) کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کردے، تو یہ بیع بھی صحیح ہوجائے گی، اگرچہ ایسا کرنا اخلاق ومروت کے خلاف ہے۔ محض وعدۂ بیع سے نہ بائع ثمن کا مستحق ہوتا ہے، اور نہ ہی مشتری مبیع کا مالک ہوتا ہے، لہٰذا مشتری وعدۂ بیع کے مکمل ہونے (قطعی ایجاب وقبول) سے پہلے مبیع کو، آگے کسی اور شخص کے ہاتھ فروخت نہیں کرسکتا، ورنہ یہ غیر مملوک کی بیع ہوگی، جو شرعاً منع ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويكون بقول أو فعل ، أما القول فالإيجاب والقبول) .... (وهما عبارة عن كل لفظين ينبئان عن معنى التملّك والتمليك ماضيين) ... (أو حالين) كمضارعين لم يقرنا بسوف والسين كأبيعك فيقول : أشتريه ، أو أحدهما ماض والآخر حال ، (و) لكن (لا يحتاج الأول إلى نية بخلاف الثاني) فإن نوى به الإيجاب للحال صحَّ على الأصحِّ وإلا لا . (۱۰/۷ ، ۱۷ ، ۱۸ ، كتاب البيوع)=

خریدنے کا وعدہ کرکے پورا نہ کرنا

مسئلہ (۲۰۰): اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے ایک متعین قیمت میں کوئی چیز خریدنے کا وعدہ کرے، اور وہ شخص اس چیز کو خریدنے والے کے بھروسے پر اپنے پاس رکھے رہا، بعد میں وہ آکر یوں کہے کہ میں اتنی قیمت میں نہیں خریدوں گا، مثلاً خالد حامد سے کہے کہ میں تجھ سے یہ گھڑی پانچ سو روپے میں خریدوں گا، جب کہ اس گھڑی کی قیمت چار سو روپے ہے، پھر کچھ ایام گزرنے کے بعد خالد خریدنے سے انکار کردے، جب کہ حامد اس گھڑی کو کسی اور کے ہاتھ بیچتا، تو اُسے چار سو روپے مل جاتے، لیکن اس نے خالد کے بھروسے پر اُسے فروخت نہیں کیا، اب اس صورت میں حامد کو جو سو روپے کا نقصان اٹھانا پڑا، وہ

=ما في " الفتاوى الهندية " : البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظي الماضي مثل أن يقول أحدهما : بعت ، والآخر : اشتريت ، لأن البيع انشاء تصرف ، والانشاء يعرف بالشرع، والموضوع للاخبار قد استعمل فيه ، فينعقد به ، ولا ينعقد بلفظين أحدهما لفظ المستقبل ...... وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ، ولا خيار لواحد منهما إلا من عيب أو عدم رؤية . (۱۸/۳ - ۲۰ ، كتاب البيوع)

ما في " عقد البيع لمصطفى أحمد الزرقاء " : الوعد المجرد بالبيع أو بغيره من العقود أو الأعمال ، كوعد الإنسان لمدين بأن يؤدي عنه دينه ، لم يقم له الفقهاء وزناً من الوجهة القضائية ، أي انه لا يلزم صاحبه بالوفاء إلا من الناحية الدينية الأخلاقية ، أما القضاء فلا يجبر على الوفاء بوعده ، والمراد من الوعد المجرد ما لا يشتمل على إيجاب وقبول قطعيين ، كما لو قال الإنسان لآخر : سأبيعک ، أو : أعدک بأن أبيعک المال الفلاني بكذا ، فهذا من قبيل الوعد المجرد ..... إن الوعد بالبيع هو اتفاق يتعهد فيه شخص ببيع شيء من شخص آخر عند ما يختار شراء ه خلال مدة معينة . (۱۷۱ ، ۱۷۲ ، الفصل السابع في الوعد بالبيع)

خالد سے اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا، کیوں کہ یہ عین کا نقصان نہیں بلکہ متوقع نفع کا نقصان ہے، جس کو شریعت نقصان نہیں گردانتی (۱)، البتہ اگر خالد شروع ہی سے اپنے اِس وعدے کو پورا نہ کرنے کی نیت رکھتا ہے، تو وہ اخروی اعتبار سے گنہگار ہے (۲)، اور اگر خریدنے کی نیت تھی مگر کسی مجبوری کی وجہ سے نہ خرید سکا، تو وہ معذور ہے، جس میں گناہ بھی لازم نہیں ہوگا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في" الموسوعة الفقهية ": الضرر إسم من الضر ، وقد أطلق على كل نقص يدخل الأعيان ، والضر بفتح الضاد ، لغة ضد النفع وهو النقصان . (۲۸/۱۷۹ ، تحت الضرر)

(۲) ما في" القرآن الكريم ": ﴿يا أيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " فتح القدير للشوكاني ": والعقود العهود ..... وقيل : هي العقود التي يعقدونها بينهم من عقود المعاملات ... قال الزجاج : المعنى أوفوا بعقد الله عليكم وبعقدكم بعضكم على بعض . انتهى . (۱/۴۴۴)

ما في " التفسير المنير ": ﴿أوفوا بالعقود﴾ أي العهود التي عقدتموها بينكم وبين الله ، أو بينكم وبين الناس ، وهي التكاليف التي ألزمكم الله بها والتزمتموها ..... الأمر بالوفاء بالعقد التي يتعاقد بها الناس ، ووجوب الوفاء بالتكاليف الإسلامية ، فيلزم دفع أثمان المبيعات ... يدل على لزوم العقد وثبوته . (۳/۴۱۵ . ۴۱۹)

ما في " صحيح البخاري ": عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث : إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان ".

(ص/۱۳ ، كتاب الإيمان ، باب علامة المنافق ، رقم الحديث : ۳۳)

ما في" فيض الباري ": وفي خلف الوعد عندنا قولان : الأول : أنه مكروه كراهة تحريم ، والثاني : كراهة تنزيه .... بل الأمر عندي أن يقسم على الأحوال ، فإن أراد الاخلاف عند الوعد كره تحريماً ، وإن أراد الانجاز ثم منعه مانع لا يكون مكروهاً . (۱/۱۹۹ ، كتاب =

انٹرنیٹ پر نمونہ دیکھ کر بیع

مسئلہ (۲۰۱): کوئی شخص انٹرنیٹ پر نمونہ (Model) دیکھ کر کسی چیز کو خریدے، پھر معقود علیہ (مبیع) کے وصف کو مفقود پائے، تو اُسے فسخِ عقد کا اختیار حاصل ہوگا۔[1]

=الإيمان ، باب علامة المنافق)

(۳) ما في" جامع الترمذي" : قال رسول الله ﷺ : " إذا وعد الرجل أخاه ، ومن نيته أن يفي له ، فلم يف ولم يجئ للميعاد ، فلا إثم عليه " .

(۳/۴۵۰ ، باب ما جاء في علامة المنافق ، رقم الحديث : ۲۶۳۳)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (فلم يف) أي بعذر ... ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي ، فعليه الإثم ، وفىٰ به أو لم يف ، فإنه من أخلاق المنافقين . (۹/۱۰۳ ، كتاب الآداب، باب الوعد ، رقم الحديث : ۴۸۸۱) (جدید مسائل کا حل:ص/۲۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : هل تكفي رؤية ما يعرض بالنموذج ، الأصل في هذا أن رؤية جميع المبيع غير مشروط لتعذّره ، فيكتفى برؤية ما يدل على العلم بالمقصود إذا كان المبيع مثليا أى مكيلاً أو موزوناً أو عدديا متقارباً ، فرؤية ما يعرف بالنموذج تكفي ، إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذٍ يكون له الخيار .

(۳/۱۲۵، ۱۲۶ ، كتاب البيوع ، خيار الشرط)

ما في " رد المحتار " : قال في " الفتح " : فإن دخل في البيع أشياء ، فإن كانت الآحاد لا تتفاوت كالمكيل والموزون ، وعلامته أن يعرض بالنموذج فيكتفي برؤية واحد منها في سقوط الخيار ، إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذ يكون له الخيار : أي خيار العيب لا خيار الرؤية . ذكره في " الينابيع " .

(۷/۱۱۱، ۱۱۲ ، كتاب البيوع ، باب خيار الرؤية ، ديوبند ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۵/۳۵۹۰ ، خيار الرؤية ، المطلب الخامس ، شرائط ثبوت الخيار ، البيع بالنموذج)

بیع الحصاۃ (کنکر پھینک کر خرید وفروخت)

مسئلہ (۲۰۲): ''بیع الحصاۃ'' جسے ''بیع بالقاء الحجر'' بھی کہا جاتا ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ متعاقدین آپس میں کسی چیز کا بھاؤ لگا رہے ہوں کہ اچانک خریدار اس پر ایک پتھر رکھ دے، جس کے نتیجے میں یہ بیع لازم ہوجائے (۱)، ائمۂ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس طرح کی بیع ناجائز ہے، احادیث میں بھی اس کی صریح ممانعت موجود ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' البحر الرائق '' : والملامسة وإلقاء الحجر ..... وهو أن يتراوض الرجلان على سلعة أي يتساوي فإذا لمسها المشترى أو نبذها إليه البائع أو وضع المشتري عليها حصاة لزم البيع رضي البائع أو لم يرض . (۱۲۵/۶ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(۲) ما في '' صحيح مسلم '' : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : '' نهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر '' . (۲/۲، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر)

ما في '' سنن أبي داود '' : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : أن النبي ﷺ نهى عن بيع الغرر '' . زاد عثمان : والحصاةِ . (۲۶۲/۳ ، باب في بيع الغرر ، رقم : ۳۳۷۸ ، دار الكتاب العربي بيروت ، مسند أحمد بن حنبل : ۳۷۶/۲ ، رقم : ۸۸۷۱ ، مسند أبي هريرة رضي الله عنه ، مؤسسة قرطبة القاهرة)

ما في '' البحر الرائق '' : والملامسة والقاء الحجر ومثلها المنابذة وهذه بيوع كانت في الجاهلية فنهى عنها . (۱۲۵/۶)

بیع صرف

مسئلہ (۲۰۳): ''بیع صرف'' یعنی ثمن کی بیع ثمن کے عوض کرنا[1] جائز ہے، بیع صرف میں عوضین چوں کہ ثمن ہوتے ہیں، اس لیے اس میں مجلسِ عقد میں قبضہ کرنا ضروری ہے، اُدھار جائز نہیں، نیز جب عوضین متحد الجنس ہوں (یعنی دونوں کی جنس ایک ہو مثلاً؛ سونے کو سونے کے عوض، یا چاندی کو چاندی کے عوض بیچا جا رہا ہو)، تو تفاضل (کمی بیشی) درست نہیں ہے، اور اگر متحد الجنس نہ ہوں، مثلاً: سونے کو چاندی کے عوض، یا چاندی کو سونے کے عوض بیچا جا رہا ہو، تو تفاضل جائز ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' كتاب التعريفات '' : الصرف في الشريعة بيع الأثمان بعضها ببعض . (ص/۱۳۶)

ما في '' البحر الرائق '' : هو بيع بعض الأثمان ببعض كالذهب والفضة إذا بيع أحدهما بالآخر أى بيع ما من جنس الأثمان بعضها ببعض . (۳۲۱/۷ ، كتاب الصرف)

ما في '' تنوير الأبصار مع الدر المختار '' : بيع الثمن بالثمن . (۴۰۲/۷)

(۲) ما في '' صحيح البخاري '' : عن أبى المنهال قال : سألت البراء بن عازب وزيد بن أرقم عن الصرف ، فكل واحد منهما يقول : هذا خير منى ، فكلاهما يقول : '' نهى رسول الله ﷺ عن بيع الذهب بالورق دينا '' . (۲۹۱/۱ ، باب بيع الورق بالذهب نسيئة)

ما في '' الفقه الحنفى فى ثوبه الجديد '' : شرع الصرف بالسنة النبوية الشريفة ، فقد ورد في مشروعيته عدد من الأحاديث الشريفة ، منها : حدثنا عبد الله بن أبي بكرة قال : قال أبو بكرة رضى الله تعالى عنه : قال رسول الله ﷺ : '' لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا سواء بسواء، والفضة بالفضة إلا سواء بسواء ، وبيعوا الذهب بالفضة ، والفضة بالذهب كيف شئتم '' . (۳۱۷/۴) (قاموس الفقہ :۲۲۴/۴)

بیع المنابذۃ (مبیع پھینک کر خرید وفروخت)

مسئلہ (۲۰۴): ''بیع المنابذۃ'' کی تعریف علامہ شامی یوں فرماتے ہیں:

عاقدین میں سے ہر ایک اپنے کپڑے کو دوسرے کی طرف پھینکے، اور کوئی ایک دوسرے کے کپڑے کی طرف نہ دیکھے، صرف کپڑا پھینکنے سے ہی بیع ہو جائے۔ (۱)

علامہ مرغینانی فرماتے ہیں: بیع منابذہ یہ ہے کہ دو آدمی کسی سامان پر بولی لگا رہے ہوں، کہ اچانک بائع خریدار کی طرف وہ چیز پھینک دے، تو اس سے بیع لازم ہو جائے۔ (۲)

مذکورہ دونوں تعریفات باعتبار حقیقت ایک جیسی ہیں، کہ دونوں میں مبیع کے پھینکنے سے بیع لازم ہو رہی ہے، البتہ دونوں میں فرق اتنا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف میں عاقدین میں سے ہر ایک اپنی مبیع کو پھینکتا ہے، جب کہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف کے مطابق صرف بائع اپنی مبیع کو پھینکتا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف زیادہ راجح ہے، کیوں کہ اس میں لفظ ''منابذہ'' کی رعایت زیادہ ہے۔ اس بیع کے عدمِ جواز پر علماء کا اتفاق ہے، (۳)۔ کیوں کہ اس عقد میں جہالت کے اعتبار سے غرر پایا جاتا ہے، یعنی جس وقت عقد انجام دیا جا رہا ہوتا ہے، اس وقت کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ بعد میں کس چیز کی یا کس ثمن پر بیع واقع ہوگی۔ لہٰذا یہ عقد شرعاً ناجائز ہے۔

الحجة على ما قلنا : =

مجہول الصفت مبیع کی طرف اشارہ

مسئلہ (۲۰۵): جس مبیع کی صفت وکوالٹی بیان نہ کی جائے اسے ''مجہول الصفۃ مبیع'' کہا جاتا ہے۔ جمہور فقہائے احناف کی رائے یہ ہے کہ اگر مبیع کی طرف اشارہ کردیا جائے، تو پھر اس کی صفت بیان کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ایسی صورت میں بیچی جانے والی چیز کے اوصاف ذکر کیے بغیر بھی بیع درست ہے۔(۱)

=(۱) ما في " رد المحتار " : والمنابذة أن ينبذ كل واحد منها ثوبه إلى الآخر ولا ينظر كل واحد منهما إلى ثوب صاحبه على جعل النبذ بيعا . (۶۵/۵ ، کراچی ایچ ایم سعید)

ما في " التعريفات الفقهية " : المنابذة : وهي أن ينبذ كل واحد من العاقدين ثوبه مثلاً إلى الآخر ولم ينظر واحد منهما إلى ثوب صاحبه . (ص/۲۱۷)

(۲) ما في " الهداية " : هو أن يتراوض الرجلان على سلعة أي يتساومان فإذا نبذها إليه البائع لزم البيع . (الهداية مع الفتح : ۶/۵۵)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة أنه قال : " نهى عن بيعتين المُلامسة والمُنابذة " . (۲/۲، كتاب البيوع ، باب إبطال بيع الملامسة والمنابذة ، قديمي)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن شهاب أخبرني عامر بن سعد أن أبا سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أخبره: " أن رسول الله ﷺ نهى عن المنابذة " .

(۱/۱۸۷، باب بيع الملامسة)

ما في " البحر الرائق " : قوله : والملامسة وإلقاء الحجر ومثلها المنابذة وهذه بيوع كانت في الجاهلية فنهي عنها . (۱۲۵/۶) (غرر کی صورتیں:ص/۱۷۲،۱۷۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : والأعواض المشار إليها لا يحتاج إلى معرفة مقدارها في جواز البيع ، لأن بالإشارة كفاية في التعريف وجهالة الوصف فيه لا تفضي إلى المنازعة .

(الهداية :۳/۴ ، كتاب البيوع ، الدر المختار مع الشامية :۳۶/۷ ، ۳۷)=

تخلیہ

مسئلہ (۲۰۶): تخلیہ کہتے ہیں بائع - مبیع اور مشتری کے درمیان سے ہر قسم کی رکاوٹ (حائل) کو ختم کردے، کہ مشتری کو اس پر تصرف کرنے کا پورا اختیار حاصل ہوجائے، جب یہ بات پائی جائے تو شرعاً یوں سمجھا جائے گا کہ بائع نے مبیع مشتری کے حوالہ کردی، اور خریدار نے مبیع پر قبضہ کرلیا۔ (۱)

=ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وشرط لصحته معرفة قدر) مبيع وثمن (ووصف ثمن) . التنوير وشرحه . وفي الشامية : تنبيه : ظاهر كلامه كالكنز يعطى أن معرفة وصف المبيع غير شرط . (۳٦/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب ما يبطل الإيجاب سبعة ، ديوبند)

ما في " رد المحتار " : وللعلامة الشرنبلالي في رسالة سماها : " نفيس المتجر بشراء الدرر" حقق فيها أن المبيع المسمى جنسه ، لا حاجة فيه إلى بيان قدره ولا وصفه ، ولو غير مشار إليه أو إلى المنازعة ، لأن الجهالة المانعة من الصحة تنتفي بثبوت خيار الرؤية . (۳۷/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب ما يبطل الإيجاب سبعة ، ديوبند) (غرر کی صورتیں: ص/۲۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : أما تفسير التسليم والقبض فالتسليم والقبض عندنا هو التخلية والتخلي ، وهو أن يخلى البائع بين المبيع وبين المشترى برفع الحائل بينهما على وجه يتمكن المشتري من التصرف فيه فيجعل البائع مسلماً للمبيع والمشترى قابضاً له .

(۴۹۸/۴ ، كتاب البيوع ، تفسير التسليم والقبض ، ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وفي اصطلاح الفقهاء : تمكين الشخص من التصرف في الشيء دون مانع ، ففي البيع مثلاً إذا أذن البائع للمشترى فى قبض المبيع مع عدم وجود المانع حصلت التخلية ، ويعتبر المشتري قابضاً للمبيع مطلقاً . (۵٦/۱۱، تخلية ، الفقه الإسلامى وأدلته :۳۳۸۸/۵ ، معنى التسليم أو القبض ، قبيل ؛ المبحث الرابع ، البيع الباطل والفاسد ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد :۱۰۰/۴ ، كتاب البيوع ، هل التخلية قبض؟)

صحتِ تخلیہ کی شرطیں

مسئلہ (۲۰۷): صحت تخلیہ کی چند شرطیں ہیں:

(۱) بائع مشتری کو قبضہ کرنے کی اجازت دیدے، بایں طور کہ میں نے تیرے اور مبیع کے درمیان تخلیہ کردیا، تو اس پر قبضہ کرلے۔ (۱)

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مبیع مشتری کے سامنے ہو، اس طور پر کہ بائع کے بغیر مشتری اس کو حاصل کرسکے، یہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ہے، امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مبیع مشتری کے سامنے اس طرح ہو کہ تخلیہ صحیح ہوجائے، اگرچہ مبیع دور ہی ہو۔ (۲)

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ مبیع خالی ہو، یعنی دوسرے کے حق میں مشغول نہ ہو۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : الشرط الأول : الإذن بالقبض وذلک أن يقول البائع للمشتري : خليت بينک وبين المبيع ، ويقول المشترى : قبضت .

(ص/۶۷ ، البحث الأول ؛ التخلية)

(۲) وفيه أيضًا : الشرط الثاني : أن يكون المبيع بحضرة المشتري بحيث يصل إلى أخذه من غير مانع عند الصاحبين ، خلافاً لأبي حنيفة حيث تصح التخلية ولو كان المبيع بعيدًا .

(ص/۶۷ ، البحث الأول ؛ التخلية)

(۳) وفيه أيضًا : أن يكون المبيع مفوزًا غير مشغول بحق الغير .

(ص/۶۷ ، البحث الأول ؛ التخلية)

قبضۂ حقیقی وحکمی

مسئلہ (۲۰۸): قبضۂ حقیقی: یہ ہے کہ مبیع مشتری کے ہاتھ میں آجائے، یا مبیع تول کر یا ناپ کر کے الگ کردی جائے، یا مبیع قابض کی تحویل میں آجائے۔

قبضۂ حکمی: قبضۂ تقدیری ومعنوی کو کہتے ہیں، جس میں مشتری مبیع پر حساً قبضہ نہیں کرتا، محض مبیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ کردیا جاتا ہے، جس کی بنا پر مبیع مشتری کے ضمان میں آجائے، مثلاً عقار (غیر منقولی چیزوں) میں بالاتفاق محض تخلیہ سے قبضۂ حکمی ہوجائے گا، اور اشیائے منقولہ میں بھی محض تخلیہ قبضۂ حکمی شمار ہوگا، بشرطیکہ مبیع کو الگ کردیا گیا ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : المراد بالقبض الحقيقي ؛ هو القبض الذي يدرک بالحس ، كما في حالة الأخذ باليد مناولةً ، أو الكيل أو الوزن في الطعام ، أو النقل والتحويل إلى حوزة القابض . (ص/۴۵ ، المطلب الأول ، القبض الحقيقي)

ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : والمراد بالقبض الحكمي ؛ هو القبض التقدير الذي لا يدرک بالحس كالتخلية ويدخل فيه جميع أنواع العقار والمنقولات ، كما تناولنا في القبض الحقيقى القبض في المنقول وفي العقار .... اتفق الفقهاء على أن قبض العقار يكون بالتخلية وعلى الإكتفاء به في غير المنقول كالدور والأراضي والأشجار والغرس .... واختلف الفقهاء في كيفية القبض الحكمي في المنقول كالحبوب والثمار والنحاس والرصاص ، هل يكفي فيه القبض الحكمي (التخلية) أم لا بد فيه من القبض الحقيقي ؟ ..... القول الثاني : ان التخلية كافية مع التمييز ولو لم يحصل تقدير أو نقل ، وهذا هو مذهب الحنفية وقول المالكية والحنابلة والشافعية ، جاء في حاشية ابن عابدين : وحاصله ان التخلية قبض حكما ولو مع القدر عليه بلا كلفة ، لكن ذلک يختلف بحسب حالة المبيع .

(ص/۵۳ – ۵۵ ، المبحث الثاني : أقسام القبض وكيفيته ، المطلب الثاني ؛ القبض الحكمي)

گھر کی چابی سونپ دینا تخلیہ ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲۰۹): بائع مشتری سے کہے کہ میں نے مبیع اور تیرے درمیان تخلیہ کردیا، جب کہ مبیع گھر کے اندر ہے، اور ابھی اسے تولا اور ناپا بھی نہیں گیا، مگر بائع نے مشتری کو گھر کی چابی سپرد کردی، تو اب مشتری کا مکمل قبضہ شمار ہوگا۔ (۱)

تخلیہ کے بعد مبیع تلف ہوجائے

مسئلہ (۲۱۰): دو شخصوں کے درمیان عقدِ بیع ہوا، بائع نے مبیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ بھی کردیا، لیکن مبیع ابھی بائع ہی کی ملکیت میں تھی، اور مشتری کے ہاتھ سے وہ تلف ہوگئی، تو ایسی صورت میں مشتری ضامن ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : رجل باع مكيلاً في بيت مكايلة أو موزوناً موازنة وقال : خليت بينك وبينه ، ودفع إليه المفتاح ولم يكله ولم يزنه صار المشتري قابضاً .

(۳/ ۱٦ ، كتاب البيوع ، الباب الرابع ، الفصل الثاني)

ما في " بدائع الصنائع " : وإن باع مكايلة أو موازنةً في الكيل والموزون وخلى ، فلا خلاف في أن المبيع يخرج عن ضمان البائع ويدخل في ضمان المشتري ، حتى لو هلك بعد التخلية قبل الكيل والوزن يهلك على المشتري وكذا لا خلاف في أنه يجوز للمشتري بيعه والانتفاع به قبل الكيل والوزن . (۷/۲۳۷، كتاب البيوع ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۴/ ۲۰۲ ، كتاب البيوع ، أحكام التصرف في المبيع ، التقابض في الفقه الإسلامي : ص/ ۴٦)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : من المقرر شرعاً أن المبيع قبل قبضه في ضمان البائع ، وأن اتلاف المشترى له وهو في يد البائع يعتبر قبضاً ، فيلزمه الثمن ، لأنه لا يمكن إتلافه إلا بعد اثبات يده عليه ، وهو معنى القبض ، فيتقرر عليه الثمن .

(ص/ ٦۸، المبحث الثاني ، الإتلاف ، الموسوعة الفقهية : ۱/ ۲۲٦)

مبیع ہلاک ہوجائے

مسئلہ (۲۱۱): اگر مبیع پر مشتری کے قبضہ سے پہلے ہی وہ آفتِ سماویہ سے ہلاک ہوجائے، تو مشتری پر کوئی ضمان نہیں آئے گا۔[۱]

مبیع عیب دار ہوجائے

مسئلہ (۲۱۲): ایجاب وقبول کے بعد مشتری کے قبضہ سے پہلے، مبیع بائع کے پاس عیب دار ہوجائے، تو مشتری کو مبیع نہ لینے کا مکمل اختیار حاصل ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : ذهب جمهور العلماء إلى أن البيع ينفسخ إذا تلف المبيع كله قبل القبض بآفة سماوية ، ولا شيء في ضمان المشتري لأنه لم يقبض المبيع أصلا . (ص/٦٨، المبحث الثاني ، الإتلاف ، بدائع الصنائع :۵/۲۳۸ ، حاشية الدسوقي: ۳/۱۴۷ ، مغني المحتاج : ۲/٦۵ ، كشاف القناع :۳/۲۴۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : العيب الذي يحدث في المبيع ، وهو في يد البائع بعد العقد وقبل القبض ، حكمه حكم العيب القديم الذي يوجب الرد .

(ص/۷۴ ، المبحث الثالث ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ۱/۳۴٦ ، المادة : ۳۴۰)

کرنسی نوٹوں کی حیثیت

مسئلہ (۲۱۳): ہمارے نزدیک کرنسی نوٹوں کی حیثیت ثمنِ خلقی کی طرح ہے، لہٰذا اس اعتبار سے کرنسی کی، کرنسی سے بیع کے دو اصول ہیں:

(۱) جب ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی سے کیا جائے تو نہ کمی و بیشی جائز ہے نہ ادھار، بلکہ برابر سرابر نقدا نقدی ضروری ہے۔(۱)

(۲) دو ملک کی کرنسیاں دو مختلف اَجناس ہیں، اس لیے ان کے باہمی تبادلہ میں کسی خاص قیمت کی پابندی ضروری نہیں، گورنمنٹ یا بینک کے مقررہ نرخ سے کمی و بیشی کے ساتھ باہمی رضامندی سے خرید و فروخت ہو سکتی ہے، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ دونوں طرف سے نقد لین دین ہو، اگر ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو، تو یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ بیعِ صرف ہے، جس میں دونوں طرف سے نقد معاملہ ضروری ہے۔(۲)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا دوسرا فقہی سیمینار جو ۸ر تا ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۹ء، مطابق ۸ر تا ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ، میں منعقد ہوا تھا، اس کے عناوین میں سے ایک عنوان ''کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت'' بھی تھا، اس سیمینار میں کرنسی نوٹوں کے متعلق جو تجاویز منظور ہوئی تھیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱- کرنسی نوٹ سند و حوالہ نہیں بلکہ ثمن ہے، اور اسلامی شریعت کی نظر میں کرنسی نوٹوں کی حیثیت زرِ اصطلاحی و قانونی کی ہے۔(۳)

۲- عصر حاضر میں نوٹوں نے ذریعۂ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زرِ خلقی (سونا چاندی) کی جگہ لے لی ہے، اور باہمی لین دین نوٹوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اس لیے کرنسی

نوٹ بھی احکام میں ثمنِ حقیقی کے مشابہ ہے، لہٰذا ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی کے ساتھ کمی وبیشی کے ساتھ نہ تو نقد جائز ہے نہ ادھار۔(۴)

۳- دو ملک کی کرنسیاں دو اجناس ہیں، اس لیے ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے کمی وبیشی کے ساتھ حسبِ رضاءِ فریقین جائز ہے۔(۵)

۴- کرنسی نوٹوں پر زکوٰۃ لازم ہے۔(۶)

۵- نوٹوں میں زکوٰۃ کا نصاب چاندی کے نصاب کی قیمت کے مساوی ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : وإذا اتحد جنس العملات ، كالذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، والريال السعودي مثلاً بالريال السعودي ، والمصري بالمصري ، وجب شيئان : التساوي في المقدار ، والتقابض في مجلس العقد ، فإن اختل الشرطان أو أحدهما كان رباً . (ص/۲۸٦ ، حكم تجارة العملة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : إن المختار عندنا قول من يجعلها أثمانا اصطلاحية ، وحينئذٍ تجري عليها أحكام الفلوس النافقة سواء بسواء ، وقدمنا آنفاً أن مبادلة الفلوس بجنسها لا يجوز بالتفاضل عند محمد رحمه الله تعالى، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان سداً لباب الربا ، وعليه فلا يجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة ، ويجوز إذا كانت متماثلة ، والمماثلة ههنا تكون بالقيمة . (۱/۵۹۰ ، حكم أوراق النقدية)

(۲) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : وإن اختلف جنس العملات ، كأن باع ذهباً بالفضة ، أو ريالاً سعودياً بجنيه مصري مثلاً ، وجب شيء واحد ، وهو التقابض في مجلس العقد ، وجاز التفاضل ، لقوله ﷺ : " الذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، مثلاً بمثلٍ ، سواء بسواء ، يداً بيدٍ ، فإن اختلف هذه الأجناس فبيعوا كيف شئتم ، إذا كان يداً بيد " . الحديث .

(ص/۲۸٦ ، حكم تجارة العملة)=

....

ما في " الهداية " : وإذا عدم الوصفان ، الجنس والمعنى المضموم إليه ، حلّ التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه الإباحة ، وإذا وجدا حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر ، حلّ التفاضل وحرم النسأ .

(۱۰۴/۳ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

(۳) ما في " شرح كتاب السير الكبير " : " الثابت بالعرف كالثابت بالنص " .

(۱/۱۲۰ ، باب ما يجب من طاعة الوالى وما لايجب، قواعد الفقه : ۷۴)

ما في " قواعد الفقه " : " العادة محكمة " . (ص/۹۰) . وفيه أيضًا : " إنما تعتبر العادة إذا اطّردت أو غلبت " . [ص/۶۲] . " استعمال الناس حجة يجب العمل بها " . (ص/۵۷)

(۴) ما في " تكملة فتح الملهم " : وبالجملة صارت هذه الأوراق اليوم كالنقود ويطلق عليها اسم النقد، والعملة في العربية والانكليزية والأردية .

(۱/۵۱۹ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق المالية)

وما في " تكملة فتح الملهم " : إن المختار عندنا من يجعلها اثمانا اصطلاحية ، وحينئذ تجري عليها أحكام الفلوس النافقة سواء بسواء ، وقدمنا آنفا أن مبادلة الفلوس بجنسها لا يجوز بالتفاضل عند محمد رحمه الله ، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان سداً لباب الربا ، وعليه فلا يجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة ، ويجوز إذا كانت مماثلة ، والمماثلة ههنا أيضاً تكون بالقيمة لا بالعدد .

(۱/۵۸۹ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق النقدية)

(۵) ما في " تكملة فتح الملهم " : وأما العملة الأجنبية من الأوراق فهي جنس آخر ، فيجوز مبادلتها ، فيجوز بيع ثلاث روبيات باكستانية بريال واحد سعودي .

(۱/۵۸۹ ، كتاب المساقاة والمزارعة)

ما في" الهداية " : وإذا عدم الوصفان ، الجنس والمعنى المضموم إليه حلّ التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه ..... وإذا وجدا ، حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر ، حلّ التفاضل وحرم النسأ . (۱۰۴/۳ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

(۶) ما في" شرح الفتح الرباني " : فالذي أراه حقاً وادين الله عليه ، ان حكم الورق المالي=

دمِ مسفوح کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۱۴): حلال جانوروں کا خون (دمِ مسفوح) جو ذبح کے وقت نکلتا ہے، اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔(۱)

=كحكم النقدين في الزكاة سواء بسواء ، لأنه يتعامل به كالنقدين تماماً وإن مالكه يمكنه صرفه قضاء مصالحه به في أي وقت شاء ، فمن ملك النصاب من الورق المالي ومكث عنده حولاً كاملاً وجبت عليه زكاته . (۱/۱ ۲۵ ، آخر باب زكاة الذهب والفضة ، بحوالہ حاشیہ فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۲۴۸) (فتاوی رحیمیہ:۹/ ۲۰۷،اہم فقہی فیصلے:ص/۱۴)

ما في " رد المحتار " : وفي الشرنبلالي : الفلوس إن كانت اثماناً رائجة أو سلعاً للتجارة تجب الزكاة في قيمتها، وإلا فلا . (۳/۲ ۱ ۲ ، باب زكاة المال ، دارالكتاب ديوبند)

ما في " البحر الرائق " : إن الزكاة تجب في الغطارفة إذا كانت مائتين ، لأنها اليوم من دراهم الناس ، وإن لم تكن من دراهم الناس في الزمن الأول ، وإنما يعتبر في كل زمان عادة أهل ذلك الزمان . (۲/۷ ۹ ۳ ، كتاب الزكاة ، باب زكوٰة المال)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : بطل بيع ما ليس بمال كالدم المسفوح ، فجاز بيع كبد وطحال . (۷/۰ ۷ ۱ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " الهداية " : وإذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرماً فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم .... فنقول : البيع بالميتة والدم باطل ، وكذا لإنعدام ركن البيع ، وهو مبادلة المال بالمال ، فإن هذه الأشياء لا تعدّ مالاً عند أحد . (۳/ ۴۹ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " البحر الرائق " : لم يجز بيع الميتة والدم لإنعدام المالية التي هي ركن البيع فإنهما لا يعدّان مالاً عند أحد ، وهو من قسم الباطل . (۶/۵ ۱ ۱ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، كذا في فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۲/۱۳۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الباطل ، كذا في مجمع الأنهر : ۳/۷۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۷۸،۷۹،کراچی)

آلاتِ موسیقی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۱۵): اسلام میں موسیقی ناجائز اور حرام ہے، اس لیے وہ آلات جو محض موسیقی کے لیے استعمال ہوتے ہوں، اور بغیر کسی تغییر وتبدیلی کے ان سے موسیقی کا ہی کام لیا جاتا ہو، ان آلات کے، آلاتِ معاصی ہونے کی وجہ سے ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی، کیوں کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص ": قوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى﴾ ليقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة الله تعالى ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/ ۳۸۱)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " إنما نهيت عن صوتين فاجرين : صوت عند نغمة لهو ولعب ، ومزامير الشيطان، وصوت عند مصيبة خدش وجوه ، وشقّ جيوب ورنة الشيطان " . (۵/ ۳۰۹)

ما في " البحر الرائق " : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة ، لأنه إعانة على المعاصي ، قيّد بالسلاح لأن بيع ما يتخذ منه السلاح كالحديد ونحوه لا يكره ، لأنه لا يصير سلاحاً إلا بالصنعة ، نظيره بيع المزامير يكره . (۵/ ۲۴۰ ، كتاب السير ، باب البغاة)

ما في " رد المحتار " : قلت : وأفاد كلامهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً ، وإلا فتنزيهاً . نهر . قوله : (تحريماً) وظاهر كلامهم أن الكراهة تحريمية لتعليلهم بالإعانة على المعصية ، وقوله : (لأنه إعانة على المعصية) لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به إلا بصنعه تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بها عينها .

(۶/ ۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)=

شپمنٹ کے ذریعہ سامان کی منتقلی

مسئلہ (۲۱۶): شپمنٹ یعنی سامان کو جہاز کے ذریعہ امپورٹر کی طرف منتقل کرنے کے تین طریقے ہیں:

(۱)"F.O.B" (۲)"C.F" (۳)"C.I.F"

پہلے طریقے میں "ایکسپورٹر" کی صرف یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سامان جہاز پر روانہ کرادے، آگے اس کا کرایہ اور دوسرے مصارف خود "امپورٹر" ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں "شپنگ کمپنی" امپورٹر کی ایجنٹ ہوتی ہے، لہٰذا جس وقت شپنگ کمپنی اس سامان کی ڈیلیوری (قبضہ) لے گی، تو اس کا قبضہ "امپورٹر" کا قبضہ سمجھا جائے گا، اور اس سامان کا "رِسک" (ضمان) اسی وقت امپورٹر (خریدار) کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

اگر دوسرے طریقے یعنی C.F کے طریقے سے مال روانہ کیا تو اس صورت میں اس سامان کو بھیجنے کا کرایہ "ایکسپورٹر" (بائع) ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں تاجروں کے درمیان تو موجودہ "عرف" یہ ہے کہ C.F کی صورت میں بھی "شپنگ کمپنی" کو امپورٹر (خریدار) ہی کا ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اور اس "عرف" میں شرعاً کوئی حرج نہیں، یعنی اس دوسرے طریقے میں بھی جب کہ کرایہ

=ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶) (فتاوی حقانیہ:۶/۴۶)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الإعانة على محظور محظور " . (۲/۶۴۴)

''ایکسپورٹر'' ادا کررہا ہے، ''شپنگ کمپنی'' ہی کو ''امپورٹر'' کا ایجنٹ سمجھا جائے، لہٰذا جس وقت ''ایکسپورٹر'' نے وہ سامان شپنگ کمپنی کے حوالہ کردیا، اسی وقت اس سامان کا ضمان (رِسک) ''امپورٹر'' (خریدار) کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

اگر تیسرے طریقے کے ذریعہ ہو، تو چوں کہ تیسرا طریقہ بھی دوسرے طریقے کی طرح ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں ایکسپورٹر، امپورٹر کے لیے مال کا بیمہ کراتا ہے، اوراس بیمہ کا فائدہ بھی امپورٹر کو حاصل ہوتا ہے، ایکسپورٹر بیمہ کرانے اور مال جہاز پر چڑھانے کے بعد فارغ ہوجاتا ہے، لہٰذا اس کا حکم بھی دوسرے طریقے کی طرح ہوگا۔ گویا عرف عام کی وجہ سے FOB، CF، اور CIF تینوں طریقوں میں شپمنٹ کے بعد مال کا رِسک امپورٹر کی طرف شرعاً منتقل ہوجاتا ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ذهب جمهور الفقهاء إلى أن المبيع في البيع الصحيح في ضمان البائع ، حتى يقبضه المشتري . (۲۸/۲۳۸ ، الضمان في عقد البيع)

ما في '' البناية '' : فإن هلك المبيع في يده أي في يد الوكيل قبل حبسه هلك من مال المؤكل ، ولم يسقط الثمن ، لأن يده كيد المؤكل ، فإذا لم يحبس يصير قابضاً بيده أي حكماً ، والهلاك في يده كالهلاك في يد المؤكل ، فلا يبطل الرجوع ، ويقال : لأن المبيع أمانة في يد الوكيل ، لأنه قبضه للمؤكل . (۸/۲۹۵ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : الوكيل أمين ، وذلک لأنه نائب عن المؤكل في اليد والتصرف ، فكانت يده كيده، والهلاک في يده كالهلاک في يد المالک .

(۲۸/۲۵۰ ، الضمان في عقد الوكالة)

ما في '' نتائج الأفكار '' : فإن هلک في يده أي في يد الوكيل قبل حبسه ، أي قبل حبس=

ایگریمنٹ ٹوسیل کا حقیقی سیل میں تبدیل ہوجانا

مسئلہ (۲۱۷): ایکسپورٹر کوئی بھی سامان ایکسپورٹ کرتا ہے، تو پہلے وہ امپورٹر کی طرف سے اس کا آرڈر لیتا ہے، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ امپورٹر کی طرف سے آرڈر کے وقت، وہ سامان ایکسپورٹر کے پاس موجود نہیں ہوتا، تو اگر ایکسپورٹر آرڈر دینے والی پارٹی کے ساتھ ایگریمینٹ ٹو سیل (وعدۂ بیع) کرلے، تاکہ یہ ایگریمینٹ ٹوسیل حقیقی سیل (بیع) میں تبدیل ہوجائے، تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) جس وقت وہ مال تیار ہوکر ایکسپورٹر کے قبضہ میں آجائے، اس وقت وہ موبائل، فون، فیکس یا کسی اور ذریعہ سے ایک جدید آفر کریں، اور خریدار اس آفر کو قبول کرلے، اس وقت حقیقی بیع منعقد ہوجائے گی۔[۱]

(۲) بعض اوقات ایجاب وقبول کے بغیر محض چیز لینے اور دینے سے بھی حقیقی بیع منعقد ہوجاتی ہے، جس کو ''بیع تعاطی'' کہا جاتا ہے، چونکہ پہلے سے خریدار کے

= الوكيل المبيع هلک من مال المؤكل ، ولم يسقط الثمن ، أي لم يسقط عن المؤكل ، هذا لفظ القدوري ، يعني أن هلاک المبيع في يد الوكيل قبل حبسه إياه لا يسقط الرجوع على المؤكل ، لأن يده أي يد الوكيل كيد المؤكل، فإذا لم يحبسه أي الوكيل يصير المؤكل قابضاً بيده أي بيد المؤكل ، فالهلاک في يد الوكيل كالهلاک في يد المؤكل ، فلا يسقط الرجوع . (۸/۴۲ ، الوكالة في البيع ، الجوهرة النيرة : ۱/۲۴۳ ، كتاب الوكالة)

ما في '' جمهرة القواعد الفقهية '' : '' قبض الوكيل يقوم مقام قبض مؤكله '' .

(۲/۸۰۳ ، حرف القاف) (اسلام اور جدید معاشی مسائل:۳/۲۰۴)=

ساتھ وعدۂ بیع کا معاملہ ہو چکا ہے، اور جب وہ سامان تیار ہو کر ایکسپورٹر کے قبضہ میں آ گیا، اس وقت اس نے خریدار یعنی امپورٹر کی طرف روانہ کر دیا، تو جس وقت ایکسپورٹر وہ سامان شپنگ کمپنی کے حوالے کر دے، تو یہ حوالہ کر دینا بیع تعاطی کے طور پر ایجاب وقبول سمجھا جائے گا، اور بیع منعقد ہو جائے گی، اور بیع منعقد ہونے کے ساتھ ساتھ اس سامان پر خریدار کا قبضہ بھی ہو جائے گا، اس لیے کہ شپنگ کمپنی بحیثیت خریدار کے وکیل کے اس سامان پر قبضہ کرتی ہے، لہٰذا اس سامان کا ضمان (رسک) بھی خریدار (امپورٹر) کی طرف منتقل ہو جائے گا، اور حقیقی بیع منعقد ہو جائے گی۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " بدائع الصنائع " : أما ركن البيع فهو مبادلة شيء مرغوب بشيء مرغوب ، وذلک قد يكون بالفعل وقد يكون بالفعل ، أما القول فهو المسمى بالإيجاب والقبول في عرف الفقهاء .... أما بصيغة الماضي فهي أن يقول البائع : بعت، ويقول المشتري : اشتريت ، فيتم الركن ...... وكذا إذا قال البائع : خذ هذا الشيء بكذا، أو اعطيتكه بكذا ، أو هو لک بكذا ، أو بذلتكه بكذا ، وقال المشتري : قبلت أو أخذت أو رضيت أو هويت ونحو ذلک ، فإنه يتم الركن ، لأن كل واحد من هذه الألفاظ يؤدي معنى البيع، وهو المبادلة والعبرة للمعنى لا للصورة . (۳۱۸/۴)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : واصطلاحاً : التعاطي في البيع ، ويقال فيه أيضاً المعاطاة أن يأخذ المشتري المبيع ، ويدفع للبائع الثمن ، أو يدفع البائع للمبيع فيدفع له الآخر الثمن من غير تكلم ولا إشارة ...... اختلف الفقهاء في انعقاد البيع التعاطي ، فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة ، وفي قول الشافعية إلى جواز البيع بالتعاطي ..... وبيع المعاطاة صورتان : الأولى ؛ أن يتم التعاطي من غير تكلم ولا إشارة من أحد الطرفين ، وهو جائز عند الحنفية والمالكية والحنابلة ، ورجح النووي الجواز بخلاف المذهب . (۱۹۸/۱۲)

ما في " الهداية " : فإن هلک المبيع في يده قبل حبسه ، هلک من مال المؤكل ، ولم يسقط الثمن ، لأن يده كيد المؤكل . (۱۸۲/۲ ، كتاب الوكالة ، رد المحتار : ۱۱/۴ ، نعمانيه)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " فعل الوكيل كفعل المؤكل " . [۸۰۰/۲] . " قبض الوكيل يقوم مقامه قبض مؤكله " . (۸۰۳/۲) (اسلام اور جدید معاشی مسائل:۲۰۳/۳)

ایکسپورٹ فائنانسنگ کے طریقے

مسئلہ (۲۱۸): ایکسپورٹر فائنانسنگ کے دوطریقے رائج ہیں:

(۱) پری شپمنٹ فائنانسنگ۔ (۲) پوسٹ شپمنٹ فائنانسنگ۔

۱- پری شپمنٹ فائنانسنگ کا طریقہ یہ ہے کہ ایکسپورٹر پہلے آرڈر وصول کرتا ہے، جب کہ اس کے پاس مال سپلائی کرنے کے لیے رقم نہیں ہوتی، آرڈر کی وصولیابی کے بعد وہ پہلے رقم کے حصول کی فکر کرتا ہے، اب اگر ایکسپورٹر چاہے کہ وہ غیر سودی طریقے سے کسی بینک یا مالیاتی ادارے سے پیسے حاصل کرے، تو اس کا طریقہ بہت آسان ہے، وہ یہ ہے کہ اس فائنانسنگ کو مشارکہ کی بنیاد پر عمل میں لایا جائے، اس لیے کہ ایکسپورٹر کے پاس معین طور پر آرڈر موجود ہے، اور آرڈر میں عام طور پر اس سامان کی قیمت بھی متعین ہوتی ہے کہ اس قیمت پر اتنا سامان فراہم کیا جائے گا، اور اس قیمت کی بنیاد پر بینک میں ایل سی (L.C) کھلی ہوئی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سامان کے فراہم کرنے پر اتنا نفع ملے گا، کاسٹ (خرچہ) بھی متعین ہوتا ہے، اس لیے کہ کاسٹ ہی کی بنیاد پر قیمت کا تعین کیا جاتا ہے، لہٰذا کاسٹ بھی تقریباً متعین ہے، قیمت بھی تقریباً متعین اور اس پر ملنے والا نفع بھی تقریباً متعین ہے، اب اگر کوئی بینک یا مالیاتی ادارہ اس خاص معاملہ (ٹرانزکشن) کی حد تک ایکسپورٹر کے ساتھ مشارکہ کرے، اور اس سے یہ کہے کہ ہم آپ کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں، آپ آرڈر کے مطابق مال تیار کرکے امپورٹر کی طرف روانہ کردیں، اور امپورٹر کی طرف سے جو رقم آئے گی اور

جو نفع ہوگا، وہ اس تناسب کے ساتھ آپس میں تقسیم ہوگا، تو اس طرح بہت آسانی سے سود کے بغیر فائنانسنگ حاصل ہو جائے گی، البتہ مشارکہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کچھ رقم ایکسپورٹر بھی لگائے، اور باقی رقم بینک یا مالیاتی ادارہ لگائے، لیکن اگر ایکسپورٹر اپنی طرف سے کوئی رقم نہ لگائے، بلکہ ساری رقم بینک یا مالیاتی ادارے کی ہو، تو اس صورت میں ''مضاربہ'' کا معاملہ کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ مضاربہ کے اندر ایک فریق کا سرمایہ ہوتا ہے، اور دوسرے فریق کا کام اور عمل ہوتا ہے، لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ ایکسپورٹر بھی اپنا کچھ نہ کچھ سرمایہ ضرور لگاتا ہے، اس لیے اس کو ''مشارکہ'' ہی کہا جائے گا، اور منافع کی شرح بھی باہمی رضامندی سے متعین کی جاسکتی ہے، بہر حال پری شپمنٹ فائنانسنگ میں بہت آسانی کے ساتھ ''مشارکہ'' کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

۲- دوسرا طریقہ پوسٹ شپمنٹ فائنانسنگ (بل ڈسکاؤنٹنگ) کا ہے، اس میں یہ ہوتا ہے کہ ایکسپورٹر آرڈر کا مال روانہ کر چکا ہے، اور بل اس کے پاس موجود ہے، لیکن اس بل کی رقم آنے میں کچھ مدت باقی ہے، اور ایکسپورٹر کو فوری طور پر پیسوں کی ضرورت ہے، چنانچہ وہ یہ بل لے کر بینک کے پاس جاتا ہے، اور اس سے کہتا ہے کہ اس بل کی رقم تم مجھے ابھی دیدو، امپورٹر سے اس بل کی رقم وقت آنے پر تم وصول کر لینا، چنانچہ بینک اس بل میں سے کچھ کٹوتی کر کے باقی رقم ایکسپورٹر کو دے دیتا ہے، جس کو بل ڈسکاؤنٹنگ کہا جاتا ہے، مثلاً: ایک لاکھ روپئے کا بل ہے تو اب بینک اس میں سے دس فیصد کٹوتی کر کے، ۹۰/ ہزار روپئے ایکسپورٹر کو دیدیتا ہے، اور بعد میں امپورٹر سے بل کی پوری رقم ایک لاکھ

روپئے وصول کرلیتا ہے، پوسٹ شپمنٹ (بل ڈسکاؤنٹنگ) کا یہ طریقہ شریعت کے مطابق نہیں ہے، ناجائز ہے، اس لیے کہ اس میں سودی معاملہ پایا جارہا ہے، لہٰذا ایکسپورٹ فائنانسنگ کا یہ طریقہ ناجائز وحرام ہے۔[۲]

البتہ ''بل ڈسکاؤنٹنگ'' کے جواز کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ جس ''ایکسپورٹر'' کا ''پوسٹ شپمنٹ فائنانسنگ'' کرنے کا ارادہ ہو، وہ شپمنٹ اور سامان بھیجنے سے پہلے بینک کے ساتھ ''مشارکہ'' کرلے، جس کی تفصیل اوپر گزری۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ''ایکسپورٹر'' امپورٹر کو سامان بھیجنے سے پہلے وہ سامان بینک یا کسی مالیاتی ادارے کو ''ایل سی'' کی قیمت سے کم قیمت پر فروخت کردے، اور پھر بینک یا مالیاتی ادارہ ''امپورٹر'' کو ''ایل سی'' کی قیمت پر فروخت کردے، اور اس طرح دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا، وہ بینک کا نفع ہوگا، مثلاً: ایل سی ایک لاکھ روپئے کھولی ہے، تو اب ''ایکسپورٹر'' بینک کو وہ سامان مثلاً؛ پچانوے ہزار روپئے میں فروخت کردے، اور بینک ''امپورٹر'' کو ایک لاکھ روپئے میں فروخت کرے، اور پانچ ہزار روپئے نفع کے بینک کو حاصل ہوجائیں گے، لیکن یہ دوسری صورت اسی وقت ممکن ہے جب کہ ابھی تک ''امپورٹر'' کے ساتھ ''حقیقی بیع'' نہیں ہوئی، بلکہ ابھی تک ''وعدۂ بیع'' (اگریمنٹ ٹو سیل) ہوا ہے، لہٰذا اگر ''امپورٹر'' کے ساتھ حقیقی بیع ہوچکی ہے، تو پھر یہ صورت اختیار کرنا ممکن نہیں۔ بہرحال اس طرح سے ایکسپورٹر کو اپنی لگائی ہوئی رقم فوراً وصول ہوجائے گی، اور اس کو مدت آنے کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ البتہ بینکوں میں ''بل

ڈسکاؤنٹ“ کرنے کا جو طریقہ اس وقت رائج ہے، وہ شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔
(اسلام اور جدید معاشی مسائل:۳/ ۲۰۹،۲۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : شركة ملک وهي أن يملک متعدد عيناً أو ديناً بإرث أو بيع أو غيرهما. (۶/۳۶۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فشركة الأموال عقد بين اثنين فأكثر على أن يتجروا في رأس مال لهم ، ويكون الربح بينهم بنسبة معلومة ، سواء علم مقدار رأس المال عند العقد أم لا ، لأنه يعلم عند الشراء ، وسواء شرطوا أن يشتركوا جميعاً في كل شراء وبيع ، أم شرطوا أن ينفرد كل واحد بصفقاته أم أطلقوا ، وليس حتماً أن يقع العقد بلفظ التجارة ، بل يكفي معناها كأن يقول الشريكان ، اشتركنا في مالنا هذا على أن نشتري ونبيع ونقسم الربح مناصفة .
(۲۶/۳۶)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ أي أن البيع لا يكون إلا لحاجة، وهو معاوضة لا غبن فيه، والربا محض استغلال لحاجة المضطر ، وليس له مقابل ولا عوض .... ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة واستحق الخلود في نار جهنم ، والمراد بالخلود هنا المكث الطويل ، إذا كان الفاعل مؤمنا ، وعبّر به تغليظاً لفعله ، ثم نبه الله تعالى على أضرار الربا وتبديد أثره ، فالربا يذهب الله بركته ولا ينميه ولا يزيده في الحقيقة والواقع وإن زاد المال بسببه في الظاهر فهو إلى ضياع وفناء . (۲/۹۶)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷) (اسلام اور جدید معاشی مسائل:۳/ ۲۰۸،۲۰۹)

ما في " فتح الملهم " : قوله : (وموكله) يعني الذي يؤدي الربا إلى غيره فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشد من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام ، ولهذا جاز اعطاء ہ عند الضرورة الشديدة . (۷/۵۷۴)

ما في " رد المحتار " : هو لغة : مطلق الزيادة ..... فضل مال بلا عوض في معاوضة مال بمال . (۷/۳۰۱ ، البحر الرائق : ۷/۲۰۱)

سیمنٹ کی تصویردار جالی

مسئلہ (۲۱۹): سیمنٹ کی جالی میں ذی روح کی تصویر بنا کر بیچنا جائز نہیں ہے، البتہ غیر ذی روح کی تصویر بنا کر بیچنے کی اجازت ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ أتاه رجل فقال : يا عباس ! إني انسان ، إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإني أصنع هذه التصاوير، فقال ابن عباس : لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من صوّر صورة ، فإن الله معذّبه حتى ينفخ فيها الروح، وليس بنافخ فيها أبداً " . فربا الرجل ربوة شديدة واصفرّ وجهه ، فقال : ويحک ، إن أبيت إلا أن تصنع ، فعليک بهذا الشجر ، وكل شيء ليس فيه روح " . (۱/۲۹۶ ، باب بيع التصاوير)

ما في " عمدة القاري شرح البخاري " : وفيه إباحة تصوير ما لا روح له كالشجر ونحوه ، هو قول جمهور الفقهاء وأهل الحديث ، فإنهم استدلوا على ذلک بقول ابن عباس : فعليک بهذا الشجر ، الخ . (۱۲/۵۶ ، رقم الحديث : ۲۲۵۶)

وما في " عمدة القاري شرح البخاري " : وفي " التوضيح " : قال أصحابنا وغيرهم : تصوير صورة الحيوان حرام أشد التحريم ، وهو من الكبائر ، وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيرهم فحرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو دينار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط ، وأما ما ليس فيه صورة حيوان كالشجر ونحوه فليس بحرام ، وسواء كان في هذا كله ما له ظل وما لا ظل له . (۲۲/۱۱۰ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين)

ما في " شرح مسلم للنووي " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغير، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو فلس أو دينار أو إناء أو حائط أو غيرها ، وأما تصوير صورة الشجر ورحال الإبل ، وغير ذلک مما ليس فيه صورة حيوان،=

حق تصنیف کو خاص کرنا

مسئلہ (۲۲۰): تصنیف مصنف کی دن رات کی محنتوں کا نچوڑ ہوتی ہے، جس سے مصنف کچھ مادی نفع کا بھی امیدوار ہوتا ہے، اورحقِ تصنیف کو محفوظ نہ کرنے کی صورت میں مصنف کو ضرر لاحق ہوتا ہے، اس لیے دفعِ ضرر کے خاطر حق تصنیف کو خاص کرنا جائز ہے، اوراگر مصنف اپنے حق تصنیف کو بیچنا چاہے تو بیچ بھی سکتا ہے، کیوں کہ صحتِ بیع کے لیے مبیع کا قابلِ ادّخار ہونا ضروری ہے، اور احراز وتحفظ قانوناً رجسٹریشن کرانے سے ہوجاتا ہے۔ (۱)

=فليس بحرام ، هذا حكم نفس التصوير ، وأما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان فإن كان معلقاً على حائط أو ثوباً ملبوساً أو عمامة ونحو ذلک مما لا يعدّ ممتهنا فهو حرام .

(۲۱۰/۷ ، باب تصوير صورة الحيوان ، مرقاة المفاتيح : ۳۲۳/۸ ، رد المحتار : ۳۶۰/۲ ، كتاب الصلوٰة ، مطلب إذا تردد الحكم بين السنة والبدعة كان ترک السنة أولى ، البحر الرائق : ۴۸/۲ – ۴۹ ، فصل ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(احسن الفتاوی: ۴۱۷/۸-۴۳۹، رسالہ نذیرالعریان عن عذاب صورۃ الحیوان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أسمر بن مضرس قال : أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال : "من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له " . وفي نسخة : " إلى ما لم يسبقه " .

(ص/۴۳۷ ، بذل المجهود : ۳۱۶/۱۰)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : وإن كان العلامة المناوي رحمه الله تعالى رجّح أن هذا الحديث واردٌ في سياق احياء الموات ، ولكنه نقل عن بعض العلماء أنه يشمل كل عين وبئر ومعدن ، ومن سبق لشيء منها فهي له ، ولا شکّ أن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب . (ص/۱۲۳ ، حق الابتكار وحق الطباعة)=

....

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي الأشباه : لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ، وعلى هذا لا يجوز الاعتياض عن والوظائف بالأوقاف ..... المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ، لكن أفتى كثير باعتباره ، وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال . (در مختار) .
(۳۳/۷ ، ۳۴ ، ۳۵ ، كتاب البيوع ، مطلب في الاعتياض عن الوظائف والنزول عنها ، ومطلب في النزول عن الوظائف بمال ، ط : بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمؤلف قد بذل جهداً كبيراً في اعداد مؤلفه ، فيكون أحق الناس به ، سواء فيما يمثل الجانب المادي ، وهو الفائدة المادية التي يستفيدها من علمه ، أو الجانب المعنوي وهو نسبة العمل إليه ، ويظل هذا الحق خالصاً دائماً له ، ثم لورثته لقول النبي ﷺ فيما رواه البخاري وغيره : " من ترك مالاً أو حقاً فلورثته " . (۲۸۶۱/۴)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : ومقتضى ذلك أن يجوز النزول عن حق الابتكار أو حق الطباعة لرجل آخر بعوض يأخذه النازل ، ولكن هذا إنما يتأتى في أصل حق الابتكار وحق الطباعة ، أما إذا قرن هذا الحق بالتسجيل الحكومي الذي يبذله المبتكر من أجله جهده وماله ووقته ، والذي يعطي هذا الحق مكانة قانونية تمثلها شهادة مكتوبة بيد المبتكر ، وفي دفاتر الحكومة ، وصارت تعتبر في عرف التجار ما لاً متقوماً ، فلا يبعد أن يصير هذا الحق المسجل ملحقاً بالأعيان والأموال بحكم هذا العرف السائر ، وقد أسلفنا أن للعرف مجالا في ادراج بعض الأشياء في حكم الأموال والأعيان ، لأن المالية كما حكينا عن ابن عابدين رحمه الله تعالى تثبت بتموّل الناس ، وإن هذا الحق بعد التسجيل يحرز أحد الأعيان ويدّخر لوقت الحاجة ادخار الأموال ، وليس في اعتبار هذا العرف مخالفة لأي نص شرع من الكتاب أو السنة ، وغايته أن يكون مخالفاً للقياس ، والقياس يترك للعرف ، ونظراً إلى هذه النواحي أفتى جمع من العلماء المعاصرين بجواز هذا الحق ، أذكر منهم علماء القارة الهندية مولانا الشيخ فتح محمد اللكنوي ، تلميذ الإمام عبد الحي اللكنوي ، والعلامة الشيخ المفتي محمد كفايت الله ، والعلامة الشيخ نظام الدين مفتي دار العلوم بديوبند ، وفضيلة الشيخ المفتي عبد الرحيم اللاجفوري . (ص/۱۲۳) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۸۶، نظام الفتاوی:۱/ ۱۲۸، فتاوی رحیمیہ:۹/ ۲۱۹، جدید فقہی مسائل:۴/ ۱۷۸، فقہی مقالات:۱/ ۲۲۴-۲۲۹)

کمیشن پر اسٹامپ پیپر بیچنا

مسئلہ (۲۲۱): لائسنس دار جو اسٹامپ خزانہ سے بیچنے کے لیے لاتے ہیں، ان کو ایک روپئے پر تین پیسے کمیشن کے طور پر ملتے ہیں، اور قانوناً ان کو ہدایت ہوتی ہے کہ وہ ایک روپیہ تین پیسے سے زائد میں اسٹامپ کو نہ بیچیں، لیکن وہ ایک روپیہ تین پیسے سے زائد میں اسٹامپ فروخت کرتے ہیں، جب کہ درحقیقت یہ بیع نہیں ہے، بلکہ معاملات طے کرنے کے لیے جو عملہ درکار ہے، اس عملہ کے مصارف اہلِ معاملات سے بایں صورت لیے جاتے ہیں کہ انہی کے نفع کے لیے اس عملہ کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے اس کے مصارف کا ذمہ دار انہیں کو بنانا چاہیے، اور لائسنس دار بھی مصارف پیشگی داخل کر کے اہل معاملہ سے وصول کرنے کی اجازت حاصل کر لیتا ہے، اور اس جلدی ادا کر دینے کے صلے میں اس کو کمیشن ملتا ہے، پس یہ شخص عدالت کا وکیل ہے، مبیع کا ثمن لینے والا نہیں، اس لیے مؤکل (عدالت) کے خلاف کر کے زائد وصول کرنا حرام ہوگا۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فابعثوا أحدكم بورقكم هذهٓ إلى المدينة﴾ . (الكهف : ۱۹)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : هذا يدل على صحة الوكالة ، وهوعقد نيابة أذن الله فيه للحاجة إليه ، وقيام المصلحة به ، إذ يعجز كل واحد عن تناول أموره لا بمؤنة من غيره .... ويصح أن يؤكل الحاكم من يحجز ، وينفذ سائر الأحكام عنه ، والخيانات لا يصح التوكيل فيها لهذه الآية من أنها باطل وظلم .

(۳/ ۱۲۳۰ ، أحكام القرآن للجصاص : ۳/ ۲۷۷ ، قبل باب الاستثناء في اليمين)=

گنا کھیت سے نکلنے سے قبل ہی بھاؤ تاؤ

مسئلہ (۲۲۲): کچھ علاقوں میں کولہو والے اس طرح کا معاملہ کرتے ہیں، مثلاً: اگر گنے کا بھاؤ دس روپئے کوئنٹل چل رہا ہے، تو وہ گیارہ بارہ روپئے کوئنٹل کے حساب سے پچاس یا سو کوئنٹل کا محض سودا کرلیتے ہیں، پھر چاہے گنے کبھی تک ڈالے جائیں، اور بھاؤ کچھ بھی ہو، اس میں کبھی تو بھاؤ چڑھ کر کولہو والوں کو فائدہ ہوتا ہے اور کبھی بھاؤ کم ہوکر کسانوں کو فائدہ ہوتا ہے، وہ لوگ ایسا کرنے کو بونڈ کہتے ہیں، تو یہ صورت بیع

=ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : " وكلني النبي ﷺ بحفظ زكاة رمضان " الحديث . (ص۳۰۴ ، كتاب الوكالة ، باب إذا وكل رجل رجلاً فترك الوكيل شيئًا ، رقم الحديث : ۲۳۱۱ ، بيروت)

ما في " فتح الباري " :قال المهلب : مفهوم الترجمة أن المؤكل إذا لم يجز ما فعله الوكيل مما لم يأذن له فيه ، فهو غير جائز . (۴/۶۰۰)

ما في " شرح ابن بطال " : ففهم من ذلک الحديث أن من وكل على حفظ شيء ، أو اؤتمن على مال ، فأعطى منه شيئاً لأحد انه لا يجوز . (۶/۳۶۹ ، كتاب الوكالة)

ما في " رد المحتار " : (التوكيل صحيح) بالكتاب والسنة (وهو إقامة الغير مقام نفسه) ترفهاً أو عجزًا (في تصرف جائز معلوم) . (۸/۲۱۰ . ۲۱۳ ، كتاب الوكالة)

ما في" الفتاوى الهندية " : أما معناها شرعاً : فهو إقامة الإنسان غيره مقام نفسه في تصرف معلوم ..... (وأما حكمها) فمنه قيام الوكيل مقام المؤكل فيما وكله به .

(۳/۵۶۰ . ۵۶۶ ، كتاب الوكالة ، الباب الأول في بيان معناها شرعاً وركناً)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الوكيل بالبيع لا يخلو إما أن يكون مطلقاً ، وإما أن يكون مقيداً، فإن كان مقيداً يراعى فيه القيد بالإجماع .

(۵/۲۶ ، كتاب الوكالة ، فصل أما بيان حكم التوكيل)

ما في" جمهرة القواعد الفقهية ": " الوكيل قائم مقام مؤكله فيما وكله فيه " . (۲/۹۸۸)

(جدید مسائل کا حل:ص/۲۶۲،امداد الفتاوی:۳/۱۱۳)

نہیں ، بلکہ وعدۂ بیع ہے، اگر طرفین اس وعدہ کو پورا کریں تو بہتر ہے، پورا کرنا چاہیے [۱]، ہاں! اگر پہلے سے وعدہ پورا کرنے کا ارادہ تھا، لیکن کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کرسکا تو گنہگار نہ ہوگا [۲]، پھر جس وقت گنا تول کر مقررہ بھاؤ دیدیا جائیگا، بیع درست ہوجائے گی۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " التفسير المنير " : ﴿أوفوا بالعقود﴾ أي العهود التي عقدتموها بينكم وبين الله ، أو بينكم وبين الناس ، وهي التكاليف التي ألزمكم الله بها والتزمتموها ...... الأمر بالوفاء بالعقد التي يتعاقد بها الناس ...... فيلزم دفع أثمان المبيعات .... يدل على لزوم العقد وثبوته . (۳/۴۱۵ . ۴۱۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وعن الحسن قال : يعني عقود الدين ، واقتضى أيضاً الوفاء بعقود البياعات والإجارات والنكاحات ، وجميع ما يتناوله إسم المعقود . (۲/ ۳۷۱ ، شرط انعقاد البر)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن أبي الحسماء ، قال : " بايعت النبي ﷺ بمبيع قبل أن يبعث وبقيت له بقية ، فوعدته أن آتيه بها في مكانه ، فنسيت ، فذكرت بعد ثلاث ، فجئت فإذا هو في مكانه ، فقال : " يا فتى ! لقد شققتَ عليَّ ، أنا ههنا منذ ثلاث انتظرک " .

(ص/ ۶۸۲ ، كتاب الأدب ، باب في العدة ، رقم الحديث : ۴۹۹۶ ، عون المعبود : ص/۴۴/ ۲۱۴)

ما في " مختصر القدوري " : البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظ الماضي ، وإذا أوجب أحد المتعاقدين البيع فالآخر بالخيار . (ص/ ۱۷ ، كتاب البيوع)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " إذا وعد الرجل أخاه ، ومن نيته أن يفي له ، فلم يف ولم يجيء للميعاد ، فلا إثم عليه " . (۳/۴۵۰ ، كتاب الإيمان ، باب ما جاء علامة المنافق ، بيروت)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (فلم يف) أي بعذر ...... ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي ، فعليه الإثم ، سواء وفىٰ به أو لم يف ، فإنه من أخلاق المنافقين .

(۹/ ۱۰۳ ، كتاب الأدب ، باب الوعد ، رقم الحديث : ۴۸۸۱)=

تصویر دار برتنوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۲۳): ایسے برتن جن پر تصاویر ہوں ان کو خریدنا جائز ہے، اس لیے کہ مقصود برتنوں کو استعمال کرنا ہے، تصاویر مقصود نہیں ہیں، ہاں! خریدنے کے بعد تصاویر کے ساتھ ان کا استعمال ممنوع ومکروہ ہے[۱]، اس لیے ان تصاویر کو محو کردیں۔[۲]

=(۳) ما في " رد المحتار " :(هو مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله على وجه) مفيد (مخصوص) أي بإيجاب أو تعاط ..... (فالإيجاب ما يذكر أولا من كلام المعاقدين) والقبول ما يذكر ثانيا من الآخر (الدال على التراضي) قيد به اقتداءً بالآية ، وبياناً للبيع الشرعي .
(۲۱۳/۷ ، كتاب البيوع)(جدید مسائل کا حل:ص/۲۴۹،۲۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " أتاني جبريل ، فقال لي : أتيتک البارحة فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل ، وكان في البيت قرام ستر فيه ثماثيل ، وكان في البيت كلب ، فمُر برأس التمثال الذي في البيت يقطع ، فيصير كهيئة الشجرة ، ومُر بالستر فليقطع فليجعل منه وسادتين منبوذتين توطأن ..." . الحديث . (ص/۵۷۳ ، رقم الحديث : ۴۱۵۸ ، كتاب اللباس ، باب في الصور)
ما في " عون المعبود " : فأما الصورة فهو كل ما تصورت من الحيوان ، سواء في ذلک الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .
(ص/۱۷۷۷ ، كتاب اللباس ، باب في الصور)
ما في " عارضة الأحوذي " : فإنه غير جائز في شرعنا قطعاً ..... ونظرنا قول النبي ﷺ لعائشة في الثوب المصور : " أخّريه عني فإني كلما رأيته ذكرت الدنيا " . واستفدنا أنه قول يقتضي الكراهة . (۱۰/۱۸۴ ، كتاب الأدب ، باب ما جاء أن الملائكة لا تدخل بيتاً فيه صور)
ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في " شرح مسلم " : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها . =

بیرون ممالک سے مال لانا

مسئلہ (۲۲۴): اگر کوئی شخص باعزت طریقے سے بیرون ملک سے حلال مال لا رہا ہو، اور اُسے خطرہ سے محفوظ رہنے کا پورا یقین بھی ہو، تو اس کا یہ عمل فی نفسہ جائز ہے، لیکن اگر قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے عزتِ نفس و مال دونوں کا خطرہ ہو، تو ایسا خطرہ مول لینے سے بچنا چاہیے، کیوں کہ شریعت عزتِ نفس و مال دونوں کی حفاظت کا حکم دیتی ہے۔ (۱)

=(۲/۰ ۳۶ ، کتاب الصلاة ، مطلب إذا تردّد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولیٰ)
ما في " منحة الخالق علی البحر الرائق " :(وتکره التصاویر علی الثوب) ویمکن أن یقال : لیس مراد الخلاصة تصویر التصاویر ، بل استعمالها أي استعمال الثوب .
(۲/۴۷ ، کتاب الصلاة ، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ، کذا في البحر الرائق : ۲/۴۸، کتاب الصلاة ، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجیم " : " الأمور بمقاصدها " . (۱/۱۳ ۱ ، القاعدة الثانیة)
(کذا في قواعد الفقه:ص/۲ ۶ ، القاعدة : ۱ ۵)
(۲) ما في " عون المعبود " : وقال الخطابي في " معالم السنن " : فیه دلیل علی أن الصورة إذا غیرت ، بأن یقطع رأسها أو تحل أوصالحها ، حتی یغیر هیئتها عما کانت لم یکن بها بعد ذلک بأس . (ص/۹ ۷۷ ۱ ، کتاب اللباس، باب في الصور ، رد المحتار : ۲/۱ ۳۶ ، الصلاة ، مطلب إذا تردّد الحکم بین سنة وبدعة)(جدید مسائل کا حل:ص/ ۱۹۸، فتاوی رشیدیہ:ص/۴۹۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿لا یحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم﴾ .
(سورة النساء : ۱۴۸)
ما في " التفسیر المنیر " : والشکوی علی الظالم أمر مطلوب شرعاً ، إذ لا یحب الله لعباده أن یسکتوا علی الظلم ، أو أن یخضعوا للضیم ، أو أن یقلبوا المهانة ، ویسکتوا علی الذل،=

....

=روى الإمام أحمد : " إن لصاحب الحق مقالاً " . وهذا من قبل ارتكاب أخف الضررين ودفع أعظم الشرين . (۳۵۲/۳)

ما في " روح المعاني " :واستدل بالآية على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس ، وجواز الصلح مع الكفار والبغاة إذا خاف الإمام على نفسه ، أو على المسلمين . (۱۱۸/۳)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : فكل ما صدق عليه تهلكة في الدين أو الدنيا فهو داخل في هذا . (۱۵۸/۱)

ما في " مشكوٰة المصابيح " : عن أنس رضي الله عنه ، أن رجلاً قال للنبي ﷺ : أوصيني ، فقال : " خذ الأمر بالتدبير ، فإن رأيت في عاقبته خيراً فامضه ، وإن خفت غيا فامسک " .

(۱۴۰۴/۳ ، الجامع الصغير : ۲۳۶/۳ ، رقم الحديث : ۳۸۸۵)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (خذا الأمر) أي الذي تريد أن تفعله (بالتدبير) ..... أي بالتفكر في دبره ، والتأمل في مصالحه ومفاسده ، والنظر في عاقبة أمره (فإن رأيت في عاقبته خيراً) أي نفعاً دنيوياً أو أخرويًا، (وإن خفت) أي رأيت بقرينة (فأمسک) أي كفّ عنه واتركه .

(۳۵۵/۹ ، كتاب الآداب ، باب الحذر والتأني في الأمور)

ما في" الدر المختار مع الشامية " : (افترض عليه اجابته) لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض . (۳۱۹/۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " شرح المجلة " :درء المفاسد أولى من جلب المنافع ، أي إذا تعارض مفسدة ومصلحة قد دفع المفسدة ..... إن الرجل يمنع من التصرف في ملكه إذا كان تصرفه يضر بجاره ضرراً فاحشاً ، لأن درء المفاسد عن جاره أولى من جلب المنافع لنفسه . (۳۲/۳)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " :درء المفاسد أولى من جلب المصالح ، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً .

(۳۲۲/۱ ، الفن الأول ، القاعدة الخامسة : الضرر يزال)

(جدید مسائل کا حل:ص/ ۱۶۸)

ٹیکس کی قیمت ملا کر خرید وفروخت

مسئلہ (۲۲۵): موجودہ دور میں حکومت کی طرف سے عائد کردہ سیلز ٹیکس یا دیگر ٹیکس چوں کہ جائز حدود سے نکل کر ظلم وتعدی کے دائرے میں داخل ہے، اور اس میں کسی امیر یا غریب کی تمیز بھی نہیں ہے، شرحِ ٹیکس بھی اتنی زیادہ ہے کہ دینے والا اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاتا ہے، اور سیلز ٹیکس بالکل اسی رقم کی طرح ہے جو راستے میں تاجروں سے ظلماً وجبراً وصول کی جاتی ہے [1]، اس لئے مشتری کو قیمت خرید بتاتے وقت، اس میں ٹیکس کا اضافہ ضم کرنے میں خیانت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے، تاہم اگر بائع مشتری کو قیمت خرید بتائے بغیر جملہ ٹیکسوں کا حساب کر کے اس سے کسی قیمت پر اتفاق کر لے، تو کوئی حرج نہیں۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لا يضمّ أجر الطبيب ..... وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه . (۷/۲۶۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : وكذا لا يضم أجرة الطبيب .... وما يؤخذ في الطريق من الظلم لا يضم إلا في موضع جرت العادة فيه بينهم بالضم ، كذا في النهر الفائق .

(۳/۱۶۲ ، البحر الرائق : ۶/۱۸۳ ، كذا في النهر الفائق : ۳/۴۵۷)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " :ويجوز أن يضم إلى رأس المال أجر القصار ..... والأصل أن عرف التجار معتبر في بيع المرابحة ، فما جرى العرف بإلحاقه برأس المال يلحق به ، وما لا فلا ، كذا في الكافي . (۳/۱۶۱ ، ۱۶۲ ، النهر الفائق : ۳/۴۵۶ ، البحر الرائق : ۶/۱۸۲ ، رد المحتار : ۷/۲۶۴ ، ۲۶۵ ، باب المرابحة والتولية)

(فتاوی حقانیہ: ۶/۱۴۰، جدید مسائل کا حل: ص/۲۴۴)

اضافی اخراجات قیمت خرید میں ملانا

مسئلہ (۲۲۶): آج کل حکومت کے عائد کردہ ،ضلع ٹیکس، پل ٹیکس، راہداری اورمحصول چونگی وغیرہ ظالمانہ اور جابرانہ صورت اختیار کر چکے ہیں، ان اضافی اخراجات کا مبیع کی قیمتِ خرید میں ملانا یا نہ ملانا تاجروں کی عادت اورعرف پر موقوف ہوگا، پس اگر تاجروں کی عادت اورعرف ملانے کی ہو،تو پھر ایسا کرنا جائز ہے، ورنہ اضافی اخراجات کا اصل قیمت میں ملانا جائز نہیں ہے۔[۱]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال العلامة علاء الدين الحصكفي : لا يضمّ أجر الطبيب ، ..... وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه ، هذا هو الأصل .

(۲٦۵/۷ ، باب المرابحة والتولية)

ما في " البحر الرائق " : قال العلامة ابن نجيم المصري : والذي يؤخذ في الطريق من الظلم لا يضمّ إلا في موضع جرت العادة فيه بينهم بالضمّ .

(۱۸۳/٦ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية)

ما في" الفتاوى الهندية " : لا يضم أجر الطبيب ..... وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه . كذا في النهر الفائق .

(۱٦۲/۳ ، كتاب البيوع ، الباب الخامس في المرابحة التولية)

ما في " النهر الفائق " : لا تضم أجر الطبيب ..... وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه . (۴۵۷/۳ ، كاب البيوع ، باب التولية) (فتاوی حقانیہ:۱۴۰/٦)

شراب کی خالی بوتلوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۲۷): شراب کی خالی بوتلیں اگر صرف شراب ہی کے لیے استعمال ہوتی ہوں، شراب کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال نہ ہوتی ہوں، تو ان کو فروخت کرنا ایک اعتبار سے شراب فروخت کرنے والوں اور خریدنے والوں کی اعانت کرنا ہے، جوشرعاً ممنوع ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " :﴿وتعاونوا علی البرّ والتقوی ، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " التفسیر لإبن کثیر " : یأمر تعالی عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وهو البر ، وترک المنکرات وهو التقوی ، وینهاهم عن التناصر علی الباطل ، والتعاون علی المآثم والمحارم . (۱/۴۷۸ ، سورة المائدة)

ما في " الجامع لأحکام القرآن للقرطبي " : وهو أمر لجمیع الخلق بالتعاون علی البر والتقوی، أي لیُعن بعضکم بعضًا ، وتحاثّوا علی أمر الله تعالی واعملوا به ، وانتهوا عما نهی الله عنه وامتنعوا منه . (۶/۴۶ ، سورة المائدة)

ما في " جواهر الفقه " : والثالث : بیع أشیاء لیس لها مصرف إلا في المعصیة ، فیتمحض بیعها وإجارتها وإن لم یصرح بها ، ففي جمیع هذه الصور قامت المعصیة بعین هذا العقد ، والعاقدان کلاهما آثمان بنفس العقد ، سواء استعمل بعد ذلک أم لا .

(۲/۴۴۸ ، تفصیل الکلام في مسئلة الإعانة علی الحرام ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۳۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس بن مالک قال : " لعن رسول الله ﷺ في الخمرِ عشرةً : عاصِرَهَا ، ومُعْتَصِرَهَا، وشَارِبَهَا ، وحَامِلَهَا ، والمَحْمُوْلَةُ إلیْهِ ، وسَاقِیَهَا ، وبَائِعَهَا ، وآکِلَ ثَمَنِهَا ، والمُشْتَرِيُ لَهَا ، والمُشْتَرَاةُ لَه " .

(۲/۳۱۰ ، کتاب البیوع ، باب النهي أن یتخذ الخمر خلاً ، رقم الحدیث : ۱۲۹۵)=

درخت پر آموں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۲۸): آموں کے پکنے سے پہلے انہیں فروخت کرنا جائز ہے، اور بیع ہوجانے کے بعد بائع کی اجازت سے، ان کا درخت پر چھوڑے رکھنا بھی جائز ہے۔(۱)

=ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الطيبي : لعن من سعى فيها سعياً ما على ما عدد من العاصر والمعتصر ، وما أردفهما ، وإنما أطنب فيه ليستوعب من زاولها مزاولة بأي وجه كان .

(۲۳/۶ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۳۱،۱۳۲،۱۳۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ومن باع لم يبد صلاحها ، أو قد بدأ جاز البيع ، لأنه مال متقوم ، إما لكونه منتفعاً به في الحال أو في المآل ، وقد قيل لا يجوز قبل أن يبدو صلاحها ، والأول أصح، وعلى المشتري قطعها في الحال تفريغًا لملك البائع هذا اشتراها مطلقًا أو تركها بإذن البائع طاب له الفضل . انتهى ملخصًا . (۳۲/۳ ، كتاب الشركة)

ما في " تبيين الحقائق " : ومن باع ثمرة بدا صلاحها أو لا صحّ ، ويقطعها المشتري تفريغًا لملك البائع إذا اشتراها بشرط القطع ، ولو اشتراها مطلقًا وتركها بإذن البائع طاب له الفضل . (۲۹۵/۴، كتاب البيوع ، بيروت)

ما في " مجمع الأنهر " : ومن باع ثمرة بدا صلاحها أو لم يبد صحّ ، ويقطعها المشتري للحال .... فإن تراضيا على بقائه جاز .

(۴۷۷/۳ ، كتاب البيوع ، باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو اشتراها مطلقًا وتركها بإذن البائع طاب له الفضل .

(۱۰۶/۳ ، كتاب البيوع ، الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز)

(فتاوی عبدالحی :ص/۲۷۴، مکتبہ تھانوی دیوبند)

بلا اجازت کسی کی تالیف شائع کرنا

مسئلہ (۲۲۹): اگر کسی مصنف ومؤلف یا مرتب نے اپنی کتاب پر ''حقوق الطبع محفوظۃ'' یا ''جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں'' لکھا ہو، تو دوسرے شخص کا بلا اجازتِ مصنف ومؤلف کتاب کو شائع کرنا جائز نہیں، کیوں کہ وہ مصنف ومؤلف یا مرتب کا حق ہے، جس میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔ (۱)

مصنف ومؤلف کا مکتبہ والوں سے کتاب کے نسخے لینا

مسئلہ (۲۳۰): کسی شخص نے کوئی کتاب تالیف یا تصنیف کی، اپنے خرچ پر اس کی کتابت کرائی، خود ہی اس کی طباعت بھی کروائی، اب کوئی تاجرِ کتب اپنے خرچ سے اُسے دوبارہ طبع کرانا چاہتا ہے، تو مؤلف اسے اس شرط پر اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس کتاب کی سو یا دوسو کاپیاں اصل لاگت پر اسے دی جائیں، اور اس کی دیگر تالیفات کے متعلق کچھ اشتہارات بھی کتاب کے آخر میں، یا کسی دوسرے مقام پر چھپوا دیئے جائیں، تو کتابت کی کاپی کا مالک چوں کہ مؤلف ہے، اور اس کے اجارہ کا عرف بھی عام ہو چکا

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : حدثنا محمد بن بشار حدثني عبد الحميد بن عبد الواحد حدثني ام جَنوب بنت نميلة عن أمها سويدة بنت جابر عن أمها عقيلة بنت أسمرَ بن مضرِّس عن أبيها أسمر بن مضرّس قال : أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال : '' من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له '' . قال : فخرج الناس يتعادَوْن يتخاطُّون .

(ص/۴۳۷ ، كتاب الخراج ، قبيل احياء الموات)

ما في '' قواعد الفقه '' : لا يجوز لأحد أن يتصرف فى ملك بغير إذنه .

(ص/۱۱۰ ، رقم قاعدة : ۲۷۰) (فقہی مقالات: ۱/۲۲۴)

ہے، لہٰذا اس کے استعمال کی اجرت کے طور پر تاجر سے کتاب کے کچھ نسخے لے سکتا ہے[۱]، البتہ اشتہارات کی شرط لگانا جائز نہیں۔[۲]

زائد ٹکٹ واپس کر کے پیسہ وصول کرنا

مسئلہ (۲۳۱): سفر کے ٹکٹ نکال لیے جانے کے بعد، کسی عذر سے اگر کسی فرد کا یا پوری جماعت کا ارادۂ سفر ملتوی ہو جائے، تو زائد یا پورے ٹکٹ کو واپس کر دینا اور اپنا پیسہ وصول کرنا درست ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأما حق النشر أو التوزيع فيحكمه العقد أو الاتفاق الحاصل بين المؤلف والناشر أو الموزع ، فيجب على طرفي الاتفاق الالتزام بمضمونه من حيث عدد النسخ المطبوعة والمدة التي يسرى فيها الاتفاق . (۲۸۶۲/۴)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : وبيع حق التاليف والطبع والاختراع قد أجازه القانون الدولي ، وراجت في العالم كله عرفاً وعادةً ، ويقول سماحة الشيخ تقي العثماني حفظه الله مثبتاً أصله بالحديث الذي رواه أبو داود في كتابه : " من سبق إلى ما لم يسبقه مسلم فهو له " . فالحقيقة أن هذه الحقوق مباحة شرعًا ومنفعة ، وراج بيعها في العرف ، ولذلک يجوز بيعها ، وإن من الفقهاء والعلماء الكبار قد قالوا إلى جوازها، وبالأخص الشيخ المفتي محمد كفاية الله ، والمفتي عبد الرحيم لاجفوري والمفتي نظام الدين حفظهم الله من العلماء الهند وفقهائها. (ص/۲۹۸ ، شيخ محمد خالد سيف الله رحماني) (احسن الفتاویٰ:۳۱۷/۷، کتاب الاجارۃ)

(۲) ما في " التنوير الأبصار مع الدر والرد " : (و) لا (بيع بشرط) ..... (لا يقتضيه العقد ، ولا يلائمه، وفيه نفع لأحدهما أو) فيه نفع (لمبيع) هو (من أهل الاستحقاق) للنفع بأن يكون آدمياً . (۲۰۶/۷ ، ۲۰۷ ، كتاب البيوع ، مطلب في البيع بشرط فاسد)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في " السنن لأبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ :=

پینشن کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۳۲): پینشن ایک قسم کا انعام ہے، جب تک ملازم کا اس پر قبضہ نہ ہو وہ اس کا مالک نہیں بنتا، اس لیے اس کی بیع جائز نہیں (۱)، البتہ خود حکومت سے اس کی بیع کرنا حقیقت میں بیع نہیں ہے، بلکہ صرف نام وصورت کی بیع ہے، کہ حقیقۃً حکومت نے جو بڑا انعام قسط وار دینے کا وعدہ کیا ہے، اب اسی کو کم مقدار میں یکمشت دے رہی ہے، اس لیے حکومت سے یہ معاملہ جائز ہے۔ (۲)

= " من أقال مسلمًا أقاله الله عثرته " . (ص/۴۹۰)

ما في " حاشية سنن أبي داود " : لكن إيراد المؤلف هذا الحديث في هذه الباب يدل على إقالة البيع وصورته إذا اشترى أحد شيئاً من رجل ثم ندم على اشترائه ، أما لظهور الغبن أو لزوال حاجته إليه أو لانعدام الثمن ، فردّ المبيع على البائع ، وقبل البائع ردّه ، أزال الله تعالى مشقته وعثرته يوم القيامة ، لأنه إحسان منه على المشتري . (رقم الحاشية/۵ ، ص/۴۹۰)

ما في " بذل المجهود " : معناه تبايع رجلان فندم واحد منهما فاستقال الآخر فقبل الآخر ، وأقال البيعة يعني قبل فسخها ، محا الله سبحانه ذنوبه . والعثرة ؛ الذلة . (۱۱/۱۷۶)

ما في" الهداية " : الإقالة جائزة في البيع بمثل الثمن الأول ، ولأن العقد حقهما فيملكان رفعه دفعاً لحاجتهما ، فإن شرط أكثر منه أو أقل ، فالشرط باطل ، ويرد بمثل الثمن الأول . (۶۹/۲ ، كذا في فتح القدير : ۴۴۸/۶ ، البحر الرائق : ۱۶۷/۶ ، منحة الخالق على البحر الرائق : ۱۶۸/۶ ، فتح باب العناية بشرح النقاية : ۳۵۱/۲ ، الجوهرة النيرة : ۲۷۷/۱ ، بدائع الصنائع : ۵۹۴/۴ ، الموسوعة الفقهية : ۳۲۷/۵ ، المختصر القدوري : ص/۸۰)

(جدید مسائل کا حل: ص/۲۸۴، امداد الفتاوی: ۴۰۳/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن حكيم بن حزام قال : " نهاني رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندي " . (۲/۱)=

سانپ کے چمڑے کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۳۳): سانپ کا کچا چمڑا دباغت سے پہلے خریدنا اور بیچنا جائز نہیں، لیکن دباغت دینے کے بعد اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔[1]

=ما في " بدائع الصنائع " : ومنها أن يكون مقدور التسليم عند العقد ، فإن كان معجوز التسليم عنده لا ينعقد . (۳۴۱/۴)

وما في " بدائع الصنائع " : ومنها القبض في بيع المشترى والمنقول ، فلا يصح بيعه قبل القبض . (۳۹۴/۴)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها في المبيع ، وهو أن يكون موجوداً ، فلا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم كبيع نتاج النتاج والحمل ، وأن يكون مملوكاً في نفسه وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه . (۲/۳)

(۲) ما في " تكملة فتح الملهم " :والثالث قول مالک المشهور : والعرايا عنده أن يهب الرجل ثمرة نخلة ، أو نخلات من حائط لرجل بعينه ، ثم يتأذى بدخول الموهوب له في حائطه لمكان أهل بيته في الحائط ، فيجوز للواهب أن يشتري الثمار المعلقة من الموهوب له بخرصها تمراً . (۳۹۰/۷ ، العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير : ۳۸۳/۶) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱۴/۱۶، ۱۱۵، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن النسائي " : قال رسول الله ﷺ : " أيما إهاب دُبغ فقد طهر " .(۱۶۹/۲)

ما في " الهداية " : قال : ولا بيع جلود الميتة قبل أن تدبغ ، لأنه غير منتفع به ، ولا بأس بيعها والانتفاع بها بعد الدباغ ، لأنه قد طهرت بالدباغ . (۴۶/۲ ، ۴۷)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما جلود السباع والحمر والبغال ، فما كانت مذبوحة أو مدبوغة جاز بيعها، وما لا فلا ، وهذا بناء على أن الجلود كلها تطهر بالذكاة أو بالدباغة ، إلا جلد الإنسان والخنزير . (۱۱۵/۳)

ما في " تبيين الحقائق " : قال : (وجلد الميتة قبل الدباغ) يعني لايجوز بيعه ، قال : (وبعده يباع وينتفع به) يعني بعد الدباغ يجوز بيعه . (۳۷۷/۴ ، البحر الرائق : ۱۳۳/۶ ، الجوهرة النيرة : ۵۳/۱ ، فتح باب العناية : ۹۰/۱) (فتاویٰ محمودیہ:۶۲/۱۶، کراچی)

اَپر چونیٹی کاسٹ (متوقع نفع)

مسئلہ (۲۳۴): آج کل عدالتی نظام میں جن نقصانات کو وصول کرنے کی اجازت ہوتی ہے، اس کی بنیاد متوقع نفع (اَپر چونیٹی کاسٹ) پر ہوتی ہے، مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے کہ میں تم کو یہ سامان فروخت کروں گا، اور اس نے وعدہ کرلیا کہ میں خرید لوں گا، لیکن بعد میں مشتری نے خریدنے سے انکار کردیا، تو اب بائع کو وہ سامان کم دام میں فروخت کرنا پڑ رہا ہے، اگر وہ شخص اس کو خرید لیتا تو بائع کو فائدہ ہوتا، مگر اس کے انکار کرنے کی صورت میں اس کو نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے، تو اب قیمتوں کے درمیان کے فرق کو نقصان تصور کیا جاتا ہے، اور عدالت کی جانب سے اس نقصان کو وصول کرنے کی اجازت ہوتی ہے، جب کہ شریعت میں اس قسم کے نقصانات کا کوئی اعتبار نہیں ہے، شریعت میں دو چیزوں کے درمیان فرق رکھا گیا ہے، ایک چیز ہے ''نفع کا نہ ہونا''۔ اور دوسری چیز ہے ''نقصان کا ہونا''، ان دونوں میں فرق ہے۔

نقصان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ واقعۃً کسی کے کچھ پیسے خرچ ہوگئے، اور نفع نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اپنے ذہن میں یہ تصور کرلیا تھا کہ اس معاملے میں اتنا نفع ہوگا، لیکن اتنا نفع نہیں ہوا، آج کل تاجروں کی اصطلاح میں نفع نہ ہونے کو بھی نقصان سے تعبیر کیا جاتا ہے، شریعت میں اس نقصان کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہٰذا بائع کے لیے خریدنے کا انکار کرنے والے شخص سے، قیمتوں کے درمیان کے فرق کو نقصان تصور کرکے، اس کی وصولیابی کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن=

....

=تكون تجارة عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : نهى لكل أحد عن أكل مال نفسه ومال غيره بالباطل ، وأكل مال نفسه انفاقه في معاصي الله ، وأكل مال الغير بالباطل ، قد قيل فيه وجهان : أحدهما ما قال السدي ، وهو أن يأكل الربا والقمار والبخس والظلم ، وقال ابن عباس : أن يأكله بغير عوضٍ . (۲/۲۱٦)
ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (سورة البقرة : ۲/۱۸۸)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وأكل المال بالباطل على وجهين : أحدهما على وجه الظلم والسرقة والخيانة والغصب ، وما جرى مجراه ، والآخر أخذه من جهة محظورة نحو القمار وأجرة الغناء وغيرها . (۱/۳۰۴)
ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : أن رسول الله ﷺ قال : " لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه " . (٦/۱٦٦ ، كتاب الغصب ، رقم الحديث : ۱۱۵۴۵)
ما في " المسند للإمام أحمد بن حنبل " : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " من اقتطع مال امرئ مسلم بغير حق لقي الله عزّ وجلّ ، وهو عليه غضبان " .
(۱٦/۱۱۳ ، رقم الحديث : ۲۱۷۴۵)
وما في " مسند أحمد " : عن أبي حميد الساعدي : أن رسول الله ﷺ قال: " لا يحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه ، وذلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم " .
(۱۷/۵۰ ، رقم الحديث : ۲۳۴۹٦)
ما في " رد المحتار " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .
(٦/۷۷ ، كتاب الحدود ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، كذا في البحر الرائق :۵/٦۸ ، كتاب الحدود ، فصل في التعزير) (فقہی مقالات:۳/۸۰،۸۱،۸۲)
ما في " الموسوعة الفقهية " : لا يجوز أخذ مال إنسان بغير سبب شرعي . (۱۲/۲۷۱)
ما في" قواعد الفقه " : الأصل أن الضمانات في الذمة لا تجب إلا بأحد الأمرين : إما بأخذ (وهو الغصب وقبض الرهن والتقاط من غير اشهاد ونحوها) أوبشرط (والشرط قبول العقد كالشراء والاستيجار والكفالة ونحوها) فإذا عدما لم تجب . (ص/۱۵)

بونس واؤچر کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۳۵): مال برآمد کنندہ یعنی امپورٹر حکومت کے پاس برآمد کا ثبوت پیش کرتا ہے، جس پر حکومت اسے بونس کے نام سے انعام دیتی ہے، انعام کی رقم نقد نہیں ہوتی، بلکہ اس کی رسید ہوتی ہے، جسے بونس واؤچر کہتے ہیں، برآمد کنندہ اسے بازار میں زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے، مثلاً سو روپئے کا بونس واؤچر دوسو روپئے میں، تو چوں کہ برآمد کنندہ یعنی امپورٹر قبل القبض اس رقم کا مالک نہیں، اس لیے اس کی خرید وفروخت جائز نہیں (۱)، نیز بونس واؤچر کی اصل رقم سے زیادہ قیمت وصول کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن حكيم بن حزام قال : " نهاني رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندي " . (۲/ ۲۷۱ ، كتاب البيوع ، باب في كراهية بيع ما ليس عندك)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبطل بيع ما ليس في ملكه . (۷/ ۱۷۹، البيع الفاسد)

ما في " البحر الرائق " : (والسمك قبل الصيد) أي لم يجز بيعه لكونه باع ما لا يملكه فيكون باطلاً . (۶/ ۱۱۹ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، النهر الفائق : ۳/ ۴۱۹ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، تبيين الحقائق : ۲/ ۲۷۵ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " تبيين الحقائق " : ولو اجتمع في أرضه الصيد فباعه من غير أخذه لا يجوز، لأنه لم يملكه . (۴/ ۳۶۵ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن عبادة بن الصامت ، عن النبي ﷺ قال : " الذهب بالذهب مثلاً بمثل ، والفضة بالفضة مثلاً بمثلٍ ، والتمر بالتمر مثلاً بمثلٍ ، والملح بالملح مثلاً بمثلٍ ، والشعير بالشعير مثلاً بمثلٍ ، فمن زاد أو ازداد فقد أربى " .

(۲/ ۲۷۶ ، باب ما جاء أن الحنطة بالحنطة)=

کنٹرول (راشن) کا مال بلیک میں فروخت کرنا

مسئلہ (۲۳۶): راشن دکان میں جو مال فروختگی کے لیے آتا ہے، دکاندار حکومت کو اس کی قیمت دے کر خریدتا ہے، لہٰذا وہ اس کی ملک ہے، اس لیے وہ جس قیمت پر بھی اسے فروخت کرے، اس کی یہ بیع درست ہے [۱]، لیکن حکومت چوں کہ راشن ڈیلر کو اپنا کچھ نقصان برداشت کر کے کم قیمت پر یہ مال فراہم کرتی ہے، اور ڈیلر کو اصولی طور پر اس بات کا پابند بناتی ہے کہ راشن کارڈ ہولڈروں کو کم قیمت پر ہی یہ مال فراہم کیا جائے، لہٰذا راشن دکان کے مالکان پر بھی اِس کی رعایت کرنا واجب ہے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے اور بلیک میں یہ مال زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں، تو اُن کا یہ عمل مکروہ ہے، اور جو لوگ واقف ہوں کہ یہ دکاندار غریبوں کا حق مار کر، اُن کے ہاتھ اس مال کو بلیک میں بیچ رہا ہے، تو ان کے لیے اس مال کا خریدنا بھی مکروہ ہے [۲]، البتہ چوں کہ خریداروں نے قیمت دے کر اس مال کو خریدا ہے، اس لیے اُن کو حرام کھانے والا نہیں سمجھا جائے گا، اور نہ اُن پر حرام کھانے کا گناہ ہوگا، لیکن ایک غلط کام میں تعاوُن کا گناہ ضرور ہوگا۔ [۳]

=ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وعلته) أي علة تحريم الزيادة (القدر مع الجنس فإن وجدا حرم الفضل) أي الزيادة (والنساء) . (۳۰۵/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب في الإبراء عن الربا ، تبيين الحقائق : ۴۵۴/۴ ، باب الربا ، البحر الرائق : ۲۱۳/۶ ، باب الربا)
ما في " مجمع الأنهر " : (فإن وجد الوصفان) أي الكيل أو الوزن مع الجنس حرم الفضل والنساء . (۱۲۱/۳ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، كذا في الهداية : ۷۹/۳ ، باب الربا)
(احسن الفتاویٰ: ۵۲۰/۶، جدید مسائل کا حل: ص/۲۶۴)

الحجة على ما قلنا :=

بینڈ باجہ

مسئلہ (۲۳۷): بینڈ باجہ بجانا اور سننا دونوں حرام ہیں (۱)، اور اس کی خرید وفروخت کرنا بھی ناجائز ہے۔ (۲)

=(۱) ما في " رد المحتار " : الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص .
(۱۷۱/۷ ، کتاب البیوع ، مطلب في تعریف المال)
ما في " فتح القدير" : الملک قدرة يثبتها الشارع ابتداء على التصرف . (۲۳۰/۶)
ما في " بدائع الصنائع " : ولو نحل بعضاً وحرم بعضاً جاز من طريق الحكم ، لأنه تصرف في خالص ملكه لا حق لأحد فيه . (۸۲/۵ ، كتاب الهبة)
ما في " الموسوعة الفقهية " : الملک هو احتواء الشيء والقدرة على الاستبداد به والتصرف بانفراد . (۳۱/۳۹ ، ملک)
ما في " شرح المجلة " : كل يتصرف في ملكه كيف شاء . (ص/۶۵۴ ، المادة : ۱۱۹۲)
(۲) ما في " شرح المجلة " : درء المفاسد أولى من جلب المنافع .... إن الرجل يمنع من التصرف في ملكه إذا كان تصرفه يضر بجاره ضرراً فاحشاً ، لأن درء المفاسد عن جاره أولى من جلب المنافع لنفسه . (ص/۳۲ ، المادة : ۳۰)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : درء المفاسد أولى من جلب المصالح ، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً . (۳۲۲/۱ ، القاعدة الخامسة : الضرر يزال)
(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
ما في " أحكام القرآن للجصاص ": قوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى﴾ ليقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة الله تعالى ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۳۸۱/۲)
(کتاب الفتاویٰ: ۲۷۸/۵، جدید مسائل کا حل: ص/ ۲۳۵، احسن الفتاویٰ: ۵۴۹/۶)
الحجة على ما قلنا :=

....

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستفزز من استطعتَ منهم بصوتک وأجلب عليهم بخيلک ورجلک وشارکهم في الأموال والأولاد﴾ . (سورة الإسراء : ٦۴)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " :﴿بصوتک﴾ روي عن مجاهد أنه الغناء واللهو، وهما محظوران ، وأنهما من صوت الشيطان . (۲۶۶/۳ ، قبح الزنا في العقل)
ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليُضِلَّ عن سبيل الله بغير علم ويتخذَها هزوًا ، أولٓئک لهم عذاب مهين﴾ . (سورة لقمٰن : ٦)
ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قلت : هذه إحدى الآيات الثلاث التي استدل بها العلماء على كراهة الغناء والمنع منه . (۵۱/۱۴)
ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " ليكوننّ من أمتي أقوام ، يستحلون الحر والحرير ، والخمر والمعازف ، ولينزلنّ أقوام إلى جنب علم ، يروح عليهم بسارحة لهم يأتيهم ، يعني الفقير لحاجة فيقولون : ارجع إلينا غداً ، فيبيِّتهم الله ، ويضع العلم ، ويمسخ آخرين قردة وخنازير إلى يوم القيامة " .
(ص/۱۰۲۲ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير إسمه)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذّذ بها كفر " . أي بالنعمة ، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر. (۴۲۵/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)
ما في " البحر الرائق " : دلت المسئلة على أن الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القصب ، قال عليه الصلاة والسلام : " ليكوننّ من أمتي يستحلّون الحرّ والحرير والخمر والمعازف " . (۳۴۶/۸ ، قبيل فصل في اللبس ، مجمع الأنهر : ۲۱۸/۴ ، كتاب الكراهية)
(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : قال الحلواني رحمه الله تعالى : السماع ، والقول ، والرقص الذي يفعله المتصوّفة في زماننا حرام لا يجوز القصد إليه ، والجلوس عليه ، وهو الغناء والمزامير .(۳۵۲/۵ ، الكراهية ، الباب السابع عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي)
ما في " القرآن الكريم " :﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليُضلّ عن سبيل الله بغير=

....

....

....

....

....

=علم ويتخذها هزواً ، أولٓئک لهم عذاب مهين﴾ . (سورة لقمٰن : ٦)
ما في '' فتح القدير للشوكاني '' : لهو الحديث كل ما يلهى عن الخير من الغناء والملاهي ، والأحاديث المكذوبة وكل ما هو منكر ، وقيل المراد شراء القنيات والمغنيات والمغنين ...... قال الحسن : لهو الحديث المعازف والغناء . (۲/۳۷۷)
ما في '' جامع الترمذي '' : عن أبي أمامة ، عن رسول الله ﷺ قال : '' لا تبيعوا القينات ، ولا تشتروهنّ ، ولا تعلموهنّ ، ولا خير في تجارة فيهنّ ، وثمنهنّ حرام . في مثل هذا أنزلت هذه الآية : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليُضلّ عن سبيل الله﴾ . إلى آخر الآية .
(۲/۳۰۳ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في كراهية بيع المغنّيات)
ما في '' رد المحتار '' : (ويكره) تحريماً (بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم) لأنه إعانة على المعصية (وبيع ما يتخذ منه كالحديد) ونحوه يكره لأهل الحرب (لا) لأهل البغي .... قلت : أفاد كلاهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتنزيهاً . الدر المختار . وفي الشامي : (لأنه إعانة على المعصية) لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به إلا بصنعه تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بيعنها ، ولا يكره بيع الخشب المتخذة هي منه .
(۶/۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، مطلب في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه)
ما في '' البحرالرائق '' : بيع المزامير يكره ، ولا يكره بيع ما يتخذ منه المزامير ، وهو القصب والخشب . (۵/۲۴۰ ، كتاب السير، باب البغاة ، كذا في بدائع الصنائع : ۶/۱۳۰ ، كتاب السير ، بيان أحكام البغاة ، فتح القدير : ۶/۱۰۲ ، كتاب السير ، باب البغاة)
(فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۳۰،کراچی)

گاڑی بکنگ کی رسید فروخت کرنا

مسئلہ (۲۳۸): اگر کوئی شخص مثلاً دس ہزار روپئے میں کوئی گاڑی بُک کرتا ہے، تو یہ بُکنگ اسے چھ مہینے پہلے کرانی ہوتی ہے، اب چھ مہینے کے بعد اس کے نام پر گاڑی نکلے گی، تو اس کو اس میں کچھ نفع ہوتا ہے، تو وہ شخص اس گاڑی کو شوروم سے نکالے بغیر صرف ''رسید'' فروخت کر دیتا ہے، تو یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ خریدی گئی چیز کو وصول کر کے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے، اس کا آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الصحيح لمسلم '' : عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : '' من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يقبضه '' . قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما : وأحسب كل شيء بمنزلة الطعام ..... عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : '' من ابتاع طعامًا فلا يبعه حتى يستوفيه '' . قال : حدثني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله يقول : '' إذا ابتعت طعاماً فلا تبعه حتى تستوفيه '' . (۵/۲ ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض)

ما في '' تكملة فتح الملهم '' : فيحرم بيع كل شيء قبل قبضه ، طعاماً كان أو غيره .

(۳۵۰/۱ ، كتاب البيوع ، بيع المبيع قبل القبض)

ما في '' مجمع الأنهر '' : لا يصح بيع المنقول قبل قبضه ، لنهيه عليه السلام عن بيع ما لم يقبض . (۱۱۳/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في '' تبيين الحقائق '' : لا يجوز بيع المنقول قبل القبض لما روينا ، ولقوله عليه السلام : ''إذا ابتعت طعاماً فلا تبعه حتى تستوفيه '' . (۴۳۷/۴ ، البيوع ، صح بيع العقار قبل قبضه)

ما في '' الهداية '' : ومن اشترى شيئاً مما ينقول ويحوّل ، لم يجز بيعه حتى يقبضه ، لأنه نهى عن بيع ما لم يقبض، ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاک . (۷۷/۳ ، كتاب البيوع ، باب التولية ، الفتاوى الهندية : ۱۳/۳ ، كتاب البيوع ، الباب الثالث في معرفة المبيع ، البحر الرائق : ۱۹۳/۶ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۹/۶، قدیم، و۵۲/۷، تخریج شدہ ایڈیشن)

بیع سلم

مسئلہ (۲۳۹): بیع سلم ایک ایسی بیع ہے، جس کے ذریعے بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی کسی تاریخ میں متعین چیز خریدار کو فراہم کرے گا، اور اس کے بدلے میں مکمل قیمت بیع کے وقت ہی پیشگی لے لیتا ہے(۱)، اور یہ عقد جائز ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : هو بيع آجل وهو المسلم فيه بعاجل وهو رأس المال . (۷/۳۴۷ ، باب السلم)

ما في " تبيين الحقائق " : وهو بمعنى السلف لغة فإنه أخذ عاجل بآجل وسمى هذا العقد به لكونه معجلاً على وقته . (۴/۴۹۸ ، باب السلم)

ما في " الدر المنتقى مع مجمع الأنهر " : هو لغة كالسلف وزناً ومعنى وشرعاً (بيع آجل) وهو المسلم فيه (بعاجل) وهو رأس المال . (۳/۱۳۷ ، باب السلم ، بيروت)

(۲) ما في " مجمع الأنهر " : وفي الدرر ، وهو مشروع بالكتاب ، وهو قوله تعالى : ﴿إذا تداينتم بدين﴾ . [البقرة : ۲۸۲] الآية ، فإنها تشمل السلم والبيع بثمن مؤجل وتأجيله بعد الحلول ، والسنة وهي قوله عليه الصلاة والسلام : " من أسلم منكم فليسلم فى كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم " وبالإجماع . (۳/۱۳۸ ، باب السلم)

ما في " تبيين الحقائق " : وهو مشروع بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما : " أشهد أن الله أحلّ السلم المؤجل وأنزل فيه أطول آية ، وتلا قوله تعالى : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إذا تداينتم بدين إلىٓ أجل مسمًّى فاكتبوه﴾ . [البقرة : ۲۸۲] . وقد روينا أنه عليه السلام نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص فى السلم .

(۴/۴۹۹ ، كتاب البيوع ، باب السلم)

(اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۵/۱۴۷)

بیع کی اضافت مستقبل کی طرف

مسئلہ (۲۴۰): غائب سودے جن میں بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب میری مرغی انڈا دے گی تو میں اسے تمہارے ہاتھ بیچ دوں گا، تو یہ بیعِ سلم ہے، قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ یہ بیع ناجائز ہو، اس لیے کہ یہ دراصل معدوم چیز کی بیع ہے[1]، لیکن قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق ائمۂ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام اس بیع کو جائز کہتے ہیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن حكيم بن حزام قال : قلت : يا رسول الله ! الرجل يطلب منى البيع وليس عندي أفأبيعه له ؟ فقال رسول الله ﷺ : " لا تبع ما ليس عندك " .

(۴۳۸/۵ ، كتاب البيوع ، ۱۰۷۲۵ ، ۱۱۰۱۹ ، بيروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوآ إذا تداينتم بدين الى اجلٍ مسمًّى فاكتبوه﴾. (سورة البقرة : ۲۸۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : عن ابن عباس قال : أشهد أن السلم المؤجل فى كتاب الله ، وأنزل فيه أطول آية فى كتاب الله : ﴿يآيها الذين اٰمنوآ إذا تداينتم بدين الى اجلٍ مسمًّى فاكتبوه﴾ . فأخبر ابن عباس أن السلم المؤجل مما انطوى تحت عموم الآية .

(۵۸۶/۱ ، عقود المداينات)

ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عباس قال : قدم رسول الله ﷺ والناس يسلفون ، فقال لهم رسول الله ﷺ : " من أسلف فلا يسلف إلا فى كيل معلوم ووزن معلوم " .

(۳۱/۲ ، باب السلم ، قديمي)

ما في " نيل الأوطار من أحاديث سيد الأخيار " : واتفق العلماء على مشروعيته إلا ما حكي عن ابن المسيب . (۲۴۰/۵ ، كتاب السلم ، بيروت)=

بیعِ استصناع منسوخ کرنا

مسئلہ (۲۴۱): بیعِ استصناع منعقد ہو جانے کے بعد کسی شرعی و شدید عذر کے بغیر فریقین میں سے کسی کو فسخ کرنے کا حق نہ ہوگا، لہٰذا آرڈر کے بعد کاریگر پر لازم ہے کہ وہ طے شدہ شرائط کے مطابق مال تیار کرے، اور آرڈر دہندہ کے لیے درمیان میں معاملہ ختم کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ (۱)

=ما في " الهداية شرح البداية " : السلم عقد مشروع بالكتاب وهو آية المداينة ، فقد قال ابن عباس : " أشهد أن الله تعالى أحل السلف المضمون وأنزل فيها أطول آية فی كتابه " ، وتلا قوله تعالى : ﴿يآيها الذين اٰمنوآ إذا تداينتم بدين الى اجلٍ مسمًّى فاكتبوه﴾ . الآية ، وبالسنة هو ما روى أنه عليه السلام : " نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص فی السلم"، والقياس وإن كان يأباه ولكنا تركناه بما رويناه ، ووجه القياس أنه بيع المعدوم ، إذ المبيع هو المسلم فيه . (۳/۷۵ ، ۷٦ ، باب السلم)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۹، ۳۰، محمود الفتاوی: ۲/ ۴۹۲، انعام الباری: ٦/ ۴۲٦، کتاب السلم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : فيجبر الصانع على عمله ولا يرجع الأمر عنه .

(۷/ ۳٦٦ ، مطلب فی الاستصناع ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الهداية " : وعن أبی يوسف أنه لا خيار لهما ، أما الصانع فلما ذكرنا ، وأما المستصنع فلأن فی إثبات الخيار له اضرارًا بالصانع لأنه لا يشتريه غيره بمثله .

(۳/ ۸۵ ، كتاب البيوع ، باب السلم ، قبيل مسائل منثورة)

ما في " المعاملات المالية المعاصرة " : الخلاصة : يتلخص هذا البحث في أن عقد الاستصناع عقد مستقل محله العمل ، والعين الموصوفة فی الذمة ، ولذلک له شروطه الخاصة وخصائصه وآثاره ، وأن من أهم آثاره التی رجحناها هی ثبوت الملک للمستصنع في الشيء المستصنع ، وثبوت الملک في الثمن المتفق عليه للصانع ، ولزوم قيام الصانع=

مطلوبہ صفات کے مطابق سامان تیار نہ کرنا

مسئلہ (۲۴۲): استصناع میں اگر صانع مطلوبہ صفات کے مطابق سامان تیار نہ کرے، تو خریدار کو وہ سامان قبول نہ کرنے کا اختیار رہوگا۔ [1]

= بعمله في العين حسب الإتفاق ، ولزوم دفع الثمن من قبل المستصنع معجلا أو مؤجلا ومقسطاً ، وثبوت خيار الوصف وعدم بطلان الاستصناع بموت أحدهما ، حسب ترجيحنا وإن حق المستصنع لا يتعلق بشيء من عين ، وإنما المطلوب من الصانع أن يصنع له المطلوب حسب المواصفات والشروط ، وقد انتهى البحث كذلک إلى لزوم عقد الاستصناع للطرفين وعدم جواز الفسخ إلا في حالات الظروف الطارئة ، أو بموافقة الطرفين. (ص/۱۵۸، ۱۵۷ ، المؤلف ؛ الدكتور علي محي الدين القرة داغي)

(ایضاح النوادر:ص/۳۱،مستفاد از امداد الفتاوی:۳/۱۴۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : وذهب أبو يوسف إلى أنه إن تم صنعه وكان مطابقاً للأوصاف المتفق عليها ، يكون عقدًا لازمًا ، وأما إن كان غير مطابق لها فهو غير لازم عند الجميع لثبوت خيار فوات الوصف . (۳/۳۲۹)

ما في " بدائع الصنائع " : ولا خيار لواحد منهما إذا سلم الصانع المصنوع على الوجه الذي شرط عليه . (۴/۹۴، كتاب الاستصناع) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۶۹)

مبیع خراب ہونے پر درستگی کی شرط

مسئلہ (۲۴۳): اگر کوئی چیز خریدتے وقت مشتری کی طرف سے یہ شرط لگائی جائے کہ خرابی واقع ہونے پر بائع اسے درست کرکے دے گا، اور بائع اس شرط کو قبول کرلے، تو اس طرح شرط لگانا درست ہے، گرچہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے[1]، لیکن چوں کہ یہ شرط متعارَف ہے، اس پر سب عمل کرتے ہیں، تو متعارف ہونے کی وجہ سے شرعاً یہ عقد اس شرط کے ساتھ درست ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود عليه وهو من أهل الاستحقاق يفسده . (۴۳/۳ ، باب البيع الفاسد)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال : " الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحًا حرم حلالا وأحل حرامًا ، والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالا أو أحل حرامًا " . قال أبوعيسى : هذا حديث حسن صحيح . (۳۴۳/۲ ، رقم الحديث : ۱۳۵۲)

ما في " فقه النوازل " : النوع الأول : ضمان الأداء ؛ وهو يتعلق بأمرين ، فما كان منه متعلقاً بسلامة المبيع من العيوب المصنعية والفنية ، فإنه يتخرج على ضمان العيب الذي لا يعلم إلا بامتحان وتجربة واستعلام ، وأما ما كان منه متعلقاً بصلاحية المبيع وقيامه بالعمل فإنه يخرج على ضمان العيب الحادث في المبيع عند المشتري والمستند سبب سابق ، والراجح جواز ضمان الأداء . (۱۱۹/۳ ، وثيقة رقم : ۱۴۰ ، مكتبه دار ابن الجوزي) (انعام الباری:۳۲۱/۶)

ما في " قواعد الفقه " : استعمال الناس حجة يجب العمل بها . (ص/۵۷ ، رقم المادة : ۲۶)

ما في " شرح عقود رسم المفتي " :

والعرف في الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

(ص/۱۷۵)

قسطوں پر خریدی گئی گاڑی کا حادثہ اور ضمان

مسئلہ (۲۴۴): کسی شخص نے شوروم (Show Room) سے قسط پر گاڑی خریدی، لیکن ابھی مکمل قسطیں ادا بھی نہیں کر پایا تھا کہ گاڑی کسی حادثہ، ایکسیڈنٹ وغیرہ کا شکار ہوگئی، تو گاڑی کو ہونے والے نقصان کا ذمہ دار مشتری ہی ہوگا، نہ کہ شوروم (Show Room)، کیوں کہ قسطوں پر کسی بھی چیز کے خریدنے کی صورت میں مشتری چوں کہ مبیع کا مالک ہوجاتا ہے، اس لیے مبیع کو پہنچنے والا نقصان مشتری ہی کا شمار ہوگا، نہ کہ بائع (شوروم) کا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : ولو اشترى دابة والبائع راكبها فقال المشتري : احملني معک فحمله معه فهلكت فهي على المشتري وركوبه قبض . كذا في المحيط .

(۵/۵۱۴ ، كتاب البيع ، الفتاوى الهندية :۳/۱۷)

ما في " الفتاوى الهندية " : اشترى عبدًا في منزل البائع فقال البائع للمشترى : قد خليتک ، فأبى المشتري أن يقبضه ثم مات العبد فهو من مال المشتري . كذا في مختار الفتاوى .

(۳/۱۷ ، الباب الرابع فى حبس المبيع)

ما في " الفقه الإسلامى أدلته " : إذا هلک المبيع كله بعد القبض ، إن كان بآفة سماوية أو بفعل المشترى أو بفعل المبيع أو بفعل أجنبى فلا ينفسخ البيع ، ويكون هلاكه على ضمان المشتري ، لأن المبيع خرج عن ضمان البائع بقبض المشتري ، فتقرر الثمن عليه ، ويرجع بالضمان على الأجنبي حال كون الاعتداء منه . (۵/۳۳۷۶ ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

ما في " الهداية " : فلو قبضه المشتري وهلک في يده في مدة الخيار ضمنه بالقيمة . (۳/۱۴)

ما في " شرح المجلة " : إذا هلک المبيع بعد القبض هلک من مال المشتري ولا شيء على البائع . (ص/۱۵۱ ، رقم المادة : ۲۹۴) (فتاوی حقانیہ:۶/۱۰۶،آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۱۵۴،قدیم)

ٹیکسی پرمٹ (لائسنس) کی بیع

مسئلہ (۲۴۵): گورنمنٹ کی جانب سے ٹیکسی ڈرائیور کو ٹیکسی کا پرمٹ (لائسنس) دیا جاتا ہے، جس پرمٹ پر ٹیکسی کاروبار کے لیے ڈالی جاسکتی ہے، اگر کسی شخص کو پرمٹ ملا، لیکن اس میں ٹیکسی خریدنے کی قوت نہیں ہے، اس لیے وہ دوسرے ساتھی کو جس کے پاس پیسے ہیں، اس پرمٹ کو بیچ دے، اور وہ اپنی ٹیکسی کاروبار میں ڈال دے، اور پرمٹ والا اُس سے اپنے اِس پرمٹ کا سالانہ عوض وصول کرے، تو اس کا یہ عوض وصول کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ پرمٹ کی بیع کذب وفریب پر مشتمل ہے [۱]، اوراس میں حکومت کے قوانین کی خلاف ورزی ہے، جب کہ حکومت کے قوانین کا پاس ولحاظ رکھنا لازم ہے [۲]، نیز اس میں بدعہدی بھی ہے، جب کہ بدعہدی سے منع کیا گیا ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : ولكن الذي يظهر لهذا العبد الضعيف عفا الله عنه – والله سبحانه أعلم – أن هذه الرخصة إن كانت باسم رجل مخصوص ، حتى لا تسمع الحكومة لرجل آخر باستعمالها ، فلا شبهة في عدم جواز بيعها ، لأن بيعه يؤدي حينئذ إلى الكذب والخديعة ، فإن مشتري الرخصة سيستعملها باسم البائع لا بإسم نفسه ، ولأن الإذن إنما حصل لرجل مخصوص ، فلا يحل له أن ينقل ذلک إلى غيره . (۷/۳۵۰ ، کتاب البیوع ، حكم الكمبيالات ، الجزء الأول من كتاب تكملة فتح الملهم ، احياء التراث العربي)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : "من حمل علينا السلاح فليس منا ، ومن غشنا فليس منا " .

(۲/۱۷۷ ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا)=

اسکیم والی چیزوں کی خرید وفروخت

مسئلہ(۲۴۶): آج کل دوکانوں پر کچھ اسکیمیں (Schemes) شروع ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص چاکلیٹ (Chocolate) وغیرہ خریدے، تو اس میں سے کچھ نمبرات (Number,s) نکلتے ہیں، جن کو جمع کرنا ہوتا ہے، یا چاکلیٹ کے اندر سے کاغذ نکلتا ہے، جس پر ایک روپیہ یا دو روپیہ کی تصویر (Photo) بنی ہوتی ہے، جس کے حصے میں یہ چٹھی نکلتی ہے، وہ تصویر میں موجود روپیہ کا حق دار

=ما في " رياض الصالحين " : عن ابن مسعود رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " إن الصدق يهدي إلى البرّ ، وإن البرّ يهدي إلى الجنة ، وإن الرجل ليصدُق حتى يُكتب عند الله صدّيقًا ، وإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذِب حتى يُكتب عند اللّٰه كذّابًا " . متفق عليه .

(ص/۴٦ ، رقم الحديث: ۵۴ ، باب الصدق ، مكتبة الإحسان ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق العلماء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بكتمان العيب فى المعقود عليه أو الثمن ، أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة و النصيحة . (۲۱۹/۳۱)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .

(۳۱۹/٦ ، كتاب الجهاد ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسؤلا﴾ . (سورة الإسراء : ۳۴)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد اللّٰه بن عمرو قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " أربع من كنّ فيه كان منافقًا خالصًا ، ومن كانت فيه خصلة منهنّ كانت فيه خصلة من النّفاق حتى يدعها ؛ إذا اؤتمن خان ، وإذا حدّث كذب ، وإذا عاهد غدر ، وإذا خاصم فجر " . متفق عليه. (ص/ ۱۷) (محمود الفتاوی:۲/ ۴۸۱، ۴۸۲)

ہوجاتا ہے، توچوں کہ اس صورت میں مبیع اور ثمن دونوں متعین ہوتے ہیں، اور ہر خریدار کو اپنی مبیع حاصل ہوتی ہے، دکانیں اپنے منافع میں سے انعام دیتی ہیں، لہٰذا بیع کی یہ صورت جائز ہے، البتہ بیع کی یہ صورت اُس وقت مکروہ ہوگی جب کہ مشتری کو مبیع کی ضرورت نہ ہو، اور وہ محض انعام کی طمع اور لالچ میں اس چیز (چاکلیٹ وغیرہ) کو خریدے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : الصورة الأولى أن يقول التاجر : من اشترى مني بألف مثلا فله جائزة مقدارها كذا ، فهنا الجائزة معلومة والقدر معلوم ، فهذا ليس فيه محظور من حيث الشكل الظاهر ، لكن قد يكون فيه محظور من جهة المشترى ، فربما يشترى ما تبلغ قيمة الألف وليس له حاجة كاملة فيما اشتراه ، ولكن من أجل الجائز فيضيع ماله طالبًا للحصول على هذه الجائزة . (ص/ ۲۸۱)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : بناء على تعين المبيع والثمن ، وحصول كل مشترى على مبيعة المطلوب وتوزيع الجوائز من قبل الشركات من مكاسبها الخاصة ، يجوز هذا العمل ولو كان العوض الحاصل لأحد الجانبين مجهولا أو محتملا ، ويتلقى الواحد ويحرم الثانى يكون ذلک نوعًا من الميسر ويحرم ، لكن الصورة المذكورة هي " إحقاق بعض وإنجاح بعض " حسب قول الجصاص غير شاملة للميسر والقمار ، فلا بأس فيها ، وهذا هو رأي العلامة المفتي محمد شفيع من كبار علماء هذا العصر ، ولا يخفى علينا أن هذا الحكم للمسئلة هو باعتبار صورتها الظاهرة ، وإلا فإن وراء هذا العمل الإغرائي تكمن نفس الفكر والنظرية التي تعمل في القمار والميسر ، فعلى المسلمين المحاولة لا إحباط هذه الظاهرة وتشبيطها فإنها لا تخلو من الكراهة رغم جوازها .

(ص/۲۲۷ ، ۲۲۸ ، مكتبة الصحوة الكويتية)

(جواہر الفقہ :۲/ ۳۴۵، جدید فقہی مسائل:۴/ ۲۷۵، کتاب الفتاوی:۵/ ۲۴۷)

خودرو گھاس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۴۷): بعض علاقوں میں گھاس اور پانی کی قلت ہوجاتی ہے، تو اس علاقے کے لوگ اپنے مویشی (بکریاں، بھیڑ وغیرہ) لے کر زرخیز اور سرسبز وشاداب علاقوں میں جاتے ہیں، اور پہاڑ یا کسی کی مملوکہ زمین پر پڑاؤ ڈال دیتے ہیں، تاکہ اپنے مویشیوں کو چرائیں، اس زمین کے مالکان یا گاؤں والے ان سے خودرو گھاس کی رقم وصول کرتے ہیں، تو اس سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر وہ گھاس کسی کی زمین میں ازخود اُگی، نہ اس نے اسے لگایا اور نہ سینچا، تو یہ گھاس اس کی ملک نہیں ہے، اس لیے اُس کا بیچنا اور اسے کاٹنے سے منع کرنا اس کے لیے درست نہیں، جس کا جی چاہے کاٹ لے جاوے [1]، البتہ اگر اس نے پانی دے کر سینچا اور خدمت کیا ہو، تو یہ گھاس اُس کی ملک ہوجائے گی، اس لیے اُس کا بیچنا، اور لوگوں کو کاٹنے سے منع کرنا درست ہوگا۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن ثور بن يزيد يرفعه إلى النبي ﷺ قال : "المسلمون شركاء في الكلأ والماء والنار " .

(۲۴۸/۶، رقم الحديث : ۱۱۸۳۳، كتاب إحياء الموات)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والمراعى) أى الكلأ (وإجارتها) أما بطلان بيعها فلعدم الملك لحديث : " الناس شركاء فى ثلاث : في الماء والكلأ والنار " . وأما بطلان إجارتها فلأنها على استهلاك عين . ابن كمال . (در مختار) .

(۲۵۶/۷ ، ۲۵۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، بيروت)=

انسانی بالوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۴۸): بعض عورتیں اپنے گرے ہوئے بالوں کو جمع کرتی ہیں، پھر جب پھیری والا غبارے لے کر آتا ہے، تو وہ غباروں کے عوض اُن بالوں کو فروخت کرتی ہیں، شرعاً یہ خرید وفروخت جائز نہیں ہے، کیوں کہ بال انسان کا عضو ہیں، اور انسان کے کسی بھی عضو کی خرید وفروخت درست نہیں ہے۔ (۱)

=(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وهذا إذا نبت بنفسه ، وإن أنبته بسقي وتربية ملكه ، وجاز بيعه . عيني . وقيل لا . (در مختار) . وفي الشامية : (وهذا) أي بطلان بيع الكلأ . (۲۵۷/۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : فأما إذا كان سقى الأرض وأعدها للإنبات فنبت في الذخيرة والمحيط والنوازل يجوز بيعه لأنه ملكه وهو مختار الصدر الشهيد .

(۱۰۹/۳ ، الفصل الثاني في بيع الثمار والحشيش)

(امداد الفتاوی:۶۴/۳، بہشتی زیور کراچی:۲۲۳/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۷۰)

ما في " الهداية " : ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها ، لأن الآدمي مكرم لا مبتذل.

(۳۹/۳ ، باب البيع الفاسد ، تبيين الحقائق : ۳۷۶/۴ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مختصر الوقاية : ۶۰/۲ ، كتاب البيع ، بيروت) (فتاوی محمودیہ:۸۷/۱۶، کراچی)

نمک کے عوض ہڈیوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۴۹): بعض لوگ قربانی کے جانور کی ہڈیاں نمک کے عوض فروخت کرتے ہیں، ہڈیوں کی یہ بیع جائز ہے، مگر اس کے عوض جو نمک لیا گیا وہ یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے۔[۱]

مجبور شخص سے زیادہ قیمت لینا

مسئلہ (۲۵۰): مالِ تجارت پر منافع لینے کی شرعاً کوئی حد متعین نہیں ہے[۲]، اس لیے کسی شخص سے اُس کی مجبوری کی بنا پر کسی چیز کی زیادہ قیمت وصول کرنا جائز ودرست تو ہے[۳]، مگر خلافِ مروّت ہے[۴]، حدیث پاک میں ہے کہ ''معسر یعنی تنگ دست سے درگذر کرنا باعثِ مغفرت ہے''۔[۵]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط " : كما يكره له أن يعطي جلدها الجزار فكذلك يكره له أن يبيع الجلد ، فإن فعل ذلك تصدق بثمنه كما لو باع شيئا من لحمها . (۱۹/۱۲ ، باب الأضحية)

ما في " بدائع الصنائع " : روي عن سيدنا علي كرم الله وجهه أنه قال : إذ ضحيتم فلا تبيعوا لحوم ضحاياكم ولا جلودها ، وكلوا منها وتمتعوا ، فإن باع شيئا من ذلك نفذ عند أبي حنيفة ومحمد ، وعند أبي يوسف لا ينفذ لما ذكرنا فيما قبل الذبح ويتصدق بثمنه .

(۲۲۵/۴ ، كتاب التضحية ، ما يكره في الأضحية)

ما في " المغني والشرح الكبير " : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه . (۱۱۲/۱۱)

ما في " رد المحتار " : إن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدرهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة وهو قول أبي حنيفة ومحمد لقيام الملك والقدرة على التسليم .

(۳۹۸/۹ ، البحر الرائق : ۳۲۷/۸ ، كتاب الأضحية)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس بن مالک قال : غلا السعر على عهد رسول اللّٰہ ﷺ فقالوا : يا رسول اللّٰہ ! قد غلا السعر فسعر لنا ، فقال : " إن اللّٰہ هو المسعّر القابض الباسط الرّازق " . (ص/۱۵۹ ، أبواب التجارات ، باب من کره أن يسعر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق المذاهب الأربعة على أن الأصل فی التسعير هو الحرمة لأن فی قوله تعالی : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض بينكم﴾ . اشترطت الآية التراضي، والتسعير لا يتحقق به التراضي . (۳۰۲/۱۱)

(۳) ما في " الهداية " : وعجز القاضي عن صيانة حقوق المسلمين إلا بالتسعير فحينئذٍ لا بأس به بمشورة من أهل الرأي ، فإذا فعل ذلک ، وتعدى رجل عن ذلک وباع بأكثر منه أجازه القاضي ، وهذا ظاهر عند أبي حنيفة ، لأنه لا يرى الحجر على الحر وكذا عندهما .

(۴۵۶/۴)

ما في " رد المحتار " : إذا سعر الإمام وخاف البائع ضرب الإمام ، لا يحل للمشتري الشراء لأن البائع في معنى المكره ، وظاهره لو باع بأكثر يحل وينفذ البيع . (۴۸۹/۹)

(۴) ما في " سنن أبي داود " : عن علي قال : " سيأتي على الناس زمان عضوض ، يعض المؤسر على ما في يديه ، ولم يؤمر بذلک ، قال الله تعالى : ﴿ولا تنسوُا الفضل بينكم﴾ . ويباع المضطرّون ، وقد نهى النبي ﷺ عن بيع المضطرّ . (ص/۴۷۹)

ما في " اعلاء السنن " : هو أن يضطرّ الرجل إلى طعام وشراب وغيرها ، ولا يبيعه البائع إلا بأكثر من ثمنها بكثير ، وفيه قال الخطابي : إن عقد البيع مع الضرورة على هذا الوجه جائز في الحكم ، ولا يفسخ إلا أن سبيله في حق الدين والمروء ة أن لا يباع على هذا الوجه ، ولكن يعاون ، ويقرض ويستمهل إلى الميسرة . (۲۴۱/۱۴)

(۵) ما في " مشكوة المصابيح " : عن حذيفة قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : " إن رجلا فيمن كان قبلكم ، أتاه الملک ليقبض روحه ، فقيل له هل عملتَ من خير ؟ قال ما أعلم قيل له انظر ، قال : ما أعلم شيئًا غير أني كنت أبائع الناس في الدنيا ، فأنظر الموسر وأتجاوز عن المعسر ، فأدخله اللّٰہ الجنة " . (ص/۲۴۳)

ٹیلی فون پر عقدِ بیع

مسئلہ (۲۵۱): ایجاب وقبول کے ذریعے صحتِ عقد بیع کے لیے اتحادِ مجلس ضروری ہے[۱]، اور ٹیلی فون کے ذریعے ایجاب وقبول کرنے میں حقیقۃً اتحادِ مجلس تو نہیں ہوتا، مگر حکماً ہوتا ہے[۲]، اس لیے ٹیلی فون کے ذریعے اگر باقاعدہ ایجاب وقبول ہو جائے، عاقدین اچھی طرح ایک دوسرے کے کلام کو سن لیں، سمجھ لیں، اور مبیع وثمن کی مقدار بھی معلوم ہو جائے[۳]، تو شرعاً یہ بیع درست ہوگی۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شرطه أن يكون الإيجاب والقبول فى مجلس واحد . (۳۳۲۷/۵)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : قال الدكتور الوهبة الزحيلي : البيع بالمراسلة أو بواسطة رسول يصح اتفاقاً . (۳۳۲۷/۵ ، رد المحتار: ۱۹/۷)

(۳) ما في " البحر الرائق " : لا يصح البيع إلا بمعرفة قدر المبيع والثمن ووصف الثمن إذا كان كل منهما غير مشار إليه ، أما المشار إليه فغير محتاج إليهما . (۴۵٦/۵)

(۴) ما في " البحر الرائق " : رجل في البيت فقال للذي في السطح : بعته منک بكذا ، فقال: اشتريت صح إذا كان لا يلتبس الكلام للبعد ، ولو تعاقد البيع وبينهما النهر يصح البيع، وإن كان نهرًا عظيمًا تجري فيه السفن ، قال : وقد تقرر رأي في أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع ، وإلا فلا ، فعلى هذا الستر بينهما الذي لا يمنع الفهم والسماع لا يمنع البيع . (۴۵٦/۵)

ما في " فتاوى الكاملية " : قال الشيخ محمد كامل ابن مصطفى الطرابلسي : سئل بعد صلوة الجمعة حضر خبر الشام في التلغراف لبعض الثعور بأنه ثبت في الشام رؤية هلال ، ...... فأجاب أن السلاطين المسلمين وضعوا التلغراف لتبليغ الأخبار من البلاد القريبة والبعيدة=

ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۲): ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ کی خرید وفروخت جائز ہے(۱)، کیوں کہ امر منکر اس کی خرید وفروخت میں نہیں ہے، بلکہ امر منکر اس کا ناجائز کاموں میں استعمال کرنا ہے، ہاں! اگر بائع کو معلوم ہے کہ مشتری اس کو ناجائز کاموں میں استعمال کرے گا، تو تعاون علی الاثم کی وجہ سے اس کی یہ بیع مکروہِ تحریمی ہوگی۔(۲)

= في مدة يسيرة جداً ، أو أقاموا لأعماله أشخاصاً مسلمين ، وأنفقوا على ذلک أموالاً جسيمةً ، واستغنوا به عن السعاة وإرسال المكاتيب غالباً فصار قانوناً في ذلک يخاطب به السلاطين بعضهم لبعضهم في مهمّات الأمور وتبعهم الناس على ذلک . (ص/۲۸۵ ، مطلب هل يثبت رمضان بالتلغراف ، بحوالہ فتاوی حقانیہ:۶/۳۰، ٹیلی فون کے ذریعے عقدِ بیع کا حکم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لا يكره بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديک المقاتل الطيارة ، لأنه ليس عينها منكراً ، وإنما المنكر في استعمال المحظور ، قلت : لكن هذه الأشياء تقام المعصية بعينها ، لكن ليست هي المقصود الأصلي منها ، فإن عين الجارية للخدمة مثلاً ، والغناء عارض ، فلم تكن عين المنكر بخلاف السلاح ، فإن المقصود الأصلي منه هو المحاربة به ، فكان عينه منكراً إذا بيع لأهل الفتنة ، فصار المراد بما تقام المعصية به ما كان عينه بلا عمل صنعةٍ فيه ، فخرج نحو الجارية المغنية لأنها ليست عين المنكر .

(۶/۴۲۰ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)

ما في " خلاصة الفتاوى " : رجل آجر بيتاً ليتخذ فيه نارًا أو بيعة أو كنيسة أو يباح فيه الخمر فلا بأس به ولذا كل موضع تعلمت المعصية بفعل فاعل مختار . (۴/۳۷۶ ، كتاب الكراهية)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ولا بأس بأن يؤاجر المسلم دارًا من الذمي ليسكنها فإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو دخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم إثم فة شيء من ذلک ، لأنه لم يؤاجرها لذلک ، والمعصية في فعل المستأجر . =

پانی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۳): کسی شخص کا اپنی مملوکہ زمین میں موجود کنویں یا بورنگ مشین کے پانی کو، فلٹر کرکے بوتلوں میں بھر کر فروخت کرنا شرعاً جائز ہے۔(۱)

=(۱۶/ ۴۳ ، باب الإجارة الفاسدة ، بيروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " سنن أبي داود " : حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا أبي حدثنا شعبة عن محمد بن جُحادة قال : سمعت أبا حازم سمع أبا هريرة قال:" نهى رسول الله ﷺ عن كسب الإماء" . (ص/۴۸۶ ، باب في كسب الإماء)

ما في " جواهر الفقه " : ثم السبب إن لم يكن محركًا وداعيًا ، بل موصلا محضًا ، وهو مع ذلك سبب قريب بحيث لا يحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة ، وبيع العصير ممن يتخذه خمرًا .... فكلّه مكروه تحريمًا بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان ، فإنه إن لم يعلم كان معذورًا .

(۲/ ۴۵۲ ، رد المحتار : ۹/ ۴۷۷)(فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۲۹،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أما بيع الماء فيه قال جمهور العلماء : يجوز بيع غير المباح للناس جميعاً كماء البئر والعين ، ولصاحبه أن ينتفع به لنفسه ، ويمنع غيره من الإنتفاع ، فله أن يمنع صاحب الحق في الشفعة من الدخول فى ملكه إذا كان يجد ماء بقربه فإن لم يجد يقال لصاحب البئر إما أن تخرج الماء إليه ، أو تتركه ليأخذ الماء ، واستدلوا على الجواز بدليلين : (۱) ثبت فى الحديث الصحيح أن عثمان اشترى بئر رومة من اليهودي فى المدينة ، وسبلها أو حبسها على المسلمين ، وذلك بعد أن سمع النبي ﷺ يقول : " من يشتري بئر رومة ، فيوسع بها على المسلمين وله الجنة " . وكان اليهودي يبيع مائها للناس ، فهذا الحديث يدل على جواز بيع البئر نفسها ، وكذلك يدل على جواز بيع الماء ، لتقريره ﷺ اليهودي على البيع . (۲) يقال بيع الماء المباح على بيع الحطب بعد احرازه، فإن =

شراب ملی ہوئی اشیاء کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۴): شراب اسلام میں حرام اور نجس وناپاک ہے[۱]، جس چیز میں شراب شامل ہوجائے وہ بھی حرام اور نجس ہے، اسی وجہ سے اس کا استعمال اور خرید وفروخت ناجائز وحرام ہے[۲]، تاہم اگر کسی دوا میں شراب ملی ہو، اور طبیبِ حاذق نے بتایا ہو کہ اس میں شفا ہے، اور اس کے علاوہ کوئی دوسری متبادل دوا نہ ہو، تو ضرورۃً اس کا استعمال اور خرید وفروخت جائز ہے۔[۳]

=النبي ﷺ أقر بيعه بقوله : لأن يأخذ أحدكم حبله ، ثم يغدو إلى الجبل ، فيحتطب ، فيبيع فيأكل ويتصدق خير له من أن يسأل الناس . (۳۴۳۸/۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا كان يملك المنبع أو كان حفرها بقصد التملك فلصاحب البئر على هذا أن يمنع الغير من حق الشفعة أيضًا ، وأن يبيع الماء ، لأنه في حكم المحرز . (۸۰/۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " كل مسكر خمرٌ وكل مسكر حرام " . (ص/۳۱۷ ، باب بيان الخمر ووعيد شاربها)

(۲) ما في " رد المحتار " : لا يجوز بيعها لأن الله تعالى لما نجسها فقد أهانها ، والتقوم يشعر بعزّتها ، وقال عليه الصلاة والسلام : " إن الذي حرّم شربها حرّم بيعها وأكل ثمنها " .

(۲۸/۱۰ ، كتاب الأشربة ، بيروت ، صحيح مسلم : ۲۲/۲ ، باب تحريم بيع الخمر)

ما في " الهداية " : إذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرماً فالبيع فاسد ، كالبيع بالميتة والدم والخنزير والخمر . (۳۳/۳)=

یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی

مسئلہ (۲۵۵): کسی چیز کی خرید وفروخت کے وقت اس پر آنے والے اخراجات، عقدِ مرابحہ کی صورت میں قیمتِ خرید میں ملاکر فروخت کرنا جائز ہے(۱)، البتہ احتیاطاً بائع مشتری سے یوں کہے کہ: ''یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے''، یہ نہ کہے کہ: ''میں نے اتنے میں خریدی''، تاکہ جھوٹ سے بچ جائے۔(۲)

=(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : يجوز للعليل شرب الدم وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه .

(۵/۳۵۵ ، الباب الثامن عشر في التداوي)

ما في " رد المحتار " : يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان . وعليه الفتوى . (۱/۳۲۵ ، مطب في التداوي بالمحرم)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وشرط الحنفية لجواز التداوي بالجنس والمحرم أن يعلم أن فيه شفاء ولا يجد غيره . (۱۱/۱۱۹) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۱۷۸،کراچی)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يحرم شرب قليلها وكثيرها إلا عند الضرورة .(۷/۵۴۹۳)

ما في " الأشباه والنظائر " : الضرورات تبيح المحظورات . (۱/۳۰۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : حدثنا أبو معاوية عن عبد الرحمن بن عجلان قال : قلت لإبراهيم : إنا نشتري المتاع ، ثم نزيد عليه القِصارة والكِراء ، ثم نبيعه به مرابحة ، قال : لا بأس " . (۱۰/۵۸۳ ، كتاب البيوع والأقضية ، باب في النفقة تضم إلى رأس المال، رقم : ۲۰۷۸۴ ، المجلس العلمي افريقه)

ما في " بدائع الصنائع " : لا بأس بأن يلحق برأس المال أجرة القصار، والصباغ ، وعلف الدواب ، لأن العادة فيما بين التجار انهم يلحقون هذه المُؤَنَ برأس المال ، ويعدّونها منه ، وعرف المسلمين وعادتهم حجة مطلقة لقوله عليه السلام : " ما رآه المسلمون حسنًا فهو=

انعامی بانڈز کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۶): بعض اوقات حکومت کی طرف سے عوام سے قرضے لیے جاتے ہیں، اوران قرضوں کے عوض میں ان کی توثیق کے لیے تحریر لکھ دی جاتی ہے، جس کو حکومت کی طرف سے بانڈ (Bond) کہتے ہیں۔ بانڈ کے معنی قرض کے وثیقہ کے ہیں۔ (انعام الباری:۶/۱۴۴)

یہ بانڈز مختلف مالیت کے ہوتے ہیں، اوراس کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ بانڈز حاصل کرنے کے بعد ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے، قرعہ اندازی میں جو نمبر نکلتے ہیں، ان کے حاملین کو زیادہ رقم دی جاتی ہے، باقی تمام ممبران کو صرف اپنی جمع شدہ رقم واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔

انعامی بانڈز درحقیقت سودی معاملہ ہے، جس میں بانڈز کے تمام مالکوں کو دیا جانے والا سود قرعہ اندازی کے ذریعے کسی ایک فرد کو دیا جاتا ہے، اور بقیہ تمام افراد کو صرف اپنی جمع شدہ رقم واپس کی جاتی ہے، یعنی سود کو قمار کے ذریعے دیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ ہر بانڈ پر سود لگایا گیا، پھر ہر ایک کو سود نہ دیتے ہوئے مجموعی سود کی رقم قرعہ

=عند الله حسنٌ " . (۴/۴۶۴ ، وأما بيان ما يلحق برأس المال وما لا يلحق ، رد المحتار : ۶/۳۵۳ ، باب المرابحة والتولية)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : العادة محكمة . (ص/۳۲۸)

(۲) ما في " الهداية " : يجوز أن يضيف إلى رأس المال ، أجرة القصار ، والطراز والصبغ ، وأجرة حمل الطعام ، لأن العرف جار بالحاق هذه الأشياء برأس المال في عادة التجار ، إذ القيمة تختلف باختلاف المكان ، ويقول : قام علي بكذا ، ولا يقول : اشتريت بكذا كيلا يكون كاذبًا . (۳/۵۵ ، البحر الرائق : ۶/۱۸۲)

اندازی کے ذریعے کسی ایک کو دی گئی، معلوم ہوا کہ دیئے جانے والے سود میں قمار کا طریقۂ کار اور اس کی روح موجود ہے، اور چوں کہ سود شرعاً غیر معتبر و باطل ہے (۱)، لہٰذا اس قمار کو فقہی اصطلاح کے مطابق قمار نہیں کہیں گے (۲)۔ انعامی بانڈز کا یہ معاملہ سودی معاملہ ہے، لہٰذا اس کی خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہوگی۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة﴾ .

(سورة آل عمران : ۱۳۰)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الربا شرعاً : فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . (۷/۳۰۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن عمرو أن نبي الله ﷺ " نهى عن الخمر والميسر والكوبة والغبيراء " . (ص/۵۱۹ ، رقم :۳۶۸۷ ، باب النهي عن المسكر)

ما في " رد المحتار" : لأن القمار من القمر الذى يزداد تارةً وينقص أخرىٰ ، وسمى القمار قمارًا ، لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص . (۹/۴۹۲)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

(جدید معاملات کے شرعی احکام:۱/ ۹۸،۹۹)

ڈپازٹ سرٹیفکٹ خرید کراس پر نفع حاصل کرنا

مسئلہ (۲۵۷): کسی شخص نے بینک سے ڈپازٹ سرٹیفکٹ خریدا، جس کی قیمت دس ہزار روپئے ہے، اب وہ رقم بینک میں رہے گی اور چند سالوں کے بعد اس رقم پر اس شخص کو نفع بھی دیا جائے گا، یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ بینک سے ڈپازٹ سرٹیفکٹ خرید کر، اس پر نفع حاصل کرنا بہر حال سود ہے، اور سود شریعتِ اسلامیہ میں ناجائز وحرام ہے۔(۱)

بیڑی، گٹکھا، تمباکو وغیرہ کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۸): خرید وفروخت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جو چیز جائز ہو، اس کا بیچنا جائز ہے، جو چیز حرام ہو اس کا بیچنا بھی حرام، اور جو مکروہ ہو اس کا بیچنا بھی مکروہ ہے، پھر اس کے استعمال میں جس درجہ کی کراہت ہوگی، فروخت کرنے میں بھی اسی درجہ کی کراہت ہوگی، بیڑی، گٹکھا، تمباکو وغیرہ کا استعمال مکروہِ تنزیہی ہے، اس لیے ان کی خرید وفروخت بھی مکروہِ تنزیہی ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا الربوا أضعافاً مضاعفة﴾ .

(سورة آل عمران : ۱۳۰)

ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأحل الله البیع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)

ما في " مشکوة المصابیح " : عن جابر رضي الله تعالی عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه ، وقال : هم سواء " .

(ص/ ۲۴۴ ، صحیح البخاري : ۱/ ۱۸۰) (فتاویٰ عثمانی:۳/۲۸۴،۲۸۵)=

زندہ مرغی تول کرفروخت کرنا

مسئلہ (۲۵۹): زندہ مرغیوں کوتول کرفروخت کرنا شریعتِ مقدسہ میں جائز ہے[1]، کیوں کہ اس خرید وفروخت کا مقصود مبیع یعنی مرغیاں ہیں، اور وہ معلوم ومتعین ہیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة:۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الإعتداء والإنتقام ، وعن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وأبى العالية انهما فسرا الإثم بترک ما أمرهم له وارتكاب ما نهاهم عنه . (۳/۲۳۰، سورة المائدة ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ان ما قامت به المعصية بعينه يكره تحريمًا وإلا فتنزيهًا . (۱۰۳/۷)

(کتاب الفتاوی:۵/۲۰۱،۲۰۲،فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۲۰،۱۲۱،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وشرعًا : (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله) . (۷/۶، كتاب البيوع ، ديوبند)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : البيع اصطلاحًا عند الحنفية : مبادلة مال بمال على وجه مخصوص ، أو هو مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله على وجه مخصوص أي بإيجاب أو تعاطٍ . (۵/۳۳۰۵ ، فتح القدير : ۶/۲۳ ، كتاب البيوع)

(۲) ما في " الهداية " : كون المبيع معلومًا مالا متقومًا مقدور التسليم . (۳/۱۸)

(فتاوی حقانیہ:۶/۱۱۰)

بت فروشی

مسئلہ (۲۶۰): بت چوں کہ آلۂ معاصی اور شرک پرستی میں معین ہے، لہٰذا اعانت علی المعصیت کی بنا پر ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے بت فروشی سے منع فرمایا ہے۔ (۱)

بجلی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۶۱): بجلی کی خرید وفروخت شریعتِ مطہرہ میں جائز ہے، کیوں کہ بجلی اور اس قسم کی اشیاء مالیت میں داخل ہیں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما أنه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة : " إن الله ورسوله حرّم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام " . (۱/۲۹۸ ، رقم : ۲۲۳٦ ، ۴۲۹٦ ، باب بيع الميتة والأصنام)

ما في " مرقاة المفاتيح " : حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام وإن كانت من ذهب أو فضة . (٦/۱۴ ، عمدة القارى : ۱۲/۷٦) (فتاوی حقانیہ: ٦/۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : والمالية تثبت بتموّل الناس كافةً أو بعضهم . (۷/۷)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : المال هو كل عين ذات قيمة مادية بين الناس . (۵/۳۳۰۵)

ما في " الدر المنتقى في شرح الملتقى " : والمراد بالمال عين يجري فيه التنافس والابتذال . (۳/۴)

(فتاوی حقانیہ: ۴/۱۰۹)

ویڈیو گیم پر پیسوں کی شرط اور اس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۶۲): ویڈیو گیم لوڈ کرنے کروانے اور کھیلنے میں وقت کا ضیاع ہے، انسان اس کھیل میں لگ کر اپنے دین اور دنیوی فرائض سے غافل ہو جاتا ہے، اور گھنٹوں اس میں برباد کر دیتا ہے، اس لیے ویڈیو گیم اگر پیسوں کی شرط کے بغیر ہو تب بھی مکروہِ تحریمی ہے، جیسا کہ فقہاء نے شطرنج کو مکروہ قرار دیا ہے [1]، اور اگر پیسوں کی شرط بھی لگائی جائے، تو جوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے [2]، اور ویڈیو گیم کی خرید وفروخت کرنا یہ تعاون علی الاثم (گناہ کے کام پر تعاوُن) کی وجہ سے گناہ ہے۔ [3]

---

(۱) ما في " جمع الجوامع " : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " . (۳۹۳/۶ ، رقم الحديث: ۱۹۹۹۷، ۲۰۰۰۷ ، كنز العمال :۳/۳۵۵ ، رقم الحديث : ۸۲۸۱)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (و) كره تحريماً (اللعب بالنرد) وكذا (الشطرنج) . (۴۸۱/۹)

ما في " التفسير المنير " : وكل شيء من القمار فهو من الميسر حتى لعب الصبيان بالجوز ، وورد عن علي قال : الشطرنج من الميسر ، وكذا النرد إذا كان على مالٍ .(۴۰/۷)

ما في " رد المحتار " : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : كل لعب وعبث حرام .

(۵۶۶/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰٓأيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " التفسير المنير " : والميسر حرام أيضًا ، ولك شيء من القمار فهو من الميسر .

(۴۰/۷ ، أحكام القرآن للعثماني : ۳۹۳/۱)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا اللّٰه﴾ .

(سورة المائدة: ۲)

(کتاب الفتاویٰ: ۲۸۱/۵)

مقررہ مدت گذر جانے پر مزید رقم کا مطالبہ

مسئلہ (۲۶۳): مشتری (خریدار) نے بائع (بیچنے والا) سے کوئی چیز خریدا، اور ثمن (قیمت) کی ادائیگی کے لیے ایک مدت متعین کیا، لیکن اس مدت تک وہ ثمن (قیمت) بائع (بیچنے والا) کو نہیں دے سکا، تو اب بائع مشتری (خریدار) سے مدتِ مقررہ کے گزر جانے پر زائد رقم کا مطالبہ کرتا ہے، تو بائع کا مشتری کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ یہ زائد، ربوا (سود) میں داخل ہوگا، جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا الرّبوٰا أضعافاً مضاعفة ، واتقوا الله لعلكم تفلحون﴾ . (سورة آل عمران : ۱۳۰)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأحل الله البيع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " فيض القدير " : عن علي قال : قال رسول الله ﷺ: " كلّ قرض جر منفعة فهو ربًا " . (۲۸/۵)

ما في " المدوّنة الكبرىٰ " : وكان ربوا الجاهلية فى الديون أن يكون للرجل على الرجل الدين فإذا حل قال له : أتقضى أم ترى ، فإن قضاه أخذه وإلا زاده فى الحق وزاده في الأجل . (۱۸/۵ ، بحوالہ کتاب الفتاوی: ۲۲۳/۵، زمزم پبلیشرز)

ناخن پالش اور نرودھ کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۶۴): ایسا ناخن پالش جو ناخن پر جم جاتا ہو اور اس کے نیچے پانی پہنچنے کے لیے آڑ بن جاتا ہو، اُس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، نیز ناخن پر اُس کے لگے ہونے کی حالت میں وضو اور غسلِ جنابت بھی درست نہ ہوگا، لہٰذا ایسے ناخن پالش کا کاروبار کرنا تعاوُن علی المعصیت (گناہ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد) ہونے کی بنا پر ناجائز ہے، اسی طرح نرودھ بیچنا بھی مناسب نہیں، کیوں کہ اس کا استعمال جائز مواقع میں کم اور ناجائز طور پر زیادہ ہوتا ہے، جو اعانت علی المعصیت ہے[1]، نیز بدنامی سے خالی نہیں[2]، اور بے حیائی کا ذریعہ ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله﴾ . (المائدة:۳)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵/۴) (فتاوی رحیمیہ:۲۰۵/۹)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو لأنه معصية والاستيجار على المعاصي باطل . (۴۲/۱٦ ، باب الإجارة الفاسدة ، الدر الختار مع الشامية : ۶۴/۹ ، مطلب الاستيجار على المعاصي)

(۲) ما في " الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل . (۴/۲ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

فصل تیار ہونے کے بعد اسی میں سے مزدوری

مسئلہ (۲۶۵): مزدوروں سے یہ کہہ کر کھیتی کٹانا کہ اس فصل کو گاہنے اور تیار کرنے کے بعد تمہاری مزدوری اسی میں سے دی جائے گی، یہ قفیزِ طحان ہی کی ایک صورت ہے، جو شرعاً ناجائز ہے۔(۱)

خچر اور کتے کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۶۶): حرام جانوروں اور ان کی جلدوں سے انتفاع (دوا وغیرہ بنانے) کے لیے ان کی خرید وفروخت جائز ہے، لہٰذا خچر اور کتے کی خرید وفروخت بھی جائز ہوگی۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : صورة قفيز الطحان ؛ أن يستأجر الرجل من آخر ثورًا ليطحن بها الحنطة على أن يكون لصاحبها قفيزٌ من دقيقها ، أو استأجر انساناً ليطحن له الحنطة بنصف دقيقها أو ثلثه أو ما أشبه ذلک ، فذلک فاسد ، والحيلة في ذلک لمن أراد الجواز ؛ أن يشترط صاحب الحنطة قفيزًا من الدقيق الجيد ولم يقل من هذه الحنطة .

(۱۱۳/۳ ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۳۳۲/۲ ، مجمع الأنهر:۵۳۹/۳ ، باب الإجارة الفاسدة) (فتاویٰ محمودیہ:۵۸۶/۱۶،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ويجوز بيع جميع الحيوانات سوى الخنزير. وهو المختار . (۱۱۴/۳)

ما في " مجمع الأنهر " : (يصح بيع الكلب والفهد وسائر السباع علمت) الكلب والفهد والسباع (أو لا) . (۱۵۱/۳ ، كتاب البيوع ، الدر المختار مع الشامية : ۲۶۸/۷ ، كتاب=

عقدِ مرابحہ

مسئلہ(۲۶۷): کسی چیز کو خرید کر ثمنِ اول (پہلی قیمت) سے کچھ زیادتی (نفع) کے ساتھ فروخت کرنا "مُرابَحہ" کہلاتا ہے، شرعاً یہ جائز ہے۔(۱)

=البیوع ، باب المتفرقات ، تبیین الحقائق :۵۳۰/۴ ، کتاب البیوع ، باب المتفرقات ، البحر الرائق :۲۸٦/٦ ، کتاب البیع ، باب المتفرقات ، الهداية: ۱۰۳/۳ ، کتاب البیوع ، مسائل منثورة ، مجمع الأنهر: ۱۵۱/۳ ، کتاب البیوع ، مسائل شتیٰ)

ما في " الكوكب الدري " : قوله : " نهى رسول الله ﷺ عن ثمن الكلب " . وهذا التحريم كان إذا أمر بقتل الكلاب وحرم الإنتفاع بها ، فإذا استثنیٰ كلب الماشية وغيره جاز بيعه .

(۳۳۳/۱ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۳۲/۱٦،کراچی)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وصح بيع الكلب والفهد والفيل والقرد والسباع بسائر أنواعها حتى الهرة ، وكذا الطيور سوى الخنزير . وهو المختار . للانتفاع بها وبجلدها.

(۳٦۸/۷)

(فتاوی محمودیہ:۱٦/ ۲۷-۳۱،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مختصر القدوري " : المرابحة : نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زيادة ربح . (ص/۳۱٦ ، کتاب البيوع ، باب المرابحة)

ما في " بدائع الصنائع " : المرابحة بيع بالثمن الأول ومع زيادة ربح . (۴٦۱/۴ ، الدر مع الرد : ۲٦۰/۷ ، الهداية :۷۰/۳ ، باب المرابحة والتولية ، الموسوعة الفقهية : ۳۱۸/۳٦)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۳۰)

کاریز (بندنالی) کا پانی بیچنا

مسئلہ (۲۶۸): بعض علاقوں میں پانی کی قلت کو دور کرنے کے لیے کاریز یعنی نہریں، بندنالیاں، یا پاٹ استعمال کیے جاتے ہیں، جن کے ذریعہ سے پانی چھوڑا جاتا ہے، فقہائے کرام نے کاریز کو نہر جاری کے حکم میں شمار کیا ہے، نہر کے پانی کی طرح کاریز کا پانی بھی مملوک اور محرز نہیں، اس لیے کاریز کے پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں [۱]، تاہم اگر اس کو باقاعدہ طور پر محفوظ کر کے فروخت کیا جائے، تو پھر کوئی حرج نہیں۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱-۲) ما في " الهداية " : والثالث إذا دخل الماء في المقاسم فحق الشفعة ثابت ...... ولأن البئر ونحوها ما وضع للاحراز ولا يملك المباح بدونه .

(۴۸۲/۴ ، فصل في مسائل الشرب)

ما في " البحر الرائق " : والقناط مجرى الماء تحت الأرض ..... لأنه نهر في الحقيقة تعتبر بالنهر ..... لأن الأنهار والآبار والحياض لم توضع للاحراز والمباح لا يملك إلا بالاحراز .

(۳۹۰/۸ ، كتاب احياء الموات)

ما في " رد المحتار " : ان صاحب البئر لا يملك الماء ..... هذا ما دام في البئر أما إذا أخرجه منها بالاحتيال كما في السواني فلا شك في ملكه له لحيازته له في الكيزان ثم صبه في البرك بعد حيازته . تأمل . (۱۸۹/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب صاحب البئر لا يملك)

(فتاویٰ حقانیہ: ۹۴/۶)

ماتھے پرلگایا جانے والاسِندوراورٹکلی کاکاروبار

مسئلہ (۲۶۹): ہندولوگ اپنے ماتھے پر سِندور لگاتے ہیں، اور بعض ٹکیہ نما ٹکلی بھی لگاتے ہیں، چوں کہ سِندور اور ٹکلی نجس وحرام نہیں ہیں، اور نہ ہی وہ غیر متقوم ہیں، اس لیے ان دونوں کا کاروبار کرنا شرعاً درست ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر رضي الله تعالى عنه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة : " إن الله ورسوله حرّم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام " .
(ص/ ۲۴۱ ، كتاب البيوع ، باب الكسب ، الفصل الأول)

ما في " الهداية " : إذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرمًا فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم ..... فنقول البيع بالميتة والدم باطل . (۵۳/۳ ، باب البيع الفاسد)

ما في " البحر الرائق " : ولا يجوز بيع شعر الخنزير لأنه محرم فيبطل لنجاسته .
(۸۵/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " رد المحتار " : وبطل بيع مال غير متقوم كخمر وخنزير فإن المتقوم هو المال المباح الانتفاع به شرعًا . (۱۱/۷ ، شرائط البيع)

ما في " الفتاوى الهندية " : أما شرائط الانعقاد فأنواع ؛ ..... وأن يكون مالاً متقومًا شرعًا .
(۳/۳ ، كتاب البيوع ، الباب الأول ، رد المحتار: ۱۹۳/۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب في التداوي)

گوڈول یعنی نام کی خرید وفروخت

مسئلہ(۲۷۰): گوڈول (Good will) یعنی نام کی خرید وفروخت، مثلاً: ایک دکان جس کا نام ''فینس شاپ'' ہے، جب اس دکان کی بیع ہوتو اس کے نام کا بھی الگ سے پیسہ لیا جاتا ہے، علامہ تھانوی رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو مال کے بدلے میں وظائف سے دست برداری کے مسئلے پر قیاس کیا ہے، کیوں کہ نام بھی حق وظائف کے مشابہ ہے کہ ثابت علی وجہ الاصالۃ ہے، اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے وظائف سے دست برداری کے بدلے مال لینے کو جائز قرار دیا ہے، نیز لوگوں میں اس کا شمار مال میں ہونے لگا ہے، اور علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق مالیت لوگوں کے مال بنانے سے ثابت ہوجاتی ہے، جیسے بجلی، گیس وغیرہ، لہٰذا نام کی خرید وفروخت جائز ہے۔ (۱)

حق ایجاد کا رجسٹریشن

مسئلہ(۲۷۱): حق ایجاد آدمی کا حق ہے، اور اس کے لیے اِس حق ایجاد کو رجسٹریشن کے ذریعہ محفوظ کرلینا بھی جائز ہے، کیوں کہ ابوداؤد میں حضرت اسمر بن مضرس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' رد المحتار '' : فإنهم قالوا : یجوز أخذ العوض علی وجه الإسقاط للحق ولا ریب أن الفارغ یستحق المنزول به .(۲۶/۷، کتاب البیوع ، مطلب في العرف الخاص)

ما في '' رد المحتار '' : المالیة تثبت بتمویل الناس کافة أو بعضهم .

(۷/۷ ، مطلب في تعریف المال)

(فقہی مقالات:۱/۳۲۰، نظام الفتاوی:۲/۳۱۶، امداد الفتاوی:۳/۱۱۹)

بیعت کی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس شخص نے اس چیز کی طرف سبقت کی، جس کی طرف کسی دوسرے مسلمان نے سبقت نہیں کی، تو وہ چیز اسی کی ہے۔‘‘(۱)

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے اگر چہ اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ یہ حدیث اُفتادہ زمین کو قابلِ کاشت بنانے کے بارے میں وارد ہے، لیکن انہوں نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ہر چشمہ، کنواں اور معدن کو شامل ہے، اور جس شخص نے ان میں سے کسی چیز کی طرف سبقت کی، تو وہ اس کا حق ہے(۲)، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اعتبار عمومِ لفظ کا ہوتا ہے، خصوصِ سبب کا نہیں۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : حدثنا محمد بن بشار حدثني عبد الحميد بن عبد الواحد حدثنى ام جَنوب بنت نميلة عن أمها سويدة بنت جابر عن أمها عقيلة بنت أسمرَ بن مضرِّس عن أبيها أسمر بن مضرّس قال : أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال : " من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له " . قال : فخرج الناس يتعادَوْن يتخاطُّون .

(ص/۴۳۷ ، كتاب الخراج ، قبيل احياء الموات)(فقہی مقالات:۱/۲۲۴)

(۲) ما في " فيض القدير شرح الجامع الصغير" : (من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له) . قال البيهقي : أراه إحياء الموات ، وقال غيره يحتمل أن المراد بماء واحد المياه ، ويحتمل كون ما موصولة وجملة لم يسبق صلتها وكونها نكرة موصوفة بمعنى شيء والأخيران أولىٰ كأنها أعم والحمل عليه أكمل وأتم فيشمل ما كل عين وبئر ومعدن كملح ونفط فالناس فيه سواء ومن سبق لشيء منها فهو أحق به . (۱۴۸/۶ ، رقم : ۸۷۳۹ ، دار المعرفة بيروت)

ما في " شرح المجلة " : كل يتصرف في ملكه كيف شاء . (ص/۶۰۴ ، المادة : ۱۱۹۲)

(۳) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ .

(ص/۲۰۴ ، قاعدة : ۱۹۵)

خراب تربوز یا انڈا واپس کرنا

مسئلہ (۲۷۲): ایک شخص نے تربوز یا انڈا خرید امگر کاٹنے اور پھوڑنے کے بعد وہ کڑوا یا گندا نکلا، تو ایسی صورت میں مشتری مبیع واپس کر کے اتنا پیسہ بائع سے لے سکتا ہے، لیکن اگر وہ چیزیں استعمال ہوسکتی تھی، مثلاً ان میں کڑواہٹ کم تھی، تو اسے واپس نہیں کیا جاسکتا، البتہ مطلوبہ صفت میں کمی آنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں جتنی کمی آئی اسے واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ اس نے اسے تھوڑا سا چکھنے کے بعد چھوڑ دیا ہو، لیکن اگر چکھنے کے بعد اسے کھا بھی لیا، تو پھر اسے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ (۱)

بیع المجازفۃ (اندازہ سے خرید وفروخت)

مسئلہ (۲۷۳): اشیاء کی خرید وفروخت اس طرح کی جائے کہ ان کی مقدار متعین طور پر معلوم نہ ہو، بلکہ محض اندازہ اور اٹکل کی بنیاد پر کی جائے، یہ ''بیع المجازفۃ'' ہے (۲)،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ومن اشترى بيضاً أو بطيخاً أو قثاء أو خيارًا أو جوزًا فكسره فوجده فاسدًا فإن لم ينتفع به رجع بالثمن كله لأنه ليس بمال فكان البيع باطلا ولا يعتبر في الجوز صلاح قشره على ما قيل لأن ماليته باعتبار اللب وإن كان ينتفع به مع فساده لم يرده لأن الكسر عيب حادث ولكنه يرجع بنقصان العيب دفعًا للضرر بقدر الإمكان (الهداية) . وفي حاشيته : قوله : فإن لم ينتفع به أى لم ينتفع به أصلا بحيث لا يصلح لأكل الناس ولا للعلف قال الإمام الحلواني : هذا إذا ذاقه فوجده كذلک فتركه فإن تناول شيئًا منه بعد ما ذاقه لا يرجع عليه بشيء وما لا ينتفع به أصلا كالقرع إذا وجده مرًّا والبيضة إذا كانت مَذِرَةً .

(۳/۲۷، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، رقم الحاشية :۱۳، رد المحتار : ۱۴۲/۷ ، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، مطلب يرجع القياس) (غرر کی صورتیں:ص/۲۲۳)=

حنفیہ کے نزدیک بیع کی یہ شکل چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، مثلاً: ہم جنس اشیاء کے درمیان نہ ہو، جیسے گندم کی بیع گندم سے، البتہ اگر مقدار اتنی قلیل ہو کہ عام طور پر تولنے کے پیمانہ کے تحت نہ آتی ہو، جس کی مقدار نصف صاع بیان کی گئی ہے، تو اس صورت میں ہم جنس کے درمیان بھی بیع جائز ہے، اور بیع سلم کے اندر بطور رأس المال کوئی چیز اٹکل سے نہ دی جائے، اس لیے کہ اس میں اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ یہ معاملہ فسخ ہوجائے، اور ایسی صورت میں بائع (مسلم إلیہ) کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اصل رأس المال واپس کرے، لہٰذا اگر یہ رأس المال کی مقدار معلوم نہ ہو، تو اسے واپس کرنے میں دشواری پیش آئے گی، اور جس چیز کی اٹکل سے بیع کی جارہی ہے، وہ سامنے موجود ہو، نظر آرہی ہو، اگر نظر نہیں آرہی، تو اس کی بیع مجازفۃً (اٹکل سے) جائز نہیں، لہٰذا نابینا شخص کی ''بیع المجازفۃ'' جائز نہیں، کیوں کہ وہ اس چیز کو دیکھ نہیں سکتا۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " عمدة القاري " : قوله : مجازفة : هو البيع بلا كيل ولا وزن وتقدير .

(۳۵۶/۱۱ ، كتاب البيوع ، باب : ۵۴)

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وصح بيع الطعام كيلا وجزافًا إذا كان بخلاف جنسه ، ولم يكن رأس مال سلم أو كان بجنسه وهو دون نصف صاع) . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : (الشرطية معرفته) لاحتمال أن يتفاسخا السلم فيريد المسلم إليه دفع ما أخذ ولا يعرف ذلك إلا بمعرفة القدر . (۴۶/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب مهم فى حكم الشراء)

ما في " الهداية " : ويجوز بيع الطعام والحبوب مكايلة ومجازفة ، وهذا إذا باعه بخلاف جنسه لقوله عليه الصلاة والسلام : " إذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم من احتمال الربوا.

(۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، المكتبة الإسلامية)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (والحبوب) ..... (مكايلة) ..... (مجازفة) أى بلا كيل ولا وزن بل باراء ة الصبرة . (۲۴۴/۶ ، كتاب البيوع) (غرر کی صورتیں: ص/۲۴۷)

اسپانسرشپ ڈرافٹ بیچنا

مسئلہ (۲۷۴): آج کل حج کو جانے والوں کے لیے اسپانسرشپ ڈرافٹ دیئے جاتے ہیں، کچھ لوگ یہ ڈرافٹ باہر سے منگوا کر اس کو ضرورت مند شخص کے ہاتھوں زائد رقم لے کر فروخت کرتے ہیں، تو اگر ڈرافٹ کو بطورِ بیع مشتری کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے، اب مشتری کو رقم ملے یا نہ ملے، تو یہ جائز نہیں ہے[۱]، لیکن اگر ڈرافٹ ضرورت مند شخص کو بطورِ حوالہ دیا جائے (یعنی زید نے بکر کو ڈرافٹ دیا، اب اگر بکر کو پیسے وصول نہیں ہوئے اور ڈرافٹ تباہ ہو گیا، تو وہ واپس آکر زید سے مطالبہ کر سکتا ہے)، تو یہ جائز ہے[۲]، لیکن حوالہ کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جتنے کا ڈرافٹ ہے، اتنے ہی پیسے لیے جائیں، کمی بیشی نہ کی جائے، ورنہ معاملہ ربوا میں داخل ہو جائے گا، جو حرام ہے[۳]، ہاں! الگ سے اپنی محنت کی اجرت لے لی جائے، تو یہ جائز ہے۔ آج کل حج کو جانے والوں کو اسپانسرشپ ڈرافٹ چوں کہ حوالہ کے طور پر دیئے جاتے ہیں، اس لیے یہ درست ہے۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : لم يجز الجمهور غير المالكية بيع الدين بغير المدين . (۵۵۰/۷)

(۲) ما في " تكملة فتح الملهم " : وإذا صحت الحوالة بهذه الأوراق المالية فإنها سندات=

پتنگ کی تجارت

مسئلہ (۲۷۵): پتنگ بازی کئی مفاسد پر مشتمل ہے:

(۱) پتنگ بازی میں انہماک بہت سے دینی ودنیوی اُمور سے غفلت کا سبب ہے۔[1]

(۲) اس کی وجہ سے مسجد کی جماعت، بلکہ خود نماز سے بھی غفلت ہوتی ہے۔[2]

(۳) اکثر پتنگ مکانوں کی چھت پر کھڑے ہوکر اڑائے جاتے ہیں، بعض اوقات پتنگ اڑاتے اڑاتے پیچھے کو ہٹتے ہوئے نیچے گر جانے کے حادثات رونما ہوتے ہیں، اور یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، جو شرعاً منع ہے۔[3]

(۴) پتنگ بازی میں مال فضول اور بے محل صرف ہوتا ہے، جب کہ قرآن کریم

=ديون ..... والقبض على هذه الأوراق ليس قبضًا للثمن وإنما احتيال للدين . (۱/۵۱۵)

ما في " رد المحتار " : وبرئ المحيل من الدين والمطالبة جميعًا من المحتال للحوالة ولا يرجع المحتال على المحيل إلا بلا توى بالقصر ويمد هلاک المال لأن براء ته مفيدة بسلامة حقه . (۸/۱۱، كتاب الحوالة)

(۳) ما في " الهداية " : وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنَّساء لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه الإباحة ، وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء . (۳/۱۳۵، باب الربوا)

(۴) ما في " تكملة فتح الملهم " : ثم أن معظم الأوراق المالية التي يتعامل الناس اليوم حكم التعامل بها حكم الحوالة . (۱/۵۱۴)

(انعام الباری:۶/۴۹۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۶/ ۲۰۵، ۲۰۶، مکتبہ لدھیانوی کراچی)=

نے فضول مال اڑانے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ (۴)

ان تمام مفاسد کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ پتنگوں کی تجارت وکاروبار، تعاون علی المعصیت (گناہ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد کرنا) ہے، لہٰذا وہ مکروہ ہوگا۔ (۵)

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ رأى رجلا يتبع حمامة فقال : " شيطان يتبع شيطانة " . (۱۷۵/۲ ، الأدب ، في اللعب بالحمام)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما يريد الشيطٰن أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء فى الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهل انتم منتهون﴾ . (المائدة : ۹۱)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن المبذّرين كانوآ إخوان الشيٰطين﴾ . (الإسراء : ۲۷)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " رد المحتار " : وما كان سبباً لمحظور فهو محظور .

(۴۲۶/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)

(احسن الفتاوی: ۱۷۶/۸، فتاوی محمودیہ: ۱۳۴/۱۶، کراچی)

(وحاشیہ فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۴/۱۶، ۱۳۵، کراچی، جواہر الفقہ: ۳۴۴/۲)

حق چوکیداری کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۷۶): بیع نام ہے "مبادلة المال بالمال بالتراضي" یعنی آپسی رضامندی سے مال کے تبادلہ کا[1]، اور حق چوکیداری، مال نہ ہونے کی وجہ سے، اس پر بیع کی یہ تعریف صادق نہیں آتی ہے، لہٰذا اس کی خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہے۔[2]

گاہکوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۷۷): بعض دودھ اور اخبار گھر گھر بیچنے والے، کسی علاقے میں اپنا کاروبار مستحکم کرلیتے ہیں، پھر کچھ عرصہ بعد نئے تاجر سے کچھ رقم لے کر پورے علاقے کے گاہکوں کو فروخت کردیتے ہیں، ان کا اس طرح کا معاملہ کرنا درست

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : البيع مبادلة مال بمال . (۳/۴)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : سفل وعلو بين رجلين انهدما فباع صاحب العلو لم يجز لأن الهواء ليس بمال . (۴/۳۳۸ ، كتاب البيوع ، أرض الموات)

ما في " بدائع الصنائع " : ويجوز بيع العلو إذا كان على العلو بناء وإن لم يكن عليه بناء لا يجوز لأنه بيع الهواء على الإنفراد وهو لا يجوز . (۶/۲۱۵)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : ولا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجرّدة كحق المنفعة . (۱/۱۱۳ ، كتاب البيوع)

ما في " مجمع الأنهر " : والمراد بالمال عين يجري فيه التنافس والابتذال . (۳/۴)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۵۴،قدیم)

نہیں ہے، کیوں کہ بیع نام ہے ''مبادلۃ المال بالمال'' کا[1]، اور مال فقہاء کرام کے نزدیک عین (حقیقۃً کسی چیز) کو کہا جاتا ہے[2]، لہٰذا خرید وفروخت کی مذکورہ صورت پر بیع کی تعریف صادق نہ آنیکی وجہ سے، یہ ناجائز ہے۔[3]

عیب دار اشیاء کی خرید وفروخت

مسئلہ(۲۷۸): عیب دار اشیاء اگر مشتری سے عیوب کو چھپا کر فروخت کی جائیں، تو ناجائز ہے[4]، لیکن اگر مشتری کو بتا کر فروخت کی جائیں تو جائز ہے۔[5]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' مجمع الأنهر '' : البيع مبادلة مال بمال أى تمليك المال . (۳/۴)

(۲) ما في '' مجمع الأنهر '' : والمراد بالمال عين يجرى فيه التنافس والإبتذال . (۳/۴)

(۳) ما في '' بدائع الصنائع '' : سفل وعلو بين رجلين انهدما فباع صاحب العلو لم يجز لأن الهواء ليس بمال . (۵/۱۴۵ ، كتاب البيوع ، أرض الموات)

ما في '' بدائع الصنائع '' : ويجوز بيع العلو إذا كان على العلو بناء وإن لم يكن عليه بناء لا يجوز لأنه بيع الهواء على الإنفراد وهو لا يجوز . (۶/۲۱۵) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۶/۳۳،قدیم)

الحجة على ما قلنا :

(۴) ما في '' مشكوة المصابيح '' : '' من باع عيبًا لم ينبه لم يزل فى مقت الله أو لم تزل الملٰئكة تلعنه '' . (۱/۲۴۹ ، باب المنهى عنه من البيوع)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : لا يحل كتمان العيب فى بيع أو ثمن لأن الغشّ حرام . (۲/۲۳ ، باب خيار العيب)

ما في '' البحر الرائق '' : كتمان عيب السلعة حرام .... وفى التفاوى : إذا باع سلعة معيبة عليه البيان . (۶/۵۸ ، الهداية :۳/۲۳)

(۵) ما في '' جامع الترمذي '' : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مر=

پرندوں کی خرید وفروخت

مسئلہ(۲۷۹): پرندوں کی خرید وفروخت کرنا ازروئے شرع جائز ہے۔(۱)

=علی صبرة من طعام فأدخل یده فیها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : یا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السمآء یا رسول اللّٰه ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتی یراه الناس ، ثم قال : "من غشّ فلیس منا " . قال أبو عیسی: والعمل علی هذا عند أهل العلم کرهوا الغشّ وقالوا : الغش حرام . (۱/۲۴۵)

ما في " الهدایة " : إذا اطلع المشتري علی عیب المبیع فهو بالخیار إن شاء أخذه بجمیع الثمن ، وإن شاء رده والمراد به علی عیب کان عند البائع ولم یره المشتري عند البیع ولا عند القبض لأن ذلک رضاء به . (۲۳/۲) (فتاوی حقانیہ:۸۵/۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : صحّ بیع الکلب والسباع والطیور لما رواه أبوحنیفة رحمه اللّٰه تعالی .... وهذا علی القول المفتیٰ به من طهارة عینه . (۳۸۶/۶)

ما في " مجمع الأنهر " : (یصح بیع الکلب والفهد) والفیل وسائر السباع بسائر أنواعها وکذا الطیور . (۱۵۲/۳)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : وصح بیع الکلب والفهد والسباع بسائر أنواعها حتی الهرة وکذا الطیور علمت أو لا . (۵۰/۲ ، الفتاوی الهندیة :۱۱۴/۳) (فتاوی حقانیہ:۵۱/۶)

متوقع آمدنی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۰): دو آدمیوں نے مل کر ایک گاڑی خریدی، اب ان میں سے ایک یہ کہے کہ سالانہ متوقع آمدنی کے بقدر رقم مجھ سے لے کر سالانہ منافع مجھ سے فروخت کردو، تو یہ عقد شرعاً جائز نہیں، کیوں کہ خرید وفروخت کے لیے شریعت نے مبیع کی موجودگی ضروری قرار دی ہے، اور اس صورت میں چونکہ منافع نامعلوم اور معدوم ہیں، لہٰذا یہ عقد؛ بیع معدوم کے زمرہ میں شامل ہوکر باطل ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن عمرو بن شعیب رضي الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا یحل سلف وبیع ، ولاشرطان في بیع ، ولا ربح ما لم یضمن ، ولا بیع ما لیس عندک " . قال أبوعیسی : وهذا حدیث حسن صحیح ، قال إسحاق بن منصور : قلت لأحمد : ما معنی : " نهی عن سلف وبیع " . قال : أن یکون یقرضه قرضاً ، ثم یبایعه علیه بیعاً یزداد علیه ، ویحتمل أن یکون یسلف إلیه في شيء فیقول : " إن لم یتهیأ عندک فهو بیع علیک " . (۳/۲۷۲ ، البیوع ، ما جاء کراهة بیع ما لیس عندک ، رقم الحدیث :۱۲۳۴)

ما في " رد المحتار " : (وبیع ما لیس فی ملکه) ...... (لبطلان بیع المعدوم) إذ من شرط المعقود علیه أن یکون موجودًا مالا متقومًا مملوکًا في نفسه .

(۷/۱۷۹، ۱۸۰، کتاب البیوع ، مطلب الآدمي مکرّم شرعًا ولو کافرًا)

ما في " بدائع الصنائع " : فصل ؛ وأما الذي یرجع إلی المعقود علیه فأنواع : منها أن یکون موجودًا فلا ینعقد بیع المعدوم . (۴/۳۲۶ ، البیوع ، فصل وأما الذي یرجع إلی المعقود علیه)

ما في " البحر الرائق " : الفساد بالمعنی الأعم یثبت بأسباب : منها الجهالة المفضیة إلی المنازعة في المبیع أو الثمن ، منها عدم الوجود .

(۶/۱۱۳ ، کتاب البیوع ، باب البیع الفاسد)

(فتاوی حقانیہ:۶/۸۲)

خنزیر کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۱): شریعتِ اسلامیہ نے مسلمانوں کے لیے خنزیر کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن النسائي " : عن جابر أنه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة : " إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام " . (۲/۲۰۱ ، بيع الخنزير)

ما في " تبيين الحقائق " : لم يجز بيع الميتة والدم والخنزير والخمر وأم الولد والمدبر والمكاتب لعدم ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال وبيع هذه الأشياء باطل . (۴/۳۶۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبطل بيع مال غير متقوم أى غير مباح الإنتفاع به كخمر وخنزير وميتة . (۲/۲۳ ، باب البيع الفاسد)

ما في " الفتاوى الهندية " : البيع نوعان : باطل وفاسد ، فالباطل ما لم يكن محلّه مالاً متقوماً كما لو اشترى خمرًا أو خنزيرًا . (۳/۱۴۶)

ما في " خلاصة الفتاوى " : لو جعل الخمر والخنزير ثمنًا بمال متقوم كان فاسدًا ولو باع الخمر والخنزير كان باطلا من مسلم أو لمسلم . (۳/۴۱)

ما في " الهداية " : إذا كان أحد العوضين أو أحدهما محرمًا فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم والخمر والخنزير . (۲/۳۳) (فتاوی حقانیہ:۶/۵۱)

خنزیر کے بالوں کا برش

مسئله (۲۸۲): آج کل کلر پینٹ کے لیے خنزیر کے بالوں سے بنائے گئے برش استعمال ہوتے ہیں، شرعاً یہ ناجائز ہے، کیوں کہ خنزیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ناپاک اور ناقابلِ تطہیر ہے، نیز پینٹ کرنے کے لیے پلاسٹک وغیرہ کے برش بازاروں میں دستیاب ہیں، اس لیے ان کے استعمال کی کوئی ضرورت بھی نہیں، لہٰذا خنزیری بالوں کے برش کا استعمال اور ان کی خرید وفروخت شرعاً درست نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما حرّم عليكم الميتة والدّم ولحم الخنزير﴾ . (سورة البقرة :۱۷۳) . ﴿حرّمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير﴾ . (سورة المائدة:۳) . ﴿قل لا أجد فی ما أوحی إلی محرّمًا علی طاعم یّطعمه إلا أن یکون میتة أو دمًا مسفوحًا أو لحم خنزير فإنه رجس﴾ . (سورة الأنعام :۱۴۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : فنص فی هذه الآیات علی تحریم لحم الخنزير ...... واللحم وإن كان مخصوصًا بالذكر فإن المراد جميع أجزائه . (۱/۱۵۱، تحريم الخنزير)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وشعر الخنزير لنجاسة عينه فيبطل بيعه وإن جاز الآن الإنتفاع به لضرورة الخرز . (۷/۱۹۳، باب البيع الفاسد، مطلب فی التداوي)

ما في " البحر الرائق " : أما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة ورخص فی شعره للخرازين للضرورة لأن غيره لا يقوم مقامه عندهم ، وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه كره لهم ذلک أيضًا . (۱/۱۹۱، كتاب الطهارة)

ما في " مجمع الأنهر " : ولا يجوز بيع شعر الخنزير لأنه محرم فيبطل لنجاسته .

(۳/۸۵، باب البيع الفاسد)

(کتاب الفتاوی:۵/۲۷۳،فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۲۵۸،کراچی)

چوکیداری کے لیے کتے کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۳): شکار یا چوکیداری کے لیے، یا فصل وغیرہ کی حفاظت کی خاطر کتے کی خرید وفروخت جائز ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن النسائي " : أخبرني ابراهيم بن الحسن المقسمي قال : حدثنا حجاج بن محمد عن حماد بن سلمة عن أبي الزبير عن جابر : " أن رسول الله ﷺ نهى عن ثمن السنّور والكلب إلا كلب صيد ". (۲/۲۰۰، الرخصة في ثمن كلب الصيد، رقم: ۴۲۹۵)

ما في " الكوكب الدري " : (نهى رسول الله ﷺ عن ثمن الكلب) وهذا التحريم كان إذا أمر بقتل الكلاب، وحرم الانتفاع بها، وإذا استثنى كلب الماشية والصيد وغيره فجاز بيعه. (۱/۳۳۷، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۳۲، کراچی)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (صح بيع الكلب والفهد والسباع والطيور) لما رواه أبوحنيفة رضي الله تعالى عنه أنه ﷺ رخص فى ثمن كلب الصيد، ولأنه مال متقوم آلة الاصطياد فصح بيعه كالبازي بدليل أن الشارع أباح الانتفاع به حراسة واصطياداً فكذا بيعًا، وهذا على القول المفتى به من طهارة عينه. (۶/۲۸۶، كتاب البيع، باب المتفرقات)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وصح بيع الكلب والفهد والفيل والقرد والسباع. (۲/۵۰، البحر الرائق: ۶/۲۸۶، كتاب البيع، باب المتفرقات)

ما في " مجمع الأنهر " : (يصح بيع الكلب) ولو جروا أو عقورًا (والفهد) والفيل وسائر السباع بسائر من أنواعها حتى الهرّة وكذا الطيور. (۳/۱۵۱، كتاب البيوع، مسائل شتى)

(فتاوی حقانیہ:۶/۵۰)

چوری کردہ مال کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۴): جس چیز کے متعلق قرائن سے یہ معلوم ہو کہ وہ چوری کی ہے، تو اس کی خرید وفروخت درست نہیں ہے (۱)، اگر خرید چکا ہے تو واپس کردے، اگر مالک کا علم ہوجائے، تو اس کے حوالے کردے (۲)، پھر چاہے تو اس سے معاملہ کرکے خرید لے۔

قسطوں پر خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۵): کسی چیز کے نقد اور اُدھار قیمت میں فرق ہونا منع نہیں، مگر اُدھار معاملہ کی صورت میں ادائیگیٔ قیمت کے لیے مدت معلوم ومتعین ہو، اور قسطیں بھی مقرر ہوں (۳)، اور پھر یہ نہ ہو کہ کسی قسط کے وقتِ متعین پر وصول نہ ہونے سے قیمت میں مزید اضافہ کیا جائے، یا وصول شدہ رقوم ہی ضبط ہوجائیں، اور خریدی ہوئی چیز بھی ہاتھ سے چلی جائے، ایسی صورت ہو تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں، بلکہ اس میں سود (۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " فیض القدیر " : قال علیه الصلوٰة والسلام : " من اشتری سرقة وهو یعلم أنها سرقة ، فقد شرک في عارها وأثمنها " . (۱۱/۵۶۵۴ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۸۶)

ما في " مجموعة الفتاوی لإبن تیمیة " : بیع الملک بغیر إذن مالکه ولا ولایة علیه بیع باطل والواجب أن یرد إلی المشتری ما أعطاه من الثمن ویرد إلی المالک ملکه . (۱۵/۱۱۲)

ما في " رد المحتار " : لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته . (۹/۲۹۱)

(۲) ما في " الفتاوی الهندیة " : وإذا مات الرجل وکسبه خبیث فالأولیٰ لورثته أن یردّوا المال إلی أربابه فإن لم یعرفوا أربابه تصدقوا به . (۵/۳۴۹ ، کتاب الکراهیة)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/۸۶، کراچی)=

اور جوا(۵) ہوگا، اوران دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکور ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۳) ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : البيع مع تاجيل الثمن وتقسيطه صحيح ، يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتاجيل والتقسيط .

(ص/۱۲۴، ۱۲۵، رقم المادة :۲۴۵،۲۴۶)

ما في " بحوث فى قضايا فقهية معاصرة " : أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبت العاقدان بانه بيع مؤجل بأجل معلوم وبثمن متفق عليه عند العقد . (ص/۷ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۶،کراچی)

ما في " الهداية شرح البداية " : لأن للأجل شبهًا بالمبيع ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل والشبهة في هذا ملحقة بالحقيقة . (۳/۵۸)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأحل الله البيع وحرّم الرّبوا﴾ . (سورة البقرة: ۲۵۷)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة واستحق الخلود فى نار جهنم والمراد بالخلود هنا المكث الطويل إذا كان الفاعل مؤمنًا وعبر به تغليظًا لفعله . (۳/۹۶)

ما في " بحوث فى قضايا فقهية معاصرة " : أما ما يفعله بعض الناس من تحديد ثمن البضاعة على أساس سعر النقد وذكر القدر الزائد على أساس أنه جزء من فوائد التاخير في الأداء فإنه ربا صراح . (ص/۱۰ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۶،کراچی)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة:۹۰)

ما في " روح المعاني " : ﴿انما يريد الشيطٰن ان يوقع بينكم العداوة والبغضآء في الخمر والميسر﴾ .... والرجل قد يقامر حتى لا يبقى له شيء ، وتنتهي به المقامرة إلى أن يقامر بولده وأهله فيؤدي به ذلك إلى أن يصير أعدى الأعداء لمن قمره وغلبه ، وهذه إشارة إلى مفاسدهما الدنيوية . وقوله تعالى : ﴿ويصدّكم عن ذكر الله وعن الصلوة﴾ إشارة إلى مفاسدهما الدينية . (۵/۲۳ ، سورة المائدة) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۶،۴۷،کراچی)

آزاد عورت کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۶): آزاد عورت کی خرید وفروخت حرام ہے۔ (۱)

جانوروں کے خون کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۷): جانوروں کے خون کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں، یہ بیع باطل ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبی هريرة رضی الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : قال الله تعالى : " ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة : رجل أعطى بي ثم غدر ، ورجل باع حرًّا فأكل ثمنه ، ورجل استأجر أجيرا فاستوفى منه ولم يعطِهِ أجره " .

(۲۹۷/۱ ، باب اثم من باع حرا ، و باب إثم من منع أجر الأجير ، رقم : ۲۲۲۷ ، ۲۲۷۰)

ما في " فتح الباری " : قوله : (باع حرا فأكل ثمنه) خص الأكل بالذكر لأنه أعظم مقصود ..... قال الخطابي : اعتبار الحر يقع بأمرين : أن يعتقه ثم يكتم ذلک أو يجحد ، والثانی أن يستخدمه كرهًا بعد العتق والأول أشدهما .... قال المهلب : وإنما كان إثمه شديدا لأن المسلمين اكفاء فی الحرية فمن باع حرا فقد منعه التصرف فيما أباح الله له والزمه الذل الذی أنقذه الله منه ، وقال ابن الجوزي : الحرّ عبد الله ، فمن جنى عليه فخصمه سيده .

(۵۲۷/۴ ، باب اثم من باع حرا)

ما في " البحر الرائق " : لم يجز بيع الميتة والدم والخنزير والخمر والحرّ . (۱۱۲/۶)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (بطل بيع ما ليس بمال) ..... (كالدم) ..... (والميتة) ..... (والحرّ والبيع به) . (۲۳۵/۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد) (فتاوی محمودیہ:۷۴/۱۶،کراچی)

(۲) ما في " فيض القدير " : (عن أبي جحيفة) : " نهى عن ثمن الكلب ، وثمن الدم ، وكسب البغي " . (۳۰۹/۶ ، رقم : ۹۳۶۶)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وبطل بيع ما ليس بمال) .... (كالدم) .... =

سبزیوں میں پانی ڈال کر بیچنا

مسئلہ (۲۸۸): سبزی فروش حضرات سبزیوں پر پانی ڈال کر بیچتے ہیں، کیوں کہ بعض سبزیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر ان پر پانی نہ ڈالا جائے، تو وہ جلد خراب ہوجاتی ہیں، ایسی سبزیوں پر بقدرِ ضرورت پانی ڈالنا درست ہے، مگر ضرورت سے زائد پانی ڈالنا تاکہ سبزی کا وزن بڑھ جائے، شرعاً یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ خریدار کو دھوکہ دینا ہے، جو شرعاً منع ہے۔ (۱)

=(والميتة) .... (والحرّ والبيع به) . (۷/۲۳۵، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " بدائع الصنائع " : البيع الباطل فهو كل بيع فاته شرط من شرائط الانعقاد من الأهلية والمحلية شرعاً ، كما لا وجود للتصرف الحقيقى إلا من الأهل في المحل حقيقةً وذلك نحو بيع الميتة والدم . (۴/۱۹۵ ، كتاب البيوع ، البيع الباطل) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۷۸،۷۹،کراچی)

ما في " الهداية مع الدراية " : وإذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرما فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم والخمر ..... فنقول البيع بالميتة والدم باطل وكذا بالحر لإنعدام ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال فإن هذه الأشياء لا تعد مالاً عند أحدٍ . (۳/۴۹ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها الذين اٰمنوا لا تأكلوآ اَموالكم بينكم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مر على صبرة من طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : يا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السمآء يا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ، ثم قال : " من غشّ فليس منا " .

(۱/۲۴۵) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۳۹،قدیم)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام سواء أكان بالقول أم بالفعل ، وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۳۱/۲۱۹)

پانی چھڑک کر کپاس بیچنا

مسئلہ (۲۸۹): کپاس کا کاروبار کرنے والے حضرات جب کپاس کو گاڑی وغیرہ میں بھرتے ہیں، تو اس پر پانی چھڑکتے ہیں، تاکہ کپاس کا وزن زیادہ ہو، یہ صریح دھوکہ بازی ہے، جب کہ مسلمان شخص کا کسی دوسرے کو دھوکہ دینا یہ شانِ مسلمانی کے خلاف ہے، ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے (۱)، کپاس میں پانی چھڑکنے کی وجہ سے جس قدر وزن میں اضافہ ہوگا، اس کے مقابل قیمت وعوض بھی شرعاً حرام ہوگا، اصل مالک تک اس قیمت کا لوٹانا واجب ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو، تو اس کا بلا نیتِ ثواب تصدُّق علی الفقراء لازم ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مرّ برجل يبيع طعامًا فسأله كيف تبيع ؟ فأخبره فأوحى إليه أن أدخل يدک فيه ، فأدخل يده فيه فإذا هو مبلول ، فقال رسول الله ﷺ : " ليس منا من غشّ " . (۲/۴۸۹ ، النهى عن الغشّ)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن واثلة بن الأسقع قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "من باع عيبًا لم ينبه لم يزل فى مقت الله أو لم تزل الملائكة تلعنه " . (ص/۲۴۹ ، كتاب البيوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل، وسواء أكان فى المعاملات أم فى غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

(۲) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه .

(۲۲۳/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراما)

(فتاوی محمودیہ: ۱۴۵/۱۶، دھان میں پانی ملا کر بیچنا، کراچی)

سٹہ(Speculation) کی حقیقت اور ڈیفرینس کی برابری

مسئلہ(۲۹۰): سٹہ (Speculation) جو عصر حاضر میں بہت زیادہ رَواج پکڑ چکا ہے، اس کے اندر غیر مملوک (جس پر ملکیت نہیں) کی بیع اور بیع قبل القبض (قبضہ سے پہلے بیچنا) کا دخل ہے۔

سٹہ دراصل اس معاملے کو کہتے ہیں کہ جس میں بائع اور مشتری میں سے کسی کا ارادہ عملاً مبیع پر قبضہ کرنے کا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں قیمتوں کا فرق برابر کرکے نفع کمایا جاتا ہے، آج کل تجارتی کمپنیوں کے شیئرز میں یہ کاروبار کافی رَواج پذیر ہے، کہ ایک شخص کسی کمپنی کے شیئرز (Share,s) جس کی فی الحال قیمت دس روپئے فی شیئرز ہے، ایک مہینہ ادائیگی کے وعدے پر گیارہ روپئے میں خرید لیتا ہے، پھر قبضہ کرنے سے پہلے بارہ روپئے فی شیئرز فروخت کرتا ہے، دوسرا تاجر اسے آگے فروخت کرتا ہے، اور جب مقررہ تاریخ آتی ہے، تو شیئرز حوالے کرنے کے بجائے اس دن شیئرز کی قیمت دیکھ کر قیمتوں کا فرق برابر کرلیا جاتا ہے، اس طرح بعض کو محنت اور کسی چیز کا ضمان اٹھائے بغیر لاکھوں روپئے کا نفع، جب کہ بعض کو لاکھوں روپئے کا خسارہ ہوتا ہے۔

سٹہ کا یہ طریقہ صرف تجارتی کمپنیوں کے شیئرز کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عام اَجناس میں بھی جاری ہے، مثلاً زید نے یہ حساب لگایا کہ آج گندم کی قیمت دس روپئے فی کیلو ہے، اور آہستہ آہستہ اس کی قیمت گر رہی ہے، لیکن وہ اپنے تجارتی تجربے کی بنیاد پر اندازہ لگاتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد اس کی قیمت زیادہ ہوجائے گی،

تو زید نے سوچا کہ ابھی گندم فروخت کردوں اور جب قیمت کم ہوگی، تو دوبارہ خرید لوں گا، اس نے بکر سے کہا کہ میں دس روپئے فی کیلو کے حساب سے دو مہینے کی ادائیگی پر پچاس من گندم تمہیں فروخت کرتا ہوں، حالانکہ اس کے پاس گندم بالکل نہیں، بکر نے اسی تاریخ پر ساڑھے دس روپئے فی کلو کے حساب سے یہ گندم خالد کو فروخت کردیا، اسی طرح سَودے ہوتے رہیں، جب ادائیگی کا وقت آیا تو سب نے مل کر حساب کیا کہ اس خرید وفروخت کے نتیجہ میں کس کو کتنا نقصان اور کتنا نفع ہوا، اور پھر اسی حساب سے لین دین کرلیا، اس عمل کو ''ڈیفرینس برابر کرنا'' کہتے ہیں۔ (۱)

سٹہ کی حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دو خرابیاں پائی جاتی ہیں:

۱- غیر مملوک کی بیع (جو چیز ملک میں نہیں اُسے بیچنا)، عام طور پر بیچی جانے والی چیز (مثلاً شیئر یا گندم وغیرہ) فروخت کرنے والے شخص کے پاس مبیع (بیچی جانے والی چیز) موجود نہیں ہوتی، لیکن وہ اسے اس امید پر آگے فروخت کرتا ہے کہ جب دینے کا وقت آئے گا، تو وہ اس وقت بازار سے خرید کر آگے دیدے گا، تو اس طرح یہ غیر مملوک کی بیع بن جاتی ہے، جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ (۲)

۲- بیع قبل القبض (کسی چیز پر قبضہ سے پہلے اُسے آگے فروخت کرنا)، اس کے ساتھ ساتھ سٹہ کے جو معاملات ہوتے ہیں، وہ بیع قبل القبض کی صورت میں ہوتے ہیں کہ اس چیز پر قبضہ ہونے سے پہلے ہی وہ معاملات مکمل ہوجاتے ہیں۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل=

....

....

=الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار . (۱/۳۹۸)
ما في " رد المحتار " : لأن القمار من القمر الذي يزداد تارةً وينقص أخرى وسمي القمار قماراً لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص . (۹/۵۷۷، ۵۷۸ ، كتاب الحظر والإباحة)
(۲) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن حكيم بن حزام قال : قلت : يا رسول الله ! الرجل يطلب منى البيع وليس عندي أفأبيعه له ؟ فقال رسول الله ﷺ : " لا تبع ما ليس عندک " .
(۵/۴۳۸ ، كتاب البيوع ، ۱۰۷۲۵، ۱۰۱۹ ۱، بيروت)
ما في " جامع الترمذي " : عن حكيم بن حزام قال : أتيت رسول الله ﷺ فقلت : يأتيني الرجل يسألني من البيع ما ليس عندي أبتاع له من السوق ثم أبيعه ؟ قال : " لا تبع ما ليس عندک " . (۳/۵۳۴ ، كراهية بيع ما ليس عندک ، رقم : ۱۲۳۲ ، دار احياء التراث)
ما في " بدائع الصنائع " : شرط انعقاد البيع أن يكون المبيع مملوكاً للبائع عند البيع ، فإن لم يكن لا ينعقد ..... وهذا بيع ما ليس عنده ، ونهى رسول الله ﷺ عن بيع ما ليس عند الإنسان . (۵/۱۴۷ ، كتاب البيوع)
(۳) ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عباس ، أن رسول الله ﷺ قال : " من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يستوفيه " . قال ابن عباس : وأحسب كل شيء مثله . (۵/۷ ، كتاب البيوع ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض ، رقم ۳۹۱۳، دار الجيل بيروت ، دار الآفاق الجديدة بيروت
جامع الترمذي :۳/۵۷۶ ، كراهية بيع الطعام حتى يستوفيه ، رقم : ۱۲۹۱ ، احياء التراث)
ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن حكيم بن حزام قال : قلت : يا رسول الله ! إنى اتباع هذه البيوع فما يحل لى منها وما يحرم علي ؟ قال : " إذا اشتريت بيعا فلا تبعه حتى تقبضه " .
(۳/۴۰۲)
(غرر کی صورتیں:ص/۳۷۱)

مستقبل کی تاریخ پر خرید وفروخت

مسئلہ(۲۹۱): مستقبل کی تاریخ پر خرید و فروخت کرنے کو ''عقود المستقبلیات''(Future Sale) کہتے ہیں، ''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا'' میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے : Commercial Contracts Calling for the purchase or sale of specilied guantities of commodities at specified future dates .
ترجمہ: ''یہ وہ عقد تجارت ہے، جس کا مقصد کسی چیز کی معین مقدار کو مستقبل کی کسی معین تاریخ میں بیچنا یا خریدنا ہوتا ہے''۔اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ مستقبلیات کی بیع ناجائز ہے، اس کے ناجائز ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ غیر مملوک چیز کی بیع ہوتی ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں قبضہ سے پہلے آگے بیع کردی جاتی ہے، جب کہ غیر مملوک وغیر مقبوض کی بیع شرعاً ناجائز ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' جامع الترمذي '' : عن حكيم بن حزام قال : أتيت رسول الله ﷺ فقلت : يأتيني الرجل يسألني من البيع ما ليس عندي أبتاع له من السوق ثم أبيعه ؟ قال : '' لا تبع ما ليس عندک '' . (۳/۵۳۴ ، کراهية بيع ما ليس عندک ، رقم : ۱۲۳۲ ، دار احياء التراث)

ما في '' بدائع الصنائع '' : شرط انعقاد البيع أن يكون المبيع مملوكًا للبائع عند البيع ، فإن لم يكن لا ينعقد . (۵/۱۴۷ ، کتاب البيوع)

ما في '' صحيح مسلم '' : عن ابن عباس ، أن رسول الله ﷺ قال : '' من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يستوفيه '' . قال ابن عباس : وأحسب كل شيء مثله . (۵/۷ ، کتاب البيوع ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض ، رقم : ۳۱۳ ۹ ، دار الجيل بيروت ، دار الآفاق الجديدة =

بیع الدین

(نقد کے بدلے قرض کی بیع)

مسئلہ (۲۹۲): بیع الدین لغیر من علیہ الدین کی صورت، مثلاً: زید نقد پر کھاد فروخت کرنے کی صورت میں پانچ سو روپئے فی بوری کے حساب سے بیچتا ہے، اور ادھار کی صورت میں ساڑھے پانچ سو روپئے پر، اب بکر اس کے پاس آئے اور کہے: میرے پاس نقد رقم موجود ہے، میں اس سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں، لیکن میں خود کاروبار کرنا نہیں جانتا، میرے لیے نفع کمانے کی صورت کیا ہوسکتی ہے؟ زید اس سے کہے کہ میں ادھار پر کھاد کی بوری ساڑھے پانچ سو روپئے میں بیچتا ہوں، آپ ایسا کریں کہ جب کوئی شخص مجھ سے ادھار پر خریدنے کے لیے آئے، تو آپ مجھے پانچ سو

=بیروت، جامع الترمذي :۳/۵۷۶، کراهیة بیع الطعام حتی یستوفیه، رقم : ۱۲۹۱)

ما في " صحیح مسلم " : عن نافع عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالی عنه، أن رسول اللّٰه ﷺ قال: " من اشتری طعامًا فلا یبعه حتی یستوفیه " . قال : وکنا نشتري الطعام من الرکبان جزافاً فنهانا رسول اللّٰه ﷺ أن نبیعه حتی تنقله من مکانه .

(۵/۸، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، رقم : ۳۹۱۹، ۳۹۲۰)

ما في " بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة " : أما حکمها الشرعي فکل من له المام بقواعد الشریعة ومصالحها، لا یشک بعد النظر فی تفاصیل هذه العملیة أنها عملیة محرمة شرعًا ومصادمة لعدة أحکام الشریعة الغراء أما أولاً فلأنه بیع لما لا یملکه الإنسان ..... أما البیوع اللاحقة التی تتم خلال مدة التسلیم، فإنها بیوع تتم قبل القبض علی السلعة المبیعة .

The new encyclopedia the university Chicago, (ص/۱۳۴، ۱۳۵، Chicago Edition 1988,v 5, page: 62 . بحوالہ غرر کی صورتیں:ص/۳۷۳)=

روپئے فی بوری کے حساب سے دے دیا کریں، اور بعد میں اس شخص (مدیون) سے ساڑھے پانچ سو روپئے وصول کرلیا کریں، تو یہی ''بیع الدین لغیر من علیہ الدین'' نقد کی صورت ہے، جو شرعاً ناجائز ہے، اس لیے کہ جس قرض کی بیع کی گئی، وہ بائع کے حق میں غیر مقدور التسلیم ہے، یعنی بائع، مشتری کو اس قرض کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے، اور غیر مقدور التسلیم شئ کی بیع جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في '' بدائع الصنائع '' : ولا ینعقد بیع الدین من غیر من علیه الدین ، لأن الدین إما أن یکون عبارة عن فعل تملیک المال وتسلیمه وکل ذلک غیر مقدور التسلیم فی حق البائع .
(۱۴۸/۵ ، کتاب البیوع)

ما في '' الفقه الإسلامی وأدلته '' : بیع الدین لغیر المدین : قال الحنفیة والظاهریة : بما أنه لا یجوز بیع معجوز التسلیم ، فلا ینعقد بیع الدین من غیر من علیه الدین ، لأن الدین غیر مقدور التسلیم إلا للمدین نفسه في حق البائع ؛ لأن الدین عبارة عن مال حکمي في الذمة ، أو عبارة عن فعل تملیک المال وتسلیمه ، وکل ذلک غیر مقدور التسلیم من البائع .
(۳۴۰۶/۵ ، العقود ، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

ما في '' سنن الدار قطني '' : عن ابن عمر قال : '' إن النبي ﷺ نهی عن بیع الکائي بالکائي '' .
(۷۱/۳، ۲۷۰) (غرر کی صورتیں: ص/۳۲۲، ۳۲۳)

ے قرض: جب کوئی شخص ابتداءً کسی پر احسان اور تبرُّع کرتے ہوئے اسے کوئی مثلی چیز دیتا ہے، تو اسے قرض کہتے ہیں۔ مثلاً زید نے عمرو سے ہزار روپے مانگے تو عمرو نے اس کے مانگنے پر اسے مطلوبہ رقم دے دی۔ یہ قرض ہے۔ اور جو چیز کسی معاملے کے نتیجے میں یا کسی کی چیز کو نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے وغیرہ کے نتیجے میں لازم ہوتی ہے، اسے ''دَین'' کہتے ہیں، مثلاً زید نے عمرو سے ہزار روپے کے بدلے ایک مَن چاول خریدے اور قیمت فوراً ادا نہ کی، تو زید ہزار روپے کا مقروض ہوگیا، یہ قرض ''دَین'' ہے۔ (غرر کی صورتیں: ص/۳۱۷)

قرض کے بدلے قرض کی بیع

مسئلہ (۲۹۳): دَین کو دَین کے بدلے غیر مقروض کے ہاتھ فروخت کرنے کا نام ''بیع الکائی بالکائی'' ہے[1]، ائمۂ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کے مذہب کے مطابق یہ بیع ناجائز ہے۔ مثلاً؛ زید کو بکر سے ایک مَن چاول ایک ماہ بعد لینا ہے، اب زید عمرو سے کہے کہ مجھے بکر سے جو چاول ایک ماہ بعد لینا ہے، میں تمہیں وہ چاول ایک ہزار روپئے کے بدلے فروخت کرتا ہوں، اور تم یہ رقم مجھے دو ماہ بعد دے دینا۔ بیع کی اس صورت میں مبیع اور ثمن دونوں اُدھار ہیں، اسے بیع الکائی بالکائی کہا جاتا ہے، جو شرعاً جائز نہیں ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : وبيع الدين نسيئة : هو ما يعرف ببيع الكائي بالكائي أي الدين بالدين . (۵/۳۴۰۴ ، بيع الدين نسيئة)

(۳) ما في '' سنن الدار قطني '' : عن ابن عمر قال : '' إن النبي ﷺ نهى عن بيع الكائى بالكائى '' . (۳/ ۷۱ ، ۲۷ ، بيروت)

ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : وهو بيع ممنوع شرعًا ؛ لأن النبي ﷺ نهى عن بيع الكائي بالكائي ، وقد قيل : أجمع الناس على أنه لا يجوز بيع دين بدين ، سواء أكان البيع للمدين أم لغير المدين . (۵/۳۴۰۴ ، بيع الدين نسيئة) (غرر کی صورتیں:ص/۳۱۸)

بیع السنین یا بیع المعاومۃ

مسئلہ(۲۹۴): بہت سے لوگ اپنے باغ کے پھلوں کو تاجروں کے ہاتھوں کئی سالوں تک کے لیے فروخت کردیتے ہیں، جس کو"بیع السنین یا بیع المعاومۃ" کہا جاتا ہے، شرعاً بیع کی یہ صورت جائز نہیں ہے، کیوں کہ حدیث پاک میں اِس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن جابر بن عبد اللّٰه قال : " نهى رسول اللّٰه ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة والمخابرة " – قال أحدهما بيع السنين هي المعاومة – وعن الثُّنْيا ورخّص في العرايا . (۲/۱۱ ، كتاب البيوع ، قبيل باب كراء الأرض ، قديمي)

ما في " المهذب للشيرازي " : ولا يجوز بيع المعدوم كالثمرة التى لم تخلق لما روى أبو هريرة رضى اللّٰه تعالى عنه ، أن النبي ﷺ نهى عن بيع الغرر" . (۱/۲۶۲)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذى يرجع إلى المعقود عليه فأنواع ، منها : أن يكون موجودًا فلا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم . (۵/۱۳۸)

ما في " الفقه الإسلامى وأدلته " : اتفق ائمة المذاهب على أنه لا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم ..... ونهى كذلک عن بيع الثمر قبل بدو صلاحه .

(۵/۳۳۹۸ ، المطلب الأول ، أنواع البيع الباطل)

(غرر کی صورتیں:ص/۳۸۱)

بیع المزابنۃ

مسئلہ (۲۹۵): درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو کٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں اندازے کے ساتھ بیچنا ''بیع مزابنہ'' کہلاتا ہے، اس بیع کے عدم جواز پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔(۱)

نوٹ: بیع مزابنہ کی ذکر کردہ تعریف سے اگر چہ یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ اس کا تعلق صرف کھجوروں سے ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ بیع مزابنہ کی تعریف میں کھجوروں کا ذکر محض اس لیے وارد ہوا ہے کہ عربوں کے یہاں یہ معاملہ کھجوروں میں زیادہ مروّج تھا، ورنہ فقہائے کرام کے نزدیک اس ممانعت کا تعلق کھجور کے علاوہ اور چیزوں سے بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک انگور میں بھی بیع مزابنہ درست نہیں ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنهما ، أن رسول الله ﷺ نهى عن المزابنة '' . (۱/ ۲۹۱ ، باب بيع المزابنة)

ما في '' صحيح مسلم '' : عن جابر بن عبد الله قال : '' نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة '' . (۲/ ۱۰ ، باب النهي عن المحاقلة)

ما في '' تكملة فتح الملهم '' : إن الفقهاء اتفقوا على تحريم بيع المزابنة .

(۱/ ۴۰۷ ، كتاب البيوع)

ما في '' الهداية شرح البداية '' : قال : وبيع المزابنة وهو بيع الثمر على النخيل بتمر مجذوذ مثل كيله خرصاً . (۳/ ۴۴ ، فصل ومن باع دارا دخل بناؤها في البيع ، المكتبة الإسلامية)

(۲) ما في '' تكملة فتح الملهم '' : وهو حرام لكونه مجازفة فى الربويات ، فإن ما على الشجر لا يكال وإنما يباع خرصًا ، فإذا بيع بجنسه خرصًا كان فيه احتمال التفاضل واحتمال التفاضل في الربويات في حكم الربا . (۱/ ۴۰٦ ، كتاب البيوع) (غرر کی صورتیں:ص/ ۲۲۵)

بیع العرایا

مسئلہ (۲۹۶): ''عرایا'' یہ ''عریۃ'' کی جمع ہے، اور لغت عرب میں لفظ ''عریۃ'' درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ہبہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
اصطلاح میں؛ واہب کا موہوب لہ کو اندازے سے خشک کھجور دے کر، اس کے بدلے تازہ کھجوریں لینے کو ''بیع العرایا'' کہا جاتا ہے (۱)، بیع العرایا کے جواز پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، کیوں کہ لوگوں کی ضروریات اور حاجات کے پیش نظر آنحضور ﷺ نے اس بیع کو جائز قرار دیا، احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التعريفات الفقهية مع قواعد الفقه " : العرايا – جمع عرية ، وهي من النخل كالمنيحة من الحيوان وهي النخلة التي يعطيها مالكها أي يهب ثمارها لغيره من المحتاجين ليأكلها عاما أو أكثر ، ويقال : " نخلهم عرايا " أي موهوبات يعروها الناس أي يغشونها ويأكلون ثمارها لكرمهم ، وبيع العرايا أن يشتري المُعرِي أي الواهب من المُعرَى له ما على العرية من الرطب تخمينا بقدره من التمر يأكله أهله رطبا . (ص/۳۷٦ ، العرايا)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن جابر بن عبد الله قال : " نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة .... إلا العرايا " . (۲/۱۰ ، باب النهي عن المحاقلة الخ)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر بن عبد الله قال : " .... ورخص في العرايا " . (۲/۱۱ ، باب النهي عن المحاقلة . الخ)

ما في " صحيح البخاري " : عن زيد بن ثابت ، أن رسول الله ﷺ رخص بعد ذلک في بيع العرية بالرطب أو بالتمر ولم يرخص في غيره " . وفى رواية : رخص لصاحب العرية أن يبيعها بخرصها . (۱/۲۹۱ ، باب بيع المزابنة) (غرر کی صورتیں:ص/۲۳۷)

بیع المحاقلۃ

مسئلہ (۲۹۷): کھیت میں لگی ہوئی کھیتی، اور کٹی ہوئی فصل کا باہم تبادلہ کرنا، ''بیع المحاقلہ'' کہلاتا ہے، شرعاً یہ بیع بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ (۱)

انٹرنیٹ پر کوڈ ورڈ کے ذریعے تجارت

مسئلہ (۲۹۸): انٹرنیٹ (Internet) پر تجارت کے لیے بائع اور مشتری کا آپس میں کوڈ ورڈ (Code Word) کا استعمال کرنا درست ہے، کیوں کہ بیع ہر ایسے قول یا تحریر یا فریقین کے اشارہ یا کسی ایک فریق کے اشارہ سے منعقد ہوجاتی ہے، جو رضامندی پر دلالت کرے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح مسلم " : قال عطاء : فسّر لنا جابر .... وزعم أن المزابنة بیع الرطب فی النخل بالتمر کیلا ، والمحاقلة فی الزرع علی نحو ذلک یبیع الزرع القائم بالحب کیلا . (۲/ ۱۱ ، باب کراء الأرض)

ما في " صحیح مسلم " : عن جابر بن عبد اللّٰه قال : " نهی رسول اللّٰه ﷺ عن المحاقلة " .
(۲/ ۱۰ ، باب النهي عن المحاقلة الخ)

ما في " صحیح مسلم " : عن ابن عباس ، أن النبي ﷺ قال : " لأن یمنح أحدکم أخاه أرضه خیر له من أن یأخذ علیها کذا وکذا " . لشيء معلوم . قال : وقال ابن عباس : هو الحقل وهو بلسان الأنصار المحاقلة . (۲/ ۱۲ ، باب کراء الأرض) (غرر کی صورتیں: ص/۲۳۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿إلا أن تکون تجارةً عن تراض منکم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " حاشیة الهدایة " : هو مبادلة المال بالمال بالتراضي بطریق التجارة . =

قیمت کی ادائیگی اور اس کے تعیُّن میں طرفین کی مرضی

مسئلہ (٢٩٩): بہت سے علاقوں میں یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ خریدار کوئی سامان مثلاً: زرعی ادویات خریدتے وقت دکاندار سے یوں کہتا ہے کہ اس کی قیمت آپ کی مرضی کی ہوگی، اور ادائیگی میری اپنی مرضی سے ہوگی، آپ اپنی مرضی کے مطابق جو قیمت لگانا چاہیں لگالیں، میں جب چاہوں گا آپ کی مقرر کردہ قیمت ادا کردوں گا، چوں کہ اس صورت میں مدت کے اندر جہالتِ فاحشہ پائی جاتی ہے، لہٰذا خرید وفروخت کی یہ صورت جائز نہیں[1]، البتہ جواز کی صورت یہ بن سکتی ہے کہ خرید وفروخت کرتے وقت یہ طے کرلیا جائے کہ ادائیگی کی مدت کیا ہوگی اور اس مدت کے آنے پر خریدار ادائیگی کا پابند ہو، البتہ اگر دکاندار اپنی طرف سے خوش دلی کے ساتھ مزید چند دنوں کی مہلت دینا چاہے، تو دے سکتا ہے۔[2]

=(١/ ٢، کتاب البیوع، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ما في " حاشية الدسوقي " : ينعقد البيع بما يدل على الرضا من العاقدين كالكتابة والإشارة والمعاطاة . (٣/٣، دار الفكر بيروت، بحوالہ: انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ: ص/ ٢٢٦)

ما في " الشرح الكبير " : ينعقد البيع بما يدل على الرضا من قول أو كتابة أو إشارة منهما أو من أحدهما . (٣/٣، دار الفكر بيروت، بحوالہ: انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ: ص/ ٢٦٨)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إذا تداينتم بدين إلىٓ أجل مسمًّى فاكتبوه﴾. (سورة البقرة : ٢٨٢)

ما في " حاشية ابن عابدين " : اعلم أن البيع بأجل مجهول لا يجوز إجماعًا سواء كانت الجهالة متقاربة كالحصاد والدياس مثلا أو متفاوتة كهبوب الريح وقدوم واحدٍ من سفره .=

متعین قیمت کا معلوم نہ ہونا

مسئلہ (۳۰۰): اگر کسی چیز کی قیمت اس طور پر ذکر کی جائے کہ متعاقدین یا ان میں سے کسی ایک کو متعین قیمت کا علم نہ ہو سکے، مثلاً: خریدار یوں کہے کہ فلاں کتاب کو اس کی بازاری قیمت پر خریدتا ہوں، جب کہ اسے اس کتاب کی بازاری قیمت معلوم نہیں، تو یہ صورت ائمہٗ اربعہ کے نزدیک عقدِ فاسد ہے، بشرطیکہ مجلسِ عقد کے ختم ہونے تک اس کی اصل قیمت کا علم نہ ہو سکے [1]، البتہ حنفیہ کے یہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر ایسا عقد ان چیزوں میں ہو جن کی مقدار تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے، اور قیمت بھی تقریباً ایک ہی ہوتی ہے، جیسے روٹی یا گوشت وغیرہ، تو اس صورت میں بازاری قیمت پر بیع جائز ہوگی [2]، کیوں کہ ان کی قیمت عام طور پر متعین ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بیع کی اس صورت میں جہالت وغرر کی خرابی لازم نہیں آئے گی، اور بیع جائز ہوگی۔

=(۵۴۰/۴ ، کتاب البیوع)

ما في " فتح الباري " : والمنع في الصور الثلاث للجهالة في الأجل .

(۳۵۸/۴ ، کتاب البیوع ، باب بیع الغرر ، دار المعرفة بیروت)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وإن کان ذو عُسرةٍ فنَظِرةٌ الی میسَرةٍ وأن تصدّقوا خیرٌ لکم إن کنتم تعلمون﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۰) (غرر کی صورتیں:ص/۲۷۳،مرضی کی مدت، جواز کی صورت)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط " : فقال : قد اخذت منک هذا بمثل ما یبیع الناس فهذا فاسد ، لو قال: أخذت منک بمثل ما أخذ فلان من الثمن فهو فاسد . (۹۰/۵، کتاب البیوع)=

ٹھیکے پر باغ دینا

مسئلہ (۳۰۱): بعض لوگ اپنے باغ کو کئی سال کے ٹھیکے پر دیدیتے ہیں، مثلاً؛ پانچ سال یا دس سال وغیرہ کے لیے، اور یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اتنے عرصے میں جو بھی پھل آئے گا، وہ بھی ہم نے تمہیں فروخت کردیا، شرعاً یہ بیع، بیعِ معدوم (غیر موجودہ چیز کی بیع) کے قبیل سے ہے، جو ناجائز ہے۔(۱)

=ما في " المجموع شرح المهذب للنووي " : يشترط في صحة البيع أن يذكر الثمن في حال العقد . (۹/۱۷۲ ، بحوالہ غرر کی صورتیں:ص/۲۴۷)

ما في " المجموع شرح المهذب للنووي " : واتفق الأصحاب على أن يشترط كون الثمن معلوم القدر لحديث النهي عن بيع الغرر . (۹/۳۳۳) (غرر کی صورتیں:ص/۲۸۱)

(۲) ما في " فتح القدير مع الهداية " : مما لا يجوز بيع المبيع بقيمته أو بما حل به أو بما تريد أو تجب أو برأس ماله أو بما اشتراه أو بمثل ما اشترى فلان لا يجوز ، فإن علم المشترى القدر في المجلس فرضيه عاد جائزًا .... وكذا لا يجوز بمثل ما يبيع الناس إلا أن يكون شيئًا لا يتفاوت كالخبز واللحم . (۵/۴۶۷ ، كتاب البيوع ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع : منها : أن يكون موجودًا فلا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم .

(۵/۱۳۸ ، الفقه الإسلامي وأدلته :۵/۳۳۹۸ ، المطلب الأول ، أنواع البيع الباطل)

ما في " المهذب للشيرازى " : ولا يجوز بيع المعدوم كالتمرة التى لم تخلق لما روى أبو هريرة رضى الله تعالى عنه ، أن النبي ﷺ نهى عن بيع الغرر . (۱/۲۶۲ ، بحوالہ غرر کی صورتیں:ص/۳۸۱)

ما في " رد المحتار " : لبطلان بيع المعدوم وما له خطر العدم . در مختار . وفي الشامية : قوله : (لبطلان بيع المعدوم) إذ من شرط المعقود عليه أن يكون موجودا مالا متقوما مملوكا في نفسه . (۷/۱۸۰ ، كتاب البيوع ، دار الكتاب ديوبند) (غرر کی صورتیں:ص/۴۰۰)

عقدِ صیانت (Maintenance Contract)

مسئلہ (۳۰۲): اگر کوئی کمپنی یا ادارہ کسی ورکشاپ یا گیرج والے سے ایک مہینے کے لیے یہ معاہدہ کرے کہ مشین یا گاڑی میں خرابی یا ٹوٹ پھوٹ کی درستگی کی ذمہ داری، نیز سامان لاکر لگانا بھی آپ کی ذمہ داری ہوگی، ہم آپ کو اتنی رقم دیں گے، تو شرعاً اس طرح کے معاہدہ اور عقد کو ''عقد صیانت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عقد صیانت کی اس قسم میں صائن کبھی اجیر مشترک کے طور پر کام کرتا ہے، اور کبھی اجیر خاص کے طور پر، مثلاً اگر کوئی ورکشاپ سب لوگوں کے لیے خدمات سرانجام دے رہی ہے اور ان سے عمل کے حساب سے اُجرت وصول کرتی ہے، تو اس وقت یہ ''اجیر مشترک'' ہے، لیکن بعض مرتبہ کسی فرد یا ادارے کے لیے بھی کام کیا جاتا ہے، جیسے بہت سے فیکٹری والے کوئی ورکشاپ وغیرہ خود کھولتے ہیں، یا ان سے یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ وہ اسی فیکٹری کے متعلق مشینریوں اور گاڑیوں وغیرہ کی مرمت کریں گے، اور اس کے بدلے انہیں ماہانہ یا سالانہ اتنی اُجرت ملے گی، اس صورت میں صائن ''اجیر خاص'' ہے۔ اگر صائن اجیر مشترک ہو تو اس وقت معقود علیہ ''عمل'' ہے، یعنی عمل کے بدلے اُجرت دی جائیگی، اور اگر اجیر خاص ہو، تو اس وقت معقود علیہ ''منفعت'' ہے، یا وہ مخصوص وقت ہے، جس کے لیے یہ عقد کیا گیا، اور صائن کو اسی کے عوض اجرت دی جائے گی۔ البتہ عقد صیانت کی جس صورت میں صائن نہ صرف کام کرتا ہو، بلکہ مرمت وغیرہ کے لیے مطلوبہ سامان بھی اپنی طرف سے فراہم کرتا ہو، یعنی اگر پرانے پُرزے اس قابل نہ ہوں کہ اُن کی اصلاح ہو سکے، یا وہ بالکل ناکارہ ہوگئے ہوں، تو صائن اپنی طرف سے نئے پُرزے لگاتا ہے، تو یہ صورت بھی عقد اجارہ میں داخل ہوگی، اور اس میں دی

جانے والی اجرت مرمت کے کام اور زائد پُرزوں دونوں کے لیے ہوگی۔ مگر اس صورت پر یہ اِشکال وارد ہوتا ہے کہ احادیث میں " صفقتان في صفقة " یعنی ایک عقد کے اندر دو معاملات کرنے سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ مشہور روایت میں ہے کہ: " نهی رسول الله ﷺ عن صفقتین في صفقة " ''رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد کے اندر دو معاملات سے منع فرمایا۔'' (مسند احمد بن حنبل:۱/ ۳۹۸) تو کیا اس حدیث کی بنیاد پر یہ عقد ناجائز نہیں ہوجاتا؟ ...... جواب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ ایک عقد کے اندر دو معاملات پائے جانے کی ممانعت اُس وقت ہے، جب ایک معاملہ دوسرے معاملے کے ساتھ مشروط ہو، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں تم سے فلاں مشینری اس شرط پر خریدتا ہوں کہ تم مجھ سے یہ مشینری کرایہ پر حاصل کروگے، لیکن اگر دو معاملات ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہ ہوں بلکہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ دوسرا معاملہ کرنے میں آزاد ہو، تو پھر یہ عقد ناجائز نہیں۔ اِس تفصیل کی روشنی میں اُس کا جواب یہ ہوگا کہ اگر عقدِ صیانہ میں دونوں عقد (بیع اور اِجارہ) ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہیں، تو پھر یہ صورت جائز ہے، اور اگر مشروط ہوں، تو پھر یہ عقد جائز نہ ہوگا، اور اس کی جائز صورت یہ ہوگی کہ ایک عقد دوسرے کے ساتھ نہ ہو (الگ ہو) اور کام کرنے والا شخص (صاحب العمل) صائن (Maintainer) کو عمل کے وقت الگ عقد کے ذریعے مطلوبہ اشیاء بازار سے خریدنے کا وکیل بنادے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الأجير الخاص هو من يعمل لمعين عملاً مؤقتاً ويكون=

مکان کا ایڈوانس واپس لینا

مسئلہ (۳۰۳): قطعی ایجاب وقبول کے بعد مشتری (خریدار) نے بطورِ بیعانہ کوئی رقم بائع (بیچنے والا) کو دی، پھر بیع کو آپسی رضامندی سے فسخ کیا گیا، تو بیعانہ (ایڈوانس) کی رقم کی واپسی مشتری کا حق ہے، اوراس کے لیے اس کا لینا بھی جائز ہے۔ (۱)

= عقده لمدة ، ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة ، لأن منافعه صارت مستحقة لمن استأجره في مدة العقد . (۱/۲۸۸)

ما في " عقد المقاولة " : ومما سبق يتلخص أن ابدال المتلفات يكون على رب العمل في الصيانة الطارئة ويكون على الصائن في حالين : ۱- إذا كانت قيمتها لا تدخل في الأجرة المتفق عليها ، وإنما لها قيمة خاصة . ۲- كون الصيانة وقائية يمكن معرفة القطع المستبدلة مسبقاً بحيث تستبدل ولو لم تتلف ، وفي وقت معروف مسبقا .... ولا بد لتصحيح العقد من أن يقوم رب العمل بشراء الأدوات أو توكيل الصائن بشرائها وتكون قيمتها مستقلة عن الأجرة ...... وبالإضافة إلى الأجرة يلتزم رب العمل بتقديم قطع الخيار أو بدفع ثمنها للصائن إن وكله بشرائها ، ويكون ثمنها منفصلا عن الأجرة المتفق عليها .

(ص/ ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۶) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۱۳۹-۱۴۴)

ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن عبد الله بن مسعود عن أبيه قال : " نهى رسول الله ﷺ عن صفقتين في صفقة واحدة " . (۴/ ۳۰، رقم الحديث : ۳۷۸۳)

وفيه أيضًا : عن عبد الله بن مسعود أنه قال : " لا تصلح صفقتان في صفقة " ...... تشريح الحديث من صورة أن يقول : بعتك هذا بعشرين على أن تبيعني ثوبك بعشرة ، فلا يصح للشرط الذي فيه ، ولأنه يسقط بسقوط بعض الثمن فيصير الباقي مجهولا ، وقد نهى عن بيع وشرط . (۴/ ۱۰، ۱۱، رقم الحديث : ۳۷۲۵، دار الحديث القاهرة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " النهر الفائق شرح كنز الدقائق " : (وتصح) الإقالة (بمثل الثمن الأول) حتى لو كان الثمن عشرة دنانير فدفع إليه دراهم عوضًا عنها ثم تقابلا ، وقد رخصت رجع بالدنانير=

اقالہ میں قیمت کم کرنے کی شرط

مسئلہ (۳۰۴): اقالہ میں یہ شرط لگانا کہ جس قیمت پر بیع ہوئی تھی، مشتری اس میں سے کچھ بائع کے لیے چھوڑ دے گا، شرعاً یہ شرط باطل ہے، اور اقالہ ثمنِ اول کے ساتھ صحیح ہوگا۔ (۱)

=لا بما دفع . (۳/۴۵۲)

ما في " النهر الفائق " : (و) شرط (جنس آخر) من خلاف الثمن الأول (نحو ولزمه الثمن الأول) عند الإمام ، لأن الفسخ إنما يرد على عين ما ورد عليه العقد . (۳/۴۵۳)

ما في " فتح القدير " : وحقيقة الفسخ ليس إلا دفع الأول كان لم يكن فيثبت الحال الأول ، وثبوت الحال الأول هو برجوع عين الثمن الأول إلى مالكه . (۶/۴۴۹)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (تصح بمثل الثمن الأول وبالسكوت عنه) حتى لو كان الثمن عشرة دنانير ، فدفع إليه دراهم تقايلا ، وقد رخصت الدنانير رجع بالدنانير لا بما دفع ، (وبالسكوت عنه) المراد أن الواجب هو الثمن الأول سواء سماه أو لا . (۷/۲۵۳)

ما في " شرح المجلة لخالد الأتاسي " : وينفسخ البيع أي ويجب رد مثل الثمن الأول .
(۲/۷۷ ، مكتبه حبيبيه كوئٹه ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۶۹، کراچی)(جامع الفتاوی:۶/۳۳۲، و۶/ ۱۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : فإن شرط أكثر منه أو أقل فالشرط باطل . (۳/۶۹ ، باب الإقالة)

ما في " البحر الرائق " : (وتصح بمثل الثمن الأول شرط الأكثر أو الأقل بلا تعييب وجنس آخر نحو ولزمه الثمن الأول) وهذا عند أبي حنيفة لأن الفسخ يرد على عيب ما يرد عليه العقد فاشتراط خلافه باطل ولا تبطل الإقالة . (۶/۱۷۳ ، النهر الفائق :۳/۴۵۲ ، ۴۵۳)

ما في " بدائع الصنائع " : وإن كان بعد القبض فإن تقايلا من غير تسمية الثمن أصلا أو سميا الثمن الأول من غير زيادة ولا نقصان ، أو نقصا عن الثمن الأول فالإقالة على الثمن الأول ، وتبطل تسمية النقصان وتكون فسخا أيضا كما قال أبوحنيفة انها فسخ في الأصل ولا مانع من جعلها فسخا فتجعل فسخا . (۴/۵۹۴)=

تجارتی لائسنس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۰۵): عصر حاضر میں اکثر و بیشتر ممالک نے تاجروں پر بغیر لائسنس کے مال کے درآمد وبرآمد پر پابندی لگارکھی ہے، تجارتی لائسنس درحقیقت کوئی مادّی چیز نہیں، بلکہ بیرونی ممالک سے مال کے درآمد وبرآمد (لین دین) کا ایک اجازت نامہ ہے، لیکن چونکہ اس کے حاصل کرنے میں لائسنس ہولڈر کو کافی کوشش کرنی پڑتی ہے، جس میں وقت اور روپیہ دونوں صرف ہوتے ہیں، اس لیے فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اس طرح کے حقوق ووظائف سے دست برداری کا عوض لینا، اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً جائز ہے [۱]، لہٰذا تجارتی لائسنس کی خرید وفروخت درست ہوگی۔

=ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (فإن شرطا أكثر منه أو أقل فالشرط باطل ويرد مثل الثمن الأول) والأصل أن الإقالة فسخ في حق المتعاقدين بيع جديد في حق غيرهما إلا أن يمكن جعله فسخا فتبطل ، وهذا عند أبي حنيفة . (۶/۴۴۸ ، ۴۴۹) (فتاوی حقانیہ:۶/۱۳۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع كشف الأستار " : لا يجوز الإعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ، وعلى هذا لا يجوز الاعتياض عن الوظائف بالأوقاف . وفيها في آخر بحث تعارض العرف مع اللغة ، المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ، لكن أفتى كثير باعتباره ، وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال . (۲/۴ ، كتاب البيوع ، مكتبه زكريا بك ڈپو ديوبند ، الدر المختار مع الشامية : ۷/۳۳ ، ۳۴ ، كتاب البيوع ، بيروت)

ما في " شرح مجلة الأحكام " : قال العلامة خالد الأتاسي : أقول : وعلى ما ذكروه من جواز الاعتياض عن الحقوق المجردة بمالٍ ينبغي أن يجوز الاعتياض عن التعلي وعن حق الشرب وعن حق الميل بمالٍ .... كما جاز النزول عن الوظائف ونحوها . =

مجہول مدت پر اُدھار سامان

مسئلہ (۳۰۶): عموماً دیہاتی علاقوں میں لوگوں کے پاس نقد رقم نہیں ہوتی، وہ مقامی دکاندار سے اپنی ضروریات کا سامان لیتے رہتے ہیں، پھر فصل کٹنے کے بعد واجب الادا رقم ادا کردیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق یہ بیع، بیعِ فاسد ہے، اس لیے کہ اس صورت میں ادائے ثمن کی مدت مجہول ہوتی ہے، لیکن چونکہ ہمارے زمانے میں اس طرح سامان ادھار لینے دینے کا رَواج عام ہوگیا ہے، اور ادائے ثمن کی مدت میں پائی جانے والی جہالت، جہالتِ یسیرہ ہے، لہٰذا بر بنائے ضرورت بیع کی اس صورت میں امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے، کہ ان کے نزدیک اس طرح کی مدتِ مجہولہ پر ادھار سامان کا لین دین جائز ہے۔ (۱)

=(۱ / ۱۲۱ ، الفصل الثاني في بيع ما يجوز وما لا يجوز ، بحوالہ فتاوی حقانیہ)

ما في " رد المحتار " : (وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمالٍ) قال العلامة العينى فى فتاواه : ليس للنزول شيء يعتمد عليه ، ولكن العلماء والحكام مشوا ذلک للضرروة ، واشترطوا إمضاء الناظر لئلا يقع فيه نزاع . اهـ . ملخصًا من حاشية الأشباه للسيد أبي السعود . وذكر الحموي أن العيني ذكر في شرح نظم " درر البحار " في باب القسم بين الزوجات ، أنه سمع من بعض شيوخه الكبار أنه يمكن أن يحكم بصحة النزول عن الوظائف الدينية قياسا على ترک المرأة قسمها لصحبتها ، لأن كلا منهما مجرد اسقاط . اهـ . (۷/ ۲٦ ، كتاب البيوع ، مطلب في النزول عن الوظائف بمال ، ديوبند ، و۷/ ۳۵ ، بيروت) (فتاوی حقانیہ: ٦/ ٦۳، ٦۴، جدید فقہی تحقیقات: ۳/ ۲۲۰، فقہی مقالات: ۱/ ۲۲۳، ۲۲۴، حقوق اوران کی خرید فروخت: ص/ ۱۹۳)

الحجة على ما قلنا : =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(۱) ما في " الهداية " : ولا يجوز البيع إلى قدوم الحاج وكذلک إلى الحصاد ..... لأنها تتقدم وتتأخر ولو كفل إلى هذه الأوقات جاز لأن الجهالة اليسيرة متحملة في الكفالة وهذه الجهالة يسيرة . (۴۵/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " المبسوط للسرخسي " : (قال) : (وإن اشترى الرجل شيئًا إلى الحصاد أو إلى الدياس أو إلى العطاء ، أو إلى جذاذ النخل أو رجوع الحاج فهذا كله باطل) بلغنا نحو ذلک عن ابن عباس – رضي اللّٰه تعالى عنهما – وقول ابن عباس – رضي الله تعالى عنما – في البيع إلى العطاء ، فإن عائشة – رضي الله تعالى عنها – كانت تجيز البيع إلى العطاء ، وابن عباس – رضي الله تعالى عنهما – كان يفسد ذلک .

(۳۲/۱۳ ، باب البيوع إذا كان فيها شرط ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " المجموع شرح المهذب للنووي " : فرع في مذاهب العلماء فى البيع إلى العطاء والحصاد ونحوهما من الآجال المجهولة . قد ذكرنا أنه لا يصح عندنا . قال ابن المنذر : وبه قال ابن عباس وأبو حنيفة . وقال مالک وأحمد وأبو ثور : يجوز بثمن إلى الحصاد والدياس والعطاء ونحو ذلک ، لأنه معروف . قال ابن المنذر : وروينا ذلک عن ابن عمر قال ، وقال ابن أبي ليلى : إذا باع إلى العطاء صح ، وكان الثمن حالا قال : وقول ابن عباس أصح . (۳۴۰/۹ ، باب ما نهي عنه من بيع الغرر وغيره) (غرر کی صورتیں:ص/۲۵۷،۲۷۱-۲۷۴)

خیارات کی فراہمی پر فیس

مسئلہ (۳۰۷): خیارات کے اندر جب کوئی فرد یا کمپنی کسی شخص کو خیار فراہم کرتی ہے، تو وہ اس پر کچھ فیس لیتی ہے، بعض مرتبہ خیار حاصل کرنے والا شخص اس خیار کو آگے فروخت کر دیتا ہے، اور اس سے فیس وصول کرتا ہے، جب کہ بیع الخیارات دراصل ایک حق کی بیع ہے، جو ایک فریق دوسرے کو مہیا کرتا ہے، اور حق حاصل کرنے والا شخص دراصل یہ حق اس لیے خریدتا ہے تا کہ اسے آئندہ کسی مالی نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے، گویا یہ حق دفعِ ضرر کے لیے خریدا گیا ہے، اور یہ ایسا حق نہیں جو اصالۃً مشروع ہو، بلکہ دفعِ ضرر کے لیے جاری کیا گیا ہے، لہٰذا خیارات کی خرید و فروخت جائز نہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة کحق الشفعة . (در مختار) . وفي الشامیة : قوله : (لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة علی الملک) قال في البدائع : الحقوق المفردة لا تحتمل التملیک ، ولا یجوز الصّلح عنها .... قوله : (کحق الشفعة) قال في الأشباه : فلو صالح عنها بمال بطلت ورجع ، ولو صالح المخیرة بمال لتختاره بطل ولا شيء لها . (۲۵/۷ ، کتاب البیوع ، مطلب لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة ، دیوبند ، و۳۳/۷ ، ۳۴ ، بیروت)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : وفرق البعض الآخر من الحنفیة بقاعدة أخری هي : أن الحق إذا کان شرع لدفع الضرر فلا یجوز الاعتیاض عنه ، وإذا کانت ثبت علی وجه البر والصلة فیکون ثابتا له أصالةً فیصح الاعتیاض عنه . (۲۴۳/۴)

(جدید فقہی تحقیقات: ۲۴۱/۳، ۲۵۰، حقوق کی خرید و فروخت، غرر کی صورتیں: ص/۱۵۴، ۱۵۵)

گڑیوں کا استعمال اور تجارت

مسئلہ (۳۰۸): کسی بھی جاندار چیز کی تصویر بنانا اور اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح بچوں کے کھیلنے کی وہ گڑیا یا کھلونے وغیرہ، جو جاندار کی شکل وصورت میں بنائے جاتے ہیں، ان کا استعمال کرنا یا ان کا کاروبار کرنا بھی جائز نہیں ہے۔(۱)

---

(۱) ما في " مشكوٰة المصابيح " : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ جاء رجل فقال : يا ابن عباس ! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإنى أصنع هذه التصاوير ، فقال ابن عباس : لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله ﷺ ، سمعته يقول : "من صور صورةً فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح ، وليس بنافخ فيها أبدا " . فربا الرجل ربوة شديدةً واصفرّ وجهه فقال : " ويحك إن أبيت إلا أن تصنع ، فعليک بهذ الشجر ، وكل شيء ليس فيه روح " . رواه البخاري . (ص/۳۸٦ ، اللباس ، باب التصاوير)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي فى " شرح مسلم " الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها .

(۲/۳٦۰ ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة)

ما في " النهر الفائق " : (أو) تكون الصورة (لغير ذي روح) لما مر عن ابن عباس ولا فرق في الشجر بين المثمر وغيره في قول الكافي خلافاً لمجاهد وجوز في " الخلاصة " لمن رأى صورة في بيت غيره أن يزيلها ويجب عليه ، ولو استأجر مصورا فلا أجر له لأن عمله معصية كذا عن محمد . (۱/۲۸۳-۲۸۵، ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها ، فتاوى معاصرة: ص/۱۱۴ ، للشيخ صالح بن محمد العثيمين)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۹/۵۰۳، کراچی، جدید مسائل کا حل: ص/۴۵۵و۴۷۴)

ماہنامہ رسائل ومجلّات کی لائف ممبری

مسئلہ(۳۰۹): آج کل بہت سے ادارے ماہنامہ رسائل وجرائد اور اخبارات شائع کرتے ہیں، اوراس ماہنامہ وغیرہ کی لائف ممبری فیس وصول کرتے ہیں، کیوں کہ لائف ممبر درحقیقت ایک اعزازی رکن ہوتا ہے، اوروہ جو رقم دیتا ہے اس سے اس کا مقصود ادارے کو عطیہ دینا، اس کی اعانت ومدد کرنا ہوتا ہے، اس لیے یہ صورت جائز ہے، اور جو پرچہ یا رسالہ اس کے پاس پابندی سے پہنچتا ہے، وہ بھی اعزازی طریقے پر ادارہ کی طرف سے ہدیہ ہوتا ہے، یہ خرید وفروخت کا معاملہ نہیں، کہ مبیع وثمن کو کسی درجہ مجہول مان کر اسے ناجائز قرار دیا جائے، لہٰذا کسی رسالہ یا مجلّہ کا لائف ممبر بننا شرعاً جائز ودرست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " ومن صنع إليكم معروفاً فكافئوه ، فإن لم تجدوا ما تكافئوا به فادعوا له حتى ترو أنكم قد كافئتموه ". (ص/۲۳۵)

ما في " كنز العمال " : " تهادوا تحابوا وتصافحوا يذهب الغلّ عنكم " . [ابن عساكر عن أبي هريرة] . (۶/۴۴ ، الفصل الثالث في الهدية والرشوة)

ما في " البحر الرائق شرح الكنز " : هي تمليك العين بلا عوض وتصح بإيجاب وقبول كوهبت . (كنز الدقائق) . وفي البحر : قوله : (هي تمليك العين بلا عوض) فخرجت الإباحة والعارية والإجارة والبيع . (۷/۴۸۳ ، كتاب الهبة)

ما في " الجوهرة النيرة " : وفى الشرع ؛ عبارة عن تمليك الأعيان بغير عوض ، وهي جائزة بالكتاب، وهو قوله تعالى : ﴿فإن طبن لكم عن شيء فكلوه هنيّئاً مريّئاً﴾ . أي هنيئاً لا إثم فيه . مريئاً لا ملامة فيه . (۲/۲۰۰ ، كتاب الهبة) (ماہنامہ ترجمان القرآن:ص/۴۱،اپریل:۲۰۱۰ء)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الهبة : عقد يفيد التمليك بلا عوض حال الحياة تطوعًا . (۵/۳۹۸۰ ، الفصل السادس الهبة)

بیع العربون (بیعانہ)

مسئلہ (۳۱۰): بیع العربون: یعنی خریدار کا بائع کو کچھ رقم ابتداءً اس شرط پر دینا کہ اگر وہ بائع سے مطلوبہ چیز خریدے، تو یہ رقم قیمت کا حصہ بن جائے گی، لیکن اگر وہ بعد میں بائع سے مطلوبہ چیز نہ لے، تو وہ رقم بائع کی ہوگی[1]، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری رحمہ اللہ، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے ابوالخطاب کے نزدیک بیع العربون ناجائز ہے، ان کے علاوہ علامہ اوزاعی، لیث بن سعد، عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سے بھی بیع العربون کا عدمِ جواز منقول ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : في النهاية : هو أن يشتري السلعة ويدفع إلى صاحبها شيئًا على أنه إن أمضى البيع حسب وإن لم يمض البيع كان لصاحب السلعة ولم يرجعه المشتري. (۷۶/۶ ، المغني لإبن قدامة :۳۱۲/۴ ، بيع العربون ، الفقه الإسلامي وأدلته :۳۴۳۴/۵ ، بيع العربون)

(۲) ما في " مرقاة المفاتيح " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : " نهى رسول الله ﷺ عن بيع العربان " . رواه مالک وأبو داود وابن ماجة ..... وهو بيع باطل عند الفقهاء لما فيه من الشرط والغرر . (۷۶/۶ ، باب المنهي عنها من البيوع)

ما في " الغرر وأثره في الفقه الإسلامي " : اختلف الفقهاء في حكم بيع العربون ، فمنعه الحنفية والمالكية والشافعية والشيعة والزيدية وأبو الخطاب من الحنابلة ، وروي المنع عن ابن عباس والحسن وقال ابن رشد والشوكاني : المنع قول الجمهور .

(ص/۱۰۲، المغني لإبن قدامة :۳۱۳/۴ ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي :۱۵۰/۵، أحكام القرآن لإبن العربي : ۴۰۸/۱) (غرر کی صورتیں:ص/۱۳۷)

مقتضائے عقد اور خلافِ عرف قانون

مسئلہ (۳۱۱): اگر حکومتِ وقت قانونی طور پر عقد میں ایسی شرط جاری کرے، جو بظاہر مقتضائے عقد کے خلاف ہو، اور ایسی شرط کا عرف بھی نہ ہو، تو شرعاً اس اجراء شرط کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ کتبِ فقہ کی روایات عام طور پر اس سوال کے جواب میں خاموش نظر آتی ہیں، البتہ قواعد کی روشنی میں اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، بشرطیکہ کوئی ایسی شرط نہ ہو جو ربا کا ذریعہ بنے، اس کے جواز کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:

(۱) بیع میں اس طرح کی شرط لگانے کی علتِ ممانعت یہ ہے کہ: یہ شرط باہمی نزاع اور جھگڑے کا باعث بنتی ہے، تو جس طرح کسی عمل کا رَواج پذیر ہونا باہمی نزاع کے لیے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے، اسی طرح حکومت کا قانون بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ (۱)

(۲) فقہ کا ضابطہ ہے کہ جن فروعی مسائل میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو، ان میں حاکمِ وقت جس فقہی مسلک پر فیصلہ کردے، دوسرے مسلک کے آدمی کے لیے بھی اس پر عمل کرنا درست ہوتا ہے، اس ضابطے کو فقہی انداز میں یوں کہا جاتا ہے، حاکم/ قاضی کا فیصلہ رافعِ خلاف ہوتا ہے، اور چونکہ مالکیہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے مسلک پر ایسی شرط لگانے کی گنجائش ہے، لہٰذا اگر حکومتِ وقت ایسی شرائط جاری کرے، تو ان کو اختیار کرنا جائز ہوگا۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا : =

....

....

=(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : ان الشرط الفاسد الذي يفسد به البيع هو ما كان وفاؤه في اختيار العبد ، فأما إذا كان الشرط مما يخرج وفاؤه عن اختيار الإنسان عقلاً أو شرعاً فإنه لا يفسد البيع ، كما إذا قال البائع : بعتک هذا الثوب على أن لا تجب عليک صلاة ..... فهذه شروط لا اختيار للعبد فى وفائها ، فحينئذٍ تلغو هذه الشروط ولا يفسد البيع ، ويدل على ذلک قول صاحب الهداية في باب البيع الفاسد " ولو كان – أى الشرط – لا يقتضيه العقد ولا منفعة فيه لأحد لا يفسده وهو الظاهر من المذهب ، كشرط أن لا يبيع المشترى الدابة المبيعة ، لأنه انعدمت المطالبة فلا يؤدى إلى الربا ولا إلى المنازعة " فتبين منه أن الشرط المفسد ما أدى إلى الربا أو إلى المنازعة ، والشرط الذي ليس وفاؤه في اختيار الإنسان لا يؤدي إلى الربا ولا إلى المنازعة ، ولا يكون له مطالب ، فيلغو الشرط ويصح البيع. (۲۷۷/۷ ، كتاب العتق ، باب إنما الولاء لمن أعتق ، تحت الرقم :۳۷۵۵ [۵] ، دار احياء التراث العربي بيروت) (*غررکی صورتیں:ص/۱۱۱*)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : ثم الشرط في البيع إن كان يقتضيه العقد كشرط التسليم أولا يقتضيه العقد لكن فيه عرف ظاهر ، كما لو اشترط فعلا وشراكا بشرط أن يحذوه البائع فالبيع جائز مع هذا الشرط وإن لم يكن فيه عرف ظاهر ، فإن كان فيه منفعة لأحد المتعاقدين، أو للمعقود عليه ، كان البيع فاسدًا ، لأن الشرط باطل ، والمنتفع يطالبه بحكم الشرط والآخر يمتنع بحكم الشرع ، فتقع المنازعة ، وإن لم يكن فيه منفعة لأحد فالبيع جائز ، والشرط باطل كما اشترى دابة أو ثوباً بشرط أن لا يبيعها لأنه لا مطالبة .

(۱۸۳/۳ ، الشروط التي تفسد البيع والتي لا تفسد ، رد المحتار : ۲۰۹/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب في الشرط الفاسد ، البحر الرائق : ۱۴۲/۶ ، بدائع الصنائع : ۳۷۹/۴)

(۲) ما في " رد المحتار " : وقد تقرر أن كل مجتهد فيه إذا حكم به حاكم يراه نفذ حكمه وصار مجمعا عليه ، فليس لحاكم غيره نقضه . (۴۱۳/۶ ، كتاب الوقف ، مطلب شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ، دار الكتاب ديوبند)

ٹیکس سے بچنے کی مناسب تدبیر

مسئلہ (۳۱۲): آج کل بہت سے تاجر حضرات بیرون ممالک سے وہ اشیاء منگواتے ہیں، جن پر حکومت کی طرف سے پابندی ہوتی ہے، جب وہ اشیاء بیرون ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں، تو حکومت اُن منگوائی گئی اشیاء پر اُن تاجروں سے ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی وغیرہ کے نام سے کچھ رقم وصول کرتی ہے، بسا اوقات ان ٹیکسوں میں ناقابلِ برداشت حدتک اضافہ کردیا جاتا ہے، اگر یہ ٹیکس مناسب اور جائز انداز میں لیا جاتا ہو، اور قومی خزانہ میں جمع ہوکر قومی مفاد میں استعمال کیا جاتا ہو، تو پھر سامانِ تجارت چوری چھپے لانا مناسب نہیں، کیوں کہ حکومت درآمد کردہ اشیاء پر ضروری ٹیکس لگانے کی مجاز ہے، البتہ اگر حکومت ان ٹیکسوں میں ناقابل برداشت اضافہ کرکے تاجروں کو تنگ کرتی ہو، اور ٹیکس کے نام سے وصول کی گئی رقم قومی خزانہ کے بجائے ذاتی خواہشات اور ضروریات میں صرف کی جاتی ہو، تو ایسی صورت میں مال لانے والا ٹیکس سے بچنے کی جائز ومناسب تدابیر اختیار کرے، تو کوئی مضائقہ نہیں، البتہ دروغ گوئی، خیانت، اور دھوکہ بازی سے بہرحال اجتناب ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام السلطانية للماوردي " : قال القاضي أبو اليعلى محمد بن الحسين الفراء : إن كان البلد ثغرا يُتاخِم دار الحرب ، وكانت أموالهم دخلت دار الإسلام معشُورة عن صلح استقر معهم وأثبت في ديوان عقد صلحهم وقدر المأخوذ منهم من عُشر أو خُمس وزيادة عليه أو نقصان منه ، فإن كان يختلف بإختلاف الأمتعة والأموال فُصِلَت فيه ، وكان الديوان موضوعاً ؛ لإخراج رسومه ولاستيفاء ما يرفع إليه من مقادير الأمتعة المحمولة إليه .

(ص/ ۲۴۶ ، فصل ؛ القسم الثاني ما اختص بالأعمال من رسوم ، بيروت) =

غیر ملکی ویزوں کی تجارت

مسئلہ (۳۱۳): آج کل بہت سے لوگ غیر ملکی ویزوں کی تجارت کرتے ہیں، حالانکہ بیع میں مال کی شرط جوہری و بنیادی ہے[1]، جب کہ ویزا فی نفسہٖ مال نہیں، بلکہ محض ایک ایسا حق ہے جس کی بنیاد پر انسان کسی ملک میں داخلہ اور رہائش کا مجاز ہوتا ہے[2]، اس لیے غیر ملکی ویزوں کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے[3]، جیسا کہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ۱۳-۱۶/ ذیقعدہ، ۱۴۱۰ھ کی درج ذیل تجویز کے مفہوم مخالف سے ثابت ہوتا ہے: ''جو حقوق نصوص شرعیہ سے ثابت ہوں، البتہ ان سے مالی منفعت متعلق ہوگئی اور عرف میں ان کا عوض لینا مروج اور معروف ہو چکا ہو، نیز ان کی حیثیت محض دفع ضرر کی نہ ہو، اور نہ وہ شریعت کے عمومی مقاصد و مصالح سے متصادم ہوں، ایسے حقوق پر عوض کا حاصل کرنا جائز اور درست ہے۔''[4]

=ما في " تبيين الحقائق " : والأصل فيه انا متى عرفنا ما يأخذون منا أخذنا منهم مثله ، بذلك أمر عمر وإن لم نعرف أخذنا منهم العشر لقوله عمر ، فإن اعيانكم فالعشر وإن كانوا يأخذون الكل نأخذ منهم الجميع إلا قدر ما يوصله إلى مأمنه فى الصحيح لما ذكرنا .
(۸۸/۲ ، باب العاشر ، الجامع الصغير :ص/۱۲۷ ، الاختيار لتعليل المختار: ۱۶۸/۱ ، مجمع الأنهر : ۳۰۹/۱ ، الدر المختار مع الشامية :۲۲۸/۳) (فتاوی حقانیہ:۷۰/۶،و۶۹/۶)
ما في " صحيح البخاري " : حدثنا قتيبة بن سعيد ، عن مالك عن نافع ، عن ابن عمر : أن رسول الله ﷺ " نهى عن النجش " . (رقم : ۲۹۶۳ ، باب ما يكره من التّناجش)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبطل بيع مال غير متقوم أي غير مباح الانتفاع=

سامان کی وصولی سے پہلے اُس کی خرید وفروخت

مسئلہ(۳۱۴): شیٔ منقول پر قبضہ سے پہلے اسے فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے(۱)، اور ڈیلر کمپنی میں جس مال کو بُک کرتا ہے، وہ بھی شیٔ منقول ہوتی ہے، اس لیے اس کی وصولی سے پہلے آگے اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی، البتہ اس معاملہ کے جواز کی ایک صورت بیعِ سلم بن سکتی ہے، کہ خریدار سے قیمت ابھی لی جائے، اور سامان ایک مہینہ یا اس کے بعد دیا جائے(۲)، مگر اس کی چند شرطیں ہیں، اگر ان میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو بیع فاسد ہوگی، اور وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) جنس، (۲) نوع (۳) صفت (۴) مقدار معلوم ہو، (۵) وصولی کی تاریخ، (۶) ادا شدہ رقم کی مقدار متعین ہو، (۷) اور جن چیزوں پر حمل ونقل کے مصارف آتے ہیں، ان میں یہ بھی طے ہونا چاہیے کہ وہ مال فلاں جگہ مہیا کیا جائے گا، اور بقائے سلم کی شرط یہ ہے کہ قبل الافتراق (معاملہ کی مجلس ختم ہونے سے پہلے) قیمت پر قبضہ ہو۔(۳)

= به كخمر وخنزير وميتة . (۲/۲۳)

(۲) ما في " مجمع الأنهر " : المراد بالمال عين يجري فيه التنافس والإبتذال . (۳/۴)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : حصر الحنفية معنى المال في الأشياء والأعيان المادية أي التي لها مادة وجرم محسوس ، وأما المنافع والحقوق فليست أموالاً عندهم وإنما هي ملك لا مال . (۴/۲۸۷۷)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة . (۲/۴)

(۴) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۱۸، حقوق اور ان کی خرید وفروخت: ص/۱۵۴)

الحجة على ما قلنا : =

مرغی کی بیٹ کی کھاد

مسئلہ (۳۱۵): مرغیوں کی بیٹ جب مٹی بن جائے، تو اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔[1]

=(۱) ما في " صحيح مسلم " : قال رسول الله ﷺ : " من ابتاع طعامًا فلا يبعه حتى يقبضه" . قال ابن عباس : وأحسب كل شيء بمنزلة الطعام . (۵/۲)

ما في " الهداية " : من اشترى شيئًا مما ينقل ويحول لم يجز له بيعه حتى يقبضه ، لأنه نهى عن بيع ما لم يقبض ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاک . (۷۴/۳)

(تبيين الحقائق : ۴/۳۷ ۴ ، تكملة فتح الملهم: ۱/۰ ۳۵ ، البحر الرائق : ۶/۴ ۱۹)

(۲) ما في " رد المحتار " : بيع آجل وهو المسلم فيه بعاجل وهو رأس المال . (۳۴۸/۷)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قدم النبي ﷺ المدينة وهم يُسلفون بالتمر السنتين والثلاث ، فقال : " من أسلف في شيء ففى كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم " . (۱/۹۹ ۲ ، رقم : ۲۲۴۰ ، باب السلم في وزن معلوم)

ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : وشرطه بيان الجنس والنوع والصفة والقدر والأجل وأقله شهر وقدر رأس المال في المكيل والموزون والمعدود ومكان الإيفاء فيما له حمل من الأشياء وقبض رأس المال قبل الافتراق . (۲۶۵/۶)

ما في " ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر " : وشرطه بيان الجنس كبر أوشعير ، والنوع كسقية أو بخسية ، والصفة كجيد أو رديء ، والقدر نحو كذا رطلا أو كيلا بما لا ينقبض ولا ينبسط وأجل معلوم وأقله شهر في الأصح ، وقدر رأس المال إن كان كيلياً أو وزنياً أو عددياً ، فلا يجوز فی جنسين بلا بيان رأس مال كل منها ولا بنقدين بلا بيان حصة كل منهما من المسلم فيه ، ومكان إيفائه إن كان له حمل ومؤنة . (۱۴۱/۳ ، ۱۴۲ ، كتاب البيوع ، الهداية : ۷۹/۳ ، رد المحتار : ۳۵۴/۷ ، اعلاء السنن : ۴۵۸/۴) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۷۵،قدیم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المحيط البرهاني في الفقه النعماني " : ويجوز بيع السرقين والبعر والانتفاع=

مسلم صنعت کار کا اپنی مصنوعات پر جاندار کی تصویر لگانا

مسئلہ (۳۱۶): آج کل مارکیٹ میں بہت سی اشیاء ایسی ہوتی ہیں، جن پر جاندار کی تصویروں کا لیبل لگا ہوا ہوتا ہے، مثلاً: صابون، کولگیٹ، ٹوتھ پیسٹ وغیرہ ان کی خرید وفروخت سے مقصود وہ چیزیں ہوتی ہیں، تصویریں نہیں، اس لیے ان اشیاء کی خرید وفروخت جائز ہے [1]، البتہ مسلم صنعت کاروں پر فرض ہے کہ وہ اپنی مصنوعات پر جانداروں کی تصویروں کا لیبل نہ لگائیں، ورنہ گنہگار ہوں گے۔[2]

=بها وأما العذرة فلا يجوز الانتفاع بها ما لم يخلط بالتراب ويكون التراب غالباً ، وهذا لأن محلية البيع بالمالية والمالية بالإنتفاع والناس اعتادوا الانتفاع بالبعر والسرقين من حيث الالقاء في الأرض لكثرة الريع ، أما ما اعتادوا الانتفاع بالعذرة ما لم يكن مخلوطاً بالتراب ويكون التراب هو الغالب . (۳۰۲/۷ ، كتاب البيع ، في بيع المحرمات)

ما في " مجمع الأنهر " : ويكره بيع العذرة خالصةً وجاز لو مخلوطاً وجاز بيع السرقين مطلقاً في الصحيح عندنا . (۲۱۱/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " البحر الرائق " : كره بيع العذرة لا السرقين لأن المسلمين يتمولون السرقين وانتفعوا به في سائر البلاد والأمصار من غير نكير فإنهم يلقونه في الأراضي لاستكثار الريع بخلاف العذرة لأن العادة لم تجر بالإنتفاع بها إلا مخلوطاً برماد أو تراب غالب عليها فحينئذٍ يجوز بيعها . (۳۶۵/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع) (فتاوی محمودیہ:۶۴/۱۶،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح المجلة لسليم رستم الباز " : — " الأمور بمقاصدها " — . يعني أن الحكم الذى يترتب على أمر يكون على مقتضى ما هو المقصود من ذلك الأمر ...... ثم اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف والتقدير حكم الأمور بمقاصد فاعلها أي ؛ أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوط بمقاصدهم من تلك الأفعال فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمرا مباحا كان فعله مباحاً وإن قصد أمرا محرما كان فعله=

جعلی سرٹیفکٹ والی گاڑی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۱۷): جعلی سرٹیفیکٹ کے ذریعہ گاڑی فروخت کرنا گویا کہ سامنے والے کو دھوکہ دینا ہے، جب کہ شریعتِ اسلامیہ نے دھوکہ دینے سے منع کیا ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: " مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا "جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں (۱)۔ مثلاً: ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے کوئی گاڑی لیا، بعد میں پتہ چلا کہ اس گاڑی کا سرٹیفیکٹ جعلی ہے، یعنی نقلی کاغذات کے ذریعہ وہ خریدی گئی ہے، اور جعلی کاغذات کا ہونا یہ گاڑی کے لیے باعثِ عیب ہے، کیوں کہ جعلی کاغذات کی بنا پر اس کی قیمت میں نقصان اور کمی آجاتی ہے، اور ایسی گاڑیاں عموماً

= محرما . (۱/۱۷، ۱۸، المادة : ۲)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " إن أشدّ الناس عذابًا عند الله المصورون " . متفق عليه .

(۲/۳۸۵، الفصل الأول ، باب التصاوير)

وفيه أيضًا : وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفسًا فيعذبه في جهنم " . قال ابن عباس : فإن كنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر وما لا روح فيه . متفق عليه . (۲/۳۸۶، باب التصاوير)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في " شرح مسلم " الإجماع على تحريم صورة الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها .

(۲/۳۶۰، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة ، مطلب إذا تردّد الحكم)

(کتاب الفتاوی: ۵/۲۰۶، ۲۰۷، کتب خانہ نعیمیہ دیو بند، فتاوی رشیدیہ: ص/۴۹۲، جسیم بک ڈپو دہلی، جدید مسائل کا حل: ص/۱۹۸، تصویر دار برتن فروخت کرنا)=

خریدی نہیں جاتی ہیں، اگر مشتری کو خریدنے کے بعد کاغذات کے جعلی ہونے کا علم ہوجائے، اور وہ ایسی گاڑی کے لینے پر رضامند نہیں ہے، تو اس کو واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا، اور بائع پر لازم ہے کہ وہ مشتری کو مبیع لوٹانے کے بعد پوری قیمت واپس کردے (۲)، اور اگر مشتری نے عیب کے جاننے کے بعد بھی بیع پر رضامندی ظاہر کردی، تو ایسی صورت میں مشتری کا واپس کرنے کا حق ختم ہوجائے گا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " جامع الترمذي " : ان رسول الله ﷺ مرّ على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال : يا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السماء يا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ، ثم قال : " من غشّ فليس منّا " . ... والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغش وقالوا : الغشّ حرام . (۱/۲۴۵، أبواب البيوع ، باب ما جاء في كراهية الغشّ)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : العيب : هو كل ما يخلو عنه أصل الفطرة السليمة ويوجب نقصان الثمن في عرف التجار نقصاناً فاحشاً أو يسيرًا كالعمى والعور والحول .

(۵/۳۵۵۸ ، المطلب الثاني – العيوب الموجبة للخيار)

وما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : **خيار الوصف ، أو خيار فوات الوصف المرغوب فيه** : هو في مذهب الحنفية : أن يكون المشتري مخيرا بين أن يقبل بكل الثمن المسمى أو أن يفسخ البيع حيث فات وصف مرغوب فيه ، في بيع شيء غائب عن مجلس العقد ، مثاله أن يشترى شيئًا يشترط فيه صفة معينة غير ظاهرة ، وإنما تعرف بالتجربة ، ثم يتبين عدم وجودها ..... أو يشتري بقرة على أنها حلوب ، فظهرت غير حلوب ، أو يشتري جوهرة على أنها أصلية ، فظهرت أنها تقليد صناعي للأصلية ، فيكون المشتري مخيرا إن شاء فسخ البيع ، وإن شاء أخذ المبيع بجميع الثمن المسمى ؛ لأن هذا وصف مرغوب فيه . (۵/۳۵۲۰ ، خيار الوصف)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (رضا بالعيب) .... وكذا كل مفيد رضا بعد العلم بالعيب يمنع الرد . (۷/۱۵۲ ، كتاب البيوع ، باب العيب ، ديوبند)

راکھی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۱۸): راکھی بیچنا گویا کافروں کی رُسومِ شرکیہ میں تعاون کرنا ہے، اور ہم کو تعاون علی الاثم (گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد) سے منع کیا گیا ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے، ورنہ بیچنے والے سخت گنہگار ہوں گے۔ (۱)

جانور کے حرام اعضا کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۱۹): بعض لوگ جانوروں کے حرام اعضا مثلاً: شرمگاہ، مثانہ، پتہ، خصیتین وغیرہ کی خرید وفروخت کرتے ہیں، اگر ان کی خرید وفروخت کھانے کے لیے کی جاتی ہے، تو وہ حرام ہے (۲)، کیوں کہ جس کا کھانا حرام اس کا بیچنا بھی حرام ہے (۳)، اور اگر کسی اور مقصد کے لیے خرید وفروخت کی جاتی ہے، تو وہ ممنوع نہیں ہوگا، جیسے دوا وعلاج وغیرہ کے لیے فروخت کرنا اور خریدنا، مگر تداوی بالمحرم (حرام چیزوں سے علاج) کے سلسلے میں علمائے احناف کے اقوال مختلف فیہ ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور قول یہی ہے کہ حرام اشیاء سے علاج درست نہیں (۴)، امام ابویوسف اور اکثر مشائخ حنفیہ رحمہم اللہ نے حرام سے علاج کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، بشرطیکہ ماہر

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " أحکام القرآن للجصاص " : قوله تعالی : ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ . نهی عن معاونة غیرنا علی معاصي الله تعالی . (۲/ ۳۸۱)

ما في " روح المعاني " : فیعم النهي کل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ویندرج فیه عن التعاون علی الاعتداء والانتقام . (۴/ ۸۵ ، سورة المائدة : ۳)=

مسلم معالج یہ بتائے کہ اس مرض کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور مباح دوا نہیں، اور اس کے استعمال میں شفایابی کا غالب گمان ہے (۵)، تو ایسی صورت میں ان اشیاء کی خرید وفروخت درست ہونی چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : أما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان سبعة ؛ الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة . كذا في البدائع .
(۲۹۰/۵ ، كتاب الذبائح ، الباب الثالث في المتفرقات)

(۳) ما في " القواعد والضوابط " : كل شيء لا يحل أكله والإنتفاع به على وجه من الوجوه فشراءه وبيعه مكروه ، وكل شيء لا بأس بالانتفاع به فلا بأس ببيعه .
(۱۳۹/۲ ، بحواله موسوعة قواعد الفقه: ۴۳۷/۸)

(۴) ما في " المبسوط للسرخسي " : وعلى قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى لا يجوز شربه للتداوي وغيره لقوله ﷺ : " إن الله تعالى لم يجعل شفاء كم فيما حرّم عليكم " .
(۱۶۶/۱ ، باب الوضوء والغسل ، بيروت)

(۵) ما في " البحر الرائق " : وقال أبو يوسف : يجوز للتداوي لأنه لما ورد الحديث به في قصة العرنيين جاز التداوي به إن كان نجسا .... ووجه قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه نجس والتداوي بالطاهر المحرم كلبن الأتان لا يجوز فما ظنك بالنجس ، ولأن الحرمة ثابتة فلا يعرض عنها إلا بتيقن الشفاء وتاويل ما روي في قصة العرنيين أنه عليه السلام عرف شفاء هم فيه وحيا ولم يوجد تيقن شفاء غيرهم لأن المرجع فيه الأطباء وقولهم ليس بحجة قطعية ، وجاز أن يكون شفاء قوم دون قوم لاختلاف الأمزجة حتى لو تعين الحرام مدفعاً للهلاک الآن يحل كالميتة والخمر عند الضرورة . (۲۰۴/۱ ، كتاب الطهارة)

ما في " أماني الأحبار في شرح معاني الآثار " : فقال : جاء اليقين بإباحة الميتة والخنزير عند خوف الهلاک فقد جعل الله تعالى شفاء نا من الجوع المهلک فيما حرم علينا في غير تلک الحال ونقول نعم أن الشيء ما دام حراماً علينا فلا شفاء لنا فيه فإذا اضطررنا إليه فلم يحرم علينا حينئذ بل هو حلال فهو لنا حينئذ شفاء وهذا ظاهر الخبر . (۱۱۵/۲)=

گندے انڈوں کی واپسی

مسئلہ (۳۲۰): کسی شخص نے کچھ انڈے خریدے، اور گھر لے جاکر جب انہیں پھوڑا، تو وہ انڈے خراب نکلے، تو شخص مذکور کو ان خراب انڈوں کے واپس کرنے کا شرعاً حق حاصل ہوگا، کیوں کہ خراب انڈے مال نہیں ہیں، اس لیے ان کی خرید وفروخت باطل ہے، پھر بھی اگر ایسا معاملہ کرلیا گیا، تو بائع پر ان انڈوں کو واپس لینا ضروری ہوگا۔[1]

=ما في " الفتاوى الهندية " : يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه .

(۳۵۵/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر)

(فقہی مقالات:۱۴۲/۴، کتاب الفتاوی:۲۷۴/۵، ۲۷۵، نعیمیہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ومن اشترى بيضاً أو بطيخاً أو قثاءً أو خياراً أو جوزاً فكسره فوجده فاسداً فإن لم ينتفع به رجع بالثمن كله لأنه ليس بمال فكان البيع باطلاً . (۲۷/۳)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا اشترى جوزاً أو بيضاً فوجده فاسداً كله ، وقد كسره فله أن يرده ويأخذ الثمن كله ، أما البيض فالفاسد منه ليس بمال متقوم إذ هو غير منتفع به ، ولا قيمة لقشرة فتبين أن أصل البيع كان باطلاً . (۱۳۴/۱۳) (فتاوی حقانیہ:۱۲۵/۶)

مجسموں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۲۱): جاندار اشیاء کے مجسموں کی خرید وفروخت از روئے شرع ناجائز وحرام ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية النووي على الصحيح لمسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر ..... وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى . ... قوله ﷺ : الذين يصنعون الصور يعذبون يوم القيامة ، يقال لهم : " أحيوا ما خلقتم " .... الأحاديث صريحة في تحريم تصوير الحيوان وإنه غليظ التحريم . (۲/۱۹۹–۲۰۱)

ما في " فتح الباري " : عن سعيد بن أبی الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ أتاه رجل فقال : يا أبا عباس ! إني انسان إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإني أصنع هذه التصاوير ، فقال ابن عباس : لا أحدثک إلا ما سمعت رسول الله ﷺ يقول : سمعته يقول : " من صوّر صورةً فإن الله معذّبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها أبداً " .... قال الحافظ ابن حجر : أي من الإتخاذ أو البيع أو الصنعة أو ما هو أعم من ذلک ، والمراد بالتصاوير الأشياء التي تصور . (۴/۵۰۶ ، مکتبه شيخ الهند ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما الصور المحرمة صناعتها فإنها على القاعدة العامة فی المحرمات لا تحل الإجارة على صنعها ولا تحل الأجرة ولا الأمر بعملها ، ولا الإعانة على ذلک . (۱۲/۱۲۸) (جدید فقہی مسائل:۱/۳۹۶،کفایت المفتی:۹/۲۳۴،فتاوی حقانیہ:۶/۵۴)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : ما حرم استعماله من حرير كله أو غالبه ومذهب ومفضض منسوج ، أو مموه ، ومصور ونحوها ، ..... حرم بيعه لذلک ، وحرم نسجه لذلک ، وخياطته لذلک ، وتمليكه لذلک ، وتملّكه لذلک ، وأجرته لذلک أی للاستعمال .

(۱/۴۸۲)

حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا

مسئلہ (۳۲۲): بہت سے لوگ اندرونِ ملک ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں خفیہ طور پر مال وتجارتی سامان لے جاتے ہیں، بسا اوقات حکومت کے کارندے ان کو پکڑ کر سامان ضبط کر کے نیلام کر دیتے ہیں، جب کہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ مال وتجارتی سامان اصل مالک کی ملک سے نہیں نکلتا، کیوں کہ معروف حق کے ثابت ہوئے بغیر حکومت کے لیے رعایا کے اموال ضبط کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسا مال وتجارتی سامان اصل مالک کو لوٹانا ضروری ہے، اور اس ضبط شدہ مال کی خرید وفروخت جائز نہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' رد المحتار '' : ولیس للإمام أن یخرج شیئًا من ید أحدٍ بحق ثابت معروف .

(۲۲۲/۶ ، دار الکتاب دیوبند)

ما في '' أحکام السلطانیة للماوردي '' : وأما أعشار الأموال المنتقلة في دار الإسلام من بلدٍ إلی بلدٍ فمحرّمة لا یبیحها شرع ، ولا یسوّغها اجتهاد ، ولا هي من سیاسات العدل ، ولا من قضایا النَّصَفة ، وقل ما تکون إلا في البلاد الجائرة ، ولذلک قال رسول الله ﷺ : '' لا یدخل الجنّة صاحب مکسٍ '' . وفي لفظ آخر : '' إن صاحب المکس في النار '' یعني العاشر .

(ص/۲۴۶ ، دار الکتب العلمیة بیروت)

(فتاوی حقانیہ:۶/۱۷، حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا)

باب الربوا

☆......سود کے مسائل......☆

ہندوستان میں سودی لین دین

مسئلہ (۳۲۳): دارالحرب میں سودی معاملے کے جواز وعدم جواز میں ائمہ کا اختلاف ہے، قائلین جواز کے نزدیک اس کی چند قیودات ہیں: محل دارالحرب ہو، سودی معاملہ حربی سے ہو مسلم اصلی یا ذمی سے نہ ہو، مسلم اصلی وہ ہے جو دارالحرب میں آنے سے پہلے اسلام لاچکا ہو، معاملہ کرنے والا ایسا مسلم ہو جو دارالحرب میں امان لے کر آیا ہو، یا ایسا مسلم ہو جو دارالحرب ہی میں اسلام لایا ہو، چوں کہ قیوداتِ اربعہ میں سے قید اول وآخر، ہندوستان کے سودی معاملہ میں مفقود ہے، کیوں کہ علمائے کرام نے ہندوستان کی حیثیت دارالامن قرار دی ہے، اور سودی معاملہ کرنے والے مسلمان یہیں کے رہنے والے ہیں، کسی دارالاسلام سے نہیں آئے، لہٰذا خود قائلین جواز یعنی طرفین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے، قطع نظر ان تمام باتوں کے ایک مسلمان کے لیے بر بنائے احتیاط، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول عدم جواز پر عمل کرنا ہی بہتر واولیٰ ہے، اس لیے کہ طرفین کے قول کو اختیار کرنے میں عوام اُن تمام قیود سے صرفِ نظر کرکے، ان صورتوں کی بھی مرتکب ہوگی جو بالاجماع حرام ہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : أو لا ربا بین حربي ومسلم مستأمن ، احترز بالحربي عن المسلم الأصلي والذمي . (۳۲۱/۷ ، کتاب البیوع ، باب الربا)=

....

....

....

....

=ما في " المبسوط للسرخسي " : عن مكحول ، عن رسول الله ﷺ قال : لا ربا بين المسلمين ، وبين أهل دار الحرب في دار الحرب .... وهو دليل لأبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى في جواز البيع المسلم الدرهم بالدرهمين من الحربي في دار الحرب .
(۱۴/ ۶۹ ، باب الصرف في دار الحرب)

ما في " بدائع الصنائع " : إذا دخل مسلم دار الحرب تاجراً فباع حربياً درهماً بدرهمين ، أو غير ذلک من سائر البيوع الفاسدة ، في حكم الإسلام أنه يجوز عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ، وعند أبي يوسف لا يجوز . (۴۱۶/۴ ، البيوع ، شرائط جريان الربا)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال أبوحنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى : لا يحرم الربا بين المسلم والحربي في دار الحرب . (۷۵/۲۲ ، ربا)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربا﴾ . [البقرة : ۲۷۵] . وقوله تعالى : ﴿يآيها الذين اٰمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين﴾ . (سورة البقرة:۲۷۸)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا ربا بين حربي ومسلم ثمة خلافاً للثاني والثلاثة (للثاني أي أبي يوسف (والثلاثة) أي الأئمة الثلاثة . (۴۲۱/۷ ، باب الربا)

ما في " المبسوط " : لا ربا بين المسلمين وبين أهل دار الحرب في دار الحرب ، وهو دليل لأبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى في جواز بيع المسلم الدرهم بالدرهمين من الحربي في دار الحرب ، وعند أبي يوسف والشافعي لا يجوز . (۶۹/۱۴)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء وأبويوسف من الحنفية إلى أنه لا فرق في تحريم الربا بين دار الحرب ودار الإسلام ، فما كان حراماً في دار الإسلام كان حراماً في دار الحرب . (۷۴/۲۲ ، ربا) (امدادالفتاوی:۱۵۵/۳،کتاب الربوا)

سودی رقم بینک میں چھوڑنا

مسئلہ (۳۲۴): بینک میں سود کی رقم نہیں چھوڑنا چاہیے، کیوں کہ اہلِ باطل اس کو اپنے مذہب کی ترویج واشاعت میں صرف کریں گے، جب کہ ہمیں تعاون علی الاثم سے منع کیا گیا ہے، اس لیے ان روپیوں کو لے کر بلا نیتِ ثواب غرباء میں تقسیم کر دینا چاہیے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " التفسير المنير" :﴿وتعاونوا على البرّ﴾ على وجوب التعاون بين الناس على البرّ والتقوى ، والإنتهاء عما نهى الله تعالى عنه ، وحرمة التعاون على المعاصي والذّنوب ، ويؤكّده حديث : " الدالّ على الخير كفاعله " . رواه الطبراني . (۳/۴۲۳)

ما في " أحكام القرآن لمفتي عبد الشكور " : يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات ، وهو البرّ ، وترك المنكرات ، وهو التقوى ، وينهاهم عن التّناصر على الباطل والتعاون على المأثم والمحارم . (۱/۹۸ ، أصول التعاون والتناصر)

ما في " رد المحتار " : " وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز " .

(۹/۴۳۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

ما في " مجمع الأنهر " : (وكره بيع السلاح ممن علم أنه من أهل الفتنة) ...... لأنه إعانة على المعصية . (۲/۵۱۷ ، كتاب السير والجهاد)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الله يأمركم أن تؤدّوا الأمٰنٰت إلى أهلها﴾ . (النساء : ۵۸)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : لو فرضناها نزلت في سبب فهي عامة بقولها ، شاملة بنظمها لكل أمانة ، وهي اعداد كثيرة ، أمهاتها في الأحكام : الوديعة ، واللقطة ، والرهن ، وأما اللقطة فحكمها التعريف سنة في مظان الإجتماعات .... والأفضل أن يتصدق بها . (۱/۴۵۰)

ما في " التفسير المنير " : ﴿لا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل﴾ ينهى الله تعالى كل واحد من المؤمنين عن أكل مال غيره بالباطل .... أي بأنواع المكاسب غير المشروعة كالربا=

مالِ حرام کا حکم

مسئلہ (۳۲۵): مالِ حرام کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم ہو، تو اس کو پہنچا دے، اور اگر معلوم نہ ہو تو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کی نیت سے غرباء و فقراء کو دیدی جائے، اگر غرباء وفقراء میں اپنے اعزا و اقارب ہوں، تو انہیں بھی دے سکتے ہیں، اب وہ اس رقم کو اپنی ضرورتوں میں استعمال کر سکتے ہیں۔[1]

=والقمار ..... فالباطل ما يخالف الشرع . وقال ابن عباس ، والحسن البصري : هو أن يأكل بغير عوض ، فالباطل ما يؤخذ بغير عوض ..... فمن باع بيعاً فاسداً أو أخذ ثمنه كان ثمنه حراماً خبيثاً ، وعليه رده . (۳/۳۲ ، ۳۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلک ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن ردّه ، بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق به إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۵/۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب ، العرف الشذي : ۱/۳۵ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء لا تقبل الصلاة بغير طهور ، رد المحتار: ۹/۴۷۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) (جدید مسائل کا حل :ص/۴۴۰، آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۲۴۰،قدیم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قلت : قال علمائنا : إن سبيل التوبة مما بيده من الأموال الحرام إن كانت من ربا فليردّها على من أربى عليه ، ويطلبه إن لم يكن فإن أيس من وجوده فليتصدّق بذلک عنه . (۳/۳۶۶)

ما في " معارف السنن " : قال شيخنا : ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها أن من ملک بملک خبيث ، ولم يمكنه الرد إلى المالک ، فسبيله التصدق على الفقراء ، قال : إن المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي به فراغ ذمته ، ولا يرجو به المثوبة . (۱/۳۴)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدّق به بنية صاحبه . (۷/۲۲۳ ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً)=

سودی رقم نفع کے نام پر وصول کرنا

مسئلہ (۳۲۶): بلاضرورت بینک میں رقم جمع کرنا اور اس پر ملنے والے سود کو نفع کہہ کر وصول کرنا اور اپنے استعمال میں لانا، سراسر ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ بینک سے نفع کے نام سے ملنے والی رقم سود ہے، جو بہر حال حرام ہے، اور قرآن وحدیث میں سود کا مال کھانے والوں پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ (۱)

=ما في " الفتاوى الهندية " :والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلک ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن من ردّه ، بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۳۴۹/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة منه إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۴۰۷/۳۹ ، الكسب الناشي عن الميسر)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل أن المستحق بجهة إذا وصل إلى المستحق بجهة أخرى ، اعتبروا أصلاً بجهةٍ مستحقَةٍ إن وصل إليه من المستحق عليه ، وإلا فلا .
(۲۱۵/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب رد المشتري فاسداً إلى بائعه)

ما في " رد المحتار " : لأن سبيل الكسب التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه . (۴۷۰/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الفتاوى الهندية : ۳۴۹/۵ ، المحيط البرهاني : ۹۷/۶ ، الموسوعة الفقهية : ۲۴۵/۳۴ ، السير الكبير : ۴/۴ ، الموسوعة الفقهية : ۴۰۷/۳۹) (فتاوی محمودیہ:۳۷۴/۱۶،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة واستحق الخلود في نار جهنم ، والمراد هنا المكث الطويل إذا كان الفاعل مؤمناً ، وعبر به تغليظاً بفعله ، ثم نبّه الله تعالى على اضرار الربا وتبديد أثره ، فالربا يذهب الله بركته ولا ينميه ، ولا يزيده في الحقيقة ، والواقع وإن زاد المال بسببه في الظاهر فهو إلى ضياع وفناء . (۹۶/۳)

ما في " الصحيح لمسلم " :عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله ،=

سودی رقم ہدیہ میں لینا

مسئلہ (۳۲۷): اگر کوئی شخص کسی کو سود کی رقم ہدیہ میں دے، اور اس کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ سود ہی کی رقم میں سے ہدیہ دیتا ہے، تو اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : طلب الحلال فرض على كل مسلم ، وقد أمر الله تعالى بالأكل من الطيبٰت ، فقال سبحانه وتعالى :﴿يا أيها الذين اٰمنوا كلوا من طيبٰت ما رزقنكم﴾ . (۲۴۴/۳۴)

ما في " كنز العمال " : قوله عليه الصلاة والسلام : " من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحاً ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولى به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنبت اللحم " . (۸/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : أهدى إلى رجل شيئاً ، أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام ، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ، ولا يأكل الطعام . (۳۴۲/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، كذا في المحيط البرهاني : ۱۱۰/٦ ، كتاب الكراهية ، الباب السابع عشر في الهدايا والضيافات ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۴۰۰/۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۳٦۰/٦ ، كتاب الكراهية)

ما في " مجمع الأنهر " : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور ، لأن الغالب في مالهم الحرمة . (۱۸٦/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب ، الاختيار لتعليل المختار : ۴۳٦/۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب)

کریڈٹ کارڈ (Credit Card)

مسئلہ (۳۲۸): کریڈٹ کارڈ (Credit Card) کی مروّج صورت چوں کہ سودی معاملہ پر مشتمل ہے، لہٰذا کریڈٹ کارڈ یا اس قسم کے کسی کارڈ کا حاصل کرنا جائز نہیں[1]، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے پندرہویں سمینار منعقدہ: ۱۰، ۱۱، ۱۲/ مارچ ۲۰۰۶ء کا فیصلہ بھی یہی ہے۔[2]

---

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأحل اللّٰه البیع وحرّم الرّبوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " صحیح مسلم " : عن جابر رضی اللّٰه تعالی عنه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷ ، باب الربوا)

ما في " فقه النوازل " : البطاقة الفضیة أو الذهبیة علی الشرط المذکور بطاقة ربویة ، لا یجوز اصدارها ولا العمل لاشتمالها علی قرض جرّ نفعاً وهذا ربا محرم ، والتعامل بها من التعاون علی الإثم والعدوان ، وباللّٰه التوفیق ، وصلی اللّٰه علیه نبینا محمد وآله وصحبه وسلم.

(۲۰۳/۳ ، وثیقة رقم: ۱۶۵ ، بطاقة الائتمان)

ما في " الفقه الإسلامی وأدلته " : نهی النبي ﷺ عن سلف وبیع ، مثل أن یقرض شخص غیره ألف درهم علی أن یبیعه داره أو علی أن یرد علیه أجود منه ، أو أکثر والزیادة حرام کما تقدم إذا کانت مشروطة أو متعارفاً علیها في القرض ...... لأن کل قرض جرّ نفعًا فهوربا .

(۳۷۴۶/۵ ، فوائد المصارف البنوک)

ما في " رد المحتار " : قوله : کل قرض جر نفعاً حرام ، أی إذا کان مشروطاً .

(۲۹۸/۷ ، مطلب کل قرض جر نفعاً حرام)

(بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام: ص/۲۰، کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام: ص/۱۰۳)

(۲) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۶۳، تجویز نمبر۴)

شرط پر قرض

مسئلہ (۳۲۹): قرض دینے والے کا قرض دیتے وقت شرط لگانا، مثلاً یوں کہنا کہ تو میری فلاں چیز خریدے گا تو میں تجھ کو قرض دوں گا، یہ سود خوروں کا سودی حیلہ ہے، جو آپ ﷺ کے فرمان: " **لا یحل سلف وبیع** " (بیع کی شرط کے ساتھ قرض دینا جائز نہیں) کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة حرم الله الربا في القرآن كتحريم الخمر . (۹۶/۲ . ۱۰۰)

ما في " التفسيرات الأحمدية " : فأمرهم الله تعالى أن يتركوا لا يطالبوها ، حيث قال : ﴿وذروا ما بقي من الربوا﴾ أي اتركوها ، ولا تطلبوها إن كنتم مؤمنين كامل الإيمان . وقوله تعالى : ﴿فإن لم تفعلوا﴾ أي فإن لم تتركوا ما بقي من الربا ، بل تأخذوه ﴿فأذنوا بحرب من الله ورسوله﴾ أي فاعلموا أنكم لا تقومون بحرب عظيم من الله بالنار ، ورسوله بالسيف ، حيث ارتكبتم ما نهاه الله ورسوله . (ص/۱۲۱)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : وأخرج الطبراني في الأوسط ، والبيهقي عن ابن عباس ، عن النبي ﷺ قال : "درهم ربا أشدّ على الله من ستة وثلاثين زنية " . وقال : " من نبت لحمه من السحت فالنار أولى به " . (۶۴۳/۱)

ما في " جامع الترمذي " : عن عمرو بن شعيب رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يحل سلف وبيع ، ولاشرطان في بيع ، ولا ربح ما لم يضمن ، ولا بيع ما ليس عندک " . قال أبوعيسى : وهذا حديث حسن صحيح ، قال إسحاق بن منصور : قلت لأحمد : ما معنى : " نهى عن سلف وبيع " . قال : أن يكون يقرضه قرضاً ، ثم يبايعه عليه بيعاً يزداد عليه ، ويحتمل أن يكون يسلف إليه في شيء فيقول : " إن لم يتهيأ عندک فهو بيع عليک" . (۳۷۲/۳ ، باب ما جاء كراهة بيع ما ليس عندک ، رقم الحديث :۱۲۳۴)=

قرض پر نفع

مسئلہ (۳۳۰): اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کسی مشین یا اور کوئی چیز کے خریدنے کے لیے قرض دے، اور یہ شرط لگائے کہ تم اِس مشین سے جتنا کماؤ گے اس کا ایک فیصد میرا ہوگا، تو یہ قرض کو باقی رکھتے ہوئے منافع پر کمیشن لینا ہے، جو صریح سود ہے، اور اس کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے[1]، البتہ اگر یہ شخص خود مشین خرید کر کرایہ پر کسی کو دیدے، تو اُس کے لیے اِس کرایہ کا لینا درست ہوگا۔[2]

=ما في " بذل المجهود " : وقيل : هو أن تقرضه ثم تبيع منه شيئاً بأكثر من قيمته ، فإنه حرام، لأنه قرضٌ جرّ نفعاً ، أو المراد السلم ، بأن سلف إليه في شيء فيقول : " إن لم يتهيأ عندک فهو بيع عليک " . (۱۱/۳۳۴ ، كتاب البيوع ، باب في الرجل يبيع ما ليس عنده ، كذا في مرقاة المفاتيح : ۶/۷۹ ، باب المنهي عنها من البيوع ، رقم الحديث : ۲۸۷۰)

ما في " رد المحتار " : وفي الخلاصة : القرض بالشرط حرام ، والشرط لغو ، بأن يقرض على أن يكتب به إلى بلد كذا ليوفي دينه ، وفي الأشباه : " كل قرض جر نفعاً حرام " .
(۷/۳۹۸ ، كتاب البيوع ، مطلب كلُّ قرض جر نفعاً حرام)

ما في " النهر الفائق " : (لا تأكلوا) .... أي الزائد في القرض ، وفي بيع الأموال الربوبية عند بيع بعضها بجنسه (أحل الله البيع وحرم الربا) أي حرم أن يزداد في القرض على قدر المدفوع . (۳/۴۶۹ ، كتاب البيوع ، باب الربا) (جدید مسائل کا حل: ص/۴۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۵۷)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة ، ...... حرم الله الربا في القرآن كتحريم الخمر . (۲/۹۶ . ۱۰۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر : .... إن لم تذروا ما بقي من الربا بعد نزول الأمر بتركه فأذنوا بحرب من الله ورسوله . (۱/۵۷۱ ، باب الربا)=

....

....

....

....

....

....

=ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر رضي الله عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا ومؤكله ، وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۵۷۴/۲ ، باب لعن آكل الرباء وموكله)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (آكل الربا) أي آخذ وإن لم يأكل ، وإنما خصّ بالأكل لأنه أعظم أنواع الانتفاع . (۴۲/۶)

ما في " رد المحتار " : فضل مال بلا عوض في معاوضته مال بمال . كنز .

(۳۱۳/۷ ، كتاب البيوع ، باب الرباء ، مطلب في استقراض الدرهم)

ما في " النهر الفائق " :(لا تأكلوا الربا) أي الزائد في القرض وفي بيع الأموال الربوية عند بيع بعضها بجنسه ..... (وأحل الله البيع وحرم الربا) أي حرم أن يزداد في القرض على قدر المدفوع . (۴۶۹/۳ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

ما في " تبيين الحقائق " : والربا محرم بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . وأما السنة فما روي عن ابن مسعود : " أن النبي ﷺ لعن آكل الربا وموكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۴۴۷/۴)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " :الإجارة في اللغة إسم للأجرة ، وهي كراء الأجير ، وعرّفها الفقهاء بأنها عقد معاوضة على تمليک منفعة بعوض . (۲۵۲/۱ ، اجارة)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (و) تصح (إجارة الدابة للركوب والحمل الخ) . (۴۵/۹ ، كتاب الإجارة ، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافا فيها أي في الإجارة ، بيروت)

(امداد الفتاوی:۳/۱۷۲،جدید مسائل کا حل:ص/۲۷۰)

نیشنل بینک سیونگ اسکیم

مسئلہ (۳۳۱): نیشنل بینک سیونگ اسکیم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حکومت کو ملک کے دفاع کے لیے ہتھیار وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے، تو وہ اس خطیر رقم کو جمع کرنے کے لیے عوام سے رقم جمع کرواتی ہے، پھر ان کی رقم کے تناسب سے اس پر ان کو منافع بھی دیتی ہے، ان منافع کا لینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بلا کسی عوض کے ہے، جو سود ہے، جس کی حرمت کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ میں بڑے شدّ ومد سے بیان کی گئی ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿الذین یأکلون الربوٰا لا یقومون إلا کما یقوم الذي یتخبّطه الشیطٰن من المسّ ، ذلک بأنهم قالوآ إنما البیع مثل الربوا ، وأحلّ اللّٰه البیع وحرّم الربوٰا﴾ .

(سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " فتح القدیر للشوکاني " : الربا في اللغة : الزیادة مطلقاً ..... وفي الشرح : أنه إذا حلّ أجل الدین قال من هو له لمن هو علیه : أتقضي أم تربي ؟ فإذا لم یقض زاد مقداراً في المال الذي علیه ، وأخّر له الأجل إلی حین ، وهذا حرام بالاتفاق ..... ﴿وأمره إلی اللّٰه﴾ قیل : الضمیر عائد إلی الربا ، أي وأمر الربا إلی اللّٰه في تحریمه علی عباده واستمرار ذلک التحریم ...... ﴿ومن عاد﴾ إلی أکل الربا والمعاملة به ﴿فأولٰئک أصحٰب النار هم فیها خٰلدون﴾ ...... أي طویل البقاء . (۱/۲۴۰ ، ۲۴۱)

ما في " تأویلات أهل السنة للماتریدي " : قال بعضهم : قوله تعالی : ﴿الذین یأکلون الربوا﴾ لیس علی حقیقة الأکل ، ولکنه کان علی الأخذ ، کقوله تعالی : ﴿وأخذهم الربوٰا وقد نهوا عنه﴾ . (۳/۲۶۹ ، سورة النساء : ۱۶۱)

ما في " الدر المنثور للسیوطي " : وأخرج عبد الرزاق ...... عن عبد اللّٰه بن سلام قال :=

....

....

....

....

....

....

= " الربا اثنتان وسبعون حوباً ، أصغرها حوباً كمن أتى أمه في الإسلام ، ودرهم في الربا أشدّ من بضع وثلاثين زينة " . قال : " ويؤذن للناس يوم القيامة البرّ والفاجر في القيامة إلا أكلة الربا ، فإنهم لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبّطه الشيطٰن من المسّ﴾ . (۱/۶۴۳)

ما في " السنن لإبن ماجة " : عن أبي هريرة قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " أتيت ليلة أسرى على قوم ، بطونهم كالبيوت ، فيها الحيات ترى من خارج بطونهم ، فقلت : من هؤلاء يا جبريل ؟ قال : هؤلاء أكلة الربا " .

(ص/۱۶۴ ، كتاب التجارات ، باب التغليظ في الربا ، رقم الحديث : ۲۲۷۳)

ما في " الهداية " : (قال : الربو محرم في كل مكيل أو موزون إذا بيع بجنسه متفاضلاً) فالعلة عندنا الكيل مع الجنس ، أو الوزن مع الجنس . (۳/۷۷ ، كتاب البيوع ، باب الربوا)

ما في " العناية شرح الهداية " : بيع الفلس بجنسه متفاضلة على أوجه أربعة : بيع فلس بغير عينه بفلسين بغير بأعيانهما ، وبيع فلس بعينه بفلسين بغير أعيانهما ، وبيع فلس بغير عينه بفلسين بأعيانهما ، وبيع فلس بعينه بفلسين بأعيانهما ، والكل فاسد سوى الوجه الرابع ، أما الأول فلأن الفلوس الرائجة أمثال متساوية قطعاً لاصطلاح الناس ، وهو الربا ، وأما الثاني فلأنه لو جاز أمسك البائع الفلس المعين وطلب الآخر ، وهو منفصل خال عن العوض ، وأما الثالث فلأنه لو جاز قبض البائع المفلسين وردّ إليه أحدهما مكان ما استوجبه في ذمته ، فيبقى الآخر له بلا عوض ، وأما الوجه الرابع ، فجوّزه أبوحنيفة وأبويوسف رحمهما اللّٰه ، وقال محمد رحمه اللّٰه : لا يجوزه ، باصطلاحهما لعدم ولايتهما على غيرهما ، فبقيت أثمانا وهي لا تتعين بالاتفاق ، فلا فرق بينه وبين ما إذا كانا بغير أعيانهما ، وصار كبيع الدرهم بالدرهمين . (۳/۶۷۵ ، ۶۷۶) (جدید مسائل کا حل:ص/۴۳۸)

بازی لگانا

مسئلہ (۳۳۲): چند لوگوں نے مل کر کسی شئ کی بازی لگائی ہو، مثلاً ؛ جوا، تاش، شطرنج وغیرہ میں ہار جیت کی شرط پر کوئی چیز یا رقم لگائی گئی ہو، تو وہ شئ یا رقم جیتنے والے شخص کے لیے جائز نہیں ہوگی، اور وہ اس کا مالک نہ ہونے کی وجہ سے اسے آگے کسی اور کے ہاتھ نہ فروخت کرسکتا ہے، اور نہ خود استعمال کرسکتا ہے، بلکہ اسے شکست خوردہ فریق کو لوٹانا لازم ہے، اگر وہ معلوم ہو، اور اگر معلوم نہ ہو، تو پھر اصل مالک کی نیت سے صدقہ کردینا لازم ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿يآيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۱)

ما في " التفسير المنير " : والميسر حرام أيضاً ، وكل شيء من القمار فهو من الميسر حتى لعب الصبيان بالجوز، وورد عن علي رضي الله عنه أنه قال : " الشطرنج من الميسر " . وكذا النرد إذا كان على مال ، فإذا لم يكن الشطرنج أو النرد على مال ، فإن الجمهور حرّموه أيضاً لأنه موقع في العداوة والبغضاء ، وصاد عن ذكر الله وعن الصلاة . (۴/۴۰)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿فاجتنبوه﴾ يريد ابعدوه واجعلوه ناحية ، فأمر الله تعالى باجتناب هذه الأمور ، واقترنت بصيغة الأمر مع نصوص الأحاديث وإجماع الأمة ، فحصل الاجتناب في جهة التحريم . [۶/۲۸۸] .... هذه الآية تدل على تحريم اللعب بالنرد والشطرنج قماراً أو غير قمار .... قد جمع الله تعالى بين الخمر والميسر في التحريم ، ووصفها جميعاً بأنهما يوقعان العداوة والبغضاء بين الناس ، ويصُدّان عن ذكر الله تعالى ، وعن الصلاة . (۶/۲۹۱)

ما في " مشكوٰة المصابيح " : قال رسول الله ﷺ :" إن الله تعالى حرّم الخمر والميسر=

سودی رقم انکم ٹیکس میں ادا کرنا

مسئلہ (۳۳۴): گورنمنٹ بینک سے ملی ہوئی سود کی رقم انکم ٹیکس اور ہر ایسے غیر شرعی ٹیکس میں دے سکتے ہیں، جو مرکزی حکومت کے ہیں اور ایسے ٹیکس میں دینا درست نہ ہوگا جو مرکزی حکومت کے نہیں ہیں، اور جو بھی حرام مال ہو اس کے متعلق بھی اصل حکم یہی ہے کہ جس کا وہ مال ہے اس کی ملک میں کسی تدبیر سے لوٹا دے، اور جب اصل مالک کی ملک میں نہ پہنچا سکے، تو خود کسی کام میں استعمال نہ کرے، بلکہ اس کے وبال سے بچنے کے لیے اصل مالک کی طرف سے بنیتِ صدقہ کسی مستحق کو دیدے۔ [1]

=والكوبة ، وقال : "كل مسكر حرام" . (۲/۱۲۷۶ ،باب التصاوير ، رقم : ۴۵۰۳)

ما في " شرح الطيبي " : اختلفوا في إباحة اللعب بالشطرنج ، فرخص فيه بعضهم ، لأنه قد يتبصر به في أمر الحرب ، ومكيدة العدو ، ولكن بثلاث شرائط : أن لا يقامر ، ولا يؤخر الصلاة عن وقتها ، وأن يحفظ لسانه عن الخناء والفحش . (۸/۳۰۶ ، رقم : ۴۵۱۲)

ما في " رد المحتار " : (إن شرط المال) في المسابقة (من جانب واحد ، وحرم لو شرط) فيها (من جانبين) لأنه يصير قماراً (إلا إذا دخلا ثالثاً) . الدر المختار . قوله : (قماراً) .... سمي القمار قماراً ، لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوّز أن يذهب ماله إلى ماله ، ويجوّز أن يستفيد مال صاحبه ، وهو حرام بالنص . (۹/۴۹۲ ،الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " الفتاوى الهندية " : والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلک ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن ردّه بأن عرف صاحبه، وبالتصدق به إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله ، إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۵/۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب ، رد المحتار : ۹/۴۷۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) (جدید مسائل کا حل:ص/۴۴۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بذل المجهود " : وأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فإما إن أمكنه بعقد فاسد ، أو حصل له بغير عقد ، ولا يمكنه أن يردّ إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس =

سودی رقم رشوت میں دینا

مسئلہ (۳۳۴): سود کا لین دین، اسی طرح رشوت کا لین دین، دونوں حرام ہیں، البتہ اگر کسی شخص کے پاس بینک کی سودی رقم ہو، تو اس کا اصل مصرف غرباء ومساکین ہیں، یہ رقم اپنے کسی کام کے کروانے کے لیے بطورِ رشوت دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اِس میں خود کا سودی رقم سے انتفاع لازم آتا ہے۔ (۱)

=له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء ، لأنه لو أنفق على نفسه فقد استحكم ما يرتكبه من الفعل الحرام . (۱/۳۵۹ ، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء)

ما في " رد المحتار " : لو مات الرجل وكسبه من بيع البازق ، أو الظلم ، أو أخذ الرشوة يتورع الورثة ، ولا يأخذون منه شيئاً ، وهو أولى بهم ، ويردّونها على أربابها إن عرفوهم ، وإلا تصدّقوا بها ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذّر الردّ على صاحبه .

(۹/۴۷۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن كان المال بمقابلة المعصية ، فكان الأخذ معصية ، والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلک ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن من ردّه بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق به إن لم يعرفه ليصل إليه نفع ماله .

(۵/۳۸۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب) (منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۱۸۵)

ما في " رد المحتار " : وفي المنتقى : امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالا ردته على أربابها إن علموا ، وإلا تتصدق به . (۹/۶۵ ، كتاب الإجارة ، الاستئجار على المعاصي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ما يكسبه المقامر وهو كسب خبيث ، وهو من المال الحرام مثل كسب المخادع المقامر ، والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة منه بردّه إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۳۹/۴۰۷ ، الكسب الناشي عن الميسر)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرّم الرّبوا﴾ . [سورة البقرة : ۲۷۵] . =

ظلم پرست عناصر کوسودی رقم رشوت میں دینا

مسئلہ (۳۳۵): ظلم پرست عناصر، غنڈہ گردی کرنے والے افراد کوسود کی رقم سے رشوت دینا جائز نہیں ہے، دینے کی صورت میں سود کی رقم سے خود کا منتفع ہونا لازم آتا ہے، جو ناجائز اور حرام ہے، کیوں کہ سود کی رقم میں اصل حکم یہ ہے کہ وہ اصل مالک کو پہنچائی جائے، اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو غرباء ومساکین پر بلانیتِ ثواب صدقہ کردیا جائے (۱)، کسی کو بطورِ رشوت دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (۲)

=﴿یا أیها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰه وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنین﴾ . [البقرة : ۲۸۷] .
﴿یآیها الذین اٰمنوا لا تأكلوا الربوآ أضعافاً مضاعفة﴾ . (سورة آل عمران : ۱۳۰)
ما في " روح المعاني " : والمراد من الأكل الأخذ ، وعبّر به عنه لما أنه معظم ما یقصد به ولشیوعه في المأكولات ما فیه من زیادة التشنیع . (۸۷/۴)
ما في " سنن أبي داود " : عبد الرحمن بن عبد اللّٰه بن مسعود ، عن أبیه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آكل الربوا وموكله ، وشاهده ، وكاتبه " . (ص/۴۷۳ ، في آكل الربوا وموكله)
ما في " رد المحتار " :إن علم أرباب الأموال وجب ردّه علیهم ، وإلا فإن علم عین الحرام لا یحل له ، ویتصدّق به بنیة صاحبه . (۲۲۳/۷ ، كتاب البیوع ، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً)
ما في " الموسوعة الفقهیة " : والواجب في الكسب الخبیث تفریغ الذمة والتخلص منه بردّه إلی أربابه إن علموا ، وإلا إلی الفقراء . (۲۴۵/۳۴ ، الكسب)
ما في " سنن أبي داود " : عن عبد اللّٰه بن عمرو قال :" لعن رسول اللّٰه ﷺ الراشي والمرتشي " . (ص/۵۰۴ ، كتاب القضاء ، باب في كراهیة الرشوة)
ما في " عون المعبود " : قال القاري : أي معطي الرشوة وأخذها ، وهي الوصلة إلی الحاجة بالمصانعة ، قیل : الرشوة ما یعطی لإبطال حق ، أو لإحقاق باطل . (ص/۱۵۲۷ ، رقم : ۳۵۸۰)
الحجة علی ما قلنا :
(۱) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه علیهم وإلا=

سودی رقم غیر مسلم فقراء کو دینا

مسئلہ (۳۳۶): سودی رقم کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم نہ ہو، تو وہ واجب التصدق ہے، فقراء اور غرباء پر بلانیتِ ثواب تقسیم کر دی جائے، مسلمانوں میں فقراء وغرباء کی کمی نہیں ہے، لہٰذا غیر مسلم کو دینے کی بہ نسبت مسلمان کو دینا زیادہ بہتر ہے۔ (۱)

=فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه .

(۲۲۳/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : فيرده على أربابها إن علمهم وإلا تصدق به على الفقراء . (۳۶۰/۶ ، كتاب الكراهية ، الرابع في الهدية)

ما في " فتاوى معاصرة للدكتور يوسف القرضاوي " : أما ما سأل عنه الأخ بالنسبة للفوائد البنكية التي تجمعت له ، فشأنها شأن كل مال مكتسب من حرام ، لا يجوز لمن اكتسبه أن ينتفع به ، لأنه إذا انتفع به فقد أكل سحتاً ، ويستوى فى ذلک أن ينتفع به ، في الطعام والشراب أو اللباس أو المسكن ، أو دفع مستحقات عليه لمسلم أو غير مسلم ، عادلة أو جائرة ومن ذلک دفع الضرائب ، وإن كانت ظالمة ، للحكومات المختلفة ، لأنه هو المنتفع بها لا محالة ، فلا يجوز استخدامها فى ذلک .... الرابع : أن يصرف في مصارف الخير ، أى للفقراء والمساكين واليتامى وابن السبيل وللمؤسسات الخيرية الإسلامية الدعوية الإجتماعية ، وهذا هو الوجه المتعين .

(۴۰۱/۲ – ۴۱۱ ، في مجال المجتمع أين يصرف المال المكتسب من الحرام؟)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۴۲/۶، ۲۴۳، قدیم، مسائل سود: ص/ ۱۴۹)

(۱) (حوالۂ بالا)

کالج کے طلباء کو سودی رقم دینا

مسئلہ(۳۳۷): سود کی حرمت منصوص بنصِ قطعی ہے، اولاً اس سودی رقم کو اس کے اصل مالک تک پہنچانا ضروری ہے، لیکن اگر اس کے مالک تک پہنچانا ممکن نہ ہو، تو پھر اس کا مصرف غرباء وفقراء ہیں، اگر کالج وغیرہ کے طلباء غریب و مستحق ہیں، تو ان کو بھی بلانیتِ ثواب دے سکتے ہیں، غیر مستحقین کو دینا جائز نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة ..... حرم الله الربا في القرآن كتحريم الخمر . (۲/ ۹۶ . ۱۰۰)

وما في " التفسير المنير " : وذكروا في سبب تحريم الربا وجوهاً : أحدها : الربا تقتضي أخذ مال الإنسان من غير عوض ، لأن من يبيع الدرهم بالدرهمين نقداً أو نسيئةً فيحمل له زيادة درهم من غير عوض ، ومال الإنسان متعلق حاجته ، وله حرمة عظيمة ، قال ﷺ : " حرمة مال الإنسان كحرمة دمه " . فوجب أن يكون أخذ ماله من غير عوض محرماً .

(۷/ ۷۴ ، القول الرابع)

ما في " مجمع الزوائد " : وعن ابن مسعود رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ فذكر حديثاً وقال فيه : " ما ظهر في قوم الزنا والربا إلا أحلوا بأنفسهم عقاب الله " .

(۴/ ۱۴۹ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في الربا ، رقم الحديث : ۶۵۸۱)

ما في " المعجم الكبير للطبراني " : عن عبد الله رضي الله عنه قال : " لم يهلك أهل نبوة قط حتى يظهر الزنا والربا " . (۱۰/ ۱۶۳ ، رقم الحديث : ۱۰۳۲۹ ، احياء التراث العربي)

ما في " رد المحتار " : ويردّونها على أربابها إن عرفوهم ، وإن لا تصدقوا بها ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه . (۹/ ۴۷۰ ، الحظر والإباحة، في البيع)

ما في " الفتاوى الهندية " : والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلك ههنا بردّ المأخوذ إن=

سودی معاملہ کی ایک صورت

مسئلہ (۳۳۸): بعض لوگ گاڑیوں کا کاروبار اس طرح کرتے ہیں کہ گاڑی کے ضرورت مند شخص کو، مثلاً ایک لاکھ روپیہ قرض دیتے ہیں، جس کی ادائیگی کے لیے کم وبیش دو ڈھائی سال کی مدت مقرر کی جاتی ہے، اور وہ اپنے اس قرض پر پچاس ہزار روپے مزید وصول کرتے ہیں، شرعاً یہ زائد رقم سود ہے، جس کا لینا دینا شرعاً حرام ہے[1]۔ اس کاروبار کے جواز کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ قرض دینے والے لوگ خود، مثلاً ایک لاکھ روپئے میں گاڑی خرید لیں، اور اس پر اپنے مالکانہ حقوق ثابت ہوجانے کے بعد ضرورت مند شخص کو دو ڈھائی سال کی مدت پر ادھار، ڈیڑھ لاکھ روپئے میں فروخت کردے۔[2]

= تمكن من رده ، بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق به إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۵/ ۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشي في الكسب)

ما في " العرف الشذي " : (ولا صدقة من غلول) الغلول في اللغة : سرقة الإبل ، وفي اصطلاح الفقهاء : سرقة مال الغنيمة ، ثم اتسع فيه ، فأطلق على كل مال خبيث ، قال في الدر المختار : ان التصدق بالمال الحرام ثم رجاء الثواب منه حرام وكفر .

(۱/ ۳۵ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء لا تقبل الصلاة)

ما في " معارف السنن " : قال شيخنا : ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها : أن من ملك بملك خبيث ، ولم يمكنه الرد إلى المالك ، فسبيله التصدق على الفقراء ....
قال : إن المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي به فراغ ذمته ، ولا يرجو به المثوبة .

(۱/ ۳۴ ، أبواب الطهارات ، باب ما جاء لا تقبل صلاة بغير طهور)

الحجة على ما قلنا :=

یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا میں سرمایہ کاری

مسئلہ (۳۳۹): حکومتِ ہند کی جانب سے منظور شدہ ایک عوامی ادارہ ''یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا'' جو عوام کے بہبود کے لیے وجود میں آیا ہے، یہ ادارہ عوام سے سرمایہ لے کر اس کو مختلف کاروبار میں لگاتا ہے، اور جو بھی آمدنی ہوتی ہے، اس میں سے ہر سال اصل سرمایہ پر کچھ نفع طے کر کے سالانہ تقسیم کرتا ہے، ادارہ کے منتظمین سرمایہ کو جن کاروبار میں لگاتے ہیں، چوں کہ ان میں سے اکثر کاروبار سودی ہوتے ہیں، اس لیے ''یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا'' میں سرمایہ لگانا جائز نہیں ہے، اس صورت میں ادارہ کی حیثیت کھاتے داروں کے وکیل اور ایجنٹ کی ہے، اور سودی کاروبار اصالۃً ہو یا وکالۃً بہر صورت حرام ہے[1]، نیز چندہ کر کے

=(۱) ما في '' اعلاء السنن '' : قال علیه الصلاة والسلام : '' كل قرض جرّ منفعة فهو رباً '' .
(۵۶۶/۱۴)

وما في '' اعلاء السنن '' : وكل قرض شرط فيه الزيادة فهو حرام بلا خلاف ، قال ابن المنذر : أجمعوا على أن المسلف إذا شرط على المستسلف زيادة أو هدية فأسلف على ذلک أن أخذ الزيادة على ذلک رباً . وقد روي عن أبي بن كعب ، وابن عباس ، وابن مسعود أنهم نهوا عن قرض جرّ منفعة . (۵۶۶/۱۴ ، رد المحتار : ۲۹۸/۷ ، الفتاوى الهندية : ۳۰۱/۴)

(۲) ما في '' الهداية '' : قال : المرابحة نقل ما ملكه بالعقد بالثمن الأول مع زيادة ربح .
(۵۴/۲) (فتاوی حقانیہ:۲۱۳/۶)

ما في '' بدائع الصنائع '' : وأما عند اختلاف الجنس فلا بأس بالمرابحة ، حتى لو اشترى ديناراً بعشرة دراهم فباعه بربح درهم ، أو ثوب بعينه جاز ، لأن المرابحة بيع بالثمن الأول وزيادة ، ولو باع ديناراً بأحد عشر درهما أو بعشرة دراهم وثوب كان جائزاً . (۲۶۳/۴)=

اس ادارے میں سرمایہ کاری کرنا، کہ اس سے حاصل شدہ منافع غریبوں کی مدد میں صرف کیے جائیں گے، یہ بھی درست نہیں ہے، اس لیے کہ حسنِ نیت سے کسی فعل کی حرمت، جواز وحلت میں تبدیل نہیں ہوتی۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿أحل اللّٰه البیع وحرم الربوا﴾ . [سورة البقرة : ۲۷۵] .
وقوله تعالی : ﴿یا أیها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰه وذروا ما بقي من الربوا إن کنتم مؤمنین ، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰه ورسوله﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۸ . ۲۷۹)
ما في " الصحیح لمسلم " : عن جابر رضي اللّٰه عنه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آکل الربا ومؤکله وکاتبه وشاهدیه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷ ، کتاب البیوع)
(۲) ما في " رد المحتار " : إنما یکفر إذا تصدّق بالحرام القطعي . (در مختار) . وفي الشامیة: قال ابن عابدین رحمه الله : رجل دفع إلی فقیر من المال الحرام شیئاً یرجو به الثواب یکفر ، قوله : (إنما یکفر إذا تصدق) أي مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلاله .
(۳/۲۰۲ ، کتاب الزکاة ، مطلب في التصدق من المال الحرام ، الفتاوی الهندیة : ۲/۲۷۲ ، کتاب السیر ، الباب التاسع في أحکام المرتدین) (فتاوی قاضی: ص/۱۰۹، فتاوی رحیمیہ: ۹/۲۷۱)
ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : قال الحنفیة : إذا تصدق بالمال الحرام القطعي ، أو بنی من الحرام بعینه مسجداً ونحوه مما یرجو به التقرب مع رجاء الثواب الناشيء عن استحلال یکفر لأن استحلال المعصیة کفر ، والحرام لا ثواب فیه .
(۳/۲۰۵۸ ، الفصل الثالث ،صدقة التطوع ، أحد عشر التصدق من المال الحرام)

منی آرڈر

مسئلہ (۳۴۰): منی آرڈر میں یوں ہوتا ہے کہ بھیجے گئے پیسے مرسل الیہ کو نہیں ملتے ہیں، بلکہ اگر شہر کی بینک میں جمع کردو، تو دوسرے شہر کی بینک اپنے پاس کی رقم مرسل الیہ کو ادا کردیتی ہے، کیوں کہ منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے، ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے[1]، اور چوں کہ اس میں ابتلاء عام ہے، اس لیے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئاً مثلياً يأخذ مثله فى ثاني الحال . (۳۶۶/۵ ، الباب السابع والعشرون)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : القرض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضى بأمثالها ..... والذي يتحقق من النظر في دلائل القرآن والسنة ومشاهدة معاملات الناس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية ، دون المثلية في القيمة والمالية. (ص/۱۷۴)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿قالت يـٓأبت استأجره إن خير من استأجرتَ القويُّ الأمين﴾ .
(سورة القصص: ۲۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن عروة بن الزبير ، عن عائشة رضي الله عنها : واستأجر رسول الله ﷺ وأبو بكر رجلا من بني الدِّيل ، ثم من بني عبد بن عدي هادياً خرِّيتاً — الخرّيت الماهر بالهداية — . (۳۰۱/۱ ، في الإجارات)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : أما في الاصطلاح فيفهم من عبارات الفقهاء أن المراد=

فلیٹ بیچنے والے سے بطورِ جرمانہ کرایہ وصولی

مسئلہ (۳۴۱): اگر کوئی شخص کسی بلڈر سے کوئی فلیٹ خریدے، رقم بھی ادا کردے، اوراس کے ساتھ یہ شرط بھی لگائے کہ اگر متعینہ مدت میں فلیٹ مکمل تیار کرکے اس پر قبضہ نہ دیا گیا، تو جتنی مدت تک قبضہ دینے میں تاخیر کی جائیگی، اس پوری مدت کا کرایہ بطورِ جرمانہ آپ سے وصول کیا جائے گا، اور بلڈر اس شرط کو تسلیم بھی کرلے، تب بھی شخص مذکور کے لیے اس جرمانہ کا وصول کرنا جائز نہ ہوگا، کیوں کہ یہ سود ہے۔ ہاں! البتہ اگر متعینہ مدت تک فلیٹ پر قبضہ حاصل نہ ہو، تو وہ اس معاملہ کو فسخ کرسکتا ہے، اوراپنی دی ہوئی اصل رقم کی واپسی کا مطالبہ بھی۔ [1]

=بعموم البلویٰ الحالة أو الحادثة التي تشمل كثيرا من الناس ، ويتعذر الاحتراز عنها ، وعبر عنه بعض الفقهاء بالضرورة العامة ، وبعضهم بالضرورة الماسّة ، أو حاجة الناس ، وفسّره الأصوليون بما تمسّ الحاجة إليه في عموم الأحوال . (۳۱/۶، ۷)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : المشقّة تجلب التيسير . (۱/۲۷۶)

وفيه أيضًا : ان الأمر إذا ضاق اتّسع ، وإذا اتّسع ضاق . (۱/۳۰۴) (امدادالفتاوی:۱۴۶/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷)

ملازمت وغیرہ کی خاطر جعلی ڈگری

مسئلہ (۳۴۲): بعض لوگ ملازمتیں حاصل کرنے یا دیگر کاموں کے لیے جعلی ڈگریاں حاصل کرتے ہیں، یہ عمل جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے، جو شرعاً حرام ہے (۱)، اسی طرح جو لوگ جعلی ڈگریاں بنانے اور فروخت کرنے کا کاروبار کرتے ہیں، وہ بھی حرام کام کررہے ہیں، اس لیے جعلی ڈگری بنانے اور بنوانے سے باز آجانا چاہیے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جمع الجوامع " : عن ابن عباس قال : قال النبي ﷺ : " من غشّنا فليس منّا " .
(۲۱۳/۷ ، رقم الحديث : ۲۲۴۹۷)

ما في " سنن أبي داود ": عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاک حديثا هو لک به مصدق وأنت له به كاذب " .
(ص/۶۷۹، كتاب الأدب ، باب في المعاريض)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱۰/۱)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرک بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور" . (۲۲۹/۱)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : ما أدى إلى الحرام فهو حرام . (۲۶۸/۱)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

جعلی سرٹیفکٹ کی بنیاد پر ملازمت وتنخواہ

مسئلہ (۳۴۳): کسی ادارے یا کمپنی میں نوکری حاصل کرنے کے لیے جعلی سرٹیفکٹ بنوانا اگرچہ جھوٹ اور دھوکہ دہی ہونے کی وجہ سے گناہِ کبیرہ ہے [۴]، لیکن اگرکوئی شخص اس جعلی سرٹیفکٹ کی بنیاد پرکسی ملازمت کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے، اوراس میں مفوضہ کام کی انجام دہی کی اہلیت وصلاحیت موجود ہو، تو اسے اس کام پر ملنے والی تنخواہ جائز وحلال ہوگی، اوراگراس میں مفوضہ کام کی انجام دہی کی اہلیت وصلاحیت موجود نہ ہو، تو اس کے لیے یہ تنخواہ حلال نہ ہوگی۔ [۵]

الحجة على ما قلنا :

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراضٍ منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة .... وإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذاباً . (۳۲۵/۲ ، باب قبح الكذب)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مرّ على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ثم قال : " من غشّ فليس منّا " . (۲۴۵/۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام سواء أكان بالقول أم بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱) (فتاویٰ حقانیہ:۱۲۰/۶)

(۵) ما في " البحر الرائق " : وأما ركنها فهو الإيجاب والقبول والإرتباط بينهما وأما شرط جوازها فثلاثة أشياء ؛ أجر معلوم وعين معلوم وبدل معلوم ، ومحاسنها دفع الحاجة=

دفعِ ظلم اور وصولیِ حق کی خاطر رشوت

مسئلہ (۳۴۴): رشوت کا لین دین کرنا حرام ہے، البتہ دفعِ ظلم اور اپنا حق وصول کرنے کے لیے بحالتِ مجبوری (رشوت دیئے بغیر اپنا حق وصول ہونے کی کوئی صورت ہی نہ ہو) رشوت دینے کی گنجائش ہے، اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار رہوگا۔ (۱)

= بقليل المنفعة وأما حكمها فوقوع الملك في البدلين ساعة فساعة . (۸/۴ ، كتاب الإجارة)

ما في " خلاصة الفتاوى " : عقد الإجارة لا يجوز إلا أن يبين البدل من الجانبين جميعًا أما بيان المنفعة فبإحدى معان ثلاثة بيان الوقت وهو الأجل ، وبيان العمل ، وبيان المكان .
(۱۰۳/۳)

ما في " قواعد الفقه " : تخصيص الشيء بالذكر يدل على نفي الحكم عما عداه في متفاهم الناس وعرفهم لا في خطابات الشارع . (ص/۶۸) (فتاوی حقانیہ:۶/ ۲۴۷،کتاب الفتاوی:۵/ ۳۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ .
(النساء : ۲۹)

ما في " التفسير المنير " : (لا تأكلوا) أي لا تأخذوا ، وعبّر عن الأخذ بالأكل ، لأنه المقصود المهم ، (بالباطل) بالحرام في الشرع ...... ودلت الآيتان على الأحكام الشرعية الآتية ، تحريم أكل الأموال بالباطل أي بغير حق ، وهو كل ما يخالف الشرع أو يؤخذ بغير عوض ، وله أحوال كثيرة . (۳۲/۳ — ۳۵)

ما في " التفسير المظهري " : إشارة إلى أن الظلم على أموال العبادة وأنفسهم من أعظم الكبائر والأحاديث الصحاح التي وردت في عد الكبائر ، إنما ورد فيها المظالم من حقوق العباد والاشراك . (۳۰۳/۲)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿سمّٰعون للكذب أكّٰلون للسُّحت﴾ . (سورة المائدة : ۴۲)=

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : قال أبوبكر : اتفق جميع المتأولين لهذه الآية على أن قبول الرشا محرم ، واتفقوا على أنه من السحت الذي حرّمه الله تعالى .

(۲/۱۴۷ ، أحكام الرشوة)

ما في " الدر المنثور" : وأخرج ابن أبي حاتم ، عن ابن عباس ، أن رسول الله ﷺ قال : "رشوة الحكام حرام ، وهي السحت الذي ذكر الله في كتابه " . (۳/۵۰۲)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن عمرو قال :" لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي " . (ص/۵۰۴ ، كتاب القضاء ، في كراهية الرشوة ، رقم الحديث : ۳۵۸۰)

ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي : الراشي : المعطي ، والمرتشي : الآخذ ، وإنما يلحقهما العقوبة معاً إذا استويا في القصد والإرادة ، ورشا المعطي لينال به باطلاً ، ويتوصل به إلى الظلم ، فأما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق ، أو يدفع عن نفسه ظلماً ، فإنه غير داخل في هذا الوعيد . (۱۱/۳۰۶)

ما في " رد المحتار " : الثالث : أخذ المال ليستوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع ، وهو حرام على الآخذ فقط .... الرابع : ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله ، حلال للدافع ، حرام على الآخذ ، لأن دفع الضرر عن المسلم واجب .

(۸/۳۳ ، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا دفع الرشوة لدفع الجور على نفسه ، أو أحد من أهل بيته لم يأثم . (۴/۴۰۳ ، الباب الحادي عشر في المتفرقات ، البحر الرائق : ۶/۴۴۱ ، كتاب القضاء) (فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۴۵۵،۴۵۶،کراچی،جدید مسائل کاحل:ص/ ۲۶۹)

ملازمت کے لیے رشوت

مسئلہ (۳۴۵): رشوت کا دینا اور لینا دونوں حرام ہیں[۱]، البتہ کسی شخص میں کسی کام کے کرنے کی پوری اہلیت وصلاحیت موجود ہو، مگر متعلقہ محکمہ کا آفیسر بغیر رشوت لیے، ملازمت دینے کے لیے تیار نہ ہو، اور کسی دوسرے روزگار کی صورت میسر بھی نہ ہو، تو شخصِ مذکور اس مجبوری کی حالت میں رشوت دے کر ملازمت پر بحال ہوسکتا ہے، امید ہے کہ عند اللہ اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا، البتہ رشوت لینے والے آفیسر کے لیے اس رشوت کا لینا ناجائز وحرام ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بهآ إلى الحكّام لتأكلوا أموال الناس بالإثم﴾ . (سورة النساء: ۲۹)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي فى الحكم " . (۱/ ۲۴۸ ، أبواب الأحكام ، ما جاء في الراشي والمرتشي)

(۲) ما في " رد المحتار " : الرشوة أربعة أقسام : ..... الثالث أخذ المال لسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر ، أو جلب للنفع ، وهو حرام على الآخذ فقط ، الرابع : ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ ، لأن دفع الضرر عن المسلم واجب . (۸/۳۳)

ما في " البحر الرائق " : إذا دفع الرشوة لسوى أمره عند السلطان حل له الدفع ولا يحل للآخذ أن يأخذ . (۶/ ۴۴۱) (فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۴۵۵،۴۵۶،کراچی)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : الرشوة ؛ وهو الذي يرشو السلطان لدفع ظلمه عنه ، فهذه الرشوة محرّمة على آخذها غير محظورة على معطيها . وروي عن جابر بن زيد والشعبي قالا : " لا بأس بأن يصانع الرجل عن نفسه وماله إذا خاف الظلم " ..... قال =

رشوت خور کا تحفہ

مسئلہ (۳۴۶): رشوت خور واہب (ہدیہ کرنے والا) کا غالب مال حلال ہو، تو اس کا ہدیہ قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ہاں! اگر یہ معلوم ہو کہ یہ ہدیہ مالِ حرام سے ہے تو قبول کرنا درست نہیں ہے، اور اگر اس کا غالب مال حرام ہو، تو اس کا ہدیہ قبول کرنا شرعاً جائز و درست نہیں، الا یہ کہ وہ یہ کہے: یہ ہدیہ جو میں آپ کو دے رہا ہوں، حلال مال میں سے ہے، میں نے یہ مال وراثت میں پایا ہے، یا فلاں شخص سے قرض لیا ہے، تو اس صورت میں اس کا ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ (۱)

=الحسن : " لِيُحِقَّ باطلاً أو يُبطِل حقاً ، فأما أن تدفع فلا بأس " . وقال يونس عن الحسن : "لا بأس أن يعطي الرجل من ماله ما يصون به عِرضَه " . (۲/ ۵۴۱ ، مطلب فی وجوه الرشوة)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الضرورات تبيح المحظورات . (۱/ ۳۰۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأن حرام فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل .

(۵/ ۳۴۲ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " مجمع الأنهر " : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور إلا إذا علم أن أكثر ماله من حل.

(۴/ ۱۸۶ ، كتاب الكراهية)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : غالب مال المهدي إن حلالا لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتعين أنه من حرام وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا يأكل إلا إذا قال أنه حلال ورثه أو استقرضه . (۶/ ۳۶۰ ، الباب الرابع في الهدية والميراث)

(فتاوی محمودیہ: ۱۶/ ۴۸۱، ۴۸۲، کراچی)

دکاندار سے کمیشن لینا

مسئلہ (۳۴۷): اگر کوئی شخص دکان سے کوئی چیز خریدنے کے لیے کسی تجربہ کار کو اپنے ساتھ لے جائے، اور وہاں سے اپنی مطلوب چیز خرید لے، پھر بعد میں معلوم ہو کہ اس دکان دار نے اُس تجربہ کار شخص کو اپنی طرف سے ۵۰/روپئے دلالی کے دیئے، تو اس تجربہ کار (دلال) شخص کا دکاندار سے کمیشن لینا شرعاً درست ہے، کیوں کہ یہ دلالی کی اجرت ہے، لیکن دلالی کی اجرت لینا اسی وقت صحیح ہوتا ہے، جب کہ اجرت پہلے سے طے ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' خلاصة الفتاوى '' : وفي الأصل : أجرة السمسار والمغاري والحمامي والصكاك ، وما لا تقدير فيه للوقت ، ولا مقدار لما يستحق بالعقد ، لكن للناس فيه حاجة جاز ، وإن كان في الأصل فاسدًا .(۱۱۶/۳ ، كتاب الإجارات ، جنس آخر في المتفرقات)

ما في '' رد المحتار '' : وفي الحاوي : سئل عن محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز ، فجوّز لحاجة الناس إليه . (۷۵/۹ ، كتاب الإجارات ، مطلب في أجرة الدلال)

ما في '' المبسوط للسرخسي '' : والسمسار إسم لمن يعمل للغير بالأجرة بيعاً وشراءً .
(۱۲۸/۵ ، باب السمسار)

کمیشن پر بیسی چلانا

مسئلہ (۳۴۸): ایک شخص کمیشن پر بیسی چلاتا ہے، یعنی دس آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس سے ہر ماہ، ایک ایک ہزار روپئے، دس ماہ تک جمع کرتا ہے، پھر ہر ماہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہے، جس کا نام نکل آتا ہے اُسے نو ہزار پانچ سو (9500) روپئے لے جا کر دے دیتا ہے، اور پانچ سو روپئے خود بطورِ محنتانہ رکھ لیتا ہے، تو اگر شخصِ مذکور بیسی کے تمام ممبروں کو پہلے سے اس بیسی کی پوری صورتِ حال سے واقف کرا کر، اس طرح کرتا ہے، تو اس کا یہ پانچ سو روپئے رکھ لینا جائز ہوگا، کیوں کہ یہ اس کی مزدوری اور محنتانہ ہے [۱]، البتہ بہتر ہے کہ وہ شخص خود اس بیسی میں شریک نہ ہو، کیوں کہ ایسی صورت میں ایک درجہ سود کا شائبہ پیدا ہو جاتا ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة ؛ إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه ، فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها . كذا في شرح الطحاوي . (۴۱۳/۴ ، الباب الثاني)

(الهداية : ۲۷۸/۳ ، كتاب الإجارات ، باب الأجر متى يستحق)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن علي أنه سمع رسول الله ﷺ لعن آكل الربوا وموكله وكاتبه " . (ص/۲۴۶ ، باب الربوا)

وفيه أيضًا : عن عمر بن الخطاب أن : " آخر ما نزلت آية الربوا ، وإن رسول الله ﷺ قبض ولم يفسّرها لنا فدعوا الربوا والريبة " . رواه ابن ماجة والدارمي . (ص/۲۴۶ ، باب الربوا)

(کتاب الفتاوی: ۳۳۶،۳۳۵/۵)

ہاؤسنگ لون

مسئلہ (۳۴۹): اگر کسی شخص کو رہنے کے لیے بقدرِ ضرورت ایسا مکان دستیاب ہے، جس میں وہ ہر موسم میں اپنی اور اپنے گھر والوں کی موسمی تکلیفوں سے حفاظت کرسکتا ہے، اس کے باوجود وہ بینک سے سودی قرض لیتا ہے، جس میں اُسے قرض سے زائد رقم ادا کرنی پڑتی ہو، تو اس کا یہ عمل درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ سودی معاملہ ہے، جس کی حرمت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے واضح طور پر ثابت ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة ، حرم الله الربا في القرآن كتحريم الخمر . (۹۶/۲ . ۱۰۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر : .... إن لم تذوروا ما بقي من الربا بعد نزول الأمر بتركه فأذنوا بحرب من الله ورسوه . (۵۷۱/۱ ، باب الربا)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر رضي الله عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲۷/۲ ، باب الربا)

ما في " فتح الملهم " : قوله : (وموكله) يعني الذي يؤدي الربا إلى غيره ، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشد من الإعطاء ، لما فيه من التمتع بالحرام . (۵۷۴/۷ ، باب لعن آكل الربا وموكله)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (آكل الربا) أي أخذه وإن لم يأكل ، وإنما خص بالأكل لأنه أعظم أنواع الانتفاع . (۴۲/۶ ، عون المعبود :ص/۱۴۳۵ ، كتاب البيوع ، باب آكل الربا وموكله ، رقم الحديث : ۳۳۳۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال الماوردي : إن الربا لم يحل في شريعة قط ، لقوله تعالى : ﴿وأخذهم الربا وقد نهوا عنه﴾ يعني في الكتب السابقة . [المجموع : ۳۹۱/۹] ، =

معمہ (Puzzle) کا شرعی حکم

مسئلہ (۳۵۰): آج کل اخبار ورسائل اور جرائد میں ذہنی یا علمی معمے دیئے جاتے ہیں، جنہیں حل کر کے بھیجنا ہوتا ہے، جو کوئی حل کر کے بھیجتا ہے، اگر اس کے جوابات اور حل صحیح ہیں، تو اسے انعامی شکل میں کچھ رقم یا کوئی اور چیز دی جاتی ہے، واضح ہو کہ صحیح جوابات کے ساتھ بہت سے امیدواروں کے خطوط موصول ہونے کی صورت میں ان کے مابین قرعہ اندازی کی جاتی ہے، جن تین یا پانچ کا نام نکل آتا ہے، صرف انہیں کو انعام وغیرہ دیا جاتا ہے، شرعاً یہ قمار (Gambling) کی مروجہ صورتوں میں سے ایک صورت ہے، اخبار یا معمہ کا ٹکٹ خرید کر معمہ پُر کرنے والا گویا عوض ادا کرتا ہے، اس مقابلے سے جو عوض ملتا

=ودليل التحريم من الكتاب قول الله تعالى : ﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (۵۱/۲۲)
ما في " رد المحتار " : الربا هو لغة : مطلق الزيادة . [در مختار] . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى : فضل مال بلا عوض في معاوضة مال بمال . " كنز " . وجيد مال الربا .... ورديئه سواء ، قوله : (سواء) أي فلا يجوز بيع الجيد بالردي مما فيه الربا إلا مثلا بمثل . "هدايه" .

(۳۰۱/۷ – ۳۱۳ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، مطلب في استقراض الدراهم عدداً)

ما في " البحر الرائق " :(فضل مال بلا عوض في معاوضته مال بمال) وما في القنية : وهو محرم بالكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب : فآيات منها : ﴿وحرم الربوا﴾ [البقرة : ۲۷۵] . ﴿لا تأكلوا الربوا﴾ [آل عمران : ۱۳۰] . ﴿يمحق الله الربوا﴾ [البقرة : ۲۷۶] ..... وأما السنة فأكثر من أن تحصى : ..... وفي الخلاصة : لو قضى بجواز بيع الدراهم بالدرهمين يداً بيد بأعيانهما أخذاً بقول ابن عباس لا ينفذ .

(۲۱۰/۷ ، كتاب البيع ، باب الربا) (جدید مسائل کا حل:ص/۱۸۲)

ہے، اس میں ملنے اور نہ ملنے دونوں کا اندیشہ ہے، اس طرح خطر پیدا ہوگیا، اور اسی کا نام قمار ہے، اور قمار کو شریعتِ مطہرہ نے حرام قرار دیا ہے۔ (۱)

تشہیری کیلنڈر یا ڈائری کا ہدیہ

مسئلہ (۳۵۱): آج کل بعض ادارے اور تجارتی فرمیں اپنے تشہیری کیلنڈر اور ڈائریاں بعض مخصوص لوگوں کو ہدیۃً دیتے ہیں، اگر یہ کیلنڈر یا ڈائریاں ایسے اداروں کی جانب سے دی جاتی ہوں، جن کی آمدنی شرعاً جائز ہے، تو ان کا لینا جائز ہے، اور اگر ان اداروں کی غالب آمدنی حرام وناجائز ہو، تو ان کا لینا جائز نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون ، إنما يريد الشيطٰن أن يوقع بينكم العداوة والبغضآء فى الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهل انتم منتهون﴾ .

(سورة المائدة : ۹۰، ۹۱)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقال قوم من أهل العلم : القمار كله من الميسر .... وحقيقته تمليك المال على المخاطرة ، وهو أصل فى بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار ، كالهبات والصدقات وعقود البياعات ونحوها ، إذا علقت على الأخطار .

(۲/ ۵۸۲ ، باب تحريم الخمر ، سورة المائدة)

ما في " مسند أحمد " : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله حرّم على أمتي الخمر والميسر " . (۶/ ۱۱۷، ۱۱۸ ، رقم الحديث : ۶۵۴۷) (جدید فقہی مسائل: ۱/ ۴۳۰)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام .

(۵/ ۳۴۲ ، الباب الثاني عشر في الهدايا الخ)

مخصوص ذاتی کارڈ کی خرید وفروخت

مسئلہ(۳۵۲): کسی شخص کے پاس ایسی کمپنی کا کارڈ ہے کہ اس کمپنی میں عام لوگ (جن کے پاس اس کمپنی کا کارڈ نہیں) مزدوری کے لیے بھرتی نہیں ہو سکتے، اب وہ شخص اپنے اس کارڈ کو کسی دوسرے عام مزدور شخص کے ہاتھ فروخت کرے، تو گویا وہ اپنے حق الخدمت کو فروخت کر رہا ہے[۱]، جو مال نہیں ہے[۲]، جب کہ بیع کی صحت کے لیے مال کے بدلے مال کا ہونا ضروری ہے[۳]، اس لیے کارڈ کی یہ خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہے۔

این آئی ٹی (N.I.T.) کے حصص خریدنا

مسئلہ(۳۵۳): این آئی ٹی (N.I.T.)[☆] کے حصص خریدنے کی شرعاً گنجائش ہے، البتہ ان سے بچنا اَولیٰ ہے، ملحوظ رہے کہ یہ جواز اس وقت ہے، جب کہ یونٹ خریداری فارم میں یہ شق کہ ''میں .P.T.C اور .P.L.C کی آمدنی نہیں چاہتا ہوں'' اس کو اختیار کیا گیا ہو، اس لیے کہ ان کی آمدنی حرام ہے، لیکن .N.I.T کے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : لا يجوز الإعتياض عن الحقوق المجرّدة كحقّ الشفعة . (۲۵/۷)

(۲) ما في '' رد المحتار '' : المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن إدّخاره لوقت الحاجة . (۷/۷ ، كتاب البيوع)

(۳) ما في '' مجمع الأنهر '' : البيع مبادلة مال بمال . (۴/۳ ، دار الكتب العلمية بيروت) (الاختيار لتعليل المختار: ۱۵۱/۱ ، النهر الفائق : ۳۳۴/۳) (فتاوی محمودیہ: ۱۷۸/۱۶، کراچی، فقہی مقالات: ۱۸۲/۱، جدید فقہی مباحث: ۲۲۲/۳، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵۴/۶، قدیم)=

معاملات پر مضبوط نگرانی کے انتظام کے بغیر اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ایسی مشتبہ آمدنی سے بچائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن النعمان بن بشير قال : قال النبي ﷺ : " الحلال بيّن والحرام بيّن ، وبينهما أمورٌ مشتبهةٌ ، فمن ترک ما شُبِّه عليه من الإثم كان لما استبان له أترک ، ومن اجترأ على ما يشک فيه من الإثم أوشک أن يواقع ما استبان ، والمعاصي حِمى الله ، من يرتع حول الحِمى يوشک أن يواقعه " .

(۱/۲۷۵ ، كتاب البيوع ، باب الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات ، رقم : ۲۰۵۱)

ما في " عمدة القارى " : نبه فيه هذا الحديث على صلاح المطعم والمشرب والملبس والمنكح وغيرها ، وأنه ينبغي أن يكون حلالا ، وأرشد إلى معرفة الحلال ، وأنه ينبغي ترک المشتبهات ، فإنه سبب لحماية دينه وعرضه وحذر من مواقعة الشبهات وأوضح ذلک بضرب المثل بالحمى . (۱/۴۶۴)

ما في " فتح الباري " : نقل ابن المنير في مناقب شيخه القباري عنه أنه كان يقول : المكروه عقبة بين العبد والحرام ، فمن استكثر من المكروه تطرق إلى الحرام . والمباح عقبة بينه وبين المكروه ، فمن استكثر منه تطرق إلى المكروه .... والمعنى أن الحلال حيث يخشى أن يؤل فعله مطلقاً إلى مكروه أو محرم ينبغي اجتنابه ، كالاكثار مثلا من الطيبات فإنه يحوج إلى كثرة الاكتساب الموقع في أخذ ما لا يستحق أو يفضى إلى بطر النفس ، وأقل ما فيه الإشتغال عن مواقف العبودية ، وهذا معلوم بالعادة ومشاهدة بالعيان . (۱/۱۶۰)

(اسلام اور جدید معیشت وتجارت: ص/۱۵۳)

(☆) (''نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ'' جو پاکستانی حکومت کے ماتحتی میں چلنے والا ایک یونٹ ٹرسٹ ہے، جو لوگوں سے سرمایہ حاصل کر کے برآمدہ رقم سے براہِ راست کاروبار کرنے کے بجائے، دوسرے نفع بخش مواقع میں اس سرمایے کو انوسٹ کرتا ہے، اور نفع کو اپنے حصہ داروں کے درمیان تقسیم کرتا ہے)

حرام کام کی اجرت

مسئلہ (۳۵۴): حرام کام کی اجرت بھی حرام ہے، کیوں کہ یہ تعاون علی الاثم ہے، اور تعاون علی الاثم سے منع کیا گیا ہے[۱]، حدیث شریف میں ہے کہ رسول ﷺ نے شراب پینے والے کی طرح؛ شراب نچوڑنے والے، اٹھانے والے، اور پلانے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے[۲]، نیز حرام کام چونکہ معصیت ہے، اوراجارہ علی المعصیت حرام ہے، لہٰذا حرام کام کی اجرت بھی مثلِ حرام کام کے، حرام ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

(۲) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس قال : " لعن رسول الله ﷺ فى الخمر عشرة ؛ عاصرها ، ومعتصرها ، والمعصورة له ، وحاملها ، والمحمولة له ، وبائعها ، والمبيوعة له ، وساقيها ، والمستقاة له ، حتى عدّ عشرة من هذا الضرب " .
(ص/ ۲۴۲ ، كتاب الأشربة ، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه)

(۳) ما في " المبسوط " : لا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير ، والطبل وشيء من اللهو ، لأنه معصية والاستيجار على المعاصي باطل . (۱۵/ ۴۲)

ما في " رد المحتار " : لا تصح الإجارة لعسب التيس ، ولا لأجل المعاصى مثل الغناء ، والنوح ، والملاهي ، امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالا ردّته على أربابه إن علموا ، وإلا تصدق به . (۹/ ۶۵) (جامع الفتاوی:۶/ ۳۵)

ما في " الهداية " : لا يجوز الاستيجار على الغناء ، والنوح ، وكذا سائر الملاهي لأنه استيجار على المعصية ، والمعصية لا تستحق بالعقد . (۳/ ۲۸۷ ، كتاب الإجارات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الإجارة على المنافع المحرمة ؛ كالزنا ، والنوح ، والغناء ، والملاهي محرمة وعقدها باطل ، لا يُستحق به أجرةٌ . (۱/ ۲۹۰ ، إجارة)

قسطوں میں زیادہ دام دے کر خرید وفروخت

مسئله (۳۵۵): قسطوں پر خرید وفروخت میں چونکہ مبیع ادھار ہوتی ہے، اور اسی ادھار کی وجہ سے بہ نسبت نقد کے، زیادہ قیمت لینا جائز ہے(۱)، کیوں کہ نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق ہونا شرعاً منع نہیں ہے(۲)، مگر قسطوں میں مدت کا متعین ہونا ضروری ہے(۳)، اسی طرح اگر کوئی قسط وقتِ معین پر ادا نہ کی جائے، تو نہ قیمت میں اضافہ ہو، اور نہ ہی وصول شدہ رقم اور مبیع ضبط ہو، ورنہ یہ معاملہ، سود وجوا پر مشتمل ہونے کی وجہ سے منع ہوگا(۴)، کیوں کہ ان دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکور ہے۔(۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح مجلة الأحكام " : البيع مع تأجيل الثمن ، وتقسيطه صحيح . (۱/۲۲۷)

(۲) ما في " رد المحتار " : لأن الأجل شبها بالمبيع ، ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل والشبهة فى هذا ملحقة بالحقيقة . (۳۶۱/۷ ، الهداية :۵۸/۳)

(۳) ما في " شرح مجلة الأحكام " : يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتأجيل والتقسيط . (۲۲۷/۱)

(۴) ما في " المؤطا للإمام مالک " : أخبرنا مالک عن زيد بن أسلم أنه قال : " كان الربا في الجاهلية أن يكون للرجل على الرجل إلى أجل ، فإذا أحل الحق قال : أتقضي أم تربي ، فإن قضى أخذ وإلا زاده في حقه ، وأخر عنه فى الأجل " . (ص/۲۷۹)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحلّ الله البيع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه﴾ . (سورة المائدة : ۹۰) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۶، ۴۷، کراچی، جامع الفتاوی:۶/۱۸۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار وأن المخاطرة من القمار . (۱/۳۲۹ ، باب تحريم الميسر ، سورة البقرة ، بيروت)

مقروض کی کسی چیز سے نفع اٹھانا

مسئلہ (۳۵۶): کسی شخص پر کسی کا قرض ہو، اور اس کے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے قرض خواہ اُس کی کوئی چیز اٹھا کر لے جائے اور اسے استعمال کرے، تو اس کا یہ عمل شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ قرض کی بنیاد پر فائدہ اٹھانا ہے، جو شرعاً ناجائز ہے[1]، البتہ مقروض، قرض کی ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود، قرض ادا نہ کرے، تو فقہاء کرام نے قرض خواہ کے لیے مقروض کی کسی بھی چیز کو لینے کی اجازت دی ہے، لیکن اس صورت میں جو بھی چیز لی جائے گی، اگر اس کی قیمت قرض کی بقدر ہے، تب تو ٹھیک ہے، لیکن اگر اس کی قیمت زائد از قرض ہے، تو اس زائد قیمت کا واپس کرنا لازم ہوگا، ورنہ یہ بھی سود ہوگا، جو ناجائز وحرام ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " فیض القدیر للمناوي " : عن علي قال : قال رسول الله ﷺ : " کل قرض جر نفعاً فهو رباً " . (۲۸/۵)

(۲) ما في " رد المحتار " : قال الحموي في شرح الکنز نقلا عن العلامة المقدسي ، عن جده الأشقر ، عن شرح القدوري للأخصب : إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس کان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق ، والفتوی الیوم علی جواز الأخذ عند القدرة من أي مال کان لا سیما في دیارنا لمداومتهم العقوقَ ، عفاء علی هذا الزمان فإنه زمان عقوق لا زمان حقوق ، وکل رفیق فیه غیر مرافق ، وکل صدیق فیه غیر صدوق . (۹۵/۵ ، مکتبه نعمانیه)

(کفایت المفتی: ۱۴۰/۸)

انکم ٹیکس محکمے کو رشوت دینا

مسئلہ (۳۵۷): رشوت کا دینا اور لینا دونوں حرام ہے[۱]، البتہ دفعِ ظلم اور اپنا حق وصول کرنے کے لیے بحالتِ مجبوری رشوت دینے کی گنجائش ہے، اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها إلى الحكّام لتأكلوا فريقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ . (سورة البقرة :۱۸۸)

ما في " روح المعانى " : (الباطل) الحرام كالسرقة والغصب وكل ما لم يأذن بأخذه الشرع . (۱۰۵/۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي في الحكم" . (۲۴۸/۱ ، أبواب الأحكام ، ما جاء في الراشي . الخ)

(۲) ما في " رد المحتار " : ثم الرشوة أربعة أقسام : .... الثالث : أخذ المال ليسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع ، وهو حرام على الآخذ فقط . (۳۵/۸)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۸/ ۴۵۵، ۴۵۶، کراچی)

دھان وغیرہ میں پانی ملاکر فروخت کرنا

مسئلہ (۳۵۸): آج کل بہت سے مسلمان تاجر؛ دھان وغیرہ میں پانی ملاکر فروخت کرتے ہیں، جب کہ مسلمان کی شان کسی کو دھوکہ دینے کی نہیں ہوتی ہے، لیکن اگر کسی شخص نے ایسا کرلیا تو وہ سخت گنہگار ہوگا، اور پانی ملانے کی وجہ سے جس قدر وزن میں اضافہ ہوا، اس کے مقابل قیمت وعوض بھی شرعاً حرام ہے، اس کا اصل مالک کو یا اس کے ورثاء کو لوٹانا واجب ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اصل مالک کی طرف سے نیت کر کے اس کا فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ؛ أن رسول الله ﷺ مرّ برجل يبيع طعاماً فسأله كيف تبيع ؟ فأخبره ، فأوحى إليه أن ادخل يدک فيه ، فأدخل يده فيه فإذا هو مبلول ، فقال رسول الله ﷺ : " ليس منا من غشّ " .

(ص/ ۴۸۹ ، كتاب البيوع ، باب في النهي عن الغشّ)

ما في " مشكوٰة المصابيح " : عن واثلة بن الأسقع قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "من باع عيباً لم ينبه لم يزل في مقت الله أو لم تزل الملائكة تلعنه " . رواه ابن ماجه .

(ص/ ۲۴۹ ، كتاب البيوع ، باب المنهي عنها من البيوع ، الفصل الثالث)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بالقول أو بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۳۱/ ۲۱۹)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدّق به بنية صاحبه .

(۷/ ۲۲۳، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً) (فتاویٰ محمودیہ:۱۶/ ۱۴۵،کراچی)

تعلیمی تاش کا استعمال اور خرید وفروخت

مسئلہ (۳۵۹): تعلیمی تاش فی نفسہٖ مالِ متقوم ہے، اس کی خرید وفروخت جائز ہے [۱]، لیکن تاش کھیلنا بسا اوقات پیش خیمہ وذریعہ ہوتا ہے قمار کا؛ کہ اس پر مالی ہار جیت کا معاملہ ہونے لگتا ہے، اس لیے اس کی خرید وفروخت اور کھیل سے بچنا چاہیے [۲]، نیز اس کو بلیک میلنگ سے بیچنا جب کہ یہ قانوناً منع ہے درست نہیں، کیوں کہ حکومتی مقرر کردہ قوانین کی خلاف ورزی ناجائز ہے، جب کہ اس میں شرعی مفسدہ نہ ہو۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن ادّخاره لوقت الحاجة والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم ، والتقوم يثبت بها وبإباحتها الإنتفاع به شرعاً .
(۷/۷ ، مطلب في تعريف المال والملك المتقوم ، البحر الرائق : ۵/۴۳۰ ، شرح المجلة: ص/۷۰ ، المادة : ۱۲۶ ، ۱۲۷ ، الفقه الإسلامي وأدلته) (جواہر الفقہ :۲/۳۵۲)

(۲) ما في " رد المحتار " : وما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۹/۴۲۶)
ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴۶ ، صلة الذرائع سدا)

(۳) ما في " رد المحتار " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض . " در مختار" . وفي الشامية : والأصل فيه قوله تعالى : " وأولى الأمر منكم " . [سورة النساء : ۵۹] . وقال عليه الصلاة والسلام : " اسمعوا وأطيعوا ولو أمر عليكم عبد حبشي أجدع " . وروي "مجدع " وعن ابن عمر أنه عليه الصلاة والسلام قال : " عليكم بالسمع والطاعة لكل من يؤمر عليكم ما لم يأمركم بمنكر " . ففي المنكر لا سمع ولا طاعة .
(۶/۳۱۹ ، مطلب في وجوب طاعة الإمام) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۴۰،کراچی،مسائل تجارت:ص/۲۴۸)

انعامی اسکیموں کے ساتھ خرید وفروخت

مسئلہ (۳۶۰): آج کل بہت ساری دوکانوں پر گراہکوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لیے خریدی گئی چیز کے ساتھ انعام بھی رکھا جاتا ہے، جس کی بنا پر لوگ ان اشیاء کو زیادہ سے زیادہ خریدتے ہیں، تو اگر خریدی ہوئی چیزوں کے ساتھ ہر خریدار کو انعام کے طور پر مزید کوئی چیز دی جاتی ہے، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، یہ فروخت کرنے والے کی طرف سے ایک طرح کا اضافہ ہے، اور فقہاء نے مبیع میں اضافہ کو جائز قرار دیا ہے، اور چوں کہ خریدار کو اپنے پیسے کی چیز مل جاتی ہے، اس لیے یہ صورت جوے کے دائرہ میں نہیں آتی، لیکن اب خریدنے والے کی نیت پر منحصر ہے، اگر خریدنے والے کا مقصود سامان خریدنا تھا، اس کے ساتھ انعامی کوپن مل گیا، اور اتفاق سے کوپن میں اس کا نام نکل آیا، تو اس میں کوئی قباحت نہیں[۱]، لیکن اگر اصل مقصود ہی انعامی کوپن حاصل کرنا تھا، اور اسی مقصد سے سامان خریدا گیا تھا[۲]، تو یہ صورت جائز نہ ہوگی، بلکہ یہ جوا کے حکم میں ہوگا۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نوازل فقهية معاصرة " : بناء على تعين المبيع والثمن وحصول كل مشترى على مبيعه المطلوب وتوزيع الجوائز من قبل الشركات من مكاسبها الخاصة ، يجوز هذا العمل ولو كان العوض الحاصل لأحد الجانبين مجهولاً أو محتملاً ، ويلتقى الواحد ويحرم الثاني يكون ذلک حسب قول الجصاص ، غير شاملة للميسر والقمارفلا بأس فيها ، وهذا هو رأى العلامة المفتى محمد شفيع من كبار العلماء هذا العصر . (۱/۳۲۷)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : " إنما الأعمال بالنيات " . (۱/۲)=

پاورلوم فیکٹری کے لائسنس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۶۱): پاور لوم فیکٹری لگانے کے لیے حکومت کی طرف سے تمام فیکٹریوں کو مشینوں کی تعداد کے اعتبار سے درآمدی لائسنس دیا جاتا ہے، تاکہ وہ دھاگہ درآمد کرے، مگر چھوٹے سرمایہ دار بڑے سرمایہ داروں سے اس درآمدی لائسنس کو بازار میں فروخت کردیتے ہیں، کیوں کہ ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا کہ وہ از خود دھاگہ درآمد کرسکیں، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لائسنس کوئی مادی چیز نہیں ہے، بلکہ دوسرے ملک سے دھاگہ درآمد کرنے کے حق کا نام ہے، اور یہ حق اصالۃً ثابت ہے، لہٰذا مال کے بدلے میں اس سے دست برداری جائز ہوگی[1]، نیز حکومت کی طرف سے یہ لائسنس حاصل کرنے میں بڑی کوشش، وقت اور مال صرف کرنا پڑتا ہے، اور

=(۳) ما في " صور من البيوع المحرمة والمختلف فيها " : فقد لو خط قيام بعض المؤسسات والمحلات التجارية بنشر اعلانات فی الصحف وغيرها عن تقديم جوائز لمن يشترى من بضائعهم المعروضة ، مما يغرى بعض الناس على الشراء من هذا المحل دون غيره أو يشترى سلعاً ليس له فيها حاجة طمعاً فی الحصول على إحدى هذه الجوائز ، وحيث أن هذا نوع من القمار المحرم شرعاً ، والمؤدي إلى أكل أموال الناس بالباطل ولما فيه من الاغراء والتسبب فی ترويج سلعته واكساد سلع الآخرين المماثلة ممن لم يتامر مثل مقامرته، لذلک أحببت تنبيه القراء أن هذا العمل محرم ، والجائزة التي تحصل من طريقة محرمة لكونها من الميسر المحرم شرعاً ، وهو القمار .

(ص/ ۳۱۸ ، حكم الجوائز التي تقدم من المؤسسات والمحللات التجارية)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي " : الأمور بمقاصدها . (۱/ ۱۱۳)

(فتاوى معاصرة : ص/ ۱۵۴ ، للشيخ محمد بن صالح العثيمين)

(کتاب الفتاوی: ۵/ ۲۴۷)=

اس لائسنس کے حامل کوایک قانونی پوزیشن حاصل ہوجاتی ہے، جس کا اظہار تحریری سرٹیفکٹ میں ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے حکومت یہ لائسنس رکھنے والے کو بہت سی سہولتیں مہیا کرتی ہے، اور تاجروں کے عرف میں یہ لائسنس بڑی قیمت رکھتا ہے، اور اس کے ساتھ اموال والا معاملہ کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ بات بعید نہیں ہے کہ خرید وفروخت کے جائز ہونے میں اسے مادی اشیاء کے ساتھ شامل کردیا جائے، لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ حکومت یہ لائسنس دوسرے آدمی کے نام منتقل کرنے کی اجازت دیتی ہو، اگر لائسنس کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام ہو، اور قانون دوسری کمپنی کی طرف اس کی منتقلی کی اجازت نہ دیتا ہو، تو اس لائسنس کی بیع جائز نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ اس صورت میں لائسنس کی فروختگی سے جھوٹ اور دھوکہ لازم آئے گا، اس لیے کہ لائسنس خریدنے والا بیچنے والے ہی کے نام سے استعمال کرے گا، نہ کہ اپنے نام سے، لہٰذا ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا(۲)، البتہ اگر لائسنس یافتہ شخص کسی کو اپنی طرف سے بیچنے اور خریدنے کا وکیل بنادے، تو اس صورت میں اس وکیل کے لیے اس لائسنس کے ذریعہ خرید وفروخت جائز ہوگی۔

الحجة علی ما قلنا :

=(١) ما في " رد المحتار " : فإنه قالوا : یجوز أخذ العوض علی وجه الإسقاط للحق ، ولا ریب أن النازع یستحق المنزول به . (٢٦/٧)

(٢) ما في " حاشیة البخاري " : " نهی النبي ﷺ عن النّجش " .

(صحیح البخاري : ٢/ ٢٨٧)

(فتاویٰ حقانیہ:٦/٦٣، ٦٤، فقہی مقالات:١/٢٢٣، اسلام اور جدید معاشی مسائل:٣/٨٤، حقوق اور ان کی خرید و فروخت:ص/١٩٣، ایضاح النوادر:ص/ ٤٩، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے:ص/١٣٠)

بچت سرٹیفکٹ

مسئلہ (۳۶۲): حکومت کی طرف سے مختلف قسم کے بچت سرٹیفیکٹ اور یونٹ وغیرہ جاری کیے جاتے ہیں، جوکہ چھ سال کے بعد دوگنا، اور دس سال کے بعد تین گنا قیمت کے ہوجاتے ہیں، شرعاً یہ زائد رقم سود کہلائے گی، اور حکومت بھی اس کو سود ہی سمجھتی ہے (۳)، لہٰذا اولاً اس طرح کی اسکیموں میں شرکت ہی نہ کی جائے، اور اگر نادانستہ طور پر شرکت کرلی گئی، تو اس سودی رقم کو لے کر غرباء وفقراء پر بلانیتِ ثواب تقسیم کردیا جائے، خود استعمال نہ کرے۔ (۴)

---

(۳) ما في " القرآن الکریم " : ﴿قالوٓا اِنّما البیع مثل الربوٰا وأحل اللّٰہ البیع وحرّم الرّبوٰا﴾ .
(سورۃ البقرۃ : ۲۷۵)
ما في " صحیح مسلم " : عن جابر رضی اللّٰہ تعالی عنه قال : " لعن رسول اللّٰہ ﷺ آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال : هم سواءٌ " . (۲/۲۷ ، باب الربوا)
ما في " التنویر مع الدر والرد " : هو لغة : مطلق الزیادۃ . وشرعاً : (فضل) ولو حکماً فدخل ربا النسیئة والبیوع الفاسدۃ فکلها من الربا .... (خال عن عوض) .... (بمعیار شرعي) وهو الکیل والوزن ... (مشروط) ذلک الفضل (لأحد المتعاقدین) ..... (في المعاوضة) .
(۷/۳۹۸ – ۴۰۱ ، کتاب البیوع ، باب الربا ، بیروت)
(الفتاوی الهندیة :۳/۱۱۷ ، کتاب البیوع ، الباب التاسع ، الفصل السادس)
(۴) ما في " رد المحتار " : الحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه علیهم ، وإلا فإن علم عین الحرام لا یحل له ویتصدق به بنیة صاحبه . (۷/۲۲۳ ، کتاب البیوع ، مطلب فیمن ورث مالا حراماً ، الفتاوی الهندیة :۵/۳۴۹ ، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس)

کچھ قسطیں ادا کر کے بقیہ قسطیں معاف

مسئلہ (۳۶۳): انٹر پرائز ایک تجارتی ادارہ ہے، جس کی تجارت کا طریقۂ کار یہ ہے کہ اس کے کچھ ممبر ہوتے ہیں، جو قسط وار اس ادارہ کو رقم جمع کراتے ہیں، اور ہر مہینہ قرعہ اندازی ہوتی ہے، جس ممبر کا نام نکل آتا ہے، ادارہ اس کو موٹر سائیکل، کار وغیرہ دیتا ہے، اور اب اسے بقیہ قسطیں بھی بھرنا نہیں پڑتی، جب کہ دوسرے ممبر جن کا ابھی نام نہیں نکلا برابر قسطیں جمع کرتے رہتے ہیں، شرعاً یہ معاملہ اپنی ابتدائی شکل میں تو فاسد ہے، کیوں کہ ثمن متعین نہیں، لیکن جب قرعہ اس کے نام نکل آیا اور پہلی ہی قسط کے بقدر پیسوں میں اسے وہ چیز دیدی گئی، تو یہ لین دین مستقل عقد بیع یعنی خرید وفروخت متصور ہوگا، اور چونکہ فریقین رضامند ہیں، مبیع اور ثمن متعین ہے، اس لیے انجام کار یہ معاملہ درست قرار پائے گا، اور پہلی ہی دفعہ قرعہ میں نام نکلنے والے پر موقوف نہیں ہوگا، بلکہ ہر بار نام نکلنے اور عوضین کے لینے اور دینے کے بعد ہی خرید وفروخت کا معاملہ مکمل ہوگا، ابتدائی مرحلہ میں قیمت اور مدت کے غیر متعین ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ فاسد ہوگا، یہ حکم معاملہ کی ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے، ورنہ اس کے پسِ پردہ بھی وہی قمار والا ذہن کارفرما ہے، اس لیے درحقیقت یہ بھی کراہت سے خالی نہیں، لہٰذا مسلمانوں کو اس طرح کی اسکیموں میں حصہ لینے سے دور رہنا چاہیے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " نوازل فقهية معاصرة " : الاعفاء عن الأقساط القادمة عند فوزه في القرعة ،=

مسائل التامین

☆......بیمہ کے مسائل......☆

میوچل فنڈ/ امدادِ باہمی

مسئلہ (۳۶۴): چندلوگوں نے مل کرایک فنڈ قائم کیا،جس میں ہرشخص اپنی تنخواہ میں سے کچھ روپئے جمع کرتا ہے،اور بوقت ضرورت ممبران میں سے جو بیمار ہوجائے اس کی مالی مدد کی جاتی ہے، اس فنڈ میں تجارتی اعتبار سے کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا،لہٰذا یہ صورت بلا کراہت جائز، بلکہ مستحب ہے، کیوں کہ اس کے کسی مرحلے میں سود یا قمار نہیں پایا جاتا ہے،اورنہ ہی کوئی چیز خلافِ شرع ہے، نیز علماء کرام کی طرف سے انشورنش اورامدادِ باہمی کی جو جائز صورتیں تجویز کی گئی ہیں،ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔(۱)

= هذه المعاملة فاسدة في المبدأ لعدم تعين الثمن ، لكنه إن فاز في القرعة وسلم له المطلوب مقابل قدر القسط الأول من المبلغ فيعتبر هذا التبادل عقد بيع مستقل يجوز نظراً إلى تراضي الجانبين وتعيين المبيع والثمن ، إذا قال : بعتك شاة من هذا القطيع فالبيع فاسد ، فإن عين البائع شاة وسلمه إليه ورضي به جاز ، ويكون ذلك ابتداء بيع بالمرضاة ، ولا يتوقف جوازه على الفوز في القرعة الأولى للقسط الأول وإنما يتم البيع في كل قرعة بتبادل العوضين وأما في المرحلة الابتدائية فيكون هذا العقد فاسداً بجهالة الثمن والأجل ، وهذا الحكم أيضاً في صورتها الظاهرة ، وإلا تعمل ورائه فكره القمار ولا تخلو من الكراهية وعلى المسلمين الحذر عنه . (۱/۳۲۸ ، البيع بالتقسيط)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأحسنوا ، إن الله يحب المحسنين﴾ . (البقرة : ۱۹۵)=

اضطراری حالت میں بیمہ

مسئلہ (۳۶۵): بیمہ چونکہ سود وقمار کی ایک شکل ہے، اس لیے اختیاری حالت میں بیمہ کرانا جائز نہیں ہے[۱]، البتہ اگر کسی ملک یا خطہ کی بدحالی ایسی ہوجائے کہ بغیر بیمہ کے جان ومال کا تحفظ متعذّر ہوجائے، یا قانونی مجبوری ہو، تو ایسی اضطراری حالت میں بیمہ کرانا درست ہے[۲]، البتہ اپنی جمع شدہ رقم سے زائد رقم کو خود کسی کام میں نہ لائے، بلکہ اس کے وبال سے بچنے کے لیے بلا نیتِ ثواب غرباء پر صدقہ کردے۔[۳]

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿وأحسنوا﴾ أي في الإنفاق في الطاعة . (۳٦۵/۲)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا ، نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ، ومن يسّر على معسر يسّر الله عليه في الدنيا والآخرة ، ومن سرّ على مسلم سرّ الله عليه في الدنيا والآخرة ، والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه " . (ص/٦٧٦ ، الأدب ، في المعونة للمسلم)

ما في " شرح مسلم للنووي " : فيه حديث أبي هريرة : من نفس عن مومن كربة إلى آخره ، وهو حديث عظيم جامع لأنواع من العلوم ، والقواعد ، والآداب ، وسبق شرح أفراد فصوله ، ومعنى نفس الكرابة : أزالها ، وفيه فضل قضاء حوائج المسلمين ، ونفعهم بما تيسّر من علم ، أو مال ، أو معاونة . (۲۹۰/۸ ، كتاب الذكر والدعاء والتوبة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (في عون أخيه) أي في قضاء حاجته ، وفيه إشارة إلى فضيلة عون الأخ على أموره . (۴۱۵/۱ ، كتاب العلم)

ما في " الموسوعة الفقهية ": يختلف الحكم التكليفي للإعانة بحسب أحوالها ، فقد تكون واجبة ، وقد تكون مندوبة ، وقد تكون مباحة أو مكروهة أو محرمة ، الإعانة المندوبة ، وتكون الإعانة مندوبة إذا كانت في خير لم يجب . (۱۹٦/۵ ، ۱۹۷ ، إعانة)=

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل اللّٰه البيع وحرّم الربوا﴾ . [سورة البقرة :٢٧٥] .
﴿يآيها الذين اٰمنوا اتقوا اللّٰه وذروا ما بقي من الربوآ إن كنتم مؤمنين ، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰه ورسوله﴾ . (سورة البقرة : ٢٧٨ ، ٢٧٩)
ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر رضي اللّٰه عنه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آكل الربا وموكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء " .
(٢/ ٢٧ ، كتاب البيوع ، آخر باب تحريم حبل الحبلة)
ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب﴾ .
(سورة المائدة : ٩٠)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وحقيقته تمليك المال على المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار . (٢/ ٥٨٢ ، المائدة ، باب تحريم الخمر)
(٢) ما في " الموافقات للشاطبي " : مجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل، والمال، والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة في كل ملة . (٢/ ٣٢٦ ، كتاب المقاصد)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " :" الضرورات تبيح المحظورات " . (١/ ٣٠٧)
ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : " الحاجة تنزل منزل الضرورة عامة وخاصة " .
(ص/ ٣٣ ، رقم المادة : ٣٢)
(٣) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (٧/ ٢٢٣ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً) (نظام الفتاوی: ١/ ١٩١، فتاوی محمودیہ: ١٦/ ٣٨٧، ٣٨٨، کراچی)
ما في " الموسوعة الفقهية " : والواجب في كسب الخبيث لتفريغ الذمة منه إلى أربابه إن علموا وإلا إلى الفقراء . (٣٩/ ٤٠٧ ، الكسب الناشي عن الميسر)

بیمہ کمپنی کے لیے بطور ایجنٹ کام کرنا

مسئلہ (۳۶۶): بیمہ کمپنیوں کا موجودہ نظام چونکہ سود وقمار پر قائم ہے، اس لیے بیمہ کمپنی کے لیے بطور ایجنٹ کام کرنا اور اس پر کمیشن لینا ناجائز ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التفسير المنير " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ وهو الذنب والمعصية ، وهي كل ما منعه الشرع .... ولا تعاونوا على التعدي على حقوق غيركم ، والإثم والعدوان يشمل كل الجرائم التي يأثم فاعلها . (۴۱۸/۳ ، سورة المائدة)

ما في " بذل المجهود " : أي آخذه ، سواء أكله بعد ذلک أم لا ؟ (وموكله) أي معطيه ، حدثني عبد الرحمن بن عبد اللّٰه بن مسعود ، عن أبيه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آكل الربا وموكله ، وشاهده ، وكاتبه " . أي الذي يكتب الشهادة . (وكاتبه) قال النووي : فيه تصريح بتحريم كتابة (المبايعة بين) المترابيين بأجر كان أو بغير أجر ، والشهادة عليهما ، وتحريم الإعانة على الباطل . (۱۸/۱۱ ، ۱۹ ، باب أكل الربا ، رقم الحديث : ۳۳۳۳)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آكل الربا وموكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲۷/۲ ، كتاب البيوع ، قديمي)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب﴾ .

(سورة المائدة : ۹۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وحقيقته تمليک المال على المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار . (۵۸۲/۲ ، المائدة ، باب تحريم الخمر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد حرص الشارع على سدّ الذرائع المفضية إلى الربا ، لأن ما أفضى إلى الحرام حرام ، وكل ذريعة إلى الحرام هي حرام . (۵۳/۲۲)

ما في " بدائع الصنائع ": الوسيلة إلى الحرام حرام . (۴۸۸/٦ ، كتاب الاستحسان)

(جدید مسائل کا حل :ص/ ۴۴٦)

جہاز میں روانہ کیے گئے مال کا بیمہ

مسئلہ (۳۶۷): جو مال جہاز میں روانہ کیا جاتا ہے، اگر مالکِ جہاز اس کا بیمہ کرے، اس طرح کہ کرایہ کی اصل مقدار سے دو چند یا سہ چند کرایہ لے کر مال بھرے، اور نقصان کا ذمہ دار ہو جائے کہ اگر مال فلاں مقام پر صحیح سالم نہیں پہنچا، تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا، تو اس صورت میں جہاز والا اجیر مشترک ہے، اور اصل مذہب کے اعتبار سے اجیر مشترک کے ضامن ہونے نہ ہونے کی چار صورتیں بنتی ہیں:

۱- جب مال کی ہلاکت فعلِ اجیر سے بتعدی ہو،

۲- جب مال کی ہلاکت فعلِ اجیر سے بدونِ تعدی ہو،

۳- جب مال کی ہلاکت بدونِ فعلِ اجیر ہو، اور اس سے بچنا ممکن نہ ہو،

۴- جب مال کی ہلاکت بدونِ فعلِ اجیر ہو، اور اس سے بچنا ممکن ہو،

پہلی دو صورتوں میں امام اور صاحبین رحمہم اللہ، تینوں کے نزدیک بالاتفاق ضمان لازم ہوتا ہے،

تیسری صورت میں بالاتفاق ضمان لازم نہیں ہوتا ہے،

اور چوتھی صورت میں امام کے نزدیک مطلقاً ضمان لازم نہیں ہوتا، جب کہ صاحبین کے نزدیک مطلقاً ضمان لازم ہوتا ہے،

پس اگر جہاز والے نے ان مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایسی صورت (جس کی حقیقت ضمانت ہے) میں بیمہ کیا، تب تو یہ بیمہ جائز ہے، اور اگر ایسی صورت میں بیمہ کیا جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان نہیں ہوتا، اس کا بیمہ کرنا جائز نہیں ہے، اور جس صورت میں ضمان کے وجوب اور عدمِ وجوب میں اختلاف ہے، اس میں چوں کہ

ضمان کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے اگر جہاز والے نے اس صورت میں بیمہ کرلیا، تو یہ بھی جائز ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) أما (كفالة المال) فـ (تصح ولو) المال (مجهولا به إذا كان) ذلک المال (دينا صحيحا) .... (و) الدين الصحيح (هو ما لا يسقط إلا بالأداء أو الإبراء) . (۷/۵۷۹ – ۵۸۱ ، كتاب الكفالة ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وهي أمانة) .... (فلا تضمن بالهلاک) إلا إذا كانت الوديعة بأجر . أشباه معزيا للزيلعي . (۸/۴۵۵ ، ۴۵۶ ، كتاب الإيداع ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا يضمن (أي الأجير المشترک) ما هلک في يده وإن شرط عليه الضمان ، لأن شرط الضمان في الأمانة باطل كالمودع .... خلافا للأشباه . (در مختار) . وفي الشامية : أي من أنه إن شرط ضمانه ضمن إجماعا ، وهو منقول عن الخلاصة وعزاه ابن الملک للجامع . وفي الشامية : قوله : (ولا يضمن الخ) اعلم أن الهلاک إما بفعل الأجير أو لا ، والأول إما بالتعدي أو لا والثاني أن يمكن الاحتراز عنه أو لا ، ففي الأول بقسميه يضمن اتفاقاً ، وفي ثاني الثاني لا يضمن اتفاقاً ، وفي أوله لا يضمن عند الإمام ، ويضمن عندهما مطلقًا . (۹/۷۷ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في " البحر الرائق " : والمتاع في يده (المشترک) غير مضمون بالهلاک ، وما تلف من عمله .... مضمون ، وفي البحر : (والمتاع في يده غير مضمون بالهلاک) يعني لا يضمن ما ذكر ، سواء هلک بسبب يمكن الاحتراز عنه كالسرقة أو بما لا يمكن كالحريق الغالب ، والفارة المكابرة ، وهذا عند الإمام ، وقالا : يضمن إلا إذا هلک بما لا يمكن التحرّز عنه ، لا عمر وعليا ضمناه ..... كما إذا هلک بفعله . (۸/۴۷ ، ۴۸ ، الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فالصاحبان (أبو يوسف ومحمد) والحنابلة اعتبروا التلف بفعله سواء كان عن قصد أو غير قصد ، أو بتقصير أو دونه موجباً للضمان تابعوا في ذلک عمر وعلياً حفظاً لأموال الناس ، ومثل ذلک إذا كان التلف بغير فعله ، وكان من الممكن دفعه .... أبو حنيفة إلى الضمان إذا كان التلف بفعله ، أو بفعل تلميذه ، سواء قصد أم لا، =

جہاز میں لدے ہوئے مال کا بیمہ

مسئلہ (۳۶۸): اگر بیمہ کمپنی جہاز میں لدے ہوئے مال کا بیمہ کرائے ، تو یہ مالکِ جہاز کی کفالت ہے، اور صحتِ کفالہ کے لیے اس حق کا مضمون ہونا شرط ہے[1]، لہٰذا اگر بیمہ کمپنی نے مال ہلاک ہونے کی صورتوں میں سے کسی ایسی صورت (جس کی حقیقت ضمانت ہے) میں بیمہ کیا ہے، جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان ہے، تو یہ بیمہ جائز ہے، اور اگر ایسی صورت میں بیمہ کیا ہے جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان نہیں ہے، تو بیمہ جائز نہیں ہے، لیکن اگر انتظامِ حفاظت کا پورا معاوضہ بیمہ کمپنی کو دیا جائے ، اور وہ اپنا خاص آدمی حفاظت ونگرانی کے لیے جہاز میں رکھے، تو اس صورت میں کمپنی کا بیمہ کرنا ہر حال میں جائز ہے، اس لیے کہ جس امانت کی حفاظت پر اجرت لی جاوے، اس کے تلف سے ضمان لازم ہوتا ہے۔[2]

=لأنه مضاف إلى فعله ، وهو لم يؤمر إلا بعمل فيه صلاح ، وعمل التلميذ منسوب إليه ، وإلى عدم الضمان إذا كان بفعل غيره ، وهو القياس . (۲/ ۲۹۷)

(۲) ما في " البحر الرائق " : وإن شرط الضمان على الأجير ، فإن كان فيما لا يمكن التحرز عنه لا يجوز بالإجماع، لأنه شرط لا يقتضيه العقد ، وإن كان قيما يمكن التحرز عنه يجوز عندهما خلافاً للإمام . (۸/ ۴۸ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير ، تبيين الحقائق :۶/ ۱۳۹، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير) (امداد الفتاویٰ: ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، جدید مسائل کا حل: ص/ ۴۴۸، ۴۴۹)

(۳) ما في " رد المحتار " : في الأشباه : من أنه إن شرط ضمانه ضمن إجماعاً ، وهو منقول عن الخلاصة ، وعزاه ابن ملك للجامع . (۹/ ۷۷ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في " الخلاصة " : فإن شرط عليه الضمان إذا هلك يضمن في قولهم جميعاً ، لأن الأجير المشترك إنما لا يضمن عند أبي حنيفة إذا لم يشترط عليه الضمان ، أما إذا شرط يضمن .

(۳/ ۱۳۷ ، كتاب الإجارة ، الجنس الرابع في الحمامي)=

ایکسیڈنٹ میں موت ہونے پر معاوضہ

مسئلہ (۳۶۹): اگر کسی شخص کا سرکاری بس سے ایکسیڈنٹ ہوگیا، اور وہ شخص جائے حادثہ پر ہی فوت ہوگیا، تو اس کے اہل خانہ کے لیے ڈرائیور کے خلاف مقدمہ دائر کرنا، اور حکومت سے معاوضہ لینا دونوں درست ہیں، اور معاف کردینا بہتر ہے [۱]، اس لیے کہ یہ حادثہ بہت سے بہت قتلِ خطا میں آسکتا ہے، اور قتلِ خطا میں قصاص یا قتل نہیں ہوتا [۲]، صرف دیت لازم آسکتی ہے، اور دیت میں ذمی مستامن ومسلم سب برابر ہیں [۳]، اور دیت میں صرف مال عوض میں لے سکتے ہیں، سزائے جسمانی کرانا درست نہیں، اور حق دارِ میت کو دیت کے معاف کرنے کا حق بھی ہوتا

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " البحر الرائق " : أما شرائط المكفول به ، فالأول أن يكون مضموناً على الأصل ديناً أو عيناً أو فعلاً ، ولكن يشترط في العين أن تكون مضمونة لنفسها .

(۳۴۵/۶ ، كتاب الكفالة ، بدائع الصنائع : ۶۰۷/۴ ، كتاب الكفالة ، شرائط الكفالة ، ما يرجع إلى المكفول به ، كذا في رد المحتار : ۴۳۲/۷ ، كتاب الكفالة)

ما في " تبيين الحقائق " : كفالة بالأعيان وهي نوعان : كفالة بأعيان مضمونة ، فتصح الكفالة بها . (۲۱/۵ ، كتاب الكفالة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وشرطها (الوديعة) كون المال قابلاً لإثبات اليد عليه ، وكون المودع مكلفاً شرط لوجوب الحفظ عليه (وهي أمانة فلا تضمن بالهلاک) إلا إذا كانت الوديعة بأجرٍ . "أشباه" . معزياً للزيلعي (مطلقاً) سواء أمكن التحرز أم لا .

(۳۹۵/۸ ، كتاب الإيداع)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : وذكر الزيلعي أن الوديعة بأجر مضمونة .

(۲۳۵/۲ ، كتاب الأمانات)=

ہے، اور معاف کردینا اولیٰ ہے، پس اگر حق دار دیت لے کر معاملہ صاف کرلے، یا صلح وغیرہ کے ذریعہ سے معاملہ صاف کرلے اور پھر مقدمہ دائر کرنے میں اس کی سزا کا ظن غالب ہو، اور مقدمہ دائر نہ کرنے میں اپنے کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو (خواہ قانونی یا غیر قانونی) تو مقدمہ دائر نہ کرے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن قتل مؤمناً خطأً فتحرير رقبةٍ مؤمنةٍ وَّديةٌ مسلمةٌ إلى أهله إلا أن يصدّقوا﴾ . (سورة النساء : ۹۲)

وما في " القرآن الكريم " : ﴿وجزآء سيّئةٍ سيّئةٌ مثلها فمن عفا واصلح فاجرهٗ على اللّٰه﴾ . (سورة الشورى : ۴۰)

(۲) ما في " الهداية " : والخطأ على نوعين : خطأ في القصد ، وخطأ في الفعل ..... وموجب ذلک الكفارة والدية على العاقلة . (۴/۵۴۵ ، باب الجناية البهيمة والجناية عليها)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل أن المرور في طريق المسلمين مباح بشرط السلامة فيما يمكن الاحتراز عنه ، ضمن الراكب في طريق العامة ما وطئت أو خطبت بيدها أو صدمت . (۱۰/۲۱۸، باب الجناية البهيمة والجناية عليها)

ما في " رد المحتار " : وضمن عاقلة كل فارس أو راحل دية الآخر إن اصطدما وماتا منه ، ليس على إطلاقه ، بل محمول على ما إذا تقابلا ، لما في " الاختيار " : سار رجل على دابة فجاء راكب من خلفه فصدمه فعطب المؤخر لا ضمان على المقدم ، وإن عطب المقدم فالضمان على المؤخر . وكذا في سفينتين . (۱۰/۲۲۲ ، كتاب الديات ، باب الجناية البهيمة والجناية عليها)

ما في " الهداية " : الراكب ضامن لما أوطأت الدابة ما أصابت بيدها أو رجلها أو رأسها ، أو كدمت أوخطبت ، وكذا إذا اصطدمت ...... والأصل أن المرور في طريق المسلمين مباح مقيد بشرط السلامة ، لأنه يتصرف في حقه من وجه ، وفي حق غيره من وجه ، لكونه مشتركاً بين كل الناس ، فقلنا بالإباحة بما ذكرنا ليعتدل النظر من الجانبين . (۴/۵۹۴ ، باب جناية البهيمة والجناية عليها)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والذمي والمستأمن والمسلم) في الدية (سواء) . (۱۰/۲۳۲ ، كتاب الديات ، بيروت) (منتخبات نظام الفتاوی:۱/۴۰۴)

کتاب الشرکۃ

☆......شرکت کے مسائل......☆

عقد شرکت اور اس کی قسمیں

مسئلہ (۳۷۰): دو یا دو سے زیادہ افراد (یا اشیاء) کا کسی محل عقد سے مخصوص ہو جانے کو عقد شرکت کہتے ہیں[۱]، عقد شرکت شرعاً جائز ہے۔[۲]

بنیادی طور پر شرکت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شرکت اباحت (۲) شرکت ملک (۳) شرکت عقد۔

(۱) شرکت اباحت: یہ ہے کہ عام لوگ کسی مباح چیز کے حق ملکیت میں شریک ہوں، جیسے جنگل کی لکڑیاں، سمندر کا پانی اور گھاس وغیرہ کہ ان میں یہ اُصول ہے کہ جو شخص بھی پہلے جا کر انہیں حاصل کر لے وہ ان کا مالک بن جاتا ہے۔

(۲) شرکت ملک: یہ ہے کہ کوئی چیز دو یا اس سے زائد افراد کے درمیان ملکیت میں؛ وراثت، خریداری، ہبہ یا کسی چیز پر قبضہ کرنے کی وجہ سے آ جائے اور ان کا مال آپس میں اس طرح مل جائے کہ کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔

پھر (عندالاحناف) شرکت ملک کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شرکت اختیاری (۲) شرکت غیر اختیاری۔

شرکت اختیاری: یہ ہے کہ جس میں دو یا اس سے زائد شرکاء اپنے اختیار سے کسی چیز کی ملکیت میں شریک ہو، جیسے دونوں نے مل کر کوئی سامان خریدا، وغیرہ۔

شرکت غیر اختیاری: یہ ہے کہ دونوں کے کسی اختیار کے بغیر کوئی چیز ان کی ملکیت میں

آجائے، جیسے ترکہ میں ورثاء کو حصہ مل جائے۔

(۳) شرکت عقد: یہ ہے کہ جس میں دو یا کئی افراد ایجاب وقبول کے ذریعے ایسا معاملہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مال کو نفع بخش تجارت میں لگاتے ہیں، اور حاصل ہونے والا نفع طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔

پھر شرکت عقد کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

(۱) شرکت اموال (۲) شرکت اعمال، (۳) شرکت وجوہ۔

(۱) شرکت اموال: یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد اپنا متعین سرمایہ اس شرط پر لگائیں کہ ان میں سے ہر ایک یا بعض افراد کام کریں گے، اور نفع دونوں میں طے شدہ نسبت سے تقسیم ہوگا، جیسے زید اور عمرو نے آپس میں اس طرح شرکت کی کہ زید نے تیس لاکھ اور عمر نے بیس لاکھ روپئے لگائے اور کوئی نفع بخش کاروبار اس شرط پر شروع کیا کہ حاصل ہونے والے نفع کا ساٹھ فیصد زید کو اور چالیس فیصد عمر کو ملے گا۔

(۲) شرکت اعمال: یہ ہے کہ دو یا زائد افراد کوئی ایسا کاروبار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اُجرت پر کیے جائیں، اور جو کمائی ہو اس میں دونوں شریک ہوں، مثلاً: دو دَرزی آپس میں اس بات پر اشتراک کرلیں کہ ہمارے پاس جو بھی کپڑا آئے گا ہم اسے مل کر سئیں گے، اور جو اجرت ہوگی اسے آدھا آدھا تقسیم کرلیں گے۔ مختلف پیشہ ور لوگ جیسے ڈاکٹر، انجینئر، کارپینٹر وغیرہ بھی اس طرح کی شرکت کرسکتے ہیں، اسے شرکت ابدان، شرکت صنائع اور شرکت تقبُّل بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) شرکت وجوہ: یہ ہے کہ شرکاء کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا، وہ اپنی وجاہت اور تجارتی ساکھ کی بنیاد پر سامان اُدھار لاتے ہیں، اور آگے فروخت کرکے نفع حاصل

کرتے ہیں، جو ان میں طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔

پھر ان قسموں میں سے ہر ایک کی دو مزید قسمیں ہیں:

(۱) شرکت مفاوضہ (۲) شرکت عنان۔

شرکت مفاوضہ: یہ ہے کہ شرکت کے اندر شرکاء کا سرمایہ برابر برابر ہو، اور ان کے حقوق تجارت، عمل اور نفع بھی بالکل برابر ہو۔ اس میں ہر شریک دوسرے کی طرف سے وکیل بھی ہوتا ہے اور کفیل (ضامن) بھی ہوتا ہے۔

شرکت عنان: یہ ہے کہ شرکاء کا سرمایہ اور ان کے حقوق تجارت، عمل اور نفع کا برابر ہونا ضروری نہیں۔ اس میں ہر شریک دوسرے کی طرف سے وکیل تو ہوتا ہے، لیکن کفیل نہیں ہوتا۔ (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۱۶۵-۱۶۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي " المنافع " : الشركة : اختصاص الشريكين فصاعدا بمحلة واحدةٍ ، وقال : إنها عبارة عن الإختلاط بحيث لا يعرف أحد النصيبين من الآخر . (۴/ ۳۲۹ ، كتاب الشركة ، الدر المنتقى شرح الملتقى مع مجمع الأنهر : ۲/ ۵۴۲)

ما في " فتاوى النوازل " : وهى عبارة عن اختلاط النصيبين ولا يعرف أحدهما الآخر ، ويعلق على العقد وإن لم يوجد الإختلاط . (ص/ ۲۱۶)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۱۶۴، شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/ ۱۱۱)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن كثيرا من الخلطآء ليبغي بعضهم على بعض إلا الذين اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وقليل ما هم﴾ . (سورة صٓ : ۲۴)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبی هريرة رضي الله تعالى عنه رفعه قال : " إن الله تعالىٰ يقول : أنا ثالث الشريكين ما لم يخن أحدهما صاحبه ، فإذا خانه خرجت من بينهم " . (۲/ ۴۸۰ ، باب في الشركة)

ما في " المبسوط للسرخسي " : الأصل في جواز الشركة ما روي ان سائب بن شريک جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أتعرفني ؟ فقال : صلوات الله وسلامه عليه و كيف لا أعرفک=

موجودہ کمپنیوں کی شرعی حیثیت

مسئلہ (۳۷۱): موجودہ کمپنیاں شرکت کی پانچویں قسم یعنی شرکت العنان میں داخل ہیں، کیوں کہ عامۃً موجودہ کمپنیوں میں دو یا زیادہ افراد اس طرح شریک ہوتے ہیں کہ ہر ایک کا سرمایہ، عمل، حقوق ونفع مساوی نہیں ہوتا، بلکہ اس میں ہر شریک دوسرے کا صرف وکیل ہوتا ہے، کفیل نہیں ہوتا، مثال کے طور پر اگر زید اور عمر مل کر شرکت کریں، اور زید ایک ہزار روپئے کا سرمایہ لگائے اور عمر ڈیڑھ ہزار روپئے کا سرمایہ لگائے، اور منافع بھی اسی تناسب سے طے کرلیں، تو یہ شرکت عنان کہلائے گی، جو شرعاً جائز ہے۔ (۱)

= وكنت شريكي وكنت خير شريك لا تدارى ولا تمارى أى لا تداجى ولا تخاصم ، وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس يفعلون ذلک فأقرهم عليه ، وقد تعامله الناس من بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا من غير نكير . (۱۱/۱۶۲)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمسلمون أجمعوا على جواز الشركة في الجملة . (۳۸۷۷/۵ ، مشروعية الشركة)

ما في " فتاوى النوازل " : وهي جائزة لأن النبي صلى الله عليه وسلم بعث والناس يتعاملون بها ، فقرره النبي صلى الله عليه وسلم . (ص/۳۱۶ ، كتاب الشركة) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/۱۳۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شركة العقود : هي عبارة عن العقد الواقع بين اثنين فأكثر للاشتراک في مال وربحه ، وهو تعريف الحنفية السابق . وهي أنواع خمسة عند الحنابلة : شركة العنان وشركة المفاوضة وشركة الأبدان ، وشركة الوجوه والمضاربة ، وقسمها الحنفية إلى ستة أنواع : وهي شركة الأموال وشركة الأعمال وشركة الوجوه ، وكل نوع من هذه الأنواع إما مفاوضة وإما عنان .... واتفق العلماء على أن شركة العنان جائزة صحيحة . (۳۸۷۸/۵ ، الفصل الخامس ؛ الشركات)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الكلام في الشركة بالأموال ، فأما العنان فجائز بإجماع=

شریک کا تصرف

مسئلہ (۳۷۲): شریک کے لیے مشترک کاروبار کے سامان میں تصرف کرنا جائز ہے۔ (۱)

= فقهاء الأمصار ، ولتعامل الناس ذلک في کل عصر من غير نکير ، وما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن . (۷/ ۵۰۶ ، کتاب الشرکة ، فصل في جواز الأنواع الثلاثة ، بيروت)
ما في " منهاج المسلم لأبي بکر الجزائري " : شرکة العنان : هي أن يشترک شخصان فأکثر ممن يجوز تصرفهم فی جميع قدر من المال موزعاً عليهم أقساطاً معلومة ، أو اسهما معينة محددة ، يعملون فيه معا لتنميته ويکون الربح بينهم بحسب اسهمهم في رأس المال .
(ص/ ۲۹۹ ، الباب الخامس في المعاملات) (امداد الفتاوی:۳/۴۹۴، ۴۹۵،شرکت ومضاربت عصر حاضر میں:ص/۱۸۵، ۲۱۳، ۳۲۰،اسلام اور جدید معاشی مسائل:۷/ ۲۰۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولکل من شريکي العنان والمفاوضة أن يستأجر من يتجر له أو يحفظ المال (ويبضع) أي يدفع المال بضاعة ، بأن يشترط الربح لرب المال (ويودع) ويعير (ويضارب) لأنها دون الشرکة فتضمنتها (ويوکل) أجنبياً ببيع وشراء ...... ويبيع بما عز وهان . خلاصة . (بنقد ونسيئة) . بزازية . (ويسافر) بالمال له حمل أو لا . هو الصحيح . (۶/ ۴۹۰ ، ۴۹۱ ، کتاب الشرکة ، بيروت)
ما في " الفتاوی الهندية " : ويقول وذلک کله فی أيديهما يشتريان به ويبيعان جميعاً وشتی ، ويعمل کل واحد منهما برأيه ويبيع بالنقد والنسيئة .
(۲/ ۳۲۰ ، شرکة العنان ، مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر: ۲/ ۵۵۵ ، تبيين الحقائق شرح کنز الدقائق : ۴/ ۲۴۹ ، بدائع الصنائع : ۵/ ۹۱) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں:ص/ ۲۰۷)

شریک کا عقد شرکت سے نکلنا

مسئلہ (۳۷۳): عقد شرکت میں سے کوئی شریک اگر نکلنا چاہے، تو نکل سکتا ہے، اب جو شریک کاروبار کریگا پوری آمدنی اسی کی ہوگی، اور جو شریک نکل گیا وہ صرف اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کا حق دار ہوگا۔ (۱)

عقد شرکت میں نفع کی تعیین نہ ہو

مسئلہ (۳۷۴): جب عقد شرکت میں شرکاء نے تقسیم نفع کی کوئی قید نہ لگائی ہو، تو نفع رأس المال کے مطابق تقسیم ہوگا، اگر رأس المال دونوں کا برابر ہو تو منافع برابر ہوں گے، ورنہ رأس المال کی کمی بیشی کی صورت میں منافع بھی کم وبیش ہوں گے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : اشتركا واشتريا امتعة ثم قال أحدهما : لا أعمل معک بالشركة وغاب فباع الحاضر الأمتعة فالحاصل للبائع وعليه قيمة المتاع ، لأن قوله : لا أعمل معک فسخ للشركة معه وأحدهما يملک فسخها ، وإن كان المال عروضاً بخلاف المضاربة وهو المختار . (۶/۳۹۰ ، فصل في الشركة الفاسدة ، البحر الرائق :۵/۳۰۹ ، فصل في الشركة الفاسدة) (فتاوی حقانیہ:۶/۳۳۵،۳۳۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا انكسر أحد الشريكين الشركة ومال الشركة أمتعة كان هذا فسخاً للشركة . كذا في الظهيرية . (۲/۳۳۵ ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)

(۲) ما في " رد المحتار " : فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤوس أموالهما .
(۶/۳۷۰ ، مطلب شركة العقد)

ما في " الفتاوى الهندية " : أما شرط جوازها تكون رأس المال عيناً حاضراً أو غائباً عن=

عقد شرکت کب ختم ہوتا ہے؟

مسئلہ (۳۷۵): اگر عقد شرکت میں تین یا زائد شرکاء تھے، ان میں سے ایک شریک لگاتار پاگل رہا یا مر گیا، تو عقد شرکت باقی نہیں رہے گا۔ [1]

=مجلس العقد لكن مشار إليه والمساواة في رأس المال ليست بشرط ، ويجوز التفاضل في الربح مع تساويهما في رأس المال . كذا في محيط السرخسي . (۳۱۹/۲)

ما في " البحر الرائق " : والربح بينهما على قدر رأس مالهما .

(۱۸۹/۵ ، كتاب الشركة ، دار المعرفة بيروت ، مجمع الأنهر : ۵۵۳/۲)

(فتاویٰ حقانیہ: ۳۲۵/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : وتبطل الشركة بموت أحدهما ...... وبجنونه مطبقاً .

(۳۹۴/۶ ، فصل في الشركة الفاسدة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ثالثاً : جنون أحدهما جنوناً مطبقاً وهو لا يصير مطبقاً إلا بعد أن يستمر شهرا أو سنةً كاملةً فلا تنتهي الشركة إلا إذا مضت هذه المدة بعد ابتدائه ، رابعاً : موت أحدهما لأن الموت تبطل للوكالة . (۸۸/۲۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : وتبطل الشركة بموت أحدهما علم به الشريک أو لا .

(۳۳۵/۲ ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)

ما في " البحر الرائق " : وتبطل الشركة بموت أحدهما لأنها تتضمن الوكالة ولا بد منها لتحقق الشركة على ما مر والوكالة تبطل بالموت . (۳۰۸/۵ ، فصل في الشركة الفاسدة)

عقدِ شرکت میں نفع کی زیادتی کی شرط

مسئلہ (۳۷۶): اگر دو درزی شرکت کا عقد اس طرح کریں؛ کہ دونوں مل کر کپڑے سئیں گے، اور ملنے والا نفع (اجرت) دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کریں گے، اور ان میں ایک درزی زیادہ کام کرتا ہے، دوسرا کم، تو اس درزی کے عمل کی زیادتی سے وہ نفع کی زیادتی کا حق دار نہیں ہوگا، بلکہ نفع ان کے اس طے شدہ معاہدہ کے مطابق ہی تقسیم ہوگا[1]، ہاں! اگر شروع عقد میں ہی عمل کی زیادتی پر نفع کی زیادتی کی شرط لگائی گئی ہو، تو پھر اسی کے مطابق نفع کا حق دار ہوگا، اس لیے کہ نفع میں زیادتی کا حق؛ عمل یا مال یا ضمان کے سبب سے ہوتا ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : شركة الأعمال : وتسمى أيضاً شركة صنائع وأبدان ، وهي أن يتفق صانعان أم خياطان ، أو خياط وصباغ مثلاً على أن يتقبلا الأعمال التي يمكن استحقاقها ، ويكون الكسب بينهما على ما شرطا مطلقاً ، سواء شرطا الربح على السواء أو متفاضلا ، وسواء تساويا في العمل أو لم يتساويا فيه .

(۵/ ۴۱ ، الشركات ، شركة الأعمال)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الشركة بالأعمال فهو أن يشتركا على عمل من الخياطة أو القصارة أو غيرهما ، فيقولا : اشتركنا على أن نعمل فيه على أن ما رزق الله عزّ وجلّ من أجرة فهي بيننا على شرط كذا . (۷/۵۰۳ ، كتاب الشركة)

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : قال : (والشريكان في العمل إذا غاب أحدهما أو مرض أو لم يعمل وعمل الآخر فالربح بينهما على ما اشترطا) لما روي أن رجلاً جاء إلى النبي ﷺ فقال : أنا أعمل في السوق ولي شريك يصلي في المسجد ، فقال رسول الله ﷺ : " لعلّك بركتك منه " . والمعنى أن استحقاق الأجر بتقبل العمل دون =

شریک مرتد ہوگیا

مسئلہ (۳۷۷): اگر عقد شرکت میں تین یا زائد شریک تھے، ان میں سے ایک شریک مرتد ہوگیا، تو عقد شرکت باطل ہوجائے گا، کیوں کہ مرتد ہونا موتِ حکمی ہے، اور ایک شریک کی موت سے شرکت باطل ہوجاتی ہے۔ (۱)

=مباشرة ، والتقبل كان منهما وإن باشر العمل أحدهما . (۱۱/۱۷۱ ، كتاب الشركة)
(الفقه الإسلامي وأدلته : ۳۸۸۷/۵ ، عقد الإيجار ، شركة الأعمال)
ما في " بدائع الصنائع " : إذا عرف هذا فنقول : إذا شرطا الربح على قدر المالين متساوياً أو متفاضلاً ، فلا شك أنه يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط سواء شرطا العمل عليهما أو على أحدهما ..... وإن كان المالان متساويان فشرطا لأحدهما فضلاً على أحدهما ...... وإن كان المالان متساويان فشرطا لأحدهما فضلاً على ربح ، ينظر ان شرطا العمل عليهما جميعاً جاز والربح بينهما على الشرط فى قول أصحابنا الثلاثة ...... أما عندنا : فالربح تارةً يستحق بالمال ، وتارةً بالعمل وتارةً بالضمان على ما بينا ، وسواء عملا جميعاً ، أو عمل أحدهما ، دون الآخر ، فالربح بينهما يكون على الشرط لأن استحقاق الربح فى شركة الأعمال بشرط العمل لا بوجود العمل . (۵۱۸/۷، كتاب الشركة ، الفقه الإسلامى وأدلته:۳۹۰۱/۵ ، عقد الإيجار ، ثالثاً : تعريف شركة الأعمال ، المبسوط للسرخسي : ۱۱/۱۷۱ ، كتاب الشركة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۰۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وتبطل الشركة) أى شركة العقد (بموت أحدهما علم الآخر أو لا لأنه عزل حكمي (ولو حكماً) بأن قضى بلحاقه مرتداً .
(۳۹۴/۶ ، ديوبند ، و۵۰۴/۶ ، كتاب الشركة ، بيروت)
ما في " البحر الرائق " : وتبطل الشركة بموت أحدهما ولو حكماً والموت الحكمي الالتحاق بدار الحرب مرتدا. (۳۰۸/۵ ، فصل في الشركة الفاسدة)
ما في " الفتاوى الهندية " : وتبطل الشركة بموت أحدهما علم به الشريک أو لا ولو =

شرکت مع المضاربت

مسئلہ (۳۷۸): ایکسپورٹر کسی چیز کے بنانے کا آرڈر لیتا ہے، لیکن اس کے پاس آرڈر کا مال تیار کرنے اور اسے سپلائی (ڈسکاؤنٹنگ) کرنے کے لیے پیسہ نہیں ہوتا، تو وہ بینک یا مالیاتی ادارہ سے مشارکہ کرتا ہے کہ آپ میرا مالی تعاون کریں اور میں بھی اپنا کچھ پیسہ لگا کر آرڈر کا مال تیار کرتا ہوں، پھر نفع کو آپس میں تقسیم کرلیں گے، تو اس طرح کا معاملہ کرنا شرکت مع المضاربت کہلاتا ہے، جو جائز ہے، کیوں کہ اس صورت میں مضاربت اصل ہے، کہ مال بینک یا مالیاتی ادارے کا ہے، اور محنت ایکسپورٹر کی ہے، لیکن ایکسپورٹر اپنا کچھ مال بھی لگوا رہا ہے، اس لیے اس شرکت کو بالتبع مانیں گے، اور نفع ان کے درمیان ان کی شرط کے مطابق تقسیم ہوگا۔ (۱)

=كان الموت حكمياً بأن قضى بلحاقه مرتداً . (۲/۳۳۵، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : خامساً : ذهب الحنفية إلى أن القضاء بلحاق أحدهما بدار الحرب مرتداً تنتهي به الشركة لأنه بهذا يصير في أهل دار الحرب ، والقضاء به عندهم موت حكمي . (۲۶/۸۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قالت الأنصار للنبي ﷺ : " أقسم بيننا وبين إخواننا النخيل ، قال : لا ، فقالوا : تكفونا المؤنة ونشرككم في الثمرة ، قالوا : سمعنا وأطعنا " . (ص/۳۰۷ ، كتاب الحرث والمزارعة ، باب اكفني مؤونة النخل أو غيره وتشركني في الثمر ، رقم الحديث : ۲۳۲۵)

ما في " فتح الباري " : فكره (رسول الله ﷺ) أن يخرج شيء من عقار الأنصار عنهم ، فلما فهم الأنصار ذلک جمعوا بين المصلحتين امتثال ما أمرهم له ، وتعجيل مواساة إخوانهم المهاجرين فسألوهم أن يساعدوهم في العمل ويشركوهم في الثمر . =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(۵/۱۳ ، كتاب الحرث والمزارعة ، باب اكفني مؤونة النخل)

ما في " شرح ابن بطال " : فأشركهم في الثمرة على أن يكفوهم المؤنة والعمل في النخيل ، وتبقى رقب النخل للأنصار ، وهذه هي المساقة بعينها .

(۳۸۰/٦ ، كتاب المزارعة ، باب إذا قال اكفني مؤنة النخل)

ما في " رد المحتار " : وفي النهر : اعلم أنهما إذا شرطا العمل عليهما أن تساويها مالا وتفاوتا ربحاً جاز عندعلمائنا الثلاثة خلافاً لزفر ، والدرج بينهما على ما شرطا وإن عمل أحدهما فقط ، وإن شرطاه على أحدهما ، فإن شرطا الربح بينهما بقدر رأس مالهما جاز ...... وإن شرطا الربح للعامل أكثر من رأس ماله جاز أيضاً على الشرط ، ويكون مال الدافع عند العامل مضاربة . (۳۷۹/٦ ، كتاب الشركة ، مطلب في دعوى الشريك أنه أدّى الثمن)

ما في " النهر الفائق " : وتصح مع التساوي في المال دون الربح وعكسه وببعض المال . "كنز الدقائق" . قوله : (وتصح) شركة العنان (مع المتساوي) وهو التفاضيل في المال دون الربح . (۳۰۰/۳ ، كتاب الشركة ، كذا في العناية : ۴۱۵/۳ ، كتاب الشركة)

(جدید مسائل کا حل: ص/ ۲۲۹، ۲۳۰، احسن الفتاوی: ۴۰۳/٦)

شرکۃ الاعمال (شرکۃ الابدان)

مسئلہ (۳۷۹): دو یا دو سے زائد افراد کوئی ایسا کاروبار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اُجرت پر کیے جائیں، اور جو بھی کمائی ہو اس میں تمام شرکاء شریک ہوں، مثلاً: دو دَرزی آپس میں اس بات پر اشتراک کرلیں کہ ہمارے پاس جو بھی کپڑا آئیگا ہم اسے مل کر سئیں گے، اور جو اجرت ہوگی اسے آدھا آدھا تقسیم کرلیں گے۔ مختلف پیشہ ور لوگ جیسے ڈاکٹر، انجینئر، کارپینٹر وغیرہ بھی اس طرح کی شرکت کر سکتے ہیں، اسے شرکت ابدان، شرکت صنائع اور شرکت تقبُّل بھی کہا جاتا ہے[1]، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس طرح کی شرکت جائز ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شركة الأعمال : أن يشترك اثنان على أن يتقبلا في ذمتهما عملا من الأعمال ، ويكون الكسب بينهما كالخياطة والحدادة ونحوها . (۵/۳۸۸۷ ، تعريف شركة الأعمال) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں:ص/۱۸۲،فقہ حنفی قرآن وحدیث کی روشنی میں:۲/۱۰۰)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : شركة الأعمال : أن يتفق صانعان خياطان أو خياط وصباغ مثلاً على أن يتقبلا الأعمال التي يمكن استحقاقها ويكون الكسب بينهما على ما شرطا .

(۵/۴۱ ، شركة الأعمال ، بدائع الصنائع : ۵/۷۴ ، كتاب الشركة)

(۲) ما في " منهاج المسلم " : والأصل في جوازها ما رواه أبو داود من أن عبد الله وسعدا وعمارا اشتركوا يوم بدر فيما يحصلون عليه من أموال المشركين فلم يجئ عمار وعبد الله بشيء وجاء سعد بأسيرين فأشرك بينهم النبي ﷺ وكان ذلك قبل مشروعية قسمة الغنائم .

(ص/۳۰۰ ، شركة الأبدان)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شركة الأعمال جائزة عند المالكية والحنفية والحنابلة والزيدية ، لأن المقصود منها تحصيل الربح وهو ممكن بالتوكيل . (۵/۳۸۸۷ ، بدائع الصنائع :۵/۷۶ ، المغني لإبن قدامة : ۵/۱۱۱) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۱۷۰)

غائب شریک نفع کا حق دار ہوگا

مسئلہ (۳۸۰): اگر شرکۃ الاعمال (شرکۃ الابدان) میں دو شخصوں نے کام شروع کیا، اور درمیان ہی میں ان دو شریکوں میں سے ایک بیمار ہو گیا، یا چند دنوں کے لیے سفر پر چلا گیا، اور کام دوسرے شریک نے کیا، تو اس صورت میں بھی شریک غائب طے شدہ حصہ کا حق دار ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط " : قال : (والشريكان في العمل إذا غاب أحدهما أو مرض أو لم يعمل وعمل الآخر فالربح بينهما على ما اشترطا) لما روي أن رجلا جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أنا أعمل في السوق ولي شريك يصلي في المسجد فقال رسول الله ﷺ : " لعلك بركتك منه " . والمعنى أن استحقاق الأجر بتقبل العمل دون مباشرته ، والتقبل كان منهما وإن باشر العمل أحدهما . ألا ترى أن المضارب إذا استعان برب المال في بعض العمل كان الربح بينهما على الشرط . أو لا ترى أن الشريكين في العمل يستويان في الربح وهما لا يستطيعان أن يعملا على وجه يكونان فيه سواء وربما يشترط لأحدهما زيادة ربح لحذاقته وإن كان الآخر أكثر عملا منه فكذلك يكون الربح بينهما على الشرط ما بقي العقد بينهما وإن كان المباشر للعمل أحدهما ويستوي إن امتنع الآخر من العمل بعذر أو بغير عذر ؛ لأن العقد لا يرتفع بمجرد امتناعه من العمل واستحقاق الربح بالشرط في العقد .

(۱۱/۱۷۱ ، كتاب الشركة ، بيروت ، بدائع الصنائع :۷/۵۴۳ ، كتاب الشركة ، بيروت ، رد المحتار :۶/۴۹۹ ، مطلب في شركة التقبّل ، بيروت)

ما في " المختصر القدوري " : وأما شركة الصنائع .... فإن عمل أحدهما دون الآخر فالكسب بينهما نصفان . (ص/۴۱۱ ، كتاب الشركة ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۳/۲۲۴ ، فصل في شركة الأعمال) (قاموس الفقہ :۴/۱۹۰)

شرکۃ الوجوہ

مسئلہ (۳۸۱): شرکاء کے پاس سرمایہ نہ ہو، بلکہ اپنی تجارتی ساکھ کی بنیاد پر اُدھار مال خرید کر فروخت کریں، اور حاصل ہونے والے نفع کو طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم کرلیں، اس کو شرکۃ الوجوہ کہتے ہیں، احناف کے نزدیک یہ شرکت جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) اما (وجوه) .... (إن عقداها على أن يشتريا) ... (بوجوههما) أي بسبب وجاهتهما (ويبيعا) فما حصل بالبيع يدفعان منه ثمن ما اشتريا (بالنسيئة) وما بقي بينهما . (۳۹۰/۶ ، كتاب الشركة ، مطلب شركة الوجوه ، ديوبند ، و ۵۰۰/۶ ، بيروت ، و ۳۴۸/۳ ، نعمانيه) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۱۶۸)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الشركة بالوجوه فهو أن يشتركا وليس لهما مال لكن لهما وجاهة عند الناس فيقولا : اشركنا أن تشترى بالنسيئة ونبيع بالنقد على أن ما رزقه الله سبحانه وتعالىٰ من ربح فهو بيننا على شرط كذا .... فصل : وأما بيان جواز هذه الأنواع الثلاثة فقد قال أصحابنا أنها جائزة عنانا كانت أو مفاوضة .(۷۴/۵ ، كتاب الشركة)

ما في " مختصر القدوري " : أما شركة الوجوه فالرجلان يشتركان ولا مال لهما على أن يشتريا لوجوههما ويبيعا فتصح الشركة على هذا وكل منهما وكيل الآخر فيما يشتريه فإن شرطا أن يكون المشترى بينهما نصفان فالربح كذلك ، ولا يجوز أن يتفاضلا فيه وإن شرطا أن المشترى بينهما أثلاثاً فالربح كذلك . (ص/۱۱۴ ، كتاب الشركة)

علیحدگی پر شریک کی رقم واپس کرنا

مسئلہ (۳۸۲): کچھ لوگوں نے جو ایک ہی کمرے میں رہتے تھے، مشترکہ طور پر ایئر کنڈیشنر خریدا، پھر بعد میں کچھ لوگ علیحدہ رہنا چاہتے ہوں، تو انہیں مستعمل ایئر کنڈیشنر کی قیمت کے لحاظ سے رقم کا حصہ دیا جائیگا، نہ کہ قیمتِ خرید کے اعتبار سے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الجواهر : لا تقسم الكتب بين الورثة ولكن ينتفع كل بالمهاياة ، ولا تقسم بالأوراق ولو برضاهم ، وكذا لو كان كتاباً ذا مجلدات كثيرة ولو تراضيا أن تقوم الكتب ، ويأخذ كل بعضها بالقيمة لو كان بالتراضي جاز ، وإلا لا .(۳۱۵/۹)

ما في " شرح المجلة " : كما أنه لا يجوز تقسيم أوراق الكتاب المشترک لا يجوز أيضاً تقسيم الكتاب المتعدد الأجزاء أو الجلود جلداً جلداً ، ولكن ينتفع كل بالمهاياة ولو تراضيا أن يأخذ كل بعضها بالقيمة لو كانت بالتراضي جاز ، وإلا لا ، ولا تقسم بالأوراق ولو برضاها. (ص/۶۳۳ ، المادة : ۱۱۴۲)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا تقسم الكتب بين الورثة ، ولكن ينتفع بها كل واحد بالمهاياة ، ولو أراد واحد من الورثة أن يقسم بالأوراق ليس له ذلک أيضاً ، ولا يسمع هذا الكلام منه ، ولو كان كتاباً ذا مجلدات كثيرة كشرح المبسوط ، فإنه لا يقسم أيضاً ، ولا سبيل إلى القسمة في ذلک ...... ولو تراضيا أن تقوم الكتب ويأخذ كل واحد بعضها بالقيمة بالتراضي يجوز ، وإلا فلا . (۲۱۴/۵)

کاروبار کی دیکھ بھال کے لیے ملازم

مسئلہ (۳۸۳): اگر دو آدمی مل کر کاروبار کریں، اور پورے کاروبار کی دیکھ بھال ایک آدمی ہی کر رہا ہو، تو بتقاضائے مصلحتِ کاروبار اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ سامانِ تجارت کی خرید وفروخت کے لیے کسی ملازم کو رکھ لے، اور اس کی اجرت مالِ شرکت میں سے ادا کرے، کیوں کہ ہر کام کی انجام دہی بذاتِ خود ناممکن ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : له أن يستأجر من يعمل في البضاعة بعوض ..... وجه الاستحسان : أن الشركة تنعقد على عادة التجار ، والتوكيل بالبيع والشراء من عاداتهم ، ولأنه من ضرورات التجارة ، لأن التاجر لا يمكنه مباشرة جميع التصرفات بنفسه بملك أن يؤكل غيره ، لأنه لا يملك جميع التصرفات .

(۷/ ۵۲۹ ، ۵۳۰ ، كتاب الشركة ، حكم شركة الأملاك)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإن كان استأجره لتجارتهما وأدى الأجر من خالص ماله يرجع على شريكه بنصفه ولو كانت الشركة بينهما في شيء خاص شركة ملك لم يرجع على صاحبه بشيء . كذا في المبسوط . (۲/ ۳۲۵ ، الفصل الثالث في تصرف شريكي العنان)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (ولكل من شريكي العنان والمفاوضة أن يبضع ويستأجر ويودع ويضارب ويوكل) بيان لما لكل منهما أن يفعله ..... وأما الاستيجار فلكونه معتادا بين التجار ، وأطلقه فشمل ما إذا استأجر رجلا ليتجر له أو لحفظ المال .

(۵/ ۲۹۷ ، كتاب الشركة ، الدر المختار مع الشامية : ۶/ ۳۸۲)

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/ ۲۰۸)

شریکین کا اپنی رقم سے الگ الگ تجارت کرنا

مسئلہ (۳۸۴): اگر دو شریک شرکتِ اموال کا معاملہ کریں، اور دونوں اپنے اپنے مال کو ایک دوسرے کے مال کے ساتھ نہ ملائیں، بلکہ الگ الگ اپنی رقم سے تجارت کرتے رہیں، اور فیصد کے اعتبار سے نفع بھی طے کرلیں، تو اب حاصل ہونے والے نفع میں دونوں شریک ہوں گے، کیوں کہ احناف کے نزدیک عقدِ شرکت کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ شرکاء اپنا سرمایہ آپس میں مخلوط کریں، بلکہ اگر ہر شریک کا سرمایہ اسی کے پاس رہے، تو بھی شرکت صحیح ہوجاتی ہے، اور حاصل ہونے والے نفع میں دونوں شریک ہوجاتے ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : واختلاط الربح يوجد وإن اشترى كل واحد منهما بمال نفسه على حدة ، لأن الزيادة وهى الربح تحدث على الشركة . (۸۰/۵ ، كتاب الشركة ، شرائط)

ما في " فتاوى النوازل " : ولا يشترط خلط مالين خلافاً لزفر رحمه الله تعالى والشافعي رحمه الله تعالى . (ص/۲۱۶ ، كتاب الشركة)

ما في " الفقه الحنفى فى ثوبه الجديد " : وتجوز الشركة وإن لم يخلط المال ، وقال زفر والشافعي : لا تجوز .

(۲۲/۵ ، حكم خلط المال فى الشركة ، الفتاوى الخانية على هامش الهندية :۶۱۳/۳)

(مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۰۵)

کاروبار کے کسی ایک حصے میں دوسرے کوشریک کرنا

مسئلہ(۳۸۵): اگر کسی شخص کا کاروبار وسیع پیمانے پر ہے، جس کے مختلف حصے ہیں، مثلاً: جنرل اسٹور، میڈیکل اسٹور، کرانہ اسٹور وغیرہ، اور وہ ان میں سے کسی ایک حصہ میں کسی دوسرے آدمی کے ساتھ عقدِ شرکت کرنا چاہے، تو اس عقد میں کوئی قباحت نہیں ہے، کیوں کہ شریعت میں اس سلسلے میں کوئی ممانعت نہیں ہے، جس طرح پورے کاروبار میں کسی کو شریک کیا جا سکتا ہے، اسی طرح اس کے کسی ایک حصہ میں بھی شریک کیا جا سکتا ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن كثيرا من الخلطآء ليبغي بعضهم على بعض إلا الذين اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وقليل ما هم﴾ . (سورة صٓ: ۲۴)

ما في " المبسوط للسرخسي " : الأصل في جواز الشركة ما روي أن سائب بن شريک جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أتعرفني ؟ فقال : صلوات الله عليه وسلامه عليه ، وكيف لا أعرفک وكنت شريكي وكنت خير شريک لا تداري ولا تماري أي لا تداجي ولا تخاصم ، وبعث رسول الله ﷺ والناس يفعلون ذلک فأقرهم عليه ، وقد تعامله الناس من بعد رسول الله ﷺ إلى يومنا هذا من غير نكير . (۱۱/۱۶۲)

ما في " فتاوى النوازل " : الشركة : هي جائزة لأن النبي ﷺ بعث والناس يتعاملون بها فقرره النبي ﷺ . (ص/۳۱۶)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمسلمون أجمعوا على جواز الشركة فى الجملة. (۵/۳۸۷۷)

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں :ص/۲۹۱)

شرکت میں کسی نئے شریک کا سرمایہ

مسئلہ (۳۸۶): اگر دورانِ شرکت شرکاء میں سے کوئی شریک، اپنے شرکاء کی رضامندی کے بغیر، کسی نئے شریک وفریق سے مزید سرمایہ کاروبار میں لگانے کے لیے حاصل کرے، تو اس کا یہ اقدام شرعاً درست نہیں ہے۔ (۱)

ورکشاپ یا ہسپتال میں شرکت

مسئلہ (۳۸۷): اگر کچھ افراد مل کر گاڑیوں کا ورکشاپ یا ہسپتال قائم کرلیں، پھر حاصل نفع کی تقسیم کے لیے جو تناسب بھی مقرر کریں، جائز ودرست ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح المجلة " : ولكن ليس له أن يخلط مال الشركة بماله ولا أن يعقد شركة مع آخر بدون إذن شريكه ، فإن فعل وضاع مال الشركة كان ضامناً حصة شريكه .

(ص/۷۳۴ ، الفصل السادس ، تحت مادة : ۱۳۷۹)

ما في " بدائع الصنائع " : وليس له أن يشارک إلا أن يؤذن له بذلک لأن الشيء لا يستتبع مثله . (۹۲/۵ ، كتاب الشركة ، ط : ديوبند) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/۹۲۸۹)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : فهو أن يشترک اثنان في رأس مال فيقولان : اشتركنا فيه على أن نشتری ونبيع معا أو شتى أو أطلقا على أن ما رزق الله عزّ وجلّ من ربح فهو بيننا على شرط كذا ، أو يقول أحدهما ذلک ويقول الآخر نعم . (۷۳/۵ ، كتاب الشركة)

ما في " البحر الرائق " : ولهذا لو دفع ألفاً إلى رجل وقال : اخرج مثلها واشتر وما كان من ربح فهو بيننا وقبل الآخر وأخذها وفعل انعقدت الشركة . (۲۸۲/۵، كتاب الشركة ، تبيين الحقائق : ۲۳۵/۴، كتاب الشركة ، الفتاوى الهندية : ۳۰۲/۲ ، كتاب الشركة ، الباب الأول ، قبيل الثاني)

مشترکہ ہوٹل میں کسی شریک کا اپنے دوستوں کو کھلانا

مسئلہ (۳۸۸): کچھ لوگ مشترکہ طور پر ہوٹل چلاتے ہیں، اوران میں سے کسی ایک شریک کے دوست وغیرہ آکر اسی ہوٹل میں چائے ناشتہ وغیرہ بھی کرتے ہیں، اوروہ شخص (جس کے یہ دوست ہیں) ان سے قیمت نہیں لیتا ہے، اور دوسرے شریک بھی تعلق کی بنا پر کچھ نہیں بولتے، اس کو برداشت کرلیتے ہیں، تو یہ ان کا اس شریک پر احسان ہے، یہ شخص اس احسان کے عوض بے ضابطہ کچھ رقم حسبِ صواب دیدیا کرے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هل جزآء الإحسان إلا الإحسان﴾ . [سورة رحمٰن : ۶۰]

﴿وأحسن كمآ أحسن الله إليک﴾ . (سورة القصص : ۷۷)

ما في " السنن للنسائي " : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من استعاذ بالله فأعيذوه ، ومن سالكم بالله فأعطوه ، ومن استجار بالله فأجيروه ، ومن أتى إليكم معروفاً فكافئوه ، فإن لم تجدوا فادعوا له ، حتى تعلموا أن قد كافأتموه " . (۱/۲۷۶ ، باب من سأل بالله عزّ وجلّ ، سنن أبي داود : ص/۲۳۵ ، باب عطية من سأل بالله عزّ وجلّ)

ما في " عون المعبود " : (ومن صنع إليكم معروفاً) أي أحسن إليكم إحساناً قولياً أو فعلياً (فكافئوه) من المكافاة أي أحسنوا إليه مثل ما أحسن إليكم .

(۵/۵۴ ، باب عطية من سال بالله عزوجل)

(فتاوی محمودیہ:۱۴/۱۹۵، کتاب الشرکۃ والمضاربۃ)

شریک کا انتقال ہوجائے

مسئلہ (۳۸۹): شرکت کے دوران جب کسی ایک شریک کا انتقال ہوجائے، تو شرکت خود بخود ختم ہوجاتی ہے، اور دوسرا شریک فوت شدہ شخص کے مال میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہوتا(۱) ، ہاں !اگر دو سے زائد شریک ہوں، تو مرنے والے کے حصہ کو الگ کرکے دیگر شرکاء اپنی تجارت آگے بڑھا سکتے ہیں۔(۲)

شریک پاگل ہوجائے

مسئلہ (۳۹۰): شرکاء میں سے کوئی شریک پاگل ہوگیا، یا ایسا دائمی مریض بن گیا، جس میں اس کی عقل جاتی رہی، تو اگر دو شریک ہوں تو عقد شرکت ختم ہوجائے گا، اور اگر دو سے زائد شریک ہوں، تو صرف اس شریک کی شرکت فسخ ہوگی جو پاگل یا دائمی مریض ہوا، اور باقی شرکاء اپنی شرکت جاری رکھ سکتے ہیں۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وتبطل الشركة) أي شركة بموت أحدهما علم الآخر أو لا لأنه عزل حكمي . (۳۹۴/۶ ، تبيين الحقائق :۲۵۶/۴، فصل في الشركة الفاسدة ، الفتاوى الهندية : ۳۳۵/۲ ، الباب الخامس فى الشركة الفاسدة)

(۲) ما في " رد المحتار " : فلو كانوا ثلاثة فمات أحدهم حتى انفسخت في حقه لا تنفسخ فى حق الباقين . (۳۹۴/۶ ، الفتاوى الهندية : ۳۳۵/۲) (فتاوی حقانیہ:۳۲۴/۶،محمود الفتاوی:۳۴۹/۲)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتبطل الشركة أي شركة العقد بموت أحدهما علم الآخر أو لا لأنه عزل حكمي ولو حكماً ..... وبجنونه مطبقاً . (در مختار) . وفي الشامية : فلو كانوا ثلاثة فمات أحدهم حتى انفسخت في حقه لا تنفسخ في حق الباقين . (۳۹۴/۶،=

نقد اور جامد اثاثے میں شرکت

مسئلہ (۳۹۱): موجودہ زمانہ میں تجارتی فرمیں ایک مشترک تجارتی ادارہ بنا کر کاروبار کر رہی ہیں، جس میں بعض شرکاء کا سرمایہ نقد اور بعض کا جامد ہوتا ہے، تو اگر کوئی شریک مشارکہ میں غیر نقد اشیاء کو شامل کر کے حصہ لینا چاہتا ہے، تو امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق وہ بغیر کسی رکاوٹ کے ایسا کر سکتا ہے، اور مشارکہ میں اس کے حصے کی تعیین مشارکہ وجود میں آنے کی تاریخ کو ان اشیاء کی مروجہ بازاری قیمت کی بنیاد پر کی جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا صرف اس صورت میں کیا جا سکتا ہے، جب کہ وہ غیر نقد چیز ذوات الامثال میں سے ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اگر وہ چیز ذوات الامثال میں سے ہے، تو ایسا صرف اس صورت میں کیا جا سکتا ہے، جب کہ تمام شرکاء کی اشیاء آپس میں خلط ملط کر لی جائیں، اور اگر وہ غیر نقد اشیاء ذوات القیم میں سے ہوں، تو وہ شراکت میں شامل سرمایہ کا حصہ نہیں بن سکتیں۔ (۱)

بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر زیادہ سہل اور معقول معلوم ہوتا ہے، اور یہ جدید

=کتاب الشرکة ، مطلب یرجح القیاس ، الفتاوی الهندیة : ۲/۳۳۵)

ما في " درر الحکام شرح مجلة الأحکام " : إذا توفي أحد الشریکین أو جن جنوناً مطبقاً تنفسخ الشرکة ، أما في صورة کون الشرکاء ثلاثة أو أکثر فیکون انفساخ الشرکة في حق المیت أو المجنون فقط وتبقی الشرکة في حق الآخرین . (۳/۳۶۷ ، المادة : ۱۳۵۲)

ما في " الدر المنتقی " : وبجنونه مطبقاً . زاد القهستاني ؛ وبالحجر علیه ولو مات أحد ثلاثة لم تنفسخ في حق الباقین . (۲/۵۲۵ ، کتاب الشرکة) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/ ۲۲۵)=

کاروبار کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے، اس لیے اس پر عمل کیا جاسکتا ہے (۲)، جیسا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی ''امداد الفتاویٰ'' میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في '' بدائع الصنائع '' : أما الشركة بالأموال فلها شروط : فلا تصح الشركة في العروض . (۵/۷۷)

ما في '' المغني '' : فأما العروض فلا تجوز الشركة فيها في ظاهر المذهب نص عليه أحمد في رواية أبي طالب وحرب وحكاه عنه ابن المنذر . (۵/۱۲۴)

ما في '' بدائع الصنائع '' : وقال مالک رحمة الله تعالى عليه : هذا ليس بشرط وتصح الشركة بالعروض . (۵/۷۷)

ما في '' المغني '' : وعند أحمد رواية أخرى : أن الشركة والمضاربة تجوز بالعروض ، وتجعل قيمتها وقت العقد رأس المال . (۵/۱۲۵)

ما في '' المغني '' : وقال الشافعي : إن كانت العروض من ذوات الأمثال كالحبوب والادهان جازت الشركة بها في أحد الوجهين لأنها من ذوات الأمثال ، اشبهت النقود ويرجع عند المفاصلة بمثلها وإن لم تكن من ذوات الأمثال لم يجز وجهاً واحداً لأنه لا يمكن الرجوع بمثلها . (۵/۱۲۵)

(۲) (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۵/ ۳۷،سرمایہ کی نوعیت)

(۳) ما في '' امداد الفتاوى '' : ''بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکت عنان ہے، کیوں کہ جو لوگ کمپنی قائم کرتے ہیں، وہ دوسروں کو شریک کرنے کے وقت خود کو بھی کمپنی کا ایک حصہ دار قرار دیتے اور اپنی عمارات مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان ومالِ تجارت کو نقد کی طرف محمول کر لیتے ہیں، مثلاً ان لوگوں نے دس ہزار روپیہ کمپنی قائم کرنے کے لیے عمارات وسامان وغیرہ میں لگایا، تو وہ اپنے کو کمپنی کے سو حصوں کا حصہ دار ظاہر کریں گے، البتہ اس صورت میں کمپنی قائم کرنے والوں کی طرف سے شرکت بالنققہ نہ ہوگی، بلکہ بالعروض ہوگی، سو بعض ائمہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔'' فيجوز الشركة والمضاربة بالعروض بجعل قيمتها وقت العقد رأس المال عند أحمد في رواية وهو قول مالک وابن أبي ليلى كما ذكره الموفق في المغني '' . (۵/۱۲۵)

پس ابتلائے عام کی وجہ سے اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے قول پر فتویٰ دے کر شرکتِ مذکورہ کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔'' (۳/۴۹۴،۴۹۵)

عقد شرکت میں منافع کی تقسیم

مسئلہ (۳۹۲): دوافراد نے بطورِ شرکتِ عنان کے کوئی کاروبار شروع کیا، اور بوقتِ عقدِ شرکت یہ طے کیا کہ کام دونوں کریں گے، اور حاصل شدہ منافع میں سے ایک تہائی ایک شریک، اور دوتہائی دوسرے شریک کو ملے گا، تو یہ صورت جائز ہے، کیوں کہ اس طرح تقسیمِ منافع کی شرط لگانے سے افضاء الی النزاع (شریکوں کے مابین جھگڑے) کا اندیشہ نہیں رہتا ہے، البتہ کاروبار میں نقصان کی صورت میں دونوں اپنے مال کے تناسب سے نقصان میں شریک ہوں گے۔[1]

عقد شرکت میں تقسیمِ نفع کے وقت خاموشی

مسئلہ (۳۹۳): عقدِ شرکت میں شرکاء تقسیمِ نفع کے متعلق خاموشی اختیار کریں، نفع کے تناسب کا تذکرہ نہ کریں، تو اس صورت میں شرکاء کے مابین منافع رأس المال کے مطابق تقسیم ہوں گے، اگر رأس المال تمام شرکاء کا برابر ہو، تو نفع بھی برابر ہوگا، ورنہ رأس المال کی کمی بیشی کی صورت میں نفع بھی کم وبیش ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : إذا شرطا الربح على قدر المالين ؛ متساويا أو متفاضلا ، فلا شک أنه يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط ، سواء شرطا العمل عليهما أو على أحدهما ، والوضيعة على قدر المالين متساويا ومتفاضلا ؛ لأن الوضيعة اسم لجزء هالک من المال فيتقدر بقدر المال . (۷/۷ ۱ ۵، کتاب الشركة ، فصل في شروط جواز هذه الأنواع ، بيروت) (قاموس الفقہ :۴/۱۹۱)

الحجة على ما قلنا : =

عقدِ شرکت میں نقصان

مسئلہ (۳۹۴): عقدِ شرکت میں اگر نقصان واقع ہو، تو ہر شریک اپنے مال کے تناسب سے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ (۱)

=(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : توزيع الربح : وأما الربح فيكون على قدر رأس المال متساوياً أو متفاضلاً ، فإن كان رأس المال متساوياً بينهما (أي مناصفة) يكون الربح بينهما متساوياً ، سواء شرط العمل عليهما أو على أحدهما ، لأن استحقاق الربح عند الحنفية إما بالمال أو بالعمل أو بالتزام الضمان ، وقد وجد التساوي في رأس المال ، فينبغي التساوي في الربح . (۵/ ۳۹۰۱ ، المطلب الثالث ؛ أحكام شركة العقود)

ما في " رد المحتار " : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤوس أموالهما . (۶/ ۴۷۵ ، كتاب الشركة ، بيروت)

ما في " البحر الرائق " : (وإن شرطا مناصفة المشتري أو مثالثته فالربح كذلک وبطل شرط الفضل) بيان لما فارقت فيه وجوه العنان ، وهي أن الربح فيها على قدر الملک في المشترَى بفتح الراء ، بخلاف العنان فإن التفاضل في الربح فيها مع التساوى فى المال صحيح ، وهذا لأن الربح لا يستحق إلا بالمال أو بالعمل أو بالضمان . (۵/ ۳۰۵) (فتاوی حقانیہ:۶/ ۳۲۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كنز العمال " : عن علي في المضاربة ، والشريكين : الوضيعة على المال والربح على ما اصطلحوا عليه . (۱۵/ ۷۴ ، الرقم : ۴۰۴۷۵ ، بيروت)

ما في " بدائع الصنائع " : والوضيعة على قدر المالين متساوياً ومتفاضلاً ، لأن الوضيعة اسم لجزء هالک من المال فيتقدر بقدر المال . (۵/ ۸۳ ، كتاب الشركة)

ما في " المهذب للشيرازي " : ويقسم الربح والخسران على قدر المالين .

(۲/ ۱۵۸ ، كتاب الشركة)

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں :ص/ ۲۱۶)

شریک کو نفع سے محروم کرنا

مسئلہ (۳۹۵): اگر کوئی ادارہ یا شرکاء اپنے کسی شریک سے یہ کہے کہ: اگر نفع دس لاکھ ہوا تو ساٹھ فیصد ہمارا چالیس فیصد تمہارا، اور اگر دس لاکھ سے زیادہ نفع ملے تو تم کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا، شرعاً یہ معاملہ جائز نہیں، کیوں کہ اس میں اگرچہ مکمل طور پر ایک فریق نفع سے محروم نہیں ہوتا، لیکن نفع کی ایک حد کے بعد اسے محروم کردیا جاتا ہے، گویا نفع کی ایک حد کے بعد نفع میں شرکت کی حقیقت ختم ہوجاتی ہے، لہٰذا جزوی طور پر شرکت کی حقیقت اٹھ جانے کی وجہ سے عدمِ جواز کا حکم لگایا جائے گا۔[1]

قرض یا غائب مال میں شرکت

مسئلہ (۳۹۶): اگر کچھ افراد مل کر شرکت کا معاملہ اس طرح کریں کہ ہر شخص اتنا اتنا سرمایہ لگائے گا، مگر کچھ لوگوں کا سرمایہ بطورِ قرض ہے، یا بطورِ مالِ غائب کے ہے، تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ بوقتِ شرکت، شرکت کے معاملہ کا سرمایہ متعین وموجود ہونا ضروری ہے، قرض اور غیر موجود مال میں شرکت درست نہیں۔ البتہ اگر معاملہ کے وقت سرمایہ موجود نہ ہو، لیکن معاملہ طے ہوجانے کے بعد تجارت شروع کرنے سے پہلے سرمایہ حاضر کردیا جائے، تو یہ بھی شرکت کے جواز کے لیے کافی ہے۔[2]

---

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : شرعاً : عبارة عن عقد بین المتشارکین في الأصل والربح . (۶/۳۶۳ ، کتاب الشرکة ، مجمع الأنهر: ۲/۵۴۲ ، کتاب الشرکة ، الجوهرة النیّرة : ۱/۶۱۶ ، کتاب الشرکة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۰۰)=

شریک کو اپنا حصہ ہبہ کر دینا

مسئلہ (۳۹۷): اگر مالِ مشترک اُن اشیاء میں سے ہو، جن کا تقسیم کیا جانا ممکن نہیں ہے، اور ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کو ہبہ کرنا چاہے، تو کر سکتا ہے، جائز ہے، کیوں کہ اس طرح کے مالِ مشترک میں ہبۂ مشاع جائز ہے، لیکن اگر مالِ مشترک اُن اشیاء میں سے ہو، جن کا تقسیم کیا جانا ممکن ہو، تو قبل از تقسیم اس کا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أن يكون رأس مال الشركة عيناً حاضرة إما عند العقد أو عند الشراء ، وهو رأي جمهور الفقهاء ، فلا يجوز أن يكون رأس المال دينا ولا مالاً غائباً ، لأن المقصود من الشركة الربح ، وهو يتم بواسطة التصرف ، والتصرف لا يمكن في الدين ولا في المال الغائب . (۵/ ۳۸۹۰ ، ثانياً ؛ الشروط الخاصة بعقود شركات الأموال ، بدائع الصنائع :۵/ ۷۹ ، كتاب الشركة)

ما في " فتاوى قاضي خان " : أما شركة المال عنان ومفاوضة وشرط جوازهما أن يكون رأس مالهما من الأثمان من الدراهم والدنانير وأن يكون رأس المال حاضراً في المجلس أو غائباً يحضره عند الشراء لا يصلح أن يكون رأس المال دينا . (۴/ ۴۹۰ ، كتاب الشركة) (قاموس الفقہ :۴/ ۱۸۸، ۱۸۹، شرکت ومضاربت عصر حاضر میں :ص/ ۱۹۹، مالی معاملات پر غرر کے اثرات :ص/ ۱۸۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الخانية على هامش الهندية " : أحد الشريكين إذا قال لشريكه : وهبت لک حقي من الربح ، قالوا : إن كان المال قائماً لا تصح لأنها هبة المشاع فيما يقسم وإن كان الشريک استهلک المال صحت الهبة لأنها صارت ديناً بالاستهلاک ، والدين لا يقسم ، فيكون هذا هبة المشاع فيما لا يقسم فتصح .... رجل وهب نصيبه مما يقسم كالدار والأرض والمكيل والموزون من غير شريكه لا يجوز عند الكل ، وإن وهب من شريكه لا يجوز عندنا .... وفيما لا يقسم كالعبد والدّابّة والثوب والحمام يجوز هبة المشاع من الشريک وغيره في قولهم . (۳/ ۲۶۶، ۲۶۷ ، كتاب الهبة ، فصل فيما =

مخلوط مالِ شرکت ہلاک ہوجائے

مسئلہ (۳۹۸): دوشریکوں نے اپنا اپنا مال اس طرح مخلوط کردیا کہ اب وہ قابلِ امتیاز نہ رہا، اور پھر اس مال کے عوض خریداری سے پہلے کچھ مال ہلاک ہوجائے، تو نقصان دونوں کے مال کی طرف لوٹے گا، نہ کہ کسی ایک کے مال کی طرف۔ (۱)

=یکون هبة من الألفاظ وما لا یکون وفصل في هبة المشاع)

ما في " تبیین الحقائق " : وقوله في محوز مقسوم ومشاع لا یقسم ، لا فیما یقسم أي تجوز الهبة في محوز مقسوم وفي مشاع لا یقسم ، ولا تجوز فی مشاع یقسم ..... وقال شیخ الإسلام علاء الدین الإسبیجابي في شرح الکافي : ..... وکذا إن وهب له نصیباً ففي بیت کبیر لم یجز لأن البیت یقسم ، وکل شيء یقسم لا یجوز ، وهذا عندنا خلافاً للشافعي .

(۶/۵۲ ، کتاب الهبة)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : أن یکون محوزاً، فلا تجوز هبة المشاع فیما یقسم ، وتجوز فیما لا یقسم کالعبد والحمام والدن ونحوها ، وهذا عندنا ، وعند الشافعي لیس بشرط ، وتجوز هبة المشاع فیما یقسم وفیما لا یقسم عنده . (۸/۹۶، ۹۷، کتاب الهبة ، فصل في شرائطها) (فتاوی حقانیہ:۶/۳۷۴،۳۷۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : (وتبطل) الشرکة (بهلاک المالین أو أحدهما قبل الشراء) والهلاک علی مالکه قبل الخلط وعلیهما بعده . (وإن اشتری أحدهما بماله وهلک) بعده (مال الآخر) قبل أن یشتري به شیئاً . [در مختار] . وفي الشامیة : قوله : (وإن اشتری أحدهما) بیان لمفهوم تقیید الهلاک بما قبل الشراء .

(۶/۳۸۰ ، کتاب الشرکة ، مطلب فیما یبطل الشرکة)

ما في " البحر الرائق " : وأیهما هلک هلک من مال صاحبه ، إن هلک فی یده فظاهر ، وکذا إذا کان في ید الآخر لأنه أمانة في یده بخلاف ما بعد الخلط حیث یهلک علی الشرکة لأنه لا یتمیز فیجعل الهلاک من المالین . (۵/۲۹۵ ، کتاب الشرکة ، الفقه الإسلامي=

شرکت کوختم کر دینا

مسئلہ (۳۹۹): شرکاء میں سے ہر کسی کو، ہر وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسرے شرکاء کی اجازت اور مشورہ کے بغیر جب چاہے اپنی شرکت کو ختم کردے۔(۱)

=وأدلته :۵/۳۹۱۷ ، الفصل الخامس ؛ الشركات ، وأما المبطلات التي تخص بعض الشركات دون بعض . الخ)

(آپ کے مسائل اوران کاحل:۶/۹۱،قدیم،اسلام کا قانونِ تجارت قرآن،حدیث وفقہ کی روشنی میں:ص/۲۰۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي " البحر " عن " البزازية " : اشتركا واشتريا أمتعة ثم قال أحدهما : لا أعمل معك بالشركة وغاب فباع الحاضر الأمتعة فالحاصل للبائع وعليه قيمة المتاع ، لأن قوله : لا أعمل معك فسخ للشركة معه ، وأحدهما يملك فسخها ، وإن كان المال عروضاً ، بخلاف المضاربة هو المختار . (۶/۳۹۵ ، كتاب الشركة ، فصل فی الشركة الفاسدة ، الفتاوى الهندية : ۲/۳۳۶ ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يرى جمهور الفقهاء أن عقد الشركة عقد جائز غير لازم ، فيجوز لكل شريک أن يفسخ العقد ، إلا أن من شروط جواز الفسخ ، أن يكون بعلم الشريک الآخر ، لأن الفسخ من غير علم الشريک إضرار به . (۵/۳۹۱۴ ، الفصل الخامس ؛ الشركات ، المطلب الرابع ؛ صفة عقد الشركة ويد الشريک ، بدائع الصنائع : ۷/۵۴۵ ، كتاب الشركة ، فصل في صفة عقد الشركة ، البحر الرائق :۵/۳۰۹ ، كتاب الشركة ، فتح القدير : ۶/۱۸۱ ، كتاب الشركة ، فصل في الشركة الفاسدة)

(احسن الفتاوی:۶/۳۹۹،فتاوی حقانیہ:۶/۳۳۵)

مشترکہ تجارت میں منافع کا مالک کون؟

مسئلہ (۴۰۰): بیٹا باپ کے کاروبار میں شریک رہے، تو اس کاروبار سے حاصل ہونے والا پورا نفع باپ کی ملکیت شمار ہوگا، کیوں بیٹے کی حیثیت معین ومددگار کی ہے، لہٰذا باپ اپنی زندگی میں اس مال میں جیسا چاہے تصرف کرسکتا ہے۔ تاہم رأس المال دونوں کا مشترک ہو، اور تقسیم منافع پر معاہدہ بھی ہوا ہو، تو پھر منافع حسبِ معاہدہ تقسیم ہوں گے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : الأب وابنه يكتسبان في صنعةٍ واحدةٍ ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الإبن في عياله لكونه معيناً له ، ألا ترى لو غرس شجرةً تكون للأب . (۳۹۲/۶ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الفتاوى الهندية " : أب وابن يكتسبان في صنعةٍ واحدةٍ ولم يكن لهما مال فالكسب كله للأب إذا كان الإبن في عيال الأب لكونه معيناً ألا ترى أنه لو غرس شجرةً تكون للأب ، وكذا الحكم فى الزوجين إذا لم يكن لهما شيء ثم اجتمع بسعيهما أموال كثيرة فهي للزوج، وتكون المرأة معينة له إلا إذا كان لها كسب على حدة فهو لها . (۳۲۹/۲)

(فتاوی حقانیہ:۳۳۶/۶)

شیئرز میں ڈیفرینس برابر کرنا

مسئلہ (۴۰۱): شیئرز کی ایسی بیع وشراء کہ جس میں صرف فرق (Difference) برابر کرنا مقصود ہو، شیئرز لینا دینا مقصود نہ ہو، جیسا کہ آج کل اسٹاک ایکسچینج کمپنی میں ایک بہت بڑا کاروبار اسی قسم کا ہوتا ہے، اس میں شیئرز لینا دینا مقصود نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی شیئرز پر قبضہ ہوتا ہے، اور نہ قبضہ پیش نظر ہوتا ہے، بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (Difference) برابر کرلیا جاتا ہے، مثلاً یکم جنوری کو، ۳۰ مارچ کی تاریخ کے لیے غائب سودا کیا گیا، اور فی شیئرز دس روپئے قیمت مقرر ہوئی، لیکن جب ۳۰ مارچ کی تاریخ آئی، تو شیئرز کی قیمت بڑھ کر بارہ روپئے ہوگئی، اب بائع خریدار کو شیئرز دینے کے بجائے دو روپئے فی شیئرز ادا کرتا ہے، یا اگر قیمت گھٹ کر آٹھ روپئے رہ گئی، تو خریدار بجائے اس کے کہ بائع کو دس روپئے دے کر اس سے شیئرز وصول کرے، اسے فی شیئرز دو روپئے دیتا ہے، اس طرح سے بائع اور خریدار آپس کے فرق کو برابر کر لیتے ہیں، یہ قمار وسٹہ ہے، جو حرام ہے، شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰأيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقال قوم من أهل العلم : " القمار كله من الميسر " . وأصله من تيسير أمر الجزور بالاجتماع على القمار فيه ، وهو السهام التي يُجيلونها ، فمن خرج سهمه استحق منه ما توجبه علامة السهم ، فربما أخفق بعضهم حتى لا يحظى بشيء وينجح البعض فيحظى بالسهم الوافر ، وحقيقته تمليك المال على المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار . (۵۸۲/۲، باب تحريم الخمر)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " سنن أبي داود " : عن عبد اللّٰہ بن عمرو : " أن نبي اللّٰہ ﷺ نهى عن الخمر والميسر والكوبة والغبيراء " . (ص/۵۱۹ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السّكر)

ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : " إن اللّٰہ حرم على أمتي الخمر والميسر " . (۱۱۸/۲ ، رقم الحديث : ۶۵۴۷)

ما في " رد المحتار " : القمار من القمر الذي يزداد تارة وينقص أخرى ، وسمي القمار قماراً لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه ، وهو حرام بالنص . (۴۹۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال ابن حجر المكي : الميسر : القمار بأي نوع كان ، وقال المحلي : صورة القمار المحرم التردد بين أن يغنم وأن يغرم . (۴۰۴/۳۹ ، ميسر)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : القمار لا يجوز ، لأنه تعليق المال بالخطر ، قال : وإن شرط من الجانبين فهو قمارٌ ، وإنه حرام . (۲۱۱/۴ ، كتاب الكراهية ، أحكام السباق)

(اسلام اور جدید معیشت وتجارت: ص/۹۱-۷۴)

کتاب المضاربة

☆......مضاربت کے مسائل......☆

مضاربت اور اس کا شرعی حکم

مسئلہ (۴۰۲): شریعت کی اصطلاح میں مضاربت دو فریقوں کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کو کہتے ہیں کہ جس میں ایک فریق سرمایہ کی فراہمی اپنے ذمہ لیتا ہے، اور دوسرا فریق اپنی محنت پیش کرتا ہے، اور نفع میں دونوں طے شدہ نسبت کے مطابق شریک ہوتے ہیں، جو فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اسے رب المال کہتے ہیں، اور کام کرنے والے فریق کو عامل/ مضارب کہا جاتا ہے [۱]، اور وہ مال جو سرمایہ کاری میں لگایا جاتا ہے اسے رأس المال اور سرمایہ کہا جاتا ہے [۲]، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مضاربت کا عقد جائز نہ ہو، کیوں کہ یہ مجہول بلکہ معدوم اجرت پر مجہول عمل کا اجارہ ہے، لیکن کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا گیا [۳]، لہٰذا عقد مضاربت، کتاب وسنت اور اجماع کے موافق ہونے کی وجہ سے جائز اور بابرکت معاملہ ہے۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : تعريف المضاربة : هي أن يدفع المالك إلى العامل مالاً ليتجر فيه ، ويكون الربح مشتركاً بينهما بحسب ما شرطا ، وأما الخسارة فهي على رب المال وحده ، ولا يتحمل العامل المضارب من الخسران شيئاً ، وإنما هو يخسر عمله =

....

....

....

=وجهده ، وعرفها صاحب الكنز بقوله : هي شركة بمال من جانب ، وعمل من جانب ، .... والسبب فى اشتراک العاقدين فى الربح هو أن رب المال يستحق الربح بسبب ماله لأنه نماء ماله ، والمضارب يستحقه باعتبار عمله الذي هو سبب وجود الربح .

(۳۹۲۴/۵ ، المطلب الأول ، تعريف المضاربة)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : رأس المال فى اللغة : أصل المال بلا ربح ولا زيادة ، وهو جملة المال التي تستثمر فى عمل ما . وفى الاصطلاح : لا يخرج عن المعنى اللغوي .

(۲۲/٦ ، رأس المال)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : فالقياس أنه لا يجوز لأنه استيجار بأجر مجهول بل بأجر محروم ولعمل مجهول لكنا تركنا القياس بالكتاب العزيز والسنة والإجماع .

(۱۰۸/۵ ، كتاب المضاربة)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وآخرون يضربون في الأرض يبتغون من فضل اللّٰه﴾ .

(سورة المزّمّل : ۲۰)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن ابن عباس قال : " كان العباس بن عبد المطلب إذا دفع مالاً مضاربة اشترط على صاحبه أن لا يسلک به بحرا ولا ينزل به وادياً ولا يشتري به ذات كبر رطبة ، فإن فعل فهو ضامن فرفع شرطه إلى رسول اللّٰه ﷺ فأجازه " .

(۱۸۴/٦ ، كتاب القراض)

ما في " بدائع الصنائع " : فإنه روي عن جماعة من الصحابة رضي اللّٰه تعالى عنهم أنهم دفعوا مال اليتيم مضاربة ، منهم سيدنا عمر وسيدنا عثمان وسيدنا علي وعبد اللّٰه بن مسعود وعبد اللّٰه بن عمر وعبيد اللّٰه بن عمرو وسيدتنا عائشة رضي اللّٰه تعالى عنهم ، ولم ينقل أنه أنكر عليهم من أقرانهم أحد ، ومثله يكون إجماعاً . (۱۰۹/۵ ، كتاب المضاربة)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۰۷-۲۰۹)

صورتِ مضاربت

مسئلہ (۴۰۳): ایک شخص کسی دوسرے کو ۵۰/ ہزار روپئے دے کر یہ کہے کہ: تم اس مال سے تجارت کرو، جتنا نفع ملے گا، اس میں سے ۶۰/ فیصد میرا ہوگا، اور بقیہ چالیس فیصد تمہارا، تو شرعاً اس عقد پر مضاربت کی تعریف صادق آرہی ہے، لہٰذا یہ صورت صحیح ودرست ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : المضاربة : هي أن يدفع المالک الی العامل مالا ليتجر فيه ، ويکون الرابع مشترکاً بينهما بحسب ما شرطا اتفق أئمة المذاهب علی جواز المضاربة بأدلة من القرآن والسنة والإجماع والقياس ، إلا أنها مستثناة من الغرر والإجارة المجهولة .
(۳۹۲۴/۵، ۳۹۲۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء علی مشروعية المضاربة وجوازها وذلک علی وجه الرخصة أو الاستحسان فالقياس أنها لا يجوز .
(۳۵/۳۸ – ۳۷ ، بدائع الصنائع : ۱۰۸/۵ ، ۱۰۹)

ما في " المبسوط للسرخسی " : الأصل فی جواز الشرکة ما روی أن السائب بن شريک جاء إلی رسول الله ﷺ فقال : أتعرفني ؟ فقال صلوات الله وسلامه عليه : وکيف لا أعرفک وکنت شريکی وکنت خير شريک لا تداری ولا تماری ، .... والناس يفعلون ذلک فأقرهم عليه ، وقد تعامله الناس من بعد رسول الله ﷺ إلی يومنا هذا من غير نکير منکر . (۱۶۲/۱۱ ، کتاب الشرکة)

عقدِ مضاربت میں نفع کی تعیین

مسئلہ (۴۰۴): عقدِ مضاربت کرتے وقت اگر مضارب اور رب المال کے مابین مقدارِ نفع کی تعیین نہ ہوئی ہو، تو دونوں حاصل شدہ منافع سے آدھا آدھا وصول کریں گے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : لو قال رب المال المضارب على أن ما رزق الله تعالى من الربح بيننا جاز ويكون الربح بينهما على السواء . كذا في فتاوى قاضي خان . ولو دفع إليه ألف درهم مضاربة على أنهما شريكان فى الربح ولم يبين مقدار ذلک فالمضاربة جائزة لأن مطلق الشركة يقتضي المساواة ..... والربح بينهما نصفان . (۲۸۸/۴ ، كتاب المضاربة ، الباب الثاني فيما يجوز من المضاربة من غير تسمية الربح فيها)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو قال رب المال : على أن ما رزق الله عز وجل فهو بيننا جاز وكان الربح نصفين ، لأن البين كلمة قسمة ، والقسمة تقتضي المساواة إذا لم يبين فيها مقدار معلوم ، قال الله عز وشانه : ﴿ونبّئهم أن المآء قسمة بينهم﴾ .

(۱۱۱/۵ ، كتاب المضاربة ، دار الكتب العلمية ، بيروت)

ما في " شرح المجلة " : لكن إذا عبر بالشركة على الإطلاق كقوله والربح مشترک بيننا صرف إلى المساواة فيقسم الربح مناصفة بين رب المال والمضارب .

(ص/۷۴۷ ، ۷۴۸ ، دار احياء التراث العربي بيروت)

مضاربت میں سرمایہ نقد ہو

مسئلہ (۴۰۵): کوئی شخص کسی کو گندم دے کر کہے کہ؛ اس کی روٹی بنا کر بیچو، جو آمدنی ہوگی اس میں سے اتنا اتنا نفع ہم دونوں کے درمیان ہوگا، تو مضاربت کی یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ مضاربت کے صحیح ہونے کے لیے سرمایہ کا نقد کی شکل میں ہونا شرط ہے[۱]، اور یہ شرط یہاں مفقود ہے۔ لیکن اگر اس طرح کی مضاربت کا معاملہ کیا گیا، تو مضارب کو روٹی بنانے کی اجرتِ مثل ملے گی، اور پورا نفع رب المال (مالک نقد) کا ہوگا۔[۲] البتہ اگر کوئی شخص کسی کو رقم دے کر کہے کہ؛ گندم خرید کر ان کی روٹی بنا کر بیچو، جو نفع ہوگا، وہ ہمارے درمیان اتنا اتنا فیصد ہوگا، تو یہ صورت درست ہے، کیوں کہ یہاں سرمایہ نقد کی شکل میں موجود ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : منها أن يكون رأس المال من الدراهم أو الدنانير عند عامة العلماء ، فلا تجوز المضاربة بالعروض .... لأن المضاربة بالعروض تؤدى إلى جهالة الربح وقت القسمة ، لأن قيمة العروض تعرف بالحرز والظن ، وتختلف باختلاف المقومين والجهالة تفضى إلى المنازعة ، والمنازعة تفضى إلى الفساد ، وهذا لا يجوز .

(۸/۱۰-۱۲ ، كتاب المضاربة ، فصل فى شرائط الركن)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : فإذا فسدت صارت إجارة ؛ لأن الواجب فيها أجر المثل .

(۱/۲۲۴ ، كتاب المضاربة ، بيروت) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۱۴-۲۲۰)

ما في " بدائع الصنائع " : منها اعلام مقدار الربح ، لأن المعقود عليه هو الربح ، وجهالة المعقود عليه توجب فساد العقد . (۸/۲۳ ، كتاب المضاربة ، فصل في شرائط الركن)

قرض وصول کر کے مضاربت میں لگانا

مسئلہ (۴۰۶): رب المال کا کسی آدمی کے ذمہ قرض ہو، اور وہ مضارب کو اجازت دیدے کہ آپ اس قرض کو وصول کر کے اس کے ذریعہ مضاربت کرو، تو یہ صورت شرعاً درست ہوگی۔ (۱)

سامان میں عقد مضاربت

مسئلہ (۴۰۷): عقد مضاربت میں سرمایہ کا نقد ہونا شرط ہے، سامان کے ذریعہ عقد مضاربت درست نہ ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وأما المضاربة بدين فإن على المضارب لم يجز وإن على ثالث جاز . (۳۷۶/۸ ، كتاب المضاربة) (فتاوی حقانیہ:۳۴۶/۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو كان الدين على ثالث فقال له : اقبض مالي على فلان فاعمل به مضاربة جاز . كذا في الكافي . (۲۸۶/۴ ، الباب الأول في تفسيرها وركنها وشرائطها وحكمها)

ما في " الهداية " : إذا قال له : اقبض مالي على فلان واعمل به مضاربة جاز بخلاف ما إذا قال : اعمل بالدين الذي في ذمتک حيث لا تصح المضاربة . (۲۵۸/۳ ، كتاب المضاربة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : وشرطها أمور سبعة : كون رأس المال من الأثمان . در مختار . وفي الشامية : قوله : من الأثمان ، أى الدراهم والدنانير . (۳۷۵/۸ ، كتاب المضاربة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ما يتعلق برأس مال المضاربة من الشروط يشترط لصحة المضاربة شروط يلزم تحققها في رأس المال ، وهي أن يكون نقدًا من الدراهم والدنانير وأن يكون معلومًا وأن يكون عينًا لا دينًا . أولاً : كون رأس المال من الدراهم والدنانير ، اتفق الفقهاء في الجملة على هذا الشرط واستدل بعضهم عليه بالإجماع كما نقله الجوني من=

سرمایہ مضارِب کے حوالے کرنا

مسئلہ (۴۰۸): عقد مضاربت طے ہوجانے کے بعد، سرمایہ مضارب کے حوالے کرنا شرط ہے، حوالے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مالک کا اس پر قبضہ بالکل ختم ہوجائے، اور مضارب کو اس پر تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہو، اگر سرمایہ مالک کے قبضے میں ہے، یا عامل ہر وقت سرمایہ میں تصرف نہیں کرسکتا، تو ایسی صورت میں مضاربت صحیح نہ ہوگی۔ (۱)

= الشافعية أو بإجماع الصحابة ، كما قال غيره منهم ..... المضاربة بالعروض : ذهب الحنفية والمالكية والشافعية وهو ظاهر المذهب عند الحنابلة إلى أنه لا تصح المضاربة بالعروض مثلية كانت أو متقومة . (۴۳/۳۸ ، المضاربة بالعروض)

ما في " المبسوط للسرخسي " : قال رحمه الله تعالى : ذكر عن إبراهيم والحسن رحمهما الله تعالى قال : لا تكون المضاربة بالعروض إنما تكون بالدراهم والدنانير وبه نأخذ .
(۳۱/۲۱ ، باب المضاربة بالعروض)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأما شروط رأس المال : أولاً : أن يكون رأس المال من النقود الرائجة أي الدراهم والدنانير ونحوها ، كما هو الشرط في شركة العنان ، فلا تجوز المضاربة بالعروض من عقار أو منقول عند جمهور العلماء . (۳۹۳۲/۵ ، شركة المضاربة ، بدائع الصنائع :۹/۸ ، كتاب المضاربة ، فصل في شرائط الركن)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : رابعاً : أن يكون رأس المال مسلماً إلى العامل ليتمكن من العمل فيه ، ولأن رأس المال أمانة في يده ، فلا يصح إلا بالتسليم وهو التخلية كالوديعة ، ولا تصح المضاربة مع بقاء يد رب المال على المال ، لعدم تحقق التسليم مع بقاء يده ، ويترتب عليه أنه لو شرط بقاء يد المالك على المال فسدت المضاربة . (۳۹۳۵/۵ ، بدائع الصنائع :۱۱۷/۵ ، كتاب المضاربة ، الموسوعة الفقهية :۵۰/۳۸) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۱۳، ۲۱۴)

مضارب کو وقتِ معین تک خریداری کا پابند کرنا

مسئلہ(۴۰۹): رب المال مضارب کو ایک لاکھ روپیہ دے، اور یہ شرط لگائے کہ ایک سال کے بعد نئی خریداری مت کرنا، تو اس طرح کی شرط لگانا؛ ائمۂ ثلاثہ کے اقوال اور مضاربت کی حقیقت پر غور کرتے ہوئے جائز ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے، لہٰذا یہ صورت جائز ہونی چاہیے، یعنی رب المال وقت معین کے بعد مضارِب کی نئی خریداری پر پابندی لگا سکتا ہے[1]، البتہ مالکیہ کے نزدیک اس طرح کی پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الإنصاف " : وإن شرط تاقيت المضاربة فهل تفسد ؟ على الروايتين : إحداهما لا تفسد ، وهو الصحيح من المذهب ، والرواية الثانية تفسد ، وإن قال : لا تبع بعد سنة بطل العقد ، وإن قال : لا تبتع بعدها صح . (۳۱۸/۵ ، كتاب الشركة ، بيروت)

ما في " التهذيب في فقه الإمام الشافعي " : أما إذا قال : على أنک بعد مضي السنة لا تشتري ولک أن تبيع فهذا جائز ، لأن مقتضى القراض أن رب المال يملک منع العامل من الشراء متى شاء ، ولا يملک منعه من البيع لينض المال . (۳۸۳/۴ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات)

ما في " المغني " : قال أبو الخطاب : في صحة شرط التاقيت روايتان : إحداهما : هو صحيح وهو قول أبي حنيفة . (۱۸۵/۵ ، جواز التاقيت في المضاربة)

(۲) ما في " عقد الجواهر الثمينة " : ولو ضيق بالتاقيت إلى السنة مثلاً ومنع عن التصرف بعدها فهو فاسد ، مثل أن يقول : قارضتک سنة .

(۷۹۵/۲ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۲۶)

دورانِ سفر مضارب کے اخراجات

مسئلہ (۴۱۰): مضارب اگر تجارت کے لیے سفر کرے، تو اس کے لیے اپنی خوراک و پوشاک مالِ مضاربت میں سے لینا جائز و درست ہے، اور اگر اپنے ہی شہر میں تجارت کرے، تو اپنی خوراک و پوشاک کا انتظام، اپنے مال سے کرے، مالِ مضاربت میں سے نہیں۔ (۱)

عقد مضاربت میں خسارہ

مسئلہ (۴۱۱): عقد مضاربت میں خسارہ اور نقصان نفع کی مقدار سے بڑھ جائے، تو یہ زائد نقصان صرف رب المال پر آئے گا، مضارب پر نہیں، کیوں کہ مضارب عقد مضاربت میں امین ہوتا ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : فإن سافر فطعامه وشرابه وكسوته وركوبه في مال المضاربة ، وإن عمل في المصر فنفقته في ماله ..... والفرق أن النفقة تجب جزاء الاحتباس كنفقة القاضي والمرأة والمضارب في المصر ساكن بالسكنى الأصلي وإذا سافر صار محبوساً بالمضاربة فيستحق النفقة . (۴۵۸/۷ ، كتاب المضاربة ، هداية :۳/ ۲۶۹ ، المضاربة)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو خرج من المصر الذي دخله للبيع والشراء بنية العود إلى المصر الذى أخذ المال فيه مضاربة فإن نفقته من مال المضاربة حتى يدخله .

(۱۴۸/۵ ، كتاب المضاربة)(فتاوی دار العلوم دیو بند:۱۳/ ۱۰۷)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله : وكل شرط يوجب جهالة الربح يفسدها وإلا لا ، ويبطل الشرط كشرط الوضيعة على المضارب ..... وتكون الوضيعة وهو الخسران=

مضارب پر جرمانہ

مسئلہ (۴۱۲): زید (رب المال) نے عمر (مضارب) کو افیون کی تجارت کے لیے پیسہ دیا، عمر (مضارب) نے افیون خریدا، اور اس پر جرمانہ عائد ہوگیا، تو اس نقصانِ جرم کی اگر مالک نے ذمہ داری قبول کرلی ہے، تو مالک پر ضمان لازم ہے، ورنہ مضارب پر ضمان آئے گا۔ (۱)

=على رب المال لأن ما فات جزء من المال بالهلاک يلزم صاحب المال دون غيره والمضارب أمين فيه فلا يلزمه بالشرط فصار الأصل فيه أن كل شرط يوجب جهالة في الربح أو قطع الشركة فيه مفسد وما لا فلا . (۵/ ۵۲۱ ، كتاب المضاربة)

ما في " رد المحتار " : قوله : (بطل الشرط) كشرط الخسران على المضارب .
(۸/ ۳۷۶ ، كتاب المضاربة ، مجمع الأنهر: ۳/ ۴۴۷)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : (يعود الضرر والخسار في كل حال على رب المال وإذا شرط أن يكون مشتركا بينهما فلا يعتبر ذلک الشرط) . (مجلة) . وفي درر الحكام : يعود الضرر والخسار في كل حال على رب المال إذا تجاوز الربح إذ يكون الضرر والخسار في هذا الحال جزءً ا هالكًا من المال فلذلک لا يشترط على غير رب المال ولا يلزم به آخر . (۳/ ۴۵۹ ، بيان أحكام المضاربة ، المادة : ۱۴۲۸ ، شرح المجلة لسليم رستم باز: ص/ ۷۵۷ ، المادة : ۱۴۲۸ ، الفصل الثالث فى بيان أحكام المضاربة)

(فتاوی محمودیہ: ۱۴/ ۲۲۶، ۲۲۷، کراچی، فتاوی حقانیہ: ۶/ ۳۴۷، ۳۴۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : ولا رجوع له فيما أنفقه في الخصومة لتقاضي الدين . (۷/ ۴۵۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : الأصل أن ما يفعله المضارب ثلاثة أنواع : نوع يملكه بمطلق المضاربة ، وهو ما يكون من باب المضاربة وتوابعها ، ومن جملته التوكيل بالبيع والشراء للحاجة والرهن .... ونوع لا يملكه بمطلق العقد ويملكه إذا قيل له : اعمل برأيک .....=

مضاربت پر ہسپتال کا قیام

مسئلہ (۴۱۳): ایک ڈاکٹر کے پاس علاج کے ضروری ساز وسامان وآلات نہیں ہیں، اب اگر وہ کسی سرمایہ دار سے سرمایہ لے کر ہسپتال قائم کرے، اور علاج کے لیے درکار ساز وسامان اور آلات خریدے اور نفع دونوں میں مشترک رکھیں، تو مضاربت کی یہ صورت، جس میں ایک شریک سرمایہ لگائے، اور دوسرا شریک کام کرے، اور اس کے ذریعہ جو آمدنی حاصل ہو، اسے باہم نصف نصف تقسیم کریں، امام ابوحنیفہ، اما شافعی، اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے، ان حضرات کے نزدیک یہ عقد فاسد ہے، لیکن امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جیسے مساقات اور مزارعت میں سرمایہ کار کی طرف سے نقد رقم نہیں دی جاتی، البتہ قابلِ نفع چیز دی جاتی ہے، یعنی درخت یا زمین، عامل اس میں محنت کرتا ہے اور پھر جو آمدنی حاصل ہوتی ہے اسے باہم تقسیم کیا جاتا ہے، اور ان کا مالک بھی نہیں بدلتا، مزارعت اور مساقات کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ کار ایک ایسی چیز عامل کو دے رہا ہے، جس میں محنت کر کے آمدنی حاصل کی جاسکتی ہے، لہٰذا مزارعت اور مساقات پر قیاس کرتے ہوئے مضاربت کی یہ صورت بھی جائز ہونی چاہیے، آج کل مسلمانوں کے

=وذلک مثل دفع المال مضاربة أو شركة إلى غيره وخلط مال المضاربة بماله أو بمال غيره . ونوع لا يملكه لا يطلق العقد ولا بقوله اعمل برأيک إلا أن ينص عليه رب المال وهو الاستئذان وهو أن يشترى بالدراهم والدنانير بعد ما اشترى برأس المال السلعة وما أشبه ذلک وأخذ السفاتج ، وكذا أعطاها والعتق بمال وبغير مال والكتابة والاقراض والهبة والصدقة .

(۲۹۱/۴ ، كتاب المضاربة ، الباب الرابع ، خلاصة الفتاوى : ۱۸۹/۴ ، الفصل الثاني)

(فتاوی حقانیہ: ۳۴۹/۶)

بڑے بڑے کاروبار انہیں بنیادوں پر چل رہے ہیں، اگر ائمۂ ثلاثہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیا جائے، تو حرج عظیم لازم آئے گا، اس لیے تنگی اور پریشانی سے بچانے کے لیے امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق عمل کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ (۱)

مالِ مضاربت سے ملازمین کی مزدوری

مسئلہ (۴۱۴): دورانِ تجارت مضارب کا مالِ مضاربت سے مزدور اور ملازمین کی اجرتیں اور تنخواہیں ادا کرنا جائز ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المغني والشرح الكبير " : ولنا أنها عين تنمى بالعمل عليها فصح العقد ببعض نمائها كالدراهم والدنانير كالشجرة فى المساقاة والأرض في المزارعة قولهم ليس من أقسام الشركة ولا هو مضاربة ، قلنا : نعم لكنه يشبه المساقاة والمزارعة ، فإنه دفع لعين المال إلى من يعمل عليها ببعض نمائها مع بقاء عينها .... وإن دفع ثوبه إلى خياط ليفصله قمصًا ويبيعها وله نصف ربحها بحق عمله جاز نص عليه في رواية حرب ، وكذلك إن دفع غزلاً إلى رجل ينسجه بثلث ثمنه أو ربعه جاز نص عليه ، وقال مالک وأبوحنيفة والشافعي : لا يجوز شيء من ذلک لأنه عوض مجهول وعمل مجهول وقد ذكرنا وجه جوازه . (۵/۱۹۲، ۱۹۳ ، مسألة : وإن آجراهما بأعيانها) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/۳۰۴، ۳۰۸)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو استأجر أجيرًا يخدمه في سفره وفي مصره الذي أتاه فيخبز له ويطبخ ويغسل ثيابه ويعمل له ما لا بد له منه احتسب بذلک على المضاربة ، وكذلک لو كان معه غلمان له يعملون في المال كانوا بمنزلته ونفقتهم في مال المضاربة .

(۴/۳۱۲ ، كتاب المضاربة ، الباب الثاني عشر في نفقة المضارب)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وكل من كان مع المضارب ممن يعينه على العمل فنفقته=

عقدِ مضاربت فاسد ہوجائے

مسئلہ (۴۱۵): عقدِ مضاربت اگر فاسد ہوجائے، تو مضارب اجرتِ مثلیہ کا حق دار ہوتا ہے۔ خواہ کاروبار میں نفع ہو یا نہ ہو۔(۱)

= من مال المضاربة كأجير يخدمه ، أو يخدم دابته ، لأن نفقهم كنفقة نفسه ، لأنه لا يتهيأ للسفر إلا لهم ...... والمراد من النفقة هنا ؛ الكسوة والطعام والادام والشراب وأجر الأجير وفراش ينام عليه . (۲۸/۷۰ ، ۷۱)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما تفسير النفقة التي في مال المضاربة فالكسوة والطعام والادام والشراب واجر الأجير، وفراش ينام عليه وعلف دابته التي يركبها في سفره ، ويتصرف عليها حوائجه . (۶۶/۸، المضاربة ، وأما بيان حكم المضاربة ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۳۹۵۸/۵ ، المطلب الثالث أحكام المضاربة ، أولاً ؛ أما النفقة من مال المضاربة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وإجارة فاسدة إن فسدت فلا ربح للمضارب حينئذ بل له أجر مثل عمله مطلقاً ربح أو لا . (۳۷۴/۸ ، كتاب المضاربة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وعند الحنفية : يكون للمضارب أجر مثل عمله مطلقاً ، وهو ظاهر الرواية ، ربح المال أو لا ، بلا زيادة على المشروط خلافاً لمحمد . (۷۸/۳۸)

ما في " الفتاوى الهندية " : المضارب إذا عمل في المضاربة الفاسدة وربح يكون جميع الربح لرب المال وللمضارب أجر مثله فيما عمل لا يزاد على المسمى في قول أبي يوسف رحمه الله تعالى ، وإن لم يربح المضارب كان له أجر مثله . كذا في فتاوى قاضي خان . هذا جواب ظاهر الرواية . كذا في المحيط .

(۲۸۸/۴ ، كتاب المضاربة ، قبيل الباب الثاني فيما يجوز ، الفقه الإسلامي وأدلته: ۳۹۴۱/۵ ، المطلب الثالث ؛ أحكام المضاربة ، البحر الرائق:۴۴۹/۷ ، كتاب المضاربة ، دار الكتاب ديوبند ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۶۸/۵ ، المضاربة ، حكمها)

نفع کی ایک خاص مقدار، رب المال کے لیے متعین کرنا

مسئلہ (۴۱۶): ایک آدمی دوسرے کو مضاربت کے طور پر ایک لاکھ روپئے دے کر کہے: مجھے ہر ماہ ہزار روپئے نفع دینا ضروری ہے، خواہ تم کو کچھ نفع ملے یا نہ ملے، شرعاً مضاربت کا یہ معاملہ درست نہیں ہے، کیوں کہ مضارب یا رب المال کا کسی خاص مقدار میں منافع کا اپنے لیے متعین کرنا، خواہ ماہانہ ہو یا سالانہ، مفسدِ عقد ہے، اس سے مضاربت فاسد ہوجائے گی۔[1]

= سابقة الكلام ونحوه ، وبه أخذ الفقيه أبو الليث . اهـ........... وعن الإمام تخصيصه بالمعاوضات ، ولا يلي العتق والتبرع ، وعليه الفتوى . وكذا لو قال : طلقت امرأتك ووهبت ووقفت أرضك في الأصح لا يجوز . اهـ . وفي " الذخيرة " أنه توكيل بالمعاوضات لا بالإعتاق والهبات . وبه يفتى . اهـ . وفي " الخلاصة " كما في " البزازية " : والحاصل أن الوكيل وكالة عامة يملك كل شيء إلا الطلاق والعتاق والوقف والهبة والصدقة على المفتى به . (۸/۲۴۰ ، ۲۴۱ ، كتاب الوكالة ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۵/۵۶۵ ، كتاب الوكالة ، الباب الأول وأما ألفاظها ، فتاوى قاضي خان :۳/۱۴۷ ، كتاب الوكالة) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۳۲۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ومنها أن يكون المشروط لكل واحد منهما من المضارب وربّ المال من الربح جزءً ا شائعاً نصفاً أو ثلثاً أو ربعاً فإن شرطا عدداً مقدراً بأن شرطا أن يكون لأحدهما مائة درهم من الربح أو أقل والباقي للآخر لا يجوز والمضاربة فاسدة . =

قرض کے ذریعہ عقدِ مضاربت

مسئلہ (۴۱۷): ایک شخص کے کسی دوسرے پر کچھ روپئے قرض ہیں، اگر وہ اس مقروض سے کہے: اس قرض کو سرمایہ قرار دے کر اس سے تجارت کرو، اور جو نفع ملے گا اس میں میرا اتنا فیصد (Percent) ہوگا، شرعاً اس طرح کا معاملہ کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ صحتِ مضاربت کی چند شرطیں ہیں:

(۱) عاقدین (رب المال اور مضارِب) میں اہلیتِ توکیل ووکیل کا ہونا۔[1]

(۲) سرمایہ کا روپیوں کی شکل میں ہونا۔[2] (۳) سرمایہ کا معلوم ہونا۔[3]

(۴) سرمایہ کا عین ہونا نہ کہ دَین (قرض)۔[4]

(۵) نفع میں دونوں کا برابر کا شریک ہونا۔[5] (۶) نفع کا معلوم ہونا۔[6]

عقدِ مضاربت کی مذکورہ بالا صورت میں چوتھی شرط مفقود ہے، اس لیے یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہے۔

=(۶/۸۵، فصل وأما شرائط الركن فبعضها يرجع إلى العاقدين)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها أن يكون نصب المضارب من الربح معلوماً على وجه لا تنقطع به الشركة في الربح . كذا في المحيط . فإن قال على أن ذلك من الربح مائة درهم أو شرط مع النصف أو الثلث عشرة دراهم لا تصح المضاربة . كذا في محيط السرخسي .

(۴/۲۸۷، كتاب المضاربة ، الباب الأول)

ما في " الجوهرة النيرة " : قوله: (ومن شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعاً لا يستحق أحدهما منه دراهم مسماة) لأن شرط ذلك يقطع الشركة لجواز أن لا يحصل من الربح إلا تلك الدراهم المسماة . (۱/۲۲۶، كتاب المضاربة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۲۲)=

....

....

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : أما الذي يرجع إلى العاقدين وهما رب المال والمضارب فأهلية التوكيل والوكالة ، لأن المضارب يتصرف بأمر رب المال وهذا معنى التوكيل .

(۱۱۲/۵ ، كتاب المضاربة ، فصل أما شرائط الركن .. الخ)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : منها أن يكون رأس المال من الدراهم أو الدنانير عند عامة العلماء فلا تجوز المضاربة بالعروض . (۱۱۳/۵)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يكون رأس المال معلوماً فإن كان مجهولاً لا تصح المضاربة لأن جهالة رأس المال تؤدي إلى جهالة الربح وكون الربح معلوماً شرط صحة المضاربة . (۱۱۴/۵)

(۴) ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يكون رأس المال عيناً لا ديناً فإن كان ديناً فالمضاربة فاسدة . (۱۱۴/۵)

(۵) ما في " بدائع الصنائع " : أما الربح فلأن المضارب ملك نصف المال بالقرض فكان نصف الربح له والنصف الآخر بضاعة في يده فكان ربحه لرب المال . (۱۱۵/۵)

(٦) ما في " بدائع الصنائع " : كون الربح معلوماً شرط صحة المضاربة . (۱۱۴/۵)

(مالی معاملات پرغرر کے اثرات: ص/۲۱۰)

کتاب الإجارة

☆......اجارہ (کرایہ داری) کے مسائل......☆

عقد اجارہ

مسئلہ (۴۱۸): عقد اجارہ؛ متعین اجرت کے بدلے متعین منفعت کی بیع کو عقدِ اجارہ کہتے ہیں[1]، عقد اجارہ شرعاً جائز ہے۔[2]

عقد اجارہ کے صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں:

(۱) عاقدین کی رضامندی، (۲) معقود علیہ کی تعیین، (۳) اجرت اور وصف کی تعیین، (۴) منافع کی تعیین، (۵) مدتِ اجارہ کی تعیین، (۶) مستاجِر معقود علیہ کو کس کام کے لیے استعمال کرے گا؛ اس کی تعیین، (۷) معقود علیہ کی تسلیم پر قدرت، (۸) معقود علیہ کی شرعاً اباحت، (۹) معقود علیہ پر اجرت لینے کا معروف ہونا، (۱۰) اجرت کا معقود علیہ کی جنس سے نہ ہونا۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : هي بيع منفعة معلومة بأجر معلوم . (۵۰۶/۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : هي تمليك نفع مقصود من العين بعوض .

(۶/۹ ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۳۳۹/۴ ، فتاوى النوازل: ص/۳۷۰)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإن اَرضعنَ لكم فاٰتوهنّ اُجورهنّ﴾ . (سورة الطلاق : ۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن عروة بن الزبير ، عن عائشة رضي الله عنها : واستأجر رسول الله ﷺ وأبو بكر رجلا من بني الدّيل ، ثم من بني عبد بن عدي هادياً خرّيتاً — الخرّيت الماهر بالهداية — . (۳۰۱/۱/۱ ، في الإجارات ، وص/۳۹۱ ، كتاب الإجارة ، احياء التراث العربي ، بيروت)=

اجارۃ المشاع

مسئلہ (۴۱۹): کوئی چیز دو یا زائد شخصوں کے درمیان مشترک ہو، تو اُن کا آپس میں ایک دوسرے کو، یا کسی اجنبی شخص کو اپنا بعض حصہ یا پورا حصہ کرایہ پر دینے کو ''اجارۃ المشاع'' کہتے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مشترک چیز کا عقد اجارہ صرف شریک کے ساتھ جائز ہے، جب کہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک شریک اور اجنبی دونوں کے ساتھ جائز ہے، اور اکثر مشائخ کے نزدیک فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ کے قول پر ہے، جب کہ بعض نے صاحبین کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے۔ (۱)

=ما في " بدائع الصنائع " : أما الأول : فالإجارة جائزة عند عامة العلماء .
(۱۴/۴ ، كتاب الإجارة) (فقہ حنفی قرآن وسنت کی روشنی میں: ۷۵/۲)

(۳) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : شرط الصحة أنواع : النوع الأول : رضاء العاقدين . النوع الثاني : تعيين المأجور . النوع الثالث : تعيين الأجرة . النوع الرابع : تعيين المنفعة . النوع الخامس : أن يمكن استيفاء المنفعة . النوع السادس : وجود شرط الانعقاد .
(۴۹۵/۱ ، ۴۹۶) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ: ص/۴۳-۴۶، شرائط الصحۃ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : لا يجوز إجارة المشاع عند أبي حنيفة إلا من الشريك ، وقالا : إجارة المشاع جائزة . (۲۸۷/۲)

ما في " الموسوعة الفقهية المقارنة التجريد " : قال أبوحنيفة : إجارة المشاع من غير الشريك لا تجوز ، وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى : تجوز . (۳۶۵۵/۷)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وتفسد أيضاً (بالشيوع) بأن يؤجر نصيباً من داره ونصيبه من دار مشتركة من غير شريكه أو من أحد شريكيه أنفع الوسائل وعمادية من الفصل الثلاثين ، واحترز بالأصلي عن الطارئ فلا يفسد على الظاهر .... (إلا إذا آجر) كل نصيبه أو بعضه (من شريكه) فيجوز ، وجوّزاه بكل حال . وعليه الفتوى . زيلعي و بحر معزياً للمغني .=

انٹرنیٹ پرعقدِ اجارہ

مسئلہ (۴۲۰): جوازِ بیع کے لیے ایجاب وقبول اور حکماً اتحاد واتصال کافی ہوتا ہے، اور چونکہ انٹرنیٹ کے ذریعہ عقدِ اجارہ میں کتابت کے ذریعہ ایجاب وقبول اور اتحاد واتصالِ حکمی پایا جاتا ہے، لہٰذا انٹرنیٹ پرعقدِ اجارہ درست ہے۔ (۱)

=لكن رده العلامة قاسم في تصحيحه بأن ما في المغني شاذ مجهول القائل فلا يعول عليه . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (بالشيوع) أي فيما يحتمل القسمة أولا عنده ، وعليه الفتوى . " خانية " .... قوله : (على الظاهر) أي ظاهر الرواية عند أبي حنيفة ويفسدها في رواية جامع الفصولين .... قوله : (وجوّزاه بكل حال) أيسواء كان من شريكه أو لا فيما يحتمل القسمة أو لا ، لكن بشرط بيان نصيبه ، وإن لم يبين لا يجوز في الصحيح . زيلعي . قوله : (فلا يعوّل عليه) بال المعوّل عليه ما في الخانية أن الفتوى على قول الإمام ، وبه جزم أصحاب المتون والشروح فكان هو المذهب ، أفاده المصنف وعليه العمل اليوم . (۶۵/۹ ، باب الإجارة الفاسدة ، بيروت ، بدائع الصنائع :۲۵/۴ ، باب شرائط ركن الإجارة ، تبيين الحقائق :۱۱۹/۶)

ما في " تقريرات الرافعي على ردّ المحتار " : قال الرافعي : قول الشارح (لكن رده العلامة قاسم الخ) ما سيأتي في المتفرقات يدل على أن قولهما مفتى به أيضًا فانظره ونقل ط فيها أن قولهما مفتى به عن المضمرات . اهـ . ونقل أبو السعود في حاشية الأشباه عند قوله : وجاز استئجار طريق للمرور أن الفتوى على قولهما عن المضمرات والفتاوى الصغرى والتتمة وغيرها من الكتب المعتمدة فالترجيح قد اختلف . وقال في شرح الأشباه : أكثر المشايخ على ترجيح قوله . (۲۰۸/۱۴ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، بيروت ، القول الصواب في مسائل الكتاب : ص/۳۱۳) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات: ص۹۷، فقہ حنفی قرآن وحدیث کی روشنی میں: ۸۷/۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : واتحاد المجلس في العقود وغيرها على قسمين : حقيقي بأن يكون القبول في مجلس الإيجاب ، وحكمي إذا تفرق مجلس القبول عن مجلس =

اجیر خاص واجیر مشترک

مسئلہ (۴۲۱): کوئی کمپنی کسی آدمی کو کمپنی میں مشینوں کی درستگی کے لیے مقرر کرے، اور سامان بھی فراہم کرے، نیز اس کے کام کا وقت بھی متعین کرے، تو وہ اجیر خاص ہے[۱]، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی ایک شخص کا کام نہ کرے، بلکہ مختلف لوگوں کے کام کرے، یا کسی ایک ہی شخص کا کام کرے، مگر وقت کی تحدید نہ ہو، تو وہ اجیر مشترک ہے[۲]۔ اجیر خاص مقررہ وقت میں، مقررہ کام کو انجام دے، تو اجرتِ متعینہ کا حق دار ہوگا، اور اجیر مشترک کسی کام کے کرنے پر اپنی مقررہ اجرت کا حق دار ہوگا۔[۳]

=الإيجاب ما في الكتابة والمراسلة فيتحدان حكما. (۱/۲۰۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما مع اتحاد المجلس الحكمي فلا يختلف الأمر عند الحنفية فى اشتراط القبول في مجلس العلم، وهو الصحيح عند الحنابلة . (۱/۲۰۸)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يصح التعاقد بالكتابة بين حاضرين أو باللفظ من حاضر والكتابة ، وكذلك ينعقد البيع إذا أوجب العاقد البيع بالكتابة إلى غائب بمثل عبارة : بعتك داري بكذا ، أو أرسل بذلك رسولا فقبل المشتري بعد اطلاعه على الإيجاب من الكتابة أو الرسول صح العقد . (۹/۱۳، الأحكام الفقهية للتعامل الإلكترونية :ص/۱۳۰-۱۳۴، للشيخ عبد الرحمن بن عبد الله السند) (انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ:ص/۳۸۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : والثاني وهو الأجير (الخاص) ويسمى أجير وحد وهو من يعمل لواحد ، عملا مؤقتاً بالتخصيص . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (لواحد) أي لمعين واحدا أو أكثر ، قال القهستاني : لو =

اجرت کی تعیین

مسئلہ (۴۲۲): کوئی شخص کسی کو اپنی چیز فروخت کرنے کا وکیل بنائے، اور اس کی اجرت متعین نہ کرے، بلکہ اسے یہ کہے کہ مجھ کو اتنی قیمت چاہیے، اس سے زائد جتنی بھی رقم ملے گی وہ آپ کی اجرت ہوگی، شرعاً یہ معاملہ درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں اجرت مجہول ہے۔ (۱)

=استأجر رجلان أو ثلاثة رجلا لرعي غنم لهما أو لهم خاصة كان أجير خاصاً ...... قوله : (عملاً مؤقتاً) خرج من يعمل لواحد من غير توقيت كالخياط . (۹/ ۸۱)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (الأجراء على ضربين : مشترك وخاص ، فالأول من يعمل لا لواحد) كالخياط ونحوه (أو يعمل له عملاً غير مؤقت) . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (من يعمل لا لواحد) قال الزيلعي : معناه من لا يجب عليه أن يختص بواحد عمل لغيره أو لم يعمل . (۹/ ۸۱ ، كتاب الإجارات ، مطلب أجير خاص)

(۳) ما في " رد المحتار " : قوله : (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة . قال في التاترخانية : وفي فتاوى الفضلي : وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة . وقد قال بعض مشايخنا : له أن يؤدي السنة أيضا ، واتفقوا أنه لا يؤدي نفلا ، وعليه الفتوى .

(۹/ ۹۶، مطلب ليس للأجير الخاص أن يصلي النافلة ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ولا يستحق المشترك الأجر حتى يعمل كالقصار ونحوه) كفتال وحمال ودلال وملاح . [در مختار] وفي الشامية : قوله : (حتى يعمل) لأن الإجارة عقد معاوضة فتقتضي المساواة بينهما ، فما لم يسلم المعقود عليه للمستأجر لا يسلم له العوض والمعقود عليه هو العمل أو أثره على ما بينا ، فلا بد من العمل . زيلعي .

(۹/۸۸، مبحث للأجير المشترك ، بيروت)

الحجة على ما قلنا : =

دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ

مسئلہ (۴۲۳): کسی شخص نے اپنی زمین کسی کو کرایہ پر دیدی، اور مدتِ کرایہ داری ختم ہوگئی، یا اصل کرایہ دار کا انتقال ہوگیا، تو شرعاً اسے اپنی زمین خالی کرانے کا حق حاصل ہے[1]، کرایہ دار یا اس کے ورثاء کا، کورٹ کے ذریعہ مالکِ زمین کو مزید کرایہ داری کا معاملہ کرنے، یا زمین بیچنے پر مجبور کرنا شرعاً جائز نہیں ہے[2]، ہاں اگر دوسری جگہ منتقل ہونے میں مشکلات درپیش ہوں، تو مالک زمین کو مزید کرایہ داری کا معاملہ کرنے یا زمین کے بیچنے پر راضی کرلیں[3]، خواہ کرایہ میں اضافہ کرکے ہو، یا زمین کی قیمت میں زیادتی کرکے، لیکن اس کے باوجود بھی اگر وہ مزید کرایہ داری کا معاملہ کرنے یا زمین کے بیچنے پر راضی نہ ہو، تو اسے اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا[4]، البتہ اگر کرایہ دار نے اس زمین پر عمارت بنائی ہے، تو تعمیر کردہ عمارت کا وہ مالک رہے گا، جس کو توڑ کر اس کے ملبے کو وہاں سے اٹھایا جا سکتا ہے، یا پھر وہ عمارت مالک زمین ہی کو بیچ دے، اور اس کی قیمت میں تعمیر شدہ عمارت کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ گری ہوئی

=(۱) ما في " مراسیل أبي داود " : عن أبی سعید الخدري رضي اللّٰه تعالی عنه : " أن رسول اللّٰه ﷺ نهی عن استیجار الأجیر حتی یبین له أجره " . (ص/۱۰، باب التجارة)

ما في " الفتاوی الهندیة " : ومنها (أی من شروط صحة العقد) أن تکون الأجرة معلومة .

(۴/۴۱۱، کتاب الإجارة، الباب الأول في تفسیر الإجارة)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : شرطها کون الأجرة والمنفعة معلومتین لأن جهالتهما تفضي إلی المنازعة . (۹/۷، کتاب الإجارة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۹۳)=

عمارت کے ملبہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا(۵)، رہی یہ بات کہ! اگر کورٹ میں کیس داخل کیا گیا اور فیصلہ کرایہ دار کے حق میں ہوا، تو بھی کرایہ دار کے لیے اس زمین کا حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ کرنا ہوگا، جو حرام ہے(۶)، نیز کورٹ کا کرایہ دار کے حق میں فیصلہ کرنے سے اس کے لیے اس زمین پر ملکیت بھی ثابت نہیں ہوگی، کیوں کہ اس صورت میں اسبابِ ملک میں سے کوئی سبب نہیں پایا گیا۔(۷)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : وإن كان استأجرها كل شهر فلكل واحد منهما أن ينقض الإجارة عند رأس الشهر . (۱۴۶/۱۵ ، باب إجارة الدور والبيوت)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : وتنفسخ بموت أحد عاقدين عقدها لنفسه .

(۹۸/۹ ، باب فسخ الإجارة)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن محمد قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا ! لا تظلموا ، ألا ! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " .

(ص/۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، الفصل الأول ، رقم : ۲۹۴۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما شرائط الصحة فمنها : رضا المتعاقدين .

(۴۱۱/۴ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول)

ما في " الكافي في الفقه الحنفي " : والبيع شرعاً : مبادلة المال بالمال بالتراضي ..... فإذا فقد التراضي بأن المكره عقارهٗ خوفاً على نفسه فالبيع فاسد وموقوف ، فإن قبل البائع وقبض الثمن انقلب نافذاً . (۱۰۸۸/۳ ، ۱۰۸۹ ، كتاب البيوع ، مكتبة مؤسسة الرسالة بيروت)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰأيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلآ أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما شرائط الصحة فمنها ؛ رضا المتعاقدين ، ومنها ؛ أن تكون الأجرة معلومة . (۴۱۱/۴ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة)=

اووَرٹائم (Overtime) میں صرف حاضری

مسئلہ (۴۲۴): ایک شخص اوورٹائم (Overtime) تو دیتا ہے، لیکن اس میں کام نہیں کرتا ہے، بلکہ یونہی فضول گزار دیتا ہے، کیوں کہ کوئی نگرانی کرنے والا نہیں ہوتا ہے، اگر اس شخص کی حیثیت اجیرِ خاص کی ہے، تو اجیرِ خاص اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ مفوّضہ امر (سپرد کیے گئے کام) کو پورا کرے، اور اگر وہ مفوضہ امر پورا کرنے سے باز رہے، تو اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ اس صورت میں محض تسلیمِ نفس سے استحقاقِ اجرت ثابت نہیں ہوگا، لہٰذا اس کے لیے اوورٹائم (Overtime) کی اضافی اجرت لینا شرعاً درست نہیں ہے۔ [1]

=(۴) ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن عمرو بن يثربي قال : خطبنا رسول الله ﷺ فقال : ألا ! ولا يحل لإمرئ من مال أخيه شيء إلا بطيب نفس منه " .

(۱۱۳/۵ ، كتاب البيوع ، رقم : ۲۱۱۱۹ ، ۲۱۱۲۰ ، مؤسسة قرطبة القاهرة)

(۵) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتصح إجارة أرض للبناء والغرس ، فإن مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة لعدم نهايتها إلا أن يغرم له الموجر قيمته أى البناء والغرس مقلوعاً ، بأن تقوم الأرض بهما وبدونهما فيضمن ما بينهما ويتملكه ...... فأفاد أنه لا يلزمه القلع لو رضى المؤجر بدفع القيمة . (۳۶/۹ ، ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها)

(۶) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سلمة بن عبد الرحمٰن كانت بينه وبين أناس خصومة في أرضٍ ، فدخل على عائشة فذكر لها ذلك ، فقالت : يا أبا سلمة ! اجْتنب الأرض، فإن رسول الله ﷺ قال : " من ظلم قِيدَ شِبرٍ من الأرض طُوِّقَه من سبع أرضين " .

(۴۵۳/۱ ، كتاب بدء الخلق ، باب ما جاء فى سبع أرضين ، رقم : ۳۱۹۵)

(۷) ما في " الدر المختار مع الشامية " : اعلم أن أسباب الملک ثلاثة : ناقل كبيع وهبة وخلافة كارث ، واصالة وهو الاستيلاء حقيقة بموضع اليد ، أو حكماً بالتهيئة كنصب شبكة الصيد .

(۴۶/۱۰ ، كتاب الصيد) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۶۳۵، ۶۳۶، کراچی)=

ٹی وی کیبل کنیکشن، وی سی آر کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۲۵): موجودہ زمانے میں ٹی وی (.T.V) سی ڈی (C.D) وی سی آر (V.C.R) وغیرہ کا استعمال عام ہو چکا ہے، یہاں تک کہ بہت سے لوگ کیبل کنیکشن (Cable Connection) سی ڈیز، وی سی آر، اور فلمی کیسٹس (Filmy Cassette,s) وغیرہ کا بزنس (Business) کرتے ہیں، اور اس کو کرایہ پر بھی دیتے ہیں، جب کہ عموماً ان چیزوں کا غالب استعمال ناجائز امور ہی میں ہوتا ہے، اس لیے ان تمام چیزوں کی خرید وفروخت اور ان کو کرایہ پر دینا شرعاً درست نہیں ہے[1]، لہٰذا اس کی آمدنی بھی ناجائز ہوگی، اور اس رقم سے حج یا عمرہ کرنا، اسی طرح اس سے زکوۃ، صدقات اور صدقۂ فطر وغیرہ دینا سب ناجائز ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " شرح المجلة " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان فى مدة الإجارة حاضرا للعمل ، ولا يشترط أن يتمكن من العمل ، فلو سلم نفسه ولم يتمكن منه لعذر كالمطر والمرض فلا أجر له . (الدر المنتقى) . لكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (ص/ ۲۳۹ ، الباب الأول في الضوابط العمومية)

ما في " فتاوى النوازل " : وأجير الواحد لا يعمل في ذمة الإجارة لغيره عملاً ، لأن المدة خصّت للمستأجر ولو عمل لآخر عملاً ينقص من أجرته بقدر ما عمل فلو عين له العمل في هذه المدة . (ص/ ۳۸۲ ، مسائل متفرقة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا اللّٰه إن اللّٰه شديد العقاب﴾ . (سورة المائدة : ۲)=

ڈرائیور کو گاڑی یا رکشا چلانے کے لیے دینا

مسئلہ (۴۲۶): آج کل شہروں میں گاڑی یا رکشا مالکان اپنی گاڑی یا رکشا، ڈرائیور کو کرایہ پر چلانے کے لیے دیتے ہیں، اور یوں کہتے ہیں کہ تم دن بھر گاڑی یا رکشا چلاؤ، اور حاصل ہونے والے کرایہ میں سے ہمیں، مثلاً: دوسو روپئے دینا، بقیہ جتنا بھی بچ جائے وہ تمہارا ہوگا، شرعاً یہ عقد جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ عقد نہ مضاربۃً درست ہے، اس لیے کہ اس میں رأس المال بشکل نقد نہیں بلکہ بشکل عروض ہے، جب کہ

=ما في " روح المعاني " : (ولا تعاونوا على الإثم والعدوان) فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .
(۸۵/۴ ، أحكام القرآن للجصاص : ۲/ ۳۸۱)
ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا تصح الإجارة لعسب التيس) وهو نزوه على الإناث ، (و) لا لأجل المعاصی مثل (الغناء والنوح والملاهی) ولو أخذ بلا شرط يباح . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (والملاهی) كالمزامير والطبل ، وإذا كان اللهو لغير اللهو فلا بأس به . (۶۴/۹ ، مطلب فی الاستيجار على المعاصي ، الموسوعة الفقهية : ۱/ ۲۹۰ ، الإجارة على المعاصي والطاعات) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/ ۶۰، جدید، محمود الفتاویٰ: ۳/ ۲۸، کتاب البیوع، احسن الفتاویٰ: ۶/ ۵۳۸، باب البیع الفاسد والباطل)
(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله) .... وهذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه ويوفی دينه ، وإلا فلا زكوٰة كما لو كان الكل خبيثاً ، كما فی النهر عن الحواشی السعدية . " در مختار " . وفي الشامية : قوله : (لو كان الكل خبيثاً) فی " القنية " ولو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة ، لأن الكل واجب التصدق عليه ، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه ، ومثله في البزازية . (۳/ ۲۰۱ ، الفتاوى التاتارخانية : ۲/ ۵۲، الفصل العاشر في بيان ما يمنع وجوب الزكاة ، خلاصة الفتاوى : ۱/ ۲۴۵ ، الفصل التاسع في الحظر والإباحة)
(فتاوی محمودیہ: ۹/ ۳۲۴، حرام مال پر زکوٰۃ، کراچی)

مضاربت کے صحیح ہونے کے لیے رأس المال کا بشکل نقد ہونا ضروری ہے[۱]، نیز اِس عقد میں ایک فریق-مالک- کے لیے نفع کی ایک خاص مقدار بھی متعین ہے، جب کہ عقدِ مضاربت میں نفع کی کسی خاص مقدار کو، کسی ایک فریق کے لیے متعین کرنا شرعاً درست نہیں ہے[۲]۔ اور نہ ہی اجارۃً صحیح ہے،اس لیے کہ اس معاملے میں شئ مستاجر- گاڑی یا رکشہ-جس کرایہ (دوسوروپئے) کے عوض کرایہ پر لیا گیا،کرایہ دار اِس سے زیادہ کرایہ سواریوں سے وصول کرتا ہے،اور یہ دونوں کرایے ایک ہی جنس (روپیوں) سے ہیں،لہٰذا یہ زائد وصول کیا جانے والا کرایہ-کرایہ دار کے لیے جائز نہیں ہے،اس لیے یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہونا چاہیے[۳]۔ البتہ جواز کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ گاڑی یا رکشہ کا مالک کسی شخص کو اپنی گاڑی یا رکشہ چلانے کے لیے متعین اجرت پر رکھ لے، کہ اِس صورت میں گاڑی یا رکشہ سے حاصل ہونے والا پورا کرایہ گاڑی یا رکشہ مالک کا ہوگا،اورملازم اپنی اجرتِ متعینہ کا حقدار ہوگا۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الجوهرة النيرة " : (ولا تصح المضاربة إلا بالمال الذي بينّا أن الشركة تصح به) يعني أنها لا تصح إلا بالدراهم والدنانير . (۱/۲۲٦، كتاب المضاربة)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : (ومن شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعاً لا يستحق أحدهما منه دراهم مسمّاةً) ؛ لأن شرط ذلك يقطع الشركة لجواز أن لا يحصل من الربح إلا تلك الدراهم المسماة . قال في شرحه : إذا دفع إلى رجل مالا مضاربة على أن ما رزق الله فللمضارب مائة درهم ، فالمضاربة فاسدة . (۱/۲۲٦، كتاب المضاربة ، المغني لإبن قدامة:۵/۱۹۱)

(۳) ما في " الجوهرة النيرة " : (الإجارة عقد على المنافع بعوض) .... (ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة ، والأجرة معلومة) ؛ لأن الجهالة في المعقود عليه وبدله يفضي =

رہنمائی کی اجرت

مسئلہ (۴۲۷): اگر کوئی شخص کسی متعین آدمی سے کہے کہ؛ تو مجھے فلاں جگہ کی طرف، یا فلاں چیز کی رہنمائی کرے گا، تو میں تجھ کو اتنا انعام دوں گا، شرعاً یہ جائز ہے، اب اگر وہ شخص اس کے ساتھ چل کر اس کی رہنمائی کردے، تو اس کو اس کے چلنے کی وجہ سے اجرِ مثل ملے گا، کیوں کہ یہ ایسا عمل ہے جو عقدِ اجارہ کی وجہ سے واجب ہے۔[1]

=إلى المنازعة كجهالة الثمن والمبيع . (۱/۶۷۵، كتاب الإجارة)

(۴) ما في " الجوهرة النيرة " : وأما إذا قوبلت بجنسها كما إذا استأجر دارًا بسكنى دار أخرى ، أو ركوب دابة بركوب دابة أخرى ، أو زراعة أرض بزراعة أرض أخرى ، فالإجارة فاسدة ؛ لأن الجنس بانفراده يحرم النساء . كذا في الينابيع . (۱/۶۷۵، كتاب الإجارة)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۱۷، ۲۱۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه إن دلتني على كذا فلک كذا ، إن مشى له فدله فله أجر المثل للمشي لأجله ، لأن ذلک عمل يستحق بعقد الإجارة . (۹/۱۱۱، مطلب ضل له شيء فقال : من دلني عليه فله كذا)

(الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۴/۴۴۰)

ما في " قواعد الفقه " : استحقاق الأجرة بعمل لا بمجرد قول . (ص/۵۷)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۲۰)

تجارت میں قرض کا مال دے کر نفع کی تعیین

مسئلہ (۴۲۸): ایک دوکاندار کے پاس نقد رقم بھی ہے، دوکان میں سامان تجارت بھی رکھا ہوا ہے، اور کچھ ادھار کھاتے بھی ہیں، اس سے کوئی شخص کہتا ہے کہ آپ ایک سال کے لیے مجھ سے ایک لاکھ روپئے لے لیں، اس سے تجارت کریں، اور پھر سال بھر کے بعد جو نفع ہو، اس میں سے اتنے فیصد مجھے دیدیں، شرعاً یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ فقہائے کرام نے قرضہ جات اور غائب اموال میں شرکت کو ناجائز فرمایا ہے [1]، البتہ شریعت کے ایک اصول پر غور کرنے سے مذکورہ صورت کا جواز معلوم ہوتا ہے، وہ اصول یہ ہے کہ: بعض مرتبہ کوئی چیز قصداً تو ناجائز ہوتی ہے، مگر ضمناً وتبعاً جائز ہوتی ہے۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : أن يكون رأس مال الشركة عيناً حاضراً لا دينا ولا مالاً غائباً ، فإن كان لا تجوز عنانا كانت أو مفاوضةً ، لأن المقصود من الشركة الربح وذلك بواسطة التصرف ، ولا يمكن في الدين ولا المال الغائب فلا يحصل المقصود .

(۵/ ۷۹ ، المغنی : ۵/ ۱۲۷)

(۲) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي " : الرابعة : يفتقر في التوابع ما لا يفتقر في غيرها ، وقريب منها يفتقر في الشيء ضمناً ما لا يفتقر قصداً . (۱/ ۳۵ ، التابع تابعٌ)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل أنه قد يثبت الشيء تبعاً وحكما وإن كان قد يبطل قصداً . (ص/ ۱۶)

ما في " المعايير الشرعية " : لا تجوز أن تكون الديون وحدها حصة في رأس مال الشركة إلا في الحالات التى تكون فيها الديون تابعة لغيرها مما يصح جعله رأس مال الشركة مثل تقديم مصنع رأس مال الشركة مما له ومما عليه . (ص/ ۲۰۸ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص ۱۹۰)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۱۸۹)

فیصد کے حساب سے اجرت

مسئلہ (۴۲۹): آج کل بہت سارے ادارے اور افراد اپنے کام کا معاوضہ فیصد (Percentage) کے حساب سے مقرر کر لیتے ہیں، جیسا کہ ''بینک'' اپنے کام کا معاوضہ سروس چارج (Service Charge) کے نام سے وصول کرتا ہے، اور یہ سروس چارج فیصد کے حساب سے ہوتا ہے، اسی طرح مثلاً ''اسٹیٹ ایجنسی'' والے بروکر حضرات اصل رقم پر فیصد کے حساب سے اجرت وصول کرتے ہیں، تو شرعاً اس طرح اجرت وصول کرنے کا حکم یہ ہے کہ یہ اجرت جو فیصد کے حساب سے وصول کی جارہی ہے، اگر وہ اجرتِ مثل ہو، یا باہمی رضامندی سے طے ہو تو جائز ہے۔

اس مسئلے کی نظیر وہ مسئلہ ہے جس میں فقہاء کرام رحمہم اللہ نے دلال کی اجرت کے بارے میں بحث کی ہے، کہ دلال کی اجرت بھی فیصد کے حساب سے ہوتی ہے، اس کے بارے میں متأخرین حنفیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اصول اور قاعدہ کے لحاظ سے تو یہ اجرت جائز نہیں ہونی چاہیے تھی، کیوں کہ اس میں اجرت اور عمل کی مقدار متعین نہیں ہے، لیکن کثرتِ تعامل کی وجہ سے فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ یہ اجرت پہلے سے طے ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : باب أجرة السمسرة – ولم ير ابن سيرين وعطاء وابراهيم والحسن بأجر السمسار بأساً ، وقال ابن عباس : لا بأس أن يقول : بع هذا الثوب فما زاد على كذا وكذا فهو لک ، وقال ابن سيرين : إذا قال : بعه بكذا وكذا فما كان من ربح فهو لک أو بيني وبينک فلا بأس به . (۱/۳۰۳ ، كتاب الإجارة ، باب أجر السمسار)

ما في '' رد المحتار '' : قال في '' التاتر خانية '' : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل،=

بیرون ملک سے بذریعہ بینک تجارت

مسئلہ (۴۳۰): آج کل لوگ بیرون ممالک سے مال منگوا کر تجارت کرتے ہیں، مال منگوانے کی صورت میں خریدار مال کی قیمت بذریعہ بینک ادا کرتا ہے، مثلاً ہندوستان کا ایک تاجر جاپان کے ایک تاجر سے کچھ مال منگواتا ہے، تو جاپان کا تاجر ہندوستان کے تاجر سے کہتا ہے کہ تم اپنے کسی مقامی بینک کے ذریعہ میرے حق میں ایک لیٹر آف کریڈٹ کھول دو، ہندوستان کا بینک اپنی جاپان کی شاخ کو اس لیٹر آف کریڈٹ کے ذریعہ ہدایت کردے گا کہ وہ جاپان کے تاجر کا مال جہاز سے روانہ کرنے کے متعلق ضروری کاغذات وصول کرکے، اس کو مال کی قیمت ادا کردے، تو اس صورت میں بینک چوں کہ خریدار کا وکیل ہے، اس لیے بذریعہ بینک قیمت ادا کرنا درست ہے، اور جب مال جاپانی شاخ کے قبضہ میں آجائے، تو ہندوستانی خریدار کے لیے اس کی بیع جائز ہے۔ (۱)

=وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاک حرام عليهم . وفي " الحاوی " : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار ، فقال : أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فيجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام .
(۹/ ۷۵ ، كتاب الإجارة ، مطلب فی أجرة الدلال)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاک وما لا يقدر فيه الوقت ولا مقدار العمل لما كان للناس به حاجة جاز ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل . (۵/ ۴۰ ، نوع فی المتفرقات)

(انعام الباری:۶/ ۴۶۳، امداد الفتاوی:۳/ ۳۶۶، جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ:ص/ ۱۸۸)

الحجة على ما قلنا :=

آبِ زم زم کی تجارت

مسئلہ (۴۳۱): آبِ زمزم کی تجارت میں بظاہر کوئی امر، مانعِ جواز نہیں، کہ وہ متقوم بھی ہے [۱]، اور احراز سے ملک بھی ثابت ہوجاتی ہے [۲]، نیز بلانکیر ماء زمزم کے بیچنے کا تعامل بھی ہے [۳] محض متبرک ہونا بیع کے لیے مانع نہیں بن سکتا، کیوں کہ قرآن کریم سب سے زیادہ متبرک ہونے کے باوجود اس کی بیع وشرا سب جائز ہے [۴]، اور خریدار کا کافر ہونا بھی بظاہر مانعِ صحتِ بیع نہیں [۵]، ہاں! احتمالاً مخل احترام ہونے کی بنا پر خلافِ اولیٰ یا مکروہ کہا جاسکتا ہے۔ [۶]

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فابعثوٓا أحدكم بورقكم هذهٖٓ إلى المدينة فلينظر أيهآ أزكى طعامًا﴾ . (سورة الكهف : ۱۹)

ما في " جامع الترمذي " : عن حكيم بن حزام ، أن رسول الله ﷺ بعث حكيم بن حزام ليشتري له أضحية بدينار ، فاشترى أضحية فاربح فيها ديناراً ، فاشترى أخرىٰ مكانها ، فجاء بالأضحية والدينار إلى رسول الله ﷺ ، فقال : " ضحّ بالشاة وتصدّق بالدينار " . (۱/۲۳۸ ، أبواب البيوع)

ما في " الهداية " : قال : كل عقد جاز أن يقعده الإنسان بنفسه ، جاز أن يؤكله به غيره ، لأن الإنسان قد يعجز عن المباشرة بنفسه على اعتبار بعض الأحوال ، فيحتاج إلى أن يؤكل به غيره ، فيكون بسبيل منه دفعاً للحاجة ، وقد صح أن النبي ﷺ وكل بالشراء حكيم بن حزام وبالتزويج عمر بن أم سلمة . (۳/۱۷۷ ، كتاب الوكالة) (احسن الفتاویٰ:۶/۵۲۴،جدید مسائل کا حل:ص/۲۱۹)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " قبض الوكيل كقبض مؤكله " . (۲/۸۰۳ ، القاعدة : ۱۳۳۸)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " فعل الوكيل كفعل المؤكل " . (۲/۸۰۰ ، القاعدة : ۱۳۱۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في" البحر الرائق " : وأما شرائط المعقود عليه فأن يكون موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً في نفسه . (۵/۴۳۳ ، كتاب البيوع)=

....

=ما في " رد المحتار " : وشرط المعقود عليه ستة : كونه موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً في نفسه. (۱۱/۷ ، كتاب البيوع ، شرائط البيع أنواع أربعة)
(۲) ما في " رد المحتار " : وقال الرَّملي : إن صاحب البئر لا يملك الماء كما قدمه في " البحر " .... وهذا مادام في البئر ، أما إذا أخرجه منها بالاحتيال كما في السواني ، فلا شك في ملكه له لحيازته له في الكيزان ، ثم صبه في البرك بعد حيازته . تأمل .
(۱۸۹/۷ ، كتاب البيوع ، صاحب البئر)
(۳) ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " العادة محكمة " . (۲۴۹/۱ ، الأشباه: ۳۲۸/۱)
ما في " شرح عقود رسم المفتي " :

والعرف في الشرع له اعتبار   لذا عليه الحكم قد يدار

قال في المستصفىٰ : العرف والعادة ما استقر في النفوس من جهة العقول ، وتلقته الطباع السليمة بالقبول . (ص/۱۷۵ ، بحث العرف والعادة)
(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : وذهب بعض السلف إلى إجازة بيعها ، منهم محمد بن الحنفية ، والحسن ، وعكرمة ، والشعبي ، لأن البيع يقع على الورق والجلد وبدل عمل يد الكاتب ، وبيع ذلك مباح، قال الشعبي : لا بأس ببيع المصحف، إنما يبيع الورقَ وعملَ يديه . (۱۷/۳۸ ، بيع المصحف وشراؤه)
(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل اللّٰه البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)
ما في " التفسير المنير " : تضمنت الآيات أمور خمسة : الموضوع الأول ، إباحة سائر البيوع التي ليس فيها نهي شرعي عنها . (۱۰۲/۳ ، تحت قوله : أحل اللّٰه الخ)
(۶) ما في " الفتاوى الهندية " : وليس يستحسن كتابة القرآن على المحاريب والجدران لا يخاف من سقوط الكتابة وأن توطأ . (۱۰۹/۱ ، كتاب الصلاة ، الباب السابع)

ما في " رد المحتار " : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " . (۲۲۳/۵ ، نعمانيه)

ما في " المقاصد الشرعية " : ان الذرائع تعدّ وسائل إلى المقاصد ، وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶) (امدادالفتاوی:۱۱۵/۳،۱۱۶)

ڈرائیونگ لائسنس

مسئلہ (۴۳۲): موٹر ڈرائیونگ اسکول والوں کا لائسنس بنا کر دینا اور اس پر اجرت کا لینا جائز ہے، یہ اجارہ، اجارۂ صحیحہ ہے، اس لیے کہ اس میں ان کو دو قسم کی محنت کرنی پڑتی ہے:

(۱) متعلقہ محکمہ کو درخواست وغیرہ دینا۔ (۲) پھر درخواست کو وصول کرنے کے بعد اُسے درخواست دہندہ کو پہنچانا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قالت إحدٰهما يٰأبت استأجره﴾ . (سورة القصص : ۲۶)

ما في " البحر المحيط " : وفي قولها : (استأجره) دليل على مشروعيته الإجارة عندهم ، وكذا كانت في كل ملة ، وهي من ضرورة الناس ...... وهذا مما انعقد عليه الإجماع .

(۱۴۹/۷ ، كذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي :۲۷۵/۱۳)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أجمع العلماء على أنه جائز أن يستأجره الراعي شهوراً معلومة بأجرة معلومة . (۱۷۵/۱۳)

ما في " معارج التفكر ودقائق التدبر " : (على أن تأجرني) : أي على شرط أن تكون أجيرًا لي تعمل بأمري . (۳۸۳/۹) (جدید مسائل کا حل:ص/۳۸۷،احسن الفتاوی:۳۳۲/۷)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عتبة بن المنذر قال : كنا عند رسول الله ﷺ ، فقرأ (طٰسٓمٓ) حتى بلغ قصة موسى عليه السلام ، قال : " إن موسى عليه السلام آجر نفسه ثمان سنين ، أو عشرًا على عفة فرجه وطعام بطنه " . (ص/۱۷۶ ، باب إجارة الأجير على طعام بطنه ، رقم الحديث : ۲۴۴۴)

ما في " رد المحتار " : (هي) لغة إسم للأجرة ، وهو ما يستحق على عمل الخير ، ولذا يدعى به ، يقال : أعظم الله أجرک ، وشرعاً : (تمليک نفع ... بعوض) . (۶/۹ ، كتاب الإجارة)

ما في " الفتاوى الهندية " : (أما بيان أنواعها) فنقول : إنها نوعان ؛ نوع يرد على منافع الأعيان كاستيجار الدور والأراضي .... ونوع يرد على العلم كاستيجار المحترفين للأعمال كالقصارة والخياطة والكتابة ، وما أشبه ذلک ، كذا في المحيط . (۴۱۱/۴ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة)

جہاز میں کرایہ پر لی ہوئی جگہ کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۳۳): کسی شخص نے اپنا سامان روانہ کرنے کے لیے، بحری جہاز میں کوئی جگہ کرایہ پر لی ہو، اب وہ اپنی اس جگہ کو نفع کے ساتھ دوسرے کو کرایہ پر دے رہا ہو، تو یہ اجارۃ علی الاجارۃ (اجارہ دراجارہ) کہلائے گا، اور یہ صورت اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ یہ اجارہ اجرتِ اُولیٰ یا اس سے کم پر ہو، نفع کے ساتھ نہ ہو، اگر نفع کے ساتھ کرایہ پر دیا، تو اس اضافی رقم کو فقراء پر صدقہ کرنا ہوگا، ہاں! اگراجارۂ اُولیٰ اور اجارۂ ثانیہ دونوں کی اجرت خلافِ جنس ہو، یا مستاجر اول اجرت پر لی ہوئی چیز میں کوئی اضافہ کرے، یا اس کی اصلاح کرے، تو ان صورتوں میں اجارۂ ثانیہ اجارۂ اُولیٰ سے زیادہ پر بھی جائز ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا استأجر داراً وقبضها ثم آجرها فإنه يجوز إن آجرها بمثل ما استأجرها أو أقل وإن آجرها بأكثر مما استأجرها فهي جائزة أيضاً إلا أنه إن كانت الأجرة الثانية من خلاف جنسها طابت له الزيادة ولو زاد فی الدار زيادة كما لو وتد فيها وتداً أو حفر فيها بئراً أو طيناً أو أصلح أبوابها أو شيئاً من حوائطها طابت له الزيادة .

(۴/۴۲۵ ، كتاب الإجارة ، الباب السابع في إجارة المستأجر)

ما في " رد المحتار " : قوله : (للمستأجر أن يؤجر المؤجر من غير مؤجره ، وأما من مؤجره فلا) يجوز ...... قال العلامة : أي ما استأجره بمثل الأجرة الأولىٰ أو بانقص ، فلو أكثر تصدق بالفضل إلا في مسألتين ، كما مر أول باب ما يجوز من الإجارة .... عن الخلاصة أن المستأجر الثاني إذا آجرها من المستأجر الأول يصح .

(۹/۱۰۷ ، كتاب الإجارة ، مسائل شتى ، مطلب في إجارة المستأجر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والشافعية والأصح عند=

بلاٹکٹ سفر کرنا

مسئلہ (۴۳۴): اگر کوئی شخص کئی مرتبہ ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک بلا ٹکٹ سفر کرے، جو جائز نہیں ہے، تو اسے چاہیے کہ جتنی دفعہ اس نے بلاٹکٹ سفر کیا، اتنی دفعہ کے کرایہ کا حساب لگا کر ٹکٹ خرید لے اور ضائع کردے، اس طرح ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہوجائے گا، کیوں کہ اس صورت میں حق، صاحبِ حق کو پہنچ جاتا ہے۔(۱)

=الحنابلة) على جواز إيجاز المستأجر إلى غير المؤجر الشيء الذي استأجر وقبضه في مدة العقد ، ما دامت العين لا تتأخر باختلاف المستعمل .... إيجاز المستأجر لغير المؤجر بزيادة، ذهب الحنفية إلى جواز الإجارة الثانية إن لم تكن الأجرة فيها من جنس الأجرة الأولى ، للمعنى السابق ، أما إن اتحد جنس الأجرتين فإن الزيادة لا تطيب للمستأجر وعليه أن يتصدق ، وصحت الإجارة الثانية لأن الفضل فيه شبهة ، أما إن كان أحدث زيادة في العين المستأجرة فتطيب الزيادة لأنها في مقابلة الزيادة المستحدثة . (۱/۲۶۷ ، إجارة ، إيجار المستأجر العين لآخر)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : كل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى الحلال فهي حسنة . (۶/۳۹۰ ، كتاب الحيل ، الفصل الأول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۴۳۱)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل أن المستحَق بجهة إذا وصل إلى المستحِق بجهة أخرى اعتبروا أصلاً بجهة مستحقة إن وصل إليه من المستحق عليه ، وإلا فلا .

(۷/۲۱۵ ، كتاب البيوع ، مطلب : رد المشتري فاسداً إلى بائعه الخ)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/۲۲۳ ، كتاب البيوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الواجب في الكسب الخبيث ، وهو تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۳۹/۴۰۷ ، الكسب الناشي عن الميسر)

(الفتاوى الهندية : ۵/۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب)

ویڈیو فلمیں کرایہ پر دینا

مسئلہ(۴۳۵): ویڈیو فلمیں کرائے پر دینے کا کاروبار جائز نہیں ہے[(۱)]، اس کی آمدنی بھی حرام ہے، لہٰذا اس کاروبار کو ترک کر کے حلال روزی تلاش کرنا چاہیے[(۲)] اور چونکہ حرام آمدنی کے استعمال سے فرائض واعمال بھی قبول نہیں ہوتے[(۳)]، گرچہ فرض ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے، اس لیے توبہ واستغفار بھی کرنا چاہیے۔[(۴)]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في" جواهر الفقه " : والثالث : بيع أشياء ليس لها مصرف إلا في المعصية ، فيتمحض بيعها وإجارتها وإن لم يصرح بها ، ففي جميع هذه الصور قامت المعصية بعين هذا العقد ، والعاقدان كلاهما آثمان ، بنفس العقد ، سواء استعمل بعد ذلک أم لا .

(۲/۴۴۸ ، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۳۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وأفاد كلامهم إن قامت المعصية بعينه يكره تحريماً ، وإلا فتنزيهاً . الدر المختار . قوله : (تحريماً) وظاهر كلامهم أن الكراهية لتعليلهم بالإعانة على المعصية . (۶/۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمةً إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰأيها الذين اٰمنوا كلوا من طيبٰت ما رزقنكم﴾ . (البقرة : ۱۷۲)

ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة ". (۶/۴۰۲ ، في حقوق الأولاد والأهلين)

(۳) ما في " كنز العمال " : عن ابن مسعود رضي الله عنه : " ... وإن كان لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحاً ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولىٰ به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنبت اللحم ". (۴/۸ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۹۲۶۲)=

مشترکہ لاؤڈ اسپیکر کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۳۶): اگر کوئی مسلم وغیر مسلم مشترکہ لاؤڈ اسپیکر مع گراموفون خریدیں، تاکہ ہندو ومسلم کی ناجائز تقریبات میں انہیں کرایہ پر دے کر کرایہ وصول کریں، تو یہ شرعاً تعاون علی الاثم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، البتہ اگر یہ دونوں چیزیں جائز وناجائز تقریبات میں کرایہ پر دی جاتی ہیں اور آمدنی کو مشترک ہی رکھا جاتا ہے، اور جائز آمدنی غالب ہو، تو نصف آمدنی بحصۂ رسد لینا درست ہے، ورنہ نہیں۔ (۱)

=(۴) ما في " القرآن الكريم " :﴿إلا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً فأولٰئک یبدّل الله سیئاٰتهم حسنٰت ، وكان الله غفوراً رحيماً﴾ . (سورة الفرقان : ۷۰)

ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : عن ابن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " التائب من الذنب كمن لا ذنب له " . (۵/ ۴۳۹ ، باب في معالجة كل ذنب بالتوبة)

ما في " كنز العمال " : عن أبي ذر رضي الله عنه قال : " إذا عملتَ سيئة فاتبعها حسنة تمحها" . (۴/۸۷ ، كتاب التوبة ، رقم الحديث : ۱۰۱۷۷)

ما في" كنز العمال " : عن أنس بن مالک رضي الله عنه : " إذا تاب العبد أنسى الله الحفظة ذنوبه ، وأنسى ذلک جوارحه ومعالمه من الأرض ، حتى يلقى الله وليس عليه مشاهد من الله بذنب " . (۴/۸۷ ، كتاب التوبة ، رقم الحديث : ۱۰۱۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿تعاونوا على البرّ والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾. (سورة المائدة : ۲)

ما في " التفسير المظهري " : أي على امتثال أمر الله تعالى . والتقوى أي الانتهاء عما نهى عنه كي يتقي نفسه عن عذاب الله . ﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ يعني لا تعاونوا على ارتكاب المنهيات ، ولا على الظلم تشفي صدوركم بالانتقام . (۳/۴۸)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " :﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ وهو الحكم اللاحق=

عورتوں کا تجارت کرنا

مسئلہ (۴۳۷): عام حالات میں بے پردہ ہوکر عورتوں کا دکان پر بیٹھ کر تجارت کرنا شرعاً ناجائز ہے[۱]، البتہ ضرورۃً پورے پردہ کے ساتھ تجارت کرسکتی ہے۔[۲]

= عن الجرائم . (۴۷/۶)

ما في " التفسير المنير " : ﴿تعاونوا على البر﴾ وهو كل خير أمر به الشرع أو نهى عنه من المنكرات ..... ولا تتعاونوا على الإثم ، وهو الذنب والمعصية ، وهي كل ما منعه الشرع ...... والإثم والعدوان يشتمل كل الجرائم التي يأثم فاعلها . (۴۱۸/۳)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا تصح الإجارة لعسب التيس) وهو نزوه على الإناث (و) لا لأجل المعاصي مثل (الغناء والنوح والملاهي) .

(۶۴/۹ ، كتاب الإجارة ، مطلب في الاستيجار على المعاصي)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز الاستيجار على الغناء والنوح ، وكذا سائر الملاهي ، لأنه استيجار على المعصية ، والمعصية لا تستحق بالعقد . (۴۰۳/۳ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة) (جدید مسائل کا حل :ص/ ۱۶۸، ۱۶۹، فتاویٰ محمودیہ:۲۱۲/۱۴، کتاب الشرکۃ، کراچی)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الحكم على الغالب دون النادر " .

(۷۳۴/۲ ، الفتاوى الهندية :۳۴۳/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا ، البزازية على هامش الهندية :۳۶۰/۶ ، الرابع في الهدية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقرن في بيوتكنّ ولا تبرّجن تبرُّجَ الجاهليّة الأولى﴾ .

(سورة الأحزاب : ۳۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وفيه الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيت منهياتٌ عن الخروج . (۴۷۱/۳ ، سورة الأحزاب ، الآية/۳۳)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإذا سألتموهنّ متاعاً فاسئلوهنّ من ورآء حجاب﴾ . [الأحزاب :۵۳] . وقوله تعالى : ﴿يآيها النبي قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ=

پرنٹنگ پریس میں ملازمت

مسئلہ (۴۳۸): اگر کوئی شخص پرنٹنگ پریس میں کام کرتا ہو، اور وہ اخباروں میں خبروں کے ساتھ بہت سی جاندار تصویریں بھی چھاپتا ہو، تو اس صورت میں ایسے شخص کے لیے جانداروں کی تصویروں کا چھاپنا، شائع کرنا، اور ایسی پریس میں ملازمت بھی ناجائز ہے، کیوں کہ ناجائز کاموں کی ملازمت بھی ناجائز ہوتی ہے [۱]، البتہ اگر جاندار کی تصویروں کے ساتھ دوسری جائز چیزیں بھی چھاپی جاتی ہوں، اور جائز چیزیں زیادہ ہوں، تو ایسی آمدنی پر حرام کا حکم نہیں لگایا جائے گا، پھر بھی بہتر یہی ہے کہ اس طرح کی ملازمت نہ کرے۔ [۲]

= من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " مشكوة المصابيح " : " لعن الله الناظر والمنظور إليه " .

(ص/ ۲۷۰ ، باب النظر إلى المخطوبة)

ما في " جامع الترمذي " : عن النبي ﷺ قال : " المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان " . (۱/ ۲۲۱)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا يبيتنّ رجل عند امرأة ثيّب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم " .

(ص/ ۲۲۸ ، كتاب النكاح ، باب بيان العورات)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : كذلک يجوز للمرأة معاملة الرجال ببيع أو شراء أو إجارة أو غير ذلک . (۳۲/ ۲۳۸ ، اختلاط الرجال بالنساء)

(رد المحتار : ۵/ ۲۳۷ ، دار احياء التراث العربي ، الاختيار لتعليل المختار : ۴/ ۱۵۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقالوا لا تذرُنَّ الهتكم ولا تذرُنَّ ودًّا ولا سُواعاً =

....

....

....

=ولا يغوثَ ويعوقَ ونسرًا﴾ . (سورة نوح : ۲۳)

ما في " بيان القرآن للتهانوي " : قوله تعالى : ﴿ولا تذرُنَّ ودًّا .. الخ﴾ لما كان هذا مآل اتخاذ صورهم مع إباحة نفس التصوير ، حينئذ دل على أن الاهتمام بحفظ آثار الصلحاء إذا اخيف منه مفسدة يجب تركه . (۲/۳۳ ، حاشية مسائل السلوک)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " :﴿لا تذرُنَّ الهتكم﴾ قلت : وبهذا المعنى فسر ما جاء في صحيح مسلم من حديث عائشة : أن أمّ حبيبة وأمّ سلمة ذكرتا كنيسةً رأينَها بالحبشة تسمى مارية ، فيها تصاوير لرسول الله ﷺ، فقال رسول الله ﷺ : " إن أولٓئک إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجداً ، وصوّروا فيه تلک الصور ، أولٓئک شرار الخلق عند اللّٰه يوم القيامة " . (۱۸/۳۰۸ ، سورة نوح)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عائشة رضي اللّٰه عنها ، عن النبي ﷺ قال : يا عائشة ! "أشدّ الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهئون بخلق اللّٰه تعالى " الحديث.(۲/۲۰۱ ، قديمي)

ما في " تكملة فتح الملهم " : (الذين يضاهون بخلق اللّٰه) المضاهاة : المشابهة ، والمراد الذين يصورون صور ذوي الأرواح ، فإنهم يدعون عملاً أنهم يخلقون صورهم ، والعياذ باللّٰه العظيم . (۱۰/۱۴۹ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ، رقم الحديث :۵۴۹۴)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (لا تصح الإجارة لعسب التيس ..... ولا لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي) . در مختار . (۹/۶۴ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، كذا في الهداية : ۳/۳۰۳ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " العناية شرح الهداية " : (ولا يجوز الاستئجارة على الغناء والنوح ، وكذا سائر الملاهي) ..... فإنه لو استحقت به لكان وجوب ما يستحق المرء به عقاباً مضافاً إلى الشرع وهو باطل . (۵/۹ ۲۱) (جدید مسائل کا حل :ص/۱۷۱،فتاویٰ محمودیہ:۱۹/ ۴۷۸)

(۲) ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الحكم على الغالب دون النادر " . (۲/۲۴ ۷)

بیئر بار اور میوزک ہاؤس میں ملازمت

مسئلہ (۴۳۹): اگر کسی شخص کی ملازمت ایسی جگہ پر ہو، جہاں گناہ کا کام ہوتا ہے، اور اس ملازم شخص کو بھی اس میں شریک ہونا پڑتا ہے، جیسے رقص، بیئر بار اور موسیقی وغیرہ کی جگہیں، تو اسے اس ملازمت کا ترک کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اس طرح کی جگہوں پر ملازمت کرنا شرعاً ناجائز ہے، اور اس سے حاصل آمدنی بھی ناجائز ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . [المائدة : ۱] ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضلّ عن سبيل الله بغير علم﴾ . (لقمٰن : ٦)

ما في " البحر المحيط " : الإثم المعاصي ، والعدوان التعدّي في حدود الله ، قاله عطاء ، وقيل : الإثم الكفر والعصيان ، والعدوان البدعة ، وقيل : الإثم الحكم اللاحق للجرائم ، والعدوان ظلم الناس ، وقال الزمخشري : الانتقام والتشفّي ، قال : ويجوز أن يراد العموم لكل إثم وعدوان . (۳/ ۵۹۰)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : الآية على ما صح في تفسيره ، عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه ، حيث قال : هو واللهِ الغناء ، وروى الحسن أن لهو الحديث كل ما شغلک عن عبادة الله تعالى ، وذكره من السمر ، والأضاحيک ، والخرافات ، والغناء ونحوها . (۳/ ۲۰۴)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : ثم هذا كله كلام على الغناء من حيث أنه غناء مع قطع النظر عما ينضم إليه ، من المنكرات والمعاصي عادة باجتماع أهل الهوى ، والسماع عن النساء ، والأجنبيات ، أو من الأمارد ، أو سماع ما يتضمن الحرام من الكلام كالتشبيب بامرأة مسماة معروفة حية ، أو كغيبة إنسان أو الإفتراء عليه والاستهزاء به ، وأمثال ذلک مما يحرم نثراً ونظماً وغناءً وبلا غناء ، فإن ذلک بمعزل عما نحن فيه ، فإنه حرام بإطباق النصوص ، وبإجماع المسلمين ، لا يختلف فيه مسلمان . (۳/ ۲۲٦)=

بینک کی ملازمت

مسئلہ (۴۴۰): بینک کی ملازمت کے سلسلے میں فقیہ عصر، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

''دراصل بینک کی ملازمت ناجائز ہونے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ ملازمت میں سود وغیرہ کے ناجائز معاملات میں اِعانت ہے، دوسرے یہ کہ تنخواہ حرام مال سے ملنے کا احتمال ہے، ان میں سے پہلی وجہ یعنی حرام کاموں میں مدد کا جہاں تک تعلق ہے، شریعت میں مدد کے مختلف درجے ہیں، ہر درجہ حرام نہیں، بلکہ صرف وہ مدد ناجائز ہے جو براہِ راست حرام کام میں ہو، مثلاً سودی معاملہ کرنا، سود کا معاہدہ لکھنا، سود کی رقم وصول کرنا وغیرہ[1]، لیکن اگر براہِ راست سودی معاملے میں انسان کو ملوّث نہ ہونا پڑے، بلکہ اس کے کام کی نوعیت ایسی ہو جیسے ڈرائیور، چپراسی، یا جائز ریسرچ وغیرہ تو اس میں چونکہ براہِ راست مدد نہیں ہے، اس لیے اس کی گنجائش ہے، جہاں تک حرام مال سے تنخواہ ملنے کا تعلق ہے، اس کے بارے میں شریعت کا اُصول یہ ہے کہ اگر ایک مال حرام اور حلال سے مخلوط ہو اور حرام مال زیادہ ہو، تو اس سے تنخواہ یا ہدیہ لینا جائز نہیں، لیکن اگر حرام

=ما في " مشكوة المصابيح " : قال رسول الله ﷺ : " الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع " . (ص/ ۴۱۱)

ما في " نيل الأوطار " : وقال : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر " . (۸/ ۱۰۳) (فتاویٰ عثمانی:۳/ ۳۶۶، کتاب الاجارۃ)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الإعانة على محظور محظور " . (۲/ ۶۴۴ ، قاعدة : ۲۰۳)=

مال کم ہوتو جائز ہے[۲]، بینک کی صورتِ حال یہ ہے کہ اس کا مجموعی مال کئی چیزوں سے مرکب ہوتا ہے: (۱) اصل سرمایہ، (۲) ڈپازیٹرز کے پیسے، (۳) سود اور حرام کاموں کی آمدنی، (۴) جائز خدمات کی آمدنی، اس سارے مجموعے میں صرف نمبر تین (سود اور حرام کاموں کی آمدنی) حرام ہے، باقی کو حرام نہیں کہا جا سکتا، اور چونکہ ہر بینک میں نمبر ایک (اصل سرمایہ) ونمبر دو (ڈپازیٹرز کے پیسے) کی اکثریت ہوتی ہے، اس لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجموعے میں حرام غالب ہے، لہٰذا کسی جائز کام کی تنخواہ اس سے وصول کی جاسکتی ہے۔ یہ بنیاد ہے جس کی بنا پر علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بینک کی ایسی ملازمت جس میں خود کوئی حرام کام کرنا نہ پڑتا ہو، جائز ہے، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ اس سے بھی اجتناب کیا جائے۔"[۳]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر رضي الله عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷ ، كتاب البيوع)

(مشكوة المصابيح :ص/۲۴۴ ، باب الربوا ، الفصل الأول ، قديمي)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : هذا تصريح بتحريم كتابة المبايعة بين المترابيين والشهادة عليهما ، وفيه تحريم الإعانة على الباطل . (۲/۲۷)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور ، لأن الغالب في مالهم الحرمة إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به ، لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام فالمعتبر الغالب ، وكذا أكل طعامهم ... آكل الربوا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه وإن كان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هديته والأكل منها ... الخ . (۵/۳۴۲ ، ۳۴۳)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : طلب الحلال فرض على كل مسلم ، وقد أمر الله تعالى=

انٹرنیٹ کیفے میں ملازمت

مسئلہ (۴۴۱): ملازم کی ذمہ داری اگر انٹرنیٹ پر غلط اور ناجائز امور کو انجام دینے کی ہے، تو اُس کے لیے اِس ملازمت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے [۱]، اور اگر صحیح اور اُمورِ مباحہ کو انجام دینے کی ذمہ داری ہے، تو جائز ہے۔ [۲]

= بالأكل من الطيبات ، فقال سبحانه وتعالى : ﴿يٰٓأيها الذين اٰمنوا كلوا من طيّبٰت مما رزقنكم﴾. (۲۴۴/۳۴ ، و ۴۰۷/۳۹ ، رد المحتار : ۲۲۳/۷ ، السير الكبير : ۴/۴ ، الفتاوى الهندية : ۳۴۹/۵ ، المحيط البرهاني : ۹۷/۶) (فتاویٰ عثمانی:۳/ ۳۹۵،۳۹۶،کتاب الاجارہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير ، لأنه معصية والاستيجار على المعاصي باطل . (۱۶/ ۳۷ ، ۳۸)

ما في " رد المحتار " : (لا تصح الإجارة لعسب التيس) ولا لأجل المعاصی مثل الغناء كالمزامير والطبل . (۶۴/۹، الاستيجار على المعاصي ، البحر الرائق :۳۴/۸)

(۲) ما في " رد المحتار " : وإذا كان الطبل لغير اللهو فلا بأس به . (۶۴/۹)

ما في " بدائع الصنائع " : وتجوز الإجارة للحجامة وأخذ الأجرة عليها لأن الحجامة أمر مباح . (۴۲/۴)

غیر مسلموں کے تہواروں میں منڈپ کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۴۲): کسی بھی مسلمان شخص کا غیر مسلموں کے تہواروں؛ گنیش وِسرجن دیوالی یا ہولی وغیرہ میں، منڈپ، یا اپنی گاڑی وغیرہ کا کرایہ پر دینا، یہ جانتے ہوئے کہ- اپنا منڈپ وغیرہ کرایہ پر دینے میں اُن کے تہواروں کو پختگی دینا ہے- اعانت علی المعصیت اور رضا بالکفر والشرک- میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے [۱]، نیز کرایہ داری کا یہ معاملہ اجارۂ فاسدہ ہے [۲]، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی شرعاً ناجائز ہے، لہٰذا اس آمدنی کو فقراء وغرباء پر صدقہ کردے [۳]، اور اگر کرایہ داری کا یہ معاملہ عدمِ واقفیت کی وجہ سے کیا ہے، تو توبہ واستغفار کرلے۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " روح المعاني " : (ولا تعاونوا) فيعم النهى كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصى ويندرج فيه النهي عن التعاون على الإعتداء والإنتقام ، وعن ابن عباس .... فسر الإثم بترک ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه والعدوان بمجاوزة ما حده سبحانه لعباده فى دينهم وفرضه عليهم . (۸۵/۱) (کتاب الفتاویٰ:۴۰۶/۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : ذمي سأل مسلماً على طريق البيعة لا ينبغى للمسلم أن يدله على ذلک لأنه إعانة على المعصية . (۲۵۰/۲ ، کتاب السير ، الباب الثامن فى الجزية)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن رضى بكفر غيره ليعذب على الخلود لا يكفر ، وإن رضي بكفره ليقول في الله ما لا يليق بصفاته يكفر . وعليه الفتوىٰ . (۲۵۷/۲ ، کتاب السير ، موجبات الكفر أنواع)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (لاتصح الإجارة ...) ..... (و) لا لأجل المعاصي ، مثل (الغناء والنوح والملاهي) . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين =

فیکٹری میں ملازمت

مسئلہ (۴۴۳): جس فیکٹری وکمپنی کا کاروبار حلال ہے، اس میں ملازمت کرنا درست ہے[1]، لیکن اگر وہ فیکٹری وکمپنی حرام اشیاء کا کاروبار کرتی ہو، یا حرام اشیاء مثلاً: شراب، بیئر وغیرہ کی تشہیر کرتی ہو، تو اس میں ملازمت کرنا شرعاً درست نہیں، کیوں کہ اجارہ علی المعصیت (گناہ کے کام پر اجارہ) یا تعاوُن علی المعصیت (گناہ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد) دونوں منع ہیں۔[2]

=الشامي رحمه الله : قوله : (الملاهي) كالمزامير والطبل . (۹/۶۴، في الاستيجار على المعاصي)

(۳) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/۲۲۳، مطلب فيمن ورث مالاً حراما)

(۴) ما في " شرح الفقه الأكبر " : اعلم أن من أراد أن يكون مسلماً عند جميع طوائف الإسلام فعليه أن يتوب من جميع الآثام صغيرها وكبيرها سواء ما يتعلق بالأعمال الظاهرة أو بالأخلاق الباطنة ، ثم يجب عليه أن يحفظ نفسه فى الأقوال والأفعال والأحوال من الوقوع فى الإرتداد ، نعوذ باللّٰه من ذلک فإنه مبطل للأعمال وسوء خاتمة المال . (ص/۱۶۱، بحث التوبة ، مكتبه حقانيه)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : ثالثاً : ويشترط أن تكون المنفعة مباحة الاستيفاء ، وليست طاعة مطلوبة ، ولا معصية ممنوعة . (۱/۲۶۰)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ فى الخمر عشرة ؛ عاصرها ، ومعتصرها ، والمعصورة له ، وحاملها ، والمحمولة له ، وبائعها ، والمبيوعة له ، وساقيها ، والمستقاة له ، حتى عدّ عشرة من هذا الضرب " .

(ص/۲۴۲ ، كتاب الأشربة ، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/۵۶۰، ۵۶۱، فتاوی رحیمیہ:۹/۲۲۱)

ٹھیکیداری کا پیشہ

مسئلہ (۴۴۴): حکومت، کسی ادارے، یا کسی فرد نے کسی شخص کو کسی کام کا ٹھیکہ دیا، اوراس کی تمام تفصیلات بھی طے کی گئیں، مثلاً ایک اسکول بنانا ہے، جس کا طول وعرض یہ ہوگا، اور تعمیری کام میں استعمال ہونے والا سامان اس کوالٹی کا ہوگا وغیرہ، اور ٹھیکیدار اس کو منظور کرلے، کہ میں اتنے روپئے لے کر یہ کام کردوں گا، تو یہ عقد اجارہ (ٹھیکیداری کا معاملہ) درست ہے [1]، اور ٹھیکیدار پر لازم ہے کہ طے شدہ تفصیلات کے مطابق کام کو مکمل کرکے دیدے، خواہ اس میں روپیہ برابر خرچ ہو، یا کم زیادہ خرچ ہو، اور سب درست ہے، کوئی مکان تعمیر کرانا ہو یا سڑک بنوانا ہو، سب کا یہی حال ہے [2]، البتہ نفع خوری کے جذبے سے طے شدہ تفصیلات کے مطابق کام کرکے نہ دینا، اور ٹھیکے کی رقم کو زیادہ سے زیادہ پس انداز کرنے کی کوشش کرنا شرعاً جائز و درست نہیں ہے، اور نہ ہی اس طرح کی رقم جائز و حلال ہوگی۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " النتف في الفتاوى " : واعلم أن صحة الإجارة متعلقة بشيئين : إعلام الأجر وإعلام العمل .
(ص/۳۳۸ ، كتاب الإجارة) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۷۵،۲۷۵،کراچی)

ما في " النتف في التفاوى " : والإجارة لا تخلو من وجهين : إما أن تقع على وقت معلوم أو على عمل معلوم ، فإن وقعت على عمل معلوم فلا تجب الأجرة إلا بإتمام العمل إذا كان العمل مما لا يصلح أوله إلا بآخره وإن كان يصلح أوله دون آخره فتجب الأجرة بمقدار ما عمل . (ص/۳۳۸ ، كتاب الإجارة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : استأجر ليبني له حائطاً بالآجر والجص وعلم طوله وعرضه جاز ...... ولو استأجر لحفر البئر إن لم يبين الطول والعرض والعمق جاز استحساناً ، ويؤخذ بوسط ما يعمله الناس . كذا في الوجيز للكردري . (۴/۴۵۱)

گانے کا پیشہ

مسئلہ(۴۴۵): گانے کا پیشہ بہر صورت ممنوع ہے، اگر اشعار کے مضامین خلافِ شرع ہوں، اور ساتھ ہی آلاتِ لہو کا بھی استعمال ہو، تو ایسے گانوں کا سننا اور سنانا دونوں ناجائز وحرام ہے، اور اس پر ملنے والی اجرت بھی حرام ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليُضلّ عن سبيل الله بغير علم﴾ . (لقمٰن : ٦)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : الآية على ما صح في تفسيره عن عبد الله بن مسعود حيث قال : هو والله الغناء ، وروى الحسن أن لهو الحديث كل ما شغلک عن عبادة الله تعالى ، وذكره من السمر والأضاحيک والخرافات والغناء ونحوها . (۲۰۴/۳)

وما في " أحكام القرآن للتهانوي " : ثم هذا كله كلام على الغناء ، من حيث أنه غناء مع قطع النظر عما ينضم إليه ، من المنكرات والمعاصي عادة باجتماع أهل الهوى والسماع عن النساء والأجنبيات ، أو من الأمارد أو سماع ما يتضمن الحرام من الكلام كالتشبيب بامرأة مسماة معروفة حية أو كغيبة إنسان ، أو الافتراء عليه والاستهزاء به ، وأمثال ذلک مما يحرم نثراً ونظماً وغناء وبلا غناء ، فإن ذلک بمعزل عما نحن فيه ، فإنه حرام باطباق النصوص وبإجماع المسلمين لا يختلف فيه مسلمان . (۲۲٦/۳)

ما في " مشكوة المصابيح " : قال رسول الله ﷺ : " الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع " . (ص/۴۱۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : من شروط الإجارة ، أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحة شرعاً ، وبناء على ذلک فإن الاستئجار للغناء المحرم والنوح لا يجوز ، لأنه استئجار على معصية ، والمعصية تستحق بالعقد . (۲۹٦/۳۱)

ما في " حاشية الشلبي على تبيين الحقائق " : (ولا يجوز على الغناء والنوح والملاهي) قال شيخ الإسلام علاء الدين الإسبيجابي في " شرح الكافي " : ولا تجوز الإجارة على شيء=

وکالت کا پیشہ

مسئلہ (۴۴۶): دورِ حاضر میں وکالت کا پیشہ چوں کہ جھوٹ، فریب اور چرب لسانی کا ذریعہ ہوتا ہے، اورحق و باطل میں کوئی لحاظ باقی نہیں رہتا، لہٰذا وکالت کا پیشہ ترک کرکےاورکوئی حلال روزی تلاش کرنا چاہیے[1]، ہاں! اگراس بات کا التزام ہوکہ جوحق پر ہوگا اسی کی وکالت کرے گا، اورخودکواس پر پورا اطمینان بھی ہو، تو پھر پیشۂ وکالت جائز ہے، اوروکیل اس صورت میں متعینہ اجرت کا حق دار ہوگا۔[2]

= من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللّهو ولا على الحداء وقراء ة الشعر ولا غيره ، ولا أجر في ذلک ، وهذا كله قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم اللّٰه تعالى لأنه معصية ولهو ولعب ، والاستئجار على المعاصي واللعب لا يجوز ، لأنه منهي عنه .

(۱۱۸/٦ ، الفتاوى الهندية : ۴/۴۴۹)

(جامع الفتاوی:۴/۱۲،فتاوی محمودیہ:۱۷/۱۱۱،قوالی اوراس کی آمدنی،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على عدم جواز التوكيل في المعاصي كالجنايات مثل : القتل والسرقة والغصب والقذف ونحو ذلک ، لأن هذه الأفعال محرمة فلا يصح فعلها من المؤكل ولا من الوكيل .

(۴۵/۳۱ ، الأمور التي لا يصح التوكيل فيها ، ثالثا : المعاصي ، وكالة)

(۲) ما في " جمع الجوامع " : قال رسول اللّٰه ﷺ :" آجرت نفسي من خديجة سفرتين بقلوص" . (۱/۲۳ ، رقم :۳ ، الهمزة مع الألف ، السنن الكبرى للبيهقي : ۱۹۵/٦ ، الإجارة ، باب جواز الإجارة ، رقم :۱۱٦۴۲ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۷٦ ، كتاب الرهون ، باب أجر الأجراء ، رقم :۲۴۴۳ ، أعطوا الأجير أجره . الخ)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه ، عن النبي ﷺ قال : " ما بعث اللّٰه نبياً إلا رعى الغنم ، فقال أصحابه : وأنت ؟ فقال : نعم ، كنت أرعى على قراريط=

....

....

....

....

....

....

= **لأهل مكة " . (ص/ ۱ ۳۹ ، كتاب الإجارة ، باب رعي الغنم على قراريط ، رقم :۲۲۶۲)**

ما في " مرقاة المفاتيح " : (أرعى على قراريط) جمع قيراط ، وهو نصف دانق ، وهو سدس درهم (لأهل مكة) أي استأجرني أهل مكة على رعي الغنم كل يوم بقيراط .

(۱۶۱/۶ ، كتاب البيوع ، باب الإجارة ، رقم الحديث :۲۹۸۴)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الوكالة بأجر تصح الوكالة بأجر وبغير أجر ، لأن النبي ﷺ كان يبعث عماله لقبض الصدقات ، ويجعل لهم عمولة ، ولهذا قال له ابناء عمه : " لو بعثتنا على هذه الصدقات فنؤدي إليک ما يؤدي الناس ، ونُصيب ما يصيبه الناس " . أي العمولة ، لأن الوكالة عقد جائز لا يجب على الوكيل القيام بها ، فيجوز أخذ الأجرة فيها ، بخلاف الشهادة ، فإنها فرض يجب على الشاهد أدائها ...... وإذا كانت الوكالة بأجر أي (بجعل) فحكمها حكم الإجارات ، فيستحق الوكيل الجُعل بتسليم ما وكل فيه إلى المؤكل ...... فله الأجر . (۱۹۱/۵ ، ۱۹۲ ، الفصل التاسع الوكالة ، الوكالة بأجر)

(جدید مسائل کا حل:ص/۵۸۶، امداد الفتاوی:۳/ ۳۱۹، جدید معاملات کے شرعی احکام:۱/ ۲۲۸)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والدليل على جواز التوكيل بالخصومة هو حاجة الناس، إذ ليس كل أحد يهتدي إلى وجوه الخصومات، وقد صح أن علياً وكل عقيلاً عند أبي بكر رضي الله عنهم ، وبعدما أسن وكل عبد الله بن جعفر عند عثمان رضي الله عنهما، وقال: إن للخصومة قُحَماً وإن الشيطان ليحضرها وإني لأكره أن أحضرها . (۴۰۷۲/۵)

وفيه أيضاً: الأصل في الوكالة الإباحة ، وقد تصبح مندوبة إن كانت إعانة على مندوب، وقد تصير مكروهة إن أعانت على مكروه، وقد تكون حراماً إن أعانت على حرام ، وقد تكون واجبة إن دفعت ضرراً عن الموكل . (۴۰۶۱/۵)

تاڑ اور کھجور کے درخت اجارہ پر لینا

مسئلہ (۴۴۷): تاڑ اور کھجور کے درختوں کو کرایہ پر دینا تاکہ کرایہ پر لینے والا شخص اس سے تاڑی نکالے، شرعاً جائز ودرست نہیں، کیوں کہ یہ اجارہ استہلاکِ عین پر ہوا، نہ کہ استہلاکِ منافع پر، جب کہ اجارہ استہلاکِ منافع پر ہوتا ہے، نہ کہ استہلاکِ عین پر، نیز یہ معاملہ بیع بھی نہیں، کیوں کہ صحتِ بیع کے لیے مبیع کا مقدور التسلیم ہونا ضروری ہے، جب کہ مذکورہ صورت میں مبیع مقدور التسلیم نہیں ہے، بلکہ بعض صورتوں میں موجود بھی نہیں۔ لہٰذا اِس معاملے سے بچنا ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وإنما لا يصح استئجار الأشجار أيضاً لما مرّ أنها تمليك منفعة .

(۹/ ۱۰ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا تجوز إجارة الشجر على أن الثمر للمستأجر .

(۴/ ۴۴۲ ، كتاب الإجارة ، الباب الخامس عشر في بيان ما يجوز من الإجارة وما لا يجوز)

ما في " المحيط البرهاني " : وإذا اشترى ثمرة في نخل ، ثم استأجر النخل مدة لتنقيتها فيها لم يجز ، لأنها ليست من إجارات الناس .

(۹/ ۱۸۵ ، كتاب الإجارة ، الفصل الخامس عشر : في بيان ما يجوز من الإجارات وما لا يجوز)

(امداد الفتاویٰ: ۳/ ۳۸۷، کتاب الاجارہ)

ہارمونیم کی تجارت

مسئلہ(۴۴۸): ہارمونیم گانے بجانے کا آلہ ہے، اس کی تجارت کرنا تعاون علی الاثم کی بنا پر مکروہ ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " التفسير لإبن كثير " : يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر ، وترك المنكرات وهو التقوى ، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم . (۱/۴۷۸ ، سورة المائدة)

ما في " رد المحتار " : ويكره تحريماً بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم ، لأنه إعانة على ا لمعصية ، وبيع ما يتخذ منه كالحديد ونحوه . " الدر المختار " . وفي الشامية : قوله : لأنه إعانة على المعصية ، لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به ، إلا بصنعة تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بها عينها، ولا يكره بيع الخشب المتخذة هي منه . (۶/۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۲۸)

ما في " النهر الفائق " : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة ...... لأنه إعانة على المعصية .... وعرف بهذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به ، كبيع الجارية المغنية .

(۳/۳۶۸ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)

ما في " البحر الرائق " : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة ، لأنه إعانة على المعصية قيد بالسلاح ، لأن بيع ما يتخذ منه السلاح كالحديد ونحوه لا يكره . (۵/۲۴۰ ، باب البغاة)

ما في " الهداية " : ويكره بيع السلاح من أهل الفتنة وفي عساكرهم ، لأنه إعانة على المعصية .... وإنما يكره بيع نفس السلاح لا بيع ما لا يقاتل به إلا بصنعة ، ألا ترى أنه يكره بيع المعازف ، ولا يكره بيع الخشب . (۲/۶۱۱ ، كتاب السير ، باب البغاة)

جانور ذبح کرنے کی اجرت

مسئلہ (۴۴۹): اگر کسی شہر میں قصاب لوگ از خود کسی جانور کو ذبح نہ کرتے ہوں، بلکہ کسی دیندار مسلم کو بلوا کر ذبح کراتے ہوں، اور پھر اسے ذبح کرنے کی اجرت دیتے ہوں، تو اس شخص کا ذبح کرنے کی اجرت لینا شرعاً جائز ہے۔(۱)

ٹیکسی اور رِکشا کا کرایہ میٹر کے حساب سے لینا

مسئلہ (۴۵۰): مسافر کا بغیر کرایہ متعین کیے ہوئے ٹیکسی یا رِکشا وغیرہ کو میٹر کے مطابق کرایہ پر لینا جائز ہے، کیوں کہ یہ بیعِ تعاطی ہی کی ایک صورت ہے، جو بر بنائے عرف واستحسان جائز ہے، لیکن رِکشا مالک کا منزل پر پہنچنے کے بعد میٹر کے حساب سے زائد پیسے مانگنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ويجوز الاستيجار على الذكاة لأن المقصود منها قطع الأوداج دون إفاتة الروح ، وذلک يقدر عليه .... كذا فى السراج الوهاج .
(۴/۴۵۴ ، كتاب الإجارة ، فصل فى المتفرقات)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : ولو استأجر لاستيفاء قصاص له في الطرف جاز بالإجماع ، وعند محمد من له القصاص في النفس أو الطرف إذا استأجر انساناً يستوفي القصاص جاز ، هو يقول : الإجارة وقعت على عمل معلوم فى وسع الأجير إيفاؤه ببدل معلوم فيجوز قياساً على ما لو استأجر للذبح أو لقطع الطرف قصاصاً . (۳/۳۳۸ ، كتاب الإجارة ، الفصل الأول، بدائع الصنائع : ۴/۳۲) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۵۶۲،۵۶۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : التعاطي في البيع ..... أن يأخذ المشتري المبيع =

گائے پالنے کے لیے دینا

مسئلہ (۴۵۱): اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو ایک گائے اس شرط پر پالنے کے لیے دے کہ تم اس کو ایک سال تک پالو، ایک سال تک اس کا دودھ تمہارا ہوگا، اور گائے اور بچے میرے ہوں گے، اس طرح کا اجارہ، اجارۂ فاسدہ کہلاتا ہے، گائے، دودھ اور بچے سب مالک ہی کے ہوں گے، اور شخص آخر کو محض اجرتِ مثل ملے گی، اس لیے کہ اجارۂ فاسدہ میں مستأجر کو اجرتِ مثل ملتی ہے۔[1]

=ویدفع للبائع الثمن ، أو یدفع البائع المبیع فیدفع له الآخر الثمن ، من غیر تکلم ولا إشارة ، ویکون التعاطي فی البیع وغیره من المعاوضات ، اختلف الفقهاء في انعقاد البیع بالتعاطي ، فذهب الحنفیة والمالیکة والحنابلة ، وفي قول للشافعیة إلی جواز البیع بالتعاطي ، ...... وقال ابن قدامة في الاستدلال المشروعیة بیع التعاطي : إن الله أحل البیع ، ولم یبین کیفیته ، فوجب الرجوع فیه إلی العرف ، ...... جوزها الحنفیة والمالکیة والحنابلة ، الإجازة بالتعاطي ، وقالوا : إنما هي کالبیع ، وقد اقتصرت علی المنافع دون العین ، ...... وقال ابن عابدین : وفي التاتارخانیة أن أبا یوسف سئل عن الرجل یدخل السفینة أو یحتجم أو یفتصد أو یدخل الحمام أو یشرب من ماء السقاء ثم یدفع الأجرة وثمن الماء ، فقال : یجوز استحساناً ولا یحتاج إلی العقد قبل ذلک . (۱۲/۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰)

ما في " جمهرة القواعد الفقهیة " : المسلمون عند شروطهم . (۱/۱۷۲، للدکتور علي أحمد الندوي) (احسن الفتاوی:۸/۹۰، جامع الفتاوی:۶/ ۴۷۵، آپ کے مسائل اوران کاحل:۶/۱۹۴)

(فقہی مقالات:۳/۲۲۴-۲۶۰، مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۸۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن عبد الله بن عمر قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : " انطلق ثلاثة رهط ممن کان قبلکم ، حتی آووا المبیت إلی غار فدخلوه ، فانحدرت صخرة من الجبل ، فسدّت علیهم الغار ، فقالوا : إنه لا ینجیکم من هذه الصخرة إلا أن تدعو =

....

....

....

=الله بصالح أعمالكم .... وقال الثالث : اللّهم إني استأجرت أجراء فأعطيتهم أجرهم ، غير رجل واحد ترک الذي له وذهب، فثمرت أجره حتى كثرت منه الأموال ، فجاء ني بعد حين ، فقال : يا عبد الله ! أدِّ إلي أجري ، فقلت له : كل ما ترى من أجرک ، من الإبل والبقر والغنم والرقيق ، فقال : يا عبد الله ! لا تستهزئ بي ، فقلت : لا أستهزئ بک ، فأخذه كله فاستاقه فلم يترک منه شيئاً " . الحديث . (ص/۳۹۳ ، كتاب الإجارة ، باب من استأجر أجيراً فترک أجره ، فعمل فيه المستأجر فزاد)

ما في " رد المحتار " :وعلى هذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين ، فما حدث فهو لصاحب البقرة ، والآخر مثل علفه وأجر مثله . " تاتارخانية " .

(۳۹۵/۶ ، كتاب الشركة ، مطلب يرجح القياس)

ما في " فتاوى قاضي خان " : رجل أخذ من رجل بقرة على أن ما يحصل من لبنها من المصل والسمن والرائب يكون بينهما ، لا يجوز ، وما اتخذ المدفوع إليه من لبنها من المصل والسمن يكون له لانقطاع حق المالک عن ذلک ، وعلى المدفوع إليه مثل ما أخذ من ألبان البقرة ، لأن اللبن مثلي ، وعلى مالک البقرة قيمة علفها .

(۲۲/۳ ، كتاب الإجارات ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي " فتاوى آهو" : قال القاضي بديع الدين : أعطى بقرة على أن يكون اللبن والسمن بينهما ؟ قال : الشركة فاسدة ، وكذلک لو قال : لبنها وما يحدث من ضرعها لک ، وتعاهدها علفها عليک ، فهي فاسدة ...... وعلى هذا إذا دفع الدجاجة إلى رجل بالعلف ليكون البيض بينهما نصفان .

(۴۵۶/۵ ، كتاب الشركة بالأعمال ، كذا في المحيط البرهاني : ۴۱۴/۶ ، كتاب الشركة، الفصل السادس في الشركة بالأعمال ، الفتاوى الهندية : ۳۳۵/۲ ، كتاب الشركة ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة) (جدید مسائل کا حل:ص/ ۲۴۷،فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۵۹۷،۵۹۸،کراچی)

اجرت سے زائد رقم دینا

مسئلہ (۴۵۲): بعض مرتبہ انسان اپنے کسی ملازم، نوکر یا کسی اور کام کے واسطے لیے گئے آدمی کو اس کی اجرت سے زائد رقم دیتا ہے، جسے بخشش یا اوپر کی آمدنی کہا جاتا ہے، شرعاً اس کا دینا لینا جائز، بلکہ مستحب ہے[1]، لیکن لینے والوں کو اپنے مقررہ معاوضہ سے زیادہ کی طمع اور حرص نہیں ہونی چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط " : اعلم بأن الهبة عقد جائز ثبت جوازه بالكتاب والسنة ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿فإن طبن لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيئاً مريئاً﴾ . [النساء :۴] وإباحة الأكل بطريق الهبة دليل جواز الهبة ، والسنة حديث أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : " الواهب أحق بهبته ما لم يثبت منها ، ولأنه من باب الإحسان واكتساب سبب التودّد بين الأخوان وكل ذلک مندوب إليه بعد الإيمان وإليه أشار رسول الله ﷺ بقوله : " تهادوا تحابوا ".
(۵۶/۱۲ ، كتاب الهبة)

ما في " مجمع الأنهر " : (هي) لغة تفضل على الغير ، ولو غير مال ويتعدى بنفسه ...... وشرعاً : (تمليک عين) حالاً ولو هازلاً أو مازحاً (بلا) .... (عوض) ..... وأفاد أنها تصح بالتعاطى فإن سببها الثواب الدنيوي كالعوض والثناء أو الأخروي كالنعيم المخلد كما فى النهاية وغيرها . (۴۸۹/۳ ، كتاب الهبة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (هي) لغة : التفضل على الغير ولو غير مال . وشرعًا : (تمليک العين مجانا) أي بلا عوض ، .... (وسببها : إرادة الخير للواهب) دنيوي كعوض ومحبة وحسن ثناء . وأخروي ، قال الإمام أبو منصور : يجب على المؤمن أن يعلم ولده الجود والإحسان كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان ، إذ حبّ الدنيا رأس كل خطيئة . نهاية مندوبة . وقبولها سنة . قال ﷺ : " تَهَادَوْا تَحَابُّوْا ".
(۴۸۸/۸ ، ۴۸۹ ، كتاب الهبة ، بيروت) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۱۹۱/۶، قدیم)=

سفارشات پر اجرت

مسئلہ (۴۵۳): کسی کی سفارش پر اجرت لینا جائز نہیں ہے[1]، نیز لی ہوئی اجرت کسی نیک کام میں استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، بلکہ اس مال کو اصل مالک کی طرف لوٹانا ضروری ہے، اگر وہ معلوم ہو، ورنہ صاحبِ مال کی طرف سے صدقہ کی نیت کر کے؛ صدقہ کر دے۔[2]

=ما في " الفتاوى الهندية " : ولو وهب المستأجر من الآجر ..... جاز ..... وكذا في محيط السرخسي . (۴/۳۷۷ ، كتاب الهبة ، الباب الثاني فيما يجوز من الهبة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تفسير الكشّاف " : ﴿من يشفع شفعة حسنة يكن له نصيب منها﴾ . الشفاعة الحسنة ؛ هي التي روعى بها حق مسلم ، ودفع بها شر أو جلب إليه خير وابتغى بها وجه الله ولم توخذ عليها رشوة وكانت فى أمر جائز لا فى حد من حدود الله ولا فى حق من الحقوق ..... وعن مسروق أنه شفع شفاعة فأهدى إليه المشفوع جارية فغضب وردها . (۱/۵۳۲)

ما في " بذل المجهود في حل سنن أبي داود " : عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ قال : " من شفع لأخيه شفاعة فاهدى له هدية عليها فقبلها ، فقد أتى بابا عظيماً من أبواب الربوا " . وفي حاشيته : وذلک لأن الشفاعة الحسنة مندوب إليها ، وقد تكون واجبة فأخذ الهدية عليها يضيع أجرها كما أن الربوا يضيع الحلال .

(۱۱/۲۶۸ ، كتاب البيوع ، باب فى الهدية بقضاء الحاجة)

(۲) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/۳۰۱) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۴۵۹،کراچی)

ویٹر کو بخشش دینا

مسئلہ (۴۵۴): ایک شخص کسی دوکان، یا ہوٹل وغیرہ میں ملازم ہے، مالک دوکان یا ہوٹل اس کو تنخواہ بھی دیتا ہے، لیکن کچھ گاہک ایسے ہوتے ہیں جو ملازم، ویٹر کی کارکردگی سے خوش ہوکر اسے (ٹِپ) یعنی بخشش کے نام سے کچھ رقم دیتے ہیں، تو ملازم کا اس بخشش کا لینا حلال ہے، مگر اس کو حق سمجھنا، اس کا مطالبہ کرنا، اور جو نہ دے اس کو حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الجائزة : العطية إذا كانت على سبيل الإكرام ، يقال : أجازه ، أى أعطاه جائزة والجمع جوائز ، وقريب منها التحفة فهى ما اتحفته غيرک من البر ، .... أن الجائزة بلا مقابل ولا تعاقد ولا علم بها . (۱۵/۷۶)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : (العطية التي أعطيت للخدمة من الخارج لا تحسب من الأجرة) .... مثلاً لو استأجر أحد خادماً على أن يعطيه فى الشهر كذا غرشاً ووهب أحد الناس ذلک الخادم فى أيام عيد أو غيره مقداراً من الدراهم وسلمها له أصبحت تلک الدراهم الموهوبة مالاً للخادم وليس لسيده أن يقول : (إن تلک الهبة لي لكونه في خدمتي ولذلک فلي أن أحسبها من أجرته) . (۱/۶۵۳ ، المادة :۵۶۷ ، إجارة الآدمي)

مجرم کو پکڑنے پر انعام رکھنا

مسئلہ (۴۵۵): آج کل حکومتیں کسی بڑے مجرم کو پکڑنے کے لیے اخباروں میں ان کی تصویروں کے ساتھ اشتہار دیتی ہے؛ کہ جو شخص اس مجرم کو پکڑ کر لائے گا، اسے اتنا اتنا انعام ملے گا، شرعاً یہ عقدِ جعالہ کی ایک جدید صورت ہے، جس میں اجرت عامل کے نتیجۂ عمل پر ہوتی ہے، لہٰذا اس طرح کا معاملہ بر بنائے استحسان جائز ہے۔[1]

گم شدہ چیز پہنچانے پر انعام کا اعلان

مسئلہ (۴۵۶): کسی شخص نے اعلان کیا کہ جو شخص میرے گمشدہ سامان کو فلاں جگہ پہنچا دے گا میں اسے اتنا انعام دوں گا، اور کسی بھی شخص نے اس کے سامان کو مطلوبہ جگہ پر پہنچا دیا، تو احناف کے نزدیک وہ انعام کا مستحق نہیں ہوگا[2]،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الجعالة لغة ؛ هي ما يجعل لإنسان على فعل شيء أو ما يعطاه الإنسان على أمر فعله ، تسمى عند القانونين الوعد بالجائزة ، ..... وإنما أجازوا أى الحنفية فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق ..... وتجوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدليل قوله تعالىٰ فى قصة يوسف مع إخوته : ﴿قالوا نفقد صُواع الملک ولمن جآء به حمل بعير وأنا به زعيم﴾ . (۵/۳۸۶۴ – ۳۸۶۶ ، الفصل الرابع الجعالة أو الوعد بالجائزة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۱۳۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن المعقول أن حاجة الناس قد تدعو إليها لرد مال ضائع أو عمل لا يقدر عليه الجاعل ولا يجد ممن يتطوع به . (۱۵/ ۲۰۹)=

اور ائمۂ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک انعام کا مستحق ہوگا[۳]، اور ''اسلامی قانونِ اجارہ'' میں ہے کہ یہ عقد موجودہ زمانہ میں بکثرت ہوتا ہے، اس لیے عمومِ بلویٰ کے پیشِ نظر فقہائے ثلاثہ کے مذہب کو اختیار کرنا اور فتویٰ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في '' رد المحتار '' : من ضاع له شيء فقال : من دلني عليه فله كذا فالإجارة باطلة ، لأن المستأجر له غير معلوم والدلالة ليست بعمل يستحق به الأجر فلا يجب الأجر .

(۶/ ۳۳۹ ، كتاب اللقطة ، ديوبند)

ما في '' المبسوط للسرخسي '' : لو قال : من ردّه فله كذا ولم يخاطب به قوماً بأعيانهم فرده أحدهم لا يستحق شيئاً ، ثم هذا تعليق استحقاق بالخطر وهو قمار والقمار حرام في شريعتنا .

(۱۱/ ۲۰ ، كتاب الإباق)

(۳) ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : وتجوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدليل قوله تعالى في قصة يوسف مع إخوته : ﴿قالوا نفقد صواع الملک ولمن جآء به حمل بعير وأنا به زعيم﴾ .[يوسف : ۱۲/ ۷۲] أي كفيل . وبدليل ما جاء في السنة من أخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة (أم القرآن) وهو ما رواه الجماعة إلا النسائي عن أبي سعيد الخدري : '' أن أناساً من أصحاب رسول الله ﷺ أتوا حيا من أحياء العرب ، فلم يُقروهم (بضيوفهم) ، فبينماهم كذلک إذ لدغ سيد أولئک ، فقالوا : هل فيكم راق ؟ فقالوا : لم تقرونا ، فلا نفعل أو تجعلوا لنا جعلاً ، فجعلوا لهم قطيع شاء ، فجعل رجل يقرأ بأم القرآن ويجمع بزاقه ، ويتفل ، فبرأ الرجل ، فأتوهم بالشاء ، فقالوا : لا نأخذها حتى نسأل رسول الله ﷺ ، فسألوا رسول الله ﷺ عن ذلک فضحک ، وقال : وما أدراک ، إنها رقية ؛ خذوها واضربوا لي فيها بسهم ''. (۵/ ۳۸۶۶ ، مشروعية الجعالة)

(۴) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ:ص/۸۲)

انعام کی حیثیت اور مقدار کی تعین

مسئلہ (۴۵۷): اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوجائے، اور وہ اعلان کرے کہ جو شخص میری فلاں گم شدہ چیز مجھ کو لاکر دے گا، میں اسے ایک قیمتی انعام دوں گا، لیکن اس نے انعام کی حیثیت اور مقدار متعین نہیں کیا، جب کہ ''**جُعْل**''جس کو انعام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا متعین اور مباح ہونا ضروری ہے[1]، اگر متعین نہ ہو تو اس سے جعالت فاسد ہوگی، اور کام کرنے والے کو اجرتِ مثل ملے گی۔[2]

نوٹ: فقہائے حنفیہ **جِعَالَہ** کو صرف مسئلہ اِباق کی حد تک جائز مانتے ہیں، اور ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک جِعَالہ مسئلۂ اِباق، گمشدہ اشیاء کے لوٹانے میں اور اس کے علاوہ دیگر امور میں بھی جائز ہے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قالوا نفقد صُواع الملک ولمن جآء به حِمل بعير وأنا به زعيم﴾ . (سورة يوسف : ۷۲)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : تعريف الجعالة شرعًا : التزام عوض معلوم على عمل معين أو مجهول ، عسر عمله . (۵/۳۸۶۴ ، الفصل الرابع الجعالة)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شروط الجعالة : ثالثاً : أن تكون المنفعة معلومة حقيقة ، مباحاً الإنتفاع بها شرعاً . (۵/۳۸۶۹ ، شروط الجعالة)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : كون الجعل (أو الأجرة) مالاً معلوماً ، فإن كان الجعل مجهولا فسد العقد لجهالة العوض ، مثل من وجد سيارتي فله ثوب ، أو أرضيه ، ونحوه ويكون للواجد (الراد) أجرة مثله ، كالإجارة الفاسدة . (۵/۳۸۶۹ ، شروط الجعالة)

(۳) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : لا تجوز الجعالة عند الحنفية لما فيها من الغرر أي=

انعام کی تعیین کے ساتھ دن کی تعیین

مسئلہ (۴۵۸): اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی ہو، اور وہ یہ اعلان کرے کہ جو میری فلاں گم شدہ چیز اتنے اتنے دنوں میں لا کر دے گا، اسے اتنا اتنا انعام دوں گا، تو مالکیہ کے نزدیک جعالہ کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ مدت متعین نہ کرے، اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ مدت وعمل کا متعین کرنا صحیح ہے، لہٰذا عامل اگر مقررہ مدت میں گمشدہ چیز لے آتا ہے، تو انعام کا مستحق ہوگا، اور اگر مقررہ میں نہ لائے، تو انعام کا مستحق نہ ہوگا۔ (۱)

=جهالة العمل والمدة قياساً على سائر الإجارات التي يشترط لها معلومية العمل والمأجور والأجرة والمدة ، وإنما أجازوا فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق .... وتجوز الجعالة شرعًا عند المالكية والشافعية والحنابلة .

(۵/۳۸۶۵، ۳۸۶۶ ، مشروعية الجعالة) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ:ص/۹۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : رابعاً : اشترط المالكية ألا يحدد للجعالة أجل ، وقال غيرهم : يصح الجمع بين تقدير المدة والعمل ، مثل من خاط لي هذا الثوب في يوم فله كذا ، فإن أتى به في المدة استحق الجعل ، ولم يلزمه شيء آخر ، وإن لم يف به فيها فلا يلزمه شيء له ، وذلک بخلاف الإجارة . (۵/۳۸۷۰ ، شروط الجعالة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تأقيت العمل : قال المالكية والشافعية يشترط لصحة عقد الجعالة عدم تأقيت العمل بوقت محدد ، فله دينار ولم يصح العقد ، .... إلا أن المالكية قالوا : إن تأقيت العمل يفسد العقد فى حالة ما إذا لم يشترط العامل أن له أن يترک العمل متى شاء ، ويكون له من العوض بحساب ما عمل ، لأن العامل دخل في العقد على أن يتم العقد . (۱۵/۲۱۵)

قرض واپس دلانے پر انعام

مسئلہ (۴۵۹): اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے یہ کہے: اگر تم فلاں شخص سے میرا قرض واپس دلا دو، تو میں تمہیں اتنا انعام دوں گا، یا تمہیں وصول کردہ رقم میں سے اتنا فیصد دوں گا، تو یہ عقدِ جعالہ کی ایک جدید صورت ہے، جس میں اجرت عامل کے نتیجۂ عمل پر ہوتی ہے، لہٰذا اس طرح کا معاہدہ کرنا بربنائے عرف جائز ہے۔ (۱)

کاروبار کی ترقی کے لیے ملازمین کو زائد رقم دینا

مسئلہ (۴۶۰): آج کل تاجر حضرات اپنے کاروبار کو ترقی دینے کے لیے کسی شخص کو اپنے کاروبار میں ملازم رکھتے ہیں، اس شرط پر کہ تنخواہ کے علاوہ بھی کچھ اور رقم بطورِ انعام دی جائے گی، تاکہ ملازم واجیر کاروبار کو ترقی دینے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں، تو شرعاً اس طرح کرنا جائز ہے، اور تنخواہ سے زائد ملنے والی یہ رقم تبرع واحسان شمار ہوگی، اجرت میں شمار نہ ہوگی۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الجعالة لغة : هي ما يجعل للإنسان على فعل شيء أو ما يعطاه الإنسان على أمر فعله ، وتسمى عند القانونيين الوعد بالجائزة ، ...... وإنما أجازوا أی الحنفية فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق ، .... وتجوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدليل قوله تعالیٰ فی قصة يوسف مع أخوته : ﴿قالوا نفقد صُواع الملک ولمن جآء به حمل بعير وأنا به زعيم﴾ . (۳۸۶۶-۳۸۶۴/۵ ، الفصل الرابع ، الجعالة أو الوعد بالجائزة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن المعقول أن حاجة الناس قد تدعو إليها لرد مال ضائع ، أو عمل لا يقدر عليه الجاعل ولا يجد من يتطوع به . (۲۰۹/۱۵) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۱۰۹-۱۳۸)

(۲) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : العطية التي أعطيت للخدمة من الخارج=

گیسٹ ہاؤس میں اجنبی مرد وعورت کی رہائش

مسئلہ (۴۶۱): گیسٹ ہاؤس بنوانا اوراس میں ٹھہرنے کا کرایہ لینا درست ہے[۱]، اوراس کوشش کے باوجود کہ وہاں کوئی برائی ہونے نہ پائے، پھر بھی آنے والے برائی کریں (مثلاً کوئی شخص کسی اجنبیہ عورت کوساتھ لاکراسے اپنی بیوی بتلاتا ہے،اور پھراسی گیسٹ ہاؤس میں اس کو لے کر رہتا ہے،اور غلط کام کرتا اور کرواتا بھی ہے)،تو اب اس کا گناہ گیسٹ ہاؤس والوں پرنہیں ہوگا، اور جو کرایہ وصول کیا گیا وہ جائز ودرست ہوگا،اس کو ناجائز نہیں کہا جائیگا۔[۲]

= لا تحسب من الأجرة ، أي العطية التي تعطى للخادم من أحد الناس لا تحسب من الأجرة التي يأخذها من سيده . (۱/۶۵۳ ، إجارة الآدمي) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ:ص/ ۲۲۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (وجاز إجارة بيت الخ) هذا عنده أيضاً ، لأن الإجارة على منفعة البيت ، ولهذا يجب الأجر بمجرد التسليم .(۹/۵۶۲ ، الحظر، فصل في البيع)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا استأجر الذمي من المسلم دارًا يسكنها فلا بأس بذلك وإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو أدخل فيها الخنازير ولم يلحق المسلم في ذلك بأس لأن المسلم لا يؤاجرها لذلك إنما آجرها للسكنى . كذا في المحيط .

(۴/۴۵۰ ، الفصل الرابع في فساد الإجارة)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : فقال السرخسي : .... والمعصية في فعل المستأجر دون قصد رب الدار ، فلا إثم على رب الدار في ذلك .

(ص/۴۳۳ ، إجارة المنازل على البنوك)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۵۶۹،کراچی)

فائنانس کمپنی کو کرایہ پر جگہ دینا

مسئلہ (۴۶۲): فائنانس کمپنی (Finance Company) یعنی سرمایہ کار کمپنی کو اپنی جگہ کرایہ پر دینا، تاکہ یہ کمپنی اس جگہ میں اپنا دفتر قائم کرے، اور پھر اپنے گاہکوں کو سود پر قرض وغیرہ دے، شرعاً جائز و درست نہیں ہے، کیوں کہ جس طرح سود کا لین دین سخت گناہ اور حرام ہے[1]، اسی طرح سودی معاملات میں تعاون کرنا بھی معصیت و گناہ ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرّم الرّبوٰا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)
﴿وذروا ما بقي من الربوٰٓا إن كنتم مؤمنين﴾ . (سورة البقرة :۲۷۸)
ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
ما في " رد المحتار " : وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز . (۹/۵۱۸ ، الحظر والإباحة)
ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)
ما في " إعلام المؤقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۳/۱۷۵)
(کتاب الفتاوی:۵/ ۴۰۸، ۴۰۹)

انشورنس ادارہ کو کرایہ پر جگہ دینا

مسئلہ (۴۶۳): انشورنس ادارہ قائم کرنے کے لیے اپنی جگہ کرایہ پر دینا یا فروخت کرنا یہ اعانت علی المعصیت (گناہ کے کام پر اعانت ومدد) ہے، اور اعانت علی المعصیت جائز نہیں (۱)، لیکن چوں کہ مالک زمین مالک ومختار ہے، لہٰذا اگر وہ اپنی جگہ کرایہ پر دیدیتا ہے، یا بیچ دیتا ہے، تو اس کرایہ، یا بیچنے سے حاصل ہونے والی رقم اس کے لیے حلال ہوگی۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " روح المعاني " : (ولا تعاونوا على الإثم والعدوان) فيعم النهي كل ما هو مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵/۴)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر رضى الله تعالى عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال : هم سواء " . (۲۴۴/۱ ، باب الربوا)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال النووي : فيه تصريح لتحريم كتابة المترائبين والشهادة عليهما وبتحريم الإعانة على الباطل ، وقال النبي ﷺ : هم سواء ، أي في أصل الإثم .
(۴۳/۶ ، باب الربوا ، الفصل الأول)

(۲) ما في " أصول الشاشي " : وحرمة الفعل لا تنافي بترتب الأحكام كطلاق الحائض والوضوء بالمياه المغصوبة والاصطياد بقوس مغصوبة والذبح بسكين مغصوبة ، والصلوٰة في الأرض المغصوبة والبيع في وقت النداء فإنه يترتب الحكم على هذه التصرفات مع اشتمالها على الحرمة . (۴۸/۱ ، الأصل الأول الكتاب ، فصل في النهي)

مسلم معمار کے ہاتھوں سودی بینک یا مندر کی تعمیر

مسئلہ (۴۶۴): فی نفسہٖ معمار اور مستری کے کام میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے[1]، بینک کا سودی کاروبار کرنا، اور مندر میں بت پرستی کرنا، یہ اُن فاعلین کا فعل ہے، جس کا وبال اور گناہ انہی پر ہوگا، لہٰذا معمار اور مستری کے لیے بینک اور مندر کی تعمیر کی اجرت لینا جائز تو ہے[2]، البتہ مزاجِ شریعت کے خلاف ہے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ فانطلقا حتىٓ إذا أتيآ أهل قريةِۨ استطعما أهلها فأبوا أن يضيّفوهما فوجدوا فيها جدارًا يريد أن ينقضّ فأقامه قال لو شئت لتَّخذتَ عليه أجرًا﴾ .

(سورة الكهف: ۷۷)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو استأجر الذمي مسلماً ليبنى له بيعة أو كنيسة جاز ويطيب له الأجر . كذا في المحيط . (۴۵۰/۴)

وفيه أيضًا : مسلم آجر نفسه من مجوسي ليوقد له النار لا بأس به . كذا فى الخلاصة .

(۴۵۰/۴)

وفيه أيضًا : إذا استأجر الذمي من المسلم بيتاً ليبيع فيه الخمر جاز عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى خلافاً لهما . كذا في المضمرات . (۴۴۹/۴)

(۳) ما في " نوازل فقهية معاصرة " : فقال السرخسي : لا بأس بأن يؤاجر المسلم دارًا من الذمي ليسكنها ، فإن شرب فيها الخمر ، أو عبد فيها الصليب ، أو أدخل فيها الخنازير ، لم يلحق للمسلم إثم في شيء من ذلک ، لأنه لم يؤاجرها لذلک ، والمعصية فى فعل المستأجر دون قصد رب الدار ، فلا إثم على رب الدار فى ذلک ، ويعرف جوازه من بعض تصريحات الفقهاء ، ولكن طبيعة الإسلامية تأبى عن قبولها .

(ص/۴۳۳ ، ۴۳۴ ، إجارة المنازل على البنوک)

(احسن الفتاوی: ۷/ ۳۲۹، سودی کاروبار کرنے والے اداروں میں بجلی کی فٹنگ، کتاب الاجارہ)

کرایہ کی سائیکل گم ہوجائے

مسئلہ (۴۶۵): اگر کسی شخص نے سائیکل دکان سے، کوئی سائیکل کرایہ پر لی، اور اسے محفوظ جگہ پر رکھا، پھر وہ سائیکل وہاں سے گم ہوگئی، تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ اس کی طرف سے تعدّی (زیادتی) نہیں پائی گئی، ہاں! اگر وہ اُسے محفوظ جگہ نہ رکھے، اور کوئی اسے لے جائے، تو اس صورت میں اس پر ضمان واجب ہوگا، کیوں کہ اس کی طرف سے تعدّی پائی گئی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا يضمن ما هلک في يده وإن شرط عليه الضمان) لأن شرط الضمان في الأمانة باطل كالمودع (وبه يفتىٰ) كما في عامة المعتبرات ، وبه جزم أصحاب المتون فكان هو المذهب . (۹/۷۶) (فتاویٰ محمودیہ:۱۶/ ۵۲۸،کراچی)

ما في " المختصر القدوري " : والمتاع أمانة في يده إن هلک لم يضمن شيئاً عند أبي حنيفة . (ص/۳۷۸ ، الهداية :۳/۳۰۸ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير ، البحر الرائق : ۸/۴۶ ، باب ضمان الأجير ، تبيين الحقائق : ۶/۱۳۷ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في " شرح المجلة " : المأجور أمانة في يد المستأجر إن كان عقد الإجارة صحيحا أو لم يكن . [المادة : ۶۰۰] المأجور أمانة في يد المستأجر إن كان عقد الإجارة صحيحا أو فاسدا أو باطلا بالنسبة إلى الأجر والمستأجر لما بينهما من الاتفاق .... يلزم الضمان على المستأجر لو تلف المأجور أو طرأ على قيمته نقصان بتعديه ، مثلاً لو ضرب المستأجر دابة الكراء فماتت منه أو ساقها بعنف وشدة فهلكت لزمه ضمان قيمتها . [المادة :۶۰۲] .... حركة المستأجر على خلاف المعتاد تعد ويضمن الضرر والخسارة التي تتولد منها مثلا لو استعمل الثياب التي استكراها على خلاف عادة الناس وبليت يضمن كذلک لو احترقت الدار المأجورة بظهور حريق فيها بسبب اشعال المستأجر النار أزيد من الناس يضمن . [المادة :۶۰۳] . (۱/۲۹۵ – ۲۹۸ ، ضمان الإجارة وعدمه)

ڈاکیہ کا پیسے وصول کرنا

مسئلہ (۴۶۶): آج کل ڈاکیہ لوگ جب کسی کا منی آرڈر لاتے ہیں، تو اس شخص سے جس کا منی آرڈر آیا ہے کچھ نہ کچھ رقم ضرور لیتے ہیں، جب کہ منی آرڈر بھیجنے والا منی آرڈر کرتے وقت ہی اس کا معاوضہ (فیس) ادا کر چکا ہوتا ہے، اور ڈاکیہ کو حکومت ڈاک رسانی کی خدمت کا معاوضہ ادا کرتی ہے، اس لیے ڈاکیہ کا منی آرڈر پہنچانے پر رقم کا مطالبہ کرنا قطعاً جائز نہیں، کیوں کہ یہ رشوت کے حکم میں ہے، اور شرعاً رشوت لینا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿سمّٰعون للكذب اكّٰلون للسُّحت﴾ . (سورة المائدة : ۴۲)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال ابن مسعود وغيره : السحت الرشا .

(۱۸۳/۳ ، المائدة)

ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي " . (۲۴۸/۱ ، أبواب الأحكام ، في الراشي والمرتشي)

ما في " اعلاء السنن " : والحاصل أن حد الرشوة هو ما يؤخذ عما وجب على الشخص سواء كان واجباً على العين أو على الكفاية ، وسواء كان حقاً للشرع كما في القاضي وأمثاله .

(۶۷/۱۵ ، كتاب القضاء ، باب الرشوة ، تحقيق معنى الرشوة)

(کتاب الفتاوی: ۳۸۹/۵، منی آرڈر کی اجرت)

قلی کا زیادہ قیمت لینا

مسئلہ (۴۶۷): آج کل ریلوے اسٹیشنوں پر قلیوں کی بھر مار رہتی ہے، وہ لوگوں کا سامان اٹھاتے ہیں، اس میں کبھی کسی سے زیادہ رقم لیتے ہیں، اور کسی سے کچھ کم، جب کہ سرکار کی طرف سے یہ متعین ہوتا ہے کہ کتنے سامان پر کتنی قیمت لیں گے، تو ریاستی جائز قوانین کی پابندی کرنا شرعاً ضروری ہے[۱]، اس کی خلاف ورزی کرنا اپنے جان و مال کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے، جس سے شریعت نے منع کیا ہے[۲]، لیکن اجارہ چونکہ مستاجر اور اجیر (مالک ومزدور) کے درمیان ان کی رضامندی سے طے شدہ عقد کا نام ہے، اس میں کسی ثالث (تیسرے فریق) کی دخل اندازی سے اس کی صحت پر (جب کہ یہ اجارہ صحیح ہو) کوئی اثر نہیں پڑتا[۳]، لہٰذا قلی لوگوں کا زیادہ رقم لینا درست ہے، اور لی گئی رقم بھی حلال ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (أمر السلطان إنما ينفذه) أي يتبع ولا تجوز مخالفته .... صاحب البحر ذكر ناقلاً عن أئمتنا أن طاعة الإمام في غير معصية واجبة ، فلو أمر بصوم يوم وجب ، وقدمنا أن السلطان لو حكم بين الخصمين ينفذ في الأصح .

(۸/۱۰۶ ، كتاب القضاء ، مطلب طاعة الإمام واجبة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة: ۱۹۵)

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : وأما شرائط الصحة فمنها رضا المتعاقدين ومنها أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع المنازعة ، فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا . (۴/۴۱۱ ، كتاب الإجارة)=

رقم لے کر ویزا دلوانا

مسئلہ (۴۶۸): کسی شخص کو ویزا درکار تھا، اس نے اپنے طور پر غیر ملکی سفارت خانہ سے ویزا حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکا، اب دوسرا شخص اس سے یہ کہے کہ اگر آپ مجھے اتنی رقم دو، تو میں آپ کو ویزا دلواتا ہوں، تو اگر اس آدمی کو باقاعدہ طور پر ایک یا دو دن کے لیے اجیر (مزدور) بنالیا گیا، تو اس رقم کے لینے دینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر شخص مذکور کے لیے مدتِ اجارہ متعین نہیں کی گئی، تو یہ اجارہ، اجارۂ فاسدہ ہوجائے گا، اور شخصِ مذکور اجرتِ مثل کا حق دار ہوگا، نہ کہ اجرتِ متعینہ کا۔ (۱)

=ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : شرائط الصحة أنواع ؛ النوع الأول : رضاء العاقدين ، النوع الثاني : تعيين الأجرة ، النوع الثالث : تعيين المأجور . (۱/۴۹۶ ، كتاب الإجارة ، الفصل الثاني في شروط إنعقاد . الخ) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۶۰۷، ۶۰۸، کراچی)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يلزم في صحة الإجارة أي (عدم فسادها) تعيين الماجور ..... لأن الجهل بالمأجور يستلزم الجهل بالمنفعة وهو مما يؤدي إلى التنازع فإن تعين المأجور بعد العقد وحصل رضاء الطرفين فالإجارة صحيحة . (۱/۵۰۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى قاضي خان " : أهل بلدة ثقلت عليهم المؤنات فاستأجروا رجالاً بأجر معلوم ليذهب إلى السلطان ويرفع القصة ليخفف عنهم السلطان نوع تخفيف وأخذ الأجر من عامة أهل البلدة من الأغنياء والفقراء قالوا : إن كان بحال لو ذهب إلى بلدة السلطان يتهيأ له اصلاح الأمر فى يوم أو يومين جاز الإجارة ، وإن كان بحال لا يحصل المقصود فى يوم أو يومين وإنما يحصل فى مدة فإن وقتوا الإجارة وقتاً جازت الإجارة وله كل المسمى وإن لم يوقتوا فسدت الإجارة وكان له أجر المثل على أهل البلدة على قدر مؤنتهم ومنافعتهم. (۳/۱۸ ، باب الإجارة الفاسدة ، الفتاوى الهندية :۴/۵۲۶ ، الباب الثاني والثلاثون في المتفرقات ، شرح المجلة: ص/۳۰۶ ، المادة : ۵۴۰) (فتاوی حقانیہ:۶/۲۶۸)

بکری کی پیداوار میں برابر کی حصہ داری

مسئلہ (۴۶۹): کوئی شخص اپنی بکری، مرغی وغیرہ دوسرے شخص کو پالنے کے لیے دیدے، کہ اس سے پیدا شدہ بکریوں اور مرغیوں کو آپس میں برابری کے طور پر تقسیم کرلیں گے، تو یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے، اس لیے پیدا شدہ بچے، بکری یا مرغی والے کے ہوں گے، اور جس نے پالا پوسا وہ اجرتِ مثل، اور چارہ پانی کے لیے جو کچھ خرچ کیا اس کا حق دار ہوگا۔ (۱)

ٹیوب ویل کا پانی اجرت پر دینا

مسئلہ (۴۷۰): ٹیوب ویل کے پانی کی اجرت اور مدت اگر متعین ہو، تو اس کو اجرت پر دینا جائز ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى الكاملية " : سئلت عن البقرة دفعها مالكها لرجل على أن يعلفها ويقوم بها وما حدث عنها من النتاج يكون بينهما نصفين فهل لا يصح ؟ فالجواب : لا يصح وما حدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله . (ص/۵۵ ، كتاب الشركة ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۵۹۶، کراچی) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۵۹۶، ۵۹۷، کراچی)

ما في " الفتاوى الهندية " : دفع بقرة إلى رجل على أن يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما انصافاً فالإجارة فاسدة وعلى صاحب البقرة للرجل أجر قيامه وقيمة علفه إن علفها من علف هو ملكها لا على ما سرحها فى المرعى ويرد كل اللبن إن كان قائماً ، وإن أتلف فالمثل إلى صاحبها ...... وكذا لو دفع الدجاج على أن البيض بينهما لا يجوز والحادث كله لصاحب الدجاج . (۴/۴۴۵ ، كتاب الإجارات ، الباب الخامس عشر ، الفصل الثالث)

الحجة على ما قلنا : =

ایامِ تعطیلات کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۱): ایامِ تعطیلات چوں کہ ایامِ عمل کے تابع ہوتے ہیں، اس لیے چھٹیوں کی تنخواہ مدرسینِ مدرسہ کو لینا جائز ہے، مدرسین اجیرِ خاص کی حیثیت رکھتے ہیں، اور معروف بھی یہی ہے کہ اساتذہ کی چھٹیوں کی تنخواہ وضع نہیں کی جاتی ہے، لہٰذا ''اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ'' قاعدے کے تحت اس تنخواہ کا لینا جائز ہوگا۔ (۱)

=(۱) ما في '' خلاصة الفتاوى '' : عقد الإجارة لا يجوز إلا أن يبين البدل من الجانبين جميعًا، أما بيان المنفعة فبإحدى معان ثلاثة : بيان الوقت وهو الأجل وبيان العمل وبيان المكان . (۱۰۳/۳ ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۱۱/۵)

ما في '' درر الحكام شرح مجلة الأحكام '' : يشترط أن تكون الأجرة معلومة . (۵۰۳/۱)

(الدر المختار مع الشامية : ۱۶۷/۲) (فتاویٰ حقانیہ:۲۵۳/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' درر الحكام شرح مجلة الأحكام '' : إذا استوجر استاذ لتعليم علم كالفقه ، والنحو، والصرف ، فإن ذكرت مدة كالشهر والسنة ، وذكرت الأجرة أيضاً صحت الإجارة، وانعقدت على المدة ، حتى أن الأستاذ يستحق الأجرة لكونه حاضراً ، ومهيئاً للتعليم قرأ التلميذ أو لم يقرأ ، لأن الأستاذ قد أصبح أجيرًا خاصًا . (۶۵۴/۱)

ما في '' الأشباه والنظائر لإبن نجيم '' : ومنها : البطالة فى المدارس كأيام الأعياد ، ويوم عاشوراء ، وشهر رمضان في درس الفقه ، لم أرها صريحةً في كلامهم ، والمسألة على وجهين ، فإن كانت مشروطة لم يسقط من المعلوم شيء ، وإلا فينبغي أن يلحق ببطالة القاضي . (أشباه) وفي شرح الحموي على الأشباه لإبن نجيم : قوله : ومنها : البطالة في المدارس الخ ، فى الذخيرة : قال أبو الليث : من يأخذ الأجرة من الطّلبة فى يوم لا درس عليه أرجو أن يكون جائزًا . انتهى . (۳۳۵/۱ ، الفن الأول في القواعد الكلية – النوع الأول ، القاعدة السادسة : العادة محكمة) (احسن الفتاویٰ:۲۸۷/۷،فتاویٰ رحیمیہ:۳۰۲/۹)

حج میں جانے والے مدرس یا ٹیچر کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۲): اگر مدرس کو رکھتے وقت اس کے ساتھ حج بیت اللہ کے سلسلے میں کسی قسم کا کوئی معاہدہ کیا گیا تھا، تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا، خواہ یہ معاہدہ کل تنخواہ دینے کا ہو، یا نصف کا، یا رخصت بلا تنخواہ، ہر قسم کا معاہدہ شرعاً ہوسکتا ہے [۱]، اور اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا تھا، تو اگر مدرسہ کا اس کے متعلق کوئی طے شدہ دستور ہے، جس سے مدرس بھی واقف ہے، تو اسی کے مطابق عمل ہوگا [۲]، ورنہ عُرف ورَواج کا اعتبار ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ . (الإسراء : ۳۳)

ما في " التفسير المنير " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ . أى أوفوا بالعهد الذى تعاهدون عليه الناس وبالعقود التى تعاملونهم بها ، فإن العهد والعقد كل منهما يسأل صاحبه عنه ونظير الآية : ﴿يآيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . فالعهد فضيلة وميثاق والعقد التزام وارتباط ، والاخلال بالعهد خيانة ونفاق ، والتخلل من العقد اهدار للثقة وتضيع للحقوق ، فيجب شرعاً الوفاء بالعهد ، وتنفيذ مقتضى العقد فمن أخلف بوعده ولم يوف بعهده ولم ينفذ التزام عقده وقع فى الإثم والمعصية وأخل بمقتضى الإيمان والدين ، والعهد أمر عام يشمل كل ما بين الإنسان وبين اللّٰه والنفس والناس والعقد كل التزام يلتزمه الإنسان كعقد اليمين والنذر ، وعقد البيع والشركة والإجارة والصلح والزواج وكل عقد لأجل توثيق الأمر وتوكيده فهو عهد . (۷۸/۸)

ما في " فيض القدير للمناوي " : " المسلمون على شروطهم " . أى الجائزة شرعاً أى ثابتون عليها واقفون عندها وفى التعبير بعلى إشارة إلى علو مرتبتهم وفى وصفهم بالإسلام ما يقتضى الوفاء بالشرط ويحث عليه . (۲۷۲/۶)

(۲) ما في " قواعد الفقه " : المعروف بالعرف كالمشروط شرعاً . (ص/۲۵)

(فتاوی مفتی محمود:۵۶۳/۳)

امام ومؤذن کے ایام غیر حاضری کی تنخواہ

مسئلہ (۳۷۴): امام ومؤذن کی حیثیت اجیرِ خاص کی ہے، اور اجیرِ خاص کا حکم یہ ہے کہ جن ایام میں عمل سے غیبت رہی، وہ ان ایام کی تنخواہ کا حق دار نہیں ہوگا[۱]، سوائے اس غیبت کے جو معروف ہو (یعنی وہ ایام غیر حاضری جن میں عامۃً تنخواہ وضع نہیں کی جاتی ہے)، اس کی تنخواہ لینا درست ہے[۲]، البتہ اگر امامت کا معاملہ طے کرتے وقت یہ شرط لگائی گئی ہو کہ امام صاحب مہینہ ڈیڑھ مہینہ غیر حاضر رہے، تب بھی وہ تنخواہ کے حق دار ہوں گے[۳]، تو اس صورت میں تنخواہ دینا لازم ہوگا، اور امام صاحب کا مطالبہ کرنا بھی جائز ہوگا، اور اگر بوقتِ تقرری ایسی کوئی شرط نہیں لگائی گئی تھی، تو دونوں باتیں شرعاً درست نہیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنوير الأبصار مع الدر والرد " : الأجراء على ضربين : مشترك وخاص ..... والثاني الخاص : وهو من يعمل لواحد مؤقتاً بالتخصيص ، ويستحق الأجر بتسليم نفسه فى المدة وإن لم يعمل . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : وحكمها .... أي الأجير الخاص لا يمكنه أن يعمل لغيره لأن منافعه فى المدة صارت مستحقة للمستأجر والأجر مقابل بالمنافع ، ولهذا يبقى الأجر مستحقاً وإن نقض العمل .

(۹/۷۵، ۷۶ – ۸۱، ۸۲ ، كتاب الإجارة ، مبحث الأجير المشترك)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان فى مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا يشترط عمله بالفعل ولكن ليس له أن يمتنع عن العمل ، وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (۱/۴۵۸ ، المادة : ۴۲۵)

(۲) ما في " رد المحتار " : قال الشامي رحمه الله : وفى القنية من باب الإمامة : إمام =

سرکاری ملازم کا ڈیوٹی ادا کیے بغیر تنخواہ لینا

مسئلہ (۴۷۴): سرکاری ملازم اجیرِ خاص کے درجے میں ہوتا ہے، لہٰذا باقاعدگی کے ساتھ ڈیوٹی ادا کرنے پر تنخواہ واجرت کا مستحق ہوگا، اور ڈیوٹی ادا نہ کرنے پر تنخواہ لینا جائز نہیں ہے۔(۱)

=يترك الإمامة لزيارة أقربائه في الرساتيق أسبوعاً أو نحوه لمصيبة أو لاستراحة لا بأس به ، ومثله عفو في العادة والشرع ، وهذا مبنى على القول بأن خروجه أقل من خمسة عشر يوماً بلا عذر شرعي لا يسقط معلومه ، وقد ذكر فى الأشباه والنظائر في قاعدة : " العادة محكمة" . عبارة القنية هذه ، وحملها على أنه يسامح أسبوعاً في كل شهر ، واعترضه بعض محشيه بأن قوله فى كل شهر ليس في عبارة القنية ما يدل عليه ، قلت : والأظهر ما في آخر شرح منية المصلي للحلبي أن الظاهر أن المراد في كل سنة . (۲۳۰/٦ ، كتاب الوقف ، مطلب فيما إذا قبض المعلوم وغاب قبل تمام السنة ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ۳۳۷/۱)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : " المعروف عرفًا كالمشروط شرطاً " .

(۵۱/۱ ، المادة:۴۳ ، شرح القواعد الفقهية :ص/۲۳۷)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : عن عمرو بن عوف المزني ، عن أبيه ، عن جده أن رسول الله ﷺ قال : "المسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً " . (۲۵۱/۱ ، كتاب البيوع ، أبواب الأحكام) (فتاوی دار العلوم:۳/ ۸۷، ۸۸، کتاب الفتاوی:۲/ ۳۱۳، ۳۱۴)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " المسلمون عند شروطهم " . (۱۷۲/۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والثاني وهوالأجير الخاص ويسمى أجير وحد وهو من يعمل لواحدٍ عملاً موقتاً بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل كمن استؤجر شهراً للخدمة أو شهراً لرعي الغنم المسمى بأجر مسمى .... وليس للخاص أن يعمل لغيره ، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل ..... وإن لم يعمل أي إذا تمكن من العمل فلو سلم نفسه ولم يتمكن منه لعذر كمطر ونحوه لا أجر له . =

غیر حاضری کے باوجود مدرسین کا تنخواہ لینا

مسئلہ (۴۷۵): اگر کسی شہر میں کوئی نیا مدرسہ یا اسکول کا افتتاح عمل میں آیا ہو، اور افتتاح کے ساتھ ہی اساتذہ کا تقرر بھی عمل میں آچکا ہو، جب کہ طلبہ ابھی مدرسہ میں حاضر نہیں ہیں، اور طلبہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اساتذہ بھی اسکول یا مدرسہ میں حاضر نہیں ہوتے ہیں، تو ان حالات میں اساتذۂ کرام کا تنخواہ لینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ مدرس کی حیثیت اجیرِ خاص کی ہے، اور اجیرِ خاص اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ مدتِ اجارہ میں عمل کے لیے حاضر ہو۔ (۱)

=(۸۲/۹ ، كتاب الإجارة ، البحر الرائق : ۵۲/۸ ، كتاب الإجارة)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ان أجير الواحد لا يكون ضامناً لما تلف في يده من غير صنعه وهو الذي يستوجب البدل بمقابلة منافعه حتى إذا سلم النفس استوجب الأجر وإن لم يستعمله صاحبه ، ولا يملك أن يؤجر نفسه من آخر في تلك المدة .

(۱۱۵/۱۵ ، كتاب الإجارة)

(فتاوی محمودیہ:۵۷۲/۱۶،کراچی،فتاوی حقانیہ:۲۵۰/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الحموي : سئل المصنف لعدم وجود الطلبة ، فهل يستحق المعلوم ؟ أجاب : إن فرغ نفسه للتدريس بأن حضر المدرسة المعيّنة لتدريسه استحق المعلوم ، لا مكان التدريس لغير الطلبة المشروطين . (۴۴۴/۶)

ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان فى مدة الإجارة حاضراً للعمل .... غير أنه يشترط أن يتمكن من العمل ، فلو سلم نفسه ولم يتمكن فيه لعذر كالمطر والمرض ، فلا أجر له ، ولكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (۲۳۹/۱)

اَخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسید بنوانا

مسئلہ (۴۷۶): اگر کسی کمپنی کی طرف سے یہ طے ہو کہ ملازم دورانِ سفر آنے والے تمام اَخراجات خود برداشت کرے، پھر ان کا ثبوت ٹکٹ وغیرہ کی صورت میں جمع کرائے، کمپنی اس کے مطابق اس کو رقم دیدے گی، اس صورت میں اگر کوئی ملازم اَخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسید بنواتا ہے، تو یہ دھوکہ دہی ہے، جو شرعاً منع ہے[1]، لہٰذا اَخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسیدیں (Invoices) بنوا کر رقم حاصل کرنا ممنوع وحرام ہوگا، اور یہ رقم اس ملازم کے لیے حلال نہ ہوگی، بلکہ متعلقہ کمپنی کو واپس کر دینا ضروری ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : قال النبي ﷺ : " من غشّنا فليس منا " ..... والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغش وقالوا : الغش حرام . (۱/۲۴۵ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في كراهية الغش)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا تأكلوٓا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " صحيح مسلم " : " كل المسلم على المسلم حرام ؛ دمه وماله وعرضه " .

(۲/۳۱۷ ، كتاب البر ، باب تحريم الظن والتجسس والتنافس)

ما في " بدائع الصنائع " : قال النبي ﷺ : " لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه " . فلا يصح مع الكراهة والهزل والخطأ . (۵/۵۳۸ ، كتاب الإجارة)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/۲۲۳ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۶/۳۶۰ ، كتاب الكراهية ، الرابع في الهدية) (تجارتی کمپنیوں کا لائحہ عمل:ص/۱۰۰)

ایامِ احتجاج کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۷): سرکاری ونجی مدارس کے اساتذہ اجیرِ خاص کے حکم میں ہیں، اور اجیرِ خاص اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ مفوّضہ امر (سپرد کیا گیا کام) کو پورا کرے، اگر وہ مفوضہ امر پورا کرنے سے باز رہے، تو اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ اس صورت میں محض تسلیمِ نفس سے استحقاقِ اجرت ثابت نہیں ہوگا، اس لیے اگر اساتذہ مفوّضہ کام کو پورا نہ کریں، احتجاج وہڑتال کریں، اور طلبہ کو پڑھانے سے باز رہیں، تو ان کے لیے ان ایام کی تنخواہ لینا شرعاً جائز نہیں ہے، گرچہ مدرسہ کے وقت میں حاضر رہے ہوں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح المجلة " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا يشترط أن يتمكن من العمل فلو سلم نفسه ولم يتمكن منه لعذر كالمطر والمرض فلا أجر له . " الدر المنتقى " . لكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (ص/ ۲۳۹ ، الباب الأول في الضوابط العمومية)

معاہدہ کی خلاف ورزی پر زرِ ضمانت ضبط کرنا

مسئلہ (۴۷۸): اگر کرایہ دار نے کرایہ داری کا معاملہ کرتے وقت، مالکِ مکان یا دکان سے یہ معاہدہ کیا کہ میں مکان یا دکان اپنے ذاتی کاروبار کے لیے لے رہا ہوں، جب تک میں آباد رہوں گا صرف اپنا کاروبار کروں گا، اور کسی بھی شخص کو اس میں نہیں رکھوں گا، یا کسی اور سے اس مکان یا دکان میں کاروبار نہیں کراؤں گا، اور نہ اس دکان کو کسی ناجائز ذریعہ سے کسی دوسرے شخص کو ٹھیکہ یا پگڑی پر دوں گا، تو اُس پر اِس معاہدہ کی پابندی ضروری ہوگی، اگر وہ اس کے خلاف کرے، تو اُسے اِس معاہدہ پر عمل کے لیے مجبور کیا جائے گا[1]، البتہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں مالکِ مکان یا دکان کو اس کے زرِ ضمانت کو ضبط کرنے کا شرعاً حق نہیں ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير للشوكاني " : ﴿يٰٓأيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . قال الزجاج : المعنى أوفوا بعقد اللّٰه عليكم وبعقدكم بعضكم على بعض ، والعقد الذي يجب الوفاء به ما وافق كتاب اللّٰه وسنة رسول اللّٰه . (۱/۴۴۴ ، سورة المائدة : ۱)

(۲) ما في " فتح القدير للشوكاني " : قوله تعالى ﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . والحاصل أن ما لم يبح الشرع أخذه من مالكه فهو مأكول بالباطل وإن طابت به نفس مالكه . (۱/۱۵۴ ، سورة البقرة : ۱۸۸)

ما في " بدائع الصنائع " : قال النبي ﷺ : " لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب من نفسه " . (۵/۵۳۷)

(آپ کے مسائل اوران کا حل : ۶/۳۵ ، کتب خانہ نعیمیہ)

كتاب الكفالة

☆......کفالہ کے مسائل......☆

عقد کفالہ

مسئلہ (۴۷۹): کفالہ؛ لغت میں ''ضم'' یعنی ملانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کفالہ کی اصطلاحی تعریف: ''کسی مطالبے کے معاملے میں ایک شخص کی ذمہ داری کے ساتھ کسی دوسرے کی ذمہ داری کو ملا دینا''۔ ''کفالہ'' کہلاتا ہے(۱)، کفالہ کی مشروعیت کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : قال الشيخ الإمام السرخسي : الكفالة مشتقة من الكفل ، وهو الضم ..... (أحدهما) الضم فى المطالبة .... (والطريق الآخر) أن تنضم ذمة الكفيل إلى ذمة الأصيل في ثبوت أصل الدين . (۱۹/ ۱۹۴، كتاب الكفالة)

ما في " تنوير الأبصار مع الدر والرد " : (هي) لغةً الضم ..... وشرعاً: (ضم ذمة) الكفيل (إلى ذمة) الأصيل (في المطالبة مطلقاً) بنفس أو بدين أو عين . (۷/ ۴۳۰ ، كتاب الكفالة)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الكفالة لغة : .... هى الضم .... واصطلاحاً في الأصح عند الحنفية : هي ضم ذمة إلى ذمة في المطالبة مطلقاً أي ضم ذمة الكفيل إلى ذمة المدين في المطالبة بنفس أو بدين أو عين . (۶/ ۴۱۴۳ ، كتاب الكفالة ، تعريفها)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الكفالة في الجملة مشروعة بالكتاب والسنة والإجماع . (۶/ ۴۱۴۲ ، الكفالة ، مشروعية الكفالة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۹۴)

عقد کفالہ میں مکفول عنہ کی جہالت

مسئلہ (۴۸۰): کوئی آدمی اپنے مخاطب سے یہ کہے کہ: اس شہر والوں میں سے جس کے ذمہ بھی تمہارا قرض واجب ہے، میں اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں، اور مخاطب اسی مجلس میں مقروض کا نام بھی بتلا دے تو یہ درست ہے، اگرچہ کفیل کے کلام میں مکفول عنہ مجہول ہے، مگر مکفول لہٗ کے اپنے مدیون کا نام بتلا دینے کی وجہ سے جہالت ختم ہوگئی، لہٰذا عقد کفالہ کی یہ صورت شرعاً درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ولا) تصح أيضاً (بجهالة المكفول عنه) فى تعليق وإضافةٍ . (۴۶۰/۷)

ما في " ترتيب اللآلي في سلك الأمالي " : جهالة المكفول له تبطل الكفالة وكذا جهالة المكفول عنه . (۶۱۹/۱)

ما في " تبيين الحقائق " : وجهالة المكفول له أو المكفول عنه تمنع حتى لو قال : من غصبك من الناس أو بايعك أو قتلك فأنا كفيل عنه ، أو قال : من عصبته أنت أو قتلته فأنا كفيل له عنك لا يجوز . (۳۶/۵) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۳۰۹)

مال مجہول کی ضمانت لینا

مسئلہ (۴۸۱): اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے مجہول وغیر متعین مال کی ضمانت لے، مثلاً: یہ کہے کہ تمہارا جتنا بھی قرضہ فلاں شخص کے ذمہ ہے، میں ان سب کا ضامن ہوں، یا یہ کہے کہ تم فلاں کو جتنا بھی قرض دوگے میں اس کا ضامن ہوں، تو اس طرح کا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے، کیوں کہ ائمۂ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک کفالہ میں مالِ مجہول کی ضمانت لینا جائز ہے۔ (۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (ولو المال مجهولاً) لابتنائها على التوسع ، وقد أجمعوا على صحتها بالدرك مع أنه لا يعلم كما يستحق من المبيع .

(۴۵۳/۷ ، كتاب الكفالة ، مطلب كفالة المال قسمان)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ضمان المجهول لا يشترط في الكفالة بالمال عند الجمهور الفقهاء أن يكون الدين معلوم القدر والصفة والعين ، فتصح الكفالة بالمعلوم كقوله : تكفلت عنه بألف ، أو بالمجهول كقوله : تكفلت عنه بمالك عليه ، أو بما يدريك في هذا البيع من الضمان ، لأن الكفالة عقد تبرع مبينة على التوسع ، فيحتمل فيها الجهالة بعكس البيع . (۴۱۶۲/۶ ، كتاب الكفالة ، المبحث الثاني)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۲،۳۰۳)

کفالہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

مسئلہ (۴۸۲): حنفیہ کے نزدیک عقدِ کفالہ کو کسی شرط سے معلق کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت: ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے جو اس عقد کے ملائم اور مناسب ہو۔ ایسی شرط کے ساتھ عقد کو معلق کرنا جائز ہے، اس کی مزید تین صورتیں ہیں:

۱- ایسی شرط لگائی جائے جس کے پائے جانے سے حق ادا کرنا لازم ہوجاتا ہو، جیسے یوں کہا جائے کہ: اگر کوئی شخص اس مبیع کا مالک نکل آیا، تو میں اس کی قیمت کی ادائیگی کی ضمانت لیتا ہوں۔

۲- ایسی شرط لگائی جائے جس کی وجہ سے کفیل کے لیے اپنا حق وصول کرنا آسان ہو، مثلاً زید بکر کی طرف سے کفیل بنتے ہوئے یوں کہے کہ: اگر بکر آگیا تو میں اس کی طرف سے ضامن ہوں۔

۳- ایسی شرط لگائی جائے جس کے پائے جانے کی صورت میں مکفول لہ یعنی صاحبِ حق کے لیے اپنا حق وصول کرنا بہت مشکل ہوجائے، مثلاً زید بکر کی طرف سے ضامن بنتے ہوئے یوں کہے کہ: اگر بکر ملک چھوڑ کر باہر چلا گیا، تو میں اس کی طرف سے ادائیگیٔ حق کا ضامن ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر بکر واقعۃً ملک چھوڑ کر باہر چلا گیا، تو صاحبِ حق کے لیے اس سے اپنا حق وصول کرنا مشکل ہوجائے گا۔

ان تین صورتوں میں عقدِ کفالہ کی تعلیق جائز ہے۔ (۱)

(۲) دوسری صورت: ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے جو عقدِ کفالہ کے ملائم اور مناسب نہ ہو، جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ: اگر بارش ہوگئی تو میں زید کی طرف سے ضامن ہوں ورنہ نہیں۔ اس قسم کی شرط کے ساتھ عقد کو معلق کرنا جائز نہیں۔

تعلیق کے بارے میں حنفیہ کے اصل اُصول کی روشنی میں عقدِ کفالہ کی تعلیق مطلقاً جائز ہونی چاہیے تھی، کیوں کہ کفالہ عقودِ معاوضہ میں سے نہیں، لیکن دوسری صورت میں تعلیق کو اس لیے ناجائز قرار دیا گیا ہے کہ اس صورت میں غرر اور خطر بہت واضح ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " التنوير مع الدر والرد " : وتصح لو علقت بشرط صحيح ملائم أي موافق للكفالة بأحد أمور الثلاثة بكونه شرطاً للزوم الحق كان استحق المبيع أو شرطاً لإمكان الاستيفاء نحو إن قدم زيد فعليّ ما عليه من الدين وهو مكفول عنه ، أو شرطاً لتعذره أي الاستيفاء نحو إن غاب زيد عن المصر فعليّ وأمثلته كثيرة فهو جملة الشروط التي يجوز تعليق الكفالة بها . (٢/٧ ٤٥٧ ، كتاب الكفالة ، قبيل مطلب في تعليق الكفالة)

(البحر الرائق : ٦/ ٣٧٩ ، كتاب الكفالة)

(٢) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ولا تصح) إن علقت بغير ملائم (نحو إن هبت الريح أو جاء المطر) لأنه تعليق بالخطر ولا يلزم المال . (٧/ ٤٥٩)

ما في " البحر الرائق " : ويصح تعليق الكفالة بشرط ملائم كشرط وجوب الحق .... ولا يصح بنحو إن هبت الريح . (٦/ ٣٧٠ ، كتاب الكفالة ، تبيين الحقائق : ٥/ ٣٦)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۹۷، ۲۹۸)

کفالت کی اضافت مدتِ غیر متعینہ کی طرف

مسئلہ (۴۸۳): اگر کوئی شخص عقدِ کفالہ کی اضافت مستقبل کی ایسی مدت کی طرف کرے، جس کا پایا جانا غیر یقینی ہو، جیسے بارش کا برسنا، تو یہ اضافت باطل ہوجائے گی، اورحق کی ادائیگی فوراً لازم ہوجائے گی، اوراگر وہ مدت یقینی ہوتو ایسی صورت میں کفالہ کا معاملہ بھی صحیح ہے، اوراس مدت کے آنے پر ادائیگی بھی لازم ہوجائے گی۔ (۱)

مکفول لہ کی جہالت

مسئلہ (۴۸۴): مکفول لہ کی جہالتِ فاحشہ عقد کفالہ کو فاسد قرار دیتی ہے، جیسے کہ اگر کوئی شخص کسی سے عقد کفالہ اس طرح کرے کہ جس شخص کا بھی تجھ پر قرض ہے، میں تمہاری طرف سے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں، تو یہ عقد کفالہ جہالتِ فاحشہ کی بنا پر شرعاً صحیح نہیں ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر مع الدر والرد " : تصح لو علقت بشرط صریح ملائم أی موافق للکفالة بأحد أمور الثلاثة ، بکونه شرط للزوم الحق ..... أو شرطاً لإمکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیه من الدین ..... وهو مکفول عنه أو شرطاً لتعذره أی الاستیفاء نحو إن غاب زید عن المصر فعلي وأمثلته کثیرة ، فهذه جملة الشروط التی یجوز تعلیق الکفالة بها ولا تصح إن علقت بغیر ملائم نحو إن هبت الریح أو جاء المطر لأنه تعلیق بالخطر . (۸/۴۵۷ ، مطلب فی تعلیق الکفالة بشرط غیر ملائم ، البحر الرائق : ۶/۳۷۰ ، کتاب الکفالة)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۹۷)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولمن جآء به حمل بعیر وأنا به زعیم﴾ . (یوسف:۷۲)

ما في " صحیح البخاري " : عن أبي هریرة رضي الله تعالی عنه : " فمن تُوُفِّيَ من المؤمنین=

مکفول لہ کے آنے تک دوسرے کا کفیل بننا

مسئلہ (۴۸۵): اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے کفیل بنے، اور یوں کہے کہ اگر مکفول لہ ایک مہینے تک آ گیا، تو پھر وہ خود ہی اپنے ذمہ کو پورا کرے گا، اور اگر ایک مہینہ تک نہیں آیا، تو میں اس کی طرف سے کفیل ہوں، عقد کفالہ کی یہ صورت فقہاء کے مابین مختلف فیہ ہے، حنفیہ میں سے امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور مالکیہ وحنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جب کہ امام محمد اور امام شافعی رحمہما اللہ اس صورت کو ناجائز کہتے ہیں، اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ایسی شرط لگانا مقتضائے عقد میں شامل ہے یا نہیں؟ جن حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ایسی شرط بھی عقد کفالہ کے لیے ملائم اور مناسب ہے، اور عقد کفالہ کے

=فترک دَینًا فعليّ قضاؤُه". (۱/۳۰۸، رقم الحدیث :۲۲۴۳)

ما في " اعلاء السنن " : أن المانع هو الجهالة الفاحشة كما إذا ضمن ما على أحد من الناس وهم غير معلومين أو كل لأحد من الناس وهم غير محدودين وأما إذا ضمن ما على أحد من جماعة معلومة أو كفل لأحد من الناس وهم محدودين فيجوز بدليل احتجاجهم بقوله تعالى : ﴿ولمن جآء به حمل بعير وأنا به زعيم﴾ . [سورة يوسف:۷۲] وهو كفالة للمجهول ولكن الجهالة غير فاحشة لأن المراد من جاء به منهم وهم محدودون فكذا ههنا لأن المراد بمن توفي من المؤمنين من توفي من أهل المدينة الذين كان رسول الله ﷺ يصلي على جنائزهم ويتنكب عن الصلوٰة على من مات منهم مديوناً من غير وفاء وكانوا معلومين محدودين .

(۱۴/۵۴۸ ، كتاب الكفالة)

ما في " رد المحتار " : قوله : (ولا بجهالة بالمكفول له) قلت : الظاهر أن المانع هنا جهالة متفاحشة لما علمت آنفاً من قول " الكافي " . لو قال : أنا كفيل بفلان أو فلان جاز . تأمل.

(۷/۴۶۰ ، كتاب الكفالة ، مطلب في تعليق الكفالة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۶)

مقتضٰی میں داخل ہے، جب کہ ناجائز کہنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں غیر یقینی کیفیت اور خطر کی خرابی پائی جاتی ہے، اس لیے یہ صورت جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : وإذا تكفل برجل إلى أجل إن جاء به فيه وإلا لزمه ما عليه صح وبه قال أبو حنيفة وأبو يوسف ، وقال محمد بن الحسن والشافعي : لا تصح الكفالة ولا يلزمه ما عليه لأن هذا تعليق الضمان بخطر فلم يصح كما علقه بقدوم ، ولنا أن هذا موجب الكفالة ومقتضاه فصح اشتراطه ، ..... ومبنى الخلاف ههنا على الخلاف فى أن هذا مقتضى الكفالة وقد دللنا عليه . (۶/۳۰۳ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وللفقهاء فى حكم الكفالة المعلقة خلاف يمكن ذهب الحنفية إلى صحة الكفالة المعلقة على شرط ملائم ، وهو شرط الذى يكون سبباً لوجوب كقول الكفيل للمشترى ، إذا استحق المبيع فأنا ضامن الثمن ، أو الشرط الذى يكون سبباً لإمكان الاستيفاء ، كقول الكفيل للدائن : إذا قدم فلان أى المكفول عنه، فأنا كفيل بدينک عليه .... وذهبوا كذلک إلى صحة الكفالة المعلقة بشرط جرى به العرف ، كما لو قال الكفيل : إن لم يؤد فلان مالک عليه من دين إلى ستة أشهر فأنا له ضامن ، لأنه علق الكفالة بالمال بشرط متعارف فصح . (۳۴/ ۲۹۱ ، كفالة)

قرض کی ادائیگی کا ذمہ لینا

مسئلہ (۴۸۶): کوئی شخص دوسرے شخص سے یوں کہے کہ؛ ان پندرہ آدمیوں میں سے جس کا قرض تم پر واجب ہے، میں اس کی ادائیگی کا ضامن ہوں، تو ایسی صورت میں مکفول لہ کے لیے تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) مکفول لہ معلوم ہو۔ (۲) مکفول لہ مجلس عقد میں حاضر ہو۔ (۳) مکفول لہ عاقل ہو[۱]، لہٰذا مذکورہ صورت شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں مکفول لہ معلوم ومتعین نہیں ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شروط المكفول له : يشترط في المكفول له وهو الدائن شروط وهي : أولاً : أن يكون معلوماً ، فلو كفل إنسان لأحد من الناس فلا تجوز الكفالة ، لأنه إذا كان المكفول له مجهولاً لا يتحقق المقصود من الكفالة وهو التوثق .... ثانياً : أن يكون المكفول له حاضراً فی مجلس العقد ..... فلو كفل إنسان لغائب عن المجلس ، فبلغه الخبر فأجاز لا تجوز الكفالة عندهما (أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى) إذا لم يقبل به حاضر في المجلس ...... ثالثاً : أن يكون المكفول له عاقلاً ، .... فلا يصح قبول المجنون والصبي غير المميز لأنهما ليسا أهلاً لصدور القبول عنهما باعتباره ركناً فی العقد . (۶/۴۱۵۵ ، ۴۱۵۶ ، شروط المكفول له)

ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يكون معلوماً حتى أنه إذا كفل لأحد من الناس لا تجوز ، لأن المكفول له إذا كان مجهولاً لا يحصل ما شرع له الكفالة وهو التوثق . ومنها : أن يكون في مجلس العقد . (۴/۶۰۶ ، كتاب الكفالة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۸)

(۲) ما في " رد المحتار" : (ولا تصح بجهالة المكفول له) . (تنوير الأبصار) . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : والحاصل أن جهالة المكفول له تمنع صحة الكفالة مطلقاً .
(۷/۴۶۰ ، ۴۶۱ ، كتاب الكفالة ، مطلب في تعليق الكفالة بشرط)

مکفول عنہ کا مجہول ہونا

مسئلہ (۴۸۷): عقدِ کفالہ میں مکفول عنہ کی جہالت، عقدِ کفالہ کو اس وقت ناجائز قرار دیتی ہے، جب کہ عقدِ کفالہ معلّق ہو، یا مستقبل کی طرف مضاف ہو،

مثالِ اول؛ کوئی شخص یوں کہے: اگر کسی نے تجھ سے کوئی چیز غصب کرلی، تو میں اس کا ضامن ہوں۔

مثالِ ثانی؛ کوئی شخص یوں کہے کہ جو کچھ تمہارا لوگوں پر واجب ہوگا، میں اس کا ضامن ہوں۔ [1]

مصنوعات کی لائف ٹائم گارنٹی

مسئلہ (۴۸۸): دورِ حاضر میں بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات کی خریداری پر گاہک کو سال دوسال، یا لائف ٹائم گارنٹی دیتی ہیں، یہ گارنٹی صورت کے لحاظ سے کفالہ بالدرک ہے (درک کے معنی حصول/ پانے کے ہیں)، یعنی اگر مشتری مبیع میں کوئی عیب پائے تو بائع اس کا کفیل ہوگا، جب کہ کفالہ بالدرک بالاجماع صحیح ہے،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : والحاصل جهالة المكفول له تمنع صحة الكفالة مطلقاً ، وجهالة المكفول به لا تمنع مطلقاً ، وجهالة المكفول عنه في التعليق والإضافة تمنع صحة الكفالة وفي التنجيز لا تمنع . (۱۷۲/۷، العناية شرح الهداية :۸۹/۴ ، الجوهرة النيرة : ۲۶۰/۱، رد المحتار : ۵۸۵/۷ ، الدراية على هامش الهداية : ۱۱۶/۲)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۳۰۸)

اسی طرح خود کفالہ میں بھی فقہاء کے ہاں توسع پایا جاتا ہے، اس کے علاوہ کفالہ بلکہ اکثر معاملات کا تعلق عرف کے ساتھ ہے، آج کل کوئی چیز فروخت کرتے وقت گارنٹی دینا کاروبار کا ایک اہم جز بن گیا ہے، چونکہ آج کل دو نمبر (نقلی) چیزیں عام طور پر تیار ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے گارنٹی دینا اور لینا ناگزیر ہو گیا ہے، اور ویسے بھی عام طور پر عالمی اور ملکی منڈیوں میں ایک رواج سا بن گیا ہے کہ لوگ گارنٹی والی چیز بلا کسی حجت کے خرید لیتے ہیں، لہٰذا گارنٹی پر خرید و فروخت کرنا عرف اور عموم بلوی کی وجہ سے جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ولأن الكفالة جوازها بالعرف . (۲۰۶/۴ ، كتاب الكفالة)

ما في " العناية على هامش فتح القدير " : تكفلت عنه بمالک عليه أو بما يدرکک في هذا البيع ، يعني من الضمان بعد ان كان ديناً صحيحاً ، لأن مبنى الكفالة على التوسع فإنها تبرع .... وعلى الكفالة بدرک ، بفتح الراء وسكونها ، وهو التبعة ، دليل على جوازها بالمجهول لا يصح ، لأنه التزام ، فلا يصح مجهولاً كالثمن في البيع ، وقلنا : إن الضمان بدرک صحيح بالإجماع ، وهو ضمان المجهول . (۱۷۲/۷ ، كتاب الكفالة)

ما في " الهداية " : وأما الكفالة بالمال فجائزة معلوماً ما كان المكفول به أو مجهولاً إذا كان ديناً صحيحاً ...... أو بما يدرکک في هذا البيع ، لأن مبنى الكفالة على التوسع فيحتمل فيها الجهالة ، وعلى الكفالة بالدرک إجماع . (۹۸/۳ . ۱۰۰ ، كتاب الكفالة)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : رجل باع داراً وكفل رجل المشتري بما أدركه فيها من درک ، فأخذ المشتري بذلک عنه رهناً ، ذكر في الأصل أن الرهن باطل ، ولا ضمان على المرتهن ، والكفالة جائزة . (۶۴/۳) (فتاوی حقانیہ:۳۶۴/۶)

ما في " قواعد الفقه " : " استعمال الناس حجة يجب العمل بها " . (ص/۵۷)

کتاب الحوالة

☆......حوالہ کے مسائل......☆

عقدِ حوالہ

مسئلہ (۴۸۹): حوالہ کا لفظ ''تحویل'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ شرعی اصطلاح میں ؛ کسی قرض کا ایک ذمہ سے کسی دوسرے با اعتماد ذمہ کی طرف منتقل ہونے کا نام حوالہ ہے [1]، فقہائے کرام کی اصطلاح میں ؛ قرض کا اصل یعنی مقروض کے ذمہ سے محتال علیہ یعنی ادائیگی کی ذمہ داری لینے والے کی طرف با اعتماد طریقے سے منتقل ہونا، حوالہ کہلاتا ہے [2]، حوالہ بالدین شرعاً جائز اور درست ہے۔ [3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الحوالة في اللغة : من حال الشيء حولا وحُؤُولا ، تحوَّل ، وتحوَّل من مكانه انتقل عنه وحوّلتُه تحويلاً نقلتُه من موضِع إلى موضِع ، ..... والحوالة في الاصطلاح : نقل الدين من ذمة إلى ذمة . (۱۸/ ۱۶۹ ، حواله) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/ ۲۷۸،۲۷۹)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (هي) لغة : النقل ، وشرعاً : (نقل الدين من ذمة المحيل إلى ذمة المحتال عليه) . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : وفي " المغرب " : تركيب الحوالة يدل على الزوال والنقل ومنه التحويل ، وهو نقل الشيء من محل إلى محل . (۵/۸ ، كتاب الحوالة)

(۲) ما في " العناية شرح الهداية " : وفي اصطلاح الفقهاء : تحويل الدين من ذمة الأصيل إلى ذمة المحتال عليه على سبيل التوثق به . (۴/ ۱۳۹ ، كتاب الحوالة)

(۳) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الحوالة بالدين جائزة بالسنة والإجماع استثناء من منع التصرف في الدين بالدين . (۶/ ۴۱۸۸ ، المبحث الأول ، الحوالة)

حوالہ مطلقہ اور حوالہ مقیدہ

مسئلہ (۴۹۰): حوالہ مطلقہ: وہ حوالہ ہے جس میں محتال علیہ کے ذمہ محیل کا کوئی قرضہ یا کوئی چیز نہیں ہوتی، بلکہ وہ اپنی طرف سے محیل کا قرضہ ادا کرتا ہے۔
حوالہ مقیدہ: وہ ہے کہ اس میں محتال علیہ کے ذمہ پہلے سے محیل کا کوئی قرض یا کوئی چیز ہوتی ہے، اوراسی قرض یا چیز کی قیمت کے بقدر وہ محیل کے قرضہ کی ادائیگی کی ذمہ داری اٹھاتا ہے[۱]، حوالہ کی مذکورہ دونوں صورتیں درست ہیں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدرر الأحكام في شرح غرر الحكام لملا خسرو " : قال القاضي ملا خسرو الحنفي : اعلم أن الحوالة إما مطلقة أو مقيدة ، أما المطلقة فهي أن يرسلها إرسالاً لا يقيدها بدين له على المحال عليه ولا بعين له في يده أو يحيله على رجل ليس له عليه دين ولا في يده عين له . وأما المقيدة فهي أن يكون للمحيل مال عند المحتال عليه من وديعة أو غصب أو عليه دين فقال : احلت الطالب عليک بالألف الذي له عليّ على أن تؤديها من المال الذي لي عليک وقبل المحتال عليه .

(۲/۳۰۹ ، مير محمد كتب خانه كراچي ، بحوالہ مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۷۹،۲۸۰)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : الحوالة على ضربين : (۱) مطلقة (۲) مقيدة ، فالمطلقة : أن يقول لرجل : احتل لهذا عني بألف درهم فيقول : احتلت ، والمقيدة : أن يقول : احتل بالألف التي لي عليک فيقول : احتلت وكلاهما جائزان . (۲/۲۶۶، كتاب الحوالة)

ما في " بدائع الصنائع " : والجملة أن الحوالة نوعان : مطلقة ومقيدة ، فالمطلقة أن يحيل بالدين على فلان ولا يقيده بالدين الذيعليه ، والمقيدة بأن يقيده بذلک والحوالة بكل واحدة من النوعين جائزة ، لقوله عليه السلام : " من أحيل على مليءٍ فليتبع من غير فصل " .

(۷/۴۱۸ ، كتاب الحوالة ، فصل في شروط الركن)

ٹریولر چیک کے ذریعے حوالہ

مسئلہ (۴۹۱): عصرِ حاضر میں حوالہ کی ایک صورت یہ رائج ہے کہ مثلاً ایک شخص ہندوستان سے سعودی عرب جارہا ہے، اس کے پاس کچھ رقم ہے، بینک اسی کے حساب سے ریالوں میں اسے چیک جاری کردیتا ہے، مثلاً وہ پندرہ ہزار روپئے ہندوستانی جمع کراتا ہے، تو ایک ہزار سعودی ریال کا چیک مل جاتا ہے، اسے عربی میں ''الشیک السیاحیة'' اور انگریزی میں ''ٹریولر چیک'' (Traveller Check) کہتے ہیں، اس چیک کی بنیاد پر وہ سعودی عرب میں متعلقہ بینک سے مطلوبہ رقم حاصل کرسکتا ہے، لیکن بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس چیک کے ذریعے رقم نکلوانے کے بجائے اتنی رقم کی کسی دکان وغیرہ سے خریداری کرلیتا ہے، اور اس چیک کی پشت پر دستخط کرکے دکاندار کے حوالے کردیتا ہے، اس طرح دستخط کرنے کو ''تظهیر'' (Endorsement) کہتے ہیں، دکاندار وہ چیک متعلقہ بینک کے پاس لے جاکر مطلوبہ رقم حاصل کرلیتا ہے۔ گویا اس معاملے میں ٹریولر چیک ہولڈر جو کہ دکاندار کا مقروض بن جاتا ہے، اس قرض کی ادائیگی اپنے مقروض (بینک) کی طرف منتقل کردیتا ہے، اس طرح یہاں ایک حوالہ مقیدہ کا عقد وجود میں آتا ہے، جس میں یہ شخص محیل (Transferor)، دکاندار محال (Transferee) اور بینک محال علیہ (Payer) ہوتا ہے [۱]۔ تو اس طرح کا حوالہ شرعاً درست ہے، کیوں کہ یہ حوالہ، حوالہ مقیدہ ہے، جو جائز ہے۔ [۲]

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : ثم ان معظم الأوراق المالية التى يتعامل الناس اليوم حكم التعامل بها حكم الحوالة كالشيک المصرفي (Bank Chaque)....... وإذا صحت الحوالة بهذه الأوراق المالية فإنها سندات ديون ...... والقبض على هذه الأوراق ليس قبضاً للثمن وإنما هو احتيال للدين . (۱/ ۵۱۵)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : الحوالة على ضربين : (۱) مطلقة (۲) مقيدة ، فالمطلقة : أن يقول لرجل : احتل لهذا عني بألف درهم فيقول : احتلت ، والمقيدة : أن يقول : احتل بالألف التى لي عليک فيقول : احتلت وكلاهما جائزان . (۲/ ۲۶۶، كتاب الحوالة)

ما في " بدائع الصنائع " : والجملة أن الحوالة نوعان : مطلقة ومقيدة ، فالمطلقة أن يحيل بالدين على فلان ولا يقيده بالدين الذي عليه ، والمقيدة بأن يقيده بذلک والحوالة بكل واحدة من النوعين جائزة ، لقوله عليه السلام : " من أحيل على ملئٍ فليتبع من غير فصل " .

(۷/ ۴۱۸ ، كتاب الحوالة ، فصل في شروط الركن)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۸۷)

قرض کی جگہ چیک جاری کرنا

مسئلہ (۴۹۲): چیک کی شرعی حیثیت سند وحوالہ کی ہے، اور یہ حوالہ اس وقت صحیح ہوگا جب محال علیہ (بینک) اس کو قبول کرے، اور حاملِ چیک کو چیک میں مکتوب رقم نقد ادا کردے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : لا يجوز التعامل بالشيک في بيع الذهب أو الفضة ، وذلک لأن الشيكات ليست قبضاً وإنما هي وثيقة حوالة فقط ، بدليل أن الذي أخذ الشيک لو ضاع منه لرجع على الذي أعطاه إياه ولو كان قبضاً لم يرجع عليه ، وبيان ذلک أن الرجل لو اشترى ذهباً بدراهم واستلم البائع الدراهم فضاعت منه لم يرجع على المشتري، ولو أنه أخذ من المشتري شيكاً ثم ذهب به ليقبضه من البنک ثم ضاع منه فإنه رجع على المشتري بالثمن ، وهذا دليل على أن الشيک ليس بقبض ، وإذا لم يكن قبضاً لم يصح البيع ..... إلا إذا كان الشيک مصدقاً من قبل البنک واتصل البائع بالبنک وقال : أبق الدراهم عندک وديعة لي ، فهذا قد يرخص فيه . (ص/۳۹۹ ، مكتبة دار ابن رجب)

ما في " بدائع الصنائع " : أما ركن الحوالة : فهو الإيجاب والقبول ، الإيجاب من المحيل والقبول من المحال عليه والمحال جميعاً فالإيجاب أن يقول المحيل للطالب : احلتک على فلان ، هكذا ، والقبول من المحال عليه والمحال أن يقول كل واحد منهما قبلت أو رضيت أو نحو ذلک مما يدل على القبول والرضا وهذا عند أصحابنا . (۴۱۵/۷)

کتاب الوکالة

☆......وکالت کے مسائل......☆

عقدِ وکالہ

مسئلہ (۴۹۳): کسی کام میں تصرف کرنے کے لیے اپنے بجائے، کسی دوسرے کومقرر کرنا عقدوکالہ کہلاتا ہے[1]، اوروہ جائز ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وهو إقامة الغیر مقام نفسه في التصرف . (۷/۲۳۵ ، الوکالة)

ما في " بدائع الصنائع " : وهو تفویض التصرف والحفظ إلی الوکیل . (۵/۱۵ ، الوکالة)

ما في " الدرا لمختار مع الشامیة " : وهو إقامة الغیر مقام نفسه في تصرف جائز معلوم .

(۸/۲۱۳ ، کتاب الوکالة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : التوکیل صحیح بالکتاب والسنة ، قال تعالی : ﴿فابعثوآ احدکم بورقکم﴾ . ووکل علیه الصلاة والسلام حکیم بن حزام بشراء أضحیة ، وعلیه الإجماع . (۸/۲۱۰ ، کتاب الوکالة)

ما في " البحر الرائق " : وکان البعث فیهم بطریق الوکالة وشرع من قبلنا شرع لنا إذا قصه اللّٰه تعالی ورسوله من غیر انکار ولم یظهر نسخه ، ووکل علیه السلام حکیم بن حزام بشراء أضحیة وانعقد الإجماع . (۷/۲۳۹ ، کتاب الوکالة)

ما في " الهدایة " : وقد صح أن النبي ﷺ وکل بالشراء حکیم بن حزام وبالتزویج عمر بن أم سلمة . (۳/۱۶۱ ، کتاب الوکالة)

وکالت میں جہالتِ فاحشہ

مسئلہ (۴۹۴): ایک شخص کسی سے تجارت کا مال منگوائے، اور وکیل سے صرف یہ کہے کہ؛ میرے لیے کپڑے خرید کر لانا، اور کپڑے کی نوعیت بیان نہ کرے، تو اس میں جہالتِ فاحشہ پائی جارہی ہے، اس لیے یہ صورت شرعاً درست نہیں ہے۔ (۱)

کسی چیز کے خریدنے کا مطلق وکیل بنانا

مسئلہ (۴۹۵): اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے لیے گھوڑا خریدنے کا وکیل بنائے، اور مطلق کہے کہ؛ تم میرے لیے گھوڑا خرید لاؤ، تو شرعاً یہ وکالت درست ہے، کیوں کہ اس میں معمولی جہالت پائی جارہی ہے، جو منافیٔ وکالت نہیں ہے، نیز وکیل اپنے مؤکل کے لیے اس کی مالی حیثیت کا اندازہ لگا کر گھوڑا خریدیگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : لو وكله بشراء ثوب أو دابة لا يصح وإن سمى ثمناً للجهالة الفاحشة . (۸/ ۲۲۰ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء)

ما في " بدائع الصنائع " : لا يجوز التوكيل به إلا بعد بيان النوع وذلك نحو أن يقول : اشتر لي ثوباً لأن الثوب يقع على أنواع مختلفة من ثوب الإبريسم والقطن والكتان وغيرهما فكانت الجهالة كثيرة فمنعت صحة التوكيل فلا يصح وإن سمى الثمن لأن الجهالة بعد بيان الثمن متفاحشة . (۵/ ۲۱ ، كتاب الوكالة ، التوكيل بحقوق العباد)

ما في " مجمع الأنهر " : لا يصح التوكيل بشراء شيء يشمل أجناساً كالرقيق والثوب والدابة للجهالة الفاحشة . (۳/ ۳۱۳ ، باب الوكالة بالبيع والشراء) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات)

(۲) ما في " مجمع الأنهر مع الدر المنتقى " : الأصل أنها إن عمت أو علمت أو جهلت =

کسی کو اپنے معاملات میں وکیل بنانا

مسئلہ(۴۹۶): حنفیہ کے نزدیک وکالت کی ابتداءً دو قسمیں ہیں:

(۱)وکالتِ عامہ! (۲)وکالتِ خاصہ!

وکالتِ عامہ: کوئی شخص کسی دوسرے کو تمام کاموں میں وکیل بنادے، مثلاً یوں کہے کہ: ''أنت وکیلي في کلّ شيء''۔ تم ہر چیز میں میرے وکیل ہو۔ وکالت کی یہ صورت عندالحنفیہ جائز ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس عمومی وکالت کی وجہ سے وکیل کو، کون کون سے تصرفات کا حق حاصل ہوگا، اس بارے میں تین اقوال ہیں:

۱- پہلا قول یہ ہے کہ اس وکالت کی وجہ سے وکیل ہر قسم کے تصرف کا مالک بن جائے گا، یہاں تک کہ اسے یہ اختیار بھی حاصل ہوگا کہ اس عمومی وکالت کی بنیاد پر مؤکل کی بیوی کو طلاق دے دے، البتہ اگر کسی دلیل سے معلوم ہو جائے کہ اس عمومی وکالت میں بیوی کو طلاق دینے (یا غلام کو آزاد کرنے) کی اجازت شامل نہیں، تو پھر اس کی اجازت نہ ہوگی۔

۲- دوسرا قول یہ ہے کہ طلاق، عتاق (غلام کو آزاد کرنے) اور مؤکل کی طرف

=جهالة يسيرة وهي جهالة النوع المحض كفرس صحت .... (وكذا إن سمى نوع الدابة كالفرس، والبغل أو بين ثمن الدار ...... فقال: ابتع لي ما رأيت جاز).

(۳/۳۱۳، ۳۱۴، باب الوكالة بالبيع والشراء) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۲۴)

ما في '' رد المحتار '' : (وكله بشراء ثوب هروي أو فرس أو بغل صح) بما يتحمله حال الآمر. '' زيلعي ''. در مختار. وفي الشامية: قوله: '' زيلعي '' عبارته لأن الوكيل قادر على تحصيل مقصود المؤكل بأن ينظر في حاله. (۸/۲۱۹، باب الوكالة بالبيع والشراء)

سے کوئی چیز وقف کرنے کے علاوہ ہر قسم کے تصرف کی اجازت ہوگی، یعنی وکیل ان تین کاموں کے علاوہ ہر کام مؤکل کی طرف سے اس کا وکیل بن کر، کر سکے گا، البتہ اگر کسی دلیل سے یہ معلوم ہو جائے کہ مؤکل کی طرف سے ان تین کاموں کی اجازت دی گئی ہے، تو پھر وکیل ان تین تصرفات کا بھی مالک ہو جائے گا۔

پہلے اور دوسرے قول میں فرق یہ ہے کہ- پہلے قول کے اعتبار سے اصل یہ ہے کہ وکالت تمام تصرفات وافعال کو شامل ہے، البتہ اگر کسی فعل کو مستثنیٰ کر دیا جائے، تو وہ مستثنیٰ ہو جائے گا، اور دوسرے قول کے اعتبار سے اصل یہ ہے کہ مذکورہ افعال عقدِ وکالت میں شامل نہیں، البتہ بعد میں کسی دلیل کے ذریعے ان کو شامل کیا جائے، تو وہ شامل ہو جائیں گے۔

۳- تیسرا قول یہ ہے کہ اس عمومی وکالت کی وجہ سے وکیل کو صرف عقودِ معاوضہ کرنے کی اجازت ہوگی، باقی معاملات جیسے طلاق، عتاق، ہبہ، وقف اور تبرّعات وغیرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔یہی قول راجح ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وهو خاص وعام كأنت وكيلي في كل شيء ، عم الكل حتى الطلاق . قال الشهيد : وبه يفتى . وخصه أبو الليث بغير طلاق وعتاق ووقف ، واعتمده في " الأشباه " ، وخصه قاضي خان بالمعاوضات ، فلا يلي العتق والتبرعات وهو المذهب كما في " تنوير البصائر " و " زواهر الجواهر " . وسيجيء أن به يفتى ، واعتمده في " الملتقط " فقال : وأما الهبات والعتاق فلا يكون وكيله عند أبي حنيفة خلافاً لمحمد . [در مختار] . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله : واختلفوا في طلاق وعتاق ووقف ، فقيل يملك ذلك لإطلاق تعميم اللفظ ، وقيل لا يملك ذلك إلا إذا دل دليل=

کتاب المساقاة والمزارعة

☆......مساقات ومزارعت کے مسائل......☆

عقد مساقات

مسئلہ (۴۹۷): کچھ پیداوار کے بدلے درخت عامل کے حوالہ کرنے کا نام مساقات ہے، اور صاحبین (امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ) اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' البحر الرائق '' : هی معاقدة دفع الأشجار إلی من یعمل فیها علی أن الثمرة بینهما وهی کالمزارعة یعني لا یجوز عند الإمام ویجوز عندهما .

(۲۹۸/۸ ، کتاب المساقات ، تبیین الحقائق : ۴۴۲/۶ ، کتاب المساقات)

ما في '' الموسوعة الفقهیة '' : قال الجرجاني : هي دفع الشجر إلی من یصلحه بجزء من ثمره وهي جائزة شرعاً ، وهو قول المالکیة والحنابلة والشافعیة ومحمد وأبي یوسف من الحنفیة وعلیه الفتویٰ عندهم . (۱۱۲/۳۷) (قاموس الفقہ :۸۵/۵)

عقدِ مزارعت

مسئلہ (۴۹۸): مزارَعت پیداوار کے کچھ حصے کے عوض بٹائی کے معاملہ کو کہتے ہیں، اور ظاہرِ روایت کے مطابق مزارعت کی صرف تین قسمیں جائز ہیں:

(۱) زمین اور بیج ایک جانب سے، اور بیل وعمل (محنت) دوسرے کی جانب سے۔

(۲) زمین ایک کی طرف سے اور بیل، بیج اور عمل ومحنت دوسرے کی طرف سے۔

(۳) زمین بیل اور بیج ایک کی طرف سے، اور محنت دوسرے کی طرف سے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكذا صحت لو كان الأرض والبذر لزيد والبقر والعمل للآخر ، أو الأرض له والباقي للآخر أو العمل له والباقي لآخر فهذه الثلاثة جائزة .

(۹/۳۳۷، كتاب المزارعة)

ما في " الهداية " : إن كانت الأرض لواحد والبقر والعمل لواحد جازت المزارعة لأن البقر آلة العمل وإن كان الأرض لواحد والعمل والبقر والبذر لواحد جازت لأنه استيجار الأرض ببعض معلوم من الخارج وإن كانت الأرض والبذر والبقر لواحد والعمل من الآخر جازت لأنه استأجره للعمل بآلة المستأجر .

(۴/۴۰۹ ، كتاب المزارعة ، بدائع الصنائع :۵/۲۶۰، كتاب المزارعة)

(فتاوی حقانیہ:۶/۴۳۱)

کسی ایک فریق کے لیے پیداوار کی ایک خاص مقدار متعین کرنا

مسئلہ (۴۹۹): اگر کوئی شخص اپنی زمین کسی دوسرے کو مزارعت کے طور پر دے، اس شرط پر کہ فلاں حصہ کی پیداوار میں لوں گا، اس طرح کی تعیین کے ساتھ مزارعت کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ ہوسکتا ہے جس حصہ کی پیداوار کی شرط لگائی گئی ہے، اس حصہ میں کچھ بھی پیداوار نہ ہو، جب کہ اس صورت میں مالکِ زمین کا نقصان ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس حصہ کی پیداوار مالکِ زمین کے لیے متعین کی گئی اس میں زیادہ پیداوار ہو، جب کہ اس میں کاشتکار کا نقصان ہے، اور یہ مزاجِ شریعت کے خلاف ہے، اس لیے یہ صورت ناجائز ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : فإن شرط لأحدهما قفزانا مسماة ، فهي باطلة ، لأن به تنقطع الشركة لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هذا القدر ، وصار كاشتراط دراهم معدودة لأحدهما في المضاربة . (۴/۴۱۰)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة أو ما يخرج من موضع معين . (۹/۳۳۲)

ما في " البحر الرائق " : يعنى لو شرطا لأحدهما قفزانا معلومة تفسد لأنه يودي إلى قطع الشركة في المسمى . (۸/۲۹۳) (فتاوی محمودیہ: ۱۷/۱۷۰،۱۷۱، کراچی)

عقدِ مزارعت میں پیداوار سے ایک تہائی یا چوتھائی وصول کرنا

مسئلہ (۵۰۰): اگر کوئی شخص اپنی زمین مزارعت کے طور پر دے، اس شرط پر کہ کل پیداوار سے ایک تہائی یا چوتھائی حصہ میں لے لوں گا، یہ عقد شرعاً درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وقال صاحبا أبي حنيفة (أبو يوسف ومحمد) ، ومالك وأحمد وداود الظاهري ، وهو رأي جمهور الفقهاء : المزارعة جائزة ، بدليل أن النبي ﷺ عامل أهل خيبر بشطر ما يخرج من ثمر أو زرع ..... والعمل والفتوى عند الحنفية على قول الصاحبين ، لحاجة الناس إليهم ولتعاملهم ، وهذا هو الراجح . وهي تشبه الشركة والإجارة ، فهي مشاركة في الناتج بين صاحب الأرض والمزارع بنسبة متفق عليها كالنصف أو الثلث للمزارع . (۴۶۸۵/۶ ، الفصل الخامس ، المزارعة والمساقاة ، المبحث الأول)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها أن يكون ذلک البعض من الخارج معلوم القدر من النصف أو الثلث أو الربح أو نحوه . (۲۳۵/۵ ، كتاب المزارعة ، الباب الأول)

ما في " كتاب الفقه على المذاهب الأربعة " : حكم المزارعة وركنها وشروطها : الحنفية قالوا : ركن المزارعة الذي يتم العقد به هو الإيجاب والقبول بين المالک والعامل ، فإذا قال صاحب الأرض للعامل دفعت إليک هذه الأرض لتعمل فيها مزارعة بالنصف أو الثلث وقال العامل قبلت فقد تم التعاقد بينهما . (۸/۳ ، حكم المزارعة وركنها وشروطها وما يتعلق بها)

كتاب الرهن

☆......گروی کے مسائل......☆

عقد رہن

مسئلہ (۵۰۱): کسی حق کی وجہ سے کسی چیز کو روکے رکھنا، جس کے ذریعہ اس حق کو وصول کرنا ممکن ہو؛ رہن (گروی) کہلاتا ہے[۱]، رہن کا ثبوت قرآن کریم وحدیث شریف دونوں سے ثابت ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : وشرعاً : جعلُ عينٍ ماليّةٍ وثيقةً بدين يُستوفى منها أو من ثمنها إذا تعذّر الوفاء . (۱۷۵/۲۳)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : حبس شيء بحق يمكن استيفاؤه منه .

(۴۲۵۷/۵ ، الفصل الثاني عشر المبحث الأول ، تعريف الرهن)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرِهٰن مقبوضة﴾ . (البقرة :۲۸۳) . وفيه أيضًا : ﴿كل نفس بما كسبت رهينة﴾ . (المدثر :۳۸)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها : " أن النبي صلى الله عليه وسلم اشترى من يهودي طعاماً إلى أجل ورهنه درعه " . (۳۴۱/۱ ، باب من رهن درعه) (قاموس الفقہ :۵۰۱/۳)

عقدرہن کی شرطیں

مسئلہ (۵۰۲): عقدرہن کی تین شرطیں ہیں: (۱) شیٔ مرہون معلوم ہو۔[۱] (۲) شیٔ مرہون راہن کی ملکیت میں ہو۔[۲] (۳) شیٔ مرہون بوقتِ عقدِ رہن موجود ہو۔[۳]

بلا اجازت کسی کی چیز رہن رکھنا

مسئلہ (۵۰۳): ایک آدمی نے کسی دوسرے سے قرض لیا، اور کسی تیسرے شخص کی چیز اس کی اجازت کے بغیر بطورِ رہن رکھ دیا، شرعاً اس طرح کا معاملہ کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ شیٔ مرہون کا راہن کی ملکیت میں ہونا شرط ہے، اور وہ یہاں مفقود ہے۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أن يكون معلوماً كما يشترط في المبيع أن يكون معلوماً . (۴۲۳۳/۶)

ما في " بدائع الصنائع " : وهو أن يكون ...... معلوماً مقدور التسليم . (۱۹۵/۵ ، الرهن)

(۲) ما في " الفقه الإسلامى وأدلته " : وأن يكون مملوكاً للراهن . (۴۲۳۴/۶)

ما في " بدائع الصنائع " : وهو أن يكون ..... مملوكاً معلوماً مقدور التسليم .
(۱۹۵/۵ ، كتاب الرهن)

(۳) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وهو أن يكون موجوداً وقت العقد مقدور التسليم فلا يجوز رهن ما ليس بموجود عند العقد ولا رهن ما يحتمل الوجود والعدم . (۴۲۳۱/۶ ، بدائع الصنائع : ۱۹۵/۵ ، كتاب الرهن) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۴۶-۲۴۸)=

شئ مرہون پر مرتہن کا قبضہ

مسئلہ (۵۰۴): شئ مرہون پر مرتہن کا قبضہ ہونا ضروری ہے، لہٰذا مرتہن اگر شئ مرہون راہن کے پاس امانت رکھ دے، یا اجرت پر دیدے، تو عقد رہن باقی نہیں رہے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۴) ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى المرهون فأنواع : منها أن يكون محلاً قابلاً للبيع وهو أن يكون موجوداً وقت العقد مالا مطلقاً متقوماً مملوكاً معلوماً مقدور التسليم . (۵/۱۹۵، كتاب الرهن ، الفتاوى الهندية :۵/۴۳۲ ، كتاب الرهن ، الباب الأول)
(مالی معاملات پرغرر کے اثرات)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فرِهٰن مقبوضة﴾ . (سورة البقرة :۲۸۳)
ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز الرهن إلا مقبوضاً فقد أشار إلى أن القبض شرط جواز الرهن . (۵/۴۳۳)
ما في " بدائع الصنائع " : ومنها: أن يكون مقبوض المرتهن أو من يقوم مقامه ..... وقال ابن أبي ليلى : لا يصح الرهن إلا بقبض المرتهن . (۵/۱۹۸، ۱۹۹)
ما في " الذخيرة للقرافي " : إذا قبض الرهن ثم أودعه الراهن أو آجره إياه أو رده إليه بأي وجه كان ، خرج من الرهن . (ص/۶۳۴، بحوالہ مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۵۵)

اڑتے ہوئے پرندے یا بھگوڑے غلام کو رہن میں رکھنا

مسئلہ (۵۰۵): صحتِ عقدِ رہن کی شرط یہ ہے کہ جس چیز کو رہن رکھا جارہا ہے، راہن اُسے مرتہن کے حوالہ کرنے پر قادر بھی ہو، اگر حوالہ کرنے پر قادر نہ ہو، تو عقدِ رہن جائز ودرست نہیں ہوگا، جیسے اڑتے ہوئے پرندے اور بھگوڑے غلام کا رہن پر رکھنا، کیوں کہ اس میں راہن شئ مرہون کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے۔ (۱)

غاصب یا متلِف سے رہن کا مطالبہ

مسئلہ (۵۰۶): کسی شخص نے دوسرے کی کوئی چیز تلف کردی، یا غصب کرکے ہلاک کردیا، تو اس پر اس ضماناً اس شئ کی قیمت لازم ہوگی، اب اگر وہ ضمان کی ادائیگی کے لیے روپیہ پیسہ نہ پائے، تو اس سے کسی چیز کے رہن رکھنے کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فرِهٰن مقبوضة﴾ . (سورة البقرة :۲۸۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز الرهن إلا مقبوضاً فقد أشار إلى أن القبض شرط جواز الرهن . (۵/۴۳۳) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات :ص/ ۲۴۸)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها: أن يكون مقبوض المرتهن أو من يقوم مقامه ..... وقال ابن أبي ليلى : لا يصح الرهن إلا بقبض المرتهن . (۵/۱۹۸، ۱۹۹)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : والمضمون نوعان : دين وعين ، أما الدين فيجوز الرهن به بأي سبب من الإتلاف والغصب والبيع ونحوها لأن الديون كلها واجبة على اختلاف أسباب وجوبها فكان الرهن بها رهناً بمضمون فيصح . (۵/۲۰۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ويجوز الرهن بالأعيان المضمونة بعينها كالمغصوبة ، وبدل الخلع والصداق وبدل الصلح . (۲۳/۱۷۹) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات :ص/۲۷۱)

خریدار کا بیوپاری سے رہن کا مطالبہ

مسئلہ (۵۰۷): کسی شخص نے کسی سے کوئی چیز خریدی، مگر اسے اندیشہ یہ ہے کہ جو چیز میرے ہاتھ بیچی گئی، ہوسکتا ہے وہ چوری کی ہو، اس لیے وہ بیوپاری سے اس کی کسی چیز کو اپنے پاس رہن رکھنے کا مطالبہ کرے، اسے فقہی اصطلاح میں ''رہن بالدرک'' کہا جاتا ہے[1]، حضراتِ فقہاء کرام کے نزدیک رہن کی یہ صورت باطل ہے، اور علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' العناية '' : إن الدرک هو رجوع المشتري بالثمن على البائع عند استحقاق المبيع . (۲۴۰/۶)

(۲) ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : والمعاوضات والتمليكات لا يصح أن تضاف إلى المستقبل لما في الإضافة من الخطر والغرر ، والرهن بالدرک من هذا القبيل .

(۴۲۲۷/۶ ، رهن بالدرک)

ما في '' الهداية '' : والرهن بالدرک باطل والكفالة بالدرک جائزة ، والفرق أن الرهن للاستيفاء قبل الوجوب وإضافة التمليک إلى زمان في المستقبل لا تجوز . (۵۲۷/۲)

ما في '' كتاب الفقه على المذاهب الأربعة '' : وإذا اشترى شخص من آخر داراً ولكنه خشي أن تكون مملوكة لغيره ، أو لغيره فيها حق فأخذ منه رهنا على هذا الخوف ، فإن الرهن يقع باطلاً ويسمى رهن الدرک ، لأن الخوف ليس مالاً حتى يصح أن يكون سبباً للرهن .

(۲۷۶/۲ ، شروط الرهن ، الجوهرة النيرة : ۵۱۷/۱)

(مالی معاملات پرغرر کے اثرات: ص/۲۷۳)

مشترک چیز رہن رکھنا

مسئلہ (۵۰۸): حنفیہ کے نزدیک شئ مشاع یعنی مشترک چیز کو رہن رکھنا جائز نہیں ہے [۱]، جب کہ جمہور علماء (سوائے حنفیہ) رہنِ مشاع کو جائز قرار دیتے ہیں [۲]، ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی اپنی کتاب ''مالی معاملات پر غرر کے اثرات'' میں رقم طراز ہیں کہ اگر چہ فقہائے احناف نے مشاع چیز کے رہن کو ناجائز قرار دیا ہے، لیکن ائمۂ ثلاثہ کے دلائل بھی بہت قوی معلوم ہوتے ہیں، خصوصاً اس لیے کہ مشاع چیز کو رہن رکھنے سے قرضے کی وصولی کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے، اور حنفی مسلک کے مطابق مشاع (مشترک) چیز کی بیع جائز ہے (اس لیے رہنِ مُشاع بوقتِ ضرورت جائز ہونا چاہیے [مرتب])، نیز آگے تحریر فرماتے ہیں: البتہ عام حالات میں جہاں رہنِ مشاع کی واقعی ضرورت نہ ہو، اس سے بچنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أما مذهب الحنفية فهو أن لا يجوز رهن المشاع .
(۶/۴۲۵۵ ، رهن المشاع)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأما مذهب الجمهور غير الحنفية : فهو أنه يصح رهن المشاع أو هبته أو التصدق به أو وقفه ، كرهن كله ، من الشريك وغيره ، محتملا للقسمة أم لا ، لأن كل ما يصح بيعه يصح رهنه ، ولأن الغرض من الرهن استيفاء الدين من ثمن المرهون ببيعه عند تعذر الاستيفاء من غيره ، والمشاع قابل للبيع ، فأمكن الاستيفاء من ثمنه والقاعدة عندهم كل ما جاز بيعه جاز رهنه من مشاع و غيره . (۶/۴۲۵۶ ، رهن المشاع)

(۳) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۶۰-۲۶۴)

شئ مرہون راہن کو عاریت پر دینا

مسئلہ (۵۰۹): شئ مرہون پر مرتہن کا دائمی قبضہ ضروری ہے، اور دائمی قبضے سے مراد یہ ہے کہ مرہونہ چیز حسی طور پر بالفعل مرتہن کے قبضے میں ہمیشہ رہے، بلکہ مرتہن کو مرہونہ چیز کا قبضہ کرنے کا دائمی حق رہے، یعنی وہ جس وقت چاہے مرہونہ چیز پر قبضہ کر کے اپنا قرض وصول کر لے [۱]، اس لیے عاریت کے معاملے میں حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر مرتہن نے راہن کو شئ مرہون عاریت پر دیدی، تو اس سے عقدِ رہن ختم نہ ہوگا، البتہ وہ چیز جب تک راہن کے پاس رہے گی، مرتہن کے ضمان سے نکل جائے گی، پھر جب مرتہن دوبارہ اس پر قبضہ کر لے گا، تو مرتہن کے ضمان میں داخل ہو جائے گی۔ [۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : ولسنا نعني وجود ید المرتهن حینا وإنما نعني استحقاق دوام الید وبالإعادة من الراهن أو الغصب لا ینعدم الاستحقاق .

(۲۱/۶۷، کتاب الرهن)

(۲) ما في " الهداية " : وإذا أعار المرتهن الرهن للراهن لیخدمه أو لیعمل له عملاً فقبضه خرج من ضمان المرتهن لمنافاة بین ید العاریة وید الرهن ، فإن هلك في ید الراهن هلك بغیر شيء لفوات القبض المضمون ، وللمرتهن أن یسترجعه إلی یده لأن عقد الرهن باق إلا في حکم الضمان في الحال .

(۴/۵۳۰ ، کتاب الرهن ، باب التصرف في الرهن والجنایة علیه وجنایته علی غیره)

راہن یا مرتہن کا انتقال ہوجائے

مسئلہ (۵۱۰): دو شخصوں نے عقد رہن کیا، اور شیٔ مرہون پر قبضہ سے پہلے ہی کوئی ایک پاگل ہوگیا، یا مرگیا، یعنی عقد کا اہل نہیں رہا، تو حنفیہ کے نزدیک عقدِ رہن باطل ہوجائے گا[1]، جب کہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عقدِ رہن باطل نہیں ہوگا، بلکہ راہن کا ولی اس کا قائم مقام ہوجائے گا[2]، اور مالکیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر راہن عقد کرنے کا اہل نہ رہے، تو یہ عقد باطل ہوجائے گا، لیکن مرتہن اگر عقد کے قابل نہ رہے، تو عقد باطل نہ ہوگا، اس لیے کہ عقد رہن مرتہن کے قول سے مکمل ہوا ہے، اور اس کو باقی رکھنے میں مرتہن کی منفعت بھی ہے، جب کہ عقد کو باطل قرار دینے میں اس کا نقصان ہے، لہٰذا مرتہن کے ولی کو اس کے قائم مقام قرار دے کر عقدِ رہن صحیح ہوگا۔[3]

الحجة عل ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : فإن جن أحد العاقدين بعد العقد ، وقبل القبض ، أو عته أو مات ، بطل العقد عند الحنفية لزوال أهلية العاقد قبل تمام العقد . (۶/ ۴۲۴۱)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وقال الشافعية في الأصح والحنابلة : لا يبطل الرهن ، كالبيع الذي فيه الخيار ، ويقوم ولي المجنون أو المعتوه مقامه ، كما يقوم الوارث مقام الميت المورث .
(۶/ ۴۲۴۱ ، شروط القبض)

(۳) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وقال المالكية : يبطل الرهن بموت الراهن أو جنونه أو إفلاسه ، أو مرضه المتصل بموته قبل القبض ، ولا يبطل بموت المرتهن ، أو تفليسه ، أو الحجر عليه للجنون ، لأن العقد تم بالقبول ، وفي إمضائه منفعة ظاهرة للمرتهن ، فيقوم وارثه مقامه في القبض . (۶/ ۴۲۴۲ ، شروط القبض) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۵۴)

عقدِ رہن سے رجوع

مسئلہ (۵۱۱): عقدِ رہن اسی وقت صحیح ہوگا جب راہن، شیٔ مرہونہ کو مرتہن کے سپرد کرے، اور مرتہن اس پر قبضہ کرلے[۱]، لیکن اگر راہن شیٔ مرہونہ پر قبضہ دینے سے پہلے ہی رہن رکھنے سے انکار کرتا ہے، تو شرعاً یہ جائز ودرست ہے، کیوں کہ شیٔ مرہونہ پر قبضہ دینے سے پہلے، راہن کے لیے عقدِ رہن کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فرِهٰن مقبوضة﴾ . (سورة البقرة :۲۸۳)

ما في " الفقه الإسلامى وأدلته " : اتفق العلماء في الجملة على أن القبض شرط في الرهن ، .... ودليلهم قوله تعالى : ﴿فرهٰن مقبوضة﴾ . [البقرة :۲۸۳] فلو لزم بدون القبض لم يكن للتقييد به فائدة ، فقد علقه سبحانه بالقبض فلا يتم إلا به ولأن الرهن عقد تبرع أو إرفاق (أي نفع) يحتاج إلى القبول ، فيحتاج إلى القبض ليكون دليلاً على إمضاء العقد .

(۶/۴۲۳۷ ، المطلب الخامس)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : قال الجمهور غير المالكية : القبض ليس شرط صحة وإنما هو شرط لزوم الرهن فلا يلزم الرهن إلا بالقبض فما لم يتم القبض يجوز للراهن أن يرجع عن العقد وإذا سلمه الراهن للمرتهن وقبضه لزم الرهن ولم يجز للراهن أن يفسخه وحده بعد القبض . (۶/۴۲۳۷ ، المطلب الخامس ، شرط تمام الرهن ، قبض المرهون)

(مالی معاملات پرغرر کے اثرات :ص/ ۲۴۸، ۲۴۹)

مرہون پر قبضے کے لیے راہن کی اجازت

مسئلہ (۵۱۲): صحتِ عقدِ رہن کے لیے شیٔ مرہون پر قبضہ شرط ہے، اور قبضہ کے لیے راہن کی اجازت ضروری ہے، اس کے بعد ہی رہن کے احکام جاری ہوں گے، لیکن اگر مرتہن شیٔ مرہون پر راہن کی اجازت کے بغیر زبردستی قبضہ کرلے، تو اس صورت میں یہ عقدِ رہن صحیح نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے احکام جاری ہوں گے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أولاً : أن يكون بإذن الراهن ، اتفق العلماء على أنه لا بد لصحة القبض من إذن الراهن بالقبض ، إذ به يلزم الرهن ، ويسقط حق الراهن في الرجوع عن الرهن ، فإن تعدى المرتهن فقبضه بغير إذنه لم يثبت حكمه وكان بمنزلة من لم يقبض رهناً . (۶/۴۲۴۰ ، المطلب الخامس ، شروط القبض)

ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يكون بإذن الراهن ؛ لما ذكرنا في الهبة أن الإذن بالقبض شرط صحته فيما له صحة بدون القبض وهو البيع فَلأن يكون شرطاً فيما لا صحة له بدون القبض أولىٰ ، ولأن القبض في هذا الباب يشبه الركن كما في الهبة فيشبه القبول ، وذا لا يجوز من غير رضا الراهن ، كذا هذا . (۵/۱۹۹ ، كتاب الرهن ، الكلام في القبض)

ما في " المهذب للشيرازي " : لم يلزم من غير قبض كالهبة فإن كان المرهون في يد الراهن لم يجز للمرتهن قبضه إلا بإذن الراهن ، لأن للراهن أن يفسخه قبل القبض فلا يملك المرتهن اسقاط حقه من غير إذنه . (۱/۳۰۵ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۴۹)

رہن رکھتے وقت قرض کی صراحت

مسئلہ (۵۱۳): ایک شخص پر کسی دوسرے شخص کے دو الگ الگ قرض ہیں، اور وہ رہن رکھتے وقت یہ صراحت نہ کرے کہ یہ رہن قرضِ اول کے بدلے ہے، یا قرضِ ثانی کے بدلے، تو یہ عقدِ رہن شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ صحتِ عقدِ رہن کے لیے شرط ہے کہ مرہون بہ معلوم ہو؛ یعنی یہ کس قرض کے بدلے ہے؟(۱)

اپنے ماتحت کی کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھنا

مسئلہ (۵۱۴): باپ اپنے بچے، اور وصی یتیم کی کسی چیز کو رہن پر رکھے، تو شرعاً یہ جائز و درست ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : منها أن يكون محلاً قابلاً للبيع ..... وأن يكون معلوماً .

(۸/۱۴۱، كتاب الرهن ، فصل فی تفضیل الشرائط)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الشرط الثالث : أن يكون الحق المرهون به معلوما ، فلا يصح الرهن بحق مجهول، فلو أعطاه رهناً بأحد دينين له ، دون أن يعينه ، لم يصح الرهن .

(۵/۴۲۲۸، المطلب الثالث ، شروط المرهون به) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۷۰)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : فأما كونه مملوكاً للراهن فليس بشرط لجواز الرهن حتى يجوز رهن مال الغير بغير إذنه بولاية شرعية ، كالأب والوصي يرهن مال الصبي بدينه وبدين نفسه . (۵/۱۹۶، شرائط الرهن)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : وللأب أن يرهن بدين عليه متاعاً لطفله ، لأن له إيداعه ، وهذا أولى لهلاكة مضموناً ، ولأن قيام المرتهن بحفظه أبلغ مخافة الغرامة ، بينما الوديعة أمانة وهي غير مضمونة ، والوصي كذلك ، وقال أبو يوسف وزفر : لا يملكان ذلک وقولهما قياس ، والأول الظاهر وهو الاستحسان . (۴/۲۶۹، حكم رهن الأب والوصي مال الصغير)=

شیئرز کو بطور رہن رکھنا

مسئله (۵۱۵): فقہائے احناف رحمہم اللہ نے مشاع چیز کے رہن رکھنے کو ناجائز قرار دیا ہے[۱]، لیکن ائمۂ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ) اس کے جواز کے قائل ہیں، اوران کے دلائل بھی قوی ومضبوط ہیں، لہٰذا شیئرز کو بطورِ رہن رکھنا جائز ہونا چاہیے، اور''**المجلس الشرعي البحرین**'' نے اسلامی مالیاتی اداروں کومشاع چیز کے رہن رکھنے کی اجازت دی ہے، البتہ یہ شرط عائد کی ہے کہ مشاع چیز کے اندر حصۂ مرہونہ کی تحدید ضروری ہے، یعنی یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اس کا اتنے فیصد حصہ رہن ہے۔[۲]

=ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يجوز للإنسان كما بان سابقاً أن يرهن ملك الغير بإذنه كالمستعار والمستأجر ، وليس لأحد رهن ملك غيره إلا بولاية عليه ، فإذا لم يكن له ولاية في الرهن ، وسلم المرهون إلى المرتهن كان بهذا التسليم متعدياً وغاصباً .

(۴۲۶۵/۶ ، رهن ملك الغير) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وإنما لم يجز لأن موجب الرهن الحبس الدائم ، وفي المشاع يفوت الدوام لأنه لا بد من المهاياة فيصير كأنه قال : رهنتك يوماً دون يوم ، وتمامه في الهداية .

(۷۹/۱۰ ، باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز ، بدائع الصنائع :۲۰۵/۵ ، الهداية :۵۰۸/۲)

(۲) ما في " المغنى لإبن قدامة " : فصل : وكل عين جاز بيعها جاز رهنها لأن مقصود الرهن الاستيثاق بالدين في استيفائه من ثمن الرهن إن تعذر استيفائه من ذمة الراهن ، وهذا يتحقق في كل عين جاز بيعها ، ولأن ما كان محلاً للبيع كان محلاً لحكمة الرهن ومحل الشيء محل الحكمة إلا أن يمنع مانع من ثبوته أو يفوت شرط فينتفي الحكم لإنتفائه فيصح رهن المشاع لذلك ، وبه قال ابن أبي ليلى ومالك والبيهقي والأوزاعي وسواء والعنبري=

شئ مرہون سے متعلق کاغذات مرتہن کے حوالہ کرنا

مسئلہ (۵۱۶): عصرِ حاضر میں رہن کی ایک جدید صورت بہت زیادہ متعارَف اور مروَّج ہے، جسے ''رہن سائل'' (Floating Charge) کہا جاتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں راہن شئ مرہونہ مرتہن کے حوالہ نہیں کرتا، بلکہ اس کے بجائے اس کی ملکیت کے کاغذات قبضے میں دیدیتا ہے، جیسے گھر رہن رکھا تو مرتہن گھر اپنے قبضہ میں نہیں لیتا، بلکہ اس کی ملکیت کے کاغذات اپنے پاس رکھتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ راہن متعلقہ کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے مرہونہ چیز آگے فروخت نہیں کرسکتا، اور مرتہن کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اگر وقتِ مقررہ پر اس کا دین وصول نہ ہو، تو وہ اس چیز کو فروخت کرکے اپنا حق وصول کرسکتا ہے، گویا یوں سمجھا جائے گا کہ مرتہن کا اس پر قبضہ باقی ہے، اور یہ قبضہ حکمی کہلائے گا، ''رہن سائل'' میں فریقین (راہن ومرتہن) کو مصلحت اور فائدہ حاصل ہے، مرتہن کا فائدہ یہ ہے کہ وہ شئ اس کے ضمان میں نہیں رہتی، اور راہن کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اسے استعمال کرتا رہتا ہے، اور خاص طور پر بین الاقوامی تجارت میں جہاں بائع اور مشتری دونوں مختلف شہروں میں رہتے ہوں، اس

= والشافعي وأبو ثور . (۴/۷۰۴)

ما في '' المعايير الشرعية '' : ويجوز رهن المشاع مع تحديد النسبة المرهونة منه ، من ذلك رهن الأسهم . (۱۴۲۳، ۲۰۰۲ ، الهيئة ، [هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية ، البحرين : ص/ ۶۴، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۶۴ ، الفقه على المذاهب الأربعة : ۲/۲۷۳ ، شروط الرهن)

وقت شئ مرہون پر قبضہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اس لیے کہ شئ مرہون کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں بڑے اخراجات ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں دین کی توثیق کی ''رہن سائل'' کے علاوہ کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی، لہٰذا اس کے اندر حصر اور تضیق کی ضرورت نہیں، اور ظاہراً یہ جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : الرهن شرعاً : حبس الشيء بحق يمكن أخذه منه كالدين ...... وقوله : (يمكن استيفاؤه منه) أى يمكن استيفاء الحق من الرهن . (۴/۴۴۱، الرهن)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الرهن شرعاً : جعل عين مالية وثيقة بدين يستوفي منها أو من ثمنها إذا تعذر الوفاء . (۲۳/۱۷۵، رهن)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : الرهن السائل : وهناک نوع آخر من الرهن يوجد في قوانين كثير من البلاد الإسلامية ، لا يقبض فيه المرتهن على الشيء المرهون ، وإنما يبقى بيد الراهن ، ولكن يحق للدائن إذا قصر الدين في الأداء ، أن يطالب بيعه استيفاء لدينه من حصيلة بيعه ، وهذا النوع من الرهن يسمى أحياناً " الرهن الساذج " (Simple Mortgage) وأحياناً ، " الذمة السائلة " (Floating Charge) وهذا مثل أن يرهن الدين سيارته لدى الدائن ، ولكن تبقى السيارة بيد الدين الراهن ، يستعملها لصالحه كيف يشاء ، ولكن لا يجوز له نقل ملكيتها إلى شخص ثالث حتى يفتک الرهن السائل بتسديل الدين ، ويثبت للدائن المرتهن حق فى بيعها إذا قصر صاحبها في أداء دينه .... ولكن ههنا ملاحظ أذكرها لتأمل الفقهاء المعاصرين ، وهي : ۱- إن المرتهن في (الرهن السائل) وإن كان لا يقبض الشيء المرهون ولكنه في عموم الأحوال يقبض على مستندات ملكيته .... ۲- إن علة اشتراط القبض في الرهن ، كما ذكره الفقهاء ، هو تمكن المرتهن من استيفاء دينه ببيع ذلک الشيء عند الحاجة ، وإن هذا المقصود حاصل في (الرهن السائل) على أساس مشروط الاتفاقية المعترف بها قانوناً ، فيحتمل يكون القبض الحسي غير لازم في الصورة المذكورة ، لحصول المقصود بهذه المشروط المقررة . ۳- المقصود =

شئ معدوم کو رہن رکھنا

مسئلہ (۵۱۷): رہن کی شرائط میں سے ہے کہ شئ مرہونہ بوقتِ عقد موجود اور مقدور التسلیم ہو، معدوم نہ ہو، جیسے یوں کہنا: میری بکری جو بچہ جنے گی میں اسے رہن رکھتا ہوں، یا یوں کہنا: میرے درخت پر اس سال جو پھل آئے گا وہ رہن رکھتا ہوں، ان صورتوں میں رہن کی شرائط مفقود ہیں، اس لیے رہن کا یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہے۔(۱)

=من الرهن هو توثيق الدين ، وقد أجازت الشريعة لحصول هذا المقصود أن يحبس الدائن ملك المديون ويمنعه عن التصرف فيه إلى أن يتم تسديد الدين ، فإن رضي الدائن بحصول مقصوده بأقل من ذلك وهو أن يبقى العين المرهونة بيد الراهن ، ويبقى للمرتهن حق الاستيفاء فقط ، فلا يرى في ذلك أي محظور شرعي .

(ص/۱۴ - ۱۶ ، الرهن السائل ، أحكام البيع بالتقسيط ، مكتبه وحيديه دهلي)

(انعام الباری: ۷/ ۸۲۰، اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۳/ ۱۰۰، مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۶۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى المرهون فأنواع : منها أن يكون محلاً قابلاً للبيع ، وهو أن يكون موجوداً وقت العقد مالاً ، مطلقاً ، متقوماً ، مملوكاً ، معلوماً ، مقدور التسليم ؛ ونحو ذلك ، فلا يجوز رهن ما ليس بموجود عند العقد ، ولا رهن ما يحتمل الوجود والعدم ، كما إذا رهن ما يثمر نخيله العام ، أو ما تلد أغنامه السنة أو ما في بطن هذه الجارية ونحو ذلك . (۸/ ۱۴۱ ، كتاب الرهن ، بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : فلا يجوز رهن ما ليس بموجود عند العقد ولا رهن ما يحتمل الوجود والعدم ، كما لو رهن ما يثمر شجرة هذا العام ، أو تلد أغنامه هذه السنة ، أو رهن الطير الطائر والحيوان الشارد ، ونحوه مما لا يتأتى في استيفاء الدين منه ولا يمكن بيعه . (۶/ ۴۲۳۱ ، الفصل الثاني عشر، الرهن ، المطلب الرابع ، شروط المال المرهون ، الفتاوى الهندية : ۵/ ۴۳۲ ، الرهن)

مرتہن کا رہن سے نفع حاصل کرنا

مسئلہ (۵۱۸): مرتہن کا شئ مرہونہ سے فائدہ اٹھانا، نفع حاصل کرنا بالکل جائز نہیں ہے، گرچہ راہن نے صراحۃً اجازت دی ہو، یا عرفاً اس کا رَواج ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوحنيفة وأبو يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى : لا يجوز للمرتهن الانتفاع بشيء من الرهن ولا للراهن أيضاً . (۶۴۴/۱)

ما في " البحر الرائق " : ولا ينتفع المرتهن بالرهن استخداماً وسكنىً ولبساً وإجارةً ، لأن الرهن يقتضى الحبس إلى أن يستوفي دينه دون الإنتفاع فلا يجوز الإنتفاع إلا بتسليط منه .
(۴۳۸/۸ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " رد المحتار " : لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن ، لأنه أذن له فى الربا ، لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون رباً ، وهذا أمر عظيم . (۷۰/۱۰)

(فتاوی محمودیہ: ۲۰/ ۱۲۵، جامع الفتاوی: ۶۳۳/۴، احسن الفتاوی: ۸/ ۴۹۸، دارالاشاعت کراچی)

کتاب الغصب

☆......غصب کے مسائل......☆

میونسپلٹی کی زمین پر قبضہ وتصرف

مسئلہ (۵۱۹): سرکاری زمینیں جو پنچائیت یا میونسپلٹی وغیرہ کی زمینیں کہلاتی ہیں، یا شارعِ عام، جس کے ساتھ عوام کا حقِ استفادہ متعلق ہوتا ہے، انہیں متعلقہ محکمہ کی اجازت کے بغیر اپنے قبضہ وتصرف میں لانا اور عوام کو تکلیف ومشقت میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۸)

ما في " روح المعاني " : والمراد من الأكل ما يعمّ الأخذ والاستيلاء ، وعبر به لأنه أهم الحوائج ، وبه يحصل اتلاف المال غالباً . (۲/۲۳۲)

وما في " روح المعاني " : (الباطل) الحرام كالسرقة والغصب ، وكل ما لم يأذن بأخذه الشرع . (۲/۱۰۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : اتفق العلماء من أهل السنة على أن من أخذ ما وقع عليه اسم مال قلّ أو كثر انه يفسق بذلک وانه محرم عليه أخذه . (۲/۳۴۰)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً وإثماً مبيناً﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۸)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : (والذين يؤذون) بوجه من وجوه الأذى ، من قول أو فعل ومعنى (بغير ما اكتسبوا) أنه لم يكن ذلک لسبب فعلوه يوجب عليهم الأذية ويستحقونها به. (۲/۴۲۶)=

....

....

....

....

=ما في" الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضاً بالأفعال والأقوال القبيحة ..... لأن أذاه في الجملة حرام . (۲۴۰/۱۴)

ما في " الصحيح لمسلم " : قال رسول الله ﷺ : " إن دمائكم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا " . (۱۰۰/۵ ، بيروت)

ما في " صحيح البخاري " : عن سعيد بن زيد قال : قال رسول الله ﷺ : " من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا ، فإنه يُطوَّقُه يوم القيامة من سبع أرضين " .

(ص/۴۵۷ ، كتاب بدء الخلق ، باب ما جاء في سبع أرضين ، بيروت)

ما في " فتح الباري شرح البخاري " : قال الخطابي : قوله : (طوقه) له وجهان : أحدها : أن معناه أنه يكلف نقل ما ظلم منها في القيامة إلى المحشر ...... الثاني : معناه أنه يعاقب بالخسف إلى سبعين أرضين ، أي فتكون كل أرض في تلك الحالة طوقاً في عنقه . انتهى .... وفي الحديث تحريم الظلم والغصب ، وتغليظ عقوبته ، وإمكان غصب الأرض ، وأنه من الكبائر ، قاله القرطبي . (۱۳۰/۵)

ما في " رد المحتار " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ، ولا ولايته .

(۲۴۰/۹ ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " الهداية " : وعلى الغاصب ردّ العين المغصوبة ، معناه : ما دام قائماً ، لقوله عليه السلام : .... " لا يحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لاعباً ولا جاداً ، فإن أخذه فليردّ عليه " .

(۳۷۳/۳ ، كتاب الغصب ، كذا في مجمع الأنهر : ۷۸/۴ ، كتاب الغصب ، تبيين الحقائق : ۳۱۵/۶ ، كتاب الغصب)

(فتاوی محمودیہ:۱۴۲/۱۷،۱۴۳، کراچی، کفایت المفتی:۱۷۵/۸، جدید مسائل کا حل:ص/۳۰۰)

کمیونسٹ ملک میں رہائش پذیر مسلموں کے اموال

مسئلہ (۵۲۰): اگر کسی ملک پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہو جائے، اور اکثر مسلمان وہاں سے ہجرت کر جائیں، اور بعض مسلمان باقی رہ جائیں، تو جن لوگوں نے کمیونسٹوں کے قبضے کے بعد ہجرت نہیں کی اور انہیں کے ساتھ رہ رہے ہیں، اور مجاہدین کے خلاف ان کی اعانت نہیں کرتے ہیں، تو گرچہ یہ لوگ ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں، لیکن شریعتِ مقدسہ ان کو قصداً وارادۃً قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے، البتہ ان کے اموال کو ضبط کرنا جب کہ اس سے کفار کو فائدہ پہنچ رہا ہو، درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في" القرآن الكريم " : ﴿إن الذين توفّٰهم الملٰئكة ظالمي أنفسهم ، قالوا فيم كنتم ، قالوا كنا مستضعفين في الأرض ، قالوا ألم تكن أرض اللّٰه واسعة فتهاجروا فيها ، فأولٰئک مأوٰهم جهنّم وساء ت مصيرًا﴾ . (النساء : ۹۷)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿ألم تكن أرض اللّٰه واسعةً﴾ ويفيد هذا السؤال والجواب أنهم ماتوا مسلمين ظالمين لأنفسهم في تركهم الهجرة . (۳۴۶/۵)

ما في " كتاب شرح السير الكبير " : لو رمىٰ رجل من المسلمين رجلاً واقفاً في صف المشركين وهو مسلم قد جاء به المشركون مكرهاً ، والرامي لا يعلم أنه مسلم ، أو يعلم إلا أنه لم يتعمده بالرمية ، أو تعمده وهو لا يدري أنه مسلم ، فهذا كله سواء ، وليس على الرامي فيه دية ولا كفارة ، لأنه قد حل له الرمي إلى صف المشركين مطلقاً إلا أن يعلم مسلماً بعينه قد جاء به العدو مكرهاً ، فتعمد بالرمي وهو يعلم حاله فحينئذٍ يلزمه القود في القياس ، لأنه عمد محض ، والعمد موجب للقعود ، وهذا قياس يؤيده بالنص ، وهو قوله عليه السلام : "العمد قود " . وفي الاستحسان لا قود عليه ، لأنه في صف المشركين ، والرمي إلى =

بزوروز بردستی کسی کی زمین لے لینا

مسئلہ (۵۲۱): کسی شخص کا اپنے گھر کی توسیع کے لیے کسی دوسرے شخص کی زمین کو اس کی رضامندی کے بغیر لے لینا، جب کہ اس شخص کا نام بھی دستاویزات میں لکھا ہو، شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ کسی کی زمین غصب کرنا گناہِ کبیرہ ہے، بروزِ قیامت غاصب کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا[1]، لہٰذا اگر کسی شخص نے کسی کی کوئی زمین غصب کرلی ہو، تو اس کو چاہیے کہ شخصِ آخر کی زمین خالی کر کے واپس دیدے[2]، یا ملبے وغیرہ کی قیمت

=صفهم مباح ، ولكن عليه الدية في ماله .

(۲۲۴/۴ ، باب قلع الماء عن أهل الحرب وتحريق حصونهم ونصب المجانيق عليها)

ما في " رد المحتار " : نحاربهم (أهل الحرب) بنصب المجانيق وحرقهم وغرقهم ، وقطع أشجارهم ورميهم ، لكن جواز التحريق والتغريق مقيد كما في شرح السير ، بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلک بلا مشقة عظيمة ، فإن تمكنوا بدونها فلا يجوز ، لأن فيه إهلاک أطفالهم ونسائهم ومن عندهم من المسلمين .

(۱۶۰/۶ ، كتاب الجهاد ، مطلب في أن الكفار مخاطبون ندباً)

ما في " بدائع الصنائع " : لو أسلم حربي في دار الحرب ولم يهاجر إلينا فقتله مسلم عمداً أو خطأً فلا شيء عليه إلا الكفارة ، وعند أبي يوسف عليه الدية في الخطايا .

(۶۹/۶ ، كتاب السير ، لو أسلم أحد الأبوين)

ما في " الفتاوى الكاملية " : من يدخل تحت جوارهم وأمانهم من غير إعانة لهم بنفسه وبماله ولا يكون عيناً لهم علينا ولا رداءً دونهم لا يباح قتله ، وإنما هو عاص معصية لا تبيح ما عصمه الإسلام من دمه وماله ، وإنما أبيح أخذ أموالهم أيضاً لكونهم يعينون به العدو على مقاتل الإسلام ومقاومته ومناواته ومناهفته ، فأبيح أخذه لذلک . (بحوالہ فتاوی حقانیہ:۳۰۶/۵)=

لے لے اور وہ مکان اس شخص کو دیدے، یا زمین کی قیمت شخصِ آخر کو دیدے، اس طرح یہ زمین اس کی ہوجائے گی، غرض کہ آپسی سمجھوتہ سے معاملہ حل کرلیا جائے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يأخذ أحد شبراً من الأرض بغير حقه إلا طوقه الله إلى سبع أرضين يوم القيامة " .

(۲/۳۳، كتاب المساقات ، باب تحريم الظلم والغصب)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ومن بنى أو غرس في أرض غيره بغير إذنه أمر بالقلع والرد) ...... وللمالك أن يضمن له قيمة بناء أو شجر أمر بقلعه إن نقصت الأرض به .

(۹/۲۳۴، كتاب الغصب ، قبيل مطلب زرع في أرض . الخ)

(۲) ما في " شرح المجلة " : إن كان المغصوب أرضاً فبنى الغاصب فيها بناءً ..... أو غرس فيها أشجارًا فإنه يؤمر بقلعها ورد الأرض ، وإن كانت قيمة البناء والغراس أكثر من قيمة الأرض . (ص/۵۰۲ ، رقم المادة : ۹۰۶)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والصُّلح خيرٌ﴾ . (سورة النساء : ۱۲۸)

ما في " حاشية الشلبي على تبيين الحقائق " : ﴿الصّلح خير﴾ . [النساء :۱۲۸] عرف بالألف واللام فيقتضي أن يكون كل الصلح خيرًا وكل خير مشروع .

(۵/۴۶۷ ، كتاب الصلح ، بيروت)

(فتاوی محمودیہ: ۱۷/۱۴۴، کراچی)

کتاب اللقطة

☆......لقطہ کے مسائل......☆

سیلاب میں بہہ کرآئی چیزوں کا استعمال

مسئلہ (۵۲۲): سیلاب وغیرہ میں بہت سی چیزیں بہہ کرآتی ہیں، ان کواستعمال کرنے کی اجازت نہیں، کیوں کہ یہ لقطہ کی طرح ہیں، اور لقطہ کاحکم یہ ہے کہ مالک کو تلاش کرکے اس کے حوالہ کیا جائے، ہاں !اگرخود غریب مصرفِ صدقہ ہے،تو خودبھی استعمال کرسکتا ہے،لیکن اگر مالک آئے اور مطالبہ کرے،تو اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کردے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : اللقطة أمانة إذا أشهد الملتقط أن يأخذها ليحفظها فيردّها على صاحبها . (۲۹۱/۲)

ما في " البحر الرائق " : قوله : وينتفع بها لو فقيراً وإلا تصدّق على أجنبي ، ولأبويه وزوجته ، وولده لو فقيرًا ، أن ينتفع الملتقط باللقطة بأن يتملكها ، بشرط كونه فقيرًا نظرًا من الجانبين كما جاز الدفع إلى فقير آخر . (۲۶۴/۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن كان الملتقط محتاجاً فله أن يصرف اللقطة إلى نفسه بعد التعريف ، وإن كان الملتقط غنياً لا يصرفها إلى نفسه ، بل يتصدق على أجنبي أو أبويه ، أو ولده ، أو زوجته إذا كانوا فقراء . (۲۹۱/۲)

ما في " رد المحتار " : وفي القنية : لو رجا وجود المالك وجب الإيصاء ، فإن جاء مالكها بعد التصدق خير بين إجازة فعله ، ولو بعد هلاكها . (در مختار) . وفي الشامية : (وفي القنية) وما يتصدق به الملتقط بعد التعريف وغلبه ظنه أنه لا يوجد صاحبه لا يجب إيصاء ہ ، وإن كان يرجو وجود المالك وجب الإيصاء ، والمراد الإيصاء بضمانها إذا ظهر صاحبها ، ولم يجز تصدق الملتقط لا الإيصاء بعينها قبل التصدق بها ، لكنه مفهوم بالأولى ، فلذا عمم الشارح . (۴۳۸/۶ ، مجمع الأنهر : ۵۲۶/۲)

کتاب الهبة والوصية

☆......ہبہ اور وصیت کے مسائل......☆

عقدِ ہبہ

مسئلہ(۵۲۳): بلاعوض اپنی زندگی میں کسی شخص کو اپنے مال کا مالک بنانے کا نام ہبہ ہے[۱]، اور ہبہ امرِ مشروع ہے[۲]، ہبہ کے مکمل ہونے کے لیے قبضہ کا ہونا ضروری ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التعريفات للجرجاني " : الهبة في اللغة : التبرع . وفي الشرع : تمليک العين بلا عوض . (ص/۲۵۱)

ما في " مجمع الأنهر " : هي تمليک عين بلا عوض . (۳/۴۸۹)

(۲) ما في " مجمع الزوائد " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " تهادوا تحابّوا " . (۴/۱۸۵ ، كتاب البيوع ، باب الهدية)

ما في " الهداية " : الهبة عقد مشروع لقوله عليه السلام : " تهادوا تحابوا " . وعلى ذلک انعقد الإجماع . (۳/۲۸۳)

ما في " مجمع الأنهر " : وهي أمر مندوب وصنع محمود محبوب ، قال ﷺ : " تهادوا تحابوا " . (۳/۴۹۰ ، كتاب الهبة ، تبيين الحقائق : ۴/۴۸) (قاموس الفقہ :۵/۳۲۶)

(۳) ما في " الهداية " : وتصح بالإيجاب والقبول والقبض ..... والقبض لا بد منه لثبوت الملک . (۳/۲۸۳ ، كتاب الهبة) (کتاب الفتاوی:۶/۳۱۷، ۳۱۸،نعیمیہ)

ما في " تبيين الحقائق " : وأما القبض فلا بد منه لثبوت الملک لقوله عليه السلام : " لا تجوز الهبة إلا مقبوضة " . (۴/۴۹ ، كتاب الهبة ، مجمع الأنهر:۳/۴۹۱ ، كتاب الهبة)

ہبہ واپس لینا

مسئلہ (۵۲۴): کسی نے اجنبی شخص کو ہبہ کیا، پھر واپس لے لیا، تو ہبہ کا واپس لینا درست تو ہے (۱)، مگر مکروہِ تحریمی ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : يصح الرجوع فيها كلا أو بعضاً ويكره ويمنع . (۳/۴۹۹)

ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله تعالى : صح الرجوع فيها .

(۴/ ۶۱، باب الرجوع في الهبة)

ما في " بدائع الصنائع " : هي ثبوت ملك غير لازم في الأصل وللواهب أن يرجع في هبته .

(۵/ ۱۸۲)

(۲) ما في " الهداية " : وإذا وهب هبة لأجنبي فله الرجوع فيها ..... وقوله في الكتاب فله الرجوع لبيان الحكم أما الكراهة فلازمة لقوله عليه السلام : " العائد فى هبته كالعائد في قيئه" . وهذا الاستقباح . (۳/ ۲۸۹ ، باب ما يصح الرجوع وما لا يصح)

اعضائے انسانی کا ہبہ یا وصیت

مسئله (۵۲۵): بہت سے لوگ یہ وصیت کر جاتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد میرے ہاتھ، پیر، کان، ناک، آنکھ وغیرہ عطیہ ہیں، تاکہ میرے ان خوبصورت اعضا سے دوسرا شخص استفادہ کر سکے، شرعاً ایسی وصیت کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ کسی بھی چیز کے ہبہ یا عطیہ کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ شئ مال ہو، اور دینے والے کی ملک ہو، اسی طرح وصیت کے لیے بھی شرط یہ ہے کہ جس شئ کی وصیت کی جارہی ہو، وہ شئ مال ہو، اور قابلِ تملیک ہو [1]، جب کہ انسانی اعضا نہ تو مال ہیں اور نہ ہی انسان اپنے کسی عضو کا مالک ہے، اس لیے انسان اپنے اعضا میں سے کسی عضو کا نہ ہبہ کر سکتا ہے، اور نہ ہی عطیہ دینے کی وصیت کر سکتا ہے، نیز انسانی اعضا کا استعمال کسی بھی حال میں درست نہیں۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها أن يكون مالاً متقوماً فلا تجوز هبة ما ليس بمال أصلاً ...... ومنها أن يكون مملوكاً للواهب فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه . (۴/۳۷۴)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها أن يكون مالا أو متعلقاً بالمال لأن الوصية إيجاب الملك أو إيجاب ما يتعلق بالملك من البيع والهبة والصدقة والاعتاق ومحل الملك هو المال فلا تصح الوصية بالميتة والدم لأنهما ليسا بمال في حق أحد . (٦/٤٥٧ ، كتاب الوصايا)

(٢) ما في " شرح كتاب السير الكبير " : الآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه في حياته فكما يحرم التداوي بشيء من الآدمي الحي إكراماً له فكذلك لا يجوز التداوي بعظم الميت ، قال رسول الله ﷺ : " كسر عظم الميت ككسر عظم الحيّ " .

(١/٩٢ ، باب دواء الجراحة) (فتاویٰ بینات:۴/۳۵۱-۳۵۴)

كتاب العارية

☆......عاریت کے مسائل......☆

اعارہ/ عاریت

مسئلہ (۵۲۶): اعارہ لغۃً: عاریت پر کسی کو کوئی چیز دینا، اصطلاحاً: بغیر عوض کے کسی کو کسی چیز کی منفعت کا مالک بنانا(۱)، شرعاً اعارہ مندوب ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامى وأدلته " : الإعارة : ماخوذة من عار إذا ذهب وجاء ... واصطلاحاً : تمليک المنفعة بغير عوض . (۶/۴۰۳۵ ، الفصل الثامن : الإعارة ، المعجم الوسيط : ۶۵۷ ، التعريفات الفقهية :ص/۱۴۱ ، حرف العين)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ويمنعون الماعُون﴾ . (سورة الماعون : ۷)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والإعارة قربة مندوبة إليها لقوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوىٰ﴾ . [المائدة :۵/۲] وفسّر جمهور المفسّرين قوله تعالى : ﴿ويمنعون الماعون﴾ . [الماعون :۱۰۷/۷] بما يستعيره الجيران بعضهم من بعض كالدلو والفأس والإبرة ونحوها .

(۵/۴۰۳۶ ، الفصل الثامن : الإعارة ، المبحث الأول : تعريف الإعارة ومشروعيتها)

کتاب الحظر والإباحة

☆......مباح اور ممنوع چیزوں کے مسائل......☆

کراٹے کے استاذ کو جھک کر سلام

مسئلہ (۵۲۷): بہت سارے اسکولوں میں کراٹے سکھائے جاتے ہیں، طلبہ جب اپنے اساتذہ کے سامنے آتے ہیں، تو ہاتھ کھلا چھوڑ کر ان کے سامنے اس طرح جھکتے ہیں جس میں رکوع کی ہیئت پائی جاتی ہے، فقہاء کرام نے اس طرح کی تعظیم کو مکروہ کہا ہے، کیوں کہ ماسوی اللہ کسی کی بھی ایسی تعظیم کرنا جس میں رکوع کی طرح جھکنا پایا جائے، غیر اللہ کو سجدہ کرنے کے مترادف ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : " قال رجل : يا رسول الله ! الرجل منا يلقي أخاه أو صديقه أينحني له ؟ قال : لا " .. الحديث . (۲/۱۰۲ ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (أينحني له) من الإنحناء ، وهو إمالة الرأس و الظهر تواضعاً وخدمة (قال : لا) أي فإنه في معنى الركوع ، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه .
(۸/۴۹۸ ، كتاب الآداب ، باب المصافحة والمعانقة)

ما في " الفتاوى الهندية " : الإنحناء للسلطان أو لغيره مكروه ، لأنه يشبه فعل المجوس ، ويكره الإنحناء عند التحية، وبه ورد النهي . (۵/۳۶۹ ، كتاب الكراهية)

ما في " مجمع الأنهر " : وفي العمادية : ويكره الإنحناء ، لأنه يشبه فعل المجوس .
(۴/۲۰۶ ، كتاب الكراهية ، قبيل فصل في بيان أحكام الاستبراء)

ما في " رد المحتار " : وفي الزاهدي : الإيماء في الإسلام إلى قريب الركوع كالسجود ، وفي المحيط : انه يكره الإنحناء للسلطان وغيره . (۹/۴۶۸ ، كتاب الحظر والإباحة)

بلا ضرورت تصویر

مسئلہ (۵۲۸): بلا ضرورت تصویر کھینچنا، کھنچوانا اور رکھنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں(۱)، جو شخص پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کی ضرورت کے بغیر تصویر کھینچتا، کھنچواتا یا رکھتا ہے، وہ فاسق ہے، اور فاسق کی شہادت مردود ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشدّ الناس عذاباً عند الله المصورون " . (۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير)

عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : " إن الذين يصنعون هذه الصور يعذّبون يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما خلقتم " ...... عن أبي طلحة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا تدخل الملئكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير " . (۲/۸۸۰ ، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : اتفقوا على أن الإعلان بكبيرة يمنع الشهادة ، وفي الصغائر إن كان معلناً بنوع فسق مستشنع يسميه الناس بذلک فاسقاً مطلقاً لا تقبل شهادته .

(۳/۴۶۶ ، كتاب الشهادات ، الفصل الثاني فيمن لا تقبل شهادته لفسقه)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في اشتراط عدالة الشهود ، لقوله تعالى : ﴿وأشهدوا ذَوَيْ عدل منكم﴾ ولذا لا تقبل شهادة الفاسق . (۲۶/۲۲۳)

ما في " رد المحتار " : العدل من يجتنب الكبائر كلها ، حتى لو ارتكب كبيرة تسقط عدالته وفي الصغائر العبرة للغلبة ، أو الإصرار على الصغيرة فتصير كبيرة ، ولذا قال : وغلب صوابه . قال في الهامش : لا تقبل شهادة من يجلس مجلس الفجور والمجانة والشرب وإن لم يشرب ، هكذا في " المحيط " . "فتاوى هنديه " . وفيها : والفاسق إذا تاب لا تقبل شهادته ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه أثر التوبة ، والصحيح أن ذلک مفوض إلى رأي القاضي .

(۸/۱۶۸ ، كتاب الشهادات ، باب القبول وعدمه)

مکان میں فوٹو اور تصاویر

مسئلہ (۵۲۹): جاندار کی فوٹو اور تصویریں قصداً مکان میں رکھنا حرام ہے (۱)، اور بلاقصد کسی اخبار یا کتاب میں رہ جائے تو یہ حرام نہیں، مگر مکروہ یہ بھی ہے، اور رحمت کے فرشتے روکنے کے لیے کافی ہے۔ (۲)

تخم ریزی کے لیے غلہ کی ذخیرہ اندوزی

مسئلہ (۵۳۰): بعض کسان لوگ بیج کے لیے غلہ روکے رکھتے ہیں، اور یہ نیت کرتے ہیں کہ تخم ریزی کے وقت فروخت کروں گا، تو ان کا یہ عمل شرعاً درست ہے، کیوں کہ یہ احتکار نہیں ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في شرح المسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو إناء وحائط وغيرها .

(۲/۴۱۶ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، كذا في البحر الرائق : ۴۸/۲ ، كتاب الصلاة ، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها) (کفایت المفتی:۹/ ۲۳۸)

ما في " عمدة القاري " : إن عائشة رضي الله عنها حدثته : " أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم لم يكن يترك في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه " . (۲۲/ ۱۱ ، باب نقض الصور ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي طلحة ، عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة " . (۲/ ۲۰۰ ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان) (جامع الفتاوی:۴/ ۴۰)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكره احتكار قوت البشر والبهائم في بلد يضر بأهله .... فإن لم يضر لم يكره .(در مختار) . وفي الشامية : الاحتكار لغة احتباس=

مسجد کے قریب آلاتِ لہو ولعب کا استعمال

مسئلہ (۵۳۱): آلاتِ لہو ولعب کا استعمال اگر مسجد کے قریب استخفاف واذلالِ دین، یا اہلِ دین کو غصہ دلانے یا مشغول کرنے کے لیے ہو، تو موجبِ کفر ہے (۱)، اور اگر اس نیت سے نہ ہو تب بھی کراہت سے خالی نہیں۔ (۲)

= الشيء انتظاراً لغلائه . (۹/۴۸٦ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " تبيين الحقائق " : احتكار قوت الآدمي والبهيمة في بلد يضر بأهله أي يكره الاحتكار في القوت إذا كان يضر بأهل البلد .... بخلاف ما إذا لم يضر بأن كان المصر كبيراً ، لأنه حابس ملكه من غير إضرار بغيره . (۷/٦۰ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " مجمع الأنهر " : (ويكره الاحتكار) هو لغة : احتباس الشيء انتظاراً لغلائه ، .... وشرعاً : اشتراء طعام ونحوه وحبسه إلى الغلاء أربعين يوماً . (۴/۲۱۳ ، كتاب الكراهية)

ما في " بدائع الصنائع " : الاحتكار فهو أن يشتري طعاماً في مصر ، ويمتنع عن بيعه وذلك يضر بالناس ، وكذلك لو اشتراه من مكان قريب يحمل طعامه إلى المصر ، وذلك المصر صغير ، وهذا يضر به يكون محتكراً ، وإن كان مصراً كبيراً لا يضر به لا يكون محتكراً .
(۴/۳۰۸ ، كتاب الكراهية ، حكم الاحتكار)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : ويكره في أقوات الآدميين والبهائم في موضع يضر بأهله وشرطه أن يكون مصراً يضر به الاحتكار ، لأنه تعلق به حق العامة ، وشرط بعضهم الشراء في وقت الغلاء وينتظر زيادة الغلاء ، والكل مكروه . (۴/۴۱۴ ، ۴۱۵ ، كتاب الكراهية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما كان صلوتهم عند البيت إلا مكآء و تصدية ، فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون﴾ . (سورة الأنفال : ۳۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : فيه ردّ على الجهال من الصوفية الذين يرقصون ويصفقون ، وذلك كله منكر ينزه عن مثله العقلاء ، ويتشبه فاعله بالمشركين فيما كان يفعلونه عند البيت ، وقال : ويتشبه أن يشغلوا بذلك محمداً ﷺ عن الصلوٰة . =

ربڑ کی مصنوعی عورت

مسئلہ (۵۳۲): بیوی اور باندی کے علاوہ کسی اور طریقے سے جنسی خواہش کو پورا کرنا جائز نہیں ہے [1]، یہی حکم ربڑ کی مصنوعی عورت سے جماع کرنے کا ہے، لیکن اگر کسی نیم پاگل شخص کے متعلق مسلمان حاذق ڈاکٹر نے یہ کہا ہو کہ کسی عورت کے ساتھ جماع کرنے سے ہی اُس کا علاج ہوسکتا ہے، لیکن کوئی اس سے شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، اور اس کے علاوہ کوئی دوا بھی نہ ہو، اور نہ دوا ملنے کی توقع ہو، نیز اس سے شفا کا یقین ہو، تو ایسی صورت میں تداوی بالمحرمات کے قاعدے سے علاجاً، اس نیم پاگل کے لیے ربڑ کی عورت سے جماع کرنے کی اجازت ہوگی۔ [2]

=(۷/۴۰۰، ۴۰۱، سورة التوبة)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن أظلم ممن منع مسٰجد الله أن يُذكر فيها اسمه وسعى في خرابها ، اولٰئک ما کان لهم أن يدخلوها إلا خآئفين﴾ . (سورة البقرة : ۱۱۴)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكره كل لهو لقوله عليه السلام : " كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة : ملاعبته أهله ، وتاديبه لفرسه ، ومناضلته بقوسه " . (۹/۴۸۱)

وما في " الدر المختار مع الشامية " :وفي السراج : ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام . (۹/۴۲۴ ، كتاب الحظر والإباحة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين هم لفروجهم حٰفظون ○ إلا علٰى أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين ○ فمن ابتغٰى ورآء ذلک فأولٰئک هم العٰدون﴾ .

(سورة المؤمنون : ۵ ، ٦ ، ۷)=

....

....

....

....

=ما في " رد المحتار " : لو أدخل ذكره في حائط أو نحو ، حتى أمنى أو استمنى بكفه بحائل يمنع الحرارة يأثم أيضًا ، ويدل أيضًا على ما قلنا في الزيلعي ، حيث استدل على عدم حلّه بالكف ، بقوله تعالى : ﴿والذين هم لفروجهم حٰفظون .. إلى .. هم العٰدون﴾ ، وقال : فلم يبح الاستمتاع إلا بهما أي بالزوجة والأمة ، فأفاد عدم حل الاستمتاع ، أي قضاء الشهوة بغيرهما . (٣/٣٣٢ ، كتا ب الصوم ، مطلب في حكم الاستمناء باليد)

(٢) ما في " رد المحتار " : (واختلف في التداوي بالمحرم) ففي النهاية عن الذخيرة : يجوز إن علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر .... لكن قد علمت أن قول الأطباء لا يحصل به العلم والظاهر أن التجربة يحصل به العلم .

(١/٣٢٥ ، كتاب الطهارة ، مطلب في التداوي بالمحرم)

ما في " بدائع الصنائع " : أما الحديث فقد ذكر قتادة : " أن النبي ﷺ أمر بشرب ألبانها دون أبوالها " . فلا يصح التعلق به على يحتمل أن النبي ﷺ عرف بطريق الوحي شفاء هم فيه ، والاستشفاء بالحرام جائز عند التيقن لحصول الشفاء فيه ، كتناول الميتة عند المخمصة ، والخمر عند العطش ، وإساغة اللقمة ، وإنما لا يباح بما لا يستيقن حصول الشفاء به . (١/١٩٧ ، كتاب الطهارة ، حكم الأرواث)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس : أن ناساً من عرينة قدموا المدينة فاجتووها فبعثهم رسول الله ﷺ في إبل الصدقة ، وقال : " اشربوا من ألبانها وأبوالها " . الحديث .

(١/٢١ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء في بول ما يؤكل لحمه)

ما في " العرف الشذي " : وفي كلام ابن حزم : أن التداوي بالمحرم جائز حالة الاضطرار قطعاً ، فإن القرآن يجوز أكل الميتة والخنزير حالة الاضطرار . (١/١٠٩)

(منتخبات نظام الفتاویٰ:١/ ٤٠٧-٤٠٩ جدید مسائل کا حل:ص/ ٣١٧، ٣١٨)

ٹیسٹ ٹیوب بے بی

مسئلہ (۵۳۳): اگر کسی شخص کو اولاد نہ ہوتی ہو، لیکن کوئی ڈاکٹر شوہر سے یہ کہے کہ تم اپنے ہاتھ سے مادۂ منویہ نکال کر دو، تمہاری اہلیہ کی بچہ دانی میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کریں گے، اور اس عمل سے امید ہے کہ بچہ پیدا ہو جائے گا، تو مشت زنی کی اجازت تو نہیں ہے (۱)، البتہ بوقتِ صحبت عزل کا طریقہ اختیار کر کے منی محفوظ کی جاسکتی ہے، اولاد حاصل کرنے کا یہ طریقہ ضرورۃً جائز ہے، جب کہ شوہر خود یہ عمل کرے (۲)، مگر یہ طریقہ غیر فطری اور مکروہ ہے، اور ڈاکٹر سے ایسا عمل کرانا قطعی حرام ہے، کیوں سترِ عورت فرض ہے، اور عورت کی شرمگاہ یہ سترِ غلیظ ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كنز العمال " : عن أنس رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ : " سبعة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة ، ولا يزكّيهم ، ولا يجمعهم مع العالمين ، يدخلهم النار أول الداخلين إلا أن يتوبوا ، فمن تاب تاب الله عليه ؛ الناكح يده ، والفاعل والمفعول به " .

(۳۹/۱۶ ، رقم الحديث : ۴۴۰۳۳)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن الله غفور رحيم﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " الأشباه والنظائر لابن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . (۳۰۷/۱)

ما في " فقه النوازل " : إن الأسلوب الأول الذي توخذ فيه النطفة الذكرية من رجل متزوج ، ثم تحقن في رحم زوجته نفسها في طريقة التلقيح الداخلي ، هو أسلوب جائز شرعاً .

(۸۰/۴ ، حكم التلقيح الاصطناعي)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : إن طرق التلقيح الصناعي المعروفة في هذه الأيام هي =

افزائشِ نسل کے لیے جانوروں کو انجکشن لگانا

مسئلہ (۵۳۴): حیوانات میں چونکہ نسب کا لحاظ رکھنا شرعی اعتبار سے ضروری نہیں، اور جانوروں میں اصل ماں ہوتی ہے، اور بچہ حلت وحرمت میں ماں کے تابع ہوتا ہے، اس لیے جانوروں کی افزائشِ نسل کے لیے انجکشن لگانا قبیح عمل نہیں ہے۔ (۱)

=سبع :..... السابعة : أن توخذ بذرة الزوج وتحقن في الموضع المنسب من مهبل زوجته أو رحمها تلقيحاً داخلياً .... أما الطريقان ، السادس والسابع فقد رأى مجلس المجمع أنه لا حرج من اللجو إليها عند الحاجة مع التاكيد على ضرورة أخذ كل الاحتياطات اللازمة .

(قرار رقم : ۴ ، بشان أطفال الأنابيب)

(۳) ما في '' صحيح مسلم '' : عن أبي سعيد الخدري ، عن أبيه ، أن رسول الله ﷺ قال : ''لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة '' . الحديث . (۱/۱۵۴ ، قديمي)

ما في '' المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج '' : وأما أحكام الباب ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذا نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع ، وهذا التحريم في حق غير الازواج . (۳/۱۴۵ ، باب تحريم النظر إلى العورات)

ما في '' مرقاة المفاتيح '' : قال النووي رحمه الله : نظر الرجل إلى المرأة الأجنبية حرام من كل شيء من بدنها ، وكذلك نظر المرأة إلى الرجل ، سواء كان بشهوتها أو بغيرها .

(۶/۲۵۲ ، كتاب النكاح ، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات)(فتاوی رحیمیہ:۱۰/۱۷۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' أحكام القرآن للجصاص '' : ومن جهة أخرى اتفاق الجميع على أن لحم البغل لا يؤكل وهو من الفرس، فلو كانت أمه حلاله لكان حكمه حكم أمه ، لأن حكم الولد حكم الأم ، إذ هو كبعضها ، ألا ترى أن حمارة أهلية لو ولدت من حمار وحشي لم يؤكل ولدها ، ولو ولدت حمارة وحشية من حمار أهلي أكل ولده ، فكان الولد تابعاً لأمه دون أبيه . (۳/۲۳۹)

ما في '' المبسوط للسرخسي '' : وإذا كان الولد بين وحشي وأهلي ، فإن كانت الأم أهلية=

دھات سے جاندار کا مجسمہ بنانا

مسئلہ (۵۳۵): کسی بھی جاندار کا مجسمہ اور شکل بنانا، خواہ کسی بھی دھات سے ہو، سخت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے (۱)، اگر مشرکین کی عبادت کی اشیاء مثلاً مورتی وغیرہ بنائی جاتی ہو، تو براہِ راست تعاون علی الشرک کی بنا پر مزید حرام اور عذابِ الٰہی کا باعث ہوگا۔ (۲)

= جازت التضحية بالولد ، وإن كانت وحشية لا تجوز ، لأن الولد جزء من الأم . (۲۲/۱۲)

ما في" الفتاوى الهندية " : ولا يجوز في الأضاحي شيء من الوحشي ، فإن كان متولداً من الوحشي والإنسي فالعبرة للأم . (۲۹۷/۵) (فتاوی حقانیہ:۳۹۹/۲)

ما في" الهداية " : والمولود بين الأهلي والوحشي يتبع الأم ، لأنها هي الأصل في التبعية ، حتى إذا نزأ الذئب على الشاة يضحى بالولد . (۴۳۳/۱ ، بدائع الصنائع : ۲۰۵/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشدّ الناس عذاباً عند الله المصورون " . (۸۸۰/۲ ، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

وفيه أيضاً : عن عبد الله بن عمر ، أن رسول الله ﷺ قال : " إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة ، يقال لهم : أحيوا ما خلقتم " . (۸۸۰/۲ ،عذاب المصورين يوم القيامة)

وفيه أيضاً : عن أبي طلحة قال : قال رسول الله ﷺ :" لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" . (۸۸۰/۲ ، كتاب اللباس)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قال في التوضيح : التمثال إذا كان لغير حيوان كالشجر جائز ، وإن كان لحيوان فما له ظلٌ ويقيم فهو حرام بإجماع ، وكذا يحرم وإن لم يقم كالعجين .... فالحاصل أن المنع من اتخاذ الصور مجمع عليه فيما بين الأئمة الأربعة إذا كانت مجسدة ، أما غير المجسدة منها فاتفق الأئمة الثلاثة على حرمتها أيضاً قولاً واحداً .

(۱۳۸/۱۰ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

(۲) ما في " القرآن الكريم " :﴿وتعاونوا على البر والتقوى ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)=

مقدس اوراق بیت الخلا میں لے جانا

مسئلہ (۵۳۶): شریعتِ اسلامی میں ہر معظم شیٔ کی تعظیم واحترام کا حکم دیا گیا ہے، چونکہ آیات قرآنی اور احادیث وغیرہ کے اوراق انتہائی معظم اور مکرم ہیں، اور بیت الخلا میں ساتھ لے جانے سے ان کی تحقیر ہوتی ہے، اس لیے قصداً ایسا کرنے سے اجتناب کیا جائے، رسول اللہ ﷺ بذات خود بیت الخلا جاتے وقت اپنی انگوٹھی اتار لیتے تھے، جس میں ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا، البتہ اگر ایسے اوراق کے رکھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہ ہو، اور اُن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو پھر اِس صورت میں ساتھ لے جانے سے گناہ نہ ہوگا۔ (۱)

=ما في " التفسير لإبن كثير " : يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات ، وهو البر ، وترك المنكرات وهو التقوى ، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (۱/۴۷۸) (جدید مسائل کا حل: ص/ ۵۸۸، ۵۸۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يمسّه إلا المطهّرون﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما في " سنن أبي داود " : عن أنس قال : " كان النبي ﷺ إذا دخل الخلاء وضع خاتمه " .

(۱/۴ ، كتاب الطهارة ، باب الخاتم يكون فيه ذكر الله تعالى يدخل به الخلاء)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الا يحمل مكتوباً ذكر اسم الله عليه ، أو كل اسم معظم كالملائكة ، والعزيز ، والكريم ، ومحمد ، وأحمد ، لما روى أنس : " أن النبي ﷺ كان إذا دخل الخلاء وضع خاتمه ، وكان فيه محمد رسول الله ، فإن احتفظ به ، واحترز عليه من السقوط فلا بأس . (۱/۲۵۵ ، باب آداب قضاء الحاجة)

ما في " رد المحتار " : رقية في غلاف متجاف لم يكره دخول الخلاء به ، والاحتراز أفضل ، الظاهر أن المراد بها ما يسمّونه الآن بالهيكل ، والحمائل المشتمل على الآيات القرآنية ،=

چوہوں کو زہر دے کر مارنا

مسئله (۵۳۷): بسا اوقات گھروں میں چوہے بہت زیادہ ہوجاتے ہیں، اور گھروں میں رکھے ہوئے غلہ جات اور دیگر اسباب کو کافی نقصان پہنچاتے ہیں، تو ایسی صورت میں اُن کو زہر دے کر مارنا، یا ویسے ہی مارنا دونوں صورتیں درست ہیں۔[۱]

=فإذا كان غلافه منفصلاً عنه كالمشمّع ونحوه دخول الخلاء .
(۱/ ۲۸۸ ، كتاب الطهارة ، قبيل باب المياه ، دار الكتاب ديوبند)
ما في " حلبي كبير " : ويكره دخول المخرج أي الخلاء وفي اصبعه خاتم فيه شيء من القرآن ، أو من أسمائه تعالى لما فيه من ترك التعظيم ، وقيل لا يكره إن جعل فصه إلى باطن الكف ، ولو كان ما فيه شيء من القرآن ، أو من أسمائه تعالى في جيبيه لا بأس به ، والتحرز أولىٰ . (ص/ ۶۰ ، مطلب في أصح القولين)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . (۱/ ۳۰۷)
(فتاوی حقانیہ:۲/ ۱۰۶، فتاوی محمودیہ:۳/ ۵۲۶، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وجاز قتل ما يضر منها ككلب عقور وهرة تضر .
(۱۰/ ۴۰۰ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتىٰ ، دار الكتاب ديوبند)
ما في " البزازية على هامش الهندية " : المختار أن النملة إذا ابتدأت بالأذى لا بأس بقتلها وإلا يكره ..... قتل القملة لا يكره ..... الهرة إذا كانت مؤذية لا تضرب ولا تعرك أذنها بل تذبح بسكّين حادّ .(۶/ ۳۷۰ ، كتاب الكراهية ، الفصل الثامن في القتل)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرر يزال " . (۱/ ۳۰۵ ، القاعدة الخامسة)
(فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۲۷۹، کراچی)

ٹی وی (TV) ام الخبائث

مسئلہ (۵۳۸): ٹی وی (TV) ام الخبائث ہے، معاشرہ میں عریانی، فحاشی زناکاری، بدکاری، ڈاکہ زنی، اولاد کا بے مہار ہوکر اپنے والدین کے لیے وبال جان بننے، نوجوانوں کے دین سے برگشتہ ہونے اور پورے معاشرے کے لیے ناسور بننے کا ذریعہ اور اصل سبب ہے، جو وعیدیں تصویر کے مسئلہ میں لکھی گئی ہیں، وہ تمام وعیدیں ٹی وی پر بطریقِ اَولیٰ منطبق ہوتی ہیں، جو شخص اس گناہِ کبیرہ اور بے حیائی کا مرتکب ہو، وہ بہت بڑا فاسق ہے، اوراس کی شہادت مردود ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى في باب قبول الشهادة وعدمه : تقبل من أهل الهواء أي أصحاب بدع (إلى أن قال) ومن يرتكب صغيرة بلا اصرار إن اجتنب الكبائر ، وغلب صوابه على صغائره " درر " وغيرها ، وقال : وهو معنى العدالة ، وفي الخلاصة : كل فعل يرفض المروء ة والكرم كبيرة ، وأقره ابن كمال وقال : ومتى ارتكب كبيرة سقطت عدالته . (۹۳/۲ ، الشهادات ، باب القبول وعدمه)

ما في " رد المحتار " : وقال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى معزياً إلى الفتاوى الصغرى : العدل من يجتنب الكبائر كلها ، حتى لو ارتكب كبيرة تسقط عدالته ، وفي الصغائر العبرة للغلبة ، أو الإصرار على الصغيرة ، فتصير كبيرة ، ولذا قال : وغلب صوابه ، قال في الهامش : لا تقبل شهادة من يجلس مجلس الفجور والمجانة والشرب وإن لم يشرب هكذا في المحيط والفتاوى الهندية ، وفيها : والفاسق إذا تاب لا تقبل شهادته ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه أثر التوبة ، والصحيح أن ذلک مفوض إلى رأي القاضي . قوله : (كبيرة) الأصح أنها كل ما كان شيعاً بين المسلمين ، وفيه هتک حرمة الدين كما بسطه القهستاني وغيره ، كذا في شرح الملتقى ، وقال في الفتح : وما في الفتاوى الصغير : =

بے پردگی کی حالت میں ہسپتال میں ولادت

مسئلہ (۵۳۹): اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ کے لیے پہلی زچگی کے وقت گھر پر انتظام کیا، لیکن بچہ کسی طرح بھی نہ ہوا، مجبوراً ہسپتال لے جانا پڑا، اور بذریعۂ آپریشن بچہ کی ولادت ہوئی، ہسپتال میں کوئی پردے کا انتظام نہیں تھا، اب جب دوسری مرتبہ ولادت کا وقت قریب آیا، تو گھر پر انتظام میں جان کو خطرہ ہے، اور ہسپتال میں علیحدہ کمرہ لے کر بے پردگی میں کچھ حد تک کمی بھی ہوسکتی ہے، لیکن اس شخص کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے، تو ولادت کے لیے ہسپتال لے جاسکتا ہے، کیوں کہ یہ بے پردگی انتہائی مجبوری کے باعث ہے، نہ اختیاری ہے نہ خوشی سے ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کی مجبوریوں کو خوب جانتے ہیں۔ (۱)

=العدل من يجتنب الكبائر كلها ، حتى لو ارتكب كبيرة تسقط عدالته ، وفي الصغائر العبرة للغلبة لتصير كبيرة حسن . (۱۶۸/۸ ، الشهادات ، القبول وعدمه) (احسن الفتاوی:۲۲۳/۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في اشتراط عدالة الشهود ، لقوله تعالى : ﴿وأشهدوا ذَوَيْ عدلٍ منكم﴾ ولهذا لا تقبل شهادة الفاسق . (۲۲۳/۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : في المحيط : ...... ويجوز النظر إلى الفرج للخاتن والقابلة وللطبيب عند المعالجة ، ويغضّ بصره ما استطاع . كذا في السراجية .... امرأة أصابتها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه ، لا يحل أن ينظر إليها ، لكن تعلّم امرأة تداويها ، فإن لم يجدوا امرأة تداويها ، ولا امرأة تتعلّم ذلک إذا علمت وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاک فإنه يستر منها كل شيء إلا موضع تلک القرحة ، ثم يداويها الرجل ويغضّ بصره ما استطاع إلا عن ذلک الموضع . (۳۲۹/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن فيما يحل للرجل ، وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۴۰۹/۳ ، كتاب =

شاپ ایکٹ کا شرعی حکم

مسئلہ(۵۴۰): آج کل ملکوں میں ایک قانون جاری ہے، جسے شاپ ایکٹ کہتے ہیں، اس قانون کے تحت رات ۱۲/ بجے کے بعد دکان کھولنا، یا زیادہ محنت کرنا جرم ہوتا ہے، اور دکان کھلی رکھنے والے سے جرمانہ بھی وصول کیا جاتا ہے، جب کہ شریعتِ اسلامیہ نے اگرچہ بیوعات اور کسبِ معاش میں عموماً اوقات کی پابندی نہیں لگائی ہے، البتہ حکومتِ وقت کو اس بات کا اختیار ہے کہ مقاصدِ عامہ کے پیشِ نظر وہ مباحات پر پابندی لگائے، شاپ ایکٹ کے تحت ۱۲/ بجے کے بعد دکانوں کے بند کروانے میں عیاشوں اور بدنیتوں کے چلنے پھرنے، اور بہت سی بدعنوانیوں اور بے حیائیوں کا سدّ باب ہوتا ہے، اس لیے رعایا کے ہر فرد کو حکومت کے اس قانون کا اتباع لازم ہے۔(۱)

=الحظر والإباحة ، باب فيما يكره من النظر والمسّ ، رد المحتار : ۹/۴۵۲ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " العناية " : (ويجوز للطبيب أن ينظر إلى موضع المرض منها) للضرورة (وينبغي أن يعلّم امرأة مداواتها) لأن نظر الجنس إلى الجنس أسهل (فإن لم يقدروا يستر كل عضو سوى موضع المرض) ثم ينظر ويغضّ ما استطاع ، لأن ما ثبت بالضرورة يتقدر ، وصار كنظر الخافضة والختان . (۱۱۶/۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في الوطء)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۹/۲۴۰، جدید مسائل کا حل:ص/۴۷۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأولي الأمر منكم﴾ . (سورة النساء : ۵۹)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ :=

مکہ ومدینہ میں غیر قانونی طور پر رہائش

مسئلہ (۵۴۱): مکہ اور مدینہ میں غیر قانونی طور پر رہنا درست نہیں ہے۔ (۱)

=''علیک السمع والطاعة فی عسرک ویسرک ومنشطک ومکرهک وأثرة علیک'' .
(۱۲۴/۲)

ما في '' صحیح البخاري '' : عن عبد اللّٰه بن عمر ، عن النبي ﷺ قال : '' السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما أحب وکره ما لم یؤمر بمعصیة ، فإذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة'' . (۱۰۵۷/۲، رقم : ۷۱۴۴)

ما في '' رد المحتار '' : قال فی المعراج : لأن طاعة الإمام فیما لیس بمعصیة واجبة .
(۷۵۰/۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵)

ما في '' روح المعاني '' : واختار البلخي أنها اقتحام الحرب من غیر مبالاة وإیقاع النفس فی الخطر والهلاک . (۱۱۷/۲)

وما في '' القرآن الکریم '' : ﴿یٰٓأیها الذین اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في '' مشکوة المصابیح '' : عن عبد اللّٰه بن عمرو .... : أربع من کن فیه کان منافقاً خالصاً ...... وإذا عاهد غدر ، وإذا خاصم فجر '' . متفق علیه .

(ص/۱۷ ، باب الکبائر وعلامات النفاق)

ما في '' مرقاة المفاتیح '' : وإذا عاهد غدر أی نقض العهد ابتداءً ، وقال ابن حجر : إذا خالف ترک الوفاء . (۲۱۴/۱ ، کتاب الإیمان ، باب الکبائر وعلامات النفاق)

ما في '' درر الحکام '' : الضرر یزال ، لأن الضرر هو ظلم وغدر والواجب عدم إیقاعه .
(۳۷۱)

(معارف القرآن مفتی شفیع:۱۲/۳)

سی این این (.C.N.N) نشریاتی بین الاقوامی ادارہ

مسئلہ (۵۴۲): سی ، این ، این ، (.C.N.N) ایک نشریاتی بین الاقوامی ادارہ ہے، جو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف زہرافشانی کرتا ہے، اور پروپیگنڈہ کے ذریعہ مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرتا ہے، جب کہ اس نشریاتی بین الاقوامی ادارہ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے سے کچھ بھی ہونے والا نہیں ہے، کیوں کہ عزت وذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے[1]، ہاں! اسلام کے نام لیواؤں کے لیے ضروری ہے کہ جو کوئی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف الزام تراشی کرے، اس کے خلاف جمہوری طریقہ سے احتجاج کریں[2]، اور اس کی نشریات کا بائیکاٹ کریں، اور جس طرح بھی ممکن ہو، اُس کے اِس غلط پروپیگنڈہ کا جواب مُثْبَتْ ومُسْکِتْ (خاموش) انداز میں دیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل اللّٰهم مٰلک الملک تؤتی الملک من تشآء وتنزع الملک ممن تشآء وتعزّ من تشآء وتذلّ من تشآء بيدک الخير إنک على كل شيء قدير﴾.
(سورة آل عمران : ۲٦)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الدّين عند الله الإسلام﴾ . (سورة آل عمران : ۱۹)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرين﴾ . (سورة آل عمران : ۸۵)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ . (سورة الأنفال : ٦۰)

ما في " أحكام القرآن للجاص " : قوله تعالى : ﴿وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل﴾ . أمر الله تعالى المؤمنين في هذه الآية بإعداد السلاح والكراع قبل وقت القتال=

مدرسہ کے تختۂ سیاہ پر عبارتوں کی ترکیب وغیرہ لکھنا

مسئلہ (۵۴۳): متولی اور مہتمم مدرسہ، مدرسہ کے لیے رقم دینے والوں کی طرف سے وکیل ہے، اور وکیل کو مؤکل کی تصریح کے خلاف خرچ کرنے کا حق نہیں ہے، اس لیے اگر کسی طالب علم کو مدرسہ کی کسی چیز مثلاً: چوک وغیرہ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئے، تو مہتمم مدرسہ سے اجازت لے لے، اگر وہ اجازت دیدیں تو استعمال کرے، ورنہ بلا اجازتِ مہتمم، مدرسہ کی اشیاء کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=إرهاباً للعدو والتقدم فی إرتباط الخيل استعداداً لقتال المشركين ، وقد روي في القوة أنها الرمي . (۳/۸۸ ، سورة الأنفال)

ما في " سنن أبي داود " : عن عقبة بن عامر الجهني يقول : سمعت رسول الله ﷺ وهو على المنبر يقول : ﴿وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ . ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي " . (ص/۳۴۰ ، كتاب الجهاد)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وهنا : الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره . (۳/۱۷۷ ، الزكاة ، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي الجامع الصغير : سئل الشيخ الإمام أبوحفص عمن دفع زكاة ماله إلى رجل وأمر أن يتصدق بها ، فأعطى ولد نفسه الكبير والصغير أو امرأته وهم محاويج ، وفي الخانية : ولا يمسک لنفسه شيئاً جاز ، وفي الظهيرية : ولو أن صاحب المال قال له : ضع حيث شئت ، له أن يمسک لنفسه ، هذا إذا كان المأمور فقيراً .

(۲/۴۸ ، كتاب الزكوٰة ، الفصل التاسع) (فتاوی محمودیہ: ۱۵/۴۷۲)

ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : المال الذي قبضه الوكيل بالبيع والشراء وإيفاء=

مخلوط تعلیم

مسئلہ (۵۴۴): جب لڑکی بالغ یا بلوغ کے قریب ہوجائے تو اس پر پردہ لازم ہے[۱]، مخلوط تعلیم میں فتنہ کا قوی اندیشہ ہے[۲]، اس لیے لڑکیوں کو مخلوط تعلیم دلانا درست نہیں ہے، آپ ﷺ نے عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط کو منع فرمایا ہے۔[۳]

=الدين واستيفائه ، والمال الذي قبضه الوكيل بقبض العين بحسب وكالته هو في حكم الوديعة بيد الوكيل فإذا تلف بلا تعد ولا تقصير لا يلزم الضمان والمال ، .... لأن يد الوكيل والرسول يد نيابة عن المؤكل . (ص/۷۸۴، المادة : ۱۴۶۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها النبي قل لأزوٰجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن شهاب عن نبهان مولى أم سلمة أنه حدثه أن أم سلمة حدثته أنها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة ، قالت : فبينا نحن عنده ، أقبل ابن أم مكتوم ، فدخل عليه ، وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب فقال رسول الله ﷺ : " احتجبا منه " ، فقلت : يا رسول الله ! أليس هو أعمىٰ لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال رسول الله ﷺ : " أفعمياوان أنتما؟ ألستما تبصرانه ؟ " . (۲/۱۰۶ ، أبواب الاستيذان)

(۲) ما في " حجة الله البالغة " : قال الإمام الشاه ولي الله : اعلم أنه لما كان الرجال يهيجهم النظر إلى النساء على عشقهنّ ، والتوجه بهنّ ، ويفعل بالنساء مثل ذلك ، وكان كثيراً ما يكون ذلك سبباً ، لأن يبتغى قضاء الشهوة منهن على غير السنة الراشدة ، كإتباع من هى فى عصمة غيره ، أو بلا نكاح ، أو غير اعتبار كفاءة ، والذى شوهد من هذا الباب يغنى عما سطر فى الدفاتر ، اقتضت الحكمة أن يسدّد هذا الباب . (۲/۲۱۹ ، سدّ باب الفساد الجنسي)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة كمسه ، وإن أمن الشهوة لأنه أغلظ . (۲/۷۲ ، باب شروط الصلاة)=

صابون اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

مسئلہ (۵۴۵): آج کل بہت سی صابون اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ بنانے والی کمپنیاں خنزیر کے بعض مادے، مثلاً: چربی وغیرہ کا استعمال کرتی ہیں، اور ان اشیاء کو عوام استعمال بھی کرتی ہے، اس سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ جب صابون یا ٹوتھ پیسٹ بنالیا جاتا ہے، تو یہ ناپاک مادّے کیمیاوی ترکیب کے ذریعے اپنی اصل ماہیت سے تبدیل کر لیے جاتے ہیں، اور اُن کا اصل مادّہ ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اس کا استعمال کرنا اور بیچنا درست ہے۔ (۱)

=(۳) ما في " جامع الترمذي " : " لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان " .
(۱/ ۲۲۰ ، باب كراهية الدخول على المغيبات)

ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله ، عن النبي ﷺ : " المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان " . (۱/ ۲۲۲ ، كتاب الطلاق) (فتاوی محمودیہ: ۳/ ۳۷۹، ۳۸۰، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : بعض أنواع الصابون الذي يصنع من شحم الخنزير بعد تغيير تركيبها الكيميائى وصفاتها حيث تتحقق عملية الاستحالة وبذلك يصبح الصابون المنتج من الخنزير أو الميتة طاهراً حلالاً وهذا ما صدرت به فتوى من الندوة الفقهية الطبية الثامنة (السابقة) حيث نصت على أن الصابون الذى ينتج من استحالة شحم الخنزير أو الميتة يصير طاهراً بتلك الاستحالة ويجوز استعماله . (ص/ ۲۵۱)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويطهر زيت تنجّس بجعله صابوناً . به يفتى للبلوى .(در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ويطهر زيت) ثم هذه المسئلة قد فرعوها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذي عليه الفتوى ، واختاره أكثر المشائخ خلافاً لأبي يوسف كما في شرح المنية والفتح وغيرهما ، وعبارة المجتبىٰ : جعل الدهن النجس في صابون يفتى=

نل کنکشن میں موٹر لگا کر پانی نکالنا

مسئلہ (۵۴۶): آج کل گھروں میں حکومت سے منظور شدہ پانی کے نل لگوائے جاتے ہیں، مگر اس میں پانی کم آتا ہے، تو لوگ اپنی ذاتی بجلی کی موٹر لگا کر زیادہ پانی کھینچتے ہیں، اس صورت میں جن لوگوں کے پاس اپنی ذاتی موٹریں نہیں ہوتیں اُن کو پریشانی ہوتی ہے، اس طرح کا کام کرنے میں اگر حکومت کی طرف سے اجازت نہ ہو، تو یہ قانوناً وشرعاً ناجائز وحرام ہے، قانوناً اس لیے کہ حکومت نے آب نوشی کے لیے جو نل مہیا کیے ہیں، وہ سب لوگوں کو برابر برابر پانی فراہم کرنے کے لیے لگا کر دیئے ہیں، اور لوگوں نے حکومت کے اس پروگرام اور شرائط کو قبول کرتے ہوئے پانی کی لائن حاصل کی ہیں، اس لیے اب اگر کوئی شخص گورنمنٹ کی جانب سے موٹر پر پابندی کے باوجود موٹر لگا کر زیادہ پانی حاصل کرتا ہے، تو وہ اس زائد پانی لینے اور موٹر لگانے میں حکومت کے ساتھ کیے گئے معاہدہ (Treaty) کی خلاف ورزی کرنے والا ہے، جس کی بنا پر وہ قانوناً مجرم ہے [1]، اور شرعاً اس لیے کہ اس طرح کرنے سے دوسروں کو ایذا پہنچتی ہے، اور ایذائے مسلم حرام ہے [2]، نیز اس طرح پانی لینا چوری ہے، جو شرعاً وقانوناً جرم ہے [3]، اس میں اپنی جان ومال، عزت وعظمت کو خطرے میں ڈالنا بھی ہے [4]، یہ فعل قبیح اور شنیع بھی ہے، کیوں کہ اس میں بہت سارے لوگوں (صارفین جو

= بطهارته لأنه تغير والتغير يطهر عند محمد . ويفتى به للبلوى .

(۱/ ۴۵۰ ، باب الأنجاس ، البحر الرائق : ۱/ ۳۹۵ ، کتاب الطهارة ، باب الأنجاس الفتاوى الهندية : ۱/ ۴۵۱ ، الباب السابع في النجاسة) (فتاوی محمودیہ: ۱۸/ ۲۰۶، کراچی)=

پورے پیسے ادا کرکے پانی خریدتے ہیں، مگر لائن میں بجلی کی موٹر لگا کر پانی کھینچنے والے کے عمل سے وہ پانی سے محروم رہتے ہیں) کے حق میں دراندازی[۵] اور چوری کرنا لازم آتا ہے، لہٰذا اس سے احتراز لازمی وضروری ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا اَوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)
﴿واَوفوا بالعهد إن العهد كان مسئوولا﴾ . (سورة الإسراء :۳۴)
ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد اللّٰه بن عمرو ...... : " أربع من كنّ فيه كان منافقاً خالصاً ...... وإذا عاهد غدر " . متفق عليه . (ص/۱۷ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)
ما في " مرقاة المفاتيح " : وإذا عاهد غدر . أي نقض العهد ابتداء ، وقال ابن حجر : إذا خالف ترك الوفاء . (۱/۲۱۴ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)
(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد اللّٰه بن عمرو قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ، والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه " . هذا لفظ البخاري ، ولمسلم قال : إن رجلاً سأل النبي ﷺ : أي المسلمين خير ؟ قال : " من سلم المسلمون من لسانه ويده " . (ص/۱۲ ، كتاب الإيمان)
(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " ولا يسرق السّارق حين يسرق وهو مؤمن .... فإياكم إياكم " . متفق عليه .
(ص/۱۷ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)
(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولاتلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة: ۱۹۵)
ما في " روح المعاني " : واختار البلخي أنها افتحام الحرب من غير مبالاة وايقاع النفس في الحظر والهلاک . (۲/۱۱۷)
(۵) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكل من شركاء الملک أجنبي في الامتناع عن تصرف مضر في مال صاحبه لعدم تضمنها الوكالة . (ص/۳۷۰ ، كتاب الشركة)
(فتاویٰ بینات:۴/۴۴۷)

دوسرے کے پاسپورٹ پر اپنا فوٹو چسپاں کرنا

مسئلہ (۵۴۷): کسی خاص شخص کے ویزے یا پاسپورٹ پر اپنا یا کسی دوسرے کا فوٹو چسپاں کر کے ازخود بیرون ملک جانا، یا کسی دوسرے کو بھیجنا، اور اس پر خطیر رقم لینا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ معاملہ جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مشتمل ہے، اور اسلام نے ہمیں ایسی چیزوں سے منع کیا ہے، لہٰذا اس طرح کا کاروبار کرنا حرام ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰٓأيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدق يهدي إلى البرّ وإن البرّ يهدي إلى الجنة ..... وإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذاباً " . (۳۲۵/۲ ، باب قبح الكذب)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مرّ على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : " أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ؟ " ، ثم قال : " من غش فليس منا " . (۲۴۵/۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغش حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

ہوٹل کا صابون گھر لے جانا

مسئلہ (۵۴۸): ہوٹلوں میں استعمال کے لیے جو صابون وغیرہ دیئے جاتے ہیں، ان کا اپنے گھر لے جانا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ چیزیں استعمال کے لیے اباحۃً دی جاتی ہیں، نہ کہ تملیکاً، اور جو چیزیں اباحۃً دی جاتی ہیں، اُن اشیاء کا اپنے گھر لے جانا درست نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : إباحة العباد كذلک على نوعين : نوع يكون التسليط فيه على العين لاستهلاكها . ونوع يكون التسليط فيه على العين للانتفاع بها فقط . **إباحة الاستهلاک** : لهذه الإباحة جزئيات كثيرة نكتفي منها بما يأتي : الولائم بمناسباتها المتعددة والمباح فيها الأكل والشرب دون الأخذ . (۱/۱۳۲، إباحة)

كتاب اللباس والزينة

☆......لباس اورزیب وزینت کے مسائل......☆

کفار وفساق کا لباس

مسئلہ (۵۴۹): جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو، ان کا پہننا منع ہے، اور جو لباس ان کا شعار نہ ہو، اس کا پہننا جائز ہے، جیسے قمیص، علی گڑھی پاجامہ۔ اور پینٹ (پتلون) پہننے کا رَواج مسلمانوں میں بھی عام ہو چکا ہے، مگر آج بھی اُسے غیر اسلامی لباس سمجھا جاتا ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے، ہاں! اگر پتلون اتنی چست ہو کہ اس سے اعضا کی بناوٹ اور ساخت نظر آئے، تو اس کا پہننا ممنوع ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " . (ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس) (فتاوی محمودیہ:۱۹/ ۲۸۸، کراچی، احسن الفتاوی:۸/۶۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق أو بالفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ، فهو منهم ، أي في الإثم والخير . (۸/ ۲۲۲)

ما في " تكملة فتح الملهم " : فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة ، لا تقره الشريعة الإسلامية ، مهما كان جميلاً ، أو موافقاً لدور الأزياء ، وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره ، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز . (۴/ ۸۸ ، كتاب اللباس والزينة ، المكتبة الأشرفية)

ما في " رد المحتار " :أقول : مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ، ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه . (۹/ ۵۲۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

موجودہ برقع

مسئلہ (۵۵۰): آج کل عورتیں برقع یا چادر اس طرح اوڑھتی ہیں کہ ماتھے تک بال وغیرہ ڈھک جاتے ہیں، اور نیچے سے چہرہ ناک تک ڈھکا رہتا ہے، صرف آنکھیں کھلی رہتی ہیں، اس طرح کا برقع پہننا گرچہ درست ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ آنکھ کے حصہ پر ایسی جالی ہو جس سے آنکھیں نظر نہ آئیں، کیوں کہ آنکھوں ہی آنکھوں میں بھی بہت سی باتیں ہوتی اور کیجاتی ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : واختلف الناس في صورة ارخائه ، فقال ابن عباس وعبيدة السليماني : ذلک أن تلويه المرأة حتى لا يظهر منها إلا عين واحدة تبصر بها ، وقال ابن عباس أيضا وقتادة : ذلک أن تلويه فوق الجبين وتشده ، ثم تعطفه على الأنف وإن ظهرت عيناها ، لكنه يستر الصدر ومعظم الوجه ، وقال الحسن : تغطي نصف وجهها . (۱۴/۲۴۳)

ما في " روح المعاني " : واختلف في كيفية هذا التستر ، فأخرج ابن جرير ، وابن المنذر وغيرهما ، عن محمد بن سيرين قال : سألت عبيدة السلماني عن هذه الآية " يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ " فرفع ملحفة كانت عليه فتقنع بها وغطى رأسه كله حتى بلغ الحاجبين وغطى وجهه ، وأخرج عينه اليسرى من شقّ وجهه الأيسر ، وقال السدي : تغطى إحدى عينيها وجبهتها والشق الآخر إلا العين .... وفي رواية أخرى عن الحبر ، رواها ابن جرير ، وابن أبي حاتم ، وابن مردويه تغطي وجهها من فوق رأسها بالجلباب، وتبدي عيناً واحدة .... وأنت تعلم أن وجه الحرّة عندنا ليس بعورة ، فلا يجب ستره ، ويجوز النظر من الأجنبي إليه إن أمن الشهوة مطلقاً ، وإلا فيحرم ، وقال القهستاني : منع النظر من الشابة في زماننا، ولو=

عورت باپردہ گھر سے نکلے

مسئلہ (۵۵۱): اگر کسی عورت کو گھر سے باہر کسی کام سے جانا ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ بھرپور لباس اور پردہ کے ساتھ نکلے، نگاہیں نیچی رکھے، اجنبی مردوں کے ساتھ تنہائی اور اختلاط سے گریز کرے[1]، اور ضرورت پوری ہوتے ہی فوراً اپنے گھر لوٹ جائے، کیوں کہ سخت ضرورت کے موقع پر ہی عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔[2]

= بلا شهوة . (۱۲/ ۱۲۷ ، ۱۲۸)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين، وإظهار الستر والعفاف ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ . (۳/ ۴۸۶)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وستر عورته ووجوبه عام ، ولو في الخلوة على الصحيح ...... للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين ، وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال ، لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة .

(۲/ ۶۹ ، ۷۲ ، كتاب الصلاة ، مطلب في ستر العورة) (کتاب الفتاوی: ۶/ ۸۳، ۸۴، نعیمیہ)

ما في " نصب الراية " : وبدن الحرة كلها عورة إلا وجهها وكفيها ، لقوله عليه الصلاة والسلام : " المرأة عورة مستورة " . واستثناء العضوين للابتلاء بابدائهما . (۱/ ۳۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبيّ قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " :في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها على الأجنبيين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ . (۳/ ۴۸۶)=

گھر کے ملازموں سے پردہ

مسئلہ (۵۵۲): عام طور پر گھر کے اجنبی ملازموں سے گھر کی عورتیں پردہ نہیں کرتیں، جب کہ ان سے پردہ کرنا بھی فرض ہے، اس فرض سے بے توجہی کے بڑے سنگین نتائج معاشرے پر مرتب ہورہے ہیں، کہ آئے دن ملازموں کی طرف سے گھر کی عورتوں کی عصمت دری کے واقعات، اخباروں کی سرخیاں بنتے جارہے ہیں، اس لیے گھر کے اجنبی ملازموں سے پردے کا اہتمام کیا جائے۔ (۱)

=ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقل للمؤمنٰت يغضضنَ من أبصارهنّ﴾ . (سورة النور : ۳۱)
ما في " التفسير المظهري " : لا يجوز للمرأة إبداء وجهها لرجل ذي اربة غير الزوج والمحرم ، فإن عامة محاسنها في وجهها ، فخوف الفتنة في النظر إلى وجهها أكثر منه في النظر إلى سائر أعضائها ، وإن كان المراد بها مواضع الزينة فمعنى الاستثناء إلا ما ظهر منها عند الضرورات ، ضرورة الخروج لقضاء الحوائج، أو ضرورة الاستشهاد ، ونحو ذلك يدل على عدم جواز إبداء المرأة وجهها . (۶/۳۷۷)
ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أمر الله سبحانه وتعالى المؤمنين والمؤمنات بغضّ الأبصار عما لا يحل، فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ، ولا المرأة إلى الرجل ، فإن علاقتها به كعلاقته بها ، وقصدها منه كقصده منها. (۱۲/۲۲۷)
ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان " . (۱/۲۲۱)
(۲) ما في " كنز العمال " : قال عليه الصلاة والسلام : " ليس للنساء نصيب في الخروج إلا مضطرة " . (۱۶/۱۶۳)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . " الضرورة تتقدر بقدر الضرورة " . (۱/۳۰۷، ۳۰۸)

الحجة على ما قلنا :=

ملازمہ کے ساتھ خلوت

مسئلہ (۵۵۳): موجودہ دور میں عورتوں میں ملازمتوں کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، پرائیویٹ آفسوں میں عورتوں کو اپنے سیکریٹری کے طور پر رکھا جاتا ہے، اور آفس مالکان ان سے تنہائی میں خوش گپیوں میں مصروف دکھائی دیتے ہیں، جب کہ شریعتِ مطہرہ نے اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، تو ان کے ساتھ دل بہلانے اور خوش گپیوں کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے، جو شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ (۱)

=(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یٰٓأیها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنین یدنین علیهنّ من جلابیبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : في هذه الآیة دلالة علی أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبیین، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا یطمع أهل الریب فیهنّ . (۴۸۶/۳)

ما في " القرآن الکریم " : ﴿وقرن في بیوتکنّ ولا تبرّجن تبرّج الجاهلیّة الأولی﴾ .

(سورة الأحزاب : ۳۳)

ما في " مشکوٰة المصابیح " : " لعن اللّٰه الناظر والمنظور إلیه " . (ص/۲۷۰)

وفیه أیضًا : عن عقبة بن عامر رضي اللّٰه تعالی عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " إیاکم والدخول علی النساء ، فقال رجل : یا رسول اللّٰه ! أرأیت الحمو ؟ قال : الحمو الموت " .

(ص/۲۷۰ ، باب النظر إلی المخطوبة)

ما في " تبیین الحقائق " : لا یجوز النظر إلی المرأة لما فیه من خوف الفتنة ، ولهذا قال علیه الصلاة والسلام : "المرأة عورة مستورة " . " زیلعي " . (۳۹/۷) (فتاویٰ محمودیہ:۲۰۶/۱۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿قل للمؤمنین یغضّوا من أبصارهم﴾ . ﴿وقل للمؤمنٰت یغضضن من أبصارهنّ﴾ . (سورة النور : ۳۰ ، ۳۱)=

لیڈی ڈاکٹر کا نامحرموں سے پردہ

مسئلہ (۵۵۴): لیڈی ڈاکٹر کا خواہ اپنے مطب میں ہو یا کسی اسپتال میں، نامحرموں کے سامنے اپنے چہرے کو کھولنا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے اوپر کوئی ایسا نقاب ڈالے رہے، جس سے بے پردگی نہ ہو۔ (۱)

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أمر اللّٰہ سبحانه وتعالى المؤمنين والمؤمنات بغضّ الأبصار عما لا يحل، فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ، ولا المرأة إلى الرجل ، فإن علاقتها به كعلاقته بها ، وقصدها منه كقصده منها . (۲۲۷/۱۲)

ما في " جامع الترمذي " : أن النبي ﷺ قال : " لا يخلونّ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان " . (۲۲۱/۱ ، رقم الحديث : ۱۱۷۱)

ما في " الهداية " : ولا يجوز أن ينظر الرجل إلى الأجنبية إلا إلى وجهها وكفيها .... فإن كان لا يأمن الشهوة لا ينظر إلى وجهها إلا لحاجة ، لقوله عليه السلام : " من نظر إلى محاسن امرأة أجنبية عن شهوة صُبّ في عينه الآنک يوم القيامة " . فإن خاف الشهوة لم ينظر من حاجة تحرزا عن المحرم . (۴۴۲/۲ ، كتاب الكراهية)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما النظر إلى الأجنبيات فنقول : يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهنّ، وذلک الوجه والكف في ظاهر الرواية ، وإن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام ، النظر إلى وجه الأجنبية إذا لم يكن عن شهوة ليس بحرام ، لكنه مكروه . (۳۲۹/۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (فإن خاف الشهوة) أو شک (امتنع نظره إلى وجهها) فحل النظر مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام ، وهذا في زمانهم ، وأما في زماننا فمنع من الشابة ، (فإن خاف الشهوة) مقيد بعد الشهوة النظر إلى وجه الأجنبية الحرة ليس بحرام ، ولكنه يكره لغير حاجة ، وظاهره الكراهة ولو بلا شهوة . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (وإلا فحرام) أي إن كان عن شهوة حرم (وأما في زماننا فمنع من الشابة) لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة . (۴۵۱/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين =

....

....

....

....

....

=يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبين ، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ .
(۳/۴۸۶ ، باب حجاب النساء)
ما في " القرآن الكريم " :﴿وقل للمؤمنٰت يغضضن من أبصارهنّ ويحفظن فروجهنّ ولا يبدين زينتهنّ﴾ . (سورة النور : ۳۱)
ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : وقد قال ابن خويذمنداد من علمائنا : إن المرأة إذا كانت جميلة وخيف من وجهها وكفيها الفتنة فعليها ستر ذلک . (۱۲/۲۲۹ ، النور)
ما في " التفسير المظهري " : لا يجوز للمرأة إبداء وجهها لرجل ذي اربة غير الزوج والمحرم ، فإن عامة محاسنها في وجهها ، فخوف الفتنة في النظر إلى وجهها أكثر منه في النظر إلى سائر أعضائها . (۶/۳۷۷ ، سورة النور)
ما في " سنن أبي داود " : عن أم سلمة قالت : "كنت عند رسول اللّٰه ﷺ وعنده ميمونة ، أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه ، وذلک بعد أمرنا بالحجاب ، فقال رسول اللّٰه ﷺ : احتجبا منه ، فقلنا : يا رسول اللّٰه ﷺ ! أليس هو أعمى لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال النبي ﷺ: "أفعمياوان أنتما؟ ألستما تبصرانه؟ " . (ص/۵۶۸ ، باب في قوله تعالى : وقل للمؤمنٰت الخ)
ما في " رد المحتار " : وفي شرح الكرخي : النظر إلى وجه الأجنبية الحرة ليس بحرام ، ولكنه يكره لغير حاجة ، وظاهره الكراهة ولو بلا شهوة ، قوله : (وإلا فحرام) أي إن كان عن شهوة ، قوله : (وأما في زماننا فمنع من الشابة) لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة .
(۹/۴۵۱ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

گھر کی خادماؤں سے پردہ

مسئلہ (۵۵۵): بہت سے گھروں میں اجنبیہ عورتوں کو ملازمہ اور خادمہ کی حیثیت سے رکھا جاتا ہے، وہ عام طور پر پردہ کرنے میں بے احتیاطی برتتی ہیں کہ کبھی سر کھلا ہوتا ہے، تو کبھی آستین چڑھی ہوتی ہے، اور گھر کے مرد اُن سے پردہ نہیں کرتے، جب کہ ان سے پردہ کرنا بھی ضروری ہے[1]، اسی طرح ان خادماؤں پر بھی لازم ہے کہ کام کرتے وقت اوڑھنی کو نہ اتاریں، آستین کو نہ چڑھائیں، تاکہ وہ گناہ سے بچ جائیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم﴾ . (سورة النور : ۳۰)

ما في " روح المعاني " : ثم إن غضّ البصر عما يحرم النظر إليه واجب ، ونظرة الفجاء ة التي لا تعمد فيها معفو عنها. (۲۰۴/۱۰)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال ابن عطية : ويظهر لي بحكم ألفاظ الآية أن المرأة مامورة بأن لا تبدي ، وإن تجتهد في الإخفاء لكل ما هو زينة ، ووقع الاستثناء فيها يظهر بحكم ضرورة حركة فيما لا بد منه ، أو إصلاح شان ونحو ذلك . (ما ظهر) على هذا الوجه مما تؤدي إليه الضرورة في النساء ، فهو المعفو عنه ...... قال ابن عباس : ..... ظاهر الزينة هو الكحل والسّوار والخضاب إلى نصف الذراع والقرطة والفتخ ، ونحو هذا فمباح أن تبديه المرأة لكل من دخل عليها من الناس . (۲۲۹/۱۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا يبدين زينتهنّ إلا ما ظهر منها﴾ . (سورة النور : ۳۱)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : ﴿ولا يبدين زينتهنّ إلا لبعولتهنّ﴾ والزينة التي تبديها لهولاء قرطاها ، وقلادتها ، وسوارها ، فأما خلخالها ونحوها وشعرها فإنها لا تبديه إلا لزوجها. (۷۶/۵)=

....

....

....

....

....

....

=ما في " مراسيل أبي داود " : عن قتادة أن النبي ﷺ قال : " إن الجارية إذا حاضت لم يصلح أن يرى منها إلا وجهها ويداها إلى المفصل " . (ص/۱۸ ، كتاب اللباس)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أن لا تخرج لعملها متبرّجة متزيّنة بما يثير الفتنة ، قال ابن عابدين : وحيث أبحنا لها الخروج ، فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما يكون داعية لنظر الرجال والاستمالة . [۷/۸۴ ، انوثة] ..... ومع ذلك فالإسلام لا يمنع المرأة من العمل ، فلها أن تبيع وتشتري ..... وليس لأحد منعها من ذلك ما دامت مراعية أحكام الشرع وآدابه ، ولذلك أبيح لها كشف وجهها وكفيها ، قال الفقهاء : لأن الحاجة تدعو إلى إبراز الوجه للبيع والشراء ، وإلى إبراز الكفّ للأخذ والإعطاء . (۷/۸۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن بريدة ، عن أبيه رفعه قال : " يا علي ! لا تتبع النظرة النظرة ، فإن لك الأولى ، وليس لك الآخر ة " .

(۳/۵۲۷ ، رقم الحديث : ۲۷۷۷ ، في نظر الفجاء ة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : ومعنى نظر الفجاء ة أن يقع بصره على الأجنبية من غيرقصد ، فلا إثم عليه في أول ذلك ، ويجب أن يصرف بصره في الحال ، فإن صرف في الحال فلا إثم عليه ، وان استدام النظر أتم لهذا الحديث، فإنه ﷺ أمره بأن يصرف بصره مع قوله تعالى : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم﴾ . (۱۰/۸ ۲۰ ، كتاب الآداب ، باب نظر الفجاء ة)

ما في " الهداية " : عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يباح النظر إلى ذراعيها أيضاً ، لأنه قد يبدو منها عادة . (۴/۴۴۲ ، كتاب الكراهية)

(جدید مسائل کاحل:ص/۴۱۳،امداد الفتاوی:۴/۲۰۰،اصلاحِ خواتین:ص/۳۵۳)

محارم کے سامنے آدھی آستین کا قمیص

مسئلہ (۵۵۶): گھر میں عورت کے لیے اپنے محارم کے سامنے آدھی آستین کی قمیص پہننے میں کوئی حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ ایسی قمیص نہ پہنے، کیوں کہ اس میں بے پردگی کا احتمال ہے(۱)، گھر کے باہر آدھی آستین والی قمیص پہن کر نکلنا، یا گھر میں غیر محارم کے سامنے آدھی آستین والی قمیص پہن کر آنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا يبدين زينتهنّ إلا لبعولتهنّ﴾ الآية . (سورة النور : ۳۱)

ما في " التفسير المظهري " : وأباح لهم أن ينظروا منهنّ ما يبدو عند المحنة والخدمة ، وهو الوجه والرأس والصدر والساقان والعضدان . (۳۸۹/۶)

ما في " الهداية " : وينظر الرجل من ذوات محارمه إلى الوجه والرأس والساقين (والذراع والكف والقدم) ولا ينظر إلى ظهرها وبطنها وفخذها ، والأصل فيه قوله تعالى : ﴿ولا يبدين زينتهنّ﴾ . (۴۶۱/۴ ، كتاب الكراهية)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : وقد قال ابن خويذمنداد من علمائنا : أن المرأة إذا كانت جميلة ، وخيف من وجهها وكفيها الفتنة ، فعليها ستر ذلک . (۲۲۹/۱۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية تدل على أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبيين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ .

(۴۸۶/۳ ، باب حجاب النساء)

عورت کا مرد ڈاکٹر سے علاج کروانا

مسئلہ (۵۵۷): اگر کسی ہسپتال میں بآسانی لیڈی ڈاکٹر مل جائے، یا سخت ضروت نہ ہو، تو عورت کے لیے مرد ڈاکٹر سے مستور اعضاء کا علاج کروانا جائز نہیں، لیکن اگر لیڈی ڈاکٹر نہ ہو اور ضرورت، ضرورتِ شدیدہ ہو، تو پھر عورت کے لیے مرد ڈاکٹر سے مستور اعضاء کا علاج کرانے کی گنجائش ہے، اور اس صورت میں بھی بقدرِ ضرورت ہی ستر کھولنے کی اجازت ہے، نیز مرد ڈاکٹر کو بھی چاہیے کہ وہ حتی الامکان غیر ضروری مقام پر نگاہ نہ پڑنے دیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : امرأة أصابتها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه ، لا يحل أن ينظر إليهما ، لكن تعلم امرأة تداويها ، فإن لم يجدوا امرأة تداويها ولا امرأة تتعلم ذلک إذا علمت ، وخيف عليها البلاء والوجع أو الهلاک ، فإنه يستر منها کل شيء إلا موضع تلک القرحة ، ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن ذلک الموضع ، ولا فرق في هذا بين ذوات المحارم وغيرهنّ ، لأن النظر إلى العورة لا يحل بسبب المحرمية. (۳۳۰/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر الخ)

ما في " رد المحتار " : إذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر إليه عند الدواء لأنه موضع ضرورة، وإن كان في موضع الفرج ، فينبغي أن يعلم امرأة تداويها ، فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلک أو يصيبها وجع لا تحتمله يستروا منها کل شيء إلا موضع العلة ، ثم يداويها الرجل ، ويغضّ بصره ما استطاع إلا عن موضع العلة ، ثم يداويها الرجل ويغضّ بصره ما استطاع إلا عن موضع الجرح . (۴۵۳/۹ ، الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

ما في " ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر " : ويحرم النظر إلى العورة إلا عند الضرورة كالطبيب أي له النظر إلى موضع النظر ضرورة ، فيرخص له احياء لحقوق الناس ودفعاً =

سونے، چاندی یا ریشمی کام والی ٹوپی یا جوتی

مسئلہ (۵۵۸): ایسی ٹوپی، جوتی یا کپڑا جس میں خالص سونے (زری)، چاندی یا ریشم سے کام کیا گیا ہو، مردوں کے لیے اُن کا استعمال جائز نہیں ہے، ہاں! اگر عرض میں چار انگل سے کم ہو، تو پھر اس کا استعمال درست ہے۔ (۱)

=لحاجتهم. (۱۹۹/۴، کتاب الکراهیة، فصل في النظر ونحوه)

ما في " تبیین الحقائق ": وفي النظر الطبیب إلی موضع المرض ضرورة فیرخص لهم احیاء لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم، فصار کنظر الختان والخافضة .... وینبغي للطبیب أن یعلم امرأة إن أمکن، لأن نظر الجنس أخف، وإن لم یمکن ستر کل عضو منها سوی موضع المرض ثم ینظر ویغضّ بصره عن غیر ذلک الموضع ما استطاع، لأن ما ثبت للضرورة یتقدر بقدرها. (۴۰/۷، کتاب الکراهیة، فصل في النظر واللمس)

(کذا في الدر المنتقی في شرح الملتقی مع المجمع: ۱۹۹/۴، فصل في النظر ونحوه)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجیم ": " الضرورات تبیح المحظورات ". " ما أبیح للضرورة یتقدر بقدرها ". (۳۰۷/۱. ۳۰۸)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " القرآن الکریم ": ﴿اولٰئک لهم جنّٰت عدن تجري من تحتهم الأنهٰر یُحلّون فیها من أساور من ذهب ویلبسون ثیاباً خضراً من سندس واستبرق﴾. (سورة الکهف: ۳۱)

ما في " الدر المنثور ": وأخرج النسائي والحاکم عن عقبة بن عامر، أن رسول اللّٰه ﷺ کان یمنع أهل الحلیة والحریر، ویقول: " إن کنتم تحبّون حلیة الجنة وحریرها فلا تلبسوهما في الدنیا ". (۴۰۱/۴)

ما في " جامع الترمذي ": عن أبيموسی الأشعري رضي اللّٰه عنه، أن رسول اللّٰه ﷺ قال: " حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور أمتي وأحل لإناثهم ". (۵۷۵/۲)

ما في " العرف الشذي شرح الترمذي ": قال الحنفیة: ویجوز الحریر للرجال قدر أربع أصابع، والعبرة لأصابع اللابس، ولبس الثوب الذي لحمته وسداه حریر حرام، والذي =

....

....

....

....

....

=لحمته غير حرير جائز ، والعكس غير جائز ، ولو كان الحرير مطرزاً فكذلك التفصيل ، الطراز السنجاف والمنسوج (كشيده) إن كان مفرقاً وقدراً زائداً على أربعة أصابع فلا يجوز .... والنعل المزركش إن كان مقفرقاً فلا يجوز ، وإلا فيجوز .

(۲۴۸/۳ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في الحرير والذهب ، رقم الحديث : ۱۷۲۰)

(كذا في عارضة الأحوذي : ۱۶۳/۷ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في الحرير والذهب)

ما في " رد المحتار " : وفي الفتاوى الهندية : يكره أن يلبس الذكور قلنسوة من الحرير أو الذهب أو الفضة أو الكرباس الذي خيط عليه إبريسم كثير أو شيء من الذهب أو الفضة أكثر من قدر أربع أصابع اهـ . وبه يعلم حكم العرقية المسماة بالطاقية ، فإذا كانت منقشة بالحرير وكان أحد نقوشها أكثر من أربع أصابع لا تحل ، وإن كان أقل تحلّ ، وإن زاد مجموع نقوشها على أربع أصابع بناء على ما مر من أن ظاهر المذهب عدم جمع المتفرق .

(۴۳۱/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(الفتاوى الهندية : ۳۳۲/۵ ، الباب التاسع في اللبس وما يكره من ذلك وما لا يكره)

ما في " مجمع الأنهر " : ويحل للنساء لبس الحرير ، ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم ..... قوله : (كالعلم) أي في عرض الثوب ، فلو في طوله كره .

(۱۹۲/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفيه المرخص العلم في عرض الثوب ، قلت : ومفاده أن القليل في طوله يكره . انتهى . قال المصنف : وبه جزم ملا خسرو ، وصدر الشريعة ، لكن اطلاق الهداية وغيرها يخالفه . (۲۳۸/۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(جدید مسائل کاحل :ص/۳۹۳،فتاوی محمودیہ:۳۰۴/۱۹،کراچی)

کشتی نما ٹوپی

مسئلہ (۵۵۹): کشتی نما گاندھی ٹوپی ہندوستان میں زمانۂ دراز سے مستعمل ہے، تحریکِ آزادی کے زمانہ میں اس کا نام گاندھی ٹوپی رکھ لیا گیا، اس ٹوپی کا پہننا جائز ہے، محض اس کا نام ''گاندھی ٹوپی'' ہوجانے سے اس کا پہننا ناجائز نہیں ہوگا[1]، حدیث پاک میں غیروں کی مشابہت سے جو منع کیا گیا، اس سے مراد ایسی مشابہت ہے، جو اس غیر قوم کے ساتھ مخصوص ہو، یا وہ اس قوم کا شعار ہو، اور اِس نیت سے اُسے اختیار کیا جائے کہ وہ ان کے مشابہ ہوجائے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ . (البقرة : ۲۹)
ما في '' جامع الترمذي '' : عن سلمان (رضي الله عنه) قال : سئل رسول الله ﷺ عن السمن والجبن والفراء ، فقال : '' الحلال ما أحل الله في كتابه ، والحرام ما حرم الله في كتابه ، وما سكت عنه فهو مما عفا عنه '' . (۱/۳۰۳ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في لبس الفراء ، قديمي)
ما في '' تحفة الأحوذي شرح الترمذي '' : قال القاضي الشوكاني في '' إرشاد السائل إلى أدلة المسائل'' بعد ما أثبت ان كل ما في الأرض حلال إلا بدليل . (۵/۳۹۷ ، في لبس الفراء)
ما في '' الأشباه والنظائر لإبن نجيم '' :'' الأصل في الأشياء الإباحة ، حتى يدل الدليل على عدم الإباحة '' . (۱/۲۵۳)

(۲) ما في '' سنن أبي داود '' : قال رسول الله ﷺ : '' من تشبّه بقوم فهو منهم '' .(ص/۵۵۹)
ما في '' مرقاة المفاتيح '' : أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ...... قال الطيبي : هذا عام في الخلق والخلق والشعار . (۸/۲۲۲ ، كتاب اللباس)

موجودہ لباس شریعت کی روشنی میں

مسئلہ(۵۶۰): لباس کے بارے میں شریعت کی تعلیمات بڑی معتدل ہیں، شریعت نے کسی مخصوص لباس کو متعین نہیں کیا، البتہ لباس کی حدود مقرر کی ہیں، جو لباس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ لباسِ شرعی کہلائے گا، وہ حدود یہ ہیں:

(۱) لباس اتنا چھوٹا اور باریک اور چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔(۱)

(۲) لباس ایسا نہ ہو جس میں کفار وفساق کے ساتھ مشابہت ہو۔(۲)

(۳) لباس سے تکبر وتفاخر، اسراف وتنعم مترشح نہ ہوتا ہو، ہاں اسراف وتنعم اور نمائش سے بچتے ہوئے اپنا دل خوش کرنے کے لیے قیمتی لباس پہننا جائز ہے۔(۳)

(۴) مرد کی شلوار، تہبند اور پاجامہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو۔(۴)

(۵) مرد کا لباس اصلی ریشم کا نہ ہو، کیوں کہ وہ حرام ہے۔(۵)

(۶) مرد ''زنانہ'' اور عورتیں ''مردانہ'' لباس نہ پہنیں۔(۶)

(۷) خالص سرخ رنگ کا لباس پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے، البتہ کسی اور رنگ کی آمیزش ہو، یا سرخ دھاری دار ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔(۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : قوله تعالى : ﴿يٰبني آدم قد أنزلنا عليكم لباسًا يواري=

....

= سواٰتكم وريشًا ولباس التقوى ذلك خير﴾ . (سورة الأعراف : ٢٦)

(٢) ما في " سنن أبي داود " : قوله عليه السلام : (عن ابن عمر) " من تشبه بقوم فهو منهم " .

(ص/٥٥٩ ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة)

(٣) ما في " كنز العمال " : قوله عليه السلام : (عن عمرو بن شعيب عن جده) " كلوا وتصدقوا والبسوا من غير مَخِيلةٍ ولا تسرفوا فإن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده " .

(٦/٢٧٤ ، رقم الحديث :١٧١٩٣ ، كتاب الزينة والتجمل ، الباب الأول في الترغيب فيه ، سنن النسائي :٢/٤١ ، رقم الحديث :٢٣٤٠ ، كتاب الزكاة ، الاختيال في الصدقة)

ما في " مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر " : وعن النبي ﷺ : " أنه نهى عن الشهرتين ؛ وهو ما كان في نهاية النفاسة ، وما كان في نهاية الخساسة ، وخير الأمور أوساطها " .

(٤/ ١٩١ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(٤) ما في سنن أبي داود " : عن سالم بن عبد الله عن أبيه قال : قال رسول الله ﷺ : " من جرّ ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيمة " . وقال أيضًا : " وإياك وإسبال الإزار فإنها من المخيلة وإن الله لا يحب المخيلة " . (ص/٥٦٤ ، كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار)

(المسائل المهمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ :۱/۱۴۳،طبع چہارم)

(٥) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن زرير أنه سمع علي بن أبي طالب يقول : " إن نبي الله ﷺ أخذ حريرًا فجعله في يمينه وأخذ ذهبا فجعله في شماله ثم قال : إن هذين حرام على ذكور أمتي " . (ص/٥٦١ ، كتاب اللباس ، باب في الحرير للنساء)

ما في " مجمع الأنهر " : ويحل للنساء لبس الحرير ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم . (٤/١٩٢ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(٦) ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال " . رواه البخاري .

(ص/٣٨٠ ، كتاب اللباس، باب الترجل ، الفصل الأول)

(٧) ما في " مجمع الأنهر والدر المنتقى " : (ويكره) الثوب (الأحمر والمعصفر) للرجال ، لأنه عليه السلام نهى عن لبس الأحمر والمعصفر . مجمع الأنهر. قوله : (ويكره) تحريمًا للرجال (الأحمر والمعصفر) . الدر المنتقى . (٤/١٩٢ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللباس)

نیکر پہن کر فوجی مشق

مسئلہ (۵۶۱): پی، اے، ایف (P.A.F) میں ملازمین نیکر پہن کر پی ٹی (فوجی مشقیں) کرتے ہیں، جس میں ران وغیرہ برہنہ ہوتی ہیں، جب کہ قرآن وحدیث اور فقہاء کرام کی عبارتوں سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمانوں کے لیے سترِ عورت فرض ہے، مردوں کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک، اور عورت کے لیے پورا بدن ستر ہے، سوائے چہرہ، ہتھیلی اور قدم کے، لہٰذا فوجی مشق کرتے وقت ستر کا خیال رکھنا ضروری ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني اٰدم قد أنزلنا عليكم لباسًا يواري سواٰتكم وريشًا﴾ .

(سورة الأعراف : ۲۶)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال كثير من العلماء : هذه الآية دليل على وجوب ستر العورة .... ولا خلاف بين العلماء في وجوب الستر العورة عن أعين الناس .... وقال أبوحنيفة : الركبة عورة ، وهو قول عطاء . (۱۸۲/۷)

ما في " أحكام القرآن لمفتي عبد الشكور الترمذي " : وقد اتفقت الأمة على معنى ما دلت عليه الآية ، من لزوم فرض ستر العورة ، ووردت به الآثار عن النبي ﷺ ، منها حديث بهز بن حكيم عن أبيه ، عن جده قال : قلت : يا رسول الله ! عورتنا ما نأتي منها وما نذر ؟ قال : "احفظ عورتک إلا من زوجتک أو ما ملکت يمينک " . قلت : يا رسول الله ﷺ ! فإذا كان أحدنا خالياً ؟ قال : " فإن الله أحق أن يستحى منه " . وروى أبو سعيد الخدري عنه عليه السلام أنه قال : " لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة " . وقد روي عنه ﷺ أنه قال : " ملعون من نظر إلى سوأة أخيه " . قال تعالى : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم ، وقل للمؤمنٰت يغضضن من أبصارهنّ﴾ ، يعني عن العورات ، إذ لا خلاف في=

شرٹ ونیکر پہن کر کھیلنا

مسئلہ (۵۶۲): بہت سے کھیل ایسے ہوتے ہیں جنہیں کھلاڑی صرف شرٹ و نیکر پہن کر کھیلتے ہیں، جیسے ہاکی، ٹینس، بیڈمنٹن، باسکٹ بال وغیرہ، اور کچھ کھیل ایسے ہیں جنہیں صرف نیکر پہن کر کھیلا جاتا ہے، اور باقی پورا جسم برہنہ ہوتا ہے، اس طرح کے کھیل شرعاً ممنوع ہیں، کیوں کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک، اور عورت کا ستر، سوائے چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور قدم کے، پورا بدن ہے، جن کا چھپانا ہر حال میں فرض ہے، اسی طرح ایسا پتلا اور تنگ لباس پہننا جس میں اعضاء مستورہ صاف نظر آتے ہوں، اور اعضاء کی ساخت نمایاں ہوتی ہو، شرعاً درست نہیں ہے۔ (۱)

= جواز النظر إلى غير العورة .... وأما المرأة الحرة فعورة كلها ، إلا الوجه والكفين ، على هذا أكثر أهل العلم . (۳/۳۲۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالى : ﴿وطفقا يخصفان عليهما من وّرق الجنة﴾ . [الأعراف] يدل على فرض ستر العورة ، لإخباره أنه أنزل علينا لباساً لنواري سوآتنا به . (۳/۳۹)

ما في " الصحيح لملسلم " : عن عبد الرحمن بن أبي سعيد الخدري ، عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال : " لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة " .

(۱/۱۵۴ ، باب تحريم النظر إلى العورات)

ما في " شرح مسلم للنووي " : وأما ضبط العورة في حق الأجانب ، فعورة الرجل مع الرجل ما بين السرة والركبة ، وكذلك المرأة مع المرأة . (۱/۱۵۴ ، تحريم النظر إلى العورات)

ما في " رد المحتار " : فالركبة عورة لرواية الدار قطني : " ما تحت السرة إلى الركبة عورة". (۹/۴۴۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)=

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن جرهد ، عن أبيه ، عن النبي ﷺ ، مر به وهو كاشف عن فخذه ، فقال النبي ﷺ: " غطّ فخذك ، فإنها من العورة " . هذا حديث حسن .

(۲/۱۰۷ ، أبواب الآداب ، باب ما جاء أن الفخذ عورة) (فتاوی حقانیہ:۲/۴۲۵،۴۲۶)=

....

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني آدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سوآتكم وريشاً ، ولباس التقوى ذلك خير﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : يدل على فرض ستر العورة ، لإخباره أنه أنزل علينا لباساً لنواري سوآتنا به . (۳/ ۳۹ ، مكتبة شيخ الهند بديوبند)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ . (سورة الأعراف : ۳۱)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي سعيد الخدري عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال : " لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة ، ولا يفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد ، ولا تفضي المرأة إلى المرأة في الثوب الواحد " .

(۳/ ۱۴۴ ، كتاب الحيض ، تحريم النظر إلى العورات ، بيروت)

ما في " شرح مسلم للنووي " : ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۳/ ۱۴۵ ، كتاب الحيض ، تحريم النظر إلى العورات)

ما في " تكملة فتح الملهم " : فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة ، لا تقره الشريعة الإسلامية ، مهما كان جميلاً ، أو موافقاً لدور الأزياء ، وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره ، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز . (۴/ ۸۸ ، كتاب اللباس والزينة ، المكتبة الأشرفية)

(جدید مسائل کا حل: ص/ ۴۰۲، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۷/ ۳۳۵، ۳۳۶، قدیم)

خواتین کی ملازمت

مسئلہ (۵۶۳): یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام خاندانی نظام کے استحکام کو بڑی اہمیت دیتا ہے، چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر اس نے مردوں وعورتوں کی ذمہ داریوں میں تقسیم کار سے کام لیا ہے کہ گھر سے باہر کی ذمہ داریاں- جن میں کسبِ معاش کی تگ ودو بھی داخل ہے- مردوں سے متعلق ہوں گی، اور گھر کے اندر اُمور عورتوں سے متعلق ہوں گے، یہ وہ بہترین تقسیم کار ہے، جو مسلم معاشرہ میں آج بھی بڑی حد تک خاندانی استحکام کو باقی رکھے ہوئے ہے؛ اس لیے کسبِ معاش بنیادی طور پر مردوں کی ذمہ داری ہے نہ کہ عورتوں کی، عورتوں کو بلا ضرورت آزادی وترقی کے نام پر کسبِ معاش پر مجبور کردینا ایک سماجی ظلم ہے، کہ عورتیں بچوں کی پرورش ونگہداشت اور امورِ خانہ داری وغیرہ اپنے منصبی فرائض بھی انجام دیں، اور اس دوڑ دھوپ میں بھی مردوں کی شریک ہوں۔

عام حالات میں شریعت نے خواتین پر کسبِ معاش کی ذمہ داری تو نہیں رکھی ہے؛ لیکن بحالتِ مجبوری (کسی ایسے شخص کا موجود نہ ہونا جو اس کی اور اس کے بچوں کی نفقہ برداری کرسکے)[۲]، شرعی حدود میں رہتے ہوئے عورت کے لیے

کسبِ معاش مباح ہے۔ شرعی حدود یہ ہیں:

(۱) شرعی پردہ کی مکمل رعایت ہو۔[۳] (۲) خوشبو کے استعمال سے پرہیز ہو۔[۴] (۳) لباس مردوں کے لیے باعثِ کشش نہ ہو۔[۵] (۴) مردوں کے

ساتھ اختلاط نہ ہو۔(٦) (٥) اجنبی مردوں کے ساتھ تنہائی کی نوبت نہ آئے۔(٧)

(٦) شوہر اور بچوں کے حقوق سے بے اعتنائی نہ ہو۔(٨)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ٢)
ما في " تفسير ابن كثير " : يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة .... وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم . (١/٤٧٨ ، سورة المائدة)
(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطُرّ في مخمصة غير متجانف لإثم﴾ . (المائدة : ٣)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . (١/٣٠٧)
(٣) ما في " القرآن الكريم " :﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ٥٩)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ .
(٣/٤٨٦ ، باب حجاب النساء)
(٤) ما في " الصحيح لمسلم " : عن زينب امرأة عبد الله قالت : قال لنا رسول الله ﷺ : " إذا شهدت إحداكنّ المسجد فلا تمسّ طيباً " .

(١/١٨٣ ، كتاب الصلاة ، باب خروج النساء إلى المساجد الخ)
(٥) ما في " فتح الملهم مع التكملة " : قوله : (فلا تطيب تلك الليلة) الخ : أي : لا تمسّ طيبًا، ويلتحق بالطيب ما في معناه ، لأن سبب المنع فيه من تحريك داعية الشهوة ، كحسن الملبس والحلي الذي يظهر، والزينة الفاخرة ، وكذا الاختلاط بالرجال .
(٣/٣٩٣ ، كتاب الصلاة ، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة وإنها لا تخرج مطيبة ، تحت الرقم : ٩٩٦ ، دار احياء التراث العربي بيروت)
(٦ – ٧) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " لا يخلونّ رجل بامرأة إلا مع ذي رحم محرم " . (٢/٧٨٧ ، باب لا يخلونّ رجل بامرأة)=

تبلیغ دین کے لیے عورتوں کا ٹی وی پر آنا

مسئلہ (۵۶۴): عورتوں کا تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کی خاطر ٹی وی پر آنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ قرآن وحدیث میں عورتوں کو لزومِ بیت اور پردہ کی تاکید فرمائی گئی ہے[۱] حتی کہ عورت کی آواز کو بھی پردہ بتایا گیا ہے۔[۲]

=ما في " نصب الراية " : قوله عليه السلام : " لا يخلونّ رجل بامرأة ليس منها بسبيل ، فإن الشيطان ثالثهما". (۴/۵۵۲ ، كتاب الكراهية)

ما في " صحيح البخاري " : عن عقبة بن عامر أن رسول الله ﷺ قال : " إياكم والدخول على النساء " . فقال رجل من الأنصار : يا رسول الله ! أفرأيت الحمو ؟ قال : " الحمو الموت " . (۲/۷۸۷ ، كتاب النكاح ، باب لا يخلونّ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما شيطان ، جامع الترمذي : ۱/۲۲۱ ، أبواب الطلاق)

(۸) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " ألا كلكم راع ، وكلكم مسؤل عن رعيته .... والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وهي مسؤلة عن رعيتها " . (۱/۱۲۲ ، الصحيح لمسلم :۲/۱۳۲)

(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے :ص/ ۱۶۸، ۱۶۹، خواتین کی ملازمت، اٹھارہواں فقہی سمینار مدورائی، چنئی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقرن في بيوتكنّ ولا تبرّجن تبرّج الجاهلية الأولى﴾ . (الأحزاب : ۳۳)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : وأخرج البزّار عن أنس رضي الله عنه : جئن النساء إلى رسول الله ﷺ فقلن : يا رسول الله ﷺ ! ذهب الرجال بالفضل والجهاد في سبيل الله ، فما لنا عمل ندرک فضل المجاهدين في سبيل الله ؟ فقال : " من قعدت منكنّ في بيتها فإنها تدرک عمل المجاهدين في سبيل الله " . (۵/۳۷۴)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)=

....

=ما في " الدر المنثور " : وأخرج ابن جرير ، وابن حاتم وابن مردويه ، عن ابن عباس في هذه الآية قال : " أمر اللّٰه نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهنّ في حاجة أن يغطين وجوههنّ من فوق رؤوسهن بالجلابيب ، ويبدين عيناً واحدة " . (۵/۴۱۵)

ما في " روح المعاني " : ومِنْ للتبعيض ، ويحتمل ذلک على ما في الكشاف وجهين : أحدهما أن يكون المراد بالبعض واحداً من الجلابيب ، وإدناء ذلک عليهنّ أن يلبسنه على البدن كله ، وثانيهما أن يكون المراد بالبعض جزءً منه وإدناء ذلک عليهنّ أن يتقنعن فيسترن الرأس والوجه بجزء من الجلباب مع إرخاء الباقي على بقية البدن . (۱۲/۱۳۸)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرضٌ﴾ قيل : فيه أن لا تلين القول للرجال على وجه ، يوجب الطمع فيهنّ من أهل الريبة ، وفيه الدلالة على أن ذلک حكم سائر النساء في نهيهنّ عن إلانة القول للرجال على وجه يوجب الطمع فيهنّ ، ويستدل به على رغبتهنّ فيهم ، والدلالة على أن الأحسن بالمرأة أن لا ترفع صوتها بحيث يسمعها الرجال ، وفيه الدلالة على أن المرأة منهية عن الأذان ، وكذلک قال أصحابنا : وقال اللّٰه تعالى في آية أخرى : ﴿ولا يضربن بأرجلهنّ ليعلم ما يُخفين من زينتهنّ﴾ [سورة النور : ۳۱] فإذا كانت منهية عن اسماع خلخالها ، فكلامهما إذا كانت شابة تخشى من قبلها الفتنة أولى بالنهي عنه . (۳/۴۷۱)

ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : قال عبد اللّٰه : " احبسوا النساء في البيوت ، فإن النساء عورة ، وأن المرأة إذا خرجت من بيتها استشرفها الشيطان ، وقال لها : إنک لا تمرين بأحد إلا أعجب بک " . (۹/۱۰۵ ، كتاب النكاح ، رقم الحديث : ۱۸۰۰۶)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وقيل : إنها ذات عورة ، والمعنى أن المرأة يستقبح بروزها وظهورها ، فإذا خرجت أمعن النظر إليها ليغويها ويغوي غيرها بها فيوقعها ، أو أحدهما في الفتنة ، أو يريد بالشيطان شيطان الأنس من أهل الفسق ، أي إذا رأوها بارزةً استشرفوها بمثابة الشيطان في نفوسهم من الشر ، ويحتمل أنه رآها الشيطان فصارت من الخبيثات بعد أن كانت من الطيبات . (۶/۲۵۷ ، النظر إلى المخطوبة وبيان العورات ، رقم : ۳۱۰۹)

ما في " رد المحتار " : (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة=

آڑی مانگ نکالنا

مسئلہ (۵۶۵): مسلمانوں میں آڑی مانگ نکالنے کا رواج گمراہ قوموں کی تقلید سے ہوا ہے، لہٰذا اس کو ترک کرنا واجب ہے، مانگ سیدھی نکالنی چاہیے، کیوں کہ حدیث شریف سے حضور ﷺ کا سیدھی مانگ نکالنا ثابت ہے، اور جن امور میں رسول کریم ﷺ نے مرد اور عورت کے احکام میں فرق نہیں فرمایا، ان میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ (۱)

= بل (لخوف الفتنة) كمسّه . الدر المختار . قوله : (بل لخوف الفتنة) أي الفجور بها . "قاموس" . أو الشهوة ، والمعنى تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة، لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة . (۲/۷۳ ، الصلوٰة ، مطلب في النظر الى وجه الأمرد)

ما في " النهر الفائق " : وأطبق المتأخرون على أن الفتوى على منع الكل في الكل ، .... وإذا منعت عن حضور الجماعة فمنها من حضور الوعظ والاستسقاء أولى . (۱/۱۵۱)

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : ويرفع صوته بالأذان ، والمرأة ممنوعة من ذلك لخوف الفتنة . (۱/۲۷۷ ، باب الأذان) (جدید مسائل کا حل :ص/۴۰۹)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : (و) أذان (امرأة) لأنها إن خفضت صوتها أخلت بالإعلام ، وإن رفعته ارتكبت معصية ، لأنه عورة . (ص/۱۹۹ ، ۲۰۰ ، باب الأذان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوٓا إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ . (سورة هود : ۱۱۳)

ما في " روح المعاني " : أي لا تميلوا إليهم أدنى الميل .... ويشمل النهي حينئذ مداهنتهم ، وترك التغيّر عليهم مع القدر والتزيّي بزيهم . (۷/۲۳۱)

ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة قالت : " كنت إذا أردت أن أفرق رأس رسول الله ﷺ صدعتُ الفَرْقَ مِن يافوخه وأرسِلُ ناصيتَهُ بين عينيه " . (ص/۵۷۶ ، كتاب الترجل)

ما في " بذل المجهود " : صدعت الفرق أي شققت الفرق ، من يافوخه ، أي وسط رأسه .=

انگریزی بالوں کو سنت کے مطابق کرنا

مسئلہ (٥٦٦): انگریزی بالوں کو سنت کے مطابق تبدیل کرنے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ یہ مستحسن اور باعثِ اجر ہے [1]، لیکن پہلے سب بال برابر کر لیے جائیں، اس کے بعد سنت کے مطابق بال رکھے جائیں، کیوں کہ آپ ﷺ نے چھوٹے بڑے بال رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ [2]

=(٢١٥/١٠)

ما في " أشعة اللّمعات " : (صدعت) می شگافتم وشق میکردم ۔ (فرقہ) فرق اورا ۔ (عن) یافوخہ از میانہ سروے بجانب ناصیہ، وآن موضعے ست کہ می جنبد از سر طفل یعنی یک طرف خط فرق ازیں موضع می بود، وطرف دیگر نزد جبہہ محاذی ما بین دو چشم چنانکہ گفت، (وارسلت ناصیۃ بین عینیہ) در ہا میکردم ومیگزاشتم موئے سر مبارک را کہ ناصیۃ نام اوست میان دو چشم یعنی می گردانیدم طرف فرق کہ بجانب ناصیہ است محاذی ما بین دو چشم بحیثیتے کہ می بود نصف شعر ناصیہ از جانب عین آن فرق، ونصف دیگر از جانب یسار آن، ایں چنیں تفسیر کرد ایں حدیث را طیبی، پس فرق مثل راہ راست شد از میانۂ سر تا محاذی ما بین دو چشم، ولہٰذا تفسیر کرد آنرا در قاموس براہے کہ میان موئے سر بود۔
(٣/٥٧٦، کتب خانہ مجیدیہ ملتان) (فتاوی محمودیہ:١٩/٤٣٣، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ٧/١٣٣)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة (رضي الله عنه) قال : قال رسول الله ﷺ : " من تمسّک بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد " . رواه البيهقي في كتاب الزهد .
(ص/٣٠ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (من تمسّک) أي عمل (بسنتي عند فساد أمتي) أي عند غلبة البدعة والجهل والفسق فيهم (فله أجر مائة شهيد) لما يلحقه من المشقة بالعمل بها وباحيائها وتركهم لها كالشهيد المقاتل مع الكفار لاحياء الدين بل أكثر .
(١/٣٨٤ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

(٢) ما في " الصحيح لمسلم " : عن ابن عمر (رضي الله عنه) : " أن رسول الله ﷺ=

زائد بال صاف کرنا

مسئلہ(۵۶۷): اگر کسی عورت کے چہرے اور بازؤوں پر کافی گھنے بال ہوں، تو ان کو صاف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ ان بالوں کو صاف کرنا مستحب ہے۔[1]

= نهى عن القزع ، قال : قلت لنافع : وما القزع ؟ قال : يُحلَقُ بعضُ رأسِ الصبي ويُترَكُ بعض ". (۲/۲۰۳ ، كتاب اللباس ، باب كراهة القزع ، قديمي)

ما في " شرح مسلم للنووي " : قال العلماء : والحكمة في كراهته أنه تشويه للخلق ، وقيل : لأنه زيّ الشر والشطارة ، وقيل : لأنه زيّ اليهود . (۷/۲۲۷ ، كتاب اللباس ، باب كراهة القزع)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " :إذا نبت للمرأة لحية فيستحب لها حلقها ، ذكره الطيبي . (۸/۲۷۴ ، كتاب اللباس ، باب الترجل)

ما في" الموسوعة الفقهية " : يرى جمهور العلماء أنه لو نبت للمرأة لحية وشارب أو عنفقة كان لها إزالتها بالحلق . (۱۸/۱۰۰ ، حلق)

ما في" رد المحتار " : إزالة الشعر من الوجه حرام ، إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب فلا تحرم إزالته بل تستحب. (۹/۵۵۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (المتنمّصات) .... هي التي تطلب إزالة الشعر من الوجه بالمنماص أي المنقاش ، والتي تفعله نامصة ، قال النووي : وهو حرام إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب . (۸/۲۸۰ ، كتاب اللباس والترجل)

بچوں کے بال

مسئلہ(۵۶۸): بچوں کے بال انگریزی اور فیشن ایبل طریقہ پر بنانا ناجائز اور ممنوع ہے۔[1]

---

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا فتمسّکم النار﴾ .

(سورۃ هود : ۱۱۳)

ما في " التفسیر المظهري " : قال ابن عباس : أي لا تمیلوا ، والرکون المحبة والمیل بالقلب ، وقال أبو العالیة : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال السدي : لا تداهنوا الظلمة ، وقال عکرمة : لا تطیعوهم ، وقیل : لا تسکنوا إلی الذین ظلموا ، قال البیضاوي : لا تمیلوا إلیهم أدنی المیل ، فإن الرکون هو المیل الیسیر کالتزیّی بزیّهم . (۴/۴۳۰)

ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم" . (ص/۵۵۹ ، کتاب اللباس)

ما في " مرقاة المفاتیح " : أي من شبّه نفسه بالکفار مثلاً في اللباس وغیره ، أو بالفساق ، أو بالفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم ، أي في الإثم والخیر . (۸/۲۲۲)

ما في " الصحیح لمسلم " : عن عبید اللّٰه قال : أخبرني عمر بن نافع ، عن أبیه ، عن ابن عمر : " أن رسول اللّٰه ﷺ نهی عن القزع ، قال : قلت لنافع : وما القزع ؟ قال : یحلق بعض رأس الصبي ویترک بعض " . (۲/۲۰۳)

ما في" سنن أبي داود " : عن ابن عمر : أن النبي ﷺ رأی صبیاً قد حلق بعض رأسه وترک بعضه فنهاهم عن ذلک، فقال : " احلقوا کله أو اترکوه کله " . (ص/۵۷۷ ، کتاب الترجل)

ما في " رد المحتار " : ویکره القزع ، وهو أن یحلق البعض ویترک البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع . (۹/۴۹۸ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في البیع ، الفتاوی الهندیة : ۵/۳۵۷)

(امداد الفتاوی:۴/۲۲۳، فتاوی رحیمیہ:۱۰/۱۱۴)

مونچھوں کا بڑھانا

مسئلہ (٥٦٩): مونچھوں کو اس حد تک تراشنا کہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائے، سنت ہے (١)، اور مونچھوں کو نہ کاٹتے ہوئے لبوں کے نیچے تک لٹکائے رکھنا خلافِ سنت ہے، جس پر حدیث پاک میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ (٢)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فأقم وجهك للدين حنيفاً ، فطرت الله التي فطر الناس عليها﴾ . (الروم : ٣٠)

ما في " التفسير المظهري " : أن رسول الله ﷺ قال للناس يوماً : " ألا أحدّثكم بما حدثني الله في كتابه : إن الله خلق آدم وبنيه حنفاء مسلمين "...... الحديث ، بقوله ﷺ : "خمس من الفطرة ؛ ...... فذكر منها قصّ الشارب " . (٢٥/١٤)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "الفطرة خمس : الختان، والاستحداد ، وقصّ الشارب ، وتقليم الأظفار ، ونتف الإبط " .

(ص/١٠٦٦ ، كتاب اللباس ، باب تقليم الأظفار ، رقم الحديث : ٥٨٩١)

ما في " عمدة القاري " : باب قصّ الشارب : أي هذا باب في بيان سنية قصّ الشارب ، بل وجوبه ، ...... وكان ابن عمر رضي الله عنهما يحفي شاربه ، حتى ينظر إلى بياض الجلد .

(٦٦/٢٢ ، ٦٧ ، كتاب اللباس ، باب قصّ الشارب)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عمر رضي الله عنهما : " انهكوا الشوارب واعفوا اللحى " . (ص/١٠٦٧ ، رقم الحديث : ٥٨٩٣)

ما في " عمدة القاري " : قوله : (انهكوا) أي بالغوا في القصّ والهك المبالغة . (٧٣/٢٢)

ما في " فتح الباري " : واغرب القاضي أبوبكر بن العربي فقال : عندي أن الخصال الخمس المذكورة في هذا الحديث كلها واجبة ، فإن المرأ لو تركهم لم تبق صورته على صورة=

....

....

....

....

= الآدميين ، فكيف من جملة المسلمين .... والمراد بالفطرة في حديث الباب أن هذه الأشياء إذا فعلت اتصف فاعلها بالفطرة التي فطر اللّٰه العباد عليها ، وحثّهم عليها واستحبابهم ، ليكونوا على أكمل الصفات وأشرفها صورة . (١٠/٣٩٥ ، قصّ الشوارب)

ما في" تكملة فتح الملهم " : قال صاحب المفهم : في هذه الخصال محافظة على حسن الهيئة والنظافة ، وكلاهما يحصل به البقاء على أصل الكمال الخلقة التي خلق الناس عليها ، وبقاء هذه الأمور ، وترک إزالتها يشوه الإنسان ويقبحه بحيث يستقذر ويجتنب ، فيخرج مما تقتضيه الفطرة الأولى لهذا المعنى ، كذا في شرح الاحياء .(١٠/٤٩٩ ، خصال الفطرة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وقال القرطبي : قصّ الشارب أن يأخذ ما طال على الشفة بحيث لا يؤذي الآكل ، ولا يجتمع فيه الوسخ . (٨/٢٧٢ ، كتاب اللباس ، باب الترجّل)

ما في " رد المحتار " : (وفيه حلق الشارب بدعة وقيل سنة) .(در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله : وفي " أبي السعود " : عن " شرح المشارق " لإبن ملک : روى مسلم عن أنس بن مالک : وقّت لنا في تقليم الأظفار وقصّ الشارب ونتف الإبط أن لا نترک أكثر من أربعين ليلة .... قوله : (سنة) والقصّ منه حتى يوازي الحرف الأعلى من الشفعة العليا سنة بالإجماع . (٩/٤٩٧ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " جامع الترمذي " : وعن زيد بن أرقم ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " من لم يأخذ من شاربه فليس منا" . (٣/١٩٥ ، كتاب الأدب ، في قصّ الشارب ، رقم الحديث : ٢٧٦١)

ما في " أشعة اللمعات " :(من لم يأخذ من شاربه) کسے کہ نگیرد از بروت خود و پست نگرداند آنرا (فليس منا) لیس نیست آن کس از ما یعنی نیست بر سنت وطریقۂ ما۔ (٣/٥٧٤ ، كتاب اللباس ، باب الترجل)

(٢) ما في " جامع الترمذي " : عن زيد بن أرقم – أن رسول الله ﷺ قال : " من لم يأخذ من شاربه فليس منا " . (٥/٩٣، كتاب الأدب ، قص الشارب ، الرقم : ٢٧٦١، احياء التراث العربي بيروت) (جدید مسائل کاحل :ص/٤٢١، ٤٢٢)

بیوٹی سپاٹ(Beauty Spat)

مسئلہ(۵۷۰): اگر بیوٹی سپاٹ (Beauty Spat) جسم کو گدا کر کیا جائے ، مثلاً پہلے سوئی وغیرہ سے جسم کو گود کر رنگ بھرا جائے تو یہ ناجائز اور سخت حرام ہے،اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ لعنت کرے گودنے والی اور گدوانے والی پر''[1]، اگر یہی عمل نظر بد سے بچنے کے لیے کیا جائے ،تب بھی ناجائز ہے،لیکن اگر جسم کو گودے بغیر، سیاہ نقطہ وغیرہ چہرے پر لگایا جائے ،تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے[2]،اس لیے کہ یہ تغییر فی خلق اللہ میں داخل نہیں ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن مسعود قال : " لعن الله الواشمات والمستوشمات ، والمتنمّصات، والمتفلّجات للحسن ، المغيرات خلق الله تعالى " .
(ص/۲/۱۰۷۲ ، رقم الحديث: ۵۹۴۸ ، كتاب اللباس)

ما في " عمدة القاري شرح البخاري " : الواشمات جمع واشمة من الوشم وهو غرز إبرة أو مسلة ونحوهما ، في ظهر الكف أو المعصم أو الشفة ، وغير ذلک من بدن المرأة ، حتى يسيل منه الدم ، ثم يحشى ذلک الموضع بكحل أو نورة أو نيلة ، ففاعل هذا واشم وواشمة والمفعول بها موشومة ، فإن طلبت فعل ذلک فهي مستوشمة ، وهو حرام على الفاعل والمفعول بها باختيارها .... سواء في هذا كله الرجل والمرأة ، المغيرات خلق الله ، لأن ذلک كله تغيير لخلق الله تعالى . (۱۹/۳۲۵ ، تفسير القرآن ، سورة الحشر)

ما في " مرقاة المفاتيح " :واشمة : إسم فاعل من الوشم ، وهو غرز الإبرة أو نحوها في الجلد حتى يسيل الدم ، ثم حشوه بالكحل أو النبل أو النورة فيخضر ، (والمستوشمة) أي من أمر بذلک . قال النووي : وهو حرام على الفاعلة والمفعول بها . (۸/۲۸۰ ، كتاب اللباس)

ما في " رد المحتار " : والواشمة التي تشم في الوجه والذراع ، وهو أن تغرز الجلد بإبرة=

پلکیں بنوانا

مسئلہ (۱۷۵): آج کل عورتیں بیوٹی پارلر میں جا کر پلکیں بنواتی ہیں، ان کا یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ جو عورتیں پلکیں بنواتی ہیں وہ لعنتِ رسول اللہ ﷺ میں داخل ہیں۔ (۱)

= ثم يحشى بكحل أو نيل فيزرق ، والمستوشمة التي يفعل بها ذلك بطلبها . (۴۵۴/۹)

(۲) ما في" صحيح البخاري " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " العين حقٌّ ، ونهى عن الوشم " . (ص/۱۰۷۲ ، رقم الحديث : ۵۹۴۴ ، باب الواشمة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي ريحان رضي الله عنه قال : " نهى رسول الله ﷺ عن عشر : عن الوشر ، والوشم ، والنتف ، ومكامعة الرجل الرجل بغير شعار ، وعن مكامعة المرأة المرأة بغير شعار " .... الحديث . (ص/۵۶۱ ، كتاب اللباس ، باب من كرهه)

ما في " عون المعبود " : قوله : (والنتف) أي وعن نتف النساء الشعور من وجوههنّ ، أو نتف اللحية أو الحاجب ، بأن ينتف البياض منهما ، أو نتف الشعر عند المصيبة . (۶۱/۱۱)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عبد الله قال : " لعن الله الواشمات والمستوشمات ، والنامصات والمتنمّصات ، والمتفلّجات للحسن ، المغيرات خلق الله " .

(۲۰۴/۲ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " فتح الملهم " : قوله : (والنامصات) النمص نتف الشعر ، والنامصة : هي التي تنتف شعر الوجه ، كما في القاموس وتاج العروس ، والمتنمّصة من تأمر امرأة أخرى نتف الشعر عن نفسها ، وأكثر ما تفعله النساء في الحواجب وأطراف الوجه ابتغاء للحسن والزينة ، وهو حرام بنص هذا الحديث . (۱۹۵/۴ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم فعل الواصلة)

ما في " فتح الباري " : لا يجوز للمرأة تغيير شيء من خلقتها التي خلقها الله عليها بزيادة أو نقص التماس الحسن . (۴۳۸/۱۰ ، كتاب اللباس ، باب المتنمّصات ، كذا في مرقاة المفاتيح : ۲۲۷/۸ ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

کان چھدوانا

مسئلہ (۵۷۲): بالی وغیرہ پہننے کے لیے لڑکیوں کے کان چھدوانا جائز ودرست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : تنبيه : لا بأس بكيّ البهائم للعلامة ، وثقب أذن الطفل من البنات ، لأنهم كانوا يفعلونه في زمن رسول الله ﷺ من غير إنكار .

(۵۵۸/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)

ما في " الفتاوى الهندية " :ولا بأس بثقب آذان الأطفال من البنات ، لأنهم كانوا يفعلون ذلک في زمان رسول الله ﷺ من غير انكار . (۳۵۷/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء ، البحر الرائق : ۳۷۵/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " نفع المفتي " :الاستفسار : هل يجوز ثقب أنف النساء ؟ الاستبشار : إن كان للتزيّن يجوز ، كما فيثقب الأذن .... يجوز قياسًا على ثقب الأذن .

(۱۹٦/۴ ، المتفرقات ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۹/۳۷۱،کراچی)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس : " أن النبي ﷺ صلى يوم العيد ركعتين ، لم يصلّ قبلها ولا بعدها ، ثم أتى النساء ومعه بلال ، فأمرهنّ بالصدقة ، فجعلت المرأة تلقى قرطها ". (۸۷۴/۲ ، كتاب اللباس ، باب القرط للنساء)

ما في " فتح الباري " : (فجعلت المرأة تلقى قرطها) ...... واستدل به على جواز ثقب أذن المرأة ، لتجعل فيها القرط وغيره ، مما يجوز لهنّ التزيّن به . (۴۰۸/۱۰)

(فتاوی محمودیہ:۱۹/۳۷۱)

لڑکوں کے لیے کریم (Cream) کا استعمال

مسئلہ (۵۷۳): اگر لڑکے محض زینت کے لیے چہرے کے کریم (Cream) استعمال کرتے ہیں، تو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے، اور اگر دانوں، دھبوں یا چہرے کے زائد بال جو آنکھ یا ناک کے بالمقابل اُگ آئے ہیں، ان سے نجات پانا مقصود ہے، تو اس کی گنجائش ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن قتادة ، عن عكرمة ، عن ابن عباس قال : " لعن رسول الله ﷺ المتشبّهين من الرجال بالنساء ، والمتشبّهات من النساء بالرجال " . (۲/۸۷۴)

ما في " فتح الباري " : قال الطبري : المعنى لا يجوز للرجال التشبّه بالنساء في اللباس والزينة التي تختص بالنساء ولا العكس .... وقال ابن التين : المراد باللعن في هذا الحديث : من تشبّه من الرجال بالنساء في الزيّ ، ومن تشبه من النساء بالرجال كذلک .... وقال الشيخ أبو محمد بن أبي جمرة : نفع الله به ما ملخصه : ظاهر اللفظ الزّجر عن التشبّه في كل شيء ، لكن عرف من الأدلة الأخرى أن المراد التشبّه في الزيّ ، وبعض الصفات والحركات ونحوها ، لا التشبه في أمور الخير . (۱۰/۴۰۹ ، رقم : ۵۸۸۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم تشبّه النساء بالرجال والرجال بالنساء ...... والتشبّه يكون في اللباس والحركات والسكنات ، والتصنع بالأعضاء والأصوات . (۱۲/۱۱ ، ۱۲)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يتشبّه بالمخنث . (۵/۳۵۸)

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/۳۳۱، کراچی)

محض زینت کے لیے مضر دوا کا استعمال

مسئلہ (۵۷۴): عورتوں کا محض زینت کے لیے کسی ایسی دوا کا استعمال کرنا مکروہ ہے، جو جلد اور چمڑی کو نقصان پہنچاتی ہو، اور چہرے پر سختی کے ساتھ ملی جاتی ہو، کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چہرہ چھیل کر رنگ نکھارنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے (۱)، اور یہ فعل چہرہ گدوانے کے مشابہ ہے، اس لیے یہ ناجائز ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الزوائد " :عن عائشة قالت : " كان رسول الله ﷺ يلعن القاشرة والمقشورة " . (۵/ ۲۲۱)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وتحرم أيضاً عمليات التجميل النسائية التي يراد بها تصغير المرأة الكبيرة (عمليات الشدّ) . روى أحمد عن عائشة قالت : " كان النبي ﷺ يلعن القاشرة والمقشورة " . والقاشرة : التي تعالج وجهها أو وجه غيرها بالغمرة (طلاء يتخذ من الورس) ليصفر لونها ، والمقشورة : التي يفعل بها ذلک كأنها تقشر أعلى الجلد ، ويبدو ما تحته من البشرة ، وهو شبيه بفعل النامصة ، والوشم والنمص والتفليج حرام على الرجال والنساء ، الفاعل والمفعول به ، لورود اللعن عليه مما يدل على تحريمه . (۴/ ۲۶۸۲)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن مسعود قال : " لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمّصات ، والمتفلجات للحسن ، المغيّرات خلق الله ، ما لي لا ألعن من لعنه رسول الله ﷺ، وهو ملعون في كتاب الله " . (۲/ ۸۷۹)

کتاب الأکل والشرب

☆......کھانے پینے کے مسائل......☆

کوکا کولا (Coca Cola) اور فنٹا (Fanta) کا استعمال

مسئلہ (۵۷۵): ہمارے ملک میں کوکا کولا (Coca Cola)، فنٹا (Fanta) اوران کے مانند دیگر مشروبات بکثرت مستعمل ہیں، اور بالتحقیق یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ان مشروبات میں الکحل ملا ہوا ہوتا ہے، تو اب اس صورت میں یہ دیکھا جائے کہ اگر عصیر العنب اور عصیر الرطب سے بنایا گیا الکحل مشروبات کی اِن بوتلوں میں ڈالا جاتا ہے، تو اُن کا پینا درست نہیں ہوگا، اور اگر ان کے علاوہ کسی اور پاک چیز کی شراب، مثلاً مکئی، جوار، بیر، آلو، چاول یا پیٹرول وغیرہ سے بنا ہوا الکحل ڈالا جاتا ہے، تو ان کا استعمال جائز ہے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''احسن الفتاویٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''تحقیق سے ثابت ہوا کہ اشربہ وادویہ میں عصیر العنب یا عصیر الرطب نہیں ڈالا جاتا ہے۔''

اسی طرح فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم کی تحقیق بھی یہی ہے کہ '' آج کل الکحل کے لیے انگور اور کھجور استعمال نہیں کی جاتی، لہٰذا شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دیتے ہوئے مذکورہ مشروبات کا استعمال جائز ہوگا۔''[1]

البتہ اس طرح کے مشروبات سے متعلق مختلف ذرائعِ ابلاغ کے ذریعے، بہت سی منفی باتیں علم میں آچکی ہیں، اس لیے انہیں استعمال نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " تكملة فتح الملهم " : حكم الكحول المسكرة ، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أوطهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه اللّٰه ، ولا يحرم استعمالها للتداوي ، أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار .... وإن معظم الكحول التي تستعمل في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو الفشور أو البترول وغيره ، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوىٰ .

(٣/٦٠٨ ، كتاب الأشربة ، حكم الكحول المسكرة)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما الأشربة المتخذة من الشعير أو الذرة أو التفاح أو العسل إذا اشتدّ ، وهو مطبوخ أو غير مطبوخ ، فإنه يجوز شربه بما دون السكر عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما اللّٰه تعالى ، وعند محمد رحمه اللّٰه تعالى حرام شربه ، قال الفقيه : وبه نأخذ . كذا في الخلاصة . (٥/٤١٢ ، كتاب الأشربة ، الباب الثاني في المتفرقات)

ما في " تكملة فتح الملهم " : إن معظم الكحول لا تصنع من العنب ، بل تصنع من غيرها ، وراجعت له دائرة المعارف البرطانية المطبوعة : {١٩٥٠ ، ٥٤٤} فوجدت فيها جدولا للمراد التي تصنع منها هذه الكحول ، فذكر في جملتها العسل والدبس ، والحب ، والشعير والجوار ، وعصر أناناس ، التفاح الصوبري ، والسلفات ، والكبريتات ، ولم يذكر فيها العنب والتمر . (١/٥٥٢ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الكحول المسكرة)

(احسن الفتاوی:۸/ ۴۸۶، ۴۸۷)

بیئر (Bear) کا حکم

مسئلہ (۵۷۶): بیئر (Bear) چونکہ شراب ہی کی ایک قسم ہے، جو ''جَوْ'' سے بنائی جاتی ہے [۱]، اس لیے بیئر بھی مسکرات میں شامل ہے، لہٰذا اس کا پینا بھی ناجائز وحرام ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) (فیروز اللغات: ص/۲۵۴)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " التفسير المنير " : ﴿إنما الخمر والميسر﴾ وهذا رأي عمر ، قال : إن الخمر حرمت، وهي من خمسة أشياء : من العنب ، والتمر ، والعسل ، والشعير ، والحنطة .

(۴/ ۳۹ ، سورة المائدة)

ما في " سنن أبي داود " : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " ما أسكر كثيره فقليله حرام " ....عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " كل مسكر خمر ، وكل مسكر حرام ، ومن مات وهو يشرب الخمر يدمنها لم يشربها في الآخرة " .... عن عائشة رضي الله عنها قال : " سئل رسول الله ﷺ عن البتع فقال : كل شراب أسكر فهو حرام " .

(ص/ ۵۱۸ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر ، قديمي)

وما في " سنن أبي داود " : وعن أبي مالک الأشعري رضي الله عنه ، أنه سمع رسول الله ﷺ يقول : " ليشربنّ ناسٌ من أمتي الخمر ، ليسمّونها بغير إسهما " .

(ص/ ۵۱۹ ، كتاب الأشربة ، باب في الداذيّ) (کتاب الفتاوی: ۶/ ۱۹۲، ۱۹۳، نعیمیہ)

ما في " بذل المجهود " : فيه دلالة على الترجمة ، حيث حرم عليهم المسكر وإن تبدل اسمه ، والداذي (شراب الفاسقين) داخل فيه أيضًا . (۱۱/ ۴۲۳ ، باب في الداذيّ)

تاڑ اور کھجور کا رس (نِیرا) پینا

مسئلہ (۵۷۷): تاڑ اور کھجور کے رس- جسے نِیرا کہا جاتا ہے- جب تک اس میں نشہ پیدا نہ ہو اس کا پینا حلال ہے، البتہ نشہ پیدا ہونے کے بعد اس کا پینا جائز و درست نہیں ہے۔[۱]

بھنگ پینا

مسئلہ (۵۷۸): بھنگ پینا حرام ہے، اس لیے کہ بھنگ زیادہ مقدار میں پینے سے نشہ پیدا ہوتا ہے، اور قاعدہ ہے: ''جس چیز کا کثیر مسکر ہو، اس کا قلیل بھی حرام ہے''۔ یہ قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون ، لكن دون حرمة الخمر ، ولو سكر بأكلها لا يحدّ بل يعزر . انتهى . وفي النهر : التحقيق ما في العناية أن البنج مباح ، لأنه حشيش ، أما السكر منه فحرام . (۵۳/۶ ، كتاب الحدود ، باب حد الشرب ، النهر الفائق :۱۵۲/۳ ، كتاب الحدود ، باب حد الشرب)

ما في " العناية " : رواية الجامع الصغير للإمام المحبوبي تدل على أن السكر الحاصل من البنج حرام ، لا على أن البنج حرام ، وكلام المصنف يدل على أن البنج مباح ولا تنافي بينهما. (۱۷۰/۳ ، كتاب الحدود ، باب حد الشرب)

ما في " مجمع الأنهر " : والبنج فلا تعتبر تصرفاته كلها ، لأنه بمنزلة الإغماء لعدم الجناية كما في أكثر الكتب ، فعلم من هذا أن البنج مباح ، وسكره حرام .

(۳۶۰/۲ ، كتاب الحدود ، باب حدّ الشرب)

الحجة على ما قلنا :=

چرٹ پینا

مسئلہ (۵۷۹): چرٹ پینا مثلِ حقہ کے مکروہ ہے [۱]، بلکہ چرٹ پینے میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کی بنا پر زیادہ کراہت ہے۔[۲]

=(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ونقل في الأشربة عن " الجوهرة " حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون، لكن دون حرمة الخمر ، ولو سكر بأكلها لا يحدّ بل يعزر . وفي النهر : التحقيق ما في العناية أن البنج مباح ، لأنه حشيش ، أما السكر منه فحرام . الدر المختار . وفي الشامية : (أن البنج مباح) قيل هذا عندهما ، وعند محمد ما أسكر كثيره فقليله حرام . وعليه الفتوى . (۵۳/۶ ، الحدود ، باب حد الشرب ، مطلب في البنج والأفيون والحشيشة)

ما في " ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر " : عصير العنب إذا طبخ حتى ذهب ثلثاه وإن اشتدّ ، وفي الحد بالسكر منها روايتان ، والصحيح وجوبه .... والكل حرام عند محمد ، وبه يفتى . الملتقى . وفي مجمع الأنهر : ...... وذهاب العقل بالبنج ولبن الرماک والكل حرام عند محمد وعند مالك والشافعي ، وبه أي بقول محمد يفتى لفساد الزمان . (۲۵۰/۴ ، كتاب الأشربة)

ما في " البحر الرائق " : وعلى قول محمد لكثرة الفساد فيحد الشارب إذا سكر من هذه الأنبذة المذكورة ، والمتخذ من لبن الرماک لا يحل شربه . (۴۰۲/۸ ، كتاب الأشربة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تقدم أن مذهب جمهور العلماء تحريم كل شراب مسكر قليله وكثيره، وعلى هذا فإن الأشربة المتخذة من الحبوب والعسل واللبن والتين ونحوها يحرم شرب قليلها إذا أسكر كثيرها ، وبهذا قال محمد بن الحسن من الحنفية ، وهو المفتى به عندهم أن كل شراب مسكر خمر ، وكل خمر حرام . (۱۹/۵ ، أشربة) (کفایت المفتی:۱۴۴/۹،کتاب الحظر والإباحۃ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : قال رسول الله ﷺ : " كل مسكر حرام " .

(۱۹۱/۷ ، كتاب الأشربة ، باب بيان أن كل مسكر خمر ، وأن كل خمر حرام ، بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب إلى القول بكراهة شرب الدخان من الحنفية : ابن عابدين ، وأبو السعود ، واللكنوي ، ومن المالكية : الشيخ يوسف الصفتي ، ومن=

بطورِ علاج شراب پلانا

مسئلہ (۵۸۰): کسی قریب المرگ شخص کے بارے میں ڈاکٹر یہ کہے کہ اگر اس کو شراب پلائی جائے، تو شاید وہ شفا یاب ہوجائے، تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ شاید شفا ہوجائے، یعنی شراب پلانے کے باوجود بھی شفا کا بالکلیہ یقین نہیں ہے، تو شراب پلانا درست نہیں ہے۔ (۱)

= الشافعية : الشرواني ، ومن الحنابلة : البهوتي وغيره ، واستدلوا بما يأتي ، كراهة رائحته ، فيكره قياساً على البصل النيء والثوم والكراث ونحوها . (۱۰۷/۱۰)

(۲) ما في " عون المعبود " : عن ابن عمر رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " . (۱۷۳۰/۲ ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة)

(فتاوی عبدالحی: ص/ ۵۰۸، جدید مسائل کا حل: ص/ ۳۸۴)

ما في " قواعد الفقه " : " لا ضَرر ولا ضِرار " . (ص/۱۰۶ ، رقم القاعدة : ۲۵۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (والحقنة) للتداوي ولو للرجل بطاهر لا بنجس ، وكذا كل تداو لا يجوز إلا بطاهر ، وجوزه في " النهاية " بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه ، قلت : وفي " البزازية" : ومعنى قوله عليه الصلاة والسلام : " إن الله لم يجعل شفاء كم فيما حرّم عليكم" . (۴۷۴/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيوع)

ما في " المحيط البرهاني " : فإن الاستسقاء بالمحرم إنما لا يجوز إلا لم يعلم أن فيه شفاءً .

(۱۱۶/۶ ، كتاب الاستحسان ، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على عدم جواز التداوي بالمحرم والنجس ، من حيث الجملة ، لقول النبي ﷺ : " إن الله أنزل الداء والدواء ، وجعل لكل داء دواء ، فتداووا ، ولا تتداووا بالحرام " . وعن عمر رضي الله عنه ، أنه كتب إلى خالد بن الوليد رضي الله عنه : إنه بلغني انک تدلک بالخمر ، والله قد حرّم ظاهر الخمر وباطنها ،=

گرما گرم ماکولات ومشروبات کا استعمال

مسئلہ (۵۸۱): اگر ماکولات ومشروبات کچھ گرم ہوں، توان کا کھانا پینا مکروہ نہیں، ہاں! اگر زیادہ گرم ہوتو مکروہ ہے، لیکن جو چیز ایسی ہو کہ سرد ہونے سے اس کا مزہ یا ذائقہ ختم ہوجائے، تو اسے گرم استعمال کرنا مکروہ نہیں، جیسے چائے کافی وغیرہ۔(۱)

= وقد حرّم مسّ الخمر كما حرّم شربها ، فلا تمسّوها أجسادكم فإنها نجس .

(۱۱/۱۱۸ ، ۱۱۹ ، تداوي ، التطبيب)

ما في " الفتاوى الهندية " : وتكره ألبان الأتان للمريض وغيره ، وكذلك لحومها ، وكذلك التداوي بكل حرام . كذا في فتاوى قاضي خان . (۵/۳۵۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۳۵۴،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كشف الخفاء " : قال رسول الله ﷺ : " أبردوا بالطعام ، فإن الطعام الحارّ غير ذي بركة " . (۱/۲۳ ، رقم : ۳٦)

ما في " البحر الرائق " : ولا يأكل طعاماً حاراً ، به ورد الأثر ، ولا يشمّ الطعام ، فإن ذلك عمل البهائم ، ولا ينفخ في الطعام والشراب . (۸/۳۳۷)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يؤكل طعام حار ، ولا يشم ولا ينفخ في الطعام والشراب ، ومن السنة أن لا يؤكل الطعام من وسطه في ابتداء الأكل . (۵/۳۳۷)

ما في " النتف في الفتاوى للسغدي " : وأما الكراهة فأولها النفخ في الطعام ، والثاني الشم كما تشم البهائم ، والثالث أكل الحار . (ص/۱۵۹)

ما في " رد المحتار " : ولا يأكل الطعام حارًا ، ولا يشمه ، وعن الثاني أنه لا يكره النفخ في الطعام إلا بما له صوت ، نحو أف ، وهو محمل النهي . (۹/۴۱۳)

نشہ آور تمباکو کا استعمال

مسئلہ (۵۸۲): جس تمباکو سے نشہ آتا ہو اس کا استعمال پان میں ہو، یا حقہ، بیڑی، سگریٹ وغیرہ میں ہو، شرعاً مکروہ ہوگا[1]، اگر نشہ نہ بھی آتا ہو تب بھی اس کے استعمال میں مال کو ضائع کرنا[2]، دوسروں کو تکلیف پہنچانا[3]، خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا، لازم آتا ہے، اس لیے یہ بھی ممنوع ومکروہ ہے۔[4]

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " ما أسكر كثيره فقليله حرام " . (ص/۵۱۸ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر)

وفيه أيضاً : عن أم سلمة قالت : " نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر " .

(ص/۵۱۹ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر)

ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي رحمه الله : المفتر كل شراب يورث الفتور والخدر في الأطراف، وهو مقدمة السكر ، نهى عن شربه لئلا يكون ذريعة إلى السكر .

(۴۲۱/۱۱ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن المبذّرين كانوٓا إخوان الشيٰطين ، وكان الشيطٰن لربه كفورًا﴾ . (سورة بني اسرائل : ۲۷)

ما في " صحيح البخاري " : عن جابر رضي الله عنه : " نهى رسول الله ﷺ عن إضاعة المال " . (۳۲۵/۱ ، كتاب الخصومات ، باب من رد السفيه)

(۴) ما في " مجمع الزوائد " : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " لا ضرر ولا ضرار في الإسلام " . (۱۳۸/۴ ، كتاب البيوع ، باب لا ضرر ولا ضرار)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عمر رضي الله عنهما ، أن النبي ﷺ قال في غزوة خيبر : " من أكل من هذه الشجرة يعني الثوم فلا يقربنّ مسجدنا " . (ص/۱۲۳ ، كتاب الأذان،=

غیرنشہ آور کوکین کا استعمال

مسئلہ (۵۸۳): ایسا کوکین جس میں نشہ نہ ہو فی نفسہٖ وہ مباح ہے، اس لیے کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے(۱)، لیکن اس کے کھانے سے منہ سُن پڑ جاتا ہے، بالکل سوکھ جاتا ہے، زرد پڑ جاتا ہے، اور اس کے عادی شخص کو اس کو کھائے بغیر ایک لمحہ بھی چین نہیں آتا، لہٰذا اِن مضرتوں کی وجہ سے اس کا کھانا ممنوع قرار پائے گا۔(۲)

= باب ما جاء في الثُّوم النَّيِّئ والبصل والكُرَّاث ، رقم الحديث :۸۵۳ ، بيروت)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . [سورة البقرة :۱۹۵] ﴿ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيمًا﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ . (البقرة : ۲۹)

ما في " التفسير المنير " : شبهت آية ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض﴾ على القدرة الإلٰهية المهيئة للأرض من أجل نفع الإنسان ، وتحقيق مصلحته ، ورعاية حاجة الخلق .... فقد استدل بها علماء الأصول أيضاً على أنه " الأصل في الأشياء الإباحة ، حتى يأتي دليل الحصر " . أي أن الأصل إباحة الانتفاع بكل ما خلق الله في الأرض ، حتى يأتي دليل المنع ، فليس لمخلوق حق في تحريم شيء أباحه الله إلا بإذنه . (۱/۱۳۰ ، ۱۳۱)

ما في " البحر المحيط " : ﴿خلق لكم﴾ من ذهب إلى أن الأشياء قبل ورود الشرع على الإباحة ، فلكل أحد أن ينتفع بها ...... ﴿ما في الأرض جميعاً﴾ جميع ما كانت الأرض مستقراً له من الحيوان والنبات والمعدن والجبال . (۱/۱۹۳)

ما في " روح المعاني " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا كلوا من طيبٰت ما رزقنٰكم﴾ أي مستلذاته أو من حلاله ، والآية إما أمر للمؤمنين بما يليق بشأنهم من طلب الطيبات و عدم التوسع تناول ما رزقوا من الحلال ﴿كلوا﴾ لعموم جميع وجوه الإنتفاع دلالة وعبارة . (۲/۶۳)

ما في " جامع الترمذي " : عن سلمان رضي الله عنه قال : سئل رسول الله ﷺ عن=

ہندوؤں کے برتنوں میں کھانا

مسئلہ (۵۸۴): ہندوؤں کے برتنوں میں کھانا پینا اس وقت درست ہوگا، جب کہ ان کی پاکی کا علم ہو، لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ برتن ناپاک ہیں، تو اُن کو دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا درست نہیں[۱]، اور اگر علم نہ ہو تو مکروہ ہے۔[۲]

= السمن والجبن والفراء ، فقال: " الحلال ما أحل الله في كتابه ، والحرام ما حرّم الله في كتابه ، وما سكت عنه فهو مما عفا عنه " . (۲/۵۷۸ ، رقم الحديث : ۱۷۲۶ ، بيروت)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (الحلال ما أحل الله) أي بين تحليله (في كتابه) يعني إما مبيناً وإما مجملاً بقوله : ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ أي يشكل بكثير من الأشياء التي صح تحريمهما بالحديث ، وليس بصريح في الكتاب (وما سكت) أي الكتاب (عنه) أي عن بيانه أو وما أعرض الله عن بيان تحريمه وتحليله رحمة من غير نسيان (فهو مما عفا عنه) أي عن استعماله ، وأباح في أكله ، وفيه أن الأصل في الأشياء الإباحة ، ويؤيده قوله تعالى : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾ . (۸/۱۳۱ ، كتاب الأطعمة)

(۲) ما في " رد المحتار " : وهكذا يقال في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره ، يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع ، لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها . (۱۰/۳۸ ، كتاب الأشربة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي ثعلبة قال : سئل رسول الله ﷺ عن قدور المجوس قال : " أنقوها غسلا وأطبخوا فيها " . (۲/۲ ، أبواب أطعمة رسول الله ﷺ)

وفيه أيضًا : عن أبي الحوراء السعيد قال : قلت لحسن بن علي رضي الله تعالى عنه : ما حفظت من رسول الله ﷺ؟ قال : حفظت من رسول الله ﷺ : " دع ما يريبک إلى ما لا يريبک " . (۲/۷۸ ، قبيل صفة الجنة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : قال محمد رحمه الله تعالى : ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل ، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز ، ولا يكون =

غیر مسلم باورچی کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا

مسئلہ (۵۸۵): اگر کسی غیر مسلم بورڈنگ یا ہاسٹل میں کھانا پکانے والا کوئی غیر مسلم باورچی ہے، وہ حرام وحلال دونوں طرح کا گوشت پکاتا ہے، تو اب اس میں احتیاط دشوار ہے، ہوسکتا ہے ایک گوشت میں چمچ چلا کر دوسرے میں بھی وہی چمچ چلا دیا، اور ایک کی بوٹی یا مسالا دوسرے میں آجانا بعید از قیاس نہیں ہے، گرچہ وہ غیر مسلم باورچی یہ کہے کہ میں دونوں گوشت کو الگ الگ پکاتا ہوں، تب بھی اس کا یہ قول شرعاً قابلِ قبول نہیں ہے، ایسی جگہوں پر رہنے والے حضرات کو غیر مسلم باورچی کے ہاتھ کا بنایا ہوا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔[1]

=آكلا ولا شارباً حراماً ، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني ، فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل ، ولو شرب أو أكل كان شارباً أو آكلا حراماً .

(۳۴۷/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة)

ما في " النتف في الفتاوى للسغدي " : ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء : اللحم ، والشحم ، والمرق ، ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها .

(ص/۴۳۵ ، كتاب الجهاد ، ما لا يؤكل من أطعمة الكفار)

ما في " خلاصة الفتاوى " : الأكل والشرب في أواني المشركين مكروه .

(۳۴۶/۴ ، كتاب الكراهية ، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي)

ما في " البحر الرائق " : قال محمد رحمه الله : يكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل ، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها جاز إذا لم يعلم بنجاسة الأواني ، وإذا علم حرم ذلك عليه قبل الغسل . (۳۷۴/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع) (فتاویٰ محمودیہ:۴۰/۱۸،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تبيين الحقائق " : ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة ، قال الزيلعي : هذا=

غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا

مسئلہ (٥٨٦): غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا مکروہ ہے، اگر کسی مجبوری سے کہیں ایک دو دفعہ مبتلا ہو جائیں تو گناہ نہیں، یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ ان کا کھانا اور برتن پاک ہوں، یا ان کی ناپاکی کا علم نہ ہو[1]، اور اگر یہ علم ہو کہ ان کے برتن ناپاک ہیں، یا کھانا حرام مردار وغیرہ ہے، تو اب ان کے ساتھ کھانا ہرگز درست نہیں۔[2]

= سهو لأن الحل والحرمة من الديانات ، ولا يقبل قول الكافر في الديانات .
(٢٧/٧ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل الشرب ، بيروت ، البحر الرائق :٣٤٣/٨ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب)

ما في " الدر المختار مع تنوير الأبصار وجامع البحار " : وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات ، وعليه يحمل قول " الكنز " : ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة ؛ يعني الحاصلين في ضمن المعاملات ، لا مطلق الحل والحرمة كما توهمه الزيلعي . (ص/ ٦٥١ ، كتاب الحظر والإباحة ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي الحوراء السعيد قال : قلت لحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما : ما حفظت من رسول الله ﷺ ؟ قال : حفظت من رسول الله ﷺ : " دع ما يريبک إلا ما لا يريبک " . (٧٨/٢ ، قبيل أبواب صفة الجنة)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/٤٦) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۵۰،۵۱،کراچی)

ما في " قواعد الفقه " : " درء المفاسد أولى من جلب المنافع " . (ص/ ٨١ ، قاعدة : ١٣٢)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " خلاصة الفتاوى " : والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه ، ولا بأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم ، وفي الأكل معهم ، وعن الحاكم عبد الرحمن : لو ابتلى به المسلم مرة أو مرتين لا بأس به ، أما الدوام عليه فمكروه . =

کتے یا بلی کی شکل میں بسکٹ بنانا

مسئلہ (۵۸۷): اگر کوئی بسکٹ کمپنی کتے اور بلی کی شکل میں بسکٹ بناتی ہے، تو اولاً ذی روح تصاویر کا بنانا ہی جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ وہ کتے اور بلی کی شکل میں بنائے جائیں، اور تصویر خواہ کسی بھی چیز کی بنی ہو، ناجائز وحرام ہے، لہٰذا ایسی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔ (۱)

=(۳۴۶/۴ ، کتاب الکراهية ، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : قال محمد رحمه الله تعالى : ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل ، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز ، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً ، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني ، فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل ، ولو شرب أو أكل كان شارباً وآكلاً حراماً .

(۳۴۷/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع عشر في أهل الذمة ، عارضة الأحوذي : ۴۰/۷ ، كتاب السير ، باب ما جاء في الانتفاع بآنية المشركين ، بيروت)

ما في " النتف في الفتاوى للسغدي " : ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء : اللحم ، والشحم ، والمرق ، ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها . (ص/۴۳۵ ، كتاب الجهاد ، ما لا يؤكل من أطعمة الكفار) (فتاوی محمودیہ:۳۱/۱۸، کراچی، جدید مسائل کا حل:ص/۳۸۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقالوا لا تذرُنّ الٰهتكم ولا تذرنّ ودًّا ولا سُواعاً ولا يغوث ويعوقَ ونسرًا﴾ . (سورة نوح : ۲۳)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿ولا تذرنّ الٰهتكم﴾ قلت : وبهذا المعنى فسّر ما جاء في " صحيح مسلم " من حديث عائشة رضي الله عنها ، أن أم حبيبة وأم سلمة رضي الله تعالى عنهما ذكرتا كنيسة رأينها لحبشة، تسمى مارية ، فيها تصاوير لرسول الله ﷺ ، فقال رسول الله ﷺ : ' إن اولٓئک إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات ، بنوا على قبره=

....

....

....

....

....

= مسجداً وصوروا فيه تلك الصور ، اولٰئک شرار الخلق عند اللّٰه يوم القيامة". (۳۰۸/۱۸)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي اللّٰه عنها ، عن النبي ﷺ قال : " أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهون بخلق اللّٰه " . (ص/۱۰۲۲ ، كتاب اللباس ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ، رقم الحديث : ۵۹۵ ، بيروت)

ما في " تكملة فتح الملهم " : المضاهاة : المشابهة ، والمراد الذين يصورون صور ذوي الأرواح ، فإنهم يدعون عملا أنهم يخلقون صورهم ، والعياذ باللّٰه .

(۱۴۹/۱۰ ، كتاب اللباس ، باب تحريم صورة الحيوان)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها ، فينبغي أن يكون حراماً لا مكروها إن ثبت الإجماع أو قطعية الدليل بتواتره . كلام البحر ملخصًا .

(۳۶۱/۲ ، كتاب الصلاة ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة)

ما في " عون المعبود " : فأما الصورة فهو كل ما تصورت من الحيوان ، سواء في ذلك الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .

(ص/۱۷۷۷ ، كتاب اللباس ، باب في الصورة)

ما في " منحة الخالق على هامش البحر الرائق " : وتكره التصاوير على الثوب ، ويمكن أن يقال : ليس مراد الخلاصة تصوير التصاوير ، بل استعمالها أي استعمال الثوب التي هي فيه .

(۴۷/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره ، كذا في البحر الرائق : ۴۸/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره) (جدید مسائل کا حل: ص/ ۳۸۷، ۳۸۸)

دعوتِ ولیمہ

مسئلہ (۵۸۸): دعوتِ ولیمہ کے قبول کرنے کو علمائے کرام نے ضروری قرار دیا ہے[۱]، لیکن آج کل چوں کہ گانے بجانے اور لہو ولعب کا دور دورہ ہے، اس لیے اگر یہ بات یقینی طور پر پہلے سے معلوم ہو کہ وہاں گانے بجانے اور لہو ولعب کا اہتمام ہوگا، تو ایسی دعوت میں نہیں جانا چاہیے، البتہ اگر وہاں پہنچ کر یہ بات معلوم ہو، تو واپس نہ آنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے، اور خواص کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر وہ لہو ولعب سے روکنے پر قادر ہوں، تو اس سے روک دیں، ورنہ وہاں سے واپس آجائیں، تاکہ داعی پر جب ان کی ناراضگی واضح ہو، تو وہ اپنے عملِ بد سے باز آجائے۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الصحیح لمسلم " : عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : "حق المسلم علی المسلم ست ، قیل ما هنّ یا رسول اللّٰه ؟ قال : إذا لقیته فسلم علیه ، وإذا دعاک فاجبه ...... الحدیث " . (۲۱۳/۲ ، کتاب السلام ، باب من حق المسلم للمسلم ردّ السلام ، قدیمي)

ما في " الهندیة " : واختلف في إجابة الدعوة ، قال بعضهم واجبة لا یسع ترکها ، وقالت العامة هي سنة والأفضل أن یجیب إذا کانت ولیمة وإلا فهو مخیر ، والإجابة أفضل ، لأن فیها إدخال السرور في قلب المؤمن . (۳۴۳/۵ ، الباب الثاني عشر في الهدایا والضیافات)

(۲) ما في " الفتاوی الهندیة " : ولو دعي إلی دعوة ، فالواجب أن یجیبه إلی ذلک ، وإنما یجب علیه أن یجیبه إذا لم یکن هناک معصیة ولا بدعة ، وإن لم یجبه کان عاصیاً ، والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم یقیناً بأنه لیس فیها بدعة ولا معصیة ... من دعي إلی ولیمة فوجد ثمة لعباً أو غنا فلا بأس أن یقعد ویأکل ، فإن قدر علی المنع یمنعهم وإن لم یقدر یصبر ،=

سڑک پر چلتے ہوئے کھانا

مسئلہ (۵۸۹): وہ تمام چیزیں جن کا سڑکوں پر چلتے ہوئے کھانا پینا عرفاً خلافِ مروت نہیں سمجھا جاتا، ان کو سڑکوں پر کھانے پینے سے انسان مردود الشہادت نہیں ہوگا، لیکن جن چیزوں کا سڑکوں پر کھانا پینا مخل بالمروّت ہے، ان کو سڑکوں پر کھانے پینے سے آدمی مردود الشہادت ہو جائے گا۔ (۱)

= وهذا إذا لم يكن مقتدىٰ به ، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم ، فإنه يخرج ولا يقعد ، ولو كان ذلک على المائدة لا ينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدىٰ به ، وهذا كله بعد الحضور وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر ، لأنه لا يلزم حق الدعوة بخلاف إذا هجم عليه ، لأنه قد لزمه . (۵/۳۴۳ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " سنن أبي داود " : عن سفينة أبي عبد الرحمن : " أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله عنه ، فصنع له طعاماً ، فقالت فاطمة : لو دعونا رسول الله ﷺ فأكل معنا ، فدعوه فجاء ، فوضع يده على عضادتي الباب ، فرأى القرام قد ضرب به في ناحية البيت فرجع ، فقالت لعلي : الحقه أنظر ما رجعه ، فتبعته فقلت : يا رسول الله ! ما ردّک ؟ فقال : إنه ليس لي أو لنبي أن يدخل بيتاً مزوَّقاً " . (ص/۵۲۷ ، كتاب الأطعمة ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً)

ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي : فيه دليل على أن من ادعى إلى مدعاةٍ يحضرها الملاهي والمنكر ، فإن الواجب عليه أن لا يجيب . (۱۱/۴۸۴ ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وفيه تصريح بأنه لا يجاب دعوة فيها منكراً ، وفيه أنه لو كان منكراً لأنكر عليها ، لكن نبه بالرجوع إلى أنه ترک الأولى ، فإنه من زينة الدنيا ، وهي موجبة لنقصان الآخرة . (۶/۳۴۳ ، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، كذا في تبيين الحقائق :۷/۲۹ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب ، كذا في البحر الرائق :۸/۳۴۵ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب ، كذا في الدر المختار مع الشامية : ۹/۴۲۲ ، كتاب الحظر والإباحة) (فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۱۲۹، کراچی، فتاوی حقانیہ:۲/۳۹۲)=

....

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " رد المحتار " : قال في النهاية : وأما إذا شرب الماء أو أكل الفواكه على الطريق لا يقدح في عدالته، لأن الناس لا تستقبح ذلک .(۸/ ۱۸۱ ، الشهادات، باب القبول وعدمه)

ما في " البحر الرائق " : أو يبول أو يأكل على الطريق ، لأنه تارک للمروء ة ، وإذا كان لا يستحيي عن مثل ذلک لا يمنع عن الكذب فيهم .... والمراد بالأكل على الطريق والبول بأن يكون بمرأي من الناس .... وأشار المؤلف بما ذكره إلى أن ما يخل بالمروء ة يمعنع قبولها وإن لم يكن محرماً ، ولذا قال في الهداية : ولا تقبل شهادة من يفعل الأفعال المستحقرة ، مثل البول والأكل على الطريق .(۷/ ۱۵۴ ، باب من تقبل شهادته ومن .. الخ)

ما في " البناية " : قوله : ولا من يفعل الأفعال المستحقرة كالبول على الطريق ، والأكل على الطريق ...... لأنه تارک للمروء ة أي الإنسانية ...... وإذا كان أي الرجل لا يستحيي عن مثل ذلک أي البول على الطريق والأكل عليه لا يمتنع عن الكذب فيهم ، فلا تقبل شهادة منهم ، وكل فعل فيه ترک المروء ة يوجب سقوط شهادته بلا خلاف بين الأئمة الأربعة .
(۸/ ۱۷۸ ، كتاب الشهادة ، شهادة من يفعل الأفعال المستحقرة ، مجمع الأنهر : ۳/ ۱۷۸ ، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ، فتح القدير : ۷/ ۳۸۷ ، الشهادات ، من تقبل شهادته)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " العادة محكمة " . (۱/ ۳۴۹ ، الأشباه : ۱/ ۳۲۸)

ما في " شرح عقود رسم المفتي " : والعرف في الشرع له اعتبار ، لذا عليه الحكم قد يدار .
(ص/ ۱۷۵ ، بحث العرف والعادة) (فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۳۹۴،کراچی)

حلال اشیاء کی ایڈورٹائز(Advertise)

مسئلہ(۵۹۰): اگر کسی کمپنی میں حلال اشیاء کی ایڈورٹائز(Advertise) ہوتی ہو، لیکن کبھی کبھی شراب وغیرہ کی بھی ایڈورٹائز ہوتی ہو، تو ایسی کمپنی میں ملازمت کرنا جائز ہے[1]، کیوں کہ اصل کام تو حلال کا ہے، البتہ شراب وغیرہ کے ایڈورٹائز سے بچنا ضروری ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المحيط البرهاني " : والاستئجار على فعل مباح جائز .

(۹/۱۹۰، كتاب الإجارات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما أن يكون الأجير مسلماً والمستأجر ذمياً ، فقد أجازه جمهور الفقهاء ، غير أنهم وضعوا معياراً خاصاً ، هو أن يكون العمل الذي يؤجر نفسه للقيام به مما يجوز له أن يفعله لنفسه ، كالخياط والبناء والحرث ، أما إذا كان لا يجوز له أن يعمله لنفسه كعصر الخمر ...... فإنه لا يجوز . (۱/۲۸۸)

ما في " البحر الرائق " : ولو استأجر المسلم ليبني له بيعة أو كنيسة جاز ، ويطيب له الأجر .

(۸/۳۶ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، الفتاوى الهندية :۴/۴۵۰، كتاب الإجارة ، مطلب الاستيجار على الأفعال المباحة ، المحيط البرهاني :۹/۱۸۹، كتاب الإجارة ، نوع في الاستيجار على المعاصي)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن أنس بن مالک قال : " لعن رسول الله ﷺ في الخمرِ عشرةً : عاصِرَهَا، ومُعْتَصِرَهَا ، وشَارِبَهَا ، وحَامِلَهَا ، والمَحْمُوْلَةُ إليْهِ ، وسَاقِيَهَا ، وبَائِعَهَا ، وآكِلَ ثَمَنِهَا ، والمُشْتَرِيْ لَهَا ، والمُشْتَرَاةُ لَه" .

(۲/۳۱۰ ، كتاب البيوع ، باب النهي أن يتخذ الخمر خلاً ، رقم الحديث : ۱۲۹۵)

پنیر میں ڈالا جانے والا رینٹ

مسئلہ (۵۹۱): جاپانی رینٹ جو پنیر میں ڈالا جاتا ہے، نباتات سے تیار ہوتا ہے، اور یوروپین رینٹ حیوانات سے تیار کیا جاتا ہے، لہٰذا جس پنیر میں نباتات سے تیار کردہ رینٹ ملائی جائے، اُس کا استعمال درست ہوگا [1]، اور جس پنیر میں حیوانات سے تیار کردہ رینٹ ملائی جائے، اُس کا استعمال درست نہیں ہوگا [2]۔ بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ حیوانات سے تیار کردہ رینٹ ایک چمچہ کی مقدار سات سیر دودھ میں ملائی جاتی ہے، لہٰذا " للأکثر حکم الکل " کے تحت اس پنیر کے استعمال کی اجازت ہونی چاہیے، نیز اس میں عمومِ بلویٰ بھی ہے؟......تو ایسے حضرات سن لیں کہ- اگر سات سیر دودھ میں ایک چمچہ پیشاب، شراب یا خون کا مخلوط کردیا جائے، تو کیا "للأکثر حکم الکل " کے تحت اس دودھ کو پینے کی اجازت دے دی جائے گی؟ نیز اگر ناجائز پنیر کو استعمال نہ کیا جائے تو کیا زندگی کا کوئی شعبہ یا شریعت کا کوئی حکم معطل ہو گا؟ پھر (عمومِ بلویٰ) ابتلائے عام کے تحت اس حکم میں تسہیل کی گنجائش بے محل ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " تکملة فتح الملهم " : وبهذا يتبين حکم الکحول المسکرة التي عمت بها البلوی اليوم ، فإنها تستعمل في کثير من الأدوية والعطور والمرکبات الأخری ، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلی حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما ، فالأمر فيها سهل ، .... وإن معظم الکحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها ، لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البيترول وغيره .

(۳/۶۰۸ ، کتاب الأشربة ، حکم الکحول المسکرة ، دار العلوم کراچي)

(۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/ ۲۰۰، ۲۰۱، کراچی، جدید مسائل کا حل: ص/ ۳۷۸، ۳۷۹)

اہلِ کتاب کا ذبیحہ

مسئلہ (۵۹۲): جو قوم کسی نبی کی نبوت پر ایمان رکھے، اور کسی کتابِ سماوی کے تسلیم کرنے کی مدعی ہو، اس کے ذبیحہ کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے، جب کہ وہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے، اگر ذبیحۂ مسلم میسّر آجائے، تو وہ بہر حال مقدم ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التفسير المظهري " : قال في الكفاية : إنما يحل ذبيحة الكتابي فيما إذا لم يذكر وقت الذبح اسم عزير أو اسم المسيح ، وأما إذا ذكر فلا يحل كما لا يحل ذبيحة المسلم إذا ذكر وقت الذبح اسم غير الله تعالى ﴿وما أهل به لغير الله﴾ فحال الكتابي في ذلک لا يكون أعلى من حال المسلم .... والصحيح المختار عندنا هو القول الأول ، يعني ذبائح الكتاب تاركاً للتسمية عامداً أو على غير اسم الله تعالى لا يؤكل ، إن علم ذلک يقيناً ، أو كان غالب حالهم ذلک . (۳/۴۰ ، سورة المائدة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال الحنفية : إنما تؤكل ذبيحة الكتابي إذا لم يشهد ذبحه ، ولم يسمع منه شيء ، أو شهد أو سمع منه تسمية الله تعالى وحده ، لأنه إذا لم يسمع منه شيء يحمل على أنه قد سمى الله تعالى ، وجرد التسمية تحسيناً للظن به كما بالمسلم ، وإن سمع منه ذكر اسم الله تعالى لكنه عنى به . عزّ وجلّ . المسيح عليه السلام تؤكل ، إن أظهر تسمية هي تسمية المسلمين إلا إذا نص فقال مثلاً : بسم الله الذي هو ثالث ثلاث فلا تحل، وإذا سمع منه إن سمي المسيح وحده أو سمى الله تعالى والمسيح لا تؤكل ذبيحته ، لقوله عزّ وجلّ : ﴿وما أهل لغير الله به﴾ . وهذا أهل لغير الله به فلا يؤكل . (۲۱/۱۸۷)

بگلہ، گُرسل اور نیل کنٹھ

مسئلہ (۵۹۳): بگلہ حلال ہے، اور گُرسل (مینا کی قسم کی زرد چونچ والا پرندہ) اور نیل کنٹھ (ایک رنگین پرندہ جس کی گردن اور پَر نیلے ہوتے ہیں) کی حلت کا مدار غذا پر ہے، اگر وہ دانا کھانے والے ہوں تو حلال ہیں، اور اگر ان کی غذا غلاظت ومردار ہے، تو وہ ناجائز ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بذل المجهود في حل سنن أبي داود " : عن عيسى بن نميلة عن أبيه قال : كنت عند ابن عمر ، فسئل عن أكل القنفذ ، فتلا : ﴿قل لآ أجد فيمآ أوحي إليّ محرما .. الخ﴾ الآية ، قال : قال شيخ عنده : سمعت أبا هريرة يقول : ذكر عند رسول الله ﷺ فقال : "خبيثة من الخبائث " . فقال ابن عمر : " إن كان قال رسول الله ﷺ هذا ، فهو كما قال ، ما لم ندر " .... وما لا مخلب له من الطير ، فالمستأنس منه كالدجاج والبط ، والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقَبَجِ والكركي والغراب الذي يأكل الحب والزرع ، والعقعق ونحوها حلال بالإجماع ، وكذلک يكره من الطير ما لا يأكل إلا الجيف، ولا بأس بالعقعق ، لأنه ليس بذي مخلّب ، ولا من الطير الذي لا يأكل إلا الحب .

(۱۱/۵۲۶ ، كتاب الأطعمة ، باب في أكل حشرات الأرض)

ما في " بدائع الصنائع " : وما لا مخلب له من الطير ، فالمستأنس منه ، كالدجاج والبط ، والمتوحش كالحمام ، والفاختة ، والعصافير ، والقبج ، والكركي ، والغراب الذي يأكل الحب والزرع ، والعقعق ، ونحوها حلال بالإجماع .

(۵/۳۹ ، كتاب الذبائح ، باب أكل ذي ناب من السباع ، دار الكتاب العربي بيروت)

ما في " رد المحتار " : قال في العناية : وأما الغراب الأبقع والأسود فهو أنواع ثلاثة : نوع يلتقط الحب ولا يأكل الجيف ، وليس بمكروه ، ونوع لا يأكل إلا الجيف ، وهو الذي سماه المصنف الأبقع ، وانه مكروه ، ونوع يخلط يأكل الحب مرة والجيف أخرى ، ولم يذكره في الكتاب،=

چمچ سے کھانا

مسئلہ (۵۹۴): چمچ سے کھانا جائز ہے، لیکن سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے کھانا کھایا جائے۔[1]

= وهو غير مكروه عنده ، مكروه عند أبي يوسف اهـ . (۹/۴۴۳ ، كتاب الذبائح ، بيروت)
ما في " النتف في الفتاوى للسغدي " : وأما الطيور فإنها على نوعين : نوع منها ذوات المخلب ، ونوع لا مخالب لها ، فأما التي لا مخالب لها فإنها محللة كلها إلا أن الغربان مكروهة ، لأكلها الجيف ، وأما ذوات المخالب فإنها محللة عند مالک ومحرمة في قول أبي حنيفة وأصحابه وأبي عبد الله ، لقوله صلى الله عليه وسلم : " إن الله حرّم كل ذي ناب من السباع ، وذي مخلب من الطيور " . (ص/۱۵۰)
ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويباح أيضاً أكل كل ما لا مخلب له من الطير المتوحش كالحمام بأنواعه ، والحبارى (طائر أكبر من الدجاج وأطور عنقاً) والعصافير والكركي (وهو طائر كبير معروف ، كنيته أبونعيم ، يمشي برجل واحدة على الأرض ، ويعلق الأخرى) والغراب الذي يأكل الزرع والحب (وهو المعروف بالزاغ) . (۴/۲۷۹۸)
ما في " البحر الرائق " : (وحل غراب الزرع) لأنه يأكل الحب ، وليس من سباع الطير ولا من الخبائث . (۸/۳۱۳ ، كتاب الذبائح ، فصل فيما يحل وما لا يحل ، بيروت)
(فتاوی محمودیہ: ۱۸/ ۲۲۸، کراچی، جدید مسائل کا حل: ص/۳۸۴)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : أخبرني وهب بن كيسان يقول : انه سمع عمر بن أبي سلمة يقول : كنت غلاماً في حجر رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وكانت يدي تطيش في الصحفة فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم : " يا غلام سم الله وكل بيمينک " . (۲/۸۱۰ ، كتاب الأطعمة)
ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " إذا أكل أحدكم فليأكل بيمينه وإذا شرب فليشرب بيمينه " . رواه مسلم .
(ص/۳۶۳ ، كتاب الأطعمة ، الفصل الأول)=

جھینگے کا شرعی حکم

مسئلہ (۵۹۵): جھینگے کی کراہت وعدم کراہت میں علماء کے مابین اختلاف ہے، راجح قول کے بموجب وہ جنسِ سمک میں سے ہے، لہٰذا بلا کراہت جائز ہے، کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے[1]، نیز ماہیات کے ماہر علامہ دمیری اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتب میں اس کو جنسِ سمک میں سے لکھا ہے[2]، اسی طرح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''امداد الفتاوی'' میں اس کو جائز قرار دیا ہے، لیکن پھر بھی احوط یہ ہے کہ بچا جائے[3]، اوراس کی خرید وفروخت میں بسببِ اختلاف کوئی کراہت نہیں ہے۔

=ما في '' صحيح البخاري '' : عن عائشة رضي الله عنها قالت : '' كان النبي ﷺ يحب التيمن ما استطاع في طهوره ، وتنعّله ، وترجّله ، وكان قال بواسط قبل هذا في شأنه كله '' . (۸۱۰/۲)

ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : ويستحب الأكل والشرب باليمين ، والأكل مما يليه من موقع واحد ، إلا أن يكون طبقاً فيه ألوان الثمار ، فيأكل من حيث شاء ، لأنه ألوان ، ويستحب الأكل بثلاث أصابع ، لما ثبت عن النبي ﷺ . (۲۶۲۲/۴)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ . (البقرة : ۲۹)

ما في '' التفسير المنير '' : شبهت آية ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض﴾ على القدرة الإلٰهية المهيئة للأرض من أجل نفع الإنسان ، وتحقيق مصلحته ، ورعاية حاجة الخلق .... فقد استدل بها علماء الأصول أيضاً على أنه '' الأصل في الأشياء الإباحة ، حتى يأتي دليل الحصر '' . أي أن الأصل إباحة الانتفاع بكل ما خلق اللّٰه في الأرض ، حتى يأتي دليل المنع ، فليس لمخلوق حق في تحريم شيء أباحه اللّٰه إلا بإذنه . (۱۳۰/۱، ۱۳۱)=

....

=ما في " البحر المحيط " : ﴿خلق لكم﴾ من ذهب إلى أن الأشياء قبل ورود الشرع على الإباحة ، فلكل أحد أن ينتفع بها ...... ﴿ما في الأرض جميعاً﴾ جميع ما كانت الأرض مستقراً له من الحيوان والنبات والمعدن والجبال . (۱/۱۹۳)

ما في" جامع الترمذي " : عن سلمان رضي اللّٰه عنه قال : سئل رسول اللّٰه ﷺ عن السمن والجبن والفؤاد ، فقال : " الحلال ما أحلّ اللّٰه في كتابه ، والحرام ما حرّم اللّٰه في كتابه ، وماسكت عنه فهو مما عفا عنه " . (۲/۵۷۸ ، رقم الحديث :۱۷۲۶)

(۲) ما في " حيوٰة الحيوان للدميري " : الروبيان : هو سمک صغير جدًا أحمر .

(حياة الحيوان الكبرى : ۱/۳۵۳، دار احياء التراث العربي بيروت ، الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ھ ، ۲۰۰۱ء ، و۱/۴۷۳،بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۸/۳۱۲،باب الانتفاع بالحیوانات)

ما في " المورد الوسيط " : روبيان ، إربيان : جهينگا مچهلي .(ص/۲۸۷ ، دار الإشاعت كراچی)

ما في" تكملة فتح الملهم " : وأما الروبيان أو الروبيان الذي يسمى في ..... اللغة الأردية " جهينگا" ...... وأما عند الحنفية فيتوقف جوازه على أنه سمک أو لا ؟ فذكر غير واحد من أهل اللغة أنه نوع من السمک ، قال ابن دريد في جمهرة اللغة [۳/۴۱۴] . " وأربيان " ضرب من السمک ، وأقره في القاموس وتاج العروس ، [۱/۱۴۶] . وكذلک قال الدميري في " حياة الحيوان " [۱/۴۷۳] : " الروبيان " : هو سمک صغير جداً أحمر ، وأفتى غير واحد من الحنفية بجوازه بناء على ذلک ، مثل صاحب الفتاوى الحمادية ، وقال شيخ مشايخنا التهانوي رحمه اللّٰه تعالى في امداد الفتاوى [۴/۱۰۳] : لم يثبت بدليل أن للسمک خواص لازمة تنتفي السمكية بانتفائها فالمدار على قول العدول المبصرين ..... وإن " حياة الحيوان " للدميري الذي يبحث عن ماهيات الحيوان يصرح بأن الروبيان هو سمک صغير ..... فإني مطمئن إلى الآن بأنه سمک ، ولعل اللّٰه يحدث بعد ذلک أمراً . (۹/۴۲۶ ، كتاب الصيد والذبائح ، باب إباحة ميتات البحر)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن الحسن بن علي رضي اللّٰه عنهما قال : حفظت من رسول اللّٰه ﷺ : " دع ما يريبک إلى ما لا يريبک ، فإن الصدقة طمأنينة ، وإن الكذب ريبة" . (۲/۸۴۵ ، كتاب البيوع ، بيروت)(امدادالفتاوی:۴/۱۰۳،۱۰۴،جدید مسائل کاحل:ص/۵۵۱)

ما في " مرقاة المفاتيح " : والمعنى اترک ما تشکّ فيه ، من الأقوال والأعمال ، انه منهي عنه ...... إلى ما لا تشک فيه منهما . (۶/۱۹ ، كتاب البيوع ، باب الكسب)

پان میں چونے کا استعمال

مسئلہ (۵۹۶): چونا دوطرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو پتھر سے بنتا ہے، اور دوسرے وہ جو صدف جلا کر بنایا جاتا ہے، دونوں قسم کے چونے کا ایک ہی حکم ہے، یعنی پان میں بقدرِ ضرورت کھانا جائز ہے۔[۱]

سودی بینک ملازم کی دعوت

مسئلہ (۵۹۷): اگر کوئی شخص سودی بینک میں سودی حساب کتاب لکھنے کی ملازمت کرتا ہے، اور اس کا حلال کمائی کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، تو ایسے شخص کی دعوت قبول کرنے سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ سودی بینک کی تنخواہ حلال نہیں ہے، اور اگر وہ شخص کچھ ہدیہ وغیرہ دے، تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرے، لیکن اگر کسی مجبوری میں اس کے گھر کھانا کھالیا، یا اس کا ہدیہ قبول کرلیا، تو وہ توبہ واستغفار کرے، کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کسی شخص کے پیٹ میں حرام کمائی کا ایک لقمہ بھی چلا جائے، تو چالیس دن تک اس کی نماز ودعا قبول نہیں ہوتی ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نفع المفتي " : يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند ، لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها .

(۱۴۸/۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل ذكر ما يحل لبسه وما لا يحل)

ما في " الفتاوى الهندية " : وسئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخاري ونحوه ، قال : لا بأس بذلك ما لم يضرّ . (۳۴۱/۵ ، الكراهية ، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل)

....

....

....

....

....

والحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة (رضي الله عنه) ، أن رسول الله ﷺ قال : " حق المسلم على المسلم ستٌّ " . قيل : ما هنّ يا رسول الله ؟ قال : " إذا لقيته فسلِّم عليه، وإذا دعاک فأجبه " الحديث .

(۲/۲۱۳ ، كتاب السلام ، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام)

ما في " الفتاوى الهندية " : أهدى إلى رجل شيئاً وأضافه ، إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس ، إلا أن يعلم بأنه حرام ، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام ، إلا أن يخبره بأنه حلال ، ورثتُه أو استقرضتُه من رجل . كذا في الينابيع .

(۵/۳۴۲ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " مجمع الأنهر " : غالب مال المهدى إن حلالاً لا بأس بقبول هديته ، وأكل ماله ، مالم يتبين أنه من حرام . (۴/۱۸۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب)

ما في " الفتاوى الهندية " : آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لا يقبل ولا يأكل ، مالم يخبره أن ذلک المال أصله حلال ، ورثه أو استقرضه .

(۵/۳۴۳ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، كذا في المحيط البرهاني : ۶/۱۱۰ ، كتاب الاستحسان والكراهية)

ما في " كنز العمال " : عن ابن مسعود رضي الله عنه : " من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحًا ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولىٰ به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنبت اللحم " . (۴/۸، رقم الحديث : ۹۲۶۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۲۵۴، کتب خانہ نعیمیہ، جدید مسائل کا حل: ص/۲۶۱)

فصل في الأسامي

☆......بچوں کے نام......☆

لڑکی کا نام ''رُبَمَا'' رکھنا

مسئله(۵۹۸): قرآنِ کریم میں وارد لفظ سے نام رکھنا اس وقت درست ہے، جب کہ اس کے معنی اچھے ہوں، مثلاً: علی، کبیر، رشید، بدیع وغیرہ کہ ان سے نام رکھنا درست ہے[۱]، رہا لفظ''رُبَمَا'' تو وہ اسم نہیں بلکہ حرف ہے، اس لیے اس سے نام رکھنا درست نہیں۔[۲]

لڑکی کا نام'' رَبَّنَا ''رکھنا

مسئله(۵۹۹): ''رب'' کا استعمال اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لیے درست ہے، مثلاً عربی میں کہتے ہیں: ''رَبُّ الدار'' [گھر کا مالک][۳]، لیکن جب کسی کا نام رکھا جائے گا، تو اس کو پکارنے سے اللہ کے ساتھ اشتباہ لازم آئیگا، اس لیے اس طرح کا نام نہ رکھا جائے۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' رد المحتار '' : التسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالى كالعلي والكبير والرشيد والبديع جائزة . (۹/۵۱۱ ، كتاب الحظر والإباحة)

(۲) ما في '' التفسير الكبير '' : ربما حرف جر عند سيبويه ويلحقها ما . (۱۹/۱۱۲ ، الحجر)

الحجة على ما قلنا : =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(۳) ما في " التفسير لإبن كثير " : الرب هو المالک التصرف ، ويطلق في اللغة على السيد وعلى التصرف للإصلاح وكل ذلک صحيح في حق اللّٰه تعالى ولا يستعمل الرب لغير اللّٰه إلا بالإضافة تقول : رب الدار ، وأما الرب فلا يقال إلا اللّٰه عزّ وجلّ .

(۱/۱۲ ، سورة الفاتحة)

ما في " لسان العرب " : الرب هو اللّٰه عزّ وجلّ هو رب كل شيء أي مالكه ...... ولا يقال الرب في غير اللّٰه إلا بالإضافة . (۱/۳۲۹)

(۴) ما في " الفتاوى الهندية " : أحب الأسماء إلى اللّٰه تعالى عبد اللّٰه وعبد الرحمن ، لكن التسمية بغير هذه الأسماء في هذا الزمان أولى ، لأن العوام يصغّرون هذه الأسماء للنداء ..... وفي الفتاوى : التسمية باسم لم يذكره اللّٰه تعالى فى عباده ولا ذكره رسول اللّٰه ﷺ ولا استعمله المسلمون تكلموا فيه ، والأولى أن لا يفعل . كذا في المحيط .

(۵/۳۶۲ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد وكناهم والعقيقة)

کتاب الطب

☆......طب کے مسائل......☆

علم طب سیکھنا اور سکھانا

مسئلہ (۶۰۰): علمِ طب سیکھنا اور سکھانا صرف جائز ہی نہیں، بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔ (۱)

فنِ طب سیکھے بغیر علاج

مسئلہ (۶۰۱): فنِ طب سیکھے بغیر مریض کی تشخیص کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفرض كفاية وهو ما زاد عليه لنفع غيره . " در مختار " . وفي الشامية : قال فى تبيين المحارم : وأما فرض الكفاية من العلم ، فهو كل علم لا يستغنى عنه فى قوام أمور الدنيا كالطب والحساب . (۱/۱۲۲ ، مطلب فى فرض الكفاية وفرض العين)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقال رسول الله ﷺ : " من سئل عن علم فكتمه ألجم بلجام من نار يوم القيامة " . وقال أيضاً : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . والتحقيق حمل العلم فى الحديثين السابقين على المعنى العام، فيشمل علوم الشرع ، علم الكلام ، والفقه ، والتفسير ، والحديث ، وعلوم الدنيا ، ومنها : الزراعة ، والصناعة ، والسياسة ، والحرف ، والطب ، والتنكلوجيا ، والحساب والهندسة ، وغير ذلک من أنواع العلوم ، وما يرتبط به مصالح أمور الدنيا . (۱۳/۷،۸ ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: ۵/۴۴۸ ، فضل طلب العلم)

(کفایت المفتی:۹/۱۲۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " سنن أبي داود " : حدثنا عبد العزيز بن عمر بن عبد العزيز ، حدثني بعض =

دوااور علاج

مسئلہ (۶۰۲): دوااور علاج کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال مختلف ہیں، لیکن جمہور فقہائے سابقین کا مذہب ہے کہ دواوعلاج مباح ہے، اور مناسب یہی ہے کہ جمہور کے مذہب پر فتویٰ دیا جائے۔ (۱)

=الوفد الذين قدموا على أبي قال : قال رسول الله ﷺ : " أيما طبيب تطبب على قوم لا يعرفه له تطبيب قبل ذلك فاعنت فهو ضامن " .

(۲/۲۸۵ ، كتاب الديات ، باب فيمن تطبب ولا يعلم منه طب)

ما في " بدائع الصنائع " : وما روي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه كان لا يجري الحجر إلى على ثلاثة : المفتي الماجن ، والطبيب الجاهل ، والمكاري المفلس . (۶/۲۷۱ ، كتاب الحجر والحبس)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : لو كان الحجر دفع ضرر عام كالحجر على المتطبب الجاهل والمفتى الماجن والمكارى المفلس جاز فيما يروى عنه إذ هو دفع ضرر الأعلى بالأدنىٰ . (۹/۲۶۷ ، كتاب الحجر)(جدید فقہی مباحث:۱۰/۵۳،فتاوی محمودیہ:۱۸/۳۷۷،۳۷۸،کراچی)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ومن هذا يتبين لنا أنه لا يجوز للطبيب أن يقدم على فعل الجراحة إلا أن يكون عالما بها وعنده المعرفة التامة بمراحلها التفصيلية . (ص/۱۱۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : ان الفقهاء الكرام رضى الله عنهم قد اختلفوا فى هذه المسألة على عدة أقوال نذكر أهمها وهي : القول الأول : ان التداوي مباح ، وهذا رأي جمهور الفقهاء السابقين لكنهم اختلفوا فيما بينهم ، فمنهم من قال : إن التداوي أفضل ، ومنهم من قال : إن تركه أفضل ، قال شيخ الإسلام ابن تيمية : كان كثير من أهل الفضل والمعرفة يفضل تركه تفضلاً واختياراً ...... وهذا هو المنصوص عن أحمد وإن كان من أصحابه من يوجبه ومنهم من يستحبه ويرجحه . القول الثاني : إن التداوي مستحب ، وهذا رأي الشافعية وجماعة من علماء السلف والخلف وهو قول الحنفية وجمهور المالكية،=

انسانی عضو قیمتاً یا ہدیۃً دینا

مسئلہ (۶۰۳): انسان اپنے بدن کے کسی بھی عضو کا مالک نہیں ہے، کہ وہ اس میں آزادنہ تصرف کر سکے، اسی بنا پر اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلا قیمت دے، بلکہ انسان اپنے بدن کے اعضا کا صرف نگراں و محافظ ہے[1] ، ہاں ! اگر کسی مریض کی اضطراری صورت ایسی ہوجائے کہ اس کے دونوں گردے خراب ہوجائیں، ان کو نکال کر ان کی جگہ دوسرے لگانا ضروری ہوجائیں، اور ماہر معالجوں کے نزدیک جانبری اور زندگی بچانے کے لیے اس عمل کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے، بلکہ یہی عمل متعین ہوجائے، اور صحت وبقائے زندگی کا غالب گمان حاصل ہو، اور مریض کے رشتہ داروں میں سے کوئی اپنی رضا مندی سے گردہ دینے کے لیے تیار ہوجائے، اور اس دینے کی وجہ سے معطی کی زندگی کو کسی خطرے کا اندیشہ نہ ہو، تو اس کے لیے مریض کو اپنا گردہ دینے کی گنجائش ہوگی۔[2]

= القول الثالث : وهو ان التداوي واجب ما دام ذلک ممكناً ، وهذا رأي جماعة من أصحاب الشافعي ، وبعض الحنابلة ، ...... قال العلامة الحموي : اتفق العلماء على جواز التداوي ، واختلفوا هل فعله أفضل أم تركه؟ . (ص/ ۱۸۹)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ ادم﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " أحكام القرآن لمفتي جميل أحمد التهانوي " : الآية دلت على عزّ الإنسان ، مسلماً كان أو كافراً ، وعزّ أجزائه ، فلا يجوز اهانته بتركيبه في جسد غيره أيضاً لا بيعاً ولا هبة ولاصدقة ولا وقفاً . (۴/ ۱۳۱، ۱۳۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : العضو يعني الجزء المنفصل من الحي كميتة ، كأذن=

....

=المقطوعة ، والسن الساقطة ، إلا في حق صاحبه فظاهر وإن كثر . (٩/٣٧٦ ، كتاب الذبائح)
ما في " رد المحتار " : فإن خاف الرفيق الموت جوعاً أو عطشاً ترک له البعض ، وإن قال له آخر : اقطع يدي وكلها لا يحل ، لأن لحم الإنسان لا يباح في الاضطرار لكرامته . (٩/٤١١ ، الحظر والإباحة)
ما في" الفتاوى الهندية " : الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز ، قيل : للنجاسة ، وقيل : للكرامة، هو الصحيح . كذا في جواهر الأخلاطي . (٥/٣٥٤ ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات)
ما في " البحر الرائق " : وشعر الإنسان ، والإنتفاع به ، أي لم يجز بيعه والإنتفاع به ، لأن الآدمي مكرم غير مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً .
(٦/١٣٣ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)(جدید فقہی مسائل:٥/٨١-٩٠،اہم فقہی فیصلے:ص/١٣)
ما في " نوازل فقهية معاصرة " : ومن نظريات الإسلام أن الإنسان لا يملک شيئاً من الكون حتى نفسه ، فكما لا يجوز له أن يتصدى لأحد ويقتله أو يضره ، كذلک لا يباح له أن يهلک نفسه ، أو يؤذي عضواً من أعضائه بلا حاجة شرعية ، إنما جعله اللّٰه تعالى أميناً على نفسه ، يحتم عليه أن يصونه ، ويستعمله حسب أوامره عزّ وجلّ .(ص/٥٢٤، الطب والعلاج)
(٢) ما في " فقه النوازل " : ولهذا يجب عن كلام أهل العلم القائلين بأن الأصل في أجزاء الآدمي تحريم أخذها ، وتحريم التمثيل بها ، فيقال : هذا يوم كان ذلک خطراً أو ضرراً ، أو ربما أدى إلى الهلاک ، وذلک أيضاً في الحالة التي ينتهک فيها بدن الآدمي وتنتهک حرمته ، فأما في هذا الوقت ، فالأمران مفقودان : الضرر مفقود ، وانتهاک الحرمة مفقود ، فإن الإنسان قد رضي كل الرضى بذلک ، واختاره مطمئنا مختاراً ، لا ضرر عليه ، ولا يسقط شيء من حرمته .... إذا كان رجل مفقود الصحة وأخبر الأطباء الحذاق أنه إذا أخرجت كلوة من كلوتيه ، فذلک لا يؤثر فيما يبدو في صحته ، وأحد أقاربه مريض بلغ من المرض إلى أن لو لم تبدل كلوته الفاسدة ليصيبه الهلاک فيما يبدو ، لا محالة ، وليس هناک بديل آخر ، ففي هذه الصورة يجوز للرجل أن يعطي المريض إحدى كلوتيه بدون أي ثمن انقاذاً له من الهلاک . (٤/١٢٧ – ١٤٥ ، نقل الدم وزراعة الأعضاء ، فقه القضايا الطبية المعاصرة :ص/٤٩١ ، أحكام الانتفاع بأعضاء الإنسان ، أحكام الجراحة الطبية :ص/٣٨٩)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . (١/٣٨٦)

انسانی آنکھ کا استعمال

مسئلہ (۶۰۴): کسی بھی انسان کی آنکھ کا استعمال دوسرے انسان کے لیے جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی خرید وفروخت جائز ہے، چاہے وہ آنکھ کسی زندے کی ہو یا مردے کی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرمنا بني آدم﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : لأن الآية دلت على عزّ الإنسان مسلماً كان أو كافراً وعزّ أجزائه ، فلا يجوز اهانته بتركيبه في جسد غيره أيضاً ، ولا بيعاً ، ولا هبة ، ولا صدقة ، ولا وقفاً ، كما هو رائج في بلاد الكفار ..... وكذا لا يجوز نقل جزئه الى الآخر أو عضو، كالعين لا في الحياة ولا بعدها ، ولا الوصية بها ، لأنها ليست من أملاكه ، بل هي عارية من الله للعبادة . (۱۳۱/۴ ، المسئلة الثالثة ، لا يجوز بيع أعضاء الإنسان ولا كسر عظم الخ)

ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة (رضي الله عنها) ، أن رسول الله ﷺ قال : " كسر عظم الميت ككسره حيًّا". (ص/۴۵۷ ، ۴۵۸ ، باب في الحفار يجد العظم هل ينتكب ذلک المكان ، رقم الحديث : ۳۲۰۷)

(سنن ابن ماجه :ص/۱۱۶ ، باب في النهي عن كسر عظام الميت ، قديمي)

ما في " شروح سنن ابن ماجه " : (ككسره حياً) يعني في الإثم ، قال الطيبي : الإشارة إلى أنه لا يهان الميت كما لا يهان الحي ، قال ابن عبد البر : يستفاد منه أن الميت يتألم بجميع ما يتألم به الحي . (۶۴۲/۱، باب في النهي عن كسر عظام الميت، كذا في عون المعبود : ص/۱۳۷۳ ، رقم الحديث : ۳۲۰۷ ، باب في الحفار يجد العظم هل يتنكب ذلک المكان)

ما في " رد المحتار " : (كما بطل بيع صبي لا يعقل ...... وشعر الإنسان) لكرامة الآدمي ولو كافراً ، ذكره المصنف وغيره في بحث شعر الخنزير . الدر المختار . قوله : (ذكره المصنف) حيث قال : والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً ، فإيراد العقد عليه وابتذاله به والحاقه بالجمادات إذلال له.(۱۷۹/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً)=

سرجری کے دوران سوراخ وچھید کرنا

مسئلہ (۶۰۵): بعض مرتبہ سرجری کے دوران چونکہ سوراخ وچھید کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا یہ ضرورۃً جائز ہے۔[1]

=ما في " الفتاوى الهندية ": الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز ، قيل للنجاسة ، وقيل للكرامة ، وهو الصحيح . كذا في جواهر الاخلاطي . (۳۵۴/۵)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها) لأن الآدمي مكرم لا مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً ، وقد قال عليه الصلاة والسلام : " لعن الله الواصلة والمستوصلة " . أقول : قال الزيلعي : إنما لعنا للإنتفاع به لما فيه من إهانة المكرم . انتهى . (۳۹۱/۶ ، كتاب البيوع ، البيع الفاسد)

(كذا في فتاوى السراجية :۳۲/۳، باب التداوي والعلاج ، البحر الرائق :۱۳۳/۶ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد) (جدید مسائل کا حل :ص/۱۷۵،فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۳۳۸،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : من المهمات التى تشتمل عليها مرحلة العمل الجراحي مهمة الثقب ، المتمثلة في إحداث الخرق في الموضع المحتاج إلى خرقة .... ويلجأ الأطباء إلى مهمة الثقب عند قيامهم بالجراحة التى تجري لإزالة السدد الموجود في الأمعاء .... والثقب في الأصل مفسدة لما يشتمل عليه من إتلاف لجزء من الجسم ، إلا أنه جائز عند وجود الحاجة الداعية إلى فعله . (ص/۴۰۴ ، المبحث الخامس في الثقب)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۰)

ما في " ترتيب اللآلى في سلك الأمالي " : الشيء إذا ثبت ، ثبت بجميع لوازمه . (۷۷۸/۲)

آپریشن کے بعد زخم پر ٹانکے لگانا

مسئله (۶۰۶): آپریشن کے بعد زخم پر ٹانکے لگانا شرعاً جائز ہے، کیوں کہ آپریشن کے بعد زخم کو کھلا چھوڑ دینے میں ضررِ شدید کا اندیشہ ہے، لہٰذا بر بنائے قاعدۂ فقہیہ ضررِ اشد کے لیے ضررِ اَخف کو برداشت کرلیا جائے گا۔[۱]

حاملہ عورت کا پیٹ چیرنا

مسئله (۶۰۷): حاملہ عورت کو ولادت کا وقت قریب ہو، اور طبعی ولادت کے امکانات بالکل نہ ہوں، اور آپریشن نہ کرنے کی صورت میں عورت یا بچہ کی جان کو خطرہ ہو، تو ضرورۃً آپریشن کے لیے حاملہ کے پیٹ کو چیرنا درست ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : من المهمات التى تشتمل عليها مرحلة العمل الجراحى مهمة الثقب ، المتمثلة في إحداث الخرق في الموضع المحتاج إلى خرقة ...... ويلجأ الأطباء إلى مهمة الثقب عند قيامهم بالجراحة التى تجرى لإزالة السدد الموجود فى الأمعاء ، فيقوم الطبيب باستئصال الموضع التألف المسدود ووضع البديل عنه .... فيخرج منها البراز ، وبعد انتهاء الحاجة ، ونجاح الجراحة الأولىٰ ، يقوم الطبيب بخياطة ذلک الثقب ، وسده ، حتى يعود جدار البطن إلى حالته الأولىٰ ، والثقب في الأصل مفسدة لما يشتمل عليه من إتلاف لجزء من الجسم ، إلا أنه جائز عند وجود الحاجة الداعية إلى فعله.(ص/۴۰۴ ، المبحث الخامس في الثقب)

ما في " قواعد الفقه " : إذا تعارض مفسدتان رُوعي أعظمهما ضررًا بإرتكاب أخفهما .

(ص/۵۶ ، القاعدة : ۱۹)

الحجة على ما قلنا : =

ایکسرے (X-Ray) کے ذریعہ طبی جانچ

مسئلہ (۶۰۸): ایکسرے (X-Ray) کے ذریعہ طبی جانچ کرانا جائز ہے، اوراس کے لیے ایکسرے کا نکالنا بھی درست ہے۔[1]

=(۲) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (حامل ماتت وولدها حيّ) یضطرب (شُقّ بطنها) من الأیسر (ویُخرج ولدها) ولو بالعکس ، وخیف علی الأم قُطع وأخرج لو میتاً ، وإلا لا ، کما في کراهیة الاختیار . (۱۳۶/۳ ، کتاب الصلوٰۃ ، مطلب فی دفن المیت)

ما في " الفتاوی الهندیة " : في فتاویٰ أبي اللیث رحمه اللّٰه تعالی في امرأة حامل ماتت وعلم أن ما فی بطنها حي فإنه یشق بطنها من الشق الأیسر .

(۳۶۰/۵ ، الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراحات بني آدم والحیوانات ، فتاوی قاضي خان علی هامش الهندیة : ۱۸۸/۱ ، باب فی غسل المیت وما یتعلق به)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تتقدر بقدرها . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۱)

(فتاوی رحیمیہ: ۱۸۵/۱۰، فتاوی محمودیہ: ۲۸۹/۲۸۸/۱۸، کفایت المفتی: ۱۵۱/۹، جدید مسائل کا حل: ص/۵۴۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " أحکام الجراحة الطبیة " : تعتبر الأشعة السنیة من أخطر الوسائل المستخدمة في مهمة الفحص الطبي .... ولا شک في أن کثیراً من الأمراض الجراحیة التي جرت عادة الأطباء بإحالة المصابین بها إلی التصویر بالأشعة قد توفرت فیها الحاجة الداعیة ، فعلی سبیل المثال مرض القرحة المعدیة .... کل هذه الأمراض وأمثالها توفرت فیها الحاجة الداعیة إلی تصویرها والتأکد من وجودها ما دام أن الطبیب قد اطلع علی بعض الدلائل والإمارات الموجبة للتأکد من وجودها أثناء قیامه بمهمة الفحص المبدئي ، وإذا ثبت القول بجواز التصویر بالأشعة عند الحاجة ، فإنه ینبغي علی الطبیب المختص بمهمة التصویر أن یتقید بقدر الحاجة للقاعدة الشرعیة التي تقول : " ما أبیح للضرورة یقدر بقدرها " .

(ص/۲۲۷ – ۲۳۰ ، المطلب الرابع في حکم الفحص بالأشعة السنیة)

(جدید فقہی مسائل: ۳۲۲/۱)

انسانی لاش کی چیر پھاڑ

مسئلہ (۶۰۹): انسانی لاش کی چیر پھاڑ اوراس پر تجربات کرنا ناجائز وحرام ہے، اس لیے کہ اس میں آیتِ صریحہ:﴿ولقد کرّمنا بني آدم﴾ کی صریح خلاف ورزی لازم آتی ہے [۱]، نیز انسان جس طرح قبل الموت قابلِ تعظیم وتکریم ہے، اسی طرح بعد الموت بھی وہ اس کا مستحق ہے [۲]، جب کہ چیر پھاڑ میں انسان کو برہنہ کرنا اوراس کی توہین لازم آتی ہے، جو حرام ہے [۳]، بالخصوص جب تجربات کے لیے ایسے جاندار موجود ہوں، جن کے اعضاء، اعضائے انسانی کے مشابہ ہوں، تو انسانی لاش پر ایسے تجربات کی اجازت کیوں کر دی جاسکتی ہے، فقہ کا قاعدہ ہے کہ ہر ایسا عمل جو ارتکابِ حرام کا سبب ہو اس کا ترک، واجب ہوتا ہے۔ [۴]

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي" : وكذا لا يجوز قطع جزء من الميت قطعة قطعة في التعليم لفنّ الجراحة أو تفتيش سبب الموت . (۱۳۲/۴ ، المسئلة الثالثة)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال : "كسر عظم الميت ككسره حياً " . (۴۵۸/۱ ، باب في الحفار يجد العظم ، رقم الحديث : ۳۲۰۷ ، سنن ابن ماجة : ص/۱۱۶ ، باب في النهي عن كسر عظام الميت)

ما في " أوجز المسالک " : قال الباجي : تريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حياته، وإن كسر عظامه في حال موته يحرم كما يحرم كسرها حال حياته ..... وقال ابن دقيق العيد : إنه على شرط مسلم ... وإنما يتساويان في الإثم ، ..... قال الطيبي : إشارة إلى أنه لا يهان ميتاً كما لا يهان حياً ، قال ابن مالک : وإلى أن الميت يتألم . =

مردہ انسان کے اعضا کا استعمال

مسئلہ (۶۱۰): کسی فوت شدہ انسان کا جگر، آنکھ، دل وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں نہیں لگا سکتے، کیوں کہ انسان کے مکرم ہونے کی وجہ سے اس کے کسی عضو سے انتفاع جائز نہیں [۱]، اور اگر کوئی شخص اس طرح کی وصیت کر کے مرے تو اس کی وصیت بھی قابلِ نفاذ نہیں، اس لیے کہ نفاذِ وصیت کے لیے کسی چیز کا وصی کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے، جب کہ انسان اپنے ان اعضا کا مالک نہیں ہے۔ [۲]

=(۵۸۷/۴، ۵۸۸، في الاختفاء وهو النبش، مرقاة المفاتيح: ۷۰/۴، الجنائز، باب البكاء على الميت)

ما في" رد المحتار ": والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به ...... ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر. (۱۷۹/۷، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً، كذا في الفتاوى الهندية: ۲۵۴/۵، الباب الثاني عشر في التداوي والمعالجات)

(۳) ما في" رد المحتار ": (وتستر عورته الغليظة فقط على الظاهر .... وقيل مطلقاً) الغليظة والخفيفة. (در مختار). وفي الشامية: قوله: (الغليظة) أي القبل والدبر، وعلوه بأنه أيسر، وببطلان الشهوة، والظاهر أنه بيان للواجب بمعنى أنه لا يأثم بذلك لا لكون المطلوب الاقتصار على ذلك. تأمل. .... لكن قال في شرح المنية: إن الثاني هو المأخوذ به لقوله عليه السلام لعلي: " لا تنظر إلى فخذ حي ولا ميت". [أبوداود: ۴۰۱۵] لأن ما كان عورة لا يسقط بالموت، ولذا لا يجوز مسه ...... وفي الشرنبلالي: وهذا شامل للمرأة والرجال.

(۸۱/۳،القراء ة عند الميت، حاشية الطحطاوي:ص/۵۶۷، أحكام الجنائز)

(۴) ما في " روح المعاني ": (ولا تسبّوا) واستدل بالآية على أن الطاعة إذا ردت إلى معصية راجحة وجب تركها، قال: ما يؤدي إلى الشرّ شرٌّ.

(۳۶۶/۵، رد المحتار: ۴۲۹/۹، الحظر والإباحة، فصل في اللبس)

(منتخبات نظام الفتاوی:۴۱۲/۱،جدید مسائل کا حل:ص/۹۹،فتاوی محمودیہ:۳۴۳/۱۸، ۳۴۴،کراچی)=

انسانی اعضا کا استعمال

مسئلہ (۶۱۱): انسان کو مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے مکرم ومشرف پیدا فرمایا ہے، اسی تکریم وشرافت کے پیشِ نظر کسی انسان کا عضو خرید کر دوسرے انسان کو دینا، یا ہبہ وعطیہ کے طور پر حاصل کر کے جوائنٹ کروانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ (۱)

والحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن العظيم " : ﴿ولقد كرَّمْنا بنيّ ادم﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " أحكام القرآن لمفتي جميل أحمد التهانوي " : الآية دلت على عزّ الإنسان ، مسلماً كان أو كافراً ، وعزّ أجزائه ، فلا يجوز اهانته بتركيبه في جسد غيره أيضاً لا بيعاً ولا هبة ولاصدقة ولا وقفاً . (۴/ ۱۳۱، ۱۳۲)

ما في " البحر الرائق " : وشعر الإنسان ، والإنتفاع به ، أي لم يجز بيعه والإنتفاع به ، لأن الآدمي مكرم غير مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً . (۶/۱۳۳)

ما في " الهداية " : وحرمة الإنتفاع بأجزاء الآدمي لكرامته . (۱/ ۴۱ ، كتاب الطهارة)

(۲) ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : ﴿ولقد كرّمنا بنيّ ادم﴾ ...... لا يجوز نقل جزئه إلى الآخر أو عضو كالعين ، لا في الحياة ولا بعدها ولا الوصية بها ، لأنها ليست من أملاكه ، بل هي عارية من الله لعباده . (۴/ ۱۳۱ ، المسئلة الثالثة : لا يجوز بيع أعضاء الإنسان)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة﴾ . (سورة التوبة : ۱۱۱)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : أطلق الشرى فيه على طريق المجاز ، لأن المشتري في الحقيقة هو الذي يشتري ما لا يملك ، والله تعالى مالك أنفسنا وأموالنا . (۳/ ۲۰۲، باب دفع الصدقات إلى صنف واحد) (جدید مسائل کا حل:ص/ ۴۸۱،فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۳۳۵،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيّ ادم وحملنٰهم في البرّ والبحر﴾ . (سورة بني اسرائيل: ۷۰)=

جوازِ سرجری کی شرط

مسئلہ (۶۱۲): سرجری بہت سارے خطرات پر مشتمل ہے، مثلاً: موت، ہلاکت اورتلفِ عضووغیرہ، اسی لیے شریعتِ اسلامیہ میں سرجری کے جواز کا حکم کچھ شرطوں کے ساتھ مقید ہے [۱]، ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سرجری کی وجہ سے مریض کوایسا ضرراورنقصان نہ پہنچے، جواس کے مرض سے بڑھا ہوا ہو [۲]، ورنہ سرجری کرنا حرام ہوگا [۳]، کیوں کہ شریعتِ اسلامیہ کسی ضررکواسی کے مثل ضررکواختیارکرکے دور کرنے اجازت نہیں دیتی ہے۔ [۴]

=ما في " فتح القدير" : والانتفاع به لأن الآدمي مكرم غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً وفي بيعه إهانة له ، وكذا في امتهانه بالانتفاع . (۶/ ۳۹۱ ، البيع الفاسد)

ما في " بدائع الصنائع " : والآدمي بجميع أجزائه محترم مكرم ، وليس من الكرامة والاحترام ابتذاله بالبيع والشراء . (۴/۳۳۸ ، فصل وأما الذی ما يرجع إلى المعقود عليه ، رد المحتار : ۹/ ۴۵۴) (فتاوی حقانیہ:۶/ ۵۷، آپ کے مسائل اوران کا حل:۹/ ۱۶۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : تتضمن الجراحة الطبية فی غالب صورها كثيراً من المخاطر ، والأضرار التی قد تفضی بالمريض إلى الهلاک والموت المحقق أو تؤدی إلی تلف عضو أو أعضاء من جسده ، لذا فإن الحكم بجوازها فی الشريعة الإسلامية مقيد بشروط لا بد من توفرها . (ص/۱۰۲ ، المبحث الثالث)

(۲) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : الشرط الثامن أن لا يترتب على فعلها ضرر أكبر من ضرر المرض . (ص/۱۰۳ ، المبحث الثالث)

(۳) ما في " أحكام الجراحية الطبية " : فإن كانت المفاسد التی تقرب على الجراحة أكبر من المفاسد الموجودة فی المرض حرم عليهم الإقدام على فعل الجراحة ، لأن الشريعة=

بدن سے زائد گوشت نکالنا

مسئلہ (۶۱۳): بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جن میں جسم کا گوشت بڑھ جاتا ہے، تو اس زائد گوشت کو بذریعۂ آپریشن نکالنے کے سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر تحمل وبرداشت کی قوت ہو، اور گوشت کا نکالنا موجودہ تکلیف سے زیادہ تکلیف بڑھ جانے کا سبب نہ ہو، تو زائد گوشت نکال سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔ (۱)

= لا تجيز للإنسان أن يزيل الضرر بمثله أو بما هو أشدّ ، ولذلک كان من قواعدها : "الضرر لا يزال بمثله" . (ص/۱۲۴ ، كذا في الأشباه : ۱/۱۱۳)

(۴) ما في " أحكام الجراحية الطبية " : ولذلک كان من قواعدها : " الضرر لا يزال بمثله" . (ص/۱۲۴ ، كذا في الأشباه : ۱/۱۱۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : وفي الفتاوى : إذا أراد أن يقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر قال أبو نصر رحمه الله تعالى : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک فإنه لا يفعل لأنه تعريض النفس للهلاک وإن كان الغالب هو النجاة فهو في سعة من ذلک . (۳/۴۱۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في الختان ، الفتاوى الهندية : ۳۶۰)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ويشترط لجواز فعل القطع في هذه الأحوال أن لا يؤدي إلى ضرر أعظم من الضرر الموجودة في الألم ، فإذا كان القطع مفض إلى ذلک فإنه لا يجوز فعله للقاعدة الشرعية : " الضرر لا يزال بالضرر " . (ص/۱۱۳ ، هل يجوز قطع العصب؟)

سرجری کے لیے مریض کے ولی کی اجازت

مسئلہ (۶۱۴): اگر کسی مریض میں اہلیتِ اذن نہ ہو، یعنی وہ غلام ہو یا نابالغ ہو وغیرہ، تو ایسے حالات میں اس کی سرجری کے لیے اس کے ولی کی اجازت کافی ہوگی۔[۱]

انسانی اعضا کی پیوندکاری

مسئلہ (۶۱۵): انسان قابلِ تکریم ہے[۲]، اس لیے عام حالات میں اس کے اعضا کی پیوندکاری شرعاً حرام ہے[۳]، لیکن اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا عضو اس طرح بے کار ہوکر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے، تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی، اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کمی کو پورا نہیں کرسکتا، اور ماہر قابلِ اعتماد اطبا

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : وأما إذا لم يكن أهلاً فإنه يعتبر إذن وليه كأبيه فعلاً .
(ص/۱۰۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : البزاغ أو الفصاد أو الحجام إذا بزغ أو فصد أو حجم وكان بإذن المولىٰ في العبد أو بإذن الولي في الصبي وسرى إلى النفس ومات فلا ضمان عليهم .
(۶/۳۴ ، كتاب الجنايات ، الباب التاسع)

ما في " زاد المعاد " : القسم الخامس : طبيب حاذق أعطى الصنعة حقها فقطع سلعة من رجل أو صبي أو مجنون بغير إذنه أو إذن وليه أو ختن صبياً بغير إذن وليه فتلف فقال أصحابنا: يضمن لأنه تولد من فعل غير ماذون فيه ، وإن أذن له البالغ أو ولي الصبي أو المجنون لم يضمن . (۳/۱۰۹ ، ذكر أقسام الطبيب وآدابه) (جدید فقہی مباحث:۱۰/۱۲۶)=

کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوند کاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے، اور عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی، اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لیے فراہم ہے، تو ایسی ضرورت و مجبوری کی حالت میں عضو انسانی کی پیوند کاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لیے مباح ہوگا۔ (۴)

نعش کی خرید وفروخت

مسئله (٦١٦): نعش کی خرید وفروخت کرنا شرعاً جائز و درست نہیں ہے۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم﴾ . (سورة بني اسرائيل : ٧٠)

(۳) ما في " شرح كتاب السير الكبير " : والآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه فى حياته فكما يحرم التداوي بشيء من الآدمي الحي إكراماً له فكذلک لا يجوز التداوى بعظم الميت ، قال رسول الله ﷺ : " كسر عظم الميت ككسر عظم الحي " . (۱/۹۲)

ما في " البحر الرائق " : (وشعر الإنسان والإنتفاع به) أى لم يجز بيعه والإنتفاع به لأن الآدمى مكرم غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً ..... وصرح فى فتح القدير بأن الآدمي مكرم وإن كان كافراً . (۶/۱۳۳ ، كتاب البيع ، باب البيع الفاسد)

(۴) ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/۸۹ ، القاعدة : ۱۷۰)

(نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی [انڈیا] کے فیصلے: ص/۱۹۷، ۱۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم في البرّ والبحر﴾ .

(سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " الهداية " : ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع به لأن الآدمي مكرم لا مبتذل =

بلڈ بینک (Blood Bank) کا قیام

مسئلہ (۶۱۷): بلڈ بینک کے قیام سے متعلق حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی رحمہ اللہ، مفتی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

''جب خون کے استعمال کی گو بدرجہ مجبوری ہی گنجائش ہوگی[1]، تو چونکہ ایسی مجبوریاں اچانک بھی پیدا ہوجاتی ہیں، اورخون کی بہت زیادہ مقدار کی متقاضی ہوجاتی ہیں، جیسے ریل کے ایکسیڈنٹ کے موقع میں، یا جنگ ومحاربہ کے اندر بسا اوقات بیک وقت بہت زیادہ افراد زخمی ہوجاتے ہیں، اوران کی جان بچانے کے لیے ان سب کوخون کا انجکشن دینا ضروری ہوجاتا ہے، اور پھراس میں بھی مریض کے خون کا نمبر، اور جو خون چڑھایا جاتا ہے، اس خون کا نمبر بالکل یکساں ہونا ضروری ہوتا ہے، ورنہ بجائے نفع کے نقصان کا اندیشہ ہوجاتا ہے، اس لیے اِن اچانک پیش آمدہ ضروریات کے لیے ہرنمبر کے خون کا فراہم رکھنا بھی ضروری ہوجاتا ہے، اورمقدار کی تعیین وتحدید معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کافی مقدار میں محفوظ رکھنا

=فلا یجوز أن یکون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً . (۳/ ۳۹)

ما في '' بدائع الصنائع '' : وأما عظم الآدمي وشعره فلا یجوز بیعه لا لنجاسة لأنه طاهر في الصحیح من الروایة لکن احتراماً له والابتذال بالبیع یشعر بالإهانة . (۴/ ۳۳۳ ، کتاب البیوع)

ما في '' رد المحتار '' : والآدمي مکرم شرعاً وإن کان کافراً فإیراد العقد علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات إذلال له ...... إلا أن یجاب بأن المراد تکریم صورته وخلقته ، ولذا لم یجز کسر عظام میت کافر ، ولیس ذلک محل الاسترقاق والبیع والشراء .

(۷/ ۱۷۹ ، کتاب البیوع ، مطلب الآدمي مکرم شرعاً ولو کافراً) (فتاوی محمودیہ: ۱۸/ ۳۴۴)=

ضروری ہوگا، اوراس کا ایک خزانہ بنانا بھی لازم ہوگا، جس کو آج کل [کی] اصطلاح میں بینک کا نام دیا جاسکتا ہے، **لأن الشيء إذا ثبت ، ثبت بجميع لوازمه**-. لہٰذا اِس فراہمی کے اور محفوظ رکھنے کے جو مناسب طریقے ہوں گے، اوران میں جو اَخراجات در کار ہوں گے، ان سب کو بھی حدودِ شرع میں رہتے ہوئے برداشت کرنا ہوگا۔''(۲)

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِس فتوی کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ بلڈ بینک قائم کرنا شرعاً جائز ودرست ہے۔

الکحل ملی ہوئی ادویات کی تجارت

مسئلہ (۶۱۸): اگر ادویات میں ملایا گیا الکحل انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء سے کشید کیا گیا ہو، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ان دواؤں کا استعمال ضرورۃً جائز رہے گا، بشرطیکہ حد سکر (نشہ کی حد) تک نہ پہنچا ہو، اور علاج کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے شیخین رحمہما اللہ کے مسلک پر عمل کرنا مرخص ہوگا، تاہم اگر انگور اور کھجور سے حاصل کیا گیا ہو، تو ان دواؤں کا استعمال شدید ضرورت اور اضطرار کے علاوہ جائز نہیں، البتہ اگر یہ معلوم ہو کہ دواؤں میں ملانے کے بعد الکحل کی حقیقت اور ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے، تو ایسی صورت میں اس کی حقیقت ختم ہونے کی

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم﴾ . (سورة البقرة :۱۷۳)

ما في '' قواعد الفقه '' : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/ ۸۹)

(۲) ما في '' ترتيب اللآلي في سلك الأمالي '' : الشيء إذا ثبت ، ثبت بجميع لوازمه .

(۲/ ۷۷۸ ، القاعدة : ۱۰۱) (منتخبات نظام الفتاوی:۱/ ۳۵۷)

وجہ سے ان ادویات کا استعمال بالاتفاق جائز ہوگا، لیکن یہ مسئلہ ماہرینِ فنِ طب کی مدد سے ہی حل ہوسکتا ہے۔[۱]

بطورِ دوا حرام اشیاء کا استعمال

مسئلہ (۶۱۹): اگر کوئی مسلمان طبیبِ حاذق کہے کہ: شفا حرام چیز میں ہی منحصر ہے، اور کوئی متبادل موجود نہیں ہے، تو مجبوراً بطورِ دوا و علاج بقدرِ ضرورت حرام اشیاء کے استعمال کی گنجائش ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : وبهذا تبين حكم الكحول المسكرة (Alcohals) التي عمت بها البلوى اليوم فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار ، لأنها إنما تستعمل مركبة مع المراد الأخرىٰ ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البيترول وغيره ، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوىٰ ؛ والله سبحانه أعلم . (۹/۶ ۵۰ ، بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والضابط عندهم أن كل ما فيه منفعة تحل شرعاً ، فإن بيعه يجوز ، لأن الأعيان خلقت لمنفعة الإنسان . (۵/ ۳۴۳۱) (فتاوی حقانیہ:۶/۴۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه ، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه . (۹/ ۴۷۴ ، فصل في البيع)

ما في " المحيط البرهاني " : الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم فيه شفاء أما=

مرہم، کریم اور پاوڈر کا استعمال

مسئلہ (۶۲۰): مرہم، کریم اور پاوڈر وغیرہ تجمیل وتحسین کے وہ مادے، جن میں خنزیر کی چربی کی آمیزش ہوتی ہو، لیکن عملِ کیمیائی کے ذریعے اس کی حقیقت کو فنا کردیا جاتا ہو، تو اُن پر پاکی کا حکم لگے گا، اور ان کا استعمال کرنا شرعاً جائز ہوگا۔[1]

شوگر کے مریض کے لیے انسولین کا استعمال

مسئلہ (۶۲۱): انسولین یعنی جوہرِ گُردہ سے بنائی گئی ذیابیطس (شوگر) کی خاص دوا، شوگر کے مریضوں کے لیے تداوی کے طور پر اس کا استعمال ضرورۃً جائز ہے۔[2]

= إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره فيجوز الاستشفاء به . (۱۱٦/٦ ، كتاب الاستحسان ، الفصل التاسع عشر في التداوي ، الفتاوى الهندية : ۳۵۵/۵ ، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي) (فتاوی محمودیہ:۳۵٦/۱۸،کفایت المفتی:۱۴۹/۹)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۰)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تتقدر بقدرها . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : المراهم والكريمات ومواد التجميل التي يدخل في تركيبها شحم الخنزير ، وتطبق عليها قواعد الاستحالة ، فإن تحول الشحم الموجود فيها إلى مادة أخرىٰ بسبب التفاعلات الكيميائية فإنها طاهرة جاز استعمالها ، وإلا فلا ، وهذا ما صدرت به فتوى من الندوة الفقهية الطبية الثامنة (السابقة) نصت على : (أن المراهم والكريمات ومواد التجميل التي يدخل في تركيبها شحم الخنزير لا يجوز استعمالها إلا إذا تحققت فيها استحالة الشحم وانقلاب عينها ، أما إذا لم يتحقق ذلک فهي نجسة ، ولا يجوز استعمالها شرعاً) .

(ص/۲۵۲ ، المنتجات الصناعية من الخنزير)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : إن الأنسولين الخنزيري المنشأ يباح لمرض =

بواسیری مسّوں کوکاٹنا

مسئلہ (۶۲۲): اگر بواسیری مسّوں کو کاٹنے کی صورت میں، مریض کے ہلاک ہونے کا خوف ہو، تو بواسیری مسّوں کو کاٹنا حرام ہے، اور اگر نہ کاٹنے کی صورت میں ہلاکت کا خوف ہو، تو ان مسّوں کا کاٹنا مباح ہے، اور اعتدال کی حالت میں مکروہِ تحریمی ہے۔ (۱)

پیر یا بدن کی پھٹن کو جوڑنا

مسئلہ (۶۲۳): انسان کے پیروں یا بدن میں پھٹن اس قدر ہو کہ مزید بڑھنے کا اندیشہ ہو، اور ترکِ علاج پر ضرر کا خوف ہو، تو اس پھٹن کو جوڑنا درست ہے۔ (۲)

=السكر التداوي به للضرورة وبضوابطها الشرعية ، في حين يرى البعض ان هذه المادة لا تبقى على حالتها بعد استخراجها من الخنزير ، بل تتم فيها عملية الاستحالة من خلال اجراء تفعلات كيميائية معقدة ومتعددة على تلك الغدة تجعلها شيئاً آخر ، حيث انقلبت حقيقتها وتغيرت صفاتها الأساسية، لذلك إن الانسولين يعتبر طاهراً شرعاً وحلالاً يجوز استعماله مطلقاً . (ص/ ۲۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۰)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : **الحالة الأولىٰ** : يحرم فيها فعله ، وذلک عند خوف الهلاک بسبب قطعه . **الحالة الثانية** : يباح فيها فعله ، وذلک عند خوف الهلاک بسبب تركه . **الحالة الثالثة** : الكراهة فيما عدا ذلک . (ص/ ۳۰۲ ، ۳۰۳ ، المسألة الأولى : هل يكره قطع البواسير؟ ، فقه النوازل : ۴/ ۲۱۴ ، قضايا الطبية المعاصرة : ص/ ۵۳۳)

ما في " قواعد الفقه " : أكثر ما يخاف لا يكون . (ص/ ۶۲ ، القاعدة : ۴۷)

(۲) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : وهذه الفتوق وجدت الحاجة الموجبة لعلاجها بالرتق فهي تشتمل في كثير من الأحيان على آلام ، وقد يترتب على تركها ضرر في موضع الفتق=

تحقیق جرائم کے لیے پوسٹ مارٹم

مسئلہ (۶۲۴): شریعت اسلامیہ نے انسانی تکریم کے تحت مردہ کے لیے بھی اسی طرح کے احترام کو واجب قرار دیا ہے، جیسے زندہ کے لیے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ''مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے مانند ہے''۔[1] لہٰذا جہاں پر موت کا سبب بالکل واضح اور معلوم ہو، جیسے ایکسیڈنٹ میں، اور سانپ کے کاٹنے سے ہونے والی موت میں، تو اس صورت میں پوسٹ مارٹم کرنا فضول ہے، اس لیے جائز نہ ہوگا، لیکن اگر پوسٹ مارٹم کسی ضرورت کے پیشِ نظر ناگزیر ہوجائے تو جائز ہے، مثلاً مقدمۂ جرم کی تحقیق کے لیے اور مجرم کی شناخت کرنے کے لیے، تو ایسے موقع پر بقدرِ ضرورت پوسٹ مارٹم کی گنجائش ہے۔[2]

= أو في الجسم عامة ، والرتق يعتبر اصلاح الفساد الناشي عن الفتق ، ونظراً لهذه الحاجة وخوف الضرر فإنه يرخص للمرضىٰ والأطباء في فعله ، للقاعدة '' الحاجة تنزل منزلة الضرورة '' . فالمريض يعتبر محتاجا إلى جراحة الفتق لمكان الآلام وخوف الضرر المترتب على ترك الفتق بدون العلاج . (ص/۴۲۷ ، المبحث التاسع في الرتق)

ما في '' قواعد الفقه '' : الحاجة تنزل منزلة الضرورة . (ص/۷۵)

ما في '' قواعد الفقه '' : الثابت بضرورة يتقدر بقدرها . (ص/۷۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم في البرّ والبحر﴾ .

(سورة الإسراء : ۷۰)

ما في '' سنن أبي داود '' : عن عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : '' كسر عظم الميت ككسره حياً '' . (ص/۴۵۷ ، كتاب الجنائز ، باب في الحفار يجد العظم)=

مریض کی سرجری

مسئلہ (٦٢٥): اگر ماہر سرجن وڈاکٹر کو یہ غالب گمان ہے کہ اگر سرجری کی جائے گی، تو مریض ہلاک ہوجائے گا، تو اس صورت میں سرجری کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (حامل ماتت وولدها حيٌّ) يضطرب (شق بطنها) من الأيسر (ويخرج ولدها) . (۳/۱۴۴ ، باب الجنائز)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات ، وأيضاً : الضرورات يتقدر بقدرها . (ص/۸۹)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : وإن لم يكن لأحد من شرح النعش لحاجة ما فلا بأس به كمعرفة سبب الموت لتفتيش القضية ، أو لقطع الأعضاء لمن ذهب أحد أعضائه وأفتى بجوازه العلماء نظيره ما أجاز الفقهاء من شق بطه المرأة الحاملة التي ماتت وفي بطنها جنين حي لكی يخرج منه . (۱/۵۲۲ ، الطب والعلاج ، شرح النعش)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه النوازل " : رابعاً : يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية ثمانية شروط : أن تكون مشروعة .... وأن يكون الطبيب الجراح أهلاً لفعلها ، ويغلب على ظنه نجاحها ولا يوجد البديل الذي هو أخف ضرراً منها . (۴/۲۱۴)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا أراد الرجل أن يقطع اصبعا زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصير رحمه اللّٰه تعالى : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک فإنه لا يفعل، وإن كان الغالب هو النجاة فهو فی سعة من ذلک رجل أو امرأة قطع الأصبع الزائدة من ولده . (۵/۳۶۰ ، الباب الحادى والعشرون)

ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : شروط جواز الجراحة الطبية : الخامس : أن يغلب على ظن الطبيب نجاح العملية ، وإلا لا يجوز ، بقوله تعالیٰ : ﴿لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (ص/۵۳۳ ، أحكام الجراحة الطبية :ص/۱۰۳)

عملِ سرجری کے لیے شرطیں

مسئلہ (۶۲۶): سرجن (معالج) تجربہ کار، اور مستند ومعتبر ذریعہ سے سند یافتہ ہو، اور مطلوبہ اُمور یعنی عملِ جراحی (سرجری) کو انجام دینے کی پوری صلاحیت واہلیت اس کے اندر موجود ہو، اور صحیح طریقہ سے تمام اُمور کو انجام دینے میں اُسے مہارتِ تامہ حاصل ہو۔ (۱)

پردۂ بکارت کو جوڑنا

مسئلہ (۶۲۷): عورت کے پھٹے ہوئے پردۂ بکارت کو جوڑنا درست نہیں ہے (۲)، کیوں کہ اس سے دھوکہ (۳) اور جھوٹ (۴) کا دروازہ کھل جائے گا، جو شرعاً حرام ہے۔ (۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية أن يكون الطبيب الجراح أهلاً للقيام بها ، وأدائها على الوجه المطلوب ، ويتحقق هذا الشرط بوجود أمرين ؛ الأولى : أن يكون ذا علم ، وبصيرة بالمهمة الجراحية المطلوبة ، الثانی : أن يكون قادراً على تطبيقها ، وأدائها على الوجه المطلوب ، فأما علمه وبصيرته بالعمل الجراحي المطلوب فإنه أمر لا بد منه لأن الجاهل بالجراحة لا يحل له أن يباشر فعلها لما فی ذلک من تعريض حياة المريض للهلاک فيعتبر فعله على هذا الوجه محرماً شرعاً . (ص/۱۱۲ ، المطلب الرابع ، أن تتوفر الأهلية في الطبيب)

ما في " سنن أبي داود " : ان رسول الله ﷺ قال : " من تطبّب ولا يعلم منه طب فهو ضامن". (ص/۶۳۰ ، كتاب الديات)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : الترجيح : الذي يترجح في نظري والعلم عند اللّٰه=

مردہ عورت کا پیٹ چاک کرنا

مسئلہ (۶۲۸): اگر کسی حاملہ عورت کا انتقال ہو جائے، اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو، جس کا زندہ ہونا یقینی ہو، تو فقہائے کرام نے مردہ عورت کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ نکالنے کی اجازت دی ہے۔ (۱)

= هو القول بعدم جواز رتق غشاء البكارة مطلقاً . (ص/۴۳۲ ، مسئلة : هل يجوز رتق غشاء البكارة؟)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " من غش فليس منا " . (۲۴۵/۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق العلماء على أن الغش حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب فى المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان فى المعاملات أم فى غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

(۴) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدق يهدي إلى البر ، وإن البر يهدي إلى الجنة ...... وإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذاباً " . (۳۲۵/۲ ، قبح الكذب)

(۵) ما في " رد المحتار " : وما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۴۲۶/۹)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶ ، صلة الذرائع سدًا الخ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : حامل ماتت وولدها حي يضطرب شق بطنها ويخرج ولدها . (۱۳۶/۳ ، مطلب في دفن الميت)

ما في " الفتاوى الهندية " : في فتاوىٰ أبى الليث رحمه الله تعالى فى امرأة حامل ماتت وعلم أن ما فى بطنها حي فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر . (۳۶۰/۵ ، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات ، الفتاوى الخانية على هامش الهندية : ۱۸۸/۱ ، باب في غسل الميت وما يتعلق) (فتاوی حقانیہ:۴۰۱/۳)

سونا یا چاندی نگلنے والے کا پیٹ چاک کرنا

مسئلہ (٦٢٩): اگر کسی شخص نے عمداً کسی کا سونا، چاندی نگل لیا، اور ادائے ضمان کے لیے اس کے پاس مال ہو، تو اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا، اور اگر مال نہ ہو تو چاک کیا جائے گا، کیوں کہ اس نے خود اپنی عصمت وحرمت کو اپنی تعدی وزیادتی سے زائل کردیا، اور اگر سونا، چاندی غلطی سے کسی کے پیٹ کے اندر چلا گیا، تو بالاتفاق اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا، خواہ ادائے ضمان کے لیے اس کے پاس مال ہو یا نہ ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولو بلع مال غيره مات هل يشق ؟ قولان : والأولىٰ نعم . " فتح " . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ولو بلع مال غيره) أى ولا ماله له ، كما في الفتح وشرح المنية ، ومفهومه أنه لو ترک مالا يضمن ما بلعه لا يشق اتفاقاً . قوله : الاولىٰ نعم ، لأنه وإن كان حرمة الآدمى أعلى من صيانة المال لكنه ازال احترامه بتعديه كما في " الفتح " . ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعد لا يشق اتفاقاً كما لا يشق الحي مطلقاً لإفضائه إلى الهلاک لا لمجرد الاحترام . (۳/۱۴۵ ، کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنائز)

ما في " بدائع الصنائع " : رجل ابتلع درة رجل فمات المبتلع فإن ترک مالاً كانت قيمة الدرة فی ترکته ، وإن لم يترک مالاً لا يشق بطنه لأن الشق حرام ، وحرمة النفس أعظم من حرمة المال ، وعليه قيمة الدرة ، لأنه استهلكها وهی ليست من ذوات الأمثال ، فكانت مضمونة القيمة ، فإن ظهر له مال في الدنيا قضى منه ، وإلا فهو ماخوذٌ فی الآخرة .

(۶/۵۱۷ ، کتاب الاستحسان)

عضوِ مجروح کو داغنا

مسئلہ (۶۳۰): سرجری اور آپریشن کے بعد عضوِ مجروح سے خون بہتا رہتا ہے، تو اس کو بند کرنے کے لیے بوقتِ حاجت وضرورت داغنا جائز ہے۔ (۱)

پریکٹس کے لیے نعشوں کی چیر پھاڑ

مسئلہ (۶۳۱): آج کل دواخانوں اور بڑے بڑے ہسپتالوں میں، طب کے طلبہ کو آپریشن کی تربیت دینے کے لیے، نعشوں کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے، جب کہ چیر پھاڑ کرنے میں میت کی بے حرمتی اور انسانیت کی توہین ہوتی ہے، اس لیے یہ عمل شرعاً جائز نہیں ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح مسلم " : عن جابر : " بعث رسول اللّٰہ ﷺ إلی أبي بن کعب طبیباً فقطع منه عرقاً ثم کواه علیه " . (۲/۲۲۵ ، باب لکل داء دواء)

ما في " أحکام الجراحة الطبیة " : والأصل فی مشروعیة هذا النوع من مهمات العمل الجراحي ما ثبت فی الصحیح من حدیث جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالی عنهما ، أن النبي ﷺ بعث إلی أبي بن کعب طبیباً فقطع منه عرقاً ثم کواه علیه ، فقد دلّ هذا الحدیث الشریف علی مشروعیة کي العروق عند الحاجة ، قال بعض أهل العلم رحمهم اللّٰہ فی شرح هذا الحدیث : قوله : (بعث إلی أبي ...) یدل علی أنه لا یلی عمل الشيء إلا من یعرفه ، وعلی جواز الکيّ إذا صحت منفعته ودعت إلیه حاجة والنهي عنه إنما هو إذا وجد عنه غنی . (ص/۴۳۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولقد کرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم فی البرّ والبحر﴾ .

(سورة الإسراء : ۷۰)=

مصنوعی پردۂ بکارت

مسئلہ (۶۳۲): آج کل یورپ میں مصنوعی پردۂ بکارت بنائے گئے ہیں، کہ جن عورتوں کے پردۂ بکارت زائل ہو چکے ہیں، وہ دوبارہ مصنوعی پردہ لگا کر مصنوعی باکرہ بن سکتی ہیں، اس طرح کا عمل چند وجوہات کی بنا پر ناجائز ہے:

(۱) یہ عمل اختلاطِ نسب کا سبب بن سکتا ہے، کہ عورت جماعِ سابق سے حاملہ ہو، پھر مصنوعی پردہ لگا کر شادی کر لے۔ (۱)

(۲) مصنوعی پردۂ بکارت کے استعمال کی اجازت دینا، زنا کے دروازے کو کھولنے کے مترادف ہے۔ (۲)

=ما في " المؤطا للإمام مالک " : قال مالک انه بلغه أن عائشة رضي اللّٰه تعالی عنها زوج النبي ﷺ کانت تقول : " کسر عظم المسلم میتاً ککسره وهو حي " . قال مالک : نعني في الإثم . (ص/۸۳ ، کتاب الجنائز ، باب ما جاء في الإختفاء النبشّ)

ما في " أوجز المسالک إلی مؤطا مالک " : قال الباجي : ترید أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حیاته ، وإن کسر عظامه فی حال موته یحرم کما یحرم کسرها حال حیاته ، وقد أخرج أحمد وأبو داود وابن ماجة عن عائشة رضی اللّٰه تعالی عنه ، أن النبي ﷺ قال : " کسر عظم المیت ککسره عظم الحي " .... ثم قال الباجي : یرید مالک أنهما لا یتساویان فی القصاص وغیره ، وإنما یتساویان فی الإثم . (۵۸۷/۴ ، کتاب الجنائز)

ما في " رد المحتار " : والآدمي مکرم شرعاً وإن کان کافراً ، فإیراد العقود علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات إذلال له .... إلا أن یجاب بأن المراد تکریم صورته وخلقته ، ولذا لم یجز کسر عظام میت کافر . (۱۷۹/۷ ، کتاب البیوع ، مطلب الآدمي مکرم شرعاً ولو کافراً، الفتاوی الهندیة :۳۵۴/۵ ، کتاب الکراهیة ، الباب الثامن عشر في التداوي)

(فتاوی محمودیہ:۳۴۰/۱۸، کراچی)=

(۳) قاعدۂ شرعیہ ہے کہ: ''ضرر کو ضرر کے ذریعہ زائل نہیں کیا جاسکتا''۔ (۳)

(۴) اس میں سراسر دھوکہ ہے، اور دھوکہ دہی حرام ہے۔ (۴)

(۵) اس میں جھوٹ کے دروازے کا کھولنا ہے، جب کہ جھوٹ شرعاً حرام ہے۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ان رتق غشاء البكارة قد يؤدى إلى اختلاط الأنساب ، فقد تحمل المرأة من الجماع السابق ، ثم تتزوج بعد رتق غشاء بكارتها ، وهذا يؤدى إلى إلحاق ذلك الحمل بالزوج واختلاط الحلال بالحرام . (ص/۴۲۹)

(۲) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ان رتق غشاء البكارة يسهل للفتيات ارتكاب جريمة الزنا لعلمهنّ بإمكان رتق غشاء البكارة بعد الجماع . (ص/۴۲۹)

(۳) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ان من قواعد الشريعة الإسلامية أن ؛ الضرر لا يزال بالضرر ، ومن فروع هذه القاعدة : لا يجوز للإنسان أن يدفع الغرق على أرضه بإغراق أرض غيره ، ومثل ذلك لا يجوز الفتاة وأمها أن يزيلا الضرر عنهما برتق الغشاء ويلحقانه بالزوج. (ص/۴۳۰ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ۱/۱ ۳۱)

(۴) ما في " جمع الجوامع " : " من غشّنا فليس منا " . (۷/۲۱۳)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ان مبدأ رتق غشاء البكارة مبدأ غير شرعي لأنه نوع من الغشّ ، والغشّ محرم شرعاً . (ص/۴۳۰)

(۵) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة .... وإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذاباً . (۲/۳۲۵ ، باب قبح الكذب)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ان رتق غشاء البكارة يفتح أبواب الكذب للفتيات وأهليهنّ لإخفاء حقيقة السبب ، والكذب محرم شرعاً . (ص/۴۳۰)

مصنوعی اعضا کے ذریعہ پیوند کاری

مسئلہ (۶۳۳): ضرورت اور حاجت کی بنا پر مصنوعی اعضا کے ذریعہ، اعضا کی پیوندکاری کرنا جائز ہے۔ (۱)

مصنوعی بال لگوانا

مسئلہ (۶۳۴): موجودہ دور فیشن ایبل دور کہا جاتا ہے، عوام کی اکثریت فیشن ایبل اور مغربی تہذیب کی دل دادہ ہوچکی ہے، جہاں پر بہت سارے فیشن ایجاد ہوچکے ہیں، من جملہ ان کے ایک فیشن یہ ہے کہ بہت سارے مرد وعورتیں

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : يحتاج الأطباء في علاج بعض الأمراض الجراحية إلى زرع أعضاء تم صنعها لكي تقوم بمهمة العضو التالف بسبب المرض ، والحاجة الموجودة إلى زراعة هذه الأعضاء لا تخلو من حالتين ، الحالة الأولىٰ : أن تكون ضرورية ، ومن أشهر أمثلتها ما يقوم به الأطباء من وصل شرايين القلب بطعوم صناعية في حالة استئصال جزء من تلك الشرايين ، وتعذر اتصال طرفي الشريان ببعضهما نظراً لطول المسافة فيقوم الطبيب الجراح بوضع تلك القطعة المصنوعة في موضع الاستئصال لكي تقوم بمهمة الجزء التالف . الحالة الثانية : أن تكون حاجية ، ومن أشهر أمثلتها المفاصل الصناعية التي يقوم الأطباء بوضعها موضع المفصل الخلقي نظراً لإصابته بالآفة الموجبة لاستئصاله ووضع ذلك البديل مكانه كما يجري ذلك في حالة إصابته بالروماتيزم الغضروفي المزمن ، أو التهاب المفاصل التيبسى كما يسميه الأطباء . (ص/۴۲۵ ، المبحث الثامن في زرع الأعضاء المصنوعة)

ما في " الأشباه لإبن نجيم " : الضرورات تبيح المحظورات . (۱/۳۰۷ ، القاعدة الخامسة)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الحاجة تنزل منزلة الضرورة ، عامة كانت أو خاصة . (۱/۳۲۶ ، القاعدة الخامسة)

مصنوعی بال لگواتے ہیں، تاکہ خوب زینت ظاہر ہو، تو اگر مغربی تہذیب کو اپناتے ہوئے مرد وعورت کا مصنوعی بال لگانا، اس غرض سے ہو کہ زینت ظاہر ہو، تو یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ عموماً مصنوعی بال انسانوں کے ہوتے ہیں، اور انسانوں کے بال سے انتفاع گناہِ کبیرہ اور موجبِ لعنت ہے، ہاں! اگر یہ بال غیر انسان کے ہوں تو یہ عمل مکروہ ہے، رہا مرد! تو اس کے لیے اس طرح کی زینت درست ہی نہیں، چہ جائیکہ مغربی تہذیب کو آئیڈیل بنا کر اس طرح کے بالوں کو استعمال کرنا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن أبي هریرة ، عن النبي ﷺ قال : " لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة " . (۸۷۸/۲ ، کتاب اللباس ، باب الوصل في الشعر)

ما في " سنن أبي داود " : قوله علیه السلام : " من تشبه بقوم فهو منهم " .

(ص/۵۵۹ ، کتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة)

ما في " مرقاة المفاتیح " : قال الطیبي : هذا عامٌ في الخُلق والخَلق والشعار ، و لما کان الشعار أظهر في الشبه ذکر في هذا الباب ، قلت : بل الشعار هو المراد بالشبه لا غیر .

(۲۲۲/۸ ، کتاب اللباس)

ما في " رد المحتار " : وفي " الاختیار " : وصل الشعر بالشعر بشعر الآدمي حرام ، سواء کان شعرها أو شعر غیرها، لقوله علیه السلام : " لعن الله الواصلة والمستوصلة ، والواشمة والمستوشمة ، والواشرة والمستوشرة ، والنامصة والمتنمصة " . (در مختار) . وفي الشامیة: قوله : (سواء کان شعرها أو شعر غیرها) لما فیه من التزویر ...... وفی شعر غیرها انتفاع بجزء الآدمي أیضاً ، لکن في " التاتارخانیة " : وإذا وصلت المرأة شعر غیرها بشعرها فهو مکروه . (۴۵۴/۹ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

(فتاوی حقانیہ:۲/ ۵۳۶،احسن الفتاوی:۸/ ۷۵)

زائد انگلی کٹوانا

مسئلہ (۶۳۵): بہت سے لوگوں کے بدن میں زائد انگلی رہتی ہے، جس کو وہ بذریعہ آپریشن کٹواتے ہیں، اگر اس کے کٹوانے میں غالب گمان ہلاکت کا ہو، تو اس کو نہ کٹوائے، اور اگر غالب گمان نجات وعافیت کا ہو، تو اس زائد انگلی کو کٹوا سکتے ہیں۔ (۱)

سرجری وآپریشن میں مریض کا عضو کاٹنا

مسئلہ (۶۳۶): دواخانوں اور ہسپتالوں میں مریض کے سرجری یا آپریشن میں اس کے کسی عضو کو کاٹ دیتے ہیں، اگر کاٹنے کی وجہ سے مریض کے ہلاک ہونے کا خوف ہو، تو قطعِ عضو (عضو کو کاٹنا) حرام ہے، اور اگر عضو کے نہ کاٹنے کی وجہ سے ہلاک ہونے کا خوف ہو، تو پھر عضو کو کاٹنا مباح ہے، اور اعتدال (نارمل ہونے) کی حالت میں مکروہِ تحریمی ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : إذا أراد الرجل أن يقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصير رحمه الله تعالى : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلك الهلاك فإنه لا يفعل وإن كان الغالب هو النجاة ، فهو سعة من ذلك . (۳٦۰/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم) (فتاوی محمودیہ:۳۳۴/۱۸)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ويشترط لجواز فعل القطع في هذه الأحوال أن لا يؤدي إلى ضرر أعظم من الضرر الموجودة فى الألم فإذا كان القطع يفضي إلى ذلك فإنه لا يجوز فعله للقاعدة الشرعية : الضرر لا يزال بالضرر . (ص/ ۳۱۱ ، هل يجوز قطع العصب؟)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة :۱۹۵)=

خنزیر کی کھال سے جلد کی پیوند کاری

مسئلہ (۶۳۷): عام حالات میں جلد کی پیوند کاری کے لیے خنزیر کی کھال کا استعمال جائز نہیں ہے، البتہ اضطراری و مجبوری کی صورت میں شریعت بقدرِ ضرورت ناجائز چیزوں کے استعمال کی بھی اجازت دیتی ہے۔ [1]

=ما في " أحكام الجراحة الطبية " : **الحالة الأولىٰ :** يحرم فيها فعله ، وذلك عند خوف الهلاك بسبب قطعه . **الحالة الثانية :** يباح فيها فعله ، وذلك عند خوف الهلاك بسبب تركه . **الحالة الثالثة :** الكراهة فيما عدا ذلك . (ص/۳۰۲ ، ۳۰۳ ، المسألة الأولى : هل يكره قطع البواسير؟ ، فقه النوازل : ۲۱۴/۴ ، قضايا الطبية المعاصرة : ص/۵۳۳)

ما في " قواعد الفقه " : أكثر ما يخاف لا يكون . (ص/۶۲ ، القاعدة : ۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما حرّم عليكم الميتة والدّم ولحم الخنزير ومآ اهل به لغير الله ، فمن اضطرّ غير باغ ولا عاد فلآ إثم عليه إن الله غفور رحيم﴾ . (البقرة : ۱۷۳)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ان نقل الأعضاء لا يخلو إما أن يكون من إنسان أو حيوان إلى إنسان ..... وأما إن كان النقل من حيوان فلا يخلو ذلك الحيوان المنقول منه العضو من حالتين ؛ الأولى : أن يكون طاهراً ، وحكم النقل الجواز ، الثانية : أن يكون نجسا ، وحكم النقل التحريم إلا عند الضرورة والله تعالى أعلم .

(ص/۴۰۲ ، ۴۰۳ ، المطلب الثاني حكم النقل العضو من حيوان إلى الإنسان)

سرجری کے ذریعہ عضو جوڑنا

مسئلہ (۶۳۸): اگر کسی حکیم یا ڈاکٹر نے سرجری کے دوران کسی عضو کو جسم سے بالکل الگ کردیا، پھر اگر دوبارہ اس عضو کو اسی جگہ پر لگانا چاہے، تو لگا سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ انسانی عضو کو جسم سے کاٹ دینے کے بعد بھی وہ پاک رہتا ہے، ناپاک نہیں ہوتا۔ (۱)

تشخیص کی فیس

مسئلہ (۶۳۹): مریض (Patient) کی تشخیص (Diagnosis) پر ڈاکٹروں کا فیس لینا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ خلافِ مروّت نہیں ہونا چاہیے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " دراسات فقهية في قضايا طبية معاصرة " : الأعضاء المقطوعة من بدن الإنسان طاهرة لا تنجس بالقطع ، ولذلک فلا حرج شرعاً من إعادة وصلها في غير حد أو قصاص . (۱/۳۰۳ ، الخاتمه)

ما في " رد المحتار " : وفي " شرح المقدسي " : قلت : والجواب عن الإشكال أن إعادة الأذن وثباتها إنما يكون غالباً بعود الحياة إليها ، فلا يصدق انها مما أبين من الحي لأنها بعود الحياة إليها صارت كأنها لم تبن ولو فرضنا شخصاً مات ثم أعيدت حياته معجزة أو كرامة لعاد طاهراً . (۱/۳۲۱ ، مطلب فی أحكام الدباغة)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ولا شک في أن القول بجواز إعادتها هو الراجح .
(ص/۴۱۳ ، المبحث السابع في إعادة الأعضاء المبتورة)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " تنقيح الحامدية " : سئل في رجل به داء في ظهره ، اتفق مع طبيب على=

سرجری کے لیے بے ہوش کرنا

مسئلہ (۶۴۰): مریض کی سرجری کے لیے اسے انجکشن دے کر، یا کسی اور دوا کے ذریعہ بے ہوش کرنا شرعاً جائز ہے۔[۱]

= مداواته وجعل له أجرة ، ولم يضرب له مدة ، وداواه ويريد الطبيب أجرة مثله ، وما أنفقه من ثمن الأدوية ، فهل له ذلك ؟ الجواب: نعم . (۲/ ۱۵۱ ، بحوالہ فتاوی حقانیہ:۶/۲۶۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على جواز استيجار الطبيب للعلاج ، لأنه فعل يحتاج إليه وماذون فيه شرعاً ، فجاز الاستيجار عليه ، كسائر الأفعال المباحة . (۱۲/ ۱۳۷)

ما في " المحلى شرح المجلىٰ " : مسألة : وجائز أن يستأجر الطبيب لخدمة أيام معلومة ، لأنه عمل محدود . (۹/ ۱٦) (فتاوی حقانیہ:۶/۲۶۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : نص بعض الفقهاء المتقدمين على جواز استعمال المواد المخدرة عند الحاجة إليها للجراحة ، كما في قطع اليد والرجل وغيرها من المهمات الجراحية التى يحتاج المريض فيها إلى التخدير . (ص/ ۲۸٦ ، جواز التخدير للجراحة)

ما في " روضة الطالبين للنووي " : ولو احتيج في قطع اليد المتآكلة إلى زوال عقله هل يجوز ذلک ؟ يخرج على الخلاف في التداوي بالخمر، قلت : الأصح الجواز . (۸/ ۲۸٦)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال ابن تيمية : كل ما يُغيّب العقل فإنه حرام ، وإن لم تحصل به نشوة ولا طرب ، فإن تغييب العقل حرام بإجماع المسلمين ، إلا لغرض معتبر شرعاً .
(۱۱/ ۳۴ ، تخدير)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/ ۸۹)

میڈیکل سرجری

مسئلہ(۲۴۱): میڈیکل سرجری (Medical Surgery) مطلقاً جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے جواز کی چند شرطیں ہیں:

(۱) سرجری مشروع ہو، (۲) مریض اس کا محتاج ہو، (۳) مریض کی اجازت سے ہو، (۴) سرجری کرنے والا ڈاکٹر اس کا اہل ہو، (۵) سرجری کی کامیابی کا غالب گمان ہو، (۶) اس کا کوئی ایسا بدل موجود نہ ہو جو اس سے کم تکلیف دہ ہو، (۷) اس کے کرنے پر مصلحت مرتب ہو، (۸) اور سرجری پر مرتب ہونے والا ضرر مرض کے ضرر سے زیادہ نہ ہو، یہ تمام شرطیں پائی جائیں، تو میڈیکل سرجری جائز ہے، ورنہ نہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه النوازل " : رابعاً : يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية ثمانية شروط : أن تكون مشروعة ، ويحتاج إليها المريض ، ويأذن بفعلها ، وأن يكون الطبيب الجراح أهلاً لفعلها ، ويغلب على ظنه نجاحها ، ولا يوجد البديل الذى هو أخف ضرراً منها ، وان تترتب المصلحة على فعلها ، ولا يترتب عليها ضرر أعظم من ضرر المرض الجراحى .

(۲۱۴/۴ ، أحكام الجراحة ، وثيقة رقم :۲۷۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا أراد الرجل أن يقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصير رحمه الله : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک فإنه لا يفعل ، وإن كان الغالب هو النجاة فهو في سعة من ذلک ، رجل أو امرأة قطع الأصبع الزائدة من ولده ، قال بعضهم : لا يضمن ولهما ولاية المعالجة ، وهو المختار ، ولو فعل ذلک غير الأب والأم فهلک كان ضامناً ، والأب والأم إنما يملكان ذلک إذا كان لا يخاف التعدي والوهن في اليد . كذا في الظهيرية . (۳۶۰/۵ ، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات الخ ، أحكام تجميل النساء :ص/۳۹۲ ، أحكام الجراحة الطبية :ص/۱۰۳)

(فقه القضايا الطبية المعاصرة :ص/۵۳۳)

سرجری سے ہونے والا ضرر

مسئلہ (۶۴۲): اگر سرجری پر مرتب ہونے والا ضرر موجودہ مرض کے ضرر سے کم ہو، تو اس صورت میں سرجری کرواسکتے ہیں۔ (۱)

سرجن پر ضمان

مسئلہ (۶۴۳): سرجن (Surgen) میں دوشرطوں کا ہونا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہوجائے، تو پھر سرجن ضامن (Cuarantor) ہوگا، ورنہ نہیں، اور وہ دو شرطیں یہ ہیں: (۱) سرجن اپنے فن میں بصیرت ومہارت (Goodat) رکھتا ہو۔ (۲) اس نے علاج (Treatment) میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو، کیوں کہ بلا بصیرت ومہارت علاج بھی نارواں ہے، اور بصیرت وحذاقت کے باوجود کوتاہی بھی ناقابلِ قبول اورموجبِ ضمان ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : أن لا يترتب على فعلها ضرر أكبر من ضرر المرض الموجود . (ص/۵۳۳ ، شروط جواز الجراحة)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : أن لا يترتب على فعلها ضرر أكبر من ضرر المرض ، مما يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية ألا تشتمل على ضرر أكبر من ضرر المرض الجراحی ، فإن اشتملت على ذلک حرم على الطبيب الجراح فعلها لما فيه من تعريض الأرواح والأجساد للضرر الأكبر ، ووجب على المريض البقاء على الضرر الأخف ، والامتناع عن فعل الجراحة المشتملة على الالقاء بالنفس إلى الهلاک والتلف . (ص/۱۲۴ ، المطلب الثامن)

ما في " قواعد الفقه " : إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما .

(ص/۵٦ ، فقه النوازل : ۲۱۴/۴ ، أحكام الجراحة)=

ڈاکٹر سے باز پرس

مسئلہ (۶۴۴): ڈاکٹر اور اس کے معاونین یا تو حکومتِ وقت کے اجیرِ خاص ہوتے ہیں، یا مریض اور اس کے اہل کے اجیرِ خاص ہوتے ہیں، بہر دو صورت ان سے، ان کی ذمہ داریوں کی بابت باز پرس ہوگی۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " زاد المعاد في هدي خير العباد " : طبيب حاذق أعطى الصنعة حقها ولم تجن يده فتولّد من فعله المأذون فيه من جهة الشارع ومن جهة من يطبُّه تلف العضو أو النفس ، أو ذهاب صفة فهذا لا ضمان عليه اتفاقا . (۳/۱۰۹ ، أنواع المطببين)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : حجم أو ختن أو بزغ وتلف لم يضمن إلا إذا تجاوز المعتاد . (۵/۸۹ ، نوع في الحجام والبزاغ)

ما في " الشرح الصغير " : وكذا الختان وقلع الفرس والطب فلا ضمان إلا بالتفريط .

(۴/۴۷ ، بحوالہ جدید فقہی مباحث: ۱۰/۵۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مختصر القدوري " : والأجير الخاص يستحق الأجرة بتسليم نفسه فى المدة وإن لم يعمل كمن استأجر رجلاً شهراً للخدمة ، أو لرعي الغنم ، ولا ضمان على الأجير الخاص فيما تلف في يده ولا في ما تلف من عمله إلا أن يتعدىٰ فيضمن .

(ص/۲۸۰ ، كتاب الإجارة ، الهداية :۳/۲۹۴ ، باب ضمان الأجير ، البحر الرائق :۸/۴۶ ، باب ضمان الأجير ، تبيين الحقائق : ۶/۱۳۷ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

مریض کی صحت یابی پر انعام

مسئلہ (۶۴۵): کوئی ڈاکٹر کسی مریض کے علاج پر یہ شرط لگائے کہ اگر مریض میرے علاج سے صحت یاب ہو جائے، تو مجھے اتنا انعام دیا جائے، تو یہ عقدِ جعالہ کی ایک صورت ہے، جو ''مشارطۃ الطبیب'' کہلاتی ہے، یہ صورت ائمۂ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ) کے نزدیک جائز اور درست ہے (۱)، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عقدِ جعالہ جائز نہیں ہے، مگر اس کی چند صورتیں مستثنیٰ ہیں، یعنی وہ جائز ہیں، جیسے غلامِ آبق (بھگوڑے غلام) کے پکڑنے پر انعام طے کرنا، عقدِ سمسرہ (دلالی کا معاملہ) اور تنفیل (امام المسلمین کا گھڑ سوار یا پیدل مجاہد کو اس کے حصہ سے کچھ زائد دینا) وغیرہ، یہ صورتیں ''حاجاتِ ناس'' کے تحت جائز قرار دی گئی ہیں (۲)، ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی (P.H.D) اپنی کتاب ''مالی معاملات پر غرر کے اثرات'' میں رقم طراز ہیں:

''اس مسئلہ سے متعلق دلائل پر غور کرنے کے بعد راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ائمۂ ثلاثہ کا قول راجح ہے، یعنی یہ عقد شرعاً جائز ہونا چاہیے'' (۳)، ڈاکٹر صاحب نے اس مسئلہ میں بہت ساری وجوہِ ترجیح بھی بیان کی ہے، من جملہ ان ترجیحات کے ایک ''حاجۃ الناس'' بھی ہے، اسی کو بنیاد بناتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ احناف کے نزدیک بھی یہ صورت، دیگر جائز صورتوں کی طرح جائز ہونی چاہیے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا : =

....

....

....

....

....

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبى سعيد قال : انطلق نفر من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في سفرة سافروها حتى نزلوا على حيّ من أحياء العرب فاستضافوهم فأبوا أن يضيفوهم فلدغ سيد ذلک الحي فسعوا له بكل شيء لا ينفعه شيء ، فقال بعضهم : لو أتيتم هؤلاء الرهط الذين نزلوا لعله أن يكون عند بعضهم شيء ، فأتوهم فقالوا : يا أيها الرهط ! إن سيدنا لدغ وسعينا له بكل شيء لا ينفعه ، فهل عند أحد منكم من شيء ؟ فقال بعضهم : نعم ! والله إنى لأرقى ، ولكن والله لقد استضفناكم فلم تضيفونا فما أنا براق لكم حتى تجعلوا لنا جُعلاً فصالحوهم على قطيع من الغنم .... فقدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكروا له ، فقال : وما يدريک أنها رقية ، ثم قال : قد أصبتم ، أقسموا واضربوا لي معكم سهماً ، فضحک النبي صلى الله عليه وسلم . (۱/۳۰۴ ، كتاب الإجارة ، باب ما يعطى في الرقية)

(۲) ما في " الفقه الإسلامى وأدلته " : لا تجوز الجعالة عند الحنفية لما فيها من الغرر رأي جعالة العمل والمدة قياساً على سائر الإجارات التى يشترط لها معلومية العمل والماجور ، والأجرة والمدة وإنما أجازوا فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق . (۵/۳۸۶۴)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : مثل قول القائل : من رد عليّ دابتي الشاردة أو متاعي الضائع أو بنى لي هذا الحائط أو حفر لي هذا البئر حتى يصل إلى الماء أو خاط لي قميصاً أو ثوباً فله كذا . (۵/۳۸۶۴ ، الفصل الرابع ، الجعالة)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : ان عمل إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاک وما لا يقدر فيه الوقت ولا مقدار العمل لما كان للناس به حاجة جاز .
(۵/۴۰ ، كتاب الإجارة)

(۳ ، ۴) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۲۳-۱۲۵، جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ: ص/۱۰۶)

کتاب الضمان

☆......ضمان کے مسائل......☆

قاتل شخص کی ضمانت

مسئله (۶۴۶): کوئی شخص قتل (Murder) کے جرم میں گرفتار ہوا ہو، اور حقیقتاً اسی نے قتل بھی کیا ہو، اور بعض حضرات اس کی ضمانت کروا رہے ہیں، تو اُن کا یہ عمل جائز ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں قاتل (ظالم) اور مقتول (مظلوم) دونوں کے ساتھ ہمدردی کا حکم ہے، قاتل کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے[1]، اگر اس کے رہائی کی توقع ہو، تو اس کی ضمانت لے لیں، یہ بھی اس کی ہمدردی میں داخل ہے، لیکن اس کو بے قصور قرار دینے کی کوشش کرنا یہ جائز نہیں ہے، یہ ظلم کی اعانت ومدد ہے جو حرام ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : " انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً " . قال : يا رسول الله ﷺ ! هذا ننصره مظلوماً ، فكيف ننصره ظالماً ؟ قال : "تأخذ فوق يديه " . (۱/ ۳۳۱ ، باب أعن أخاك ظالماً أو مظلوماً ، رقم : ۲۴۴۴)

ما في " فتح الباري " : قوله : (فقال : تأخذه فوق يديه) كفى به عن كفه عن الظلم بالفعل إن لم يكف بالقول ، وعبر بالفوقية إشارة إلى الأخذ بالاستعلاء والقوة . (۵/ ۱۱۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يجب إعانة المسلمين بدفع الضرر العام أو الخاص عنهم ، لقول الله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . ولقول رسول الله ﷺ : " المسلم أخو المسلم ؛ لا يظلمه ولا يُسلِمه ، ومن كان في حاجة=

ورثاء کا دیت استعمال کرنا

مسئلہ (۷۶۴): اگر کوئی شخص گاڑی چلا رہا ہو، اور دوسرا شخص اس کی زد میں آکر ہلاک ہوجائے، اور کوتاہی گاڑی چلانے والے کی ہو، تو یہ صورت قتلِ خطا کے زمرہ میں آتی ہے، اوراس میں بھی شرعاً دیت یعنی مہلوک کا مالی ہرجانہ واجب ہوتا ہے، شرعاً اس کی دیت سواونٹ مقرر کی گئی ہے، جس کی ایک اچھی خاصی بڑی قیمت ہوتی ہے، لہٰذا ہلاک ہونے والے کے ورثاء کا اس رقم کا لینا اور اس کا استعمال کرنا شرعاً درست ہے۔(۱)

= أخيه كان الله في حاجته ". وكلما كان هناك رابطةُ قَرابةٍ أو حِرفةٍ كان التعاون بينهم أوجب. (۵/۱۹۶، ۱۹۷، إعانة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾. (سورة المائدة : ۲)

ما في " روح المعاني " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ فيعم النهي كل ما هو مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .

(۴/۸۵ ، أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲۸۱)

ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر رضی الله تعالی عنه ، عن النبي صلى الله عليه وسلم بمعناه قال : " ومن أعان على خصومة بظلم فقد باء بغضب من الله ". (۲/۵۰۶ ، باب الرجل يعين)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تأخذ الإعانة على الحرام حكمه ، مثل الإعانة على شرب الخمر ، وإعانة الظالم على ظلمه . (۵/۱۹۷) (فتاوی محمودیہ:۱۹/۵۹۳،۵۹۴، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وجزآء سيّئةٍ سيّئةٌ مثلها فمن عفا وأصلح فأجره على الله﴾.

(سورة الشورىٰ : ۴۰)

ما في " حاشية الهداية " : إنما وجبت الدية في الخطأ بخلاف القياس لأن القتل أعظم العقوبات والخاطي معذور فيتعذر إيجاب المال عليه ، ونفس المقتول محرمة لا يسقط حرمتها بعذر=

ورکشاپ سے سامان گم ہونے پر ضمان

مسئلہ (٦۴٨): اگر کوئی کمپنی یا ادارہ؛ اپنی مشین یا گاڑی میں خرابی پیدا ہونے پر لگنے والا سامان پہلے ہی ورکشاپ والے کو دیدے، تو یہ سامان ورکشاپ والے کے پاس امانت ہے، اگر اس کے ضائع یا گم ہونے میں اس کی طرف سے تعدی وزیادتی پائی جائے، تو وہ ضامن ہوگا، ورنہ نہیں۔ (۱)

= الخطأ فوجب المال صيانة للدم عن الهدر منه . (۲/ ۵۴۴ ، كتاب الجنايات ، رقم الحاشية : ٦)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن من قتل مؤمناً خطأ فعليه الدية والكفارة ..... ويجري هذا الحكم على الكافر والمعاهد . (۳۲/ ۳۲۸ – ۲۸۱)

ما في " الفتاوى الهندية " : الراكب ضامن لما وطئت الدابة وما أصابت بيدها أو رجلها أو رأسها أو كدمت أو خبطت وكذا إذا صدمت . (٦/ ۵۰ ، الهداية : ۲/ ۵۹۴ ، فتاوى النوازل : ص/ ۴۴۳) (قاموس الفقہ :۲/ ۲۰۲، کتاب الفتاوی:۵/ ۳۹۲،۳۹۳، نعیمیہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ضمان العين المستأجرة : تعتبر يد المستأجر على العين المستأجرة في إجارة المنافع يد أمانة فلا يضمن ما يتلف بيده إلا بالتعدي أو التقصير في الحفظ ، ويتقيد في الانتفاع بمقتضى العقد وما شرط فيه وما جرى به العرف .

(۵/ ۳۸۴۷ ، كتاب الإجارة ، المحث الخامس ضمان العين المستأجرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تضمين الأجير المشترک – اتفق الفقهاء على أن الأجير المشترک إذا تلف عنده المتاع بتعدٍ أو تفريط جسيم يضمن . (۱/ ۲۹۷ ، اجاره)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/ ۱۴۳)

دھوبی سے کپڑا گم ہوجائے

مسئلہ (۲۴۹): بہت سے لوگ دھوبی کے پاس کپڑا دھلواتے ہیں، لیکن بسا اوقات دھوبی کے پاس سے کپڑا گم ہوجاتا ہے، اگر دھوبی کی لاپرواہی سے کپڑا گم ہوگیا ہے، تو دھوبی ضامن ہوگا[1]، اور اگر دھوبی کی طرف سے کسی تعدی وزیادتی کے بغیر کپڑا گم ہوجائے، تو پھر اس صورت میں دھوبی ضامن نہ ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " النتف في الفتاوى " : أحدها أن يكون هلاكه من جناية يده فإنه يضمن متفقاً عليه مثل الصباغ يفسد الثوب في صباغته والقصار يفسد الثوب في قصارته ، والنساج يفسد الثوب في حياكته ونحوها . (ص/۳۴۰)

ما في " تبيين الحقائق " : الأجير المشترک من يعمل لغير واحد ، والمتاع في يده غير مضمون بالهلاک وما تلف بعمله كتخريق الثوب من دقه ، وزلق الحمال وانقطاع الحبل الذي يشد به الحمل وغرق السفينة من مدها مضمون. (۱۳۸/۶ ، كتاب الإجارة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأجير المشترک من يعمل لا لواحد كالخياط ونحوه ولا يستحق المشترک الأجر حتى يعمل كالقصار ولا يضمن ما هلک في يده وإن شرط عليه الضمان . (۷۵/۹) (فتاویٰ محمودیہ:۵۲۹/۱۶، کراچی)

دھوبی کی طرف سے کپڑوں کی تبدیلی

مسئلہ (۶۵۰): کبھی کبھی دھوبی دوسرے آدمی کا کپڑا کسی دوسرے کو دیدیتا ہے، یعنی کپڑوں میں تبدیلی ہوجاتی ہے، تو اِس دوسرے شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اور کا کپڑا استعمال کرے(۱)، بلکہ اسے واپس کرنا ضروری ہے، اور چوں کہ اس صورت میں دھوبی کی طرف سے کوتاہی پائی گئی ہے، اس لیے وہ ضامن ہوگا۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : قال النبي ﷺ : " لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب من نفسه" . فلا يصح مع الكراهة والهزل والخطأ . (۵/۵۳۸ ، كتاب الإجارة)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الأجير المشترک إذا تلف عنده المتاع بتعدٍّ أو تفريط جسيم ، يضمن . (۱/۲۹۷ ، تضمين الأجير المشترک)

ما في " الفتاوى الهندية " : ثم إذا وجب الضمان على الأجير المشترک عندهما ، ..... وما هلک فی يده بعمله كالقضاء إذا دق الثوب فتحرق أو ألقاه في النار فأحترق أو الحمال إذا تعثر فهو ضامن عند علمائنا الثلاثة . (۴/۴۹۸ ، ۴۹۹ ، كتاب الإجارة ، الباب الثامن والعشرون ، رد المحتار : ۹/۷ ، كتاب الإجارة ، الأجير المشترک)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأما الأجير المشترک وهو الذي يعمل لعامة الناس أو هو الذي يستحق الأجرة بالعمل لا بتسليم النفس كالصانع والصابغ والقصار ونحوهم فقد اختلفوا فيه ، فقال أبوحنيفة وزفر والحسن بن زياد والحنابلة فی الصحيح من مذهبهم ، والشافعی فی الصحيح من قوليه إلا أنه لم يكن يفتى به لفساد الناس : أن يده يد أمانة كالأجير الخاص ، فلا يضمن ما تلف عنده إلا بالتعدي أو التقصير ...... وقال الصاحبان وأحمد في رواية أخرىٰ ، يد الأجير المشترک يد ضمان فهو ضامن لما يهلک في يده ، ولو بغير تعد=

تفریحی امور

ٹی وی پر کرکٹ میچ

مسئله (٦٥١): ٹی وی پر کرکٹ میچ دیکھنا بے شمار منکرات ومفاسد، مثلاً نیم عریاں عورتوں کا اسکرین پر دکھائی دینا[1]، اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت کا فوت ہونا[2]، مساجد جو عبادت کی جگہیں ہیں، ان میں اسی موضوع پر تذکرے وتبصرے کا ہونا[3]، وغیرہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس لیے کرکٹ میچ کو ٹی وی پر دیکھنا دکھانا، اوراس پر بحث ومباحثہ کرنا یہ سب معصیت کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون[4]، اور زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنے میں داخل ہے، جب کہ یہ دونوں چیزیں (تعاون علی الاثم اور ضیاعِ وقت) شرعاً ممنوع ہیں۔

= أو تقصير منه إلا إذا حصل الهلاک بحريق غالب عام ، أو غرق غالب ونحوهما ، .... قال البغدادي عن بعض كتب الحنفية ، وبقول الصاحبين يفتى اليوم لتغير أحوال الناس ، وبه يحصل صيانة أموالهم . (٣٨٤٧/٥ ، كتاب الإجارة ، المبحث الخامس ، ضمان العين المستأجرة ، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة :١٢٠/٣)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبَنِيٓ اٰدم قد أنزلنا عليكم لباسًا يُواري سواٰتكم وريشًا﴾ . (سورة الأعراف : ٢٦)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " صنفان من أهل النار لم أرهما قوم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ، ونساء كاسيات عاريات مميلات =

....

....

....

....

....

....

=مائلات رؤسهنّ كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها ، وإن ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا " . (۲/۲۰۵، كتاب اللباس)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عبد الرحمن بن سعيد الخدري ، عن أبيه ، أن رسول الله ﷺ قال : " لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة ، ولا يفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد ، ولا تفضي المرأة إلى المرأة في ثوب واحد " .

(۱/۱۵۴، باب تحريم النظر إلى عورات)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : وأما أحكام الباب ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۱/۱۵۴)

(۲) ما في " رد المحتار " : (والجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدي : أرادو بالتأكيد الوجوب . در مختار . وفي الشامية : وفي النهر عن المفيد : الجماعة واجبة .

(۲/۲۸۷، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، بيروت)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن الحسن مرسلاً قال : قال رسول الله ﷺ : " يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمر دنياهم ، فلا تجالسوهم فليس لله فيهم حاجة " . (ص/۷۱)

ما في " البحر الرائق " : الكلام المباح في المسجد مكروه يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب . (۲/۷۷۴)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " رد المحتار " : " ما كان سببا لمحظور فهو محظور " . (۵/۲۳۲، مكتبه نعمانيه ديوبند)

ٹی وی پر دینی پروگرام

مسئلہ (۶۵۲): شرعِ اسلامی میں جاندار کی تصویر سازی حرام ہے، آپ ﷺ نے اس پر سخت وعید بیان فرمائی ہے، اور چوں کہ ٹیلی ویژن میں جاندار کی تصویریں ہوتی ہیں، اس لیے ٹیلی ویژن دیکھنا شرعاً جائز نہیں ہے [۱]، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ٹیلی ویژن کو اچھے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، مثلاً: اس پر دینی پروگرام وغیرہ دیکھنا، تو اُن کا یہ خیال -**اثمهما اکبر من نفعهما**- کے قبیل سے ہونے کی بنا پر لغو ہے۔ نیز ٹیلی ویژن چوں کہ آلاتِ لہو و معصیت میں سے ہے، اس لیے اس پر دینی پروگرام کا دیکھنا بھی شرعاً درست نہیں ہے۔ [۲]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن النبي ﷺ قال : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة " . (۲/۲۰۰)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد ، المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو دراهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها. (۷/۲۱۰، بيروت)

ما في " تكملة فتح الملهم " : هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح واتخاذ الصور في البيوت ممنوع شرعاً ، واتفق عليه جمهور الفقهاء . (۱۰/۱۳۴)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تتخذوٓا ايٰت الله هزوًا﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۱)

ما في " حاشية القونوي " : أي لا تصيروا آيات الله مكان هزوا أو الهزء نفسه مبالغة لفرط انهماكهم بالأعراض عنها وعدم التأمل ، وهذا هو التهاون ، ولذا عطف على الأعراض =

ٹی وی پر ناچ گانا

مسئلہ (۲۵۳): ناچ گانا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، لہٰذا ٹیلی ویژن پر ان کو دیکھنا، دکھانا، سننا، سنانا، اور اس طرح کے پروگراموں میں کام کرنا، معصیت کے کاموں میں تعاون کرنا ہے، جو شرعاً ناجائز اور گناہ ہے۔ (۱)

=التهاون وأشار إلى أنه كناية عن الأعراض عن العمل بمقتضاها . (۵/۲۷۲، بيروت)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک وأجلب عليهم بخيلک ورجلک وشارکهم في الأموال والأولاد﴾ . (سورة الإسراء :۶۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿بصوتک﴾ روي عن مجاهد أنه الغناء واللّٰهو ، وهما محظوران ، وأنهما من صوت الشيطان . (۳/۲۶۶)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضلّ عن سبيل اللّٰه بغير علم ، ويتخذها هزواً ، أولٰئک لهم عذاب مهين﴾ . (سورة لقمٰن : ۶)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قلت : هذه إحدى الآيات الثلاث التي استدل بها العلماء على كراهة الغناء والمنع منه . (۱۴/ ۵۱)

ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " ليكوننّ من أمتي قوم يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف". (ص/۱۰۲۲ ، كتاب الأشربة)

ما في " رد المحتار " : قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر ، أي بالنعمة ، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر . (۹/۴۲۵ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس ، كذا في البحر الرائق : ۸/۳۴۶ ، الكراهية ، قبيل فصل في اللبس ، مجمع الأنهر :۴/۲۱۸، الكراهية)

ما في " الفتاوى الهندية " : قال الحلواني رحمه اللّٰه تعالى : السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام لا يجوز القصد إليه ، والجلوس عليه ، وهو الغناء والمزامير .

(۵/۳۵۲ ، كتاب الكراهية ، الغناء في الغناء واللّٰهو وسائر المعاصي)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)=

کمپیوٹر اور موبائل پر فلم بینی

مسئلہ(۲۵۴): فلم دیکھنا خواہ ٹی وی، کمپیوٹر، موبائل پر ہو، یا کسی اور جگہ، بہر حال ناجائز وممنوع ہے، کیوں کہ اس میں مرد وعورت کا اختلاط، عورتوں کے کھلے چہروں اور برہنہ بازؤوں وغیرہ کی نمائش [1]، گانا بجانا، گانا سننا، لہو ولعب، غفلت عن ذکر اللہ [2]، اضاعتِ مال واضاعتِ وقت [3]، جیسے منکراتِ شرعیہ موجود ہیں۔

=ما في " روح المعاني " : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي . (۴/۸۵)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿يا أيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبيين ، وإظهار الستر والعفاف ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ . (۳/۴۸۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن عقبة بن عامر ، أن رسول الله ﷺ قال : " إياكم والدخول على النساء " . فقال رجل من الأنصار : يا رسول الله ! أفرأيت الحمو ؟ قال : " الحمو الموت " . (۲/۷۸۷ ، كتاب النكاح ، باب لا يخلونّ رجل بامرأة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الخلوة بالأجنبية حرام . (۹/۴۴۸)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا ، اولٓئک لهم عذاب مهين﴾ . (سورة لقمٰن : ۶)

ما في " روح المعاني " : روي عن الحسن : " كل ما شغلک عن عبادة الله تعالى وذكره من السمر والأضاحيک والخرافات والغناء ونحوها " . (۱۰۲/۱۲)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ قال : هو الغناء ، وكل لعب ولهو . (۵/۳۰۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب=

الرسالۃ (پیغام) نامی فلم

مسئلہ (٦٥٥): ایک فلم جو'' الرسالۃ/ پیغام'' کے نام سے رِلیز (Release) ہوئی ہے، جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روپ میں ایک عیسائی نے کام کیا ہے، نیز آپ ﷺ کو ایک سائے کی طرح بتلایا گیا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں ایک سایہ اینٹیں اٹھار ہا اور رکھ رہا ہے، اس فلم کا دیکھنا، دکھانا سب ناجائز وحرام ہے، نیز یہ ایک یہودی سازش ہے، کہ جس ذات نے تصویر کی حرمت بیان کی ہو اسی کی تصویر، خواہ سائے کی شکل میں ہو[1]، امت کے سامنے پیش کی جائے، تاکہ لوگ اس سائے کو بہ نگاہِ احترام دیکھے[2]، اور مسلمانوں کے گھروں میں تصویریں عام ہوجائیں، اور شرک کا دروازہ کھل جائے، کیوں کہ دنیا میں شرک کا وجود اسی طرح سے ہوا، کہ اولاً شیطان نے صلحاء کی تصویریں بنانے پر لوگوں کو آمادہ کیا، تاکہ عبادت میں دل جمعی ونشاط پیدا ہو، پھر بعد کے لوگوں سے کہا کہ تمہارے آباء واَجداد انہی تصویروں کی عبادت کیا کرتے تھے،

= ونحوه حرام، لقوله علیه السلام : " استماع صوت الملاهي معصیة ، والجلوس علیها فسق ، والتلذّذ بها کفر " . (۴۲۵/۹ ، کتاب الحظر والإباحة)

(۳) ما في " القرآن الکریم " : ﴿إن المبذّرین کانوآ اِخوان الشیٰطین ، وکان الشیطٰن لربه کفورًا﴾ . (سورة الإسراء :۲۷)

ما في " صحیح البخاري " : عن جابر رضي اللّٰه عنه قال :" نهی رسول اللّٰه ﷺ عن إضاعة المال " . (۳۲۵/۱ ، کتاب الخصومات)

ما في " القرآن الکریم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقنکم عبثاً﴾ . (سورة النور:۱۱۵)

ما في " حاشیة القونوي علی تفسیر البیضاوي " : توبیخ علی تغافلهم ، وعبثاً أي انا لم نخلقکم تلهیا بکم ، وإنما خلقناکم لنعیدکم ، ونجازیکم علی أعمالکم . (۲۳۸/۱۳)=

لہٰذا تم بھی انہی کی عبادت کرو(۳)، اوراس طرح بت پرستی عام ہوئی، نیز اس طرح کی فلم سازی کا مقصد آپ ﷺ، اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین ہے، جس کا انجام بہت ہی براہوگا۔(۴)

والحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في" القرآن الكريم " : ﴿وقالوا لا تذرُنّ الهتكم ولا تذرُنّ ودًّا ولا سُواعًا ولا يَغوث ويَعوقَ ونَسرًا﴾ . (سورة النوح :۲۳)

ما في " بيان القرآن للتهانوي " : قوله تعالى : ﴿ولا تذرنّ ودًّا﴾ لما كان هذا مآل اتخاذ صورهم مع إباحة نفس التصوير ، حينئذٍ دل على أن الاهتمام بحفظ آثار الصلحاء إذا خيف منه مفسدة يجب تركه . (۴۳/۲، حاشية مسائل السلوك)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها ، أن أم حبيبة ، وأم سلمة ذكرتا كنيسة رأينها بالحبشة ، فيها تصاوير لرسول الله ﷺ ، فقال رسول الله ﷺ : "إن أولٓئک إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات ، بنوا على قبره مسجداً ، وصوّروا له فيه تلک الصور ، أولٓئک شرار الخلق عند يوم القيامة ". (۲۰۱/۱ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب النهي عن بناء المساجد على القبور ، رقم الحديث :۵۲۸ ، قديمي)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ .(۴۱۶/۲ كتاب الصلاة ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترک السنة أولىٰ ، بيروت)

(۲) ما في " مرقاة المفاتيح " : قال القرطبي : وكل من صح إيمانه به عليه الصلاة والسلام لا يخلو عن وجدان شيء من تلک المحبة الراجحة ، وإن استغرق بالشهوات وحجب بالغفلات في أكثر الأوقات ، بدليل أنا نرى أكثرهم إذا ذكر ﷺ اشتاق إلى رؤيته وآثرها على أهله وماله وولده ووالده . (۱۴۰/۱ ، كتاب الإيمان)

(۳) ما في " فتح القدير للشوكاني " : ﴿ولا تذرنّ ودًّا ولا سُواعا﴾ أي لا يتركوا عبادة =

....

....

=هذه ، قال محمد بن كعب : هذه أسماء قوم صالحين ، كانوا بين آدم ونوح ، فنشا بعدهم قوم يقتدون بهم في العبادة ، فقال لهم ابليس : لو صورتم صورهم كان أنشط لكم ، وأسوق إلى العبادة ، ففعلوا ، ثم نشأ قوم من بعدهم ، فقال لهم ابليس : إن الذين من قبلكم كانوا يعبدونهم فاعبدوهم ، فابتداء عادة الأوثان كان من ذلک الوقت . (۸۸۵/۲)

(۴) ما في " القرآن الكريم " :﴿إن الذين يؤذون اللّٰه ورسوله لعنهم اللّٰه في الدنيا والآخرة وأعدّ لهم عذاباً مهينا﴾ . (سورة الأحزاب :۵۷)

ما في " التفسير المنير " : وهذا دليل على أنه تعالى لم يحضر جزاء هم في الإبعاد من رحمته بل أوعدهم بعذاب النار الأليم ، والآية عامة في كل من آذى النبي ﷺ بشيء . (۴۲۴/۱۱)

ما في " صحيح البخاري " : حدثنا سفيان قال : عمرو : سمعتُ جابر بن عبد اللّٰه يقول : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من لكعب بن الأشرف ؟ فإنه قد آذى اللّٰه ورسوله ، فقام محمد بن مسلمة رضي اللّٰه تعالى عنه فقال : يا رسول اللّٰه ﷺ ! أتحبُّ أن اقتله ؟ قال : نعم " .

(۵۷۶/۲ ، كتاب الجهاد والسير ، باب قتل كعب بن الأشرف ، قديمي)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قوله : (فإنه قد آذى اللّٰه ورسوله) وفي رواية للحاكم في الإكليل : " فقد آذانا بشعره وقوى المشركين " .... ومن طريق أبي الأسود عن عروة ، أنه كان يهجو النبي ﷺ والمسلمين ، ويحرض قريشاً عليهم .

(۱۷۶/۹ ، كتاب الجهاد والسير ، قتل كعب بن الأشرف)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : واختلف العلماء في سبب ذلک ، وجوابه فقال الإمام المازري : إنما قتله كذلک ، لأنه نقص عهد النبي ﷺ وهجاه وسبه . (۴۱۶/۲)

ما في " فقه النوازل " : تحريم إظهار فيلم محمد رسول اللّٰه ﷺ وإخراجه ، ونشره ، سواء فيما يتعلق بالرسول ﷺ أو بأصحابه الكرام رضوان اللّٰه تعالى عليهم أجمعين ، لما في ذلک من تعريض مقام النبوة ، وجلال الرسالة ، وحرمة الإسلام ، وأصحاب الرسول ﷺ للازدراء والاستهانة والسخرية . (۳۱۸/۴ ، وثيقة رقم : ۲۹۸، المصدر : هيئة كبار العلماء بالسعودية ، التاريخ : شوال :۱۴۰۳هـ ، مكتبة دار ابن الجوزية)

’’فجر الاسلام‘‘ نامی فلم

مسئلہ (۶۵۶): ماضی قریب میں ایک فلم ’’فجر الاسلام‘‘ بڑے زور وشور سے چلی، جس میں حضور ﷺ کی بعثت سے قبل، لوگوں کی اَبتر حالت کو ذکر کیا گیا ہے، اس طرح کی جتنی فلمیں منظرِ عام پر آرہی ہیں، ان میں دشمنانِ اسلام کی، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف گھناؤنی سازش ومنصوبہ بندی ہے، اسی لیے علمائے اسلام نے ان کو مردود اور ناجائز قرار دیا ہے[۱]، نیز ان میں مفسدات کے انبار ہیں، مثلاً عورتوں کا بے پردہ اسکرین پر آنا[۲]، تصاویر کا پایا جانا[۳]، اور عوام الناس کا اس میں مشغول ہوکر مَا لَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ حقوق کا ملیا میٹ کرنا وغیرہ، اور اس طرح کی دیگر خرابیوں کی وجہ سے انہیں ناجائز وممنوع قرار دیا گیا ہے۔[۴]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمٰن :۴)

ما في ” التفسير المظهري “ : ﴿ومن الناس﴾ وعن ابن عباس رضي الله عنه : ..... لهو الحديث الغناء ، والآية نزلت فيه ..... وقال ابن جرير : هو الطبل ، قلت : مورد النص وإن كان خاصاً ، وهو الغناء ، أو قصص الأعاجم ، لكن اللفظ عام ، والعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ، ومن هنا قال قتادة : وهو كل لهو ولعب .... ﴿ليضل﴾ الناس ﴿عن سبيل الله﴾ أي عن دينه ، أو ذكره ، وقراء ة كتابه ...... بمعنى يلبث على ضلاله ويزيد فيه ﴿بغير علم﴾ ...... قال قتادة : بحسب المؤمن الضلالة أن يختار حديث الباطل على حديث الحق . (۷/۲۵۳ – ۲۵۷)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي أمامة رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : ” إن =

....

....

....

=اللّٰه تعالى بعثني رحمة للعالمين ، وهدى للعالمين ، وأمرني ربي عزّ وجلّ بمحق المعازف ، والمزامير ، والأوثان ، والصلب ، وأمر الجاهلية ....". الحديث .
(۳/۱۰۸۴ ، باب بيان الخمر ووعيد شاربها ، رقم الحديث :۳۶۵۴ ، بيروت ، كذا في المسند لإمام أحمد بن حنبل : ۳۶۶/۱۶ ، رقم الحديث : ۲۲۲۰۸)
ما في " مرقاة المفاتيح " : (بمحق المعازف) أي بمحق آلات اللّٰهو ، وفي النهاية : العزف اللعب بالمعازف ، وهي الدفوف وغيرها مما يضرب ، وقيل : إن كل لعب عزف . (۲۱۹/۷)
ما في " الموسوعة الفقهية " : المعازف منها ما هو محرم كذات الأوتار والنايات والمزامير والعود والطنبور والرباب ، ونحوها في الجملة ، لما روي عن علي رضي اللّٰه تعالى عنه ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " إذا فعلتُ أمتي خمس عشرة خصلة حلّ بها البلاء، وعدّ ﷺ منها : واتخذت القينات والمعازف " . (۱۶۸/۳۸ ، معازف ، الحكم التكليفي)
(۲) ما في " رد المحتار " : (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة ، بل (لخوف الفتنة) كمسّه . (۷۳/۲ ، الصلاة ، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد)
(۳) ما في" عون المعبود " : فأما الصورة فهو كل ما تصوّرت من الحيوان ، سواء في ذلك الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .
(ص/۱۷۷۷ ، كتاب اللباس ، باب في الصور ، بيت الأفكار الدولية الأردن)
(۴) ما في " تكملة فتح الملهم " : اعلم أن الشريعة المصطفوية السمحة البيضاء ، لا تمنع الارتفاقات والمصالح التي فطرت عليها الطبيعة البشرية ، ولا ترضى الرهبانية والتبتّل ، بل تقتضي المدنية ، والمعاشرة الصالحة ، نعم تمنع الغلوّ في المسليّات والانهماك فيها ، بحيث يلهى عن الضروريات الدينية والمعاشية .
(۳۸۰/۱۰ ، كتاب الشعر ، حكم الألعاب في الشرعية)
(جدید مسائل کا حل :ص/۴۵۷،آپ کے مسائل اوران کا حل :۳۷۴/۷)

فلم جس میں آپ ﷺ کی اونٹنی کی آواز ہے

مسئلہ(۶۵۷): ایسی اسلامی فلم جس میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت امیر حمزہ، حضرت بلال حبشی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی کی آواز مختصر طور پر سنائی گئی ہے، یہ فلم اسلامی فلم نہیں، بلکہ اسلام اور اکابر اسلام کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے، اس کا دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كتاب الخراج " : قال أبويوسف رحمه الله تعالى : إهانة الصحابة فسق ، إلا أن سبّ الشيخين كفر . (ص/۱۸۲)

ما في " شرح فقه الأكبر " : من استخفّ بالقرآن ، أو بالمسجد ، أو بنحوه مما يعظّم في الشرع كفر . (ص/۱٦۷)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ان الاستهزاء بآيات الله وبشيء من شرائع دينه كفر من فاعله . (۳/۱۸۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : من أتى بفعل صريح في الاستهزاء بالإسلام ، فقد كفر ، قال بهذا الحنفية ، ودليلهم قوله تعالى : ﴿ولئن سألتهم ليقولنّ إنما كنّا نخوض ونلعب ، قل أبالله وآيته ورسوله كنتم تستهزء ون﴾ [سورة التوبة :٦۵] . (۲۲/۱۸٦، ردّة)

کھیل کے جواز وعدمِ جواز کی شرطیں

مسئلہ (۶۵۸): ہر ایسا کھیل جو انسان کو اس پر واجب حقوق سے غافل کردے، خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، یا منکرات ومنہیاتِ شرعیہ پر مشتمل ہو، یا اس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ ہوں، ناجائز ومکروہ تحریمی ہے، اور شریعتِ اسلامیہ اپنے ماننے والوں کو اس طرح کا کھیل کھیلنے سے منع کرتی ہے، کرکٹ چوں کہ بہت سے دینی ودنیوی خرابیوں کا مجموعہ ہے، مثلاً: اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت کا فوت ہونا بلکہ قضا ہو جانا [۱]، ملازمین کے فرائض وواجبات میں کوتاہی وخلل کا واقع ہونا [۲]، اپنے قیمتی اوقات واموال کو ضائع کرنا [۳]، کسی ٹیم کے ہارنے پر اس کو ذلیل ورسوا کرنا [۴]، اور یہ سب اُمور ناجائز ومنع ہیں، نیز شریعت ہر اس ذریعے سے بھی منع کرتی ہے، جو انسان کو برائی تک پہنچاتا ہے [۵]، لہٰذا ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پورے وثوق کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کرکٹ کھیلنا شرعاً ناجائز ہے۔ لیکن اگر کرکٹ کا کھیل مذکورہ تمام ممنوعاتِ شرعیہ سے پاک ہو، تو پھر اس کے کھیلنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے، جب کہ واقعہ اور مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : والجماعة سنة مؤكدة للرجال ، قال الزاهدي : أرادوا بالتاكيد الوجوب . (۲/۲۸۷ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، بيروت)=

....

....

=وما في " الدر المختار مع الشامية " : لم يقل المتروكات ظناً بالمسلم خيراً ، إذ التاخير بلا عذر كبيرة لا تزول بالقضاء ، بل بالتوبة . (۲/۵۱۸ ، باب قضاء الفوائت ، بيروت)

(۲) ما في" الألعاب الرياضية " : فيحرم أن ينشغل المرء باللعب إذا كان في ذلك تضييع لواجب شرعي . (ص/۳۲۰ ، المبحث الأول ، ا لمسائل والضوابط المتعلقة بالوقت ، اجتناب تضييع الواجبات ، دار النفائس الأردن)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ويل للمطففين ، الذين إذا اكتالوا على الناس يستوفون ، وإذا كالوهم أو وزنوهم يخسرون﴾ . (سورة التطفيف : ۱ . ۳)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن جابر رضي اللّٰه عنه : " لأن النبي ﷺ نهى عن إضاعة المال " . (ص/۱۳۸ ، كتاب الخصومات ، من رد أمر السفيه والضعيف ، بيروت)

ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه اللّٰه : وألحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال ، وإن هؤلاء المبذرين لأوقاتهم لأحق بالحجر عليهم من المبذرين لأموالهم ، لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، المسائل والضوابط المتعلقة بالوقت)

(۴) ما في " جامع الترمذي " : عن سليمان بن عمرو بن الأحوص ، عن أبيه قال : سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول في حجة الوداع للناس : أي يوم هذا ؟ قالوا : يوم الحج الأكبر ، قال : " فإن دمائكم وأموالكم وأعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هذا ، في بلدكم هذا " .

(۲/۳۹ ، أبواب الفتن ، باب ما جاء في تحريم الدماء والأموال)

ما في " سنن أبي داود " : عن سعيد بن زيد ، عن النبي ﷺ قال : " إن مِن أربى الربا الاستطالة في عرض المسلم بغير حق " . (ص/۶۶۹ ، كتاب الأدب ، باب في الغيبة)

(۵) ما في " رد المحتار " : " ما كان سببا لمحظور فهو محظور " . (۵/۲۲۳)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : ان الذرائع تعد وسائل إلى الماقصد ، وحكمها حكم مقاصدها، من حيث التحريم ، والوجوب ، والكراهة ، والندب والإباحة ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

والی بال

مسئلہ (۶۵۹): چند شرطوں کے ساتھ والی بال کھیلنا جائز ہے، وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) فرائض وواجبات میں کوتاہی نہ ہو۔

(۲) ہار جیت پر مال کی شرط نہ ہو۔

(۳) کھیل محض وقت گزاری کے لیے نہ ہو۔

(۴) کھلاڑی فحش کلامی، دروغ گوئی اور گالی گلوچ اور دیگر منکرات ومنہیاتِ شرعیہ سے اجتناب کریں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : فالمباح من الملاهي الرائجة في هذا العصر بشرط : أن لا يكون فيها قمار ، ولا يكون يقصد التلهي ، بل لتمرّن البدن أو تعلم الشجاعة .

(۳/ ۲۰۱، اللّٰهو المباح الرائج في العصر)

ما في " فتاوى عصرية " : وقد اشترط من أباح مثل هذه الألعاب مشروطاً ، منها : لا تؤخر الصلاة عن وقتها ، لأن الغالب في اللّٰهو أنه يسرق الوقت ، ويشغل عن الواجبات ، ألا يخالط ذلك قماراً ، أن يحفظ اللاعب من الفحش وردى الكلام ، ألا يشتمل على الكذب ، واليمين الفاجرة ، والخيانة ، والظلم ، والسباب ، والفسوق ، والخروج عن طاعة اللّٰه بقول أو فعل . (ص/ ۱۲۰، حكم ألعاب الجيم والكمبيوتر)

فٹ بال، کبڈی اور دنگل میں کشتی

مسئلہ(۶۶۰): فٹ بال، کبڈی اور دنگل میں کشتی لڑنا، اگر ورزش، مشقِ جہاد اور تندرستی باقی رکھنے کی غرض سے ہو، تو درست ہے، مگر ستر پوشی اور حدود شرعیہ کی پابندی لازم ہے، لیکن اس میں اس قدر انہماک نہ ہو کہ احکامِ شرعیہ مثلاً: نماز و جماعت وغیرہ میں مخل ہو، ورنہ ممنوع ہوگا۔ (۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : تجوز المسابقة بالسهام والخيل ، والحمير والإبل والأقدام لقوله عليه الصلاة والسلام : " لا سبق إلا في خف أو نصل أو حافر ، والمراد بالخف الإبل ، وبالنصل الرمي ، وبالحافر الفرس والبغل، وفي الحديث : " سابق رسول الله ﷺ وأبوبكر وعمر رضي الله تعالى عنهما ، فسبق رسول الله ﷺ ، ولأنه يحتاج إليه في الجهاد للكر والفر ، وكل ما هو من أساب الجهاد فتعلّمه مندوب إليه سعياً في إقامة هذه الفريضة .

(۲۱۶/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في المتفرقات ، بيروت)

ما في " الألعاب الرياضية " : هذه اللعبة مباحة إن خلت من المحظورات الشرعية ، إذ أنها تشتمل على منافع تعود على الجسد بالقوة ، واللياقة البدنية ، وقد أباحها العلماء المعاصرون . كرة القدم . مشروعيتها . (ص/۱۲۹ ، دار النفائس الأردن)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبَنِيٓ اٰدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سواٰتكم وريشاً ولباس التقوى ذلك خير﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : يدل على فرض ستر العورة لإخباره أنه أنزل علينا لباساً لنواري سوآتنا به . (۳۹/۳ ، مكتبة شيخ الهند بديوبند)

ما في " شرح مسلم للنووي " : ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۲۲۳/۳ ، كتاب الحيض ، باب تحريم النظر إلى العورات ، احياء التراث)=

تاش، چوسر اور شطرنج

مسئلہ (٦٦١): تاش، چوسر اور شطرنج، لہو ولعب کے طور پر کھیلنا مکروہِ تحریمی ہے، اور عموماً کھیلنے والوں کی غرض یہی ہوتی ہے، نیز ان کھیلوں میں مشغولیت اکثر وبیشتر فرائض وواجبات کی تفویت کا سبب بنتی ہے، اور اس صورت میں اس کی کراہت حدِّ حرمت تک پہنچ جاتی ہے۔(١)

=ما في " رد المحتار " : " ما كان سببا لمحظور فهو محظور " . (٥/٢٢٣، مكتبه نعمانيه ديوبند)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد ، وحكمها حكم مقاصدها، من حيث التحريم ، والوجوب ، والكراهة ، والندب والإباحة ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/٤٦)

والحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمٰن : ٦)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : والمحرم المكروه من الملاهي الرائجة في عصرنا هي كل لهو اشتمل على القمار ، أي لهو كان ، فإن القمار والميسر حرام بنص القرآن والنرد والشطرنج .... فإنها كلها لو لم يتضمن معاصي ومنكرات لا تخلو عنها عادة ، فهي في نفسها من اللّٰهو المجرد الذي وقع الإجماع على تحريمه أو كراهته ، وإلى المشتكى عما وقع فيه كثير من المسلمين من الملاهي المحرمة ، حتى جعلوها ديدنهم ، واتخذوا دينهم لهواً ولعباً . (٣/٢٠٢ ، الملاهي المحرمة الرائجة)

ما في " روح المعاني " : ﴿ولا تسبّوا الذين﴾الخ . استدلّ بالآية على أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها ، فإن ما يؤدي إلى الشر شر .

(٥/٣٦٥ ، ٣٦٦ ، سورة الأنعام : ١٠٨ ، مكتبه زكريا ديوبند)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن سليمان بن بريدة ، عن أبيه قال : قال رسول اللّٰه=

....

....

= ﷺ : " من لعب بالنرد شير، فهو كمن غمس يده في لحم الخنزير ودمه " . لفظ حديث اسحاق ، وفي رواية عبد الرحمن، أن النبي ﷺ قال : " من لعب بالنرد شير فكأنما صبغ يده في لحم خنزير ودمه " .... وفيه أيضًا : عن أبي موسى الأشعري ، أن رسول الله ﷺ قال : "من لعب بالنرد فقد عصى الله ورسوله " .

(۱۰/ ۳۶۲ ، باب كراهية اللعب بالنرد أكثر من كراهية اللعب بالشيء من الملاهي)

ما في " رد المحتار " : كره تحريماً اللعب بالنرد ، وكذا الشطرنج . (در مختار) . وفي الشامية : وإنما كره ، لأن من اشتغل به ذهب عنائه الدنيوي وجاء ه العناه الأخروي ، فهو حرام وكبيرة عندنا ، وفي إباحته إعانة الشيطان على الإسلام والمسلمين ، كما في الكافي .

(۹/ ۵٦۵ ، ۵٦٦ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع ، بيروت)

ما في " مجمع الأنهر مع الدر المنتقى " : ويحرم اللعب بالنرد . مجمع الأنهر . وفي الدر المنتقى : (ويحرم اللعب بالنرد) ويقال له : النرد شير ، وشير اسم ملك وضع النرد ، وقيل : وضعه شا بور بن ازدشير ثاني ملوك الساسانية ، وهو كبيرة بالإجماع .

(۴/ ۲۲۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في المتفرقات)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وأباحه الشافعية وأبويوسف في روايةٍ ، ونظمها شارح الوهبانية فقال :

ولا بأس بالشطرنج وهي رواية
عن الحبر قاضي الشرق والغرب تؤثر

وهذا إذا لم يداوم ولم يخل بواجب ، وإلا فحرام بالإجماع .

(۹/ ۵٦٦ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويحرم عند الجمهور غير الشافعية أيضاً الشطرنج ، قال علي رضي الله عنه : الشطرنج من الميسر ، ومر علي رضي الله تعالى عنه بقوم يلعبون الشطرنج ، فقال : " ما هذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون ؟ ".(۴/ ۲٦٦۳ ، الباب السابع : الحظر والإباحة)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۹/ ۵۳۴،کفایت المفتی :۹/ ۲۰۴،مکتبہ دارالاشاعت کراچی،محمود الفتاویٰ:۳/ ۱۲۲تا۱۳۹)

مداری کا کھیل

مسئلہ (٦٦٢): مداری کا کھیل دکھانا، مثلاً: سر بدن سے جدا کرنا، یا ڈبے سے کوئی کھانے پینے کی چیز یا پیسے وغیرہ نکالنا، چاقو مارنا وغیرہ، یہ محض دھوکہ دہی اور خداع ہے، اس میں نفع کچھ بھی نہیں، اس لیے یہ سب اُمور ناجائز ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿واتبعوا ما تتلوا الشيٰطين على ملك سليمٰن ، وما كفر سليمٰن ولكن الشيٰطين كفروا يعلّمون الناس السحر﴾ . (سورة البقرة : ۱۰۲)

ما في " القرطبي " : السحر أصله التمويه بالحيل والتخايل ، وهو أن يفعل الساحر أشياء ومعاني ، يتخيل للمسحور أنها بخلاف ما هي به ، كالذي يرى السراب من بعيد ، فيخيل إليه أنه ماء ، وكراكب السفينة السائرة سيراً حقيقاً يخيل إليه أن ما يرى من الأشجار والجبال سائرة معه ، وقيل : هو مشتق من سحرت الصبي إذا خدعته . (۲/۴۳)

ما في " التفسير المنير " : والثالثة : تاثير في القوي المتخيلة : بأن يعمد الشخص إلى القوة المتخيلة ، فيلقى فيها أنواعاً من الخيالات والصور ، ثم ينزلها إلى الحسّ من الرائين ، بقوة نفسه المؤثرة ، فينظر الراء ون كأن شيئاً موجوداً في الواقع ، وليس هناک شيء من ذلک ، وتنال هذه المراتب بالرياضية .... كثير من التخيلات التي مظهرها على خلاف حقائقها ، كما يفعل بعض المشعوذين من أنه يريک أنه ذبح عصفوراً ، ثم يريكه وقد طار بعد ذبحه لخفة حركته . (۱/۲۷۲)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : وقد اختلف هل له حقيقة أم لا ؟ فذهبت المعتزلة وأبوحنيفة إلى أنه خداع لا أصل له ولا حقيقة . (۱/۱۰۰)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : "من حمل علينا السلاح فليس منا ، ومن غشنا فليس منا " .

(۲/۷۷۱ ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : وقيل : معناه ليس على سيرتنا الكاملة وهدينا ،=

غیر مسلموں کے تہوار میں کرتب بازی

مسئلہ (٦٦٣): مسلمانوں کا غیر مسلموں کے تہوار میں کرتب یا کمال بتلا کر انعام حاصل کرنا درست نہیں، اس لیے کہ اپنی شرکت کے ذریعے اُن کے اجتماع کو رونق دینا شرعاً جائز و درست نہیں ہے۔(۱)

= وكان سفيان بن عيينة رحمه الله تعالى يكره قول من يفسر بليس على هدينا ويقول : بئس هذا القول ، يعني بل يمسک على تأويله ليكون أوقع في النفوس ، وأبلغ في الزجر .
(٢/١٧٧ ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا)
ما في " مرقاة المفاتيح " : وروى الطبراني وأبونعيم في الحلية : عن ابن مسعود رضي الله عنه مرفوعاً ، ولفظه : " من غشنا فليس منا ، والمكر والخداع في النار " .
(٧/٧٥ ، كتاب الإيمان ، باب ما لا يضمن من الجنايات)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) كره (كل لهو) لقوله عليه الصلاة والسلام : " كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة : ملاعبته أهله ، وتأديبه لفرسه ، ومناضلته بقوسه " . در مختار .
وفي الشامية : قوله : (وكره كل لهو) أي كل لعب وعبث . (٩/٤٨١ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) (جدید مسائل کا حل: ص/ ٤٦٨)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ٢)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : نهيٌ عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (٢/٣٨١)
ما في " جامع الترمذي " : عن صفية قالت : قال رسول الله ﷺ : " لا ينتهي الناس عن غزو هذا البيت، حتى يغزو جيش ، حتى إذا كانوا بالبيداء ، أو ببيداء من الأرض خسف بأولهم وآخرهم ، ولم ينجح أوسطهم ، قلت : يا رسول الله ! فمن كره منهم ، قال : يبعثهم الله على ما في أنفسهم " . (٢/٤٢)
ما في " تحفة الأحوذي " : قال النووي : وفي هذا الحديث من الفقه التباعد من أهل الظلم والتحذير من مجالستهم، ومجالسة البغاة ونحوهم من المبطلين ، لئلا يناله ما يعاقبون به . (٦/٤١٧)=

گھروں میں تصویریں آویزاں کرنا

مسئلہ (٦٦٤): گھروں میں تصویریں آویزاں کرنا گمراہ امتوں کا دستور رہا ہے، مسلمانوں کے لیے یہ چیزیں ممنوع وحرام قرار دی گئی ہیں، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: ''جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں۔''(۱)

=ما في '' كنز العمال '' :'' من كثّر سواد قوم فهو منهم ، ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله '' . (۹/ ۱۱ ، رقم الحديث : ۲۴۷۳۰)

ما في '' رد المحتار '' : والحكم بردّة المسلم بهذا القدر لا يمكن ، والأولى للمسلمين أن لا يوافقهم على مثل هذا الأحوال لإظهار الفرح والسرور .(۱۰/ ۴۰۳ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى)

ما في '' شرح فقه الأكبر '' : ومن خرج إلى السدّة ، أي مجتمع أهل الكفر في يوم نيروز كفر لأن فيه اعلان الكفر ، وكأنه أعانه عليه ، وعلى قياس مسألة الخروج إلى النيروز المجوسي الموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلک اليوم يوجب الكفر . (ص/۳۰٦ ، فصل في الكفر صريحًا وكناية)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : عن أبي طلحة رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : '' لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير '' .

(ص/۲ ۱۰۷ ، ۱۰۷۳ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، رقم الحديث : ۵۹۴۹، ۵۹۵۸)

ما في '' شرح مسلم للنووي '' : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بها يمتنهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۷/ ۲۱۰ ، كتاب اللباس والزينة ، وكذا في مرقاة المفاتيح : ۳۲۳/۸ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، وكذا في رد المحتار على الدر المختار : ۳٦۰/۲ ، كتاب الصلوٰة ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترک السنة أولیٰ ، وكذا في البحر الرائق :=

بلاضرورت فوٹو رکھنا

مسئلہ (۲۶۵): بلاکسی ضرورت کے اپنا فوٹو اپنے پاس رکھنا، یا کسی اور کے پاس بھیجنا، ناجائز ہے۔[1]

= ۴۸/۲ ، کتاب الصلوٰة ، باب ما یفسد الصلوٰة وما یکره فیها)

ما في " بدائع الصنائع " : وتکره التصاویر في البیوت لما روي عن رسول الله ﷺ عن سیدنا جبریل علیه الصلاة والسلام أنه قال : " لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب أو صورة " .

(۳۰۴/۴ ، کتاب الاستحسان)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " عمدة القاري " : عن نافع أن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ، أخبره أن رسول الله ﷺ قال : "إن الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیامة ، یقال لهم : أحیوا ما خلقتم " . (۱۱۰/۲۲ ، کتاب اللباس ، باب عذاب المصورین یوم القیامة ، رشیدیه کوئٹه)

ما في " رد المحتار " : وظاهر کلام النووي في شرح مسلم : الإجماع علی تحریم تصویر الحیوان ، وقال : وسواء صنعه لما یمتهن أو لغیره ، فصنعته حرام بکل حال ، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالی ، وسواء کان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغیرها .

(۴۱۶/۲ ، کتاب الصلاة ، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها ، دارالکتاب دیوبند، کذا في البحر الرائق : ۴۸/۲، کتاب الصلاة ، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)

(فتاویٰ محمودیہ:۴۸۶/۱۹،کراچی)

تصویر والا شناختی کارڈ

مسئلہ (٦٦٦): آج کل حکومت کی طرف سے تصویر والا شناختی کارڈ رکھنا ضروری ہو چکا ہے[1]، اس لیے بحالتِ مجبوری تصویر والا شناختی کارڈ بنوانا اور اس کا رکھنا جائز ودرست ہے۔[2]

بچوں کے مجسمے والے کھلونے

مسئلہ (٦٦٧): جس مجسمہ کے نقوش نمایاں نہیں ہوتے، محض ایک ہیولا سا ہوتا ہے، اس کے ساتھ بچوں کا کھیلنا اور اس کو گھروں میں رکھنا جائز ہے[1]، لیکن پلاسٹک وغیرہ کے وہ کھلونے جو مورتی کی شکل یا جاندار کی شکل کے ہوتے ہیں، ان سے بچوں کا کھیلنا اور ان کو گھروں میں رکھنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ تصویر کے

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة :۱۹۵)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن الله غفور رحيم﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . (۱/۳۰۷)

ما في " تكملة فتح الملهم " : أما تخاذ الصورة الشمسية للضرورة ، أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر ، وفي التاشيرة ، وفي البطاقات الشخصية ، أو في مواضع يحتاج إلى معرفة هوية المرء ، فينبغي أن يكون مرخصاً فيه ، فإن الفقهاء رحمهم الله تعالى استثنوا مواضع الضرورة من الحرمة . (۴/۱۶۴ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

(فتاوی محمودیہ:۱۹/۴۹۶، ۴۹۷، کراچی)=

حکم میں ہے، اور احادیث میں تصویر کی ممانعت صراحۃً وارد ہے۔ (٢)

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " الموسوعة الفقهية " : فإن كانت ناقصة عضو مما لا يعيش الحيوان مع فقده لم يحرم ، كما لو صور الحيوان مقطوع الرأس ، أو مخدوق البطن ، أو الصدر . (١٢/١٠١)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال في البحر : ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرة أو ثوب آخر، وأقره المصنف (أو كانت صغيرة) لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائما ، وهي على الأرض . ذكره الحلبي . (أو مقطوعة الرأس أو الوجه) أو ممحوّة عضو لا تعيش بدونه (أو لغير ذي روح لا) يكره ، لأنها لا تعبد . الدر المختار . (٢/٣٦١ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة ، دار الكتاب ديوبند ، ٢/٤١٨ ، بيروت ، وكذا في البحر الرائق : ٢/٥٠، كتاب الصلاة)

(٢) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي طلحة ، عن النبي ﷺ قال : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة " . (٢/٢٠٠ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قوله : (لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة) هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح في البيوت ممنوع شرعاً ، واتفق عليه جمهور العلماء . (٤/١٥٥ ، مسئلة التصوير في الإسلام)

ما في " المنهاج شرح مسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بها يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (٧/٢١٠ ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان) (فتاویٰ محمودیہ:١٩/٥٠٣،کراچی)

''یوگا'' درحقیقت ''سوریہ پوجا'' ہے

مسئلہ (۲۶۸): ''یوگا'' جس کو آج کل ریاضت کا نام دیا گیا ہے، حقیقت میں سورج کی پرستش ہے، کیوں کہ اس ریاضت کے دوران سنسکرت زبان میں ایسے الفاظِ شرکیہ پڑھے جاتے ہیں، جن سے سورج کی عبادت اور تعظیم مقصود ہوتی ہے، نیز یہ بدھسٹ قوم کا شعار ہے، ان کے اس شعار کو اپنانا گویا ان کی مشابہت اختیار کرنا ہے، جب کہ اس طرح کی مشابہت، ناجائز ومنع ہے، لہٰذا ''یوگا'' بھی ناجائز ومنع ہونا چاہیے۔[1]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾.(هود :۱۱۳)

ما في '' التفسير المظهري '' : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال السدي : لا تداهنوا الظلمة ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ، وقيل : لا تسكنوا إلى الذين ظلموا ، قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى الميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالتزيي بزيهم وتعظيم ذكرهم .

(۴/ ۴۳۰ ، كذا في حاشية القونوي على تفسير البيضاوي : ۱۰/ ۲۲۶)

ما في '' سنن أبي داود '' : '' من تشبه بقوم فهو منهم '' . (ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس)

ما في '' مرقاة المفاتيح '' : أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق والفجار ، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار . (۸/ ۲۲۲)

ما في '' الزواجر عن اقتراف الكبائر '' : قال مالك بن دينار رحمه الله تعالى : أوحى الله تعالى إلى نبي من الأنبياء ، أن قل لقومك : لا يدخلوا مداخل أعدائي ، ولا يلبسوا ملابس أعدائي ، ولا يركبوا مراكب أعدائي ، ولا يطعموا مطاعم أعدائي ، فيكونوا أعدائي كما هم أعدائي '' . (۱/ ۲۵)=

ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی

مسئلہ (۷۶۹): ہپناٹزم (جس کو عمل تنویم بھی کہتے ہیں) اور ٹیلی پیتھی، ان فنون کے ذریعے آج طب وعلاج میں بڑی مدد لی جاسکتی ہے، اس لیے سیکھنے سکھانے والے دونوں کی نیت درست ہو، تو اس کو جائز قرار دیا جانا چاہیے، ورنہ نہیں۔ (۱)

=ما في " الفتاوى العصرية ": تعد اليوجا من طرق التمسک الهندوکية ، فلا يجوز اتخاذها طريقاً للعبادة ، فإتخاذها بهذه الصفة التعبدية ضلال قطعاً ..... أما من قوم يحركات تشبهها ولم تخطر بباله ارتباطها بتمسک الهندوک ، فهو من باب التشبه المنهي عنه شرعاً ، والأصل في ذلک ما ورد عن النبي ﷺ أنه نهى في كثير من أحاديثه عن التشبه بغير المسلمين في ملبسهم ، ومشربهم ، ومأكلهم ، فهذا التشبه من باب الحرام . (ص/ ۴۵۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح الملهم ": وحاصل مذهبنا أن فعله فسق ، ويحرم تعلّمه ، خلافاً للغزالي لخوف الافتتان والاضرار . (۱/۲۵۵)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم ": " الأمور بقاصدها ". (۱/۱۱۳)

(جدید فقہی مسائل: ص/ ۴۵۹، جدید مسائل کا حل: ص/ ۴۵۶)

کمپیوٹر وانٹرنیٹ کا حکم

مسئلہ (۶۷۰): اسلام کی نشر واشاعت اوراس کی حفاظت وبقا کے لیے ہر ممکن جد و جہد، امتِ مسلمہ کا اہم فریضہ ہے، اس لیے ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ کے مطابق، اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے جدید وقدیم ہر ممکن جائز ذریعے ووسیلے؛ مثلاً: انٹرنیٹ وکمپیوٹر وغیرہ کا استعمال جائز ودرست ہے، بلکہ ضرورت وحالات کے تقاضوں کے مطابق مفید ومؤثر وسیلے کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واَعدّوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ . (سورة الأنفال : ۶۰)
ما في " القرآن الكريم " : ﴿خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ . (سورة البقرة : ۲۹)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : عن أبي علي ثمامة بن شفي الهمداني أنه سمع عقبة بن عامر الجهني يقول : سمعت رسول الله ﷺ وهو على المنبر يقول : " ﴿واعدّوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ . ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي " . (۸۸/۳)
ما في " الإنترنيت ومقاصد الشريعة " : أصبح من المعلوم والواقع استخدام شبكة الإنترنيت في تحقيق الدعوة إلى الله تعالىٰ ، والتعريف بالإسلام وبرسالته وأهدافه وتعاليمه وحقائقه ، والتواصل مع عامة الناس وجماهير المسلمين وسائر المؤسسات والجهات العلمية والفكرية والسياسية والمذهبية ، بغية التحاور والتباحث فيما يتعلق بحقائق الدين الإسلامي ومسائل الأحكام الشرعية ونوازل العصر وحلوله وفتاواه وغير ذلك .
(ص/۵۸ ، المحاسن الدعوية والإفتائية)
ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶) (انٹرنیٹ اورجدید ذرائع ابلاغ:ص/۲۹)

مصادر ومراجع

کتب عقائد

نمبر شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین	مکتبہ
۱	شرح فقہ الاکبر	شیخ ملا علی قاری حنفی	مکتبہ حقانیہ ملتان
۲	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر ہیتمی	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز
۳	اکفار الملحدین/ رسائل الکشمیری	علامہ انور شاہ کشمیری	مکتبہ لدھیانوی
۴	شرح العقائد النسفیۃ	علامہ سعد الدین تفتازانی	قدیم کتب خانہ کراچی
۵	شرح عقیدۃ الطحاوی	علامہ قاری محمد طیب صاحب	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۶	أصول الدین	أبو منصور التمیمی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

کتب تفاسیر

نمبر شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین	مکتبہ
۷	التفسیر المظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۸	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	مکتبہ زکریا دیوبند
۹	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۱۰	البحر المحیط	امام ابو حیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱	فتح القدیر فی علم التفسیر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۲	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۳	تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیر دمشقی	مکتبہ الاشرفی دیوبند
۱۴	معارج التفکر ودقائق التدبر	امام عبد الرحمٰن حبنکہ المیدانی	دار القلم دمشق
۱۵	تاویلات اہل السنۃ	امام ابو منصور ماتریدی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۶	صفوۃ التفاسیر	شیخ محمد علی الصابونی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۷	حاشیۃ القونوی علی البیضاوی	امام عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۸	الجامع لاحکام القرآن	امام ابو عبد اللہ احمد انصاری قرطبی	مکتبۃ الغزالی دمشق
۱۹	احکام القرآن	افادات حکیم الامت تھانوی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۰	احکام القرآن	علامہ ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۱	احکام القرآن	مفتی عبد الشکور	ادارۃ القرآن کراچی
۲۲	احکام القرآن	امام ابو بکر (ابن العربی)	مکتبۃ الریاض الحدیثیۃ
۲۳	احکام القرآن	امام ابو بکر بن علی رازی جصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۲۴	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین بن عبد الرحمٰن سیوطی شافعی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۵	بیان القرآن	حکیم الامت علامہ تھانوی	مکتبہ الحق/ ادارہ تالیفات
۲۶	التفسیرات الاحمدیۃ	شیخ احمد ملاجیون	مکتبہ مجتبائی سہارنپور

۲۷	الدر المنثور فی التفسیر الماثور	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۸	تفسیر الکشاف	امام ابو القاسم جار اللہ زمخشری	دار الایمان سہارنفور
۲۹	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب	فرید بکڈپو دیوبند

کتب احادیث

۳۰	صحیح بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبہ بلال دیوبند/ بیروت
۳۱	صحیح مسلم	امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری	مکتبہ بلال/ بیروت
۳۲	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۳	مراسیل ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۴	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال/ بیروت
۳۵	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن بن شعیب بن علی نسائی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی/ بیروت
۳۶	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۷	مستدرک حاکم	امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری	دار الکتاب العربی بیروت
۳۸	المؤطا	امام مالک بن انس	مکتبہ دار السلام سہارنفور
۳۹	أوجز المسالک	ریحانۃ الہند شیخ محمد زکریا کاندھلوی	دار القلم دمشق
۴۰	نصب الرایہ	امام جمال الدین زیلعی حنفی	دار الایمان سہارنپور
۴۱	شرح معانی الآثار (الطحاوی)	ابو جعفر احمد بن محمد ازدی طحاوی	مکتبہ ملت دیوبند
۴۲	شعب الایمان	امام ابوبکر بیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۳	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۴	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دار الحدیث قاہرہ
۴۵	نیل الاوطار	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۶	الجامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۷	مصنف عبد الرزاق	حافظ ابوبکر عبد الرزاق ابن ہمام صنعانی	المجلس العلمی سملک سورت
۴۸	ھامش مصنف عبد الرزاق	علامہ شیخ حبیب الرحمن اعظمی	المجلس العلمی سملک سورت
۴۹	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابو عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۵۰	سنن دار قطنی	امام حافظ علی بن عمر	دار الایمان سہارنپور
۵۱	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۵۲	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۵۳	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۵۴	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نور الدین ہیثمی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۵۵	معجم کبیر طبرانی	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دار احیاء التراث العربی
۵۶	سنن کبری بیہقی	امام ابوبکر بیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

۵۷	فیض القدیر	علامہ عبد الرؤف المناوی	دار المعرفۃ بیروت
۵۸	کشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی الجراحی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۵۹	کتاب الموضوعات	علامہ ابن الجوزی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۶۰	عمدۃ القاری شرح البخاری	امام بدر الدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۶۱	فتح الباری شرح البخاری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی	دار السلام ریاض
۶۲	فیض الباری شرح البخاری	علامہ شیخ انور شاہ کشمیری	مکتبہ شیخ الہند/ بیروت
۶۳	حاشیۃ البدر الساری الی فیض الباری	استاذ محمد بدر عالم میرٹھی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۶۴	شرح ابن بطال	شیخ علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۶۵	انعام الباری	مفتی تقی عثمانی	مکتبۃ الحراء کراچی
۶۶	حاشیہ صحیح البخاری	شیخ احمد علی سہارنپوری	مکتبہ بلال دیوبند
۶۷	المنہاج شرح مسلم	ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی	مکتبہ بلال/ بیروت
۶۸	شرح النووی علی ہامش مسلم	ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی	مکتبہ بلال/ دار السلام
۶۹	تکملۃ فتح الملہم	شیخ شبیر احمد عثمانی/ مفتی تقی عثمانی	دار احیاء التراث العربی
۷۰	حاشیہ سنن ابی داؤد	محدث کبیر محمد حیات سنبھلی	مکتبہ بلال دیوبند
۷۱	معالم السنن	امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۷۲	بذل المجھود	علامہ شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دار البشائر الاسلامیۃ بیروت
۷۳	عون المعبود	شیخ ابوعبد الرحمن شرف الحق عظیم آبادی	بیت الافکار/ احیاء التراث
۷۴	عارضۃ الاحوذی	امام ابن العربی المالکی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۷۵	تحفۃ الاحوذی	شیخ عبد الرحمن مبارکپوری	دار احیاء التراث العربی
۷۶	العرف الشذی	علامہ شیخ انور شاہ کشمیری	دار احیاء التراث العربی
۷۷	الکوکب الدری	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ کراچی	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ کراچی
۷۸	معارف السنن	علامہ شیخ محمد یوسف بنوری	مکتبہ سعید ایم ایچ کراچی
۷۹	شمائل النبی للترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال دیوبند
۸۰	شروح ابن ماجہ	شروحات مختلفہ، تحقیق رائد بن صبری	بیت الافکار الدولیۃ
۸۱	حاشیۃ مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ	مکتبہ رشیدیہ سہارنپور
۸۲	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۸۳	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد الطیبی	زکریا بکڈپو دیوبند
۸۴	اشعۃ اللمعات	علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
۸۵	ریاض الصالحین	ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی	
۸۶	امانی الأحبار شرح معانی الآثار	حضرت مولانا یوسف کاندھلوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ

کتب فقہ وفتاوی عربی

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۸۷	المبسوط	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۸۸	تنویرالابصار مع الدروالرد	امام محمد بن عبداللہ تمرتاشی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۸۹	الدرالمختار مع التنویر وجامع البحار	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۰	الدرالمختار مع الشامیۃ	ر ر	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۱	الدرالمختار مع کشف الاستار	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	مکتبہ زکریا بکڈپو دیوبند
۹۲	ردالمختار (شامی)	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۳	تقریرات الرافعی علی ردالمختار	شیخ عبدالقادر الرافعی	دارالکتاب دیوبند
۹۴	فتح القدیر	محقق ابن ہمام حنفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۵	نتائج الافکار تکملۃ فتح القدیر	امام شمس الدین احمد (قاضی زادہ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۶	کنزالدقائق مع البحرالرائق	امام ابوالبرکات نسفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۷	البحرالرائق	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۸	منحۃ الخالق علی البحرالرائق	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۹	تبیین الحقائق	امام فخرالدین عثمان بن علی زیلعی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۰	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شیخ شلبی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۱	النہرالفائق	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	دارالایمان سہارنپور
۱۰۲	الفتاوی الہندیۃ	شیخ نظام وجماعت علماء ہند	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۳	الفتاوی البزازیۃ	امام حافظ الدین محمد بن محمد (ابن بزاز)	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۴	فتاوی قاضی خان	امام فخرالدین حسن بن منصور اوزجندی	مکتبہ زکریا/مکتبہ حقانیہ
۱۰۵	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	دارارقم بیروت
۱۰۶	المحیط البرہانی	علامہ محمود بن احمد بخاری	داراحیاء التراث العربی
۱۰۷	مجمع الانہر	شیخ عبدالرحمن بن محمد (شیخی زادہ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۸	الدرالمنتقی شرح الملتقی	شیخ محمد بن علی (علاء حصکفی)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۹	ملتقی الابحر مع مجمع الانہر	امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۰	النتف فی الفتاوی	امام ابوالحسن علی بن حسین سغدی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۱	الہدایہ	امام برہان الدین مرغینانی	قدیمی ہندی
۱۱۲	حاشیۃ الہدایۃ	علامہ عبدالحی اللکنوی	کتبخانہ رشیدیہ دہلی
۱۱۳	البنایہ شرح الہدایہ	علامہ محمد محمود بن احمد العینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۱۴	العنایہ شرح الہدایہ	امام اکمل الدین بابرتی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۵	العنایہ علی ہامش الفتح	امام اکمل الدین بابرتی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۶	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	دارالکتاب دیوبند

۱۱۷	خلاصة الفتاوی	امام طاہر بن عبد الرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۱۸	شرح الوقایہ	صدر الشریعۃ عبد اللہ بن مسعود	مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۱۹	عمدۃ الرعایہ علی الوقایہ	علامہ شیخ عبد الحی لکھنوی	مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۲۰	السعایہ شرح الوقایہ	علامۃ الہند محمد عبد الحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۲۱	فتح باب العنایہ بشرح النقایہ	امام نور الدین الہروی القاری	دار ارقم بیروت
۱۲۲	مختصر الوقایۃ	علامہ عبید اللہ بن مسعود	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۳	الفتاوی الولوالجیہ	ابو الفتح ظہیر الدین عبد الرشید الولوالجی	دار الایمان سہارنپور
۱۲۴	الفتاوی التاتارخانیہ	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	دار الایمان سہارنپور
۱۲۵	الکافی فی الفقہ الحنفی	وہبی سلیمان غاوجی	مؤسسۃ الرسالۃ
۱۲۶	مراقی الفلاح	علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	مکتبہ شیخ الہند/ بیروت
۱۲۷	حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	مکتبہ شیخ الہند/ مکتبہ اشرفیہ
۱۲۸	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	شیخ عبد الحمید محمود طہماز	دار القلم دمشق
۱۲۹	کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	امام عبد الرحمٰن بن معوض الجزیری	دار احیاء التراث العربی
۱۳۰	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۳۱	الموسوعۃ الفقہیۃ المقارنۃ التجرید	ابو حسین احمد بن محمد بن جعفر بغدادی	مکتبہ محمودیہ افغانستان
۱۳۲	الفقہ الاسلامی وأدلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۳۳	التصحیح والترجیح	امام قاسم بن قطلوبغا	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۳۴	المختصر القدوری	امام احمد بن محمد بغدادی القدوری	مکتبہ بلال دیوبند
۱۳۵	الجوہرۃ النیرۃ	علامہ ابو بکر بن علی الحداد	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۳۶	القول الصواب فی مسائل الکتاب	مولانا محمد عبد القادر جیلانی	مکتبہ عمر فاروق کراچی
۱۳۷	الفتاوی السراجیۃ مع قاضی خان	علی بن عثمان بن محمد سراج الدین الاوشی	المکتبۃ الحقانیۃ پشاور
۱۳۸	مجموعۃ رسائل اللکنوی	علامہ شیخ عبد الحی لکھنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۳۹	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	سید محمد امین ابن عابدین	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۰	الفتاوی الکاملیۃ	بحوالہ فتاوی حقانیہ	بحوالہ فتاوی حقانیہ
۱۴۱	حلبی کبیر	علامہ شیخ ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۴۲	المغنی والشرح الکبیر	موفق الدین/شمس الدین ابی قدامۃ حنبلی	دار الفکر بیروت
۱۴۳	المغنی لابن قدامۃ	ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی	ط۔ الریاض الحدیثۃ/ بیروت
۱۴۴	مغنی المحتاج شرح منہاج الطالبین	محمد بن احمد الشربینی شمس الدین	دار الفکر دمشق
۱۴۵	حاشیۃ الدسوقی	محمد بن احمد عرفۃ الدسوقی	دار الفکر دمشق
۱۴۶	المدونۃ الکبری	امام مالک بن انس الاصبحی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۷	کشاف القناع	بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ	بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ

۱۴۸	الانصاف للمرداوی	علاء الدین علی بن سلیمان مرداوی حنبلی	داراحیاء التراث العربی
۱۴۹	المہذب للشیرازی	امام ابواسحٰق شیرازی	مطبع عیسی الحلبی
۱۵۰	المجموع شرح المہذب	امام یحیی بن شرف النووی	دارالفکر دمشق
۱۵۱	نفع المفتی والسائل	علامہ شیخ عبدالحی محلی لکھنوی	مکتبہ صدیقیہ ٹانڈا یوپی
۱۵۲	فقہ النوازل	علامہ شیخ محمد بن حسین الجیزانی	دارابن الجوزی بیروت
۱۵۳	فقہ وفتاوی البیوع	اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء	دارابن حزم
۱۵۴	فقہ القضایا الطبیۃ المعاصرۃ	دکتور علی قرہ داغی / دکتور علی محمدی	دارالبشائر الاسلامیۃ
۱۵۵	احکام الجراحۃ الطبیۃ	دکتور محمد بن محمد المختار شنقیطی	مکتبۃ الصحابۃ جدہ
۱۵۶	کتاب الخراج	ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب	دارالاعتصام / دارالاصلاح
۱۵۷	فتاوی عصریۃ	شیخ علی جمعہ مفتی دیار مصریہ	دارالسلام القاہرہ
۱۵۸	بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ وحیدیہ دہلی
۱۵۹	عقد البیع	شیخ مصطفیٰ احمد الزرقا	دارالقلم دمشق
۱۶۰	مجلۃ بحوث اسلامیۃ	بحوالہ خیر الفتاوی	بحوالہ خیر الفتاوی
۱۶۱	المعاملات المالیۃ المعاصرۃ	دکتور علی محی الدین القرہ داغی	دارالبشائر الاسلامیۃ
۱۶۲	نوازل فقہیۃ معاصرۃ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ الصحوۃ کویت
۱۶۳	فتاوی المرأۃ المسلمۃ	لأصحاب الفضیلۃ واللجنۃ الدائمۃ للافتاء	دارالغد الجدید المنصورہ مصر
۱۶۴	الالعاب الریاضیۃ	شیخ علی حسین امین یونس	دارالنفائس اردن
۱۶۵	الفتاوی الحدیثیۃ	شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی حجر ہیثمی	داراحیاء التراث العربی
۱۶۶	فتاوی معاصرۃ	دکتور یوسف القرضاوی	دارالقلم للنشر والتوزیع بالکویت
۱۶۷	فتاوی معاصرۃ	شیخ صالح بن محمد العثیمین	دارالغد الجدیدۃ مصر
۱۶۸	فتاوی النوازل	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی	دارالایمان سہارنپور
۱۶۹	التقابض فی الفقہ الاسلامی	العلاء الدین بن عبدالرزاق الجنک	دارالنفائس الاردن
۱۷۰	عقد المقاولۃ	عبدالرحمٰن بن عابد بن خالد العابد	المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
۱۷۱	الغرر وأثرہ فی الفقہ الاسلامی		
۱۷۲	أحکام السلطانیۃ	علی بن محمد بن حبیب الماوردی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۷۳	صور من البیوع المحرمۃ والمختلف فیہا		
۱۷۴	عقد الجواہر الثمینۃ	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔
۱۷۵	الأحکام الفقہیۃ للتعامل الالکترونیۃ	شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ السند	
۱۷۶	المعاییر الشرعیۃ	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔
۱۷۷	الدرر الحکام شرح غرر الحکام	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔
۱۷۸	الذخیرۃ القرافی	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔

۱۷۹	دراسات فقهیۃ فی قضایا طبیۃ معاصرۃ	عمر سلیمان الاشقر، عبدالناصر وغیرہم	دارالنفائس الاردن
۱۸۰	أحکام تجمیل النساء	دکتور ازدھار بنت محمود بن صابر المدنی	احیاء اللغۃ العربیۃ کراچی
۱۸۱	الانترنیت و مقاصد الشریعۃ	دکتور نور الدین مختار الخادمی	مکتبۃ الرشد سعودیہ

کتب فقہ وفتاوی اردو

۱۸۲	فتاوی محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ کراچی
۱۸۳	حاشیہ فتاوی محمودیہ کراچی	دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی	القادر پرنٹنگ پریس
۱۸۴	فتاوی رحیمیہ	مفتی عبدالرحیم لاجپوری	دارالاشاعت کراچی
۱۸۵	خیر الفتاوی	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق جوگیشوری
۱۸۶	احسن الفتاوی	مفتی رشید احمد پاکستانی	دارالاشاعت دیوبند
۱۸۷	امداد الفتاوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دارالعلوم کراچی
۱۸۸	امداد الاحکام	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	زکریا بکڈ پو دیوبند
۱۸۹	فتاوی دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	دارالعلوم دیوبند
۱۹۰	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱۳	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	دارالعلوم دیوبند
۱۹۱	جامع الفتاوی	مفتی مہربان علی بڑوتوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۱۹۲	کتاب الفتاوی	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۹۳	فتاوی عثمانی	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۹۴	فتاوی مفتی محمود	مفتی محمود پاکستانی	جمعیۃ پبلیکشنز لاہور
۱۹۵	نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	تاج کمپیوٹرس دیوبند
۱۹۶	منتخبات نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشنز
۱۹۷	فتاوی رشیدیہ	مفتی رشید احمد گنگوہی	جسیم بکڈ پو دیوبند
۱۹۸	فتاوی عبدالحی	مفتی عبدالحی لکھنوی	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۹۹	فتاوی قاضی	فقیہ زمن قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکشنز
۲۰۰	کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ دہلوی	دارالاشاعت پاکستان
۲۰۱	فتاوی بینات	رفقاء دارالافتاء مجلس دعوت و تحقیق اسلامی	مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن
۲۰۲	فتاوی حقانیہ	مفتی عبدالحق پاکستانی	دارالعلوم حقانیہ پاکستان
۲۰۳	آپ کے مسائل اور ان کا حل	مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہید	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۲۰۴	محمود الفتاوی	مفتی احمد صاحب خانپوری	مکتبہ انور ڈابھیل
۲۰۵	جواہر الفقہ	مفتی شفیع احمد عثمانی	تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند
۲۰۶	جدید مسائل کا حل	مجموعہ افادات اکابر/ اشرفیہ مجلس علم و تحقیق	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۲۰۷	فقہی مقالات	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	زمزم بکڈ پو دیوبند
۲۰۸	جدید فقہی مسائل	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند

۲۰۹	قاموس الفقہ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۱۰	اہم فقہی فیصلے	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۱۱	شرکت ومضاربت عصر حاضر میں	مولانا محمد عمران اشرف عثمانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۱۲	اسلام اور جدید معیشت وتجارت	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	الامین کتابستان دیوبند
۲۱۳	اسلام اور جدید معاشی مسائل	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	فیصل انٹرنیشنل دریا گنج دہلی
۲۱۴	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	مکتبہ رضی دیوبند
۲۱۵	بہشتی زیور	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	کتاب گھر ناظم آباد کراچی
۲۱۶	تجارتی کمپنیوں کا لائحہ عمل -----	ڈاکٹر مولانا اعجاز صمدانی	ادارہ اسلامیات کراچی
۲۱۷	امداد الحجاج	حکیم الامت اشرف علی تھانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۱۸	غرر کی صورتیں	ڈاکٹر مولانا اعجاز صمدانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۱۹	مالی معاملات پر غرر کے اثرات	ڈاکٹر مولانا اعجاز صمدانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۲۰	ایضاح النوادر	مفتی شبیر احمد قاسمی	فرید بکڈپو دہلی
۲۲۱	محقق ومدلل جدید مسائل	علامہ شیخ محمد جعفر ملی رحمانی	یاسین بکڈپو
۲۲۲	المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ	علامہ شیخ محمد جعفر ملی رحمانی	یاسین بکڈپو
۲۲۳	جدید فقہی تحقیقات	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
۲۲۴	حقوق اوران کی خرید وفروخت	مولانا عمر عابدین قاسمی	زمزم پبلیشرز
۲۲۵	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	ایفا پبلیکیشنز
۲۲۶	بینک سے جاری ہونے والے کارڈ	مجلس ادارت اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا	دارالاشاعت کراچی
۲۲۷	کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام	مولانا محمد اسامہ	دارالاشاعت کراچی
۲۲۸	مسائل سود	مولانا حبیب الرحمٰن خیر آبادی	حراء بکڈپو دیوبند
۲۲۹	مسائل تجارت	مولانا اسلام الحق اسعدی المظاہری	المکتبۃ الاسعدی
۲۳۰	فقہ حنفی قرآن وسنت کی روشنی میں	لجنۃ المصنفین / خالد محمود، عبد العظیم/محمد انس	ادارہ اسلامیات لاہور
۲۳۱	اسلام کا قانون تجارت قرآن اور۔	محمد حسین صدیقی	زمزم پبلیشرز
۲۳۲	جدید معاشی نظام میں اسلامی اجارہ	مولانا محمد زبیر اشرف اعثمانی	ادارۃ المعارف کارچی
۲۳۳	انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ	مجلسِ ادارت	ایفا پبلیکشنز

کتب اصول فقہ وقواعد فقہ

۲۳۴	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۲۳۵	شرح المجلۃ	شیخ سلیم رستم باز البنانی	داراحیاء التراث العربی
۲۳۶	الموافقات فی اصول الشریعۃ	امام ابواسحاق شاطبی	دارالمعرفۃ/ احیاء التراث
۲۳۷	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محقق محمد امین ابن عابدین شامی	دارالکتاب دیوبند
۲۳۸	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	شرکۃ الراجحی المصرفیۃ

۲۳۹	القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	دار القلم دمشق
۲۴۰	قواعد الفقہ	شیخ مفتی عمیم احسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۲۴۱	المقاصد الشرعیۃ	شیخ نور الدین الخادمی	دار اشبیلیا
۲۴۲	ترتیب اللآلی فی سلک الامالی	محمد بن سلیمان الشہیر بناظر زادہ	مکتبہ الرشد
۲۴۳	الأصول والقواعد للفقہ الاسلامی	علامہ شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	مکتبہ یاسین بکڈپو
۲۴۴	حاشیہ نور الانوار	مولانا محمد عبد الحلیم	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۲۴۵	قوت الاخیار شرح نور الانوار	مولانا جمیل احمد سکڑودوی	مکتبہ البلاغ
۲۴۶	درر الحکام شرح المجلۃ	علی حیدر	دار الجیل بیروت
۲۴۷	القواعد والضوابط	بحوالہ موسوعۃ قواعد الفقہ	بحوالہ موسوعۃ قواعد الفقہ
۲۴۸	أصول الشاشی		مکتبہ بلال
۲۴۹	شرح السیر الکبیر	امام محمد بن حسن شیبانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

کتب لغات

۲۵۰	المعجم الوسیط	ابراہیم مصطفیٰ، احمد حسن، حامد عبد القادر، محمد علی	کتب خانہ حسینیہ دیوبند
۲۵۱	المورد الوسیط	ڈاکٹر روحی ومنیر بعلبکی / مترجم عبد الرزاق	دار الاشاعت
۲۵۲	لسان العرب	جمال الدین ابو الفضل محمد ابن مکرم	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۵۳	کتاب التعریفات	علی بن محمد جرجانی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۲۵۴	التعریفات الفقہیۃ مع قواعد الفقہ	سید محمد عمیم الاحسان المجددی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۲۵۵	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین صاحب	مکتبہ زکریا بکڈپو دیوبند

کتب متفرقہ

۲۵۶	زاد المعاد فی ہدی خیر العباد	علامہ ابن القیم الجوزی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۵۷	شرح الفتح الربانی	بحوالہ فتاوی محمودیہ	بحوالہ فتاوی محمودیہ
۲۵۸	احیاء علوم الدین	امام ابو حامد الغزالی	دار المعرفۃ بیروت
۲۵۹	حیوۃ الحیوان الکبری	علامہ کمال الدین دمیری	احیاء التراث العربی بیروت
۲۶۰	اصلاحِ خواتین	حکیم الامت علامہ تھانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۶۱	روضۃ الطالبین	علامہ نووی	المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرّمۃ
۲۶۲	الشرح الصغیر	بحوالہ جدید فقہی مباحث	بحوالہ جدید فقہی مباحث
۲۶۳	منہاج المسلم	شیخ ابو بکر الجزائری	دار الغد الجدید